

نئی بہشتی زیور







اسلامک بک ڈپو



علامہ عالم فقری

اسلام بک ڈپو
۱۲ گنج بخش روڈ لاہور
فون :042-37112941

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سنی بہشتی زیور

مصنف — علامہ عالم فقری

پرنٹرز — آصف صدیق پرنٹرز

تعداد — 1100

ناشر — اسلام بک ڈپو

قیمت — ۱۰ روپے

فہرست مضامین

حصہ اوّل

حصہ دوم

حصہ سوم

حصہ چہارم

حصہ پنجم

حصہ ششم

حصہ ہفتم

حصہ ہشتم

حصہ نہم

حصہ دھم

حصہ گیارہ

......☆......

حصہ اول۔ عقائد

ا۔ ذاتِ الٰہی

ذاتِ الٰہی ایک ہے جو ازلی اور ابدی ہے یعنی ہمیشہ ہے اور ہمیشہ رہے گی۔ اس کی ذات میں بیشمار صفات ہیں۔ یہ صفات اسی ذات میں ہمیشہ سے موجود ہیں یعنی اس کی صفات بھی اس کی ذات کی طرح ازلی، ابدی اور قدیم ہیں۔ اس ذات جیسا کوئی اور نہیں کیونکہ وہ واحد ہے یعنی اس کی ذات صفات، افعال اور احکام میں اس کا کوئی شریک نہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ ذاتِ الٰہی برحق ہے۔ اسے مان کر اس پر ایمان رکھنا اسلامی ایمان کی بنیاد ہے۔ پروردگار عالم کی ذات وصفات کے متعلق عقائد برحق حسب ذیل ہیں۔

عقیدہ ۱: اللہ تعالیٰ معبود برحق ہے۔ عبادت اور پرستش کے لائق صرف اللہ تعالیٰ ہے اس کے سوا کوئی اور معبود نہیں کیونکہ اللہ وہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ پروردگار عالم نے خود بھی فرمایا ہے کہ "میری عبادت کرو کیونکہ میں عبادت کے لائق ہوں۔" اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کی عبادت کرنا غلط ہے۔ ہر نبی اور پیغمبر کی زبان نے بھی یہی حکم دیا ہے کہ صرف اللہ کی عبادت کرو۔ سورۂ بقرہ میں ہے کہ "اے لوگو! اپنے رب کی عبادت کرو جس نے تمہیں پیدا کیا ہے اور ان کو بھی پیدا کیا جو تم سے پہلے تھے تا کہ تم پرہیزگار بن جاؤ" (البقرہ:۲۱) ایک اور مقام پر ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ "ہم نے جنوں اور انسانوں کو صرف اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا ہے (الذاریات:۵۶) ہر طرح کی عبادت اللہ تعالیٰ کے لئے ہے۔

عقیدہ ۲: اللہ تعالیٰ موجود ہے یعنی اس نے خود ہی اپنے ہونے کے دلائل دیئے ہیں۔ اس کا ہونا عین برحق ہے۔ اللہ وہ ہے جس نے ہمارے لئے سب کچھ پیدا کیا ہے جس نے زمین وآسمان کو بنایا، یہی زمین وآسمان اس کے ہونے کی گواہی اور دلیل ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ "ہم نے زمین پھیلائی ہے اور اس میں پہاڑوں کو مزین کیا اور اس میں ہر ایک چیز کو مناسب طریقے سے اگایا ہے۔ (سورۃ الحجر:۱۹) مزید ارشاد ہے کہ "اللہ وہ ہے جو بارش آنے سے پہلے آگے آگے خوشخبری دینے والی ہوائیں بھیجتا ہے اور ہم نے آسمان سے پانی اتارا ہے تا کہ ہم اس سے ایک مردہ بستی کو زندہ کریں اور جو چوپائے ہم نے پیدا کئے ہیں تا کہ وہ اس سے سیراب ہوں۔ (الفرقان:۴۸،۴۹) معلوم ہوا کہ زمین آسمان، چاند،

سورج، ستارے، ہوائیں، سمندر، پہاڑ، دریا گویا کہ کائنات کی ہر چیز اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات اقدس ہے۔

عقیدہ ۳: ذات الٰہی سلسلہ تولید سے پاک اور منزہ ہے، اسے کسی نے پیدا نہیں کیا اور نہ وہ کسی سے پیدا ہوا ہے بلکہ خود ہی سے ہے۔ پھر وہ خود ہی جانتا ہے کہ وہ کیا ہے مگر اس نے خود ہی فرمایا ہے کہ "اے محبوب فرما دیجئے کہ اللہ ایک ہے"۔ اللہ بے نیاز ہے نہ اس کی کوئی اولاد ہے اور نہ وہ کسی کی اولاد ہے اور اس کے برابر کوئی نہیں ہے۔ (اخلاص ۱ تا ۴)

عقیدہ ٤: اللہ حی ہے، یعنی وہ خود زندہ ہے اور زندگی دینے والا بھی وہی ہے اس پر کبھی فنا نہیں۔ اللہ کے حکم ہی سے ہر چیز زندہ اور باقی ہے وہ جب چاہے اور جس کو چاہے زندہ کر دے اور جب چاہے اور جس کو چاہے موت دے دے کیونکہ وہی زندہ کرنے والا ہے اور وہی موت دینے والا ہے۔ وہ ہمیشہ سے قائم ہے اور ہمیشہ قائم رہے گا۔ اس کائنات کی قیومیت اس وقت تک ہے جب تک کہ وہ اسے قائم رکھنا چاہے گا۔ قیامت اس کے حکم سے آئے گی اور وہی سب کو موت کے بعد زندہ کرے گا یعنی ہر لحاظ سے وہ حَیٌّ الْقَیُّوْم ہے۔

عقیدہ ۵: اللہ تعالیٰ قادر ہے۔ ہر چیز اس کے قبضہ وقدرت میں ہے وہ جو چاہے کرے اور جیسا چاہے ویسا ہی کرے۔ کوئی اس کو روکنے والا نہیں کیونکہ وہ ہر چیز پر قادر ہے اس نے خود ہی بارہا قرآن میں فرمایا ہے کہ میں ہر چیز پر قادر ہوں۔ نیز فرمایا کہ "اللہ وہ ہے، جس نے سات آسمان پیدا کیے اور انہیں کی مانند زمین کو پیدا کیا۔ پھر اسی کا حکم اترتا ہے تاکہ تم جان لو کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ (طلاق:۱۲) اللہ نشانی اتارنے پر قادر ہے۔ اللہ لوگوں کی مثل پیدا کرنے پر قادر ہے۔ اللہ تمام جانداروں کو ایک جگہ پر جمع کرنے پر قادر ہے۔ اللہ مردوں کو زندہ کرنے پر قادر ہے۔ اللہ مظلوموں کی مدد کرنے پر قادر ہے، اللہ سب کو مار کر ایک نئی مخلوق پیدا کرنے پر قادر ہے، اللہ اپنے وعدہ عذاب کو پورا کرنے پر قادر ہے، یعنی اللہ جو چاہتا ہے، کر سکنے پر ہر لحاظ سے قادر ہے۔

عقیدہ ٦: اللہ رزاق ہے۔ چھوٹی سے چھوٹی اور بڑی سے بڑی مخلوق کو روزی دیتا ہے۔ وہی ہر چیز کی پرورش کے اسباب پیدا کرتا ہے۔ لہٰذا وہی حقیقی رزق رساں ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ "غربت کے خوف سے اپنی اولاد کو قتل نہ کرو ہم ہی تمہیں اور انہیں رزق دیتے ہیں"۔ (بنی اسرائیل:۳۱) نیز ارشاد ہے کہ "مخلوق کو پہلی بار کون پیدا کرتا ہے پھر اسے

دوبارہ بھی وہی زندہ کرے گا اور زمین و آسمان سے تمہیں روزی کون دیتا ہے؟'' کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور معبود ہے؟ اے پیارے محبوب! فرما دیجئے کہ اگر تم سچے ہو تو اس کے لیے سند لاؤ۔ (نمل:۶۴) روزی عطا کرنا اللہ کے اختیار میں ہے اسے تلاش کرنا انسان کے اختیار میں دے رکھا ہے۔ رزق کے جتنے بھی ذرائع ہیں وہ تمام وسیلے اور واسطے ہیں۔

عقیدہ ۷: اللہ علیم ہے اسے ہر چیز کی خبر ہے۔ جو کچھ ہو رہا ہے یا ہو چکا ہے یا آئندہ ہونے والا ہے سب اس کے علم میں ہے۔ ہماری ہر بات خواہ وہ ظاہر ہے یا پوشیدہ اسے سب کچھ علم ہے۔ ایک ذرہ بھی اس سے پوشیدہ نہیں۔ اس کا علم بہت وسعت والا ہے۔ وہ دلوں کے وسوسوں اور خطروں کو بھی جانتا ہے۔ غرض اس کے علم کی کوئی انتہا نہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ کیا انہیں یہ معلوم نہیں کہ اللہ ان کی چھپی باتوں کو اور سرگوشیوں کو جانتا ہے اور یہ کہ اللہ چھپی باتوں کو جاننے والا ہے۔ (توبہ:۷۸)

عقیدہ ۸: وہی ہر چیز کا خالق ہے۔ زمین و آسمان چاند سورج ستارے' انسان' جانور' پہاڑ' دریا' سمندر غرض تمام حیوانات' نباتات اور جمادات گویا کہ ساری کائنات کا خالق وہی ہے۔ پھر زمین پر پانی پیدا کر کے زندگی کے اسباب پیدا کیے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے..... کہ ''بے شک تمہارا پروردگار اللہ ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دن میں پیدا کیا' پھر عرش پر قرار پایا اور رات کو دن کا پردہ بنایا۔ رات اس کو تیزی سے تلاش کرتی ہے۔ (اعراف:۵۴)

زمین و آسمان کی پیدائش کے علاوہ اسی نے انسان کو تخلیق کیا ہے۔ اس کے متعلق ارشاد ہے کہ ''اس نے آسمانوں اور زمین کو حق کے ساتھ پیدا کیا اور تمہاری صورتیں بنائیں بلکہ احسن صورتیں بنائیں اور آخر اسی کی طرف لوٹنا ہے۔ (التغابن:۳)

عقیدہ ۹: ہر چیز کا مالک حقیقی اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ اس نے جو اختیار انسانوں کو ملکیت کے دے رکھے ہیں وہ عارضی اور مجازی ہیں کیونکہ اس کرۂ ارض کا اصل خالق اللہ ہے۔ اس لیے وہی مالک ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ملکیت کے علاوہ اسی کی بادشاہت ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ''خبردار جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اللہ ہی کا ہے۔'' (یونس:۶۶) نیز ارشاد ہے کہ ''برکت والا ہے وہ جس کے لیے آسمانوں اور زمین اور ان کے درمیان کی تمام چیزوں کی بادشاہت ہے۔'' (زخرف:۸۵)

عقیدہ ۱۰: اللہ ہر لحاظ سے غنی ہے اور اس کا غنی قابل تعریف ہے۔ اللہ تمام جہانوں سے

بے پرواہے۔ جو شخص محنت کرتا ہے وہ اپنے نفع ہی کے لیے محنت کرتا ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ اہل دنیا سے بے پرواہے۔ اللہ کے پاس ہر چیز کے خزانے ہیں۔ اللہ بصیر ہے یعنی ہر چیز اس کے سامنے ہے۔ اللہ تعالیٰ کو بندوں کے سب اعمال کی خبر ہے۔ ہر انسان جو کچھ بھی کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے جانتا ہے گویا کہ انسانوں کی ذرہ برابر حرکت کو بھی وہ خوب جانتا ہے یعنی بندوں کے پہلے کے اور بعد میں آنے والے حالات سے بھی باخبر ہے۔ اللہ کو ہر چیز کا علم ہے۔

عقیدہ ۱۱: اللہ تعالیٰ حاکم حقیقی ہے۔ اگر کسی کو حکومت کے اختیار دیتا ہے تو وہی دیتا ہے پس حکم اللہ تعالیٰ ہی کا ہے جو بڑا اعالی مرتبے والا ہے۔ ہر کام اسی کے ہاتھ میں ہے۔ اللہ جو چاہتا ہے حکم دیتا ہے۔ اللہ سب حاکموں سے بہتر حاکم ہے۔ روز قیامت اللہ ہی فیصلہ کرے گا' ارشاد ہے کہ "پس اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ان میں ان باتوں کا فیصلہ کرے گا جن میں وہ اختلاف کرتے ہیں اللہ بہترین فیصلہ کرنے والا ہے۔" ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ "اے ہمارے پروردگار! ہمارے اور ہماری قوم کے درمیان حق حق فیصلہ کردے اور تو سب فیصلہ کرنے والوں سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے۔"

عقیدہ ۱۲: تمام چیزیں اسی کے ارادہ واختیار میں ہیں اس کی مشیت ہر لحاظ سے برتر ہے۔ وہ جو چاہتا ہے وہی ہوتا ہے۔ دنیا میں جو کچھ بھی ہورہا ہے اسی کی مشیت سے ہورہا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ "جسے اللہ گمراہ کرنا چاہے تو اس کے لیے اللہ کی طرف سے کچھ نہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو بارگاہ رب العزت سے دور ہوگئے ہیں اور اللہ ان کے دلوں کو پاک کرنے کا ارادہ نہیں رکھتا۔ (مائدہ:۴۱) جسے اللہ ہدایت دے اسے کوئی گمراہ کرنے والا نہیں اللہ تعالیٰ مومنوں کو سیدھی راہ پر لگاتا ہے اللہ ظالم قوم کو ہدایت نہیں دیتا کیونکہ ظلم کی بناء پر وہ ہدایت نہیں چاہتے انہیں ہدایت کیسے ملے گی۔

عقیدہ ۱۳: اللہ پاک اور منزہ ہے۔ بہشت میں داخل ہونے والوں کا یہ قول ہوگا کہ "اے اللہ! تو پاک ہے' ارشاد ہے کہ پس تم اللہ کی پاکی بیان کرو جب تم صبح اور شام کرو۔" (روم ۱۷) نیز ارشاد ہے کہ "پس پاک ہے وہ جس کے ہاتھ میں ہر چیز کی بادشاہت ہے اور تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے (یٰسین:۸۳) وہ اونگھ اور نیند سے بھی پاک ہے کیونکہ اسے نہ اونگھ آتی ہے اور نہ نیند ایسے ہی اللہ تھکان سے بھی پاک ہے۔ ارشاد ہے کہ آسمانوں اور زمین کی حفاظت اسے تھکاتی نہیں اور وہ بلند مرتبے والا ہے۔ (بقرہ:۲۵۵) ایسے ہی اللہ بھولنے والا نہیں اور ہر قسم

کے ظلم سے بری ہے۔ اللہ وعدہ خلافی نہیں کرتا بلکہ اپنے وعدے کو پورا کرتا ہے۔

عقیدہ ۱۴: اللہ سب سے سچا ہے۔ اللہ سے بڑھ کوئی سچا نہیں ہو سکتا کیونکہ اسی کا کلام برحق ہے۔ اللہ حد سے بڑھنے والوں کو نہیں چاہتا۔ اللہ کا کلام نہیں بدلتا۔ کیونکہ اللہ کی باتوں کو کوئی بدلنے والا نہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ "اے پیارے محبوب! تیرے پروردگار کی بات سچائی اور انصاف کے ساتھ پوری ہوئی کیونکہ اس کی بات کوئی بدلنے والا نہیں۔ (انعام:۱۱۶)

عقیدہ ۱۵: اللہ تعالیٰ کے ہر فعل میں حکمت ہوتی ہے۔ خواہ وہ ہماری سمجھ میں آئے یا نہ آئے اس کے کام اور احکام انسانی عقل سے بالا ہوتے ہیں کیونکہ انسانی عقل کی رسائی محدود حد تک ہے اور ذات الٰہی لامحدود ہے۔ اس کے تمام افعال علت اور سبب سے بالا ہیں کیونکہ وہ اپنے کاموں میں کسی کا محتاج نہیں بلکہ تمام مخلوق اسی کی محتاج ہے۔

۲۔ نبوت

اجزائے ایمان میں سے ایک عقیدۂ نبوت ہے۔ اس پر یقین ہمارے ایمان کا حصہ ہے کیونکہ ہر نبی اور رسول پر ایمان لانا مسلمان ہونے کی شرط ہے البتہ جس نبی یا رسول کا زمانہ پائے اس کا امتی ہوگا۔ حضور ﷺ کے دور سے لے کر قیامت تک کا زمانہ حضور ﷺ کی نبوت کا زمانہ ہے۔ نبی یا رسول کی نبوت کے انکار سے خارج از ایمان ہو جاتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ "فرمایئے کہ ہم اللہ پر ایمان لائے اور اس پر جو ہم پر اتارا گیا اور حضرت ابراہیم، حضرت اسمٰعیل، حضرت اسحٰق اور حضرت یعقوب اور اس کی اولاد پر اتارا گیا اور جو حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ کو دیا گیا ہے اور جو دوسرے نبیوں کو ان کے رب کی طرف سے دیا گیا ہے ہم کسی ایک میں ان میں سے فرق نہیں کرتے اور اسے ماننے والے ہیں۔ (البقرہ:۱۳۶) معلوم ہوا ہے کہ مجموعی طور پر تمام انبیاء کی نبوت کو تسلیم کرنا لازم ہے۔ نبوت کے متعلقہ عقائد مندرجہ ذیل ہیں:۔

عقیدہ ۱: اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو ہدایت اور ان کو سیدھی راہ پر قائم رکھنے کے لیے اپنے مخصوص بندوں کو اپنا پیغام رساں بنا کر وقتاً فوقتاً یکے بعد دیگرے اپنی مخلوق کے پاس بھیجا۔ جن خاص بندوں کو اللہ تعالیٰ نے راہ حق کے لیے مبعوث فرمایا انہیں نبی یا رسول کہا جاتا ہے۔ اللہ کی خبر دینے والے کو نبی اور اللہ کی کتاب لانے والوں کو رسول کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے

سب نبی انسان مرد تھے۔ نہ کوئی جن نبی ہوا اور نہ کوئی عورت کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ''آپ سے پہلے جو رسول ہم نے بھیجے وہ بستیوں کے رہنے والے رجال یعنی مرد ہی تھے جن کی طرف ہم وحی کرتے تھے۔ (یوسف:۱۰۹).

عقیدہ ۲: رسالت اور نبوت ایک واسطہ ہے جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ کے احکام بندوں تک پہنچتے ہیں اور اسی مقدس واسطہ سے بندوں کو اپنے مالک حقیقی کی پہچان اور معرفت حاصل ہوتی ہے۔ لہٰذا نبی اور رسول وہ مقدس انسان ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے نبوت اور رسالت کے لیے چنا۔ یہ بڑی عزت و وجاہت والے ہوتے ہیں۔ نبی اور رسول ہمیشہ اللہ کی پناہ میں ہوتے ہیں اس لیے صغیرہ اور کبیرہ گناہوں سے پاک ہوتے ہیں۔ یعنی یہ اللہ تعالیٰ کے معصوم بندے ہیں۔ نبی حسب و نسب اور اخلاق و کردار اور جمال و کمال 'متقی' پرہیز گار اور اخلاق حسنہ سے ہر لحاظ سے آراستہ ہوتے ہیں۔ فہم و فراست کے لحاظ سے بھی ہر انسان سے بڑھ کر ہوتے ہیں۔ تمام عیبوں اور نقائص سے وہ پاک ہوتے ہیں۔

عقیدہ ۳: اللہ کے نبی تمام مخلوق سے افضل' اعلیٰ اور برتر ہوتے ہیں یعنی نبی و رسول کو اللہ تعالیٰ نے اتنا اونچا مرتبہ دیا کہ تمام مخلوق میں سے کسی کو نہیں مل سکتا۔ کسی انسان کا نبوت کے لیے مبعوث ہونا اللہ تعالیٰ کا خاص فضل ہے۔ اللہ جس کو چاہے اپنے اس فضل سے سرفراز کرے۔ کوئی شخص اپنی عبادت اور ریاضت کی بنا پر نبی نہیں بن سکتا کیونکہ نبوت خدا کا عطیہ ہے اللہ جسے چاہتا ہے عطا کر دیتا ہے۔

عقیدہ ٤: ہر نبی اور رسول کا ادب کرنا سب پر فرض اور ضروری ہے۔ کسی نبی کی بے ادبی اور ذرہ برابر توہین کرنا کفر ہے اس لیے ہر نبی کو دل سے سچا ماننا مسلمان ہونے کے لیے ضروری ہے۔ اگر کوئی شخص چند نبیوں کی نبوت کو مانتا ہو مگر کسی کا انکار کرتا ہو تو ایسا کرنے سے ایمان نہیں رہے گا۔ یعنی کسی نبی کی نبوت کا بھی انکار ایمان سے خارج کر دیتا ہے۔

عقیدہ ٥: اللہ تعالیٰ نے ہر قوم کی طرف انبیاء علیہم السلام مبعوث فرمائے تا کہ لوگوں تک سچا دین اور خدا کا پیغام پہنچائیں۔ چونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ تحقیق ہم نے ہر امت میں اپنے رسول کو بھیجا تا کہ اللہ کی عبادت کرو اور شیطان سے بچو۔ (النحل:۳۶) پروردگار نے ہر قوم کی اصلاح اور ہدایت کے لیے اپنے انبیاء کو مبعوث فرمایا۔

عقیدہ ٦: رسول بے خوف ہوتے ہیں وہ دنیا کے حاکموں اور امیروں سے بالکل نہیں

ڈرتے اوران میں حددرجے کاخوف الٰہی ہوتا ہے کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ''نبی پر اس بات میں کوئی مضائقہ نہیں جواللہ نے ان کے لیے مقرر کر رکھی ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا مقرر کردہ راستہ ہے جو پہلے لوگوں میں بھی تھا۔اللہ کا امر اندازے کے مطابق مقرر شدہ ہے ان لوگوں میں جو اللہ کا پیغام پہنچاتے ہیں اور اسی سے ڈرتے ہیں اور سوائے اللہ کے کسی سے نہیں ڈرتے اور اللہ کافی ہے حساب لینے والا۔'' (احزاب:۳۸'۳۹)

عقیدہ ۷: وحی کا رابطہ صرف انبیاء اور رسولوں کے ساتھ ہے کسی عام انسان کے ساتھ نہیں۔اگر کوئی عام انسان وحی کا دعویٰ کرے تو وہ جھوٹا ہوگا۔وحی لانے والے فرشتے حضرت جبرائیل علیہ السلام ہیں۔ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ہم نے آپ ﷺ کی طرف وحی بھیجی جیسے کہ حضرت نوح علیہ السلام پر وحی بھیجی تھی اور نبیوں پر بھی جو بعد میں آئے اور ہم نے ابراہیم اور اسماعیل اور اسحاق اور یعقوب اور ان کی اولاد اور حضرت عیسیٰ اور یونس اور ہارون اور سلیمان (علیہم السلام) پر وحی بھیجی اور ہم نے داؤد علیہ السلام کو بھی زبور دی۔'' (نساء ۱۶۳)

عقیدہ ۸: ہر نبی اور رسول کا اللہ تعالیٰ کے ہاں ایک خاص مقام اور مرتبہ ہے مگر اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے بعض انبیاء کو رتبے کے لحاظ سے اعلیٰ اور ارفع کیا ہے اور فضیلت دی ہے۔مرتبے میں سب سے اعلیٰ وافضل حضور ﷺ ہیں۔آپ ﷺ تمام انبیاء کے سردار اور سرتاج ہیں۔حضور ﷺ کے بعد بڑا درجہ ابراہیم علیہ السلام کا ہے ان کے بعد درجہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ہے'ان کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا اور ان کے بعد حضرت نوح علیہ السلام کا درجہ ہے'باقی انبیاء فضیلت کے لحاظ سے ان پانچوں انبیاء کے درجات کے بعد درجات کے حامل ہیں۔ان پانچوں حضرات کو مرسلین اولوالعزم کہا جاتا ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ یہ مرسلین ہیں کہ ہم نے ان میں سے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے اور ان میں سے بعض کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے کلام کیا اور بعض کے درجات بلند کیے۔(البقرۃ:۲۵۳)

عقیدہ ۹: اللہ کا ہر نبی زندہ ہے۔دنیا کی موت سے ان کی حیات کو ایک پردہ ملتا ہے۔اللہ تعالیٰ کا وعدہ پورا ہونے کے بعد اللہ تعالیٰ انہیں حقیقی زندگی عطا فرما دیتا ہے کیونکہ شہداء کو اگر ایسی زندگی ملتی ہے جس میں کھاتے پیتے ہیں تو انبیاء کا درجہ تو ان سے بہت بلند وارفع ہے۔ اس لیے انبیاء عالم برزخ میں زندہ و تابندہ ہیں اور نماز پڑھتے ہیں۔(بیہقی) ایک اور روایت میں حضرت انس سے مروی ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا شب معراج کو

میں سرخ ٹیلے کے نزدیک حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قبر کے پاس سے گزرا تو میں نے دیکھا کہ وہ قبر میں کھڑے نماز پڑھ رہے تھے۔ (صحیح مسلم)

عقیدہ ۱۰: عقل کو عاجز کر دینے والے کام کو معجزہ کہا جاتا ہے۔ نبوت کے دعویٰ میں نبی کے سچا ہونے کی ایک دلیل معجزہ ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے نبی کے ذریعے ایسا کام سرانجام دلاتا ہے جو بظاہر ناممکن نظر آتا ہے اس کا نام معجزہ ہے۔ یعنی نبی اپنی صداقت اور اپنے برحق اور سچا ہونے پر منکروں کے سامنے ان کے مطالبہ پر معجزے کا اظہار کرتا ہے اور پھر وہ ان منکروں کو اس جیسا کام کرنے کا حکم دیتا ہے لیکن وہ عاجز رہتے ہیں اور نبی کے مقابلے میں کچھ نہیں کر سکتے۔ معجزہ کے ذریعے دراصل اللہ تعالیٰ اپنے نبی کی تصدیق کرتا ہے کہ صرف میرا نبی ہی ایسا کام کر سکتا ہے جسے عقل کرنے سے عاجز ہو جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء کو بہت سے معجزوں سے نوازا۔ ان کا ذکر قرآن مجید میں صراحتاً موجود ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عصا کا سانپ بن جانا' حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مردوں کو زندہ کر دینا۔ مادرزاد اندھوں اور کوڑھ کے مریضوں کو اچھا کر دینا اور ہمارے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا چاند کو دو ٹکڑے کر دینا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے کنکریوں کا کلمہ پڑھنا' آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی انگلیوں سے پانی کا جاری ہونا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا واقعہ معراج۔ معجزہ کے زمرے میں شمار ہوتا ہیں۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ انبیاء کے معجزات برحق ہیں۔ ان کا انکار کرنا اور نہ ماننا کفر ہے۔

عقیدہ ۱۱: ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں یعنی آپ سب نبیوں کے آخر میں آئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد سے سلسلہ نبوت بند ہو گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کا دعویٰ کرنے والا جھوٹا اور کافر ہے کیونکہ قیامت تک اب کوئی نبی نہیں آئے گا۔ اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی نئے نبی کے آنے کو ممکن خیال کرنا بھی کفر ہے کیونکہ تا قیامت نئی نبوت اور رسالت نہیں ہوگی بلکہ یہ تمام دور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا دور ہے۔ اللہ تعالیٰ نے خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین قرار دیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ "حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تم میں سے کسی مرد کے باپ نہیں۔ وہ تو اللہ کے رسول ہیں اور آخری نبی ہیں اور اللہ تعالیٰ ہر بات کو جانتا ہے۔ (احزاب: ۴۰) مزید اس کی تصدیق حدیث پاک سے بھی ہوتی ہے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں رسولوں کا قائد ہوں اور میں فخر نہیں کرتا اور میں خاتم النبیین ہوں اور فخر نہیں کرتا اور میں پہلا شفاعت کرنے والا ہوں

اور میری شفاعت قبول ہوگی اور میں فخر نہیں کرتا۔ (مشکوۃ شریف)

حضرت انس بن مالک سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ مجھ پر رسالت اور نبوت کا سلسلہ منتہی ہوا۔ اب میرے بعد کوئی رسول اور نبی نہیں آئے گا۔ (جامع ترمذی)

عقیدہ ۱۲: اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو ہر پوشیدہ بات اور اسرار کا غائبانہ علم عطا فرمایا۔ یہاں تک کہ زمین آسمان کا ذرہ ذرہ آپ کے مشاہدہ سے گزار دیا۔ جنت دوزخ ثواب عذاب، حشر نشر، حساب و کتاب یعنی جو آخرت کی زندگی میں ہونا ہے اس کا جامع اور کامل علم دیا۔ اللہ تعالیٰ کا علم ذاتی ہے اور حضور ﷺ کا تمام علم اللہ تعالیٰ سے ملا ہوا یعنی عطائی ہے۔ لہٰذا حضور ﷺ کا علم غیب اللہ کا دیا ہوا ہے۔ اس کی نفی قرآن اور حدیث کی نفی ہوگی اس لیے حضور ﷺ کے علم کو تسلیم کرنا ہمارے ایمان کا حصہ ہے لہٰذا جو شخص حضور ﷺ کا منکر ہوگا وہ اہل ایمان میں سے نہ رہے گا۔

عقیدہ ۱۳: حضور ﷺ سے محبت دین حق کی شرط اول ہے چونکہ حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ تم میں سے کوئی اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک کہ وہ اپنے ماں باپ اور اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ مجھے محبوب نہ رکھے۔ نیز فرمایا کہ جن میں تین خوبیاں ہوں گی وہ ایمان کی حلاوت کو پالیں گے۔ اول یہ کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت سب سے زیادہ ہو۔ دوم یہ کہ اللہ تعالیٰ کے لیے دوستی اور دشمنی رکھتا ہو۔ سوم یہ کہ کفر و شرک کو اتنا برا جانتا ہو جس طرح کہ آگ میں ڈالے جانے کو برا جانا جاتا ہے۔ (بخاری شریف)

عقیدہ ۱۴: ہمارے رسول ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے جاگتے میں جسم کے ساتھ مکہ مکرمہ سے بیت المقدس تک اور وہاں سے ساتوں آسمانوں کے اوپر اور وہاں سے جہاں تک اللہ تعالیٰ کو منظور ہوا رات کے ایک مختصر حصہ میں پہنچایا اور آپ ﷺ نے عرش و کرسی اور لوح و قلم اور خدا کی بڑی بڑی نشانیوں کو دیکھا اور خدا کے دربار میں آپ کو وہ قرب خاص حاصل ہوا کہ کسی نبی اور فرشتہ کو نہ کبھی حاصل ہوا نہ کبھی حاصل ہوگا۔ حضور ﷺ کے اس آسمانی سفر کو ''معراج'' کہتے ہیں۔ معراج میں آپ نے اپنے سر کی آنکھوں سے جمال الٰہی کا دیدار کیا اور بغیر کسی واسطہ کے اللہ تعالیٰ کا کلام سنا اور تمام ملکوت السمٰوٰت والارض کے ذرہ ذرہ کو تفصیل کے ساتھ ملاحظہ فرمایا

عقیدہ ۱۵: ہمارے حضور ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے قیامت کے دن شفاعت کبریٰ اور مقام محمود کا شرف عطا فرمایا ہے جب تک ہمارے حضور ﷺ شفاعت کا دروازہ نہیں کھولیں گے،

کسی کو بھی مجال شفاعت نہ ہو گی' بلکہ تمام انبیاء و مرسلین حضور ﷺ ہی کے دربار میں اپنی اپنی شفاعت پیش کریں گے۔ اللہ کے دربار میں درحقیقت حضور ﷺ ہی شفیع اول و شافع اعظم ہیں۔ آپ کی شفاعت کے بعد تمام انبیاء و اولیاء و صلحاء و شہداء وغیرہ سب شفاعت کریں گے۔

عقیدہ ۱۶: المختصر یہ کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو وہ سب کمالات و معجزات اور درجے عطا کیے ہیں جو دوسرے نبیوں کو جدا جدا اور علیحدہ علیحدہ عطا کیے تھے۔ اس لیے ہمارے نبی جامع صفات انبیاء و رسل ہیں۔ ان کے علاوہ کچھ کمالات و معجزات ایسے ہیں جو ہمارے نبی اکرم ﷺ کے سوا اور کسی نبی اور رسول کو نہیں دیے گئے۔ ان کمالات کو آپ ﷺ کے خصائص مثلاً شفاعت کبریٰ' معراج' آپ کا سایہ نہ ہونا' آپ کا نبی الامی ہونا' خاتم النبیین' رحمۃ للعالمین' رسالت عامہ' معلم کتاب و حکمت' رفعت ذکر' شرح صدر' حلت غنائم' زمین کا نماز و طہارت کے لیے پاک قرار دیا جانا کہا جاتا ہے۔

عقیدہ ۱۷: سب سے پہلے پیغمبر حضرت آدم علیہ السلام ہیں اور سب سے آخری پیغمبر حضرت محمد رسول اللہ ﷺ ہیں اور باقی تمام نبی و رسول ان دونوں کے درمیان ہوئے ان پیغمبروں میں سے جو بہت مشہور ہیں اور قرآن مجید اور حدیثوں میں جن کا بار بار ذکر آیا ہے وہ یہ ہیں:۔

حضرت نوح علیہ السلام	حضرت ابراہیم علیہ السلام
حضرت اسمٰعیل علیہ السلام	حضرت اسحٰق علیہ السلام
حضرت یعقوب علیہ السلام	حضرت یوسف علیہ السلام
حضرت داؤد علیہ السلام	حضرت سلیمان علیہ السلام
حضرت ایوب علیہ السلام	حضرت موسیٰ علیہ السلام
حضرت ہارون علیہ السلام	حضرت زکریا علیہ السلام
حضرت یحییٰ علیہ السلام	حضرت عیسیٰ علیہ السلام
حضرت الیاس علیہ السلام	حضرت الیسع علیہ السلام
حضرت یونس علیہ السلام	حضرت لوط علیہ السلام
حضرت ادریس علیہ السلام	حضرت صالح علیہ السلام
حضرت ہود علیہ السلام	حضرت شعیب علیہ السلام

اور حضرت محمد رسول اللہ ﷺ

۳-آسمانی کتب

اللہ تعالیٰ نے انسانی ہدایت کے لیے وقتاً فوقتاً اپنے کلام کو کتب اور صحائف کی صورت میں اپنے رسولوں پر نازل فرمایا۔ انہیں برحق اور سچ ماننا ہمارے ایمان کا لازمی حصہ ہے۔ ان کے متعلق عقائد برحق مندرجہ ذیل ہیں:۔

عقیدہ ۱: اللہ تعالیٰ نے جتنے صحیفے اور کتابیں آسمان سے نازل فرمائی ہیں سب حق ہیں اور سب اللہ تعالیٰ کا کلام ہیں۔ ان کتابوں میں جو کچھ ارشاد خداوندی ہوا سب پر ایمان لانا اور ان کو سچ ماننا ضروری ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا ہے کہ "ایمان والے وہ ہیں جو مانتے ہیں اس کتاب قرآن کو جو اے نبی ﷺ! آپ کی طرف اتاری گئی ہے اور ان سب کتابوں کو بھی مانتے ہیں جو آپ سے پہلے اتاری گئی ہیں۔

عقیدہ ۲: اللہ تعالیٰ کی کتابوں میں سے جنہیں الہامی کہا جاتا ہے۔ پہلی کتاب تورات ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر اتاری گئی۔ دوسری زبور شریف ہے جو حضرت داؤد علیہ السلام پر اتاری گئی۔ تیسری انجیل شریف ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر اتاری گئی اور چوتھی اور آخری کتاب قرآن مجید ہے جو سب آسمانی کتابوں اور صحیفوں سے افضل اور اعلیٰ ہے اور افضل الرسل نبی آخر الزماں ہمارے پیارے نبی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر اتاری گئی ہے۔ یہ چار بڑی عظیم اور مشہور کتابیں ہیں۔ ان چاروں کتابوں کے علاوہ کئی صحیفے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیوں پر اتارے جن سب پر ایمان لانا اور ان کو کلام الٰہی ماننا ضروری اور فرض ہے۔

عقیدہ ۳: تمام الہامی کتب اور صحائف برحق اور کلام الٰہی ہیں۔ لہٰذا ان میں کسی ایک کتاب کی حقیقت کو جھٹلانا کفر ہے۔ البتہ یہ ایک حقیقت ہے کہ قرآن مجید سے پہلے کی تمام کتب اور صحائف کی حفاظت اللہ تعالیٰ نے امتوں کے سپرد فرمائی تھی مگر امتوں سے ان کتابوں کی حفاظت نہ ہو سکی بلکہ قرآن کے سوا باقی تمام کتابوں اور صحیفوں میں ان کے نبیوں کے بعد ان کی امت کے خود غرض لوگوں نے تحریف اور تبدیلی کر دی ہے یعنی اپنی طرف سے کچھ آیتیں نکال دی ہیں اور کچھ باتیں اپنی طرف سے بڑھا دی ہیں۔ خاص طور پر وہ آیتیں جن میں ہمارے نبی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی تعریف تھی اور جو آیتیں قرآن پاک اور دین اسلام کی شان اور ان کی سچائی بیان کرنے والی تھیں وہ سب نکال دی ہیں اور ان کی

جگہ نئی باتیں اپنی طرف سے شامل کر دی ہیں لہٰذا ایسی باتوں کو ماننا درست نہیں۔

عقیدہ ٤: ان کی کتابوں کی جو باتیں ہماری کتاب قرآن مجید کے مطابق ہیں ان کی تصدیق کی جائے اور جو باتیں اس کے خلاف ہیں ان کو نہ مانا جائے اور جو باتیں قرآن مجید کے نہ مطابق ہوں اور نہ مخالف' ان کو نہ تو سچا مانا جائے اور نہ جھوٹا کہا جائے بلکہ یہ کہا جائے کہ جو اللہ تعالیٰ نے ان کتابوں میں اتارا ہے ہمارا اس پر ایمان ہے۔

عقیدہ ٥: قرآن مجید الہامی کتب کے سلسلے کی آخری کتاب ہے جو ہر لحاظ سے جامع اور مکمل ہے اور سابقہ تمام کتب کی تعلیمات کا نچوڑ ہے اور اس کا اطلاق تا قیامت ہے اس کتاب کی حفاظت کا ذمہ بھی خود اللہ تعالیٰ نے لیا ہے۔ اس لیے اس میں کمی یا زیادتی نہیں ہو سکتی کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ بے شک یہ قرآن ہم نے اتارا ہے اور ہم ہی اس کے نگہبان ہیں۔

عقیدہ ٦: قرآن مجید دستور حیات کی کتاب ہے۔ پوری زندگی کے تمام اصول قرآن میں ہیں اور سنت رسول ﷺ قرآنی اصولوں کی شرح ہے۔ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا وہ کلام ہے جو اس نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کے ذریعہ حضور علیہ السلام پر نازل فرمایا۔ تیئس برس کی مدت میں تھوڑا تھوڑا حسب حاجت نازل ہوا جس حکم کی حاجت ہوتی۔ اسی کے مطابق سورت یا کوئی آیت نازل ہو جاتی۔ نزول وحی کے وقت یہ ترتیب نہ تھی جو آج ہے جب کوئی آیت یا سورت نازل ہوتی تو جبرئیل علیہ السلام اس کا مقام بھی بتا دیتے اور اس طرح قرآن عظیم کی سورتیں اپنی اپنی آیتوں کے ساتھ جمع ہو جاتیں اور خود حضور اکرم ﷺ اسی ترتیب سے اسے نمازوں میں پڑھتے اور تلاوت فرماتے۔ پھر حضور ﷺ سے سن کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم یاد کر لیتے۔ غرض قرآن عظیم کی ترتیب اللہ تعالیٰ کے حکم سے جبریل علیہ السلام کے بیان کے مطابق اور لوح محفوظ کی ترتیب کے موافق حضور اکرم ﷺ کے زمانہ اقدس ہی میں واقع ہوئی تھی۔ یہی ترتیب آج بھی باقی ہے اور قیامت تک باقی رہے گی۔

عقیدہ ٧: حضور اکرم ﷺ سے قبل جتنے نبی و رسل تشریف لائے' ان کی رسالت کسی خاص قوم اور ایک مقررہ وقت تک کے لیے تھی۔ اس لیے وہ کتب یا صحائف جو پیغمبروں کے ذریعے ان کی امتوں پر نازل کیے گئے وہ ایک معین زمانے اور ایک خاص قوم کے لیے تھی۔ ان سب پر ایمان لانے کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ ہم پر ان کتابوں کے احکام پر عمل کرنا بھی ضروری ہے بلکہ عمل ہم اپنی کتاب قرآن مجید کے احکام پر کریں گے کیونکہ پہلی کتابوں کی

شریعت اور ان پر عمل اللہ تعالیٰ نے اپنی آخری کتاب قرآن مجید کے ذریعے منسوخ کر دیا ہے یعنی ان کتابوں پر عمل ایک وقت مقرر تک ضروری تھا۔ لہٰذا اب ان پر عمل ضروری نہیں' ہاں ان سب کو حق اور سچا ماننا ضروری ہے۔

عقیدہ ۸: قرآن پاک کی بعض آیتیں محکم ہیں۔ یعنی ان کا معنی اور مطلب بالکل واضح اور صاف ظاہر اور معلوم ہے۔ ان پر عمل فرض ہے اور کچھ آیتیں متشابہ ہیں یعنی ان کا صحیح معنی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول حضرت محمد ﷺ ہی جانتے ہیں۔ ان کے معنی کی تلاش اور کرید منع ہے بلکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ''متشابہ آیات کے معنی کی تلاش کے در پے وہی لوگ ہوتے ہیں جن کے دل میں ٹیڑھا پن ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا۔ قرآن مجید پانچ وجہ پر اترا ہے۔ حلال' حرام' محکم' متشابہ اور واقعات و مثالیں۔ پس تم حلال کو حلال سمجھو۔ اور اس کے مطابق عمل کرو اور حرام کو حرام سمجھو اور اس سے بچو۔ اور محکم پر عمل کرو اور متشابہ پر صرف ایمان لاؤ۔ (ان کے معنی کی تلاش میں نہ پڑو) اور قرآن مجید کی بیان کردہ مثالوں اور واقعات سے عبرت و نصیحت حاصل کرو۔'' (مشکوٰۃ)

عقیدہ ۹: قرآن مجید نہایت ہی مقدس و مطہر کتاب ہے۔ تمام برکات و حسنات اور علوم کا خزانہ ہے۔ قرآن مجید کی بکثرت تلاوت کرنا مستحب ہے۔ حضور سید عالم ﷺ نے فرمایا کہ جس نے ایک حرف پڑھا اس کے لیے نیکی ہے۔ دس نیکیوں کے برابر (ترمذی) میری امت کی بہترین عبادت تلاوت قرآن ہے۔ (بیہقی) اپنے مکانوں کو قرآن کی تلاوت اور نماز سے روشن و منور کرو۔ قرآن مجید روز قیامت سفارش کرے گا۔ (مسلم) جس کے سینہ میں قرآن نہیں وہ ویران مکان کی طرح ہے تم میں سے بہتر وہ ہے جس نے قرآن سیکھا اور سکھایا۔ حافظ قرآن کے والد کو روز قیامت ایک ایسا تاج پہنایا جائے گا جس کی روشنی سورج کی روشنی سے زیادہ ہوگی۔

عقیدہ ۱۰: قرآن مجید کا دیکھ کر پڑھنا' زبانی پڑھنے سے افضل ہے کیونکہ قرآن مجید کو دیکھنا اور ہاتھ سے چھونا بھی عبادت ہے۔ مستحب یہ ہے کہ قرآن مجید باوضو' قبلہ رو' اچھے کپڑے پہن کر تلاوت کرے۔ شروع تلاوت میں اعوذ پڑھنا واجب اور ابتدائے سورۃ میں بسم اللہ پڑھنا سنت و مستحب ہے۔ تین دن سے کم میں قرآن کا ختم کرنا مناسب نہیں۔ مجمع

میں سب کا قرآن مجید کو بلند آواز سے پڑھنا ممنوع ہے۔ سب آہستہ پڑھیں۔ بلند آواز سے قرآن پڑھا جائے تو تمام حاضرین پر خاموشی سے سننا فرض ہے۔ قرآن مجید پڑھ کر بھلا دینا گناہ ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا جو قرآن پڑھ کر بھلا دے کوڑھی ہو کر اٹھے گا۔ (ابوداؤد)

عقیدہ ۱۱: حضور ﷺ نے فرمایا وہ شخص رشک کے قابل ہے جو صبح و شام قرآن مجید کی تلاوت کرتا ہے۔ بوقت تلاوت قرآن ہنسنا' بے فائدہ بات کرنا' بے جا حرکت کرنا' ناجائز چیز کی طرف دیکھنا' کسی سے بات کرنے کے لیے تلاوت قطع کرنا بہت ہی نامناسب ہے۔ جس روز قرآن ختم ہو اس دن روزہ رکھنا مستحب ہے۔ جب آدمی سارا قرآن ختم کر لیتا ہے تو یہ وقت نزول رحمت کا ہے۔ اس وقت ایک دعا قبول ہوتی ہے اس لیے اپنے اور سب مسلمانوں کے لیے خیر و برکت اور گناہوں کی مغفرت کی دعا کرنی چاہیے۔

عقیدہ ۱۲: قرآن مجید کی تلاوت بے وضو بھی جائز ہے مگر بے وضو ہاتھ لگانا منع ہے اور جنبی جسے نہانے کی ضرورت ہو وہ مستورات جو حیض و نفاس والی ہوں انہیں قرآن مجید کو چھونا' زبانی یا دیکھ کر پڑھنا یا کسی آیت کا لکھنا ناجائز ہے۔ قرآن مجید کے اوراق بوسیدہ ہو جائیں تو کسی پاک کپڑے میں لپیٹ کر بغلی قبر سی بنا کر ادب و احترام سے دفن کر دینا چاہیے۔ اگر بلا اختیار قرآن مجید ہاتھ سے گر جائے یا پاؤں تلے آ جائے تو اٹھا کر چوم لیجیے۔ استغفار کیجئے۔ قرآن کے ہم وزن آٹا خیرات کر دینا اچھا ہے۔ قرآن مجید یا دینی کتابوں کی طرف پیٹھ یا پاؤں کرنا بے ادبی ہے۔ قرآن مجید کا ادب و احترام لازم و واجب ہے۔ جان بوجھ کر قرآن مجید کی بے ادبی کرنا کفر ہے۔ قسم کے طور پر قرآن پر ہاتھ رکھنا' یا سر پر رکھنا یا قرآن کی قسم کھانا مناسب نہیں۔ اگرچہ قسم ہو جائے گی اور قسم توڑنے پر کفارہ لازم ہوگا۔

۴-فرشتے

ملائکہ پر ایمان لانا بھی ہمارے ایمان کا حصہ ایک لازمی جزو ہے کیونکہ توحید و رسالت پر ایمان لانے کے ساتھ ساتھ فرشتوں کے وجود کو ماننا اور ان پر یقین رکھنا بھی ایمان ہی کا ایک حصہ ہے بلکہ ان کے وجود کا انکار کفر ہے۔ اسلام کی رو سے ان کے متعلق مندرجہ ذیل عقائد رکھنا ضروری ہے۔

عقیدہ ۱: انسانوں اور جنوں کی طرح فرشتے بھی اللہ تعالیٰ کی ایک مخلوق ہیں اور وہ نور سے

بنائے گئے ہیں ان کے جسم نورانی اور لطیف ہیں۔ وہ ہمیں ان مادی آنکھوں سے نظر نہیں آتے البتہ باطن کی آنکھ سے نظر آسکتے ہیں۔ وہ جنس سے منزہ ہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ کے معصوم اور مکرم بندے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے ہر لحاظ سے مطیع اور فرمانبردار ہیں اور وہ گناہ اور معصیت سے بھی بالکل پاک ہیں۔ وہ نہ کھاتے ہیں اور نہ پیتے ہیں۔ وہ ہر وقت اللہ کی بندگی اور اطاعت میں مصروف رہتے ہیں۔ وہ قصداً یا سہواً خطا نہیں کرتے۔

عقیدہ ۲: فرشتے ایسی مخلوق ہے جو ہر وقت بارگاہ رب العزت میں حاضر باش ہے۔ انہیں اللہ تعالیٰ نے اتنی طاقت دی ہے کہ جو شکل چاہیں اختیار کرلیں۔ ان کی اصلی شکل بھی ہے۔ پیغمبروں کے پاس آنے والے فرشتے اپنی اصل شکل میں بھی آتے رہے ہیں اور انسانی شکل میں بھی آتے رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ملائکہ کو اتنی قوت عطا کر رکھی ہے کہ وہ بڑے بڑے شدید کام سرانجام دے سکتے ہیں جسے انسان نہیں کرسکتے۔

عقیدہ ۳: فرشتوں پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مخلوقات میں سے انہیں بھی ایک مخلوق تسلیم کیا جائے۔ لہٰذا ان کی شان میں گستاخانہ الفاظ استعمال کرنا سخت گناہ ہے اور انہیں بیٹیاں قرار دینا اسلامی عقیدے کے سراسر خلاف ہے۔

عقیدہ ٤: تمام فرشتوں میں چار فرشتے اللہ تعالیٰ کے مقرب ہیں۔ یہ فرشتے بڑی عظمت والے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے انہیں سب فرشتوں پر فضیلت دے رکھی ہے۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام سب سے مکرم فرشتہ ہیں۔ ان کا کام پیغمبروں کے پاس وحی لے جانا ہے۔ دوسرے فرشتے حضرت میکائیل ہیں، ان کے ذمے رزق کی تقسیم اور پانی برسانا ہے۔ تیسرے فرشتے حضرت اسرافیل علیہ السلام جو قیامت کو صور پھونکیں گے۔ وہ پہلی بار تمام کائنات کی ہلاکت کا صور پھونکیں گے ان کے صور سے ہر چیز فنا ہو جائے گی۔ دوسری بار جب وہ صور پھونکیں گے تو تمام زندہ ہو جائیں گے اور میدان حشر میں حاضر ہو جائیں گے۔ چوتھے مکرم فرشتے حضرت عزرائیل علیہ السلام ہیں جو تمام ارواح کو قبض کرنے کے مجاز و مختار ہیں۔ ان فرشتوں کی ماتحتی میں بے شمار اور فرشتے کام کرتے ہیں۔ ان فرشتوں کے علاوہ حاملین عرش فرشتے بھی بڑے باعظمت ہیں جنہوں نے عرش کو اٹھایا ہوا ہے۔

عقیدہ ٥: فرشتے جب سے پیدا ہوئے ہیں ان پر موت نہیں۔ قیامت تک وہ رہیں گے۔ ان کی حیات جاودانی ہے ان کی تعداد لامحدود ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ ہی ان کی تعداد کو جانتا

ہے یا جسے وہ بتائے اسے علم ہوسکتا ہے یا اس کے بتانے سے اس کا رسول جانے ان کا مسکن ساتوں آسمان ہیں۔ البتہ جن فرشتوں کی ڈیوٹی زمین پر لگی ہوئی ہے زمین پر رہتے ہیں۔ جن فرشتوں کی جس کام پر ڈیوٹی لگ جائے وہ تا حکم ثانی اسی پر مامور رہتے ہیں۔

عقیدہ ٦: تمام فرشتے اللہ تعالیٰ کے حکم سے مختلف کاموں میں مصروف ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ وہ ''اللہ کی نافرمانی نہیں کرتے۔ جو انہیں اللہ تعالیٰ کا حکم دیا جاتا ہے وہی کرتے ہیں'' (التحریم:٦)۔ ایک اور مقام پر ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ''جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں جانداروں سے ہے اور فرشتے سب اللہ ہی کو سجدہ کرتے ہیں اور وہ تکبر نہیں کرتے'' (نحل:٤٩)۔ ایک اور مقام پر ارشاد ہوا ہے کہ ''سب فرشتے اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کرتے ہیں اور ان کے لیے جو زمین میں ہیں۔ مغفرت مانگتے ہیں'' (الشوریٰ:٥)

عقیدہ ٧: ہر آدمی پر نگران فرشتے مقرر ہیں تاکہ دوسری مخلوق انہیں نقصان نہ پہنچائے۔ ارشاد الٰہی ہے کہ ''ایسی کوئی بھی جان نہیں کہ جس پر محافظ مقرر نہ ہو۔'' (طارق:٤) اس کے علاوہ ہر آدمی پر دو ایسے فرشتے مقرر ہیں کہ جو انسان کی نیکیاں اور برائیاں لکھتے ہیں۔ اس طرح ہر آدمی کی نیکی اور بدی کا ریکارڈ تیار ہو رہا ہے۔ اس کے متعلق ارشاد ہے کہ ''بے شک تم پر محافظ ہیں' عزت والے' اعمال لکھنے والے' وہ جانتے ہیں جو تم کرتے ہو۔'' (الانفطار :١٠) مزید ارشاد ہے کہ ''کیا وہ خیال کرتے ہیں کہ ہم ان کا بھید اور مشورہ نہیں سنتے' کیونکہ ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے ان کے پاس لکھ رہے ہیں۔ (زخرف:٨٠)

عقیدہ ٨: فرشتوں کے بارے میں یہ عقیدہ رکھنا بھی لازم ہے کہ فرشتے اللہ کے حکم سے مسلمانوں کی مدد کے لیے بھی نازل ہوتے ہیں۔ چنانچہ غزوہ بدر میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی مدد کے لیے فرشتے اتارے۔ ارشاد ہے کہ ''جب تم اپنے رب سے فریاد کر رہے تھے تو اس نے جواب میں فرمایا کہ میں تمہاری مدد کے لیے پے در پے ایک ہزار فرشتے بھیج رہا ہوں۔'' (الانفال:٩٠) غزوہ احد میں بھی مسلمانوں کی مدد کے لیے فرشتے اتارے گئے' ارشاد ہے کہ ''اگر تم صبر کرو اور پرہیزگاری کرو اور وہ تم پر یکدم حملہ کر دیں تو تمہارا رب پانچ ہزار فرشتے نشان دار گھوڑوں پر مدد کے لیے بھیجے گا۔'' (آل عمران:١٢٥) اسی طرح غزوہ حنین میں بھی اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی مدد کے لیے فرشتے نازل فرمائے۔

عقیدہ ٩: موت کے وقت فرشتوں کا انسانوں کے پاس آنا' نیک لوگوں سے اچھا سلوک

اور برے لوگوں سے برا سلوک کرنا برحق ہے کیونکہ جب کوئی نیک آدمی فوت ہوتا ہے تو فرشتوں کی جماعت خوبصورت لباس اور خوبصورت شکل میں آتی ہے اور اسے اللہ تعالیٰ کے راضی ہونے اور جنت کی خوشخبری دیتی ہے تاکہ مسلمان محبت کے ساتھ بارگاہ رب العزت میں پیش ہو سکے اور روح بڑے آرام سے نکل کر عالم برزخ میں منتقل ہو جاتی ہے مگر جب کافر کی جان نکالتے ہیں تو ان کے چہرے پر مارتے ہیں اور سختی سے ان کی جان قبض کرتے ہیں۔

عقیدہ ۱۰: جنت کے دروازوں پر اور جنت کے اندر بے شمار فرشتے خوبصورت شکل میں ہوں گے اور اہل جنت کی خدمت کریں گے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ "جو لوگ اپنے رب سے ڈرتے ہیں' جنت کی طرف گروہ در گروہ جائیں گے۔ یہاں تک کہ وہ اس کے پاس پہنچ جائیں گے اور اس کے دروازے کھلے ہوں گے تو جنت کے داروغہ فرشتے کہیں گے کہ تم پر سلام ہو تم اچھے لوگ ہو پس اس میں ہمیشہ کے لیے داخل ہو جاؤ۔" (الزمر: ۷۳)

ایسے ہی دوزخ میں کفار کو طرح طرح کے عذاب میں مبتلا کرنے کے لیے فرشتے مقرر ہونگے۔ ارشاد ہے کہ "آپ کو کیا خبر دوزخ کیا ہے؟ نہ باقی رکھے اور نہ باقی چھوڑے۔ آدمی کو جھلس دے اس پر انیس فرشتے مقرر ہیں" (المدثر: ۲۷ تا ۳۰)۔

۵- جنات

جنات ایک طرح کی مخلوق ہے جو انسانوں سے پہلے اس کرۂ ارض میں آباد کی گئی۔ یہ مخلوق آگ سے پیدا کی گئی ہے اور اس مخلوق کے جسم لطیف ہیں اس لیے یہ ظاہری آنکھوں سے نظر نہیں آتی۔ جنات بالکل انسانوں ہی کی طرح ہیں ان کی پیدائش کا سلسلہ بھی نسل در نسل ہے۔ جنات انسانوں کی طرح کھاتے پیتے ہیں اور انہیں موت بھی آتی ہے۔ جنات کے وجود کا انکار کرنا جہالت ہے اس مخلوق کے متعلق اسلامی عقائد حسب ذیل ہیں۔

عقیدہ ۱: جن بھی انسان کی طرح اللہ کی مخلوق ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ہم نے جنوں اور انسانوں کو اس لیے پیدا کیا ہے کہ وہ ہماری عبادت کریں۔ یہ مخلوق ناری ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جنوں کو آگ کے شعلے سے پیدا کیا گیا ہے۔ جنات کو بھی اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کی طرح کافی قوت عطا فرما رکھی ہے کہ وہ جو شکل چاہیں اختیار کر سکتے ہیں۔ یہاں تک کہ لطیف مخلوق ہونے کے باعث انسانوں کے جسم میں بھی داخل ہو جاتے ہیں۔

عقیدہ ۲: جنات بھی انسانوں کی طرح اپنے اپنے دور میں رسولوں کی امت میں داخل ہوئے اور حضور ﷺ کی بعثت کے بعد ہر جن کے لیے حکم الٰہی یہی ہے کہ وہ اسلام قبول کر کے صاحب ایمان ہو کر زندہ رہے مگر جنات میں بھی بعض جنات غیر مسلم ہیں۔ جنات کے لیے شرع محمدی ﷺ کی پابندی لازم ہے کیونکہ قیامت کے روز ان کا بھی حساب ہوگا اور انہیں بھی جزا یا سزا ملے گی۔

عقیدہ ۳: مسلمان جن قرآن پڑھتے ہیں اور اس پر عمل بھی کرتے ہیں کیونکہ ارشاد الٰہی ہے کہ "جب ہم نے چند جنوں کو آپ کی طرف یعنی حضور ﷺ کی طرف متوجہ کر دیا کہ وہ قرآن سنیں تو وہ آپ کی خدمت میں آئے اور آپس میں کہنے لگے کہ خاموش رہو۔ پھر جب آپ سے قرآن سن کر واپس اپنی قوم میں گئے تو ان میں اللہ کا خوف پیدا ہو گیا اور واپس جا کر کہنے لگے' اے ہمارے ساتھیو! ہم نے ایک ایسی کتاب سنی ہے جو موسیٰ علیہ السلام کے بعد نازل ہوئی ہے اور پہلی کتابوں کی تصدیق کرتی ہے اور دین حق اور ہدایت کی طرف رہنمائی کرتی ہے' اے ہماری قوم! اللہ کی طرف بلانے والے کی بات مانو اور اس پر ایمان لاؤ تا کہ اللہ تمہارے گناہ بخشے اور تمہیں عذاب الیم سے بچائے۔"

عقیدہ ٤: جنات میں سے تخلیق آدم پر حکم الٰہی کی جس نے نافرمانی کی اسے ابلیس کہا جاتا ہے یہ جنات کا سردار ہے اس نے عبادت اور اطاعت کی بناء پر قربت الٰہی حاصل کی مگر حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے سے انکار کیا جس سے حکم خداوندی کا نافرمان ہو گیا اور ہمیشہ کے لیے بارگاہ رب العزت میں لعین اور مردود ہو گیا۔ اس نے قیامت تک کے لیے اللہ تعالیٰ سے مہلت حاصل کر لی اور انسانوں کو راہ راست سے گمراہ کرنے کی برائی اپنے ذمے لے لی چونکہ وہ انسان دشمنی میں پیش پیش ہے۔ اس لیے اسے شیطان کہا جاتا ہے۔ جنوں میں سے جو جن شرارت اور برائی کرتے ہیں وہ بھی شیطان کے ساتھی ہیں اس لیے تمام برے جنوں کے گروہ کو شیاطین کہا جاتا ہے۔ شیاطین نے انبیاء اور نیک لوگوں کی مخالفت کی اور تا قیامت کرتے رہیں گے مگر جو اللہ کے بندے ہوں گے انہیں گمراہ نہ کر سکیں گے۔

عقیدہ ٥: شیاطین انسانوں کو بہکانے کے لیے ایک حربہ یہ استعمال کرتے ہیں کہ وہ بعض غیب کی خبریں لانے کے لیے آسمان کی طرف جاتے ہیں تا کہ وہاں کے فرشتوں سے آنے والے وقت کی باتیں سن لیں اور پھر انہیں انسانوں میں لا کر پھیلا کر اپنا سکہ جمائیں کہ وہ

پوشیدہ باتوں کو بھی جانتے ہیں۔ اس طرح وہ انسانوں کو جھوٹے فریب میں مبتلا کر کے بہکانے میں کامیاب ہو جاتے ہیں اور انسانوں کے دلوں میں وسوسے ڈال کر راہ ہدایت سے گمراہ کر دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ایسے شیاطین سے پناہ مانگنے کی بے حد تاکید فرمائی ہے تاکہ شیاطین کے حربے اور فریب ناکام ہو جائیں اور اللہ کے بندے ہمیشہ اللہ کی پناہ میں رہیں۔

عقیدہ ۶: شیاطین کفر کے ساتھی ہیں اس لیے اس کا ساتھ دیتے ہیں اور اسے پھیلاتے ہیں اور جادو کو فروغ دینے میں شیطان کا حصہ ہے۔ ہاروت اور ماروت سے انہوں نے جادو سیکھ کر انسانوں میں جدائی ڈالنے کی برائی بھی اپنے ذمے لے رکھی ہے اور خاص کر حضرت سلیمان علیہ السلام کے زمانے میں شیاطین نے جادو کو خوب پھیلایا اس لیے جادو کرنے والا شیاطین کا ساتھی ہے۔

عقیدہ ۷: راہ حق سے گمراہ کرنے والے جنات بھی برے انسانوں کے ساتھ دوزخ میں جائیں گے کیونکہ قرآن پاک میں ہے کہ ”جس دن اللہ تعالیٰ ان سب کو جمع کرے گا اور ان سے کہے گا کہ تم نے بہت سے آدمیوں کو اپنا ساتھی بنالیا اور وہ آدمی جو شیاطین کے دوست ہوں گے وہ کہیں گے کہ اے ہمارے رب! ہم تو صرف ایک دوسرے کا ذریعہ بنے تھے۔ آج ہم اپنے مقرر وقت کو پہنچے جو تو نے ہمارے لیے مقرر کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ جاؤ آج تمہارا ٹھکانہ جہنم ہے اور اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہو۔“ اس سے معلوم ہوا کہ شیطانوں کا انجام برا ہوگا لہٰذا ان سے محفوظ رہنے کے لیے اللہ سے مدد مانگنی چاہیے۔

عقیدہ ۸: جن یا شیطان کے وجود کا انکار کرنا اسلام اور ایمان کے منافی ہے کیونکہ بعض لوگ یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ جنات کچھ نہیں بلکہ انسانی ذہن کا گمان ہے ایسے ہی بعض لوگ انسان کے اندر چھپی ہوئی برائی کی قوت کو جن قرار دے دیتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ جنات کا کوئی خارجی وجود نہیں۔ اس طرح کی تمام باتیں اللہ تعالیٰ کے کلام یعنی قرآن مجید کے عقائد کے برعکس ہیں اور یہ سب کفر کی باتیں ہیں کیونکہ جنات کا ہونا قرآن سے ثابت ہے۔ اس لیے جنات کو تسلیم نہ کرنا قرآن کی نفی ہے جس سے کفر کا اظہار ہوتا ہے لہٰذا جنات اور شیاطین کے وجود کو تسلیم کرنا عین تقاضائے ایمان ہے۔

۶-تقدیر

اللہ تعالیٰ نے تمام کائنات کی پیدائش سے پہلے ہر نیکی اور بدی اپنے ازلی علم کے

مطابق لکھ دی ہے جیسا ہونے والا تھا اور ہر انسان اپنی مرضی اور خوشی سے جو کچھ کرنے والا تھا۔ اس نے اپنے علم سے جانا اور وہی لوح محفوظ میں لکھ لیا۔ اس کا نام تقدیر یا قضاء ہے ایسا ہرگز نہیں کہ جو اللہ تعالیٰ نے لکھ دیا ہے ویسا ہی ہمیں کرنا پڑتا ہے اور ہم ویسا کرنے پر مجبور ہیں بلکہ جیسا کام ہم اپنے ارادہ سے کرنے والے تھے۔ ویسا اس نے لکھ دیا ہے۔ یہی تقدیر ہے۔ تقدیر سے متعلقہ عقائد مندرجہ ذیل ہیں:۔

عقیدہ ۱: عقیدہ تقدیر یہ ہے کہ دنیا میں جو کچھ اب تک ہوا ہے اور جو کچھ ہو رہا ہے اور آئندہ جو کچھ ہوگا۔ وہ اللہ تعالیٰ کے فیصلہ ازلی کے مطابق ہوا ہے' ہو رہا ہے اور ہوتا رہے گا۔ یعنی جیسا جیسا ہونے والا تھا اور جیسا ہم کرنے والے تھے اس نے اپنے ازلی علم کے مطابق جانا اور لکھ دیا کہ کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ''ہم نے ہر چیز کو اندازے سے پیدا کیا۔'' ایک اور مقام پر فرمایا کہ ''اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کے لیے تقدیر بنائی ہے۔'' یعنی اندازہ لگا کر رکھا ہوا ہے اس لیے اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی تقدیر پر ایمان رکھنا بھی ہمارے ایمان کا ایک حصہ ہے کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ کوئی بندہ اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک وہ چار چیزوں پر سچے دل سے ایمان نہ لائے۔ اول یہ گواہی دینا کہ نہیں کوئی معبود سوائے اللہ کے اور بے شک میں اللہ کا رسول ہوں۔ اس نے مجھے حق کے ساتھ بھیجا ہے نمبر۲: اور موت کو سچا جانے نمبر۳: اور ایمان لائے موت کے بعد دوبارہ زندہ ہونے پر۔ نمبر۴: اور ایمان لائے تقدیر پر یعنی اس کو سچا جانے۔ (ترمذی شریف)

عقیدہ ۲: تقدیر کے متعلق یہ عقیدہ رکھنا بھی ضروری ہے کہ تقدیر تین قسموں کی ہے۔

(۱) امبرم حقیقی:۔ یہ وہ تقدیر اور قضا ہے جو کسی صورت نہیں ٹل سکتی۔ اگر اللہ تعالیٰ کے محبوب اور مقبول بندے اس تقدیر کے بارے میں خدا تعالیٰ کے بارے میں خدا کی بارگاہ میں کچھ عرض کرتے ہیں تو انہیں فوراً اس خیال سے روک دیا جاتا ہے۔ جیسے فرشتے جب حضرت لوط علیہ السلام کی قوم پر عذاب لے کر آئے تو حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام قوم لوط سے عذاب اٹھانے کے بارے اپنے رب سے جھگڑنے لگے۔ اللہ تعالیٰ خود فرماتا ہے کہ ''وہ قوم لوط کے بارے میں ہم سے جھگڑنے لگا'' چونکہ یہ تقدیر نہ ٹلنے والی تھی اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے ابراہیم! اس خیال پر توجہ نہ دو ان پر وہ عذاب آنے والا ہے اور ٹلنے والا نہیں۔

(۲) تقدیر کی دوسری قسم معلق محض ہے اور یہ وہ ہے جس کا ٹلنا کسی چیز پر موقوف اور معلق

ہے اور فرشتوں کو اس تقدیر کے ٹلنے کا علم دے دیا گیا ہے۔ یہ تقدیر اکثر اولیاء اللہ کی دعا اور توجہ سے ٹل جاتی ہے اور وہ من جانب اللہ اس تک رسائی رکھتے ہیں۔ حدیث پاک میں اسی تقدیر کے بارے میں فرمایا گیا ہے کہ تقدیر کو صرف دعا ہی ٹال سکتی ہے۔

(۳) تیسری معلق شبیہ بہ مبرم۔ یہ وہ تقدیر ہے جس کا ٹلنا اللہ تعالیٰ کے علم میں کسی چیز پر موقوف ہے۔ فرشتوں کو اس کی اطلاع نہیں دی گئی۔ اس لیے یہ تقدیر بظاہر تقدیر مبرم کی طرح نظر آتی ہے۔ اس تقدیر تک اللہ تعالیٰ کے خاص الخاص اور مقبول بندوں کی رسائی ہوتی ہے اور ان کی دعا سے ٹل جاتی ہے۔ حدیث پاک میں ہے۔ بے شک دعا قضائے مبرم کو ٹال دیتی ہے۔

عقیدہ ۳: تقدیر کے متعلق محض نظریہ جبر یعنی انسان ہر اچھائی اور برائی کرنے پر محض مجبور ہے' یہ نظریہ رکھنا تقاضائے ایمان کے بالکل برعکس ہے۔ ایسے ہی نظریہ قدر یعنی انسان کو کھلی چھٹی ہے جو چاہے کرے۔ یہ بھی نظریہ تقدیر کے خلاف ہے۔ اس لیے انسان کو پتھر کی طرح بالکل مجبور یا خود مختار سمجھنا دونوں جہالت اور گمراہی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو ایک کام کرنے اور نہ کرنے کا اختیار دیا ہے۔ اس کے ساتھ عقل اور تمیز بھی عطا کی ہے تاکہ اچھے اور برے اور نفع و نقصان کو پہچان سکے اور دونوں طرح کے کام کرنے کے اسباب مہیا کردیے ہیں۔ اب انسان چاہے تو اپنی مرضی سے اچھا کام کرے اور چاہے اپنی مرضی سے برا کام کرے۔ اچھے کام پر ثواب پائے گا اور برے کام پر اللہ تعالیٰ کے سامنے جواب دینا ہوگا اور اس کی سزا پائے گا۔

عقیدہ ٤: برے کاموں کو کرنے کے بعد تقدیر کی طرف منسوب کرنا یا یہ کہنا کہ برائی میرے مقدر میں لکھی تھی۔ لہٰذا برا کام میں نے کرنا ہی تھا۔ بالکل تقاضائے ایمان کے خلاف ہے اور ناجائز ہے کیونکہ برائی عموماً انسان اپنے نفس کی خواہشات پر کرتا ہے اس کے بارے میں یہ عقیدہ رکھنا چاہیے کہ نہ معلوم کہ اطاعت الٰہی میں کون سی کمی ہوگئی ہے جس کی بناء پر اس کا نفس برائی میں ملوث ہوگیا ہے۔ علماء کا کہنا ہے کہ جو کامیابی ہمیں حاصل ہوتی ہے اس کے متعلق یہ نہیں سمجھنا چاہیے کہ یہ سب کچھ ہماری کوشش کا نتیجہ ہے بلکہ یہ سمجھنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم کا نتیجہ ہے تاکہ کامیابی پر فخر و غرور پیدا نہ ہوا۔ ایسے ہی اگر کوشش کے باوجود کوئی کام نہ ہو تو اسے بھی اللہ تعالیٰ کی حکمت سمجھنا چاہیے۔

عقیدہ ٥: تقدیر کا انکار بندہ کو ایمان سے خارج کردیتا ہے۔ اس لیے مسئلہ تقدیر بڑا نازک

ہے کسی صورت میں اللہ تعالیٰ پر گلہ نہیں کرنا چاہیے بلکہ تقدیر کے منکر کے ساتھ تعلقات رکھنا بھی درست نہیں۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ہمارے نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا تقدیر کے منکر اس امت کے مجوسی (آگ پوجنے والے) ہیں۔ اگر وہ بیمار ہو جائیں تو ان کی عیادت نہ کرو اور اگر وہ مر جائیں تو ان کا جنازہ نہ پڑھو۔ (ابوداؤد شریف)

عقیدہ ۶: قضا و قدر کے مسائل عام عقل سے بالاتر ہے۔ البتہ مشاہدہ یا روحانی کشف کے ذریعے تقدیر کے مسائل بالکل عیاں ہو جاتے ہیں۔ اس لیے عام طور پر تقدیر کے مسائل میں الجھنے کو اچھا قرار نہیں دیا گیا یا تقدیر کے امور کو ہر وقت زیر بحث بنائے رکھنا ہلاکت اور نامرادی کی دلیل ہے اس لیے صوفیاء اور علماء نے اس پر بے جا بحث کرنے سے منع فرمایا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے اور ہم (صحابہ) اس وقت تقدیر میں بحث و تکرار کر رہے تھے تو حضور ﷺ کا چہرہ مبارک غضب و ناراضگی کی وجہ سے انار کے دانے کی طرح سرخ ہو گیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تمہیں اس بات کا حکم دیا گیا ہے؟ کیا میں یہی بات تمہارے پاس دے کر بھیجا گیا ہوں؟ تم سے پہلے لوگوں نے جب تقدیر میں بحث کی تو وہ ہلاک ہو گئے۔ میں تمہیں قسم دے کر منع کرتا ہوں۔ میں تمہیں قسم دے کر منع کرتا ہوں کہ تقدیر میں بحث و تکرار نہ کرنا۔ (ترمذی)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جس نے تقدیر کے مسئلہ میں تھوڑی سی بھی بحث و تکرار کی۔ قیامت کے دن اس سے پوچھا جائے گا اور جس نے تقدیر میں بحث نہ کی اس سے اس کے بارے سوال نہیں کیا جائے گا۔

۷۔ موت

اس عالم رنگ و بو میں ہر ذی روح کو مقررہ وقت کے بعد موت ہے۔ اس کے بعد قیامت تک کا عرصہ ہے۔ پھر قیامت پر یک دم ہر چیز فنا ہو جائے گی۔ ان تمام مراحل کو یوم آخرت میں شمار کیا جاتا ہے۔ اس یوم آخرت کو حق اور سچ ماننا ایمان اور دین اسلام کا ایک اہم بنیادی عقیدہ ہے اس کا انکار کفر ہے کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ اہل ایمان وہ ہیں جو یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہیں۔

عقیدہ۱: ہر شخص کو موت ہے کیونکہ ہر انسان کی ایک حد تک زندگی مقرر ہے۔ جب وہ اسے پورا کر لیتا ہے تو اسے یہ جہان چھوڑنا پڑتا ہے۔ اس کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ہر نفس موت کا ذائقہ چکھے گا۔ اس لیے ہم تمہیں شر، خیر اور فتنہ سے آزماتے ہیں اور ہر ایک نے اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ نیز ارشاد ہے کہ بے شک اس کے بعد تم مرنے والے ہو۔ ایک اور مقام پر ارشاد ہے کہ ہر چیز جو زمین پر ہے فنا ہونے والی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ موت پر یقین رکھنا برحق ہے۔

عقیدہ۲: دنیا میں کسی چیز کو بھی ہمیشگی نہیں بلکہ ہر ایک کی موت کا وقت مقرر ہے جب وہ وقت آجاتا ہے تو وہ اسی مقام پر کسی نہ کسی بہانے پہنچ جاتا ہے کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ "اے نبی ﷺ! آپ سے پہلے ہم نے کسی آدمی کو ہمیشہ دنیا میں زندہ نہیں رکھا اگر آپ پردہ کر گئے تو کیا وہ ہمیشہ رہنے والے ہیں۔" (انبیاء:۳۴)

حضرت مطر بن عکاس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی کے لیے کسی مقام پر موت لکھ دیتا ہے تو اس کے لیے وہاں کوئی ضرورت پیدا کر دیتا ہے۔ (ترمذی)

عقیدہ۳: مسلمان کو موت کے لیے تیار رہنا چاہیے۔ کسی بہانے اس سے بچا نہیں جاسکتا۔ کیونکہ موت سے بھاگنا نفع بخش نہیں کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ "اے نبی ﷺ! ان سے فرما دیجئے کہ اگر تم موت سے فرار حاصل کرنا چاہو تو وہ ہرگز نفع نہیں دے گا اور اس وقت تمہیں تھوڑا ہی فائدہ پہنچایا جائے گا۔ (احزاب:۳۳) سورت جمعہ میں ہے کہ "اے نبی ﷺ ان سے فرما دیجئے کہ وہ موت جس سے تم بھاگتے ہو، تم سے ضرور ملاقات کرنے والی ہے اور پھر تم ظاہر اور پوشیدہ کا علم رکھنے والے کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔ پس وہ تمہیں تمہارے عملوں سے آگاہ کر دے گا۔ (جمعہ:۸)

عقیدہ ٤: موت کا وقت اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو معلوم نہیں کیونکہ وہی جانتا ہے کہ کس کا وقت آگیا ہے کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ "اور کوئی نہیں جانتا کہ وہ کہاں مرے گا۔ بے شک اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔" (لقمان:۳۴)

عقیدہ ٥: موت ملک الموت کے ذریعے ہے کیونکہ جب موت کا وقت آجاتا ہے تو وہ جان نکال کر لے جاتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ "اے نبی ﷺ! کہہ دیجئے کہ تمہیں موت کا

فرشتہ جو تم پر مقرر ہے مارے گا' پھر تم اپنے پروردگار کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔ (سجدہ:۱۱)

عقیدہ ٦: موت کے وقت کافروں کا ایمان لانا مقبول نہیں کیونکہ ایمان لانے کا وقت تو موت سے پہلے کا ہے اس لیے جب عالم نزع طاری ہو جائے تو اس وقت کا ایمان لانا قبول نہیں ہوتا کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ "اے نبی ﷺ کاش کہ تم انہیں اس وقت دیکھو جبکہ وہ گھبرا رہے ہوں گے پس وہ بھاگ نہ سکیں گے اور قریب ہی جگہ سے پکڑے جائیں گے اور کہیں گے کہ ہم اس پر ایمان لے آئے اور ان کے لیے دور جگہ سے ان کا پکڑنا کہاں جبکہ وہ پہلے اس کا انکار کر چکے ہیں اور بن دیکھے دور ہی سے اپنے اندازے اور اپنے خیال کو وار کرتے ہیں۔ (سبا ۵۳/۵۱)

عقیدہ ۷: موت کا مطلب روح کا جسم سے جدا ہو جانا ہے۔ یہ نہیں کہ روح مر جاتی ہے۔ روح کو فانی ماننا غیر اسلامی عقیدہ ہے۔ اس کے علاوہ یہ خیال کرنا موت کے بعد ایک انسان کی روح کسی دوسری صورت میں حلول کر جاتی ہے جسے تناسخ اور آواگون کہتے ہیں محض باطل اور ہنود کا عقیدہ ہے اور اس کا ماننا کفر ہے۔

۸۔ قبر یعنی عالم برزخ

دنیا اور آخرت کے درمیان جو عالم ہے اسے برزخ کہتے ہیں۔ موت کے بعد اور قیامت قائم ہونے سے پہلے تک یعنی ایک مقررہ مدت تک تمام انسانوں اور جنوں کو حسب مراتب اس میں رہنا ہے۔ برزخ کے معنی پردہ کے ہیں اس کے بارے میں ارشاد ہے کہ "ان کے آگے قیامت تک پردہ ہے (المومنون:۱۰) یعنی عالم برزخ سے مراد پردے کا عالم ہے۔ یہ عالم بہت بڑا ہے۔ دنیا کے ساتھ عالم برزخ کو وہی نسبت ہے جو ماں کے پیٹ کے ساتھ دنیا کو ہے۔ اس عالم میں جزا اور سزا کا سلسلہ موجود ہے جو شخص نیک ہوا سے برزخ میں آرام ملے گا اور کفار اور برے لوگوں کو سزا ملے گی۔ اس کے متعلق عقائد حسب ذیل ہیں:۔

عقیدہ ۱: قبر میں تمام کافروں اور مشرکوں اور بعض اہل ایمان کا عذاب میں مبتلا ہونا' اور ایسے ہی قبر میں فرمانبردار لوگوں کو انعام اور ثواب ملنا برحق اور قرآن وسنت سے ثابت ہے کیونکہ حضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ قبر یا تو جنت کا ایک باغیچہ ہے یا دوزخ کا ایک گڑھا ہے۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے عذاب قبر

کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا ہاں عذاب قبر برحق ہے۔ آپ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ میں نے اس کے بعد ہر نماز کے بعد آپ کو عذاب قبر سے پناہ مانگتے دیکھا۔ (بخاری)

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ جب کسی قبر پر جاتے تو اس قدر روتے کہ داڑھی آنسوؤں سے تر ہو جایا کرتی تھی۔ کسی نے آپ سے پوچھا' جنت و دوزخ کا ذکر کرتے ہو مگر روتے نہیں لیکن قبر کو دیکھ کر رو پڑتے ہیں۔ آپ نے جواب دیا' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ قبر آخرت کی منزلوں میں سے پہلی منزل ہے۔ پس اگر بندہ عذاب قبر سے نجات پا گیا تو اس کے بعد جو کچھ ہے وہ اس سے بہت آسان ہے اور اگر عذاب قبر سے نجات نہ پائی تو اس کے بعد جو کچھ ہے وہ عذاب قبر سے بھی زیادہ سخت ہے۔ (ترمذی)

عقیدہ ۲: منکر اور نکیر دو فرشتوں کا قبر میں آ کر مردے سے اللہ تعالیٰ' دین اسلام اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں سوال کرنا بھی برحق اور قرآن وحدیث سے ثابت ہے جس کا انکار گمراہی ہے۔

موت کے بعد عالم برزخ میں مردے کے پاس دو فرشتے آتے ہیں ان کی شکلیں خوفناک ہوتی ہیں۔ وہ آ کر مردے کو اٹھا کر بٹھاتے ہیں اور سوال و جواب کرتے ہیں۔ اس کے متعلق حدیث پاک میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قبر میں مردے کے پاس دو فرشتے آتے ہیں اور اسے بٹھا کر پوچھتے ہیں۔ مَنْ رَبُّكَ تیرا رب کون ہے؟ تو مسلمان کہتا ہے رَبِّیَ اللہُ میرا رب اللہ ہے۔ وہ اس سے پوچھتے ہیں مَا دِیْنُكَ تیرا دین کیا ہے؟ تو وہ جواب دیتا ہے دِیْنِیَ الْاِسْلَامُ۔ میرا دین اسلام ہے۔ پھر وہ پوچھتے ہیں مَا ھٰذَا الرَّجُلُ الَّذِیْ بُعِثَ فِیْكُمْ یہ کون بزرگ ہیں جو تمہارے پاس بھیجے گئے؟ تو وہ مسلمان جواب دیتا ہے ھُوَ رَسُوْلُ اللہِ۔ یہ اللہ تعالیٰ کے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

پھر وہ فرشتے پوچھتے ہیں کہ تجھے کس طرح معلوم ہوا تو وہ جواب دیتا ہے کہ میں نے اللہ تعالیٰ کی کتاب قرآن مجید میں پڑھا تو اس پر ایمان لایا اور اس کی تصدیق کی۔ پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کے ارشاد یُثَبِّتُ اللہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ۔ کا یہی معنی ہے کہ ''اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو مضبوط بات کے ساتھ ثابت قدم رکھے گا۔''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پھر آسمان سے آواز آتی ہے کہ میرے بندے نے سچ کہا اس کے لیے جنتی بستر بچھاؤ اور اس کو جنتی لباس پہناؤ اور اس کی قبر میں جنت کی طرف ایک

دروازہ کھول دو۔ چنانچہ جنت کی طرف ایک دروازہ کھول دیا جائے گا جس سے اس کو جنتی ہوا اور خوشبو آتی رہے گی اور اس کی قبر کو حد نظر تک کشادہ کر دیا جائے گا۔

اگر مردہ کافر ہے تو نبی اکرم ﷺ نے اس کی موت کی سختی کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا (قبر میں) اس کی روح دوبارہ بدن میں لوٹائی جائے گی اور دو فرشتے آئیں گے اور اسے بٹھا کر پوچھیں گے۔ مَنْ رَبُّكَ تیرا رب کون ہے؟ وہ کہے گا ھَا ھَا لَا اَدْرِیْ۔ افسوس مجھے تو کوئی معلوم نہیں۔ وہ پوچھیں گے مَا دِیْنُكَ تیرا دین کیا ہے؟ وہ جواب دے گا ھَا ھَا لَا اَدْرِی. ہائے افسوس مجھے تو یہ بھی معلوم نہیں۔ پھر وہ پوچھیں گے مَا ھٰذَا الرَّجُلُ الَّذِیْ بُعِثَ فِیْكُمْ یہ کون بزرگ ہیں جو تمہارے پاس بھیجے گئے؟ وہ کہے گا ہائے افسوس مجھے تو کوئی معلوم نہیں' تو پھر آسمان سے آواز آتی ہے اس نے جھوٹ بولا ہے اس کے لیے دوزخی بستر بچھا دو اور اس کو دوزخی لباس پہنا دو اور اس کی قبر میں دوزخ کی طرف ایک دروازہ کھول دو' تو اس دروازے سے اس کو دوزخ کی گرم ہوا اور تپش پہنچتی رہے گی اور کافر کی قبر اس قدر تنگ کردی جاتی ہے کہ اس کی ادھر کی پسلیاں ادھر نکل جاتی ہیں۔ پھر اس پر ایک اندھا' بہرہ فرشتہ مقرر کر دیا جاتا ہے جس کے پاس لوہے کی ایک بھاری گرز ہوتی ہے۔ وہ گرز اگر پہاڑ پر ماری جائے تو وہ سرمہ بن جائے۔ وہ فرشتہ اس گرز کے ساتھ اس کو مارتا ہے جس کی آواز سوائے جنوں اور انسانوں کے مشرق و مغرب تک ہر چیز سنتی ہے۔ وہ اس گرز کی مار سے مٹی ہو جائے گا۔ پھر اس کے جسم میں روح ڈال کر دوبارہ زندہ کیا جائے گا۔ (اور اسی طرح قیامت تک مارتا رہے گا)۔ (احمد' ابن ماجہ)

عقیدہ۴: جب مردے کو قبر میں دفن کیا جاتا ہے تو قبر اس کو دباتی ہے اگر وہ مسلمان ہو تو اس کا دبانا ایسا ہوتا ہے کہ جیسے ماں پیار میں اپنے بچے کو زور سے چمٹا لیتی ہے اور اگر کافر ہو تو اس کو اس زور سے دباتی ہے کہ اِدھر کی پسلیاں اُدھر اور اُدھر کی اِدھر ہو جاتی ہیں۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جب مردے کو قبر میں رکھ کر مٹی ڈال کر دفن کر دیا جاتا ہے تو اس وقت اس کو قبر دباتی ہے اور بھینچتی ہے اگر وہ مردہ مسلمان ہے تو قبر کا یہ دبانا ایسا ہے جیسے ماں اپنے بچے کو پیار کے ساتھ چھاتی سے لگا کر دباتی ہے اور اگر وہ کافر ہے تو قبر اس قدر زور سے دباتی ہے کہ پسلیاں ادھر ادھر نکل جاتی ہیں۔ (مشکوٰۃ)

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جب میت کو قبر میں رکھ کر دفن کر دیا جاتا ہے اور فرشتے اسے

آ کر سوال و جواب کے لیے اٹھاتے ہیں تو اس کو سورج عصر کے وقت ڈوبتا ہوا نظر آتا ہے اور وہ آنکھیں ملتا ہوا بیٹھتا ہے اور کہتا ہے چھوڑو مجھے پہلے نماز پڑھ لینے دو۔ (ابن ماجہ)

عقیدہ ۴: مردہ کلام بھی کرتا ہے مگر اس کے کلام کو انسان اور جن کے سوا تمام مخلوقات وغیرہ سنتی ہے۔ اگر کوئی آدمی سن لے تو وہ بے ہوش ہو جائے گا۔

عقیدہ ۵: مردہ اگر قبرستان میں دفن نہ کیا گیا تو جہاں پڑا رہ گیا یا پھینک دیا گیا۔ غرض کہیں بھی ہو تو اسے وہیں سوالات ہوں گے اور وہیں ثواب یا عذاب اسے پہنچے گا یہاں تک کہ جسے کوئی جانور کھا جائے یا پانی میں ڈوب جائے تو اس سے وہیں سوال و جواب ہوں گے اور ہر طرح کا ثواب یا عذاب پائے گا۔ جسم اگرچہ گل سڑ جائے' خاک ہو جائے' گوشت اور ہڈیاں راکھ ہو جائیں اور ان کے ذرے کہیں بھی منتشر ہو جائیں مگر اس کے اجزائے اصلیہ قیامت تک باقی رہیں گے۔ عذاب و ثواب انہیں پر وارد ہوگا اور انہیں قیامت پر دوبارہ زندہ کر دیا جائے گا۔

عقیدہ ۶: بعض گنہگار مسلمانوں پر بھی قبر میں عذاب ہوگا کیونکہ انہوں نے دنیوی زندگی میں گناہ اور نافرمانیاں کیں تھیں پھر مسلمانوں کے صدقات' خیرات' دعائے مغفرت سے ان کے عذاب میں تخفیف ہو جاتی ہے۔ مردوں کو صدقہ خیرات اور دعا کا ثواب پہنچتا ہے کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ "اور جو ان کے بعد آئے وہ کہتے ہیں اے ہمارے رب! ہمیں بخش دے اور ہمارے ان بھائیوں کو بخش دے جو ہم سے پہلے ایمان کے ساتھ فوت ہوئے ہیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت پر اللہ تعالیٰ کا بڑا رحم و کرم ہے کہ وہ قبروں میں گنہگار داخل ہوں گے لیکن مسلمانوں کی دعا اور استغفار کے وسیلہ سے (قیامت کے دن) بے گناہ اٹھیں گے۔ (طبرانی)

حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کی۔ یا رسول اللہ! میری والدہ فوت ہو گئی ہے۔ اب اگر میں اس کی طرف سے صدقہ دوں تو اسے نفع پہنچے گا۔ آپ نے فرمایا ہاں اس کو نفع ضرور پہنچے گا تو حضرت سعد نے عرض کیا۔ میں (آپ کو) گواہ بناتا ہوں کہ میرا فلاں باغ میری ماں کی طرف سے صدقہ ہے۔

ابوداؤد کی روایت میں ہے کہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ حضور! میری ماں فوت ہو گئی ہے اس کے لیے کون سا صدقہ افضل ہے؟ تو آپ نے فرمایا پانی کا صدقہ افضل صدقہ ہے۔ چنانچہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے اپنی فوت شدہ ماں کے نام سے

کنواں کھدوایا اور کنواں تیار ہونے کے بعد (اس پر لکھوایا اور) کہا هٰذِهٖ لِاُمِّ سَعْدٍ کہ یہ کنواں ام سعد (سعد کی والدہ) کا ہے۔ یعنی یہ کنواں ام سعد رضی اللہ عنہا کے ایصال ثواب کے لیے ہے۔ (ابوداؤد)

زندوں کے نیک اعمال سے مردہ مسلمانوں کے حق میں ایصال ثواب برحق اور سچ ہے۔ اس لیے قرآن مجید کی تلاوت' درود شریف' کلمہ طیبہ اور ذکر کی مجلس کے بعد مردوں کے حق میں دعائے مغفرت کرنا درست ہے۔

عقیدہ ۷: قبر پر کسی سبز درخت کی شاخ لگانا جائز و درست ہے کیونکہ سبز پتے اللہ کی حمد و ثناء میں مصروف رہتے ہیں اور جب تک شاخ اوپر رہے عذاب میں تخفیف رہے گی۔ اس کا ثبوت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی یہ روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دو قبروں کے قریب سے گزرے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان دونوں قبروں میں عذاب ہو رہا ہے اور ان کو کسی بڑے کبیرہ گناہ کی وجہ سے عذاب نہیں ہو رہا بلکہ ایک معمولی گناہ پر عذاب ہو رہا ہے۔ ایک شخص تو اپنے بدن اور لباس کو پیشاب کی چھینٹوں سے محفوظ نہیں رکھتا تھا اور دوسرا لوگوں کو غیبت اور چغلی کیا کرتا تھا۔ پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک سر سبز ٹہنی لے کر اس کے دو حصے کیے اور ان کو دونوں قبروں پر گاڑ دیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی یارسول اللہ! آپ نے ایسا کیوں کیا تو آپ نے فرمایا کہ جب تک یہ شاخیں سبز رہیں گی ان پر عذاب میں تخفیف رہے گی۔ (بخاری شریف)

۹۔ قیامت

دنیا کے فنا ہونے کا ایک دن مقرر ہے اس روز ساری کائنات' زمین و آسمان' دریا' پہاڑ' جمادات و حیوانات سب کے سب فنا ہو جائیں گے اسی کا نام قیامت ہے۔ اس پر یقین رکھنا ہمارے ایمان کا حصہ ہے۔ قیامت یعنی مرنے کے بعد دوبارہ جی اٹھنے پر بھی ایمان و یقین رکھنا دین اسلام کا بنیادی عقیدہ ہے اور قیامت کے دن کا اور مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے کا انکار کرنا کفر ہے۔

عقیدہ ۱: قرآن پاک میں یوم الدین' یوم القیامۃ' یوم الآخرۃ' یوم الحسرۃ' یوم التغابن اور یوم الحساب ایسے متعدد الفاظ میں جگہ جگہ مرنے کے بعد دوبارہ جی اٹھنے کے دن قیامت

کا ذکر فرمایا گیا ہے۔ قیامت کے دن کو یوم الدین (بدلے کا دن) اس لیے فرمایا ہے کہ وہ دن بدلے کا دن ہے۔ آج کے دن دنیا کی زندگی میں جو عمل کیا ہے کل قیامت کے دن وہی پانا ہے۔ اسی عقیدہ کی وجہ سے ایک بندہ مومن (قیامت پر ایمان رکھنے والے کی) کی زندگی' ایک کافر (قیامت پر ایمان نہ رکھنے والے) کی زندگی سے بالکل مختلف اور جدا ہے۔

عقیدہ ۲: مومن کا ایمان اور یقین ہے کہ اس نے کل روز قیامت اپنے رب کے سامنے پیش ہوکر اپنے کیے کا جواب دہ ہونا ہے جبکہ ایک کافر و مشرک اور بے دین آدمی کا قطعاً یہ عقیدہ اور نظریہ ہوتا ہے کہ زندگی بس یہی دنیا کی زندگی ہے اور وہ کسی کے سامنے اپنے اعمال کا جوابدہ نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ کافر مرنے کے بعد دوبارہ جی اٹھنے پر یقین ہی نہیں رکھتا۔ اور کہتا ہے کہ مَنْ يُّحْيِ الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيْمٌ" (کون دوبارہ زندہ کرے گا ان ہڈیوں کو جب کہ وہ گل سڑ جائیں گی) اللہ تعالیٰ نے فرمایا "اے نبی مکرم! قُلْ يُحْيِيْهَا الَّذِيْٓ اَنْشَاَهَآ اَوَّلَ مَرَّةٍ ط (جواب میں کہہ دو۔ وہی ان کو دوبارہ زندہ کرے گا جس نے انہیں پہلی بار پیدا کیا تھا۔)

عقیدہ ۳: قیامت کب آئے گی؟ اس کا علم اللہ تعالیٰ کو ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے قیامت کا مقررہ وقت لوگوں سے چھپا رکھا ہے۔ البتہ قرآن حکیم اور احادیث کی روشنی میں یہ ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو قیامت کا علم عطا کیا ہے لیکن انہیں اس کے ظاہر کرنے کی اجازت نہیں دی گئی۔ یہی وجہ ہے کہ نبی مکرم ﷺ نے قرب قیامت کی ساری چھوٹی بڑی نشانیاں اور علامات بتا دی ہیں بلکہ یہاں تک بتا دیا کہ ماہ محرم کی دسویں تاریخ جمعہ کے دن قائم ہوگی۔

عقیدہ ٤: علامات قیامت میں سے ہے کہ قیامت کے قریب اسلام کی روح محدود ہوجائے گی۔ اسلام بہت کم لوگوں میں رہ جائے گا اور ایسا محسوس ہوگا کہ اسلام اجنبی ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ اسلام اجنبیت میں ظاہر ہوا اور دوبارہ اجنبی ہوجائے گا۔ جیسا کہ اجنبیت میں ظاہر ہوا۔ پس غرباء کو خوشخبری ہے۔ (مسلم شریف)

عقیدہ ٥: قرآن اور دین کا علم کم ہوجائے گا۔ بلکہ علم کی اصل حقیقت اٹھالی جائے گی۔ لوگ بڑے پڑھے لکھے کہلائیں گے لیکن ان میں حضور ﷺ کا عطا کردہ علم نہیں ہوگا یعنی علم

معرفت بالکل ناپید ہو جائے گا۔ جو لوگ علم دین حاصل کریں گے وہ صرف دنیا کی خاطر کریں گے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ اللہ تعالیٰ علم کو ایک دم نہیں اٹھائے گا کہ بندوں سے علم چھین لے۔ بلکہ علماء کی وفات کے ذریعے علم اٹھالے گا۔ آخر کار کوئی (صحیح) عالم نہیں رہے گا۔ پھر لوگ جاہلوں کو سردار بنالیں گے۔ ان سے مسائل پوچھیں گے۔ وہ علم کے بغیر فتویٰ دیں گے پس وہ خود گمراہ ہوں گے اور (دوسروں کو) گمراہ کریں گے۔ (بخاری ج ا)

عقیدہ ٦: قرب قیامت میں برائیاں بہت زیادہ ہو جائیں گی۔ خیانت' بدکاری' شراب خوری' بے حیائی عام ہو جائے گی۔ گانے بجانے کا رواج ہو جائے گا۔ عورتیں مردوں کی وضع قطع اختیار کریں گی اور مرد زنانہ لباس کو پسند کریں گے۔ گالی گلوچ کا عام رواج ہو جائے گا۔ لوگ گندی گفتگو کو مہذب ہونا خیال کریں گے گویا کہ ہر لحاظ سے گناہوں کا پھیلنا عام ہوگا۔ لوگ برائی کرتے ہوئے اسے برائی خیال نہیں کریں گے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ فرمایا جس قوم میں خیانت ظاہر ہوئی ان کے دلوں میں اللہ تعالیٰ رعب ڈال دے گا۔ جس میں زنا عام ہوا ان میں اموات کی کثرت ہوگی جس میں ناپ تول کمی کی جائے گی اس میں روزی کم کر دی جائے گی۔ (یعنی حلال روزی ہی کم ہوگی یا اس کی برکت جاتی رہے گی) جس میں حق (اسلام) کے علاوہ (کسی دوسرے کے ساتھ) حکم دیا گیا (یعنی اسلام کے علاوہ کسی دوسرے جمہوری یا اشتراکی وغیرہ کافرانہ قوانین نافذ کیے گئے) ان میں خون (قتل) پھیل جائے گا۔ جس میں وعدہ خلافی ہوگی اس پر دشمن مسلط کر دیا جائے گا۔ (موطا امام مالک)

عقیدہ ۷: قیامت کی نشانیوں میں ایک نشانی یہ بھی ہے کہ قیامت کے قریبی دور میں حکمران بہت برے ہوں گے۔ بعض حالات میں عورت بھی حکمرانی کرے گی۔ لوگ پہلے لوگوں پر لعنت اور ملامت کریں گے۔ اپنی برائیوں کو اچھائیوں سے تعبیر کریں گے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ علیہ السلام نے فرمایا جب تمہارے حکمران تم میں سے بہترین ہوں' تمہارے مالدار تم میں زیادہ سخی ہوں اور تمہارے معاملات باہم مشوروں سے طے ہوں تو زمین کی پشت تمہارے لیے اس کے پیٹ سے بہتر

ہے اور جب تمہارے حکمران تم میں بدترین ہوں' تمہارے مالدار بخیل ترین ہوں اور تمہارے معاملات تمہاری عورتوں کے سپرد ہوں تو پھر زمین کا پیٹ تمہارے لیے اس کی پشت سے بہتر ہے۔ (جامع ترمذی)

عقیدہ ۸: قیامت کی نشانیوں میں سے ایک علامت یہ بھی ہے کہ قیامت کے قریبی دور میں برکت ختم ہو جائے گی۔ مال کمینے لوگوں کے پاس آجائے گا' زمین اپنے دفینے اور خزانے اگل دے گی۔

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ قیامت قائم نہیں ہوگی یہاں تک کہ دنیا کے لحاظ سے سب لوگوں سے خوش بخت (مالدار) وہ نہ ہو جو لکع بن لکع (کمینہ ولد کمینہ) ہو۔ (جامع ترمذی)

عقیدہ ۹: علامات قیامت کے متعلق یقین رکھنا درست اور لازم ہے۔ قرب قیامت کی ایک نشانی یہ ہے کہ بظاہر تو لوگ مسلمان ہوں گے مگر ان میں اصل ایمان کی کمی ہو جائے گی ان میں اہل ایمان والے اصل اوصاف نہ ہوں گے اور نہ ہی اہل ایمان والے کام ہوں گے یعنی ایمان کم ہو جائے گا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایمان سکڑ کر مدینہ کی طرف چلا جائے گا۔ جیسے کہ سانپ سکڑ کر اپنے بل میں چلا جاتا ہے۔ (مسلم شریف)

عقیدہ ۱۰: قرب قیامت کی ایک علامت یہ ہے کہ قیامت کے قریب ایک ایسا وقت آئے گا جبکہ دین پر چلنے والوں کو بے پناہ صبر کرنا پڑے گا۔ لوگ ان کی بے پناہ مخالفت کریں گے اور اسلام کی پابندی کرنے والوں کو قطعاً پسند نہیں کیا جائے گا بلکہ انہیں طرح طرح کے برے خطبات دے کر ان کا مذاق اڑایا جائے گا۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگوں پر ایسا زمانہ آئے گا کہ دین پر صبر (استقلال) دکھانے والا ایسے ہوگا جیسے کہ انگارہ پکڑنے والا ہو۔ (جامع ترمذی)

عقیدہ ۱۱: لوگ مال و دولت کے لالچ میں اس قدر بڑھ جائیں گے کہ ان کے نزدیک مال کی خاطر اپنا ایمان تبدیل کر لینا کوئی وقعت نہ رکھے گا۔ کبھی وہ کفر والی باتیں کریں گے اور اگر مسلمانی میں دولت دیکھیں گے تو اس طرف جھک جائیں گے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جلدی عمل کرلو فتنے آتے ہیں' جیسے اندھیری رات کا حصہ ہو۔ آدمی صبح ایماندار ہونے کی حالت میں کرے گا اور شام کو کافر ہو جائے گا یا شام کو ایماندار ہوگا اور صبح کو کافر بن جائے گا دنیا کے مال کے عوض اپنا دین فروخت کرے گا۔ (صحیح مسلم ج ۱)

عقیدہ ۱۲: مسلمان فرقہ بندیوں کا شکار ہو جائیں گے اور ان میں صرف ایک فرقہ نجات پانے والا ہوگا وہی فرقہ حق پر ہوگا اور وہ گروہ وہ ہوگا جو اللہ اور اس کے رسول اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور اولیاء کرام رحمہم اللہ کے نقش قدم پر چلے گا۔

حضرت عبداللہ بن عمر سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میری امت پر ضرور وہ حالت آئے گی جو بنی اسرائیل پر آئی قدم بہ قدم۔ حتیٰ کہ اگر ان میں سے کسی نے برملا اپنی ماں سے بدکاری کی تو میری امت میں بھی ایسا ہوگا جو یہ کرے گا اور بنی اسرائیل بہتر فرقوں میں تقسیم ہوئے میری امت تہتر فرقوں میں تقسیم ہوگی۔ سب جہنم میں ہوں گے سوائے ایک فرقہ کے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ! وہ (جہنم سے نجات پانے والا اور جنت میں جانے والا) فرقہ کونسا ہوگا۔ آپ ﷺ نے فرمایا جو میرے اور میرے صحابہ رضی اللہ عنہم کے طریقہ پر ہوگا۔ (ترمذی شریف)

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ کی ایک روایت کے آخری الفاظ میں حضور ﷺ کا ارشاد ہے میری امت میں سے ایک گروہ ہمیشہ حق پر رہے گا۔ ان کے مخالفین انہیں کچھ نقصان نہیں پہنچا سکیں گے۔ حتیٰ کہ اللہ کا فیصلہ آن پہنچے۔ (سنن ابی داؤد)

عقیدہ ۱۳: قتل و غارت اور جنگ و جدال عام ہوگی۔ بڑی جماعتوں میں آپس میں خونریزی ہوگی۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ نے فرمایا۔ قیامت قائم نہیں ہوگی یہاں تک کہ دو بڑی جماعتیں آپس میں مقابلہ کریں۔ ان کے درمیان شدید جنگ ہوگی۔ دونوں کا دعویٰ ایک ہوگا اور یہاں تک کہ تقریباً تیس (بڑے بڑے) دجال کذاب ظاہر ہوں۔ سب یہ گمان کریں گے کہ وہ اللہ کا رسول ہے۔ (یعنی نبوت کا دعویٰ کریں گے جیسے کہ آج کل قادیانی دجال کذاب ہے) اور یہاں تک کہ علم اٹھالیا جائے' زلزلے کثرت سے آئیں گے۔ زمانہ قریب ہو جائے۔ (یعنی وقت جلدی گزرتا معلوم ہوگا)

فتنے ظاہر ہوں گے۔ ہرج بہت ہوگا۔ (ہرج سے مراد) قتل ہے قتل۔ (بخاری شریف)

عقیدہ ۱۴: فتنوں کے دور میں اپنی عزت کو بچانا مشکل ہوگا۔ اگر کوئی اس ایسے دور میں اپنے آپ کو برائیوں اور فتنوں سے محفوظ کرنے کے لیے کسی اچھی جگہ کی طرف ہجرت کر جائے گا تو اس کا یہ فعل اچھا ہوگا۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (وہ وقت) قریب ہے کہ مسلمان کا بہترین مال بکریاں ہوں جن کے پیچھے وہ پہاڑوں کی چوٹیوں اور بارش کے مقامات پر چلا جائے۔ فتنوں سے اپنا دین بچا کر بھاگ جائے۔ (بخاری شریف)

عقیدہ ۱۵: مجموعی طور پر عابدوں کا جاہل ہونا' قاریوں کا بے عمل ہونا' بارش زیادہ مگر پیداوار کم ہونا' قاریوں کی کثرت اور فقہاء یعنی علم دین جاننے والوں کی قلت' امیروں کی کثرت اور امانت داروں کی قلت' فاسقوں کا سردار قبیلہ اور فاجروں کا حاکم بازار بننا' مومن کا اپنے قبیلہ میں انتہائی ذلیل ہونا' کاتبوں کی کثرت اور علماء کی قلت' جھوٹی گواہی عام ہونا' قطع رحم کرنا یعنی اپنے رشتہ داروں سے تعلق نہ رکھنا' امانت کو غنیمت اور زکوٰۃ کو تاوان اور چٹی خیال کرنا۔ علم دین کو دنیا کی خاطر پڑھنا' والدین کی نافرمانی زیادہ ہونا۔ نہ بڑوں کی عزت اور نہ چھوٹوں پر رحم کرنا۔ زنا کی اولاد کا زیادہ ہونا' اونچی کوٹھیوں اور محلوں پر فخر کرنا' مسجدوں میں دنیاوی باتیں کرنا' مسجدوں کی آرائش کرنا یعنی مسجد کو نقش و نگار سے سجانا' اسلام کا غریب ہونا' جھوٹے کو سچا اور سچے کو جھوٹا جاننا۔ مال و دولت حاصل کرنے کے لیے لوگوں کی منافقانہ تعریف کرنا' خطیبوں کا جھوٹ بولنا' حاکموں کا ظلم کرنا' مرد کا عورت سے یا مرد سے لواطت کرنا' امیروں کی تعظیم کرنا' کبیرہ گناہوں کو حلال سمجھنا' سود اور رشوت کھانا' قرآن کو گا کر پڑھنا' ریشم پہننا' جہالت زنا اور شراب نوشی کا عام ہونا' گانے بجانے والی عورتوں کا رکھنا' گانے بجانے والے آلات کو حلال سمجھنا' حدود شرعیہ کا جاری نہ ہونا' عورتوں کا مردوں سے اور مردوں کا عورتوں سے مشابہت پیدا کرنا' پچھلوں کا پہلوں کو برا کہنا' مردوں کا سروں پر پگڑیاں باندھنا چھوڑ دینا' جوا کھیلنا' باجے بجانا' جاہلوں کو حاکم بنانا' مردوں کی قلت اور عورتوں کی کثرت ہونا وغیرہ قیامت کی نشانیوں میں سے ہیں۔

۱۰۔ حضرت امام مہدی

قرب قیامت میں اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں میں سے ایک برگزیدہ شخصیت حضرت

امام مہدی رضی اللہ عنہ کی ہوگی۔ وہ خلیفہ برحق ہوں گے اور امت مسلمہ میں پھر نئے سرے سے اسلامی روح بیدار کریں گے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آخر زمانہ میں ایک خلیفہ برحق پیدا ہوگا جو ضرورت مندوں کی مالی ضروریات پوری کرنے میں تعاون کرے گا اور اس کو شمار نہیں کرے گا۔ (مسلم شریف)

عقیدہ ۱: حضرت امام مہدی رضی اللہ عنہ کا اسمِ گرامی محمدؐ والد کا نام عبداللہ اور والدہ کا نام آمنہ ہوگا اور نسباً حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کی اولاد سے ہوں گے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دنیا اس وقت تک ختم نہ ہوگی جب تک کہ عرب پر ایک شخص قبضہ نہ کرے گا جو میرے خاندان میں سے ہوگا اور اس کا نام میرے نام پر ہوگا۔ (ترمذی' ابوداؤد)

عقیدہ ۲: حضرت امام مہدی رضی اللہ عنہ کی خلافت کا اظہار اس وقت ہوگا جبکہ ان کی عمر چالیس برس کی ہوگی۔ آپ کی خلافت کے بارے میں یوں بیان کیا جاتا ہے کہ جب قیامت کی علامات صغریٰ واقع ہو چکیں گی۔ نصاریٰ کا غلبہ ہوگا اور دنیا میں سب جگہ حرمین شریفین (مکہ معظمہ و مدینہ منورہ) کے علاوہ کفر کا تسلط ہوگا۔ اس وقت تمام ابدال بلکہ تمام اولیاء کرام سب جگہ سے سمٹ کر حرمین شریفین کو ہجرت کر جائیں گے کہ صرف وہیں اسلام رہے گا اور ساری دنیا کفرستان ہو جائے گی۔ رمضان شریف کا مہینہ ہوگا' ابدال طواف کعبہ میں مصروف ہوں گے امام مہدی رضی اللہ عنہ بھی وہاں موجود ہوں گے۔ اولیاء انہیں پہچان کر درخواست بیعت کریں گے۔ وہ انکار فرمائیں گے۔ دفعۃً غیب سے ایک آواز آئے گی کہ یہ اللہ کا خلیفہ ہے اس کی بات سنو اور اس کا حکم مانو۔ اس آواز پر تمام لوگ آپ کے دست مبارک پر بیعت لیں گے۔ حجر اسود اور مقام ابراہیم کے درمیان آپ کی خلافت کا اعلان ہو جائے گا۔

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خلیفہ کی وفات پر مسلمانوں میں اختلاف ہو جائے گا۔ پھر اہل مدینہ سے ایک آدمی بھاگ کر مکہ چلا جائے گا۔ مکہ والے اس کے پاس آئیں گے۔ اسے حکومت کی باگ ڈور ہاتھ میں لینے کے لیے باہر نکالیں گے وہ اسے ناپسند کرے گا۔ آخر کار حجر اسود اور مقام ابراہیم کے درمیان اس کی بیعت کریں گے۔ اس کی طرف شام سے فوج بھیجی جائے گی مگر وہ

مکہ اور مدینہ کے درمیان بیداء کے مقام پر دھنس جائے گی۔ جب لوگ یہ بات دیکھیں گے تو شام کے ابدال اور عراق کی جماعتیں آئیں گی اور ان سے بیعت کریں گے۔ (ابوداؤد)

عقیدہ ۳: عرب کے تمام مسلمان حضرت امام مہدی کی قیادت میں اکٹھے ہو جائیں گے اور ایک عظیم لشکر عیسائیوں کے مقابلہ میں شام میں جمع ہوگا۔ لشکر کفار کے اسی جھنڈے ہونگے۔ ہر جھنڈے کے نیچے بارہ ہزار سپاہ ہوں گے۔ حضرت امام مہدی رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ میں روضہ اطہر کی زیارت کرنے کے بعد لشکر اسلام کو لے کر ملک شام میں پہنچ جائیں گے جہاں دونوں کا مقابلہ ہوگا۔ سخت خونریز جنگ ہوگی۔ لشکر اسلام کا ایک تہائی حصہ بھاگ جائے گا۔ ان کی موت کفر پر ہوگی۔ ایک تہائی لشکر شہید ہو جائے گا اور باقی بچ جانے والے ایک تہائی لشکر چوتھے روز جا کر کفار پر فتح حاصل ہوگی لیکن اس فتح کی کسی کو خوشی نہ ہوگی کیونکہ مسلمانوں کا اس جنگ میں کافی نقصان ہوگا اور سو میں سے ایک مسلمان بچا ہوگا۔

عقیدہ ۴: فتح یابی کے بعد آپ کو جتنا عرصہ بھی حکومت کرنے کا موقع ملے گا آپ اس میں عدل وانصاف قائم کریں گے اور ہر لحاظ سے اسلام کا بول بالا ہوگا لوگ اسلام کی اصلی روح کو محسوس کریں گے۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر دنیا سے ایک دن ہی باقی رہ جائے تو بھی اللہ تعالیٰ اس دن کو اس قدر طویل کر دے گا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے فرمایا۔ میری اہل بیت سے ایک آدمی بھیجے گا۔ اس کا نام میرے نام کے مطابق اور اس کے باپ کا نام میرے باپ کے نام کے مطابق ہوگا۔۔ وہ زمین کو عدل وانصاف سے بھر دے گا جبکہ وہ ظلم وستم سے بھری ہوگی۔ (ابوداؤد شریف)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مہدی رضی اللہ عنہ مجھ سے ہے کھلی پیشانی اور (مناسب) بلند ناک والا ہے۔ زمین کو عدل وانصاف سے بھر دے گا جبکہ وہ (اس سے پہلے) ظلم وستم سے بھری ہوگی اور سات برس حکومت کرے گا۔

عقیدہ ۵: پھر ایک سخت لڑائی کے بعد قسطنطنیہ فتح ہو جائے گا۔ مسلمان مال غنیمت تقسیم کر رہے ہوں گے کہ شیطان یہ افواہ پھیلا دے گا کہ مسلمانو! دجال تمہارے اہل وعیال میں ہے۔ یہ خبر سنتے ہی وہ سب کچھ چھوڑ کر دس شہسواروں کو اس خبر کی تصدیق کے لیے

بھیجیں گے ان سواروں کی نسبت حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے۔ ''میں ان سواروں کے نام ان کے باپوں کے نام ان کے گھوڑوں کے رنگ وروپ کو پہچانتا ہوں اور وہ اس وقت روئے زمین پر بہترین سواروں میں سے ہوں گے۔'' یہ شہسوار اس خبر کی تحقیق کریں گے اور تحقیق کے بعد یہ خبر غلط ثابت ہوگی۔

۱۱۔ظہورِ دجّال

دجال قوم یہود کا ایک مرد ہے جو اس وقت بحکم الٰہی قید ہے۔ جب آزاد ہوگا تو ایک عظیم لشکر کے ساتھ ملک خدا میں فتور کرنے کو شام و عراق کے درمیان سے نکلے گا۔ اس کی ایک آنکھ اور ایک ابرو بالکل نہ ہوگی۔ اسی وجہ سے اسے مسیح (چوپٹ) کہتے ہیں اس کے ساتھ یہودی فوجیں ہوں گی۔ اس کی پیشانی پر لکھا ہوگا ک ف ر (یعنی کافر) جس کو ہر مسلمان پڑھے گا اور کافر کو نظر نہ آئے گا۔ اس کا فتنہ بہت شدید ہوگا۔ چالیس دن میں حرمین طیبین کے سوا تمام روئے زمین کا گشت کرے گا اور بہت تیزی کے ساتھ ایک شہر سے دوسرے شہر میں پہنچے گا۔ جیسے بادل کو ہوا اڑاتی ہے۔ ایک باغ اور ایک آگ اس کے ہمراہ ہوں گی جن کا نام جنت و دوزخ رکھے گا مگر وہ جو دیکھنے میں جنت معلوم ہوگی حقیقۃً آگ ہوگی اور جو جہنم دکھائی دے گا وہ آرام کی جگہ ہوگی۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا البتہ میں خوب جانتا ہوں جو دجال کے پاس ہوگا۔ اس کے ساتھ ساتھ دو نہریں بہتی ہوں گی۔ ایک کو آنکھ دیکھے گی کہ (گویا) سفید پانی ہے۔ دوسری کو آنکھ دیکھے گی کہ (گویا) آگ بھڑک رہی ہے۔ پس تم میں سے کوئی اسے پائے تو اس نہر کی طرف آئے جس کو وہ آگ دیکھ رہا ہے اور آنکھیں بند کرے پھر سر نیچا کرے پس اس میں سے پیئے تو وہ ٹھنڈا پانی ہوگا اور دجال کی ایک آنکھ پر جھلی ہوگی۔ اس پر موٹا ناخنہ ہوگا اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان ''کافر'' لکھا ہوگا جس کو ہر پڑھا لکھا اور ان پڑھ ایماندار پڑھ لے گا۔ (صحیح مسلم)

خدائی کا دعویٰ کرے گا جو اس پر ایمان لائے گا اسے اپنی جنت میں ڈالے گا اور جو انکار کرے گا اسے اپنی جہنم میں جھونک دے گا۔ بادلوں کو حکم دے گا کہ وہ برسنے لگیں گے۔ زمین کو حکم دے گا تو کھیتی جم اٹھے گی۔ ویرانے میں جائے گا تو وہاں کے دفینے شہد کی

مکھیوں کی طرح اس کے پیچھے ہو لیں گے۔ غرض اس قسم کے بہت سے شعبدے دکھائے گا اور حقیقت میں یہ سب جادو کے کرشمے ہوں گے۔

حضرت نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ کی ایک طویل حدیث میں جناب رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے جو اس (دجال) کو پائے وہ اس پر سورۃ الکہف کی ابتدائی آیات پڑھے (اس کی برکت سے دجال کی شرارت سے بچا رہے گا) یہ شام اور عراق کے درمیان راہ سے نکلے گا۔ پھر تیزی کے ساتھ دائیں بائیں فساد کرے گا۔ اے اللہ کے بندو! ثابت قدم رہو۔

ہم نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ! زمین میں اس کا قیام کتنی دیر رہے گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا چالیس دن۔ ایک دن سال کی طرح ہوگا اور ایک دن مہینے کی طرح ہوگا اور ایک دن ہفتے کی طرح ہوگا اور باقی تمہارے دنوں کی طرح ہوں گے۔

ہم نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ! جو دن سال کی طرح ہوگا کیا اس میں ایک دن کی (پانچ) نمازیں کافی رہیں گی؟

آپ ﷺ نے فرمایا نہیں بلکہ اس کا اندازہ (یعنی ہر ۲۴ گھنٹے میں پانچ نمازیں اندازہ کر کے پڑھو (آج کل یہ کام گھڑیوں اور کمپیوٹر کی ایجادات کے باعث آسان ہو چکا ہے اور اس میں کچھ مشکل نہیں بشرطیکہ نیت کام کرنے کی ہو)

ہم نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ! زمین میں وہ کس قدر تیزی سے پھرے گا؟

آپ ﷺ نے فرمایا بادل کی طرح جس کے پیچھے تیز ہوا چل رہی ہو۔ ایک قوم کے پاس آئے گا انہیں دعوت دے گا وہ اس پر ایمان لائیں گے' تو آسمان کو حکم کرے گا آسمان سے بارش ہوگی۔ زمین کو حکم کرے گا وہ غلہ اگائے گی۔ ان کے مویشی جائیں گے تو ان کی کوہان اونچی ہوگی۔ تھن مکمل (بھرے) ہوں گے۔ کولھے اٹھے ہونگے (یعنی چراگاہ سے خوب پیٹ بھر کر واپس آئیں گے) پھر ایک قوم کے پاس جائے گا ان کو دعوت دے گا۔ وہ اس کی بات کا انکار کر دیں گے تو ان کے پاس سے واپس ہوگا وہ قحط زدہ رہ جائیں گے ان کے پاس مال نہیں ہونگے۔ وہ ویرانے سے گزرے گا اور کہے گا اپنے خزانے نکال دے تو اس کے خزانے شہد کی مکھی کی طرح اس کے پیچھے پیچھے چلیں گے۔ (صحیح مسلم شریف)

یہ سب باتیں بطور آزمائش اس سے ظاہر ہوں گی اس طرح وہ دنیا پر چکر لگاتا ہوا شام سے اصفہان پہنچے گا۔ وہاں ستر ہزار یہودی اس کے ساتھ مل جائیں گے پھر وہاں سے مکہ

مکرمہ اور مدینہ منورہ جانے کا ارادہ کرے گا مگر وہاں داخل نہ ہو سکے گا چونکہ اس وقت اللہ تعالیٰ نے مدینہ منورہ اور مکہ مکرمہ کی حفاظت پر فرشتوں کو مقرر فرمایا ہوا ہوگا۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کوئی شہر ایسا نہیں جہاں کہ دجال نہ جائے مگر مکہ اور مدینہ (میں داخل نہیں ہو سکے گا) اور ان کی ہر راہ پر فرشتے قطار باندھے ان کا پہرہ دیتے ہوں گے۔ پھر وہ (باہر کھلی) زمین پر اترے گا تو مدینہ میں تین بار زلزلہ آئے گا اور اس سے کافر اور منافق باہر نکل جائے گا اور وہ دجال کے ساتھ جا ملیں گے۔ (مسلم شریف)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا پس وہ (دجال) مدینہ کے قریب بعض پہاڑی راہ میں اترے گا۔ ایک آدمی جو سب سے بہتر آدمی ہوگا اس کی طرف نکلے گا اور کہے گا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ تو وہ دجال ہے جس کے بارے میں جناب رسول اللہ ﷺ نے ہمیں بتایا ہے۔ دجال لوگوں سے کہے گا تم دیکھو تو اگر میں اسے قتل کر دوں پھر اسے زندہ کر دوں تو تمہیں میرے معاملے میں کوئی شک رہے؟ وہ کہیں گے نہیں۔ پس وہ اسے قتل کرے گا۔ پھر وہ زندہ کرے گا تو وہ (نیک آدمی) کہے گا اللہ کی قسم! آج سے زیادہ میں تیرے (دجال ہونے کے) بارے میں زیادہ بصیرت (ویقین) نہیں رکھتا (یعنی تو پکا دجال ہے) پھر دجال دوبارہ اسے قتل کرنا چاہے گا مگر اس پر قادر نہیں ہو سکے گا۔ (بخاری شریف) اس کے بعد دجال اپنے لشکر سمیت فلسطین کی طرف چلا جائے گا جہاں آخر کار لد کے مقام پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھوں جہنم رسید ہوگا۔

۱۲۔ نزول حضرت عیسیٰ علیہ السلام

ملک شام میں دجال جب اپنے فتنہ وفساد میں پوری طرح عروج پر ہوگا اور مسلمانوں کی جانوں کے درپے ہوگا۔ بڑی پریشانی کا عالم ہوگا۔ حضرت امام مہدی بھی دمشق پہنچ کر دجال سے مقابلہ کرنے کی تیاری میں لگے ہوں گے۔ نماز کا وقت آجائے گا۔ لوگ دمشق کی جامع مسجد میں نماز پڑھنے کے لیے جمع ہو چکے ہوں گے تو عین اس وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان کی جانب سے دو فرشتوں کے پروں پر ہاتھ رکھے ہوئے دمشق کی جامع مسجد کے مشرقی منارے پر نازل ہوں گے۔ حضرت امام مہدی رضی اللہ عنہ بھی مسجد میں پہلے سے موجود

ہوں گے۔ پھر منارے سے سیڑھی کے ذریعے مسجد میں آئیں گے۔ پھر جماعت ہوگی اور بعدازاں دجال کے مقابلے کے لیے تیاری کی جائے گی۔

حضرت نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ کی روایت کہ وہ حدیث کے آخری حصہ میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اچانک اللہ تعالیٰ مسیح ابن مریم علیہ السلام کو بھیجے گا۔ وہ دمشق کے مشرقی سفید منارہ کے پاس نازل ہوں گے ان پر دو زرد چادریں ہوں گی۔ دونوں ہاتھ فرشتوں کے پروں پر رکھے ہوں گے۔ جب سر نیچا کریں گے تو (پانی کے) قطرے گریں گے جب اونچا کریں گے تو موتیوں کی طرح دانے کریں گے۔ جس کافر کو ان کا سانس پہنچے گا وہ مر جائے گا اور ان کا سانس ان کے حد نظر تک جائے گا۔ پھر وہ دجال کا پیچھا کریں گے۔ آخر کار اسے لد کے دروازے میں پکڑ لیں گے اور اسے قتل کر دیں گے۔ (مسلم شریف)

جامع مسجد دمشق میں سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قیادت میں مسلمانوں کا لشکر دجال کے مقابلے کے لیے نکلے گا اور اس علاقے کا محاصرہ کرے گا جہاں دجال ہوگا۔ دجال کی فوج میں ستر ہزار یہودی ہتھیاروں سے لیس ہوں گے۔ آخر دونوں فوجوں میں لڑائی ہوگی۔ گھمسان کا معرکہ ہو رہا ہوگا کہ اچانک جب دجال کی نظر حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر پڑے گی تو وہ لعین آپ کی سانس سے پگھلنا شروع ہو جائے گا۔ جیسے پانی نمک میں گھلتا ہے وہ بھاگے گا۔ یہ تعاقب فرمائیں گے اور بیت المقدس کے قریب موضع لد کے دروازے پر جا لیں گے اور اس کی پشت میں نیزہ ماریں گے۔ وہ واصل جہنم ہوگا۔ آپ مسلمانوں کو اس کا خون اپنے نیزے پر دکھائیں گے۔

یہی بات حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں بیان فرمائی ہے کہ قیامت قائم نہیں ہوگی۔ حتیٰ کہ یہودی پتھر یا درخت کے پیچھے چھپے گا تو پتھر یا درخت کہے گا' اے مسلم! اے اللہ کے بندے! یہ یہودی میرے پیچھے (چھپا) ہے۔ آ! اسے قتل کر دسوائے غرقد کے' کہ وہ یہودی کا درخت ہے۔ (مسلم شریف)

دجال کا فتنہ فرو ہونے کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام اصلاحات میں مشغول ہوں گے کافروں سے جہاد کریں گے اور جزیہ کو موقوف کر دیں گے یعنی کافر سے سوائے اسلام کے کچھ قبول نہ فرمائیں گے۔ صلیب توڑیں گے۔ خنزیر کو نیست و نابود کریں گے۔ تمام اہل کتاب جو قتل سے بچیں گے سب ان پر ایمان لے آئیں گے۔ اس بات کا جواز حضور صلی اللہ علیہ وسلم

کی یہ حدیث ہے:۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ قریب ہے کہ تم میں عیسیٰ بن مریم علیہ السلام نازل ہو۔ عدل وانصاف کرنے والا حاکم بن کر۔ پس وہ صلیب کو توڑے گا اور خنزیر کو قتل کرے گا اور جزیہ ختم کردے گا اور مال بہائے گا کہ اسے کوئی قبول نہیں کرے گا۔ (مسلم شریف)

فتنہ دجال کے بعد تمام دنیا میں واحد دین یعنی دین اسلام رہ جائے گا اور آپ کے دور میں مال ودولت کی کثرت ہوگی۔ ہر جگہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے عدل وانصاف قائم ہو جائے گا آخر مقررہ مدت تک آپ ملت اسلامیہ میں خلیفہ کے فرائض سرانجام دیں گے۔ شادی کریں گے اور آپ کی اولاد بھی ہوگی اور یہ عرصہ مسلمانوں کے لیے ہر لحاظ سے امن والا ہوگا۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عیسیٰ علیہ السلام زمین پر نازل ہوں گے پس نکاح کریں گے ان کی اولاد ہوگی۔ ۴۵ سال زندہ رہیں گے لیکن ایک روایت کے مطابق ۴۰ سال تک زندہ رہیں گے پھر میرے پاس میری قبر انور میں دفن ہوں گے اور آخر میں صلی اللہ علیہ وسلم اور عیسیٰ بن مریم علیہ السلام ایک قبر سے ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما کے درمیان اٹھیں گے۔ (مشکوٰۃ شریف)

آخر میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام مدینہ منورہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مزار اقدس پر حاضر ہوں گے اور سلام عرض کریں گے۔ قبر انور سے جواب آئے گا۔ ان سب وقائع کے بعد جن کا گزرا' آپ وفات پائیں گے۔ مسلمان ان کی تجہیز وتکفین کریں گے۔ نماز پڑھیں گے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں روضۂ انور میں دفن کیے جائیں گے۔

۱۳- یاجوج وماجوج

یاجوج وماجوج بڑی طاقتور قوم ہے۔ کسی پہاڑی علاقے کے عقب میں آباد ہے۔ ان کی طرف جانے کا راستہ پہاڑوں کے درمیان ہے۔ جس کو قدیم زمانہ کے ایک نیک بادشاہ ذوالقرنین نے تانبہ پگھلا کر لوہے کے تختے جوڑ کر پہاڑوں کے درمیان کا راستہ بند کر دیا تھا تاکہ یہ قوم اپنے علاقہ سے باہر آ کر عام انسانی آبادی میں فساد برپا نہ کرے۔ آخری زمانہ میں دیوار ٹوٹ جائے گی اور یہ قوم باہر نکل آئے گی۔ اس قوم کا ذکر سورۃ الکہف میں آتا

ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔

حَتّٰٓى اِذَا بَلَغَ بَيْنَ السَّدَّيْنِ وَجَدَ مِنْ دُوْنِهِمَا قَوْمًا لَّا يَكَادُوْنَ يَفْقَهُوْنَ قَوْلًا ۝ قَالُوْا يٰذَا الْقَرْنَيْنِ اِنَّ يَاْجُوْجَ وَمَاْجُوْجَ مُفْسِدُوْنَ فِى الْاَرْضِ فَهَلْ نَجْعَلُ لَكَ خَرْجًا عَلٰٓى اَنْ تَجْعَلَ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُمْ سَدًّا ۝ قَالَ مَا مَكَّنِّىْ فِيْهِ رَبِّىْ خَيْرٌ فَاَعِيْنُوْنِىْ بِقُوَّةٍ اَجْعَلْ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ رَدْمًا ۝ اٰتُوْنِىْ زُبَرَ الْحَدِيْدِ ؕ حَتّٰٓى اِذَا سَاوٰى بَيْنَ الصَّدَفَيْنِ قَالَ انْفُخُوْا ؕ حَتّٰٓى اِذَا جَعَلَهٗ نَارًا قَالَ اٰتُوْنِىْٓ اُفْرِغْ عَلَيْهِ قِطْرًا ۝ ط فَمَا اسْطَاعُوْٓا اَنْ يَّظْهَرُوْهُ وَمَا اسْتَطَاعُوْا لَهٗ نَقْبًا ۝ قَالَ هٰذَا رَحْمَةٌ مِّنْ رَّبِّىْ ۚ فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ رَبِّىْ جَعَلَهٗ دَكَّآءَ ۚ وَكَانَ وَعْدُ رَبِّىْ حَقًّا ۝ ط (الکہف ۹۳ تا ۹۸)

یہاں تک کہ جب دو پہاڑوں کے درمیان پہنچا ان دونوں سے اس طرف ایک ایسی قوم کو پایا جو بات نہیں سمجھتی تھی۔ انہوں نے کہا' اے ذوالقرنین! بے شک یاجوج و ماجوج اس ملک میں فساد کرنے والے ہیں پھر کیا ہم آپ کے لیے کچھ محصول مقرر کر دیں۔ اس شرط پر کہ آپ ہمارے اور ان کے درمیان ایک دیوار بنا دیں کہا' جو میرے رب نے مجھے قدرت دی ہے کافی ہے' سو طاقت سے میری مدد کرو' کہ میں تمہارے اور ان کے درمیان ایک مضبوط دیوار بنا دوں۔ مجھے لوہے کے تختے لا دو یہاں تک کہ جب دونوں سروں کے بیچ کو برابر کر دیا تو کہا کہ دھونکو یہاں تک کہ جب اسے آگ کر دیا تو کہا کہ تم میرے پاس تانبا لاؤ کہ اس پر ڈال دوں پھر وہ نہ اس پر چڑھ سکتے تھے اور نہ اس میں نقب لگا سکتے تھے کہا یہ میرے رب کی رحمت ہے پھر جب میرے رب کا وعدہ آئے گا تو اسے ریزہ ریزہ کر دے گا اور میرے رب کا وعدہ سچا ہے۔

آخری زمانہ میں یہ کھول دیئے جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔

حَتّٰٓى اِذَا فُتِحَتْ يَاْجُوْجُ وَمَاْجُوْجُ وَهُمْ مِّنْ كُلِّ حَدَبٍ يَّنْسِلُوْنَ ۝ (الانبیاء:۹۶)

یہاں تک کہ جب یاجوج اور ماجوج کھول دیئے جائیں گے۔ وہ ہر بلندی سے دوڑتے ہوئے آئیں گے۔

فتنہ دجال کے خاتمے کے بعد پھر اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو وحی فرمائے گا کہ میں ایک ایسی مخلوق بھیجنے والا ہوں جس کے مقابلہ کی کسی میں طاقت نہیں۔ لہٰذا تم اپنے مخلصین کو لے کر کوہ طور پر پناہ لو۔ چنانچہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے وہاں پہنچتے ہی یاجوج ماجوج نکل آئیں گے جو پوری دنیا میں تباہی مچادیں گے قتل وغارت کریں گے۔ صرف وہی مسلمان بچیں گے جو اس وقت طور پہاڑ پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ہوں گے' پھر یاجوج ماجوج کہیں گے کہ اب ساری دنیا کے انسان ہم نے ختم کردیئے ہیں اور اب آؤ آسمان والے خدا کو بھی ماریں (نعوذ باللہ) پھر وہ آسمان کی طرف تیر پھینکیں گے۔ قدرت الہٰی سے جب تیر واپس گریں گے تو وہ خون سے بھرے ہوئے ہوں گے جس پر وہ کہیں گے ہم نے خدا کو بھی ختم کرڈالا ہے۔

یہ اپنی انہی حرکتوں میں مشغول ہوں گے اور وہاں پہاڑ پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام مع اپنے ساتھیوں کے محصور اور قلعہ طور میں قلعہ بند ہوں گے۔ اس وقت عیسیٰ علیہ السلام مع اپنے ہمراہیوں کے دعا فرمائیں گے۔ دعا قبول ہوگی اور اللہ تعالیٰ ان کی گردنوں میں ایک قسم کا کیڑا پیدا کردے گا کہ ایک رات میں سب ہلاک ہوجائیں گے ان کی ہلاکت کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور آپ کے اصحاب پہاڑ سے اتریں گے اور دیکھیں گے کہ تمام زمین ان کی لاشوں اور بدبو سے بھری پڑی ہے۔ آپ مع اپنے ہمراہیوں کے پھر دعا کریں گے۔ اللہ تعالیٰ ایک سخت آندھی اور ایک قسم کا پرندہ بھیجے گا کہ وہ ان کی لاشوں کو جہاں اللہ تعالیٰ چاہے گا پھینک آئیں گے اور ان کے تیر وکمان وترکش مسلمان سات برس تک جلائیں گے۔

پھر اس کے بعد بارش ہوگی جس سے زمین ہموار ہوجائے گی۔ اب زمین کو حکم ہوگا کہ اپنے پھلوں کو اگا اور آسمان کو حکم ہوگا کہ اپنی برکتیں انڈیل دے۔ پھر تو یہ عالم ہوگا کہ ایک انار سے ایک جماعت کا پیٹ بھرے گا اور وہ اتنے بڑے بڑے ہوں گے کہ اس کے چھلکے کے سائے میں ایک جماعت آجائے گی اور دودھ میں یہ برکت ہوگی کہ ایک اونٹنی کا دودھ آدمیوں کے گروہوں کو کافی ہوگا' ایک گائے کا دودھ قبیلے بھر کو اور ایک بکری کا دودھ خاندان بھر کو کفایت کرے گا۔ (صحیح مسلم شریف)

۱۴- آسمان سے دھوئیں کا آنا

علامات قیامت میں سے ایک علامت دھوئیں کا ظاہر ہونا بھی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ

ہے کہ "اس دن کے منتظر رہو جب آسمان سے ایک دھواں ظاہر ہوگا جو لوگوں پر ہر طرف سے چھا جائے گا۔ یہ دردناک عذاب ہے' اس دن لوگ کہیں گے اے پروردگار! ہم سے یہ عذاب کھول دے' ہم ایمان لاتے ہیں۔ اس وقت ان کے لیے نصیحت کہاں ہے۔ حالانکہ ان کے پاس کھول کر بیان کرنے والا رسول تشریف لا چکا ہے۔ (دخان: ۱۰تا۱۲)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات شریف کے بعد آہستہ آہستہ جہالت پھر پھیل جائے گی۔ اسی اثناء میں ایک مکان مغرب میں اور ایک مشرق میں جہاں منکر تقدیر رہتے ہوں گے' زمین میں دھنس جائے گا۔ اس کے بعد آسمان سے دھواں نمودار ہوگا۔ جس سے آسمان سے زمین تک اندھیرا چھا جائے گا اور متواتر چالیس روز تک رہے گا۔ اس سے مسلمان زکام میں مبتلا ہو جائیں گے۔ کافروں اور منافقوں پر بے ہوشی طاری رہے گی' بعضے ایک دن' بعضے دو دن اور بعضے تین دن کے بعد ہوش میں آئیں گے۔

۱۵- خسف یعنی زمین کا دھنس جانا

خسف بھی علامات قیامت سے ہے۔ خسف کا مطلب زمین کا دھنس جانا ہے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئی ہے کہ قیامت سے پہلے تین مقامات یعنی مشرق مغرب اور عرب کے علاقے میں زمین دھنس جائے گی۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم باتیں کر رہے تھے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور فرمایا تم کیا باتیں کر رہے ہو؟ ہم نے عرض کیا ہم قیامت کا تذکرہ کر رہے ہیں' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ تب تک قائم نہیں ہوگی' جب تک کہ تم دس باتیں اس سے پہلے نہ دیکھ لو' پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ذکر کیا' دھوئیں کا' دجال' دابہ' مغرب سے طلوع آفتاب' نزول عیسیٰ بن مریم علیہ السلام یاجوج و ماجوج' تین مقامات پر (زمین) دھنس جانے' مشرق میں دھنس جانے' مغرب میں دھنس جانے اور عرب کے جزیرہ میں دھنس جانے کا اور آخر میں یمن سے آگ نکلے گی' جو کہ لوگوں کو بھگا کر جائے حشر تک لے جائے گی۔ (مسلم شریف)

۱۶- مغرب سے طلوع آفتاب

مغرب سے آفتاب کا طلوع ہونا بھی علامات قیامت سے ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ آفتاب بارگاہ الٰہی میں سجدہ کر کے طلوع کی اجازت چاہتا ہے۔ تب طلوع ہوتا ہے۔

قرب قیامت جب آفتاب حسب معمول طلوع کی اجازت چاہے گا تو اجازت نہ ملے گی بلکہ حکم ہوگا کہ واپس جا۔ وہ واپس ہو جائے گا اور رات اس قدر طویل ہو جائے گی کہ بچے چلا اٹھیں گے۔ مسافر تنگ دل اور مویشی چراگاہ کے لیے بے قرار ہوں گے۔ یہاں تک کہ لوگ بے چینی کی وجہ سے نالہ وزاری کریں گے اور توبہ توبہ پکاریں گے۔ آخر تین چار رات کی مقدار دراز ہونے کے بعد اضطراب کی حالت میں مغرب سے چاند گرہن کی مانند تھوڑی روشنی کے ساتھ نکلے گا اور نصف آسمان تک آ کر لوٹ جائے گا اور جانب مغرب غروب ہوگا اس کے بعد بدستور سابق مشرق سے طلوع کیا کرے گا۔ اس نشانی کے ظاہر ہوتے ہی توبہ کا دروازہ بند ہو جائے گا۔ کافر اپنے کفر سے، گناہگار اپنے گناہوں سے توبہ کرے گا تو توبہ قبول نہ ہوگی اور اس وقت کسی کافر کا اسلام لانا معتبر نہ ہوگا۔

حضرت ابو ہریرہ ؓ کی روایت میں جناب رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے کہ قیامت قائم نہ ہوگی یہاں تک کہ مغرب سے سورج طلوع ہو۔ جب وہ مغرب سے طلوع ہوگا اور سب لوگ اسے دیکھ لیں گے تو یہ وہ وقت ہے کہ کسی کو ایمان نفع نہیں دے گا جو اس سے پہلے ایمان نہیں لائے گا یا اس نے ایمان میں بھلائی حاصل نہ کی ہو۔ (بخاری شریف)

۱۷۔ دآبۃ الارض کا خروج

مغرب سے سورج نکلنے کے بعد قیامت کی ایک اور علامت ظاہر ہوگی جو دابہ کا نکلنا ہے مکہ مکرمہ میں کوہ صفا سے اللہ تعالیٰ کی حکمت سے ایک عجیب وغریب جانور ظاہر ہوگا جسے دابۃ الارض کہا جائے گا۔ اس جانور کے پاس حضرت موسیٰ ؑ کی لاٹھی (عصا) اور حضرت سلیمان ؑ کی انگوٹھی ہوگی جس کے چہرے پر لاٹھی لگائے گا اس کا چہرہ روشن ہو جائے گا اور جس کی ناک پر انگوٹھی لگائے گا اس کا چہرہ سیاہ ہو جائے گا۔ ایک ہی مجلس میں لوگ پہچان لیں گے کہ یہ مسلمان ہے اور وہ کافر ہے۔ یہ کام کر کے غائب ہو جائے گا اور کوئی اس سے بھاگ نہیں سکے گا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔

وَاِذَا وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ اَخْرَجْنَا لَهُمْ دَآبَّةً مِّنَ الْاَرْضِ تُكَلِّمُهُمْ (النمل: ۸۲) جب ان پر وعدہ پورا ہوگا تو ہم ان کے لیے زمین سے ایک دابہ (جانور) نکالیں گے جو ان سے باتیں کرے گا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ دابہ (جانور) نکلے گا اس کے پاس حضرت سلیمان بن داؤد علیہما السلام کی انگوٹھی ہوگی اور حضرت موسیٰ ابن عمران علیہ السلام کا عصا (لاٹھی) ہوگی۔ ایماندار کا چہرہ عصا لگنے سے روشن ہو جائے گا اور کافر کی ناک پر انگوٹھی سے مہر لگا دے گا۔ حتیٰ کہ لوگ جمع ہوں گے تو وہ کہے گا' یہ ایماندار ہے اور وہ کہے گا کہ یہ کافر ہے۔ (سنن ابن ماجہ)

مفسرین کا قول ہے کہ یہ جانور کوہ صفا سے برآمد ہو کر تمام شہروں میں بہت جلد پھرے گا اور ایسی تیزی سے دورہ کرے گا کہ کوئی بھاگنے والا اس سے نہ بچ سکے گا۔ دابۃ الارض پہلے یمن میں' پھر نجد میں ظاہر ہو کر غائب ہو جائے گا اور تیسری بار مکہ معظمہ میں ظاہر ہوگا۔

۱۸- قیام قیامت

قیامت آنے کے بالکل قریبی آثار میں سے ہے کہ جب قیام قیامت کو صرف چالیس سال رہ جائیں گے تو ایک خوشبودار ہوا چلے گی جو لوگوں کی بغلوں کے نیچے سے گزرے گی جس کا اثر یہ ہوگا کہ مسلمان کی وفات ہو جائے گی اور دنیا میں کافر ہی کافر رہ جائیں گے اس کے بعد پھر چالیس برس کا زمانہ ایسا گزرے گا کہ اس میں کسی کے اولاد نہ ہوگی یعنی چالیس برس سے کم عمر کا کوئی نہ رہے گا۔ دنیا میں کافر ہی کافر ہوں گے' اللہ کہنے والا کوئی نہ ہوگا' لوگ دوبارہ بتوں کی پوجا شروع کر دیں گے۔ شیطان سامنے آ کر لوگوں سے ملے گا اور بت پرستی پر اکسائے گا خانہ کعبہ کو گرا دیں گے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ دو چھوٹی ٹانگوں والا حبشہ کا آدمی بیت اللہ عزوجل کو گرا دے گا۔ (صحیح مسلم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کر قیامت قائم نہیں ہوگی یہاں تک کہ دوس کی عورتیں ذی الخلصہ پر حرکت کریں اور ذوالخلصہ دراصل دوس کا بت تھا جس کو وہ جاہلیت میں پوجتے تھے۔ (بخاری شریف)

آخر کار اللہ تعالیٰ کے حکم سے جبکہ لوگ اپنے اپنے کاموں میں مصروف ہوں گے کہ وقتہ حضرت اسرافیل علیہ السلام کو صور پھونکنے کا حکم ہوگا۔ شروع شروع میں اس کی آواز بہت باریک ہوگی لیکن رفتہ رفتہ بلند ہوتی جائے گی۔ لوگ کان لگا کر اس کی آواز کو سنیں گے اور

بے ہوش ہو کر گر پڑیں گے اور مر جائیں گے کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَ یَوْمَ یُنْفَخُ فِی الصُّوْرِ فَفَزِعَ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِی الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰہُ ط (النمل:۸۷)

اور جس دن صور پھونکا جائے گا تو جو کوئی آسمان میں ہے اور جو کوئی زمین میں ہے سب ہی گھبرائیں گے مگر جسے اللہ چاہے

نیز بتایا کہ قیامت اچانک آئے گی اور کسی کو گھر میں پہنچنے بلکہ وصیت کرنے کا بھی موقع نہیں مل سکے گا۔ فرمایا:۔

بَلْ تَاْتِیْهِمْ بَغْتَةً فَتَبْهَتُهُمْ فَلَا یَسْتَطِیْعُوْنَ رَدَّهَا وَلَاهُمْ یُنْظَرُوْنَ (الانبیاء:۴۰)

بلکہ وہ ان پر اچانک آئے گی پھر وہ ان کے ہوش کھو دے گی پھر وہ اسے ٹال نہیں سکیں گے اور نہ انہیں مہلت دی جائے گی۔

ایک اور جگہ بتایا کہ قیامت ایک شدید آواز کی صورت میں ہوگی۔ فرمایا:۔

مَا یَنْظُرُوْنَ اِلَّا صَیْحَةً وَّاحِدَةً تَاْخُذُهُمْ وَهُمْ یَخِصِّمُوْنَ ٥ فَلَا یَسْتَطِیْعُوْنَ تَوْصِیَةً وَّلَآ اِلٰٓی اَهْلِهِمْ یَرْجِعُوْنَ ٥ (یٰسین:۴۹،۵۰)

وہ صرف ایک چیخ کا انتظار کر رہے ہیں جو انہیں آلے گی اور وہ آپس میں جھگڑ رہے ہوں گے۔ پس نہ تو وہ وصیت کر سکیں گے اور نہ ہی اپنے گھروں کی طرف واپس جا سکیں گے۔

پھر تو زمین و آسمان میں ہلچل پڑ جائے گی' زمین اپنے بوجھ اور خزانے باہر نکال دے گی' پہاڑ ہل ہل کر ریزہ ریزہ ہو جائیں گے اور دھنی ہوئی روئی یا اون کے گالوں کی طرح اڑنے لگیں گے آسمان کے تمام ستارے ٹوٹ ٹوٹ کر گر پڑیں گے اور ایک دوسرے سے ٹکرا ٹکرا کر ریزہ ریزہ ہو کر فنا ہو جائیں گے۔ غرض آسمان و زمین اور پہاڑ جیسی عظیم الشان چیزیں فنا ہو جائیں گی۔

اس کے متعلق ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:۔

فَاِذَا نُفِخَ فِی الصُّوْرِ نَفْخَةٌ وَّاحِدَةٌ ٥ لا وَّحُمِلَتِ الْاَرْضُ وَالْجِبَالُ فَدُكَّتَا دَكَّةً وَّاحِدَةً ٥ فَیَوْمَئِذٍ وَّقَعَتِ الْوَاقِعَةُ ٥ (الحاقۃ:۱۳تا۱۵)

پھر جب صور پھونکا جائے گا ایک بار پھونکا جانا اور زمین اور پہاڑ اٹھائے جائیں گے پس وہ دونوں ریزہ ریزہ کر دیے جائیں گے پس اس دن قیامت ہوگی۔

آسمان کے بارے میں فرمایا:۔

فَاِذَا انْشَقَّتِ السَّمَآءُ فَكَانَتْ وَرْدَةً كَالدِّهَانِ ۝ج (الرحمٰن:۳۷)
پھر جب آسمان پھٹ جائے گا اور پھٹ کر گلابی تیل طرح سرخ ہو جائے گا

پہاڑوں کے بارے میں فرمایا:۔

وَتَكُوْنُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ ۝لا (المعارج: ۹)
اور پہاڑ دھنی ہوئی رنگ دار اون کی طرح ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔

يَوْمَ تَرْجُفُ الْاَرْضُ وَالْجِبَالُ وَكَانَتِ الْجِبَالُ كَثِيْبًا مَّهِيْلًا ۝ (مزمل:۱۴)
جس دن زمین اور پہاڑ لرزیں گے اور پہاڑ ریگ رواں کے تودے ہو جائیں گے۔

یہ بھی واضح کر دیا کہ سورج، چاند اور ستارے سب بے نور ہو جائیں گے۔

يَسْئَلُ اَيَّانَ يَوْمُ الْقِيٰمَةِ ۝ط فَاِذَا بَرِقَ الْبَصَرُ ۝لا وَخَسَفَ الْقَمَرُ وَجُمِعَ الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ ۝لا (القیامہ:۶ تا ۹)
پوچھتا ہے کہ قیامت کا دن کب ہوگا؟ پس جب آنکھیں چندھیاں جائیں گی اور چاند بے نور ہو جائے گا اور سورج اور چاند اکٹھے کر دیئے جائیں گے۔

الغرض جب ساری کائنات ختم ہو جائے گی تو اس وقت سوا اس واحد حقیقی کے کوئی نہ ہوگا۔ وہ فرمائے گا۔ لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ ط آج کس کی بادشاہت ہے، کہاں ہیں جبارین؟ کہاں ہیں متکبرین؟ مگر کون ہے جو جواب دے گا۔ پھر خود ہی فرمائے گا۔ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ صرف اللہ واحد قہار کی سلطنت ہے۔

۱۹۔ روزِ محشر

موت کے بعد دوبارہ زندہ ہونے پر یقین رکھنا بھی ایمان کا لازمی جزو ہے لہٰذا ساری کائنات کے فنا ہونے کے بعد پھر جب اللہ تعالیٰ چاہے گا تو حضرت اسرافیل علیہ السلام کو زندہ فرمائے گا اور صور کو پیدا کر کے دوبارہ پھونکنے کا حکم دے گا۔ پھر از سر نو زمین و آسمان، چاند و سورج موجود ہوں گے۔ پھر ایک مینہ برسے گا جس سے سبزہ کے مثل زمین کا ہر ذی روح،

اپنے جسم کے ساتھ زندہ ہوگا۔ سب سے پہلے حضور انور ﷺ قبر انور سے برآمد ہوں گے کہ دائیں ہاتھ میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا ہاتھ ہوگا اور بائیں ہاتھ میں حضرت فاروق اعظم کا ہاتھ (رضی اللہ عنہما) پھر مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے مقابر میں جتنے بھی مسلمان دفن ہیں، سب کو اپنے ہمراہ لے کر میدان حشر میں تشریف لے جائیں گے۔

ثُمَّ نُفِخَ فِيْهِ اُخْرٰى فَاِذَا هُمْ قِيَامٌ يَّنْظُرُوْنَ۔ (الزمر: ٦٨)
پھر وہ دوسری دفعہ پھونکا جائے گا تو یکایک وہ کھڑے دیکھ رہے ہوں گے۔

حشر صرف روح کا نہیں بلکہ روح و جسم دونوں کا ہے جو کہے صرف روحیں ہی اٹھیں گی، جسم زندہ نہ ہوں گے، وہ کافر ہے اور جو روح جس جسم کے ساتھ متعلق ہوگی اس روح کا حشر اسی جسم میں ہوگا۔ یہ نہیں کہ کوئی نیا جسم پیدا کر کے اس کے ساتھ روح متعلق کردی جائے۔

وَكُلُّهُمْ اٰتِيْهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَرْدًا (مریم: ٩٥)
اور ہر ایک ان میں سے اس کے ہاں اکیلا آئے گا۔

جسم کے اجزاء اگرچہ مرنے کے بعد متفرق ہوگئے اور مختلف جانوروں کی غذا بن گئے یا ریزہ ریزہ ہو کر ہوا کے ساتھ اڑ گئے ہوں۔ اللہ تعالیٰ ان سب اجزاء کو جمع فرما کر پہلی ہیئت پر لا کر انہیں اجزائے اصلیہ پر کہ محفوظ ہیں، دوبارہ ترکیب دے گا اور قیامت کے دن اٹھائے گا۔

قیامت کو پہلے زمانہ کے اور بعد والے سب جمع کر دیئے جائیں گے۔

هٰذَا يَوْمُ الْفَصْلِ جَمَعْنٰكُمْ وَالْاَوَّلِيْنَ۔ (مرسلات: ٣٨)
یہ فیصلہ کا دن ہے ہم تمہیں اور پہلوں کو جمع کردیں گے۔

سب لوگ قبروں سے دوڑتے ہوئے نکلیں گے اور میدان قیامت میں جمع ہوں گے فرمایا:

يَوْمَ يَخْرُجُوْنَ مِنَ الْاَجْدَاثِ سِرَاعًا كَاَنَّهُمْ اِلٰى نُصُبٍ يُّوْفِضُوْنَ۔ (المعارج: ٤٣)
جس دن وہ قبروں سے دوڑتے ہوئے نکل پڑیں گے، گویا وہ ایک نشان کی طرف دوڑتے جا رہے ہوں۔

قیامت کے دن سب لوگ برہنہ حالت میں اور بے ختنہ اٹھیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

كَمَا بَدَاْنَآ اَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِيْدُهٗ وَعْدًا عَلَيْنَا اِنَّا كُنَّا فٰعِلِيْنَ۔ (الانبیاء: ١٠٤)
جس طرح ہم نے پہلی بار پیدا کیا تھا دوبارہ بھی پیدا کریں گے۔ یہ ہمارے ذمہ وعدہ ہے بیشک ہم پورا کرنے والے ہیں۔

محشر کے روز دوبارہ زندہ ہونے کے بعد ہر کوئی حیرت زدہ ہوگا اور ہر کوئی ادھر ادھر نگاہیں اٹھا کر دیکھے گا۔ کسی کو اپنے پرائے کا ہوش نہ ہوگا۔ مومنین کی قبروں پر اللہ تعالیٰ کی رحمت سے سواریاں حاضر کی جائیں گی۔ ان میں سے بعض تنہا سوار ہوں گے اور کسی سواری پر دو، کسی پر تین، کسی پر چار، کسی پر دس ہوں گے۔ مراتب اور درجات ایمان و اعمال کا لحاظ رکھا جائیگا جبکہ کافر منہ کے بل چلتا ہوا میدان حشر کو جائے گا۔ کسی کو ملائکہ گھسیٹ کر لے جائیں گے اور کسی کو آگ جمع کرے گی۔

سب کو زندہ کر کے اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش کیا جائے گا۔ فرمایا۔

وَ عُرِضُوْا عَلٰى رَبِّكَ صَفًّا ط (کہف:۴۸)

اور سامنے آئیں گے تیرے رب کے صف باندھ کر۔

یہ بھی بتا دیا کہ قیامت کا دن پچاس ہزار سال کے برابر طویل ہوگا۔ اگر یہ دن آرام کا ہوا تو بہت خوش نصیبی ہے اور اگر یہ دن تکلیف کا ہوا تو پچاس ہزار سال تکلیف اٹھانا پڑے گی۔ اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو عذاب سے محفوظ رکھے۔ فرمایا:

تَعْرُجُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ اِلَيْهِ فِیْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗ خَمْسِيْنَ اَلْفَ سَنَةٍ ط (معارج:۴)

فرشتے اور اہل ایمان کی روحیں اس کے پاس چڑھ کر جاتی ہیں (اور وہ عذاب) اس دن ہوگا جس کی مقدار پچاس ہزار سال کی ہے۔

قیامت کے دن کافروں کے چہرے سیاہ ہوں گے اور ان پر لعنت برستی ہوگی اور مسلمانوں کے چہرے تروتازہ اور روشن ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

يَّوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوْهٌ وَّتَسْوَدُّ وُجُوْهٌ ج فَاَمَّا الَّذِيْنَ اسْوَدَّتْ وُجُوْهُهُمْ قف اَكَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ۝ وَاَمَّا الَّذِيْنَ ابْيَضَّتْ وُجُوْهُهُمْ فَفِیْ رَحْمَةِ اللّٰهِ ط هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ۔ (آل عمران: ۱۰۶،۱۰۷)

جس دن بعضے منہ سفید اور بعضے منہ سیاہ ہوں گے سو وہ جن کے منہ سیاہ ہوں گے ان سے کہا جائے گا۔ کیا تم ایمان لا کر کافر ہو گئے تھے؟ اب اس کفر کے بدلے میں عذاب چکھو اور وہ لوگ جن کے منہ سفید ہوں گے تو وہ اللہ کی رحمت میں ہوں گے اور وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

مزید فرمایا کہ قیامت کے دن اس قدر خوف و ہراس طاری ہوگا کہ ماں بچے کو بھلا دے گی اور ڈر کے مارے لوگوں کی آواز سنائی نہیں دے گی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

یَوْمَ تَرَوْنَهَا تَذْهَلُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ عَمَّآ اَرْضَعَتْ وَتَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَهَا وَتَرَى النَّاسَ سُكٰرٰى وَمَا هُمْ بِسُكٰرٰى وَلٰكِنَّ عَذَابَ اللّٰهِ شَدِيْدٌ۔ (حج:۲)

جس دن اسے دیکھو گے۔ ہر دودھ پلانے والی اپنے دودھ پیتے (بچے) کو بھول جائے گی اور ہر حمل والی اپنا حمل ڈال دے گی اور تجھے لوگ مدہوش نظر آئیں گے اور وہ مدہوش نہ ہوں گے لیکن اللہ کا عذاب سخت ہوگا۔

قیامت کا میدان سپاٹ ہوگا اور کوئی چھپنے کا مقام نہیں ہوگا۔ فرمایا۔

يَقُوْلُ الْاِنْسَانُ يَوْمَئِذٍ اَيْنَ الْمَفَرُّ ۝ كَلَّا لَا وَزَرَ ۝ اِلٰى رَبِّكَ يَوْمَئِذِ نِ الْمُسْتَقَرُّ ۝ (قیامۃ ۱۰ تا ۱۲)

اس دن انسان کہے گا کہ بھاگنے کی جگہ کہاں ہے۔ ہرگز نہیں، کہیں پناہ نہیں۔ اس دن آپ کے رب ہی کی طرف ٹھکانہ ہے۔

ان تمام آیات سے معلوم ہوا کہ میدان حشر بڑا سخت ہوگا۔ حشر کا میدان بہت وسیع و عریض ہوگا۔ زمین بالکل ہموار ہوگی۔ انسان مارے مارے پھر رہے ہوں گے۔ سورج بہت قریب ہوگا۔ اس کی گرمی سے زمین تانبے کی طرح ہوگی۔ تپش اور گرمی سے بھیجے کھولتے ہوں گے اور اس کثرت سے پسینہ نکلے گا کہ ستر گز زمین میں جذب ہو جائے گا۔ پھر اوپر چڑھے گا۔ کسی کے ٹخنوں تک ہوگا۔ کسی کے گھٹنوں تک، کسی کے کمر کمر، کسی کے سینے اور کسی کے گلے تک اور کافر کے منہ تک چڑھ کر مثل لگام کے جکڑ جائے گا جس میں وہ ڈبکیاں کھائے گا۔ زبانیں سوکھ کر کانٹا ہو جائیں گی اور دل ابل کر گلے تک آ جائیں گے، دہشت سے طاقت طاق ہوگی۔ بھائی بھائی سے بھاگتا ہوگا، ماں باپ اولاد سے، خاوند بیوی سے بھاگتا ہوگا، کوئی کسی کا پرسانِ حال نہ ہوگا۔ سب کو اپنی اپنی جان کی فکر پڑی ہوگی۔ نفسی نفسی کا شور برپا ہوگا، ہزار مصائب ہوں گے۔

جب پچاس ہزار سال والا دن تقریباً آدھا گزر جائے گا تو مسلمان یہ خیال کریں گے کہ انبیائے کرام دنیا میں حاجت برآری کا وسیلہ تھے تو یہاں بھی حاجت روائی انہیں کے ذریعہ ہوگی۔ آخر سب مشورہ کریں گے کہ آؤ کوئی سفارشی تلاش کریں جو ہمیں اس قیامت

اور حشر کے عذاب سے نجات دلوائے۔ چنانچہ سب ابوالبشر حضرت آدم علیہ السلام کے پاس جائیں گے اور عرض کریں گے آپ ہم سب کے باپ ہیں، اللہ کے خلیفہ ہیں، مسجود ملائکہ ہیں۔ اللہ نے خود اپنے دست قدرت سے آپ کو بنایا ہے۔ آج اللہ تعالیٰ کے ہاں ہماری شفاعت فرمائیں گے تاکہ حساب و کتاب شروع ہو اور ہمیں اس قیامت کے عذاب سے نجات ملے۔ آپ نفسی نفسی کہتے ہوئے فرمائیں گے۔ اِذْهَبُوْا اِلٰی غَیْرِیْ۔ کسی اور کے پاس جاؤ میرا یہ رتبہ نہیں، مجھے تو آج اپنی جان کی فکر ہے، کیونکہ آج اللہ نے ایسا غضب فرمایا ہے کہ نہ پہلے اتنا کبھی غضب فرمایا اور نہ آئندہ فرمائے گا۔ لہٰذا نوح علیہ السلام کے پاس جاؤ لوگ گرتے پڑتے آپ کے پاس آئیں گے آپ بھی نفسی نفسی کہتے ہوئے فرمائیں گے۔ اِذْهَبُوْا اِلٰی غَیْرِیْ کسی اور کے پاس جاؤ۔ آخر جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس حاضر ہوں گے تو آپ بھی شفاعت سے انکار فرمانے کے بعد فرمائیں گے۔ تم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جاؤ۔ وہ خاتم النبیین ہیں وہی آج تمہاری شفاعت فرمائیں گے۔

چنانچہ سارے لوگ مومن و کافر، گرتے اٹھتے ٹھوکریں کھاتے، روتے چلاتے، دہائی دیتے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ بے کس پناہ میں حاضر ہوں گے اور عرض کریں گے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہماری حالتِ زار کو ملاحظہ فرمائیں۔ ہم کس مصیبت میں ہیں۔ کس طرح در در کی ٹھوکریں کھا کر ہم آپ کے دروازہ پر آئے ہیں۔ ہماری فریاد سنیں، ہماری دستگیری فرمائیں اور اللہ تعالیٰ کے دربار میں ہماری شفاعت فرمائیں تاکہ ہمیں اس قیامت کے عذاب سے نجات ملے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرمائیں گے۔ اَنَا لَهَا میں اس کام کے لئے تیار ہوں۔ اَنَا صَاحِبُکُمْ میں ہی تمہاری شفاعت کرنے والا ہوں جسے تم جگہ جگہ ڈھونڈتے رہے ہو۔

اس کے بعد حضور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہوں گے اور سجدہ فرمائیں گے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا۔ پیارے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! سر اٹھاؤ اور کہو، تمہاری بات مانی جائے گی اور مانگو جو مانگو گے، ملے گا۔ شفاعت کرو تمہاری شفاعت قبول کی جائے گی۔

۳۰۔ شفاعت

اللہ تعالیٰ کے حکم سے قیامت کے دن انبیاء کرام، اولیاء، صلحاء، اور شہداء، گنہگار، اہل ایمان کی شفاعت کریں گے۔ اللہ تعالیٰ ان کی شفاعت قبول فرما کر بیشمار گنہگار مسلمانوں کو

بخشے گا۔ سب سے پہلے شفاعت کا دروازہ ہمارے نبی ﷺ کھولیں گے۔ پھر دوسرے نبیوں اور رسولوں اور مقبولان خدا کو شفاعت کی اجازت ہوگی۔

شفاعت برحق ہے اور قرآن پاک اور حدیثوں سے ثابت ہے جس کا انکار قرآن مجید کی واضح آیتوں اور رسول خدا ﷺ کی بیشمار صحیح حدیثوں کا انکار ہے اس لئے شفاعت کا منکر بدعقیدہ اور گمراہ ہے۔

حضور ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ ہر نبی کو اللہ تعالیٰ نے ایک خاص مقبول دعا عنایت فرمائی ہے۔ سب نے وہ دعا اسی دنیا میں مانگ لی۔ لیکن میں نے وہ دعا قیامت کے دن امت کی شفاعت کے لئے محفوظ رکھی ہوئی ہے۔ میری وہ دعاء شفاعت انشاء اللہ ہر صاحب ایمان امتی کو نصیب ہوگی۔ (بخاری و مسلم) میری شفاعت امت کے کبیرہ گناہ والوں کے لئے ہے۔ (ترمذی، ابوداؤد)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا جس نے میری شفاعت کا انکار کیا۔ اس کو شفاعت نصیب نہ ہوگی اور جس نے حوض کوثر کی تکذیب کی اس کو بھی آب کوثر نصیب نہ ہوگا۔ (غنیۃ الطالبین)

شفاعت کے عقیدہ کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ خالق و مالک و شہنشاہ حقیقی ہے اس کو نہ کسی قسم کا لالچ ہے نہ ڈر۔ نہ وہ کسی کے دباؤ میں ہے نہ اس پر کسی کی دھونس یا زور چلتا ہے اسی نے اپنی قدرت کاملہ اور حکمت بالغہ سے اپنے بندوں میں سے اپنے محبوبوں کو چن لیا اور اپنے تمام محبوبوں کا سردار، مدنی تاجدار، احمد مختار ﷺ کو کیا۔ وہ بکمال بے نیازی، اپنے کرم سے اپنے محبوبانِ کرام کی ناز برداری فرماتا ہے۔ اسی نے اپنے محبوبوں کی عظمت وجلالت اور شان محبوبیت دکھانے کے لئے اور ان کی شوکت و وجاہت ظاہر فرمانے کے لئے ان کو اپنے گناہگار بندوں کا شفیع بنایا اور انہیں منصب شفاعت عطا فرمایا اور وہی اپنے کرم سے انبیاء، اولیاء، علماء، و شہداء اور اہل شفاعت کی شفاعت قبول فرمائے گا۔ ہمیشہ یاد رکھیں کہ شفاعت کے معنی ہیں۔ کسی شخص کو اپنے بڑے کے حضور میں اپنے چھوٹے کے لئے سفارش کرنا۔ شفاعت دھمکی اور دباؤ سے کسی بات کے منوانے کو نہیں کہتے اور نہ ہی شفاعت ڈر کر یا دب کر مانی جاتی ہے۔

ارشاد فرمایا۔ قیامت کے دن تین قسم کے لوگ شفاعت کریں گے۔ انبیاء، علماء اور

شہید۔ (ابن ماجہ) میری امت سے کوئی ایک گروہ کی، کوئی ایک قبیلہ کی، کوئی ایک خاندان کی اور کوئی صرف ایک آدمی کی شفاعت کرے گا۔ اللہ تعالیٰ ان کی شفاعت قبول فرما کر سب کو جنت میں داخل فرمائے گا۔ (ترمذی) میرا ایک امتی ایسا بھی ہے جس کی شفاعت سے بنی تمیم کے افراد کی تعداد سے زیادہ لوگ جنت میں داخل ہوں گے۔ (ترمذی، ابن ماجہ) وہ عثمان غنی یا اویس قرنی ہیں۔ (مرقاۃ)

تمام انبیائے کرام علیہم السلام اپنی اپنی امت کی شفاعت فرمائیں گے، اولیائے کرام، حفاظ حجاج اور ہر وہ شخص جسے کوئی منصب دینی ملا ہے، کل بروز قیامت اپنے اپنے متعلقین کی شفاعت کریں گے بلکہ نابالغ بچے جو مر گئے، اپنے ماں باپ کی شفاعت کریں گے بلکہ آتش دوزخ سے نجات پانے والے مسلمان، اپنے ان بھائیوں کی رہائی کے لئے جو آتش دوزخ میں ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ کے حضور شفاعت وسوال میں مبالغہ کریں گے اور اللہ تعالیٰ سے اذن پاکر مسلمانوں کی کثیر تعداد کو پہچان پہچان کر دوزخ سے نکالیں گے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کئی قسم پر ہے۔

(۱) شفاعت کبریٰ: یعنی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ شفاعت جو تمام مخلوق، مومن و کافر، فرمانبردار، موافق ومخالف اور دوست ودشمن سب کے لئے ہوگی اور وہ انتظار حساب جو سخت جاں گزا ہوگا جس کے لئے لوگ تمنائیں کریں گے کہ کاش جہنم میں پھینک دیئے جاتے اور اس انتظار سے نجات پاتے۔ اس بلا سے چھٹکارا کافروں کو بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بدولت ملے گا جس پر اولین وآخرین، مومنین وکافرین، موافقین ومخالفین سب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حمد کریں گے۔ اس کا نام مقام محمود ہے اور یہ مرتبہ شفاعت کبریٰ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص سے ہے۔

(۲) بہتوں کو بلا حساب جنت میں داخل فرمائیں گے۔

(۳) بہتیرے وہ ہوں گے جو مستحق جہنم ہو چکے، ان کو جہنم میں جانے سے روکیں گے۔

(۴) بعضوں کی شفاعت فرما کر جہنم سے نکالیں گے۔

(۵) بعضوں کے درجات بلند فرمائیں گے۔

(۶) بعضوں سے تخفیف عذاب فرمائیں گے۔

(۷) جن کی نیکیاں اور برائیاں برابر ہوں گی۔ انہیں بہشت میں داخل فرمائیں گے۔

(۸) یہاں تک کہ جس کے دل میں رائی کے دانہ سے بھی کم ایمان ہوگا اس کے لئے

شفاعت فرما کر جہنم سے نکالیں گے۔

(۹) یہاں تک کہ جو سچے دل سے مسلمان ہوا اگر چہ اس کے پاس کوئی نیک عمل نہیں ہے۔ اسے بھی دوزخ سے نکالیں گے۔

۲۱-اعمال نامہ

اعمال نامہ انسان کے اچھے اور برے اعمال کا آئینہ ہے جو روزانہ انسان کرتا ہے اور اللہ کے فرشتے اسے لکھ کر محفوظ کر لیتے ہیں۔ یہ اعمال نامہ ہر شخص کو قیامت کے روز دیا جائے گا تا کہ وہ خود دیکھ لے کہ اس نے کیا اچھا کیا ہے اور کیا برا کیا ہے کیونکہ اعمال نامے میں ہر انسان کے دنیا میں کیے گئے تمام اعمال درج ہوں گے۔ اس کے بارے میں خود ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

وَوُضِعَ الْكِتٰبُ فَتَرَى الْمُجْرِمِيْنَ مُشْفِقِيْنَ مِمَّا فِيْهِ وَيَقُوْلُوْنَ يٰوَيْلَتَنَا مَالِ هٰذَا الْكِتٰبِ لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً اِلَّا اَحْصٰهَا وَوَجَدُوْا مَا عَمِلُوْا حَاضِرًا ط وَلَا يَظْلِمُ رَبُّكَ اَحَدًا۔ (الکہف:۴۹)

اور اعمال نامہ رکھ دیا جائے گا۔ پھر تو مجرموں کو دیکھے گا کہ اس چیز سے ڈرنے والے ہوں گے جو اس میں ہے اور کہیں گے افسوس ہم پر یہ کیسا اعمالنامہ ہے کہ اس نے کوئی چھوٹی یا بڑی بات نہیں چھوڑی مگر سب کو محفوظ کیا ہوا ہے اور جو کچھ انہوں نے کیا تھا سب کو موجود پائیں گے اور تیرا رب کسی پر ظلم نہیں کرے گا۔

مسلمانوں کو دائیں ہاتھ میں نامہ اعمال ملے گا، وہ خوش ہوں گے اور کفار کو بائیں ہاتھ میں پیچھے کی طرف سے اعمال نامہ دیا جائے گا جو ان کے مجرم اور جہنمی ہونے کی نشانی ہوگا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

فَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ بِيَمِيْنِهٖ فَسَوْفَ يُحَاسَبُ حِسَابًا يَّسِيْرًا o لا وَّيَنْقَلِبُ اِلٰٓى اَهْلِهٖ مَسْرُوْرًا o وَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ وَرَآءَ ظَهْرِهٖ o فَسَوْفَ يَدْعُوْا ثُبُوْرًا o وَّيَصْلٰى سَعِيْرًا o ط (الانشقاق:۷ تا ۱۲)

پس جس کا اعمال نامہ اس کے دائیں ہاتھ میں دیا گیا تو اس سے آسانی کے ساتھ حساب لیا جائے گا اور وہ اپنے اہل و عیال میں خوش واپس آئے گا اور لیکن جس کو اعمال نامہ پیٹھ پیچھے سے دیا گیا تو وہ موت کو پکارے گا اور وہ دوزخ میں داخل ہوگا۔

ہر آدمی اس وقت یقین کر لے گا کہ ذرہ ذرہ بلا کم وکاست اس میں موجود ہے، اپنے گناہوں کی فہرست پڑھ کر مجرم خوف کھائیں گے کہ دیکھئے آج کیسی سزا ملتی ہے اور کافروں کا تو خوف کے مارے برا حال ہوگا۔

قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ہر آدمی سے اس کے عمل کے بارے میں پوچھے گا اور سوال کرے گا اور یہ سوال برحق ہے۔ چنانچہ نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن بندۂ مومن کو اپنے قریب کر کے اس کو نورانی پردے میں چھپا کر پوچھے گا اے میرے بندے! تجھے فلاں گناہ یاد ہے فلاں گناہ یاد ہے؟ بندہ عرض کرے گا ہاں میرے رب! مجھے یاد ہے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ اس سے اس کے تمام گناہوں کا اقرار کروائے گا اور بندہ اس وقت دل میں یہ کہے گا کہ اب مارا گیا تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا میں نے تیرے گناہوں کو دنیا میں لوگوں سے چھپائے رکھا۔ جا آج میں تیرے گناہوں کو معاف کرتا ہوں۔ پھر اللہ تعالیٰ اس بندے کو اس کی نیکیوں کی کتاب دے گا لیکن کافروں اور منافقوں کو سب کے سامنے سر محشر علانیہ ندا دے گا اور فرمائے گا یہ ہیں وہ لوگ جنہوں نے اپنے رب کے متعلق جھوٹ بولا۔ سنو! ان ظالموں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت اور پھٹکار ہے۔ (بخاری شریف)

۲۲-میزان

قیامت کے دن ہر انسان وجن کے تمام اچھے اور برے اعمال کا وزن ہوگا۔ یہ وہ ترازو ہے جس کے ذریعہ نیکیاں اور برائیاں تولی جائیں گی جس کی نیکیاں زیادہ ہوں گی وہ جنت میں جائے گا اور جس کی برائیاں زیادہ ہوں گی اگر اللہ تعالیٰ نے اسے معاف نہ کیا تو اسے سزا ملے گی۔

فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ○ وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فِيْ جَهَنَّمَ خٰلِدُوْنَ ○ (مومنون:۱۰۳،۱۰۲)

تو جن کی نیکیوں کا پلہ بھاری ہوگا وہی نجات پانے والے ہیں اور جن کا پلہ ہلکا ہوا یہ وہی ہیں جنہوں نے خود کو گھاٹے میں رکھا اور وہ دوزخ میں رہنے والے ہیں۔

وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْـًٔا (الانبیاء:۴۷)

اور ہم قیامت کے دن عدل کے ترازو رکھیں گے تو کسی جان پر کچھ ظلم نہ ہوگا۔

میزان ترازو کو کہتے ہیں اور اعمال کے تولنے کے لیے قیامت میں جو میزان نصب کی جائے گی اس کی کیفیت کے بارے میں اللہ اور اس کا رسول ﷺ بہتر جانتا ہے۔ ہمیں تو اس پر عقیدہ رکھنا چاہیے کہ میزان حق ہے اور اس پر لوگوں کے تمام نیک و بد اعمال تولے جائیں گے جن کے اعمال کا پلہ وزنی ہوگا وہ کامیاب ہیں اور جن کا وزن ہلکا ہوگا وہ خسارے میں رہیں گے۔ نیکی کا پلہ بھاری ہونے کے یہ معنی ہیں کہ اوپر اٹھے' دنیا کا سا معاملہ نہیں کہ جو بھاری ہوتا ہے نیچے کو جھکتا ہے۔

۲۳۔حساب

قیامت کے روز اعمال کا حساب ہوگا اسی لیے اس دن کو روز حساب بھی کہا جاتا ہے۔ اس لیے عقیدہ حساب برحق ہے اور اس کا انکار کفر ہے۔ حساب کے متعلق عقائد حسب ذیل ہیں:۔

عقیدہ۱: حساب کا مطلب ہے باز پرس' قیامت کے روز اللہ تعالیٰ حساب لینے کا مجاز ہے۔ جس سے چاہے حساب لے اور جسے چاہے بغیر حساب کے بخش دے۔ یہ اس کی مرضی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ جو تمہارے دل میں ہے خواہ اسے ظاہر کرو یا چھپاؤ اللہ تم سے ضرور اس کا حساب لے گا۔ (البقرۃ:۲۸۴) ایک اور مقام پر ارشاد ہے کہ حساب لینا ہمارے اختیار میں ہے۔

عقیدہ۲: برے لوگوں سے سختی سے حساب لیا جائے گا۔ خاص کر کافروں کا حساب سخت ہوگا کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ جنہوں نے اسے قبول نہ کیا وہ اگر زمین کی ساری دولت کے بھی مالک ہوں اور اتنی ہی اور حاصل کر لیں تو وہ اللہ کی گرفت سے بچنے کے لیے اس کو بھی دینے کے لیے تیار ہو جائیں گے لیکن یہ وہ لوگ ہیں جن کا بری طرح حساب لیا جائے گا اور ان کا ٹھکانہ جہنم ہے جو بہت ہی برا ٹھکانا ہے۔ (الرعد:۱۸)

عقیدہ۳: اہل ایمان سے حساب لینے میں نرمی استعمال کی جائے گی اور ان سے ہلکا حساب لیا جائے گا اور ان کی نیکیوں کی بناء پر ان کی برائیوں سے درگزر کیا جائے گا۔ ان کی مجموعی طور پر نیکیوں کو مدنظر رکھتے ہوئے انہیں معاف کر دیا جائے گا۔ یہ اللہ کے ہاتھ میں ہوگا۔ بعض حالات میں یوں بھی ہوگا کہ جس کے گناہوں کے دفتر کے دفتر بھرے ہوں گے وہ ان میں سے کسی امر کا انکار نہ کر سکے گا اور نہ کوئی عذر اس کے پاس ہوگا۔ اس وقت ایک پرچہ جس میں کلمہ شہادت لکھا ہوگا اسے دیا جائے گا کہ جا تلوا۔ پھر ایک پلے میں وہ سب دفتر

رکھے جائیں گے اور ایک میں وہ پرچہ' قدرت الٰہی سے وہ پرچہ ان دفتروں سے بھاری ہو جائے گا اور وہ ہشاش بشاش داخل جنت ہوگا۔ حق ہے کہ اس غفور ورحیم کی رحمت کی کوئی انتہاء نہیں جس پر رحم فرمائے' تھوڑی چیز بھی بہت کثیر ہے۔ اس کی رحمت چاہے تو کروڑوں برس کے گناہ ایک نیکی سے معاف فرما دے بلکہ ان گناہوں کو نیکیوں سے بدل دے۔

عقیدہ ٤: حساب لیتے وقت ہر ایک کو اس کے اعمال سے آگاہ کیا جائے گا کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ''عنقریب اللہ ان کو بتلا دے گا کہ وہ دنیا میں کیا کرتے رہیں ہیں۔'' (المائدہ:۵) مزید ارشاد ہے کہ ''اور بھی اللہ اور اس کا رسول ﷺ تمہارے کردار کو دیکھے گا' پھر تم اس کی طرف لوٹائے جاؤ گے' وہ حاضر اور غیب کو خوب جانتا ہے۔ پھر جو کچھ تم کرتے رہے ہو اس سے وہ تمہیں آگاہ کر دے گا۔'' (توبہ:۹۴)

مزید ارشاد ہے کہ ''ان کو ہماری طرف لوٹ کر آنا ہے۔ جو کچھ وہ کرتے رہے ہیں وہ ہم سب کچھ بتلا دیں گے کیونکہ اللہ تعالیٰ سینوں کی پوشیدہ باتیں بھی جاننے والا ہے۔'' (لقمان:۲۳)

عقیدہ ۵: حساب کے وقت ذرہ ذرہ نیکی اور بدی دکھلا دی جائے گی ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ''پس جس نے ذرا بھر نیکی کی ہے وہ اسے دیکھ لے گا اور جس نے ذرہ بھر بدی کی ہو گی وہ اسے دیکھ لے گا۔'' (زلزال:۷) مزید ارشاد ہے کہ ''جیسے جیسے عمل وہ کرتے ہیں' ان کی خرابیاں ان پر ظاہر ہو جائیں گی اور جس عذاب کو وہ مذاق خیال کرتے ہیں وہ نازل ہو کے رہے گا۔ (سجدہ:۴۸)

عقیدہ ٦: بعض کافر ایسے ہوں گے کہ جب انہیں نعمتیں یاد دلا دلا کر پوچھا جائے گا کہ تو نے کیا کیا؟ اس وقت بحکم الٰہی اس کے بدن کے تمام اعضاء اس کے خلاف گواہی دیں گے کہ یہ تو ایسا ایسا تھا اور وہ جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔ کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ''آج ہم ان کی قوت گویائی پر مہر لگا دیں گے' ان کے ہاتھ ہم سے بولیں گے اور ان کے پاؤں گواہی دیں گے جو جو وہ عمل کیا کرتے تھے۔ (یٰسین:۶۵)

۲۴- پل صراط

پل کی طرح کا ایک راستہ ہے جسے صراط کہا جاتا ہے۔ یہ پل جہنم پر ہوگا اور جنت میں جانے کے لیے اس پل سے گزر کر جانا پڑے گا۔ یہ صراط بال سے زیادہ باریک اور تلوار سے

زیادہ تیز ہوگا۔ اس کی حقیقت کو ماننا ہمارے ایمان کا ایک لازمی جزو ہے۔ اس کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:۔

وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا كَانَ عَلٰى رَبِّكَ حَتْمًا مَّقْضِيًّا ۝ ثُمَّ نُنَجِّى الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَّنَذَرُ الظّٰلِمِيْنَ فِيْهَا جِثِيًّا ۝
(مریم ۷۱۔۷۲)

اور تم میں سے کوئی شخص نہیں مگر اسے اس پر گزرنا ہوگا۔ یہ تمہارے پروردگار پر لازم اور مقرر ہے پھر ہم پرہیزگاروں کو نجات دیں گے اور ظالموں کو اس میں گھٹنوں کے بل پڑا ہوا چھوڑ دیں گے۔

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ بعض مسلمان جہنم سے نجات پائیں گے تو انہیں جنت اور دوزخ کے درمیان ایک پل کے اوپر روک لیا جائے گا ایک دوسرے سے ان مظالم کا بدلہ لیں جو دنیا میں کیے تھے یہاں تک کہ جب حقوق کا معاملہ پاک ہو جائے گا تو انہیں جنت میں داخل ہونے کی اجازت دی جائے گی۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی جان ہے۔ تم میں سے ہر ایک جنت میں اپنی رہائش گاہ کو اس سے زیادہ جانے گا جتنا دنیا کے اندر وہ اپنے مکان کو جانتا تھا۔ (بخاری)

اس پل سے گزرنے کی کیفیات اپنے اپنے اعمال کے مطابق ہوں گی۔ نیک لوگوں کے لیے اس صراط کو عبور کرنا بالکل آسان ہوگا جبکہ برے لوگوں کے لیے اسے عبور کرنا بہت مشکل اور گراں ہوگا۔ انبیاء اور اولیاء تو اس پل صراط کو چشم زدن میں عبور کر جائیں گے۔ سب سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس پل کو پار کریں گے۔ اسکے بعد دوسرے انبیاء اور مرسلین اس پل سے گزریں گے۔ ان کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت اور پھر دوسری امتیں گزریں گی۔ نیکوکاروں میں بعض تو ایسی تیزی سے گزر جائیں گے جیسے بجلی کوندا کہ ابھی چمکا ابھی غائب ہو گیا۔ ابھی ادھر تھے ابھی ادھر پہنچے۔ بعض تیز ہوا کی طرح' کوئی ایسے جیسے پرندہ اڑتا ہے' بعض تیز گھوڑے کی طرح اور بعض ایسے جیسے آدمی دوڑتا ہے بعض آہستہ آہستہ' یہاں تک کہ بعض سرین پر گھسیٹتے ہوئے اور بعض گرتے پڑتے' لنگڑاتے ہوئے اس پل پر سے گزر جائیں گے اور بعض چیونٹی کی چال چل کر پار ہو جائیں گے۔ غرض نیک سلامت رہیں گے اور اپنے اپنے درجے کے موافق وہاں سے صحیح سلامت گزر جائیں اور کافروں کے لیے

بڑی حسرت کا عالم ہوگا جبکہ وہ پل سے نہ گزر سکیں گے اور جہنم میں گر پڑیں گے۔

جب امت مسلمہ کے لوگ پل سے گزر رہے ہوں گے تو حضور ﷺ امت کی سلامتی کی دعا فرما رہے ہوں گے اور ان کی دعا ہی سے بہت سے مسلمان اس پل کو بآسانی عبور کرلیں گے یعنی حضور ﷺ سے محبت رکھنے والوں کو دعا بہت فائدہ پہنچائے گی۔

پل صراط کے دونوں جانب بڑے بڑے آنکڑے لٹکتے ہوں گے۔ جس شخص کے بارے میں حکم ہوگا اسے پکڑ لیں گے۔ مگر بعض تو زخمی ہو کر نجات پا جائیں گے اور بعض کو جہنم میں گرا دیں گے اور یہ ہلاک ہوں گے۔

۲۵-حوض کوثر

پانی کے بہت بڑے حوض یعنی تالاب کو حوض کوثر کہا جاتا ہے۔ یہ حوض اللہ تعالیٰ کی ایک بہت بڑی نعمت ہے جو حضور ﷺ کو مرحمت ہوا ہے کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:۔

اِنَّآ اَعْطَیْنٰکَ الْکَوْثَرَ ۝ بے شک ہم نے تجھے کوثر عطا فرمائی۔

یہ حوض کوثر اللہ کی حکمت سے پہلی مرتبہ تو میدان حشر میں ملے گا جبکہ محشر کی گرمی سے بے حد پیاس لگے گی اور کسی کو اس وقت پانی کی ضرورت بے پناہ تنگ کرے گی اس عالم میں ٹھنڈے پانی کے حوض کا مل جانا اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمتوں میں سے ہے۔ دوسری مرتبہ یہی حوض کوثر حضور ﷺ کو مستقل طور پر جنت میں عطا کردی گئی ہے۔

حوض کوثر بہت وسیع و عریض ہوگا۔ اس کا پانی دودھ کی طرح سفید، شہد کی طرح میٹھا اور برف سے زیادہ ٹھنڈا ہوگا۔ جس نے ایک بار پی لیا اسے جنت میں داخل ہونے تک پیاس نہ لگے گی اس کے متعلق حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ میرا حوض ایک مہینے کی مسافت تک ہے اس کے زاویے برابر ہیں اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید اور اس کی خوشبو مشک سے زیادہ ہے اور اس کے آبخورے آسمان کے تاروں جیسے ہیں جو اس سے ایک دفعہ پی لے گا اسے کبھی پیاس نہ لگے گی۔ (بخاری شریف)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حوض کوثر حق ہے۔ اس حوض کی مسافت ایک مہینے کی راہ ہے۔ اس کے کناروں پر موتی کے قبے ہیں۔ اس کی مٹی نہایت خوشبودار مشک کی ہے۔ اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید، شہد سے زیادہ میٹھا اور مشک سے پاکیزہ ہے۔ اس پر پانی

پینے کے برتن گنتی میں ستاروں سے بھی زیادہ ہیں جو ایک بار پیئے گا کبھی پیاسا نہ ہوگا۔

شب معراج جب حضور ﷺ نے جنت کی سیر کی تو وہاں حوض کوثر بھی دیکھا اس کے متعلق حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جب میں جنت کی سیر کر رہا تھا تو میں ایک بہت بڑے حوض پر پہنچا جس کے کنارے موتیوں کی طرح تھے۔ میں نے کہا اے جبرئیل علیہ السلام یہ کیا ہے؟ تو کہا یہ حوض کوثر ہے جو آپ کے رب نے آپ کو عطا فرمایا ہے اس کی مٹی خالص مشک ہے۔ (بخاری شریف)

حضور ﷺ حوض کوثر کے ساقی ہوں گے اور اپنے ہاتھ سے حوض سے آبخورے بھر بھر کر اپنی امت کو پلائیں گے۔ یہ امت کے لیے کتنی بڑی سعادت کی بات ہے۔

۲۶- دیدار الٰہی

آخرت کی دائمی زندگی میں دیدار الٰہی ہوگا۔ قیامت میں دیدار الٰہی کا عقیدہ رکھنا بالکل برحق ہے۔ اس لیے قیامت کے روز جو سب سے اعلیٰ اور افضل نعمت حاصل ہوگی وہ اللہ تعالیٰ کا دیدار ہے۔ یہ نعمت بہت عظیم نعمتوں میں سے ہے بلکہ اس نعمت کے برابر نہیں جسے ایک بار دیدار میسر ہوگا ہمیشہ ہمیشہ اس کے ذوق میں ڈوبا رہے گا' کبھی نہ بھولے گا' سب سے پہلے دیدار الٰہی حضور اقدس ﷺ کو ہوگا۔ آپ کے بعد درجہ بدرجہ انبیاء و مرسلین کو اور پھر تمام اولین و آخرین یعنی عامۃ المسلمین کو مولائے کریم ہمیں بھی نصیب فرمائے۔ آمین

وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ ۙ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ ۚ وَوُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍۭ بَاسِرَةٌ ۙ تَظُنُّ اَنْ يُّفْعَلَ بِهَا فَاقِرَةٌ ۝ قیامۃ (۲۲ تا ۲۵) اس روز بہت سے منہ رونق دار ہونگے (اور) اپنے پروردگار کے محو دیدار ہونگے اور بہت سے منہ اس دن اداس ہوں گے خیال کریں گے کہ ان پر مصیبت واقع ہونے کو ہے۔

حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ وقت آنے والا ہے جب قیامت میں تم اپنی آنکھوں سے اپنے پروردگار کو دیکھو گے (بخاری شریف)

حضرت ابو رزین رضی اللہ عنہ کا کہنا ہے کہ ایک مرتبہ میں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! قیامت کے روز ہم میں سے ہر ایک اپنے پروردگار کو دیکھ سکے گا؟ آپ نے فرمایا ہاں

زرین کہتے ہیں کہ میں نے پھر سوال کیا کہ اس کی کوئی دنیا میں مثال ہے؟ تو حضور ﷺ نے فرمایا کیا تم میں سے ہر کوئی چودھویں کے چاند کو نہیں دیکھتا؟ میں نے عرض کیا کہ بے شک دیکھتا ہے فرمایا کہ چاند تو اس کے علاوہ اور کچھ نہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سے ایک اچھی چیز ہے مگر اللہ تعالیٰ بہت بزرگ و برتر ہے۔ جب وہ اپنا دیدار کرانا چاہے گا تو اسے ہر کوئی بلا روک دیکھ سکے گا۔ (ابوداؤد)

اللہ عزوجل کا دیدار بلا کیف ہے یعنی مسلمان اسے دیکھیں گے مگر یہ نہیں کہہ سکتے کہ کیسے دیکھیں گے۔ عالم آخرت چونکہ اس عالم سے بالکل علیحدہ ایک عالم ہے اس لیے اس عالم پر اسے قیاس نہیں کیا جا سکتا۔ اس دنیا میں کسی چیز کو دیکھنے کے لیے ضروری ہے کہ وہ چیز آنکھوں کے سامنے ہو کسی ایک خاص جگہ ہو اس کے لیے کوئی مکان ہو اور وہ واجب الوجود تمام امور سے پاک و منزہ ہے کہ یہ سب چیزیں جسمیت کے لیے لازم ہیں۔

جنت میں بھی اللہ تعالیٰ کا دیدار ہوگا اور ہر جنتی اللہ تعالیٰ کو اپنی آنکھوں سے دیکھے گا۔ حضرت صہیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جب تمام جنتی جنت میں پہنچ جائیں گے تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا اور کیا چاہیے تو جنتی عرض کریں گے اللہ! تو نے ہمارے چہروں کو روشن کیا ہمیں جنت میں داخل کیا۔ ہمیں دوزخ سے نجات دی۔ ہمیں اور کیا چاہیے۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ تب حجاب اٹھا دیا جائے گا اور جنتی اللہ کی طرف دیکھیں گے اور اس وقت معلوم ہوگا کہ اہل جنت کو ایسی کوئی اور نعمت نہیں ملی جو اللہ تعالیٰ کے دیدار سے بڑھ کر ہو۔ پھر حضور ﷺ نے قرآن کی یہ آیت پڑھی جس کا مطلب یہ ہے کہ جن لوگوں نے اچھے کام کیے ہیں ان کی جزا بھی اچھی ہے یعنی دیدار الٰہی کا نصیب ہونا۔ (مسلم شریف)

۲۷۔ جنت

سرسبز و شاداب مقام کو جنت کہا جاتا ہے۔ جنت ایک ایسا مقام ہے جہاں ہر لحاظ سے راحت اور سکون ہے۔ وہاں کی زندگی غیر فانی ہوگی۔ جہاں خوشی ہوگی کوئی دکھ یا تکلیف نہ ہوگی یوم حساب کے بعد نیک لوگ اس جنت میں داخل ہوں گے اور ہمیشہ ہمیشہ اسی میں رہیں گے جنت کی حقیقت کو تسلیم کرنا اور اس پر یقین رکھنا ہمارے ایمان کا لازمی حصہ ہے۔ اس کے متعلق یہ تصور رکھنا کہ وہ ایک تصوراتی جگہ ہے گمراہ کن عقیدہ ہے اور ایسا عقیدہ رکھنا

اسلام کے منافی ہے یعنی جنت کی حقیقت سے کسی لحاظ سے بھی انکار کرنا کفر میں داخل ہے۔

عقیدہ ۱: جنت نعمتوں کا باغ ہے جہاں اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کے لیے ہر قسم کی نعمتوں کو جمع کر رکھا ہے۔ جنت کی نعمتیں اپنی مثال آپ ہیں اور تمام نعمتیں غیر فانی ہیں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں نے اپنے نیک بندوں کے لیے (جنت میں) وہ نعمتیں تیار کر رکھی ہیں جن کو نہ کسی آنکھ نے دیکھا اور نہ ان کے متعلق کسی کان نے سنا ہے بلکہ ان کا خیال تک بھی کسی انسان کے دل پر نہیں گزرا۔ اگر چاہو تو اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد پڑھ لو۔ فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ "مَّآ اُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ۔ کوئی بھی نہیں جانتا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی آنکھوں کی ٹھنڈک کے لیے کیا کچھ پوشیدہ کر رکھا ہے۔ (بخاری، مسلم)

عقیدہ ۲: جنت کی چوڑائی آسمانوں اور زمین کے برابر ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ تم اپنے پروردگار کی بخشش اور اس جنت کو حاصل کرنے میں سرعت سے کام لو جس کی چوڑائی آسمانوں اور زمین کی چوڑائی کے برابر ہے۔ جنت کے طول وعرض کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس ارشاد سے بھی پتہ چلتا ہے کہ جنت میں ادنیٰ درجہ کے جنتی کو جو رقبہ دیا جائے گا وہ زمین سے دس گنا ہوگا۔ (مسلم شریف) نیز حضور ﷺ کا ایک اور ارشاد ہے کہ جنت میں ایک درخت اتنا پھیلا ہوا ہے کہ اگر کوئی سوار اس کے سائے میں سو سال تک چلے تو اس کا سایہ ختم نہ ہوگا اور تمہاری کمان رکھنے کی جگہ مشرق ومغرب سے بہتر ہوگی۔

عقیدہ ۳: جنت آرام کی جگہ ہے۔ جنت میں کسی قسم کی تکلیف نہ ہوگی۔ جنت میں گرمی سردی نہیں بلکہ موسم اعتدال پر ہوگا اور جنت میں نہ ہی موت ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ''اصحاب جنت اس دن اچھی قیام گاہ اور بہتر خواب گاہ میں ہوں گے۔'' (فرقان:۲۴) مزید فرمایا کہ ''جنتی ہمیشہ اسی میں رہیں گے وہ کمال قسم کی قیام گاہ ہے۔ (فرقان:۷۶) مزید فرمایا کہ ''جنتی کہیں گے سب تعریف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جس نے ہم سے غم کو دور کیا بے شک ہمارا پروردگار بخشنے والا قدر دان ہے۔'' (فاطر:۳۴) جنت کے موسم کے بارے میں ارشاد ہے کہ ''اس میں نہ سورج کی تپش دیکھیں گے اور نہ شدید سردی''۔ (دھر:۱۳)

عقیدہ ۴: جنت کے محلات کے بارے میں یہ یقین رکھنا چاہیے کہ وہاں قسم قسم کے جواہر کے محل ہیں۔ ایسے صاف وشفاف کہ اندر کا حصہ باہر سے باہر کا اندر سے دکھائی دے

جنت کی دیواریں سونے چاندی کی اینٹوں اور مشک کے گارے سے بنی ہوئی ہیں۔ زمین زعفران کی اور کنکریوں کی جگہ موتی اور یاقوت ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ "یہی وہ ہیں جنہیں ان کے صبر کے صلے میں بالا خانے دیے جائیں گے جہاں سلامتی اور عافیت ہوگی۔" (فرقان:۷۵)

عقیدہ ۵: جنت میں نہریں ہیں، یہ نہریں پانی، دودھ، شہد اور شراب طہور کی ہیں اس کے متعلق ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ "وہ جنت جس کا متقیوں سے وعدہ کیا گیا ہے اس میں صاف اور شفاف پانی کی نہریں ہیں۔ دودھ کی نہریں ہیں جن کا ذائقہ بہت اچھا ہوگا اور شراب کی نہریں ہیں جو پینے والوں کو لذت دینے والی ہیں اور مصفیٰ شہد کی نہریں ہیں" (محمد:۱۵) نہروں کے علاوہ جنت میں چشمے بھی ہوں گے جنت کے پانی میں کافور ملا ہوگا اور بعض اوقات زنجبیل۔

عقیدہ ٦: جنت میں کھانے کے لیے ہر طرح کا رزق ملے گا۔ خاص کر جنت کا رزق پھلوں اور میووں کا ہوگا۔ جنتی کو جب کسی چیز کے کھانے کی خواہش ہوگی تو وہ چیز خود بخود اس کے پاس پہنچ جائے گی۔ اللہ تعالیٰ نے جنت کے رزق کو رزق کریم کہا ہے جنت میں کیلے، کھجوریں، انار اور انگوروں کے باغ ہوں گے بلکہ ہر قسم کے میوہ جات ہوں گے۔ جنت کے درخت نہایت ہی سرسبز وشاداب ہوں گے۔

عقیدہ ۷: کھانا کھانے کے بعد جنتی کے جسم میں کسی قسم کی نجاست نہ ہوگی بلکہ جنتی جو خوراک کھائے گا وہ تمام کی تمام حکمت الٰہی سے جسم میں جذب ہو جائے گی بلکہ کھانے کے بعد جنتی کو ایک فرحت بخش ڈکار آئے گی اور وہ سب کھانا ہضم ہو جائے گا۔ اس کے علاوہ جنت میں ہر طرح کی عیش ہوگی۔ جنت میں جنتیوں کی ہر طرح کی خواہش کو پورا کیا جائے گا کیونکہ ارشاد باری ہے کہ "جو وہ چاہیں گے ان کے پروردگار کے ہاں موجود ہوگا۔" (زمر:۳۴)

عقیدہ ۸: جنت میں ہر کوئی جوانی کی عمر میں رہے گا اور کبھی بوڑھا نہ ہوگا بلکہ سب کے سب نہایت ہی حسین وجمیل اور نازک ہوں گے۔ رنگ اتنے پاکیزہ کہ دیکھنے والا ان کی نزاکت اور آب دیکھ کر گمان کرے گا کہ موتی کے دانے بکھرے ہوئے ہیں اور جب تم اس مقام کو دیکھو تو خیال کرو کہ وہاں پر قسم قسم کے بے انتہاء نعمتیں ہیں اور لازوال سلطنت ہے۔ ان کے اوپر کے کپڑے باریک اور نہایت ہی چمکدار ریشم کے بنے ہوئے اور دبیز ریشم کے

کپڑے بھی ہوں گے جن کا رنگ سبز ہوگا اور شاہی مقرب اور درباریوں کی نشانی ظاہر کرنے کے لیے ان کے ہاتھوں میں چاندی کے کنگن ہوں گے۔

عقیدہ ۹: حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا پہلی جماعت جو جنت میں داخل ہوگی ان کی صورتیں چودھویں رات کے چاند کی طرح چمکدار ہوں گی اور یہ صورت انبیاء علیہم السلام کی ہوگی اور دوسری جماعت کی شکلیں چمکدار ستاروں کی طرح ہوں گی۔ ہر ایک آدمی کے واسطے دو بیویاں ہوں گی جن کی آنکھوں کی سفیدی انتہائی سفید اور ان کی پتلی انتہائی سیاہ ہوگی اور ان کی آنکھیں انتہائی فراخ ہوں گی۔ ہر بیوی کے اوپر ستر حلے ہوں گے ان کی پنڈلیوں کے اندر کا گودا نزاکت اور لطافت کی وجہ سے ہڈی اور گوشت کے باہر نظر آئے گا۔ ہمیشہ صبح و شام یہ بہشتی لوگ اللہ تعالیٰ کو یاد کریں گے نہ وہ بیمار ہوں گے نہ پیشاب پاخانہ کریں گے۔ نہ تھوکیں گے نہ ناک صاف کرنے کی ضرورت پیش آئے گی۔ ان کے برتن سونے اور چاندی کے ہوں گے۔ ان کی انگیٹھیوں کا کوئلہ عود (اگر) ہوگا اور ان کے پسینہ کی خوشبو مشک کی مانند ہوگی۔ سب آپس میں با اخلاق ہوں گے اور ان کی صورت اپنے باپ حضرت آدم علیہ السلام کی سی ہوگی اور ان کے قد آسمان میں ساٹھ ہاتھ کے ہوں گے۔ (بخاری و مسلم)

عقیدہ ۱۰: جنتیوں کے لیے سب سے بڑا اعزاز یہ ہوگا کہ وہ جنت میں اپنے پروردگار عزوجل کی زیارت کریں گے۔ عرش الٰہی ظاہر ہوگا اور رب تعالیٰ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ میں تجلی فرمائے گا اور خدا تعالیٰ کا دیدار ایسا صاف ہوگا جیسے آفتاب اور چودھویں رات کے چاند کو ہر ایک اپنی اپنی جگہ سے دیکھتا ہے کہ ایک کا دیکھنا دوسرے کے لیے مانع نہیں۔ ان میں اللہ عزوجل کے نزدیک سب میں معزز وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے وجہ کریم کے دیدار سے ہر صبح و شام مشرف ہوگا۔

۲۸- دوزخ

دوزخ ایک ایسا مقام ہے جسے اللہ تعالیٰ نے سزا یافتہ لوگوں کے لیے بنایا ہے۔ یہ جگہ گنہگاروں، نافرمانوں اور سرکشوں کو سزا دینے کے لیے ہے۔ اس مقام پر اللہ تعالیٰ کا جبر اور قہر ہے گویا کہ دوزخ اللہ تعالیٰ کی صفات قہاری اور جباری کا مظہر ہے۔ اس کے متعلق عقائد مندرجہ ذیل ہیں:-

عقیدہ ۱: عذاب دوزخ ایک حقیقت ہے۔اس کی اصلیت سے انکار کرنا اسلام کے منافی ہے بلکہ کفر میں شامل ہے۔دوزخ کافروں اور مشرکوں کے لیے ہے کیونکہ وہ اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔دوزخ بہت برا ٹھکانہ ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ''کافر جس میں داخل ہوں گے وہ بہت برا ٹھکانہ ہے'' (ص:۵۶) ایک اور مقام پر فرمایا کہ ''بے شک وہ بری قرار گاہ اور قیام گاہ ہے۔'' (فرقان:۶۶)

عقیدہ ۲: دوزخ کے اردگرد چاردیواری ہے۔ہر دیوار کا عرض چالیس سال کی مسافت کے برابر ہے۔پھر دوزخ کی گہرائی بہت زیادہ ہے۔صوفیاء کا قول ہے کہ دوزخ کی لمبائی اور چوڑائی کو خدا ہی بہتر جانتا ہے۔حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ہم رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت بابرکت میں بیٹھے ہوئے تھے کہ ہم نے کسی چیز کے گرنے کی آواز سنی۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تم جانتے ہو کہ یہ (آواز) کیا ہے؟ ہم نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول ہی خوب جانتے ہیں۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ ایک پتھر ہے جس کو خدا نے جہنم کے منہ پر (تہ میں گرنے کے لیے) چھوڑا تھا اور وہ ستر سال تک گرتے گرتے اب دوزخ کی تہ میں پہنچا ہے۔یہ اس کے گرنے کی آواز ہے۔(مسلم شریف)

عقیدہ ۳: دوزخ میں آگ ہے یہ آگ دنیا کی آگ سے بہت شدید ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ''اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! فرما دیجئے کہ دوزخ کی آگ شدید گرم ہے۔'' (توبہ:۸۱)
احادیث میں دوزخ کی آگ کی وضاحت کی گئی ہے۔حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دوزخ کی آگ ہزار سال تک جلائی گئی یہاں تک کہ وہ سرخ ہوگئی اور پھر ہزار سال تک مزید جلائی گئی یہاں تک کہ وہ سفید ہوگئی پھر ہزار سال اور بھڑکائی گئی حتیٰ کہ سیاہ ہوگئی۔اب وہ بالکل سیاہ ہے جس میں روشنی کا نام نہیں۔حضرت جبرائیل علیہ السلام نے حضور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں قسم کھا کر بیان کیا کہ اگر دوزخ سے سوئی کے ناکے کے برابر سوراخ اس دنیا کی طرف کھول دیا جائے تو تمام زمین والے اس کی گرمی سے جل بھن کر مر جائیں۔(ترمذی شریف)

دوزخ کی آگ کی چنگاریاں بہت تیز ہوں گی اور بڑے بڑے مکانوں کی بلندی کی بلندی جیسی ہوں گی اور موٹائی میں اونٹوں کے برابر ہوں گی۔بعض مقامات پر آگ کے لمبے لمبے ستون بھی ہوں گے دوزخ کے بارے میں کہا گیا ہے کہ وہ چنگھاڑے گی اور جوش مارے گی۔

دوزخ کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ''اس آگ سے ڈرو جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں۔'' (البقرہ:۲۴) مزید فرمایا کہ ''بے شک جنہوں نے کفر کیا ان کا مال انہیں غنی نہیں کر سکے گا اور نہ ہی اولاد۔ حقیقت تو غنی تو اللہ کرتا ہے۔ یہ وہی لوگ ہیں جن کا ٹھکانا جہنم ہے۔'' (آل عمران:۹۰) ایک مقام پر مزید ارشاد باری ہے کہ ''مسلمانو! اپنی جانوں اور اہل خانہ کو اس آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں اور اس پر سخت قسم کے فرشتے مقرر ہیں جو اللہ کے حکم کی نافرمانی نہیں کرتے اور وہی کرتے ہیں جو انہیں حکم دیا جاتا ہے۔'' (تحریم:٦) گویا کہ جو بھی اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کی پوجا کرتا ہے اسے دوزخ میں ڈالا جائے گا جو اس میں ایندھن کے طور پر کام آئے گا۔

عقیدہ ۵: جہنم میں جس کو سب سے کم درجہ کا عذاب ہوگا اسے آگ کی جوتیاں پہنائی جائیں گی جس سے اس کا دماغ ایسا کھولے گا جیسے تانبے کی پتیلی کھولتی ہے۔ وہ سمجھے گا کہ سب سے زیادہ عذاب اس پر ہو رہا ہے حالانکہ اس پر سب سے ہلکا عذاب ہوگا۔ سب سے ہلکے درجے کا جس پر عذاب ہوگا اس سے اللہ تعالیٰ پوچھے گا کہ اگر ساری زمین تیری ہو جائے تو کیا اس عذاب سے بچنے کے لیے تو سب فدیے میں دے دے گا؟ عرض کرے گا ہاں۔ فرمائے گا جب تو پشت آدم میں تھا تو ہم نے اس سے بہت ہلکی چیز کا حکم دیا تھا کہ کفر نہ کرنا۔ مگر تو نہ مانا''

عقیدہ ٦: دوزخ میں سات طبقے ہیں۔ جن میں ایک ایک بڑا پھاٹک ہے۔ اول طبقہ گناہگار مسلمانوں اور ان کفار کے لیے ہے جو باوجود شرک کے پیغمبروں کی حمایت کرتے تھے۔ دیگر طبقات مشرکین' آتش پرست' دہریئے' یہودی' نصاریٰ اور منافقین کے لیے مقرر ہیں۔ یہ طبقات جحیم' جہنم' سعیر' سقر' لظیٰ' ہاویہ اور حطمہ ہیں۔ ان طبقات میں سے ہر ایک میں نہایت وسعت قسم قسم کے عذاب اور رنگ برنگ کے مکانات ہیں۔ مثلاً ایک مکان ہے جس کا نام غی ہے جس کی سختی سے باقی دوزخ بھی ہر روز چار سو مرتبہ پناہ مانگتی ہے۔ ایک اور مکان ہے جس میں بے انتہا سردی ہے جس کو زمہریر کہتے ہیں اور ایک مکان ہے جس کو حب الحزن یعنی غم کا کنواں کہتے ہیں اور ایک کنواں ہے جس کو طینۃ الخبال یعنی زہر و پیپ کی کیچڑ کہتے ہیں۔ ایک پہاڑ ہے جس کو صعود کہتے ہیں اس کی مسافت ستر سال کی مسافت کے برابر ہے۔ جس پر کفار کو چڑھا کر ''نار'' دوزخ کی تہ میں پھینکا جائے گا۔ ایک تالاب ہے جس کا نام آب حمیم ہے۔ پانی اس کا اتنا گرم ہے کہ لبوں تک پہنچنے سے اوپر کا ہونٹ اس قدر سوج جاتا ہے کہ ناک اور آنکھیں

تک ڈھک جاتی ہیں اور نیچے کا لب سوج کر سینے وناف تک پہنچتا ہے۔ زبان جل جاتی ہے اور منہ تنگ ہو جاتا ہے۔ حلق سے نیچے اترتے ہی پھیپھڑے معدے اور انتڑیوں کو پھاڑ دیتا ہے۔
ایک اور تالاب ہے جس کو غساق کہتے ہیں اس میں کفار کا پسینہ' پیپ' اور لہو بہ کر جمع ہوتا ہے۔
ایک چشمہ جس کا نام غسلین ہے اس میں کفار کا میل کچیل جمع ہوتا ہے۔

عقیدہ ۷: کفار کی سرزنش کے لیے طرح طرح کے عذاب ہوں گے۔ لوہے کے بھاری بھاری گرزوں سے ان پر مار پڑے گی۔ بڑے بڑے اونٹوں کی گردنوں کے برابر بچھو اور اللہ جانے کس قدر بڑے بڑے سانپ ان پر مسلط کیے جائیں گے۔

خود جہنمیوں کی شکلیں ایسی کریہہ ہوں گی کہ اگر دنیا میں کوئی جہنمی اسی صورت میں لایا تو تمام لوگ اس بدصورتی اور بدبو سے مرجائیں۔ ان کا جسم اتنا بڑا کر دیا جائے گا کہ ایک شانے سے دوسرے تک تیز سوار کے لیے دن کی راہ ہے۔

پھر آخر میں ان کافروں کے لیے یہ ہوگا کہ ان کے قد کے برابر آگ کے صندوق میں اسے بند کریں گے پھر اس میں آگ بھڑکائیں گے اور آگ کا قفل لگایا جائے گا۔ پھر یہ صندوق آگ کے دوسرے صندوق میں رکھا جائے گا اور دونوں کے درمیان آگ لگائی جائے گی۔ اسی طرح یہ صندوق ایک اور صندوق رکھ دیا جائے گا اور آگ جلا کر لوہے کا قفل اس میں لگا دیا جائے گا تو اب ہر کافر یہ سمجھے گا کہ اس کے سوا اب کوئی عذاب میں نہ رہا اور یہ عذاب بالائے عذاب ہے اور اب ہمیشہ کے لیے مولا کریم اپنی پناہ میں رکھے۔

۲۹- اعراف

اعراف ایک مقام ہے جو جنت اور دوزخ کے درمیان ہے۔ ایک مفسر کا قول ہے کہ اعراف سے مراد جنت اور دوزخ کے بیچ میں ایک پردہ کی دیوار ہے۔ یہ دیوار جنت کی نعمتوں کو دوزخ تک اور دوزخ کے عذاب کو جنت تک پہنچنے سے مانع ہوگی۔ اسی درمیانی دیوار کی بلندی پر جو مقام ہے اس کو اعراف کہتے ہیں۔

اصحاب اعراف وہ لوگ ہوں گے جن کی نیکیاں اور بدیاں برابر ہوں گی کیونکہ ان کی نیکیاں اتنی زیادہ نہ تھیں کہ انہیں مکمل طور پر جنت میں داخل کر دیا جاتا اور نہ ان کی برائیاں اتنی زیادہ تھیں کہ انہیں مکمل طور پر دوزخ میں جھونک دیا جاتا اس لیے وہ جنت اور دوزخ کے

درمیان جو سرحد ہوئی اس میں رہیں گے اس کے متعلق ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

وَ بَيْنَهُمَا حِجَابٌ ج وَ عَلَى الْاَعْرَافِ رِجَالٌ يَعْرِفُوْنَ كُلًّام بِسِيْمٰهُمْج وَنَادَوْا اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ اَنْ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْقف لَمْ يَدْخُلُوْهَا وَهُمْ يَطْمَعُوْنَ ○ وَاِذَا صُرِفَتْ اَبْصَارُهُمْ تِلْقَآءَ اَصْحٰبِ النَّارِ لا قَالُوْا رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ○ (اعراف:۴۶تا۴۷)

ان دونوں (یعنی جنت اور دوزخ) کے درمیان (اعراف نام) ایک دیوار ہوگی اور اعراف پر کچھ آدمی ہوں گے جو سب کو ان کی صورتوں سے پہچان لیں گے تو وہ اہل بہشت کو پکار کر کہیں گے کہ تم پر سلامتی ہو۔ یہ لوگ (ابھی) بہشت میں داخل تو نہیں ہوئے ہونگے مگر امید رکھتے ہوں گے اور جب ان کی نگاہیں پلٹ کر اہل دوزخ کی طرف جائیں گی تو عرض کریں گے کہ اے ہمارے پروردگار! ہم کو ظالم لوگوں کے ساتھ (شامل) نہ کیجیو

ان آیات سے معلوم ہوا کہ اعراف والے اہل جنت کو دیکھیں گے تو انہیں سلام کریں گے جو بطور مبارک باد ہوگا اور جب جہنمیوں کی طرف دیکھیں گے تو کہیں گے اے رب! ہمیں ظالم قوم کے ساتھ نہ کر اور چونکہ اعراف والے ابھی تک جنت میں نہ گئے ہوں گے اور اس لیے جنت کی طمع اور آرزو کریں گے۔ اعراف والے دوزخ والوں سے بھی باتیں کریں گے ان کی گفتگو کے متعلق قرآن نے یوں بیان کیا ہے۔

وَنَادٰى اَصْحٰبُ الْاَعْرَافِ رِجَالًا يَعْرِفُوْنَهُمْ بِسِيْمٰهُمْ قَالُوْا مَآ اَغْنٰى عَنْكُمْ جَمْعُكُمْ وَمَا كُنْتُمْ تَسْتَكْبِرُوْنَ ○ اَهٰٓؤُلَآءِ الَّذِيْنَ اَقْسَمْتُمْ لَا يَنَالُهُمُ اللّٰهُ بِرَحْمَةٍ اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ لَا خَوْفٌ عَلَيْكُمْ وَلَآ اَنْتُمْ تَحْزَنُوْنَ ○ وَ نَادٰٓى اَصْحٰبُ النَّارِ اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ اَنْ اَفِيْضُوْا عَلَيْنَا مِنَ الْمَآءِ اَوْ مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ قَالُوْا اِنَّ اللّٰهَ

اور اہل اعراف (کافر) لوگوں کو جنہیں ان کی صورتوں سے شناخت کرتے ہوں گے پکاریں گے اور کہیں گے (کہ آج) نہ تو تمہاری جماعت ہی تمہارے کچھ کام آئی ہے اور نہ تمہارا تکبر۔ (پھر مومنوں کی طرف اشارہ کر کے کہیں گے) کیا یہ وہی لوگ ہیں جن کے بارے میں تم قسمیں کھایا کرتے تھے کہ خدا اپنی رحمت سے ان کی دستگیری نہ کرے گا (تو مومنو) تم بہشت میں داخل

حَرَّمَهُمَا عَلَى الْكَافِرِينَ ○
(اعراف:۴۸تا۵۰)

ہو جاؤ۔ تمہیں کچھ خوف نہیں اور نہ تم کو کچھ رنج و اندوہ ہوگا اور دوزخی بہشتیوں سے (گڑگڑا کر) کہیں گے کہ کسی قدر ہم پر پانی بہاؤ یا جو رزق خدا نے تمہیں عنایت فرمایا ہے ان میں سے (کچھ ہمیں بھی دو وہ جواب دیں گے کہ خدا نے بہشت کا پانی اور رزق کافروں پر حرام کر دیا)

۳۰-ذبح موت

موت کا تعلق چونکہ دنیا کے ساتھ تھا جو فانی تھی۔ جب فنا کے بعد دوبارہ ہمیشہ کی زندگی میسر آ جائے گی تو پھر موت کی ضرورت نہیں رہے گی بلکہ موت کے تصور کو ختم کر دیا جائے گا۔اس بات کو حدیث پاک میں یوں سمجھایا گیا ہے:۔

حضور ﷺ نے فرمایا کہ جب سب جنتی جنت میں پہنچ جائیں گے اور جہنم میں صرف وہی لوگ رہ جائیں گے جن کو ہمیشہ کے لیے اس میں رہنا ہے۔اس وقت جنت اور دوزخ کے درمیان موت کو ایک مینڈھے کی شکل میں لا کھڑا کریں گے پھر ایک منادی والا جنت والو ں کو پکارے گا۔وہ ڈرتے ہوئے جھانکیں گے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ جنت سے نکلنے کا حکم ہو پھر جہنمیوں کو پکارے گا۔ وہ ڈرتے ہوئے جھانکیں گے کہ شاید ان مصیبتوں سے رہائی ہو جائے پھر وہ منادی والا ان سب کو دکھا کر پوچھے گا کہ "اسے پہچانتے ہو؟" سب کہیں گے کہ ہاں یہ موت ہے۔ پھر ان سب کو دکھا کر ذبح کر دی جائے گی اور اسے جنت و دوزخ کے درمیان یحییٰ علیہ السلام اپنے ہاتھ سے ذبح فرمائیں گے اور یہ فرمایا جائے گا کہ "اے اہل جنت! ہیشگی ہے اب مرنا نہیں اور اے اہل نار! ہیشگی ہے اب مرنا نہیں" اس وقت اہل جنت کے لیے فرحت و سرور کی انتہا نہ ہوگی' ان کیلئے خوشی پر خوشی ہے۔اسی طرح دوزخیوں کے رنج و غم میں اور اضافہ ہو جائے گا۔(بخاری شریف)

۳۱-ایمان وکفر

دین اسلام کی وہ بنیادی حقیقتیں جو ہر حال میں سچی اور برحق ہیں ان کو سچے دل سے

مان لینا اوران کی تصدیق کرنا ایمان کہلاتا ہے یعنی حضور ﷺ کے لائے ہوئے حق کو سچے دل سے ماننا اوراس پر یقین رکھنا کہ جو اللہ تعالیٰ نے انہیں بتایا ہے وہ سچ اور برحق ہے۔ ان میں سے ایک بات کا انکار بھی کفر ہے۔

وہ مسلمان کہ دور دراز دیہاتوں اور جنگلوں اور پہاڑوں کے رہنے والے ہوں جو کلمہ بھی صحیح نہیں پڑھ سکتے ان کے مسلمان ہونے کے لیے یہ بات ضروری ہے کہ وہ ضروریات دین میں سے کسی دینی ضرورت کے منکر نہ ہوں اور یہ اعتقاد رکھتے ہوں کہ اسلام میں جو کچھ ہے حق ہے یا بالفاظ دیگر اس بات پر اجمالاً ایمان لائے ہوں کہ اسلام سچا دین ہے اور اس کا ہر حکم سچا اس کی ہر بات ہر خبر سچی اور اس کے تمام فرمان سچے۔

عقیدہ ۱: اصل ایمان صرف تصدیق کا نام ہے۔ اعمال بدن تو اصلاً جزو ایمان نہیں رہا۔ اقرار اس میں یہ تفصیل ہے کہ اگر تصدیق کے بعد اس کو اظہار کا موقع نہ ملا تو عنداللہ مومن ہے اور اگر موقع ملا اور اس سے مطالبہ کیا گیا اور اقرار نہ کیا تو کافر ہے اور اگر مطالبہ نہ کیا گیا تو احکام دنیا میں کافر سمجھا جائے گا نہ اس کی جنازہ کی نماز پڑھیں گے نہ مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کریں گے مگر عنداللہ مومن ہے اگر کوئی امر خلاف اسلام ظاہر نہ کیا ہو۔ (بہار شریعت)

عقیدہ ۲: مسلمان ہونے کے لیے یہ بھی شرط ہے کہ زبان سے کسی ایسی چیز کا انکار نہ کرے جو ضروریات دین سے ہیں اگرچہ باقی باتوں کا اقرار کرتا ہو۔ اگرچہ وہ یہ کہے کہ صرف زبان سے انکار ہے۔ دل میں انکار نہیں۔ ہاں شرعاً ایسی مجبوری آڑے آجائے جس میں جان جانے کا غالب گمان ہے یعنی اسے مار ڈالنے یا اس کا عضو کاٹ ڈالنے کی صحیح دھمکی دی گئی ہے تو اسے معاذ اللہ کلمہ کفر زبان سے جاری کرنے کی اجازت ہے مگر شرط اب بھی یہی ہے کہ دل میں وہی اطمینان ایمانی اور یقین قلبی اور جزم قطعی ہو جو پیشتر تھا مگر افضل اب بھی یہی ہے کہ جان دے دے مگر کلمہ کفر زبان سے نکال کر اسلام سے نہ ہٹے۔ اس سے معلوم ہوا کہ بلا اکراہ شرعی مسلمان کلمہ کفر صادر نہیں کرسکتا۔ ایسی بات وہی شخص زبان پر لائے گا جس کے دل میں اسلام کی اتنی ہی وقعت ہے کہ جب چاہا اس کا انکار کر دیا اور کلمہ کفر زبان سے نکال دیا جبکہ ایمان تو ایسی تصدیق قلبی اور یقین محکم کا نام ہے جس کے خلاف کی اصلاً گنجائش نہیں۔ (بہار شریعت)

عقیدہ ۳: جب تک دل میں تمام ضروریات دین کی تصدیق جاگزین اور اسلام کی حقانیت

پر یقین کامل باقی ہے۔ کبیرہ گناہوں میں گرفتار مسلمان' مسلمان ہی ہے اور جنت میں جائے گا۔ خواہ اللہ عزوجل اپنے محض فضل سے اس کی مغفرت فرمادے۔ یا حضور اقدس ﷺ کی شفاعت کے بعد یا اپنے کیے کی کچھ سزا پا کر بخشا جائے۔ اس کے بعد کبھی جنت سے نہ نکلے گا۔ یا یوں کہہ لو گناہ کبیرہ کرنے سے اگرچہ قصداً کیا ہو' آدمی کافر اور ایمان واسلام سے خارج نہیں ہوتا اور مسلمان برادری سے نہیں نکلتا۔ (بہار شریعت)

عقیدہ ۴: ایمان وکفر میں واسطہ نہیں۔ یعنی آدمی یا مسلمان ہوگا یا کافر۔ تیسری صورت کوئی نہیں کہ نہ مسلمان نہ کافر۔ ہاں یہ ممکن ہے کہ ہم بوجہ شبہ کے کسی کو نہ مسلمان کہیں نہ کافر۔ (بہار شریعت)

عقیدہ ۵: مسلمان کو مسلمان' کافر کو کافر جاننا ضروریات دین سے ہے۔ اگرچہ کسی خاص شخص کی نسبت یہ یقین نہیں کیا جاسکتا کہ اس کا خاتمہ ایمان یا معاذ اللہ کفر پر ہوا۔ تاوقتیکہ اس کے خاتمہ کا حال دلیل شرعی سے ثابت نہ ہو مگر اس سے یہ نہ ہوگا کہ جس شخص نے قطعاً کفر کیا ہو' اس کے کفر میں شک کیا جائے کہ قطعی کافر کے کفر میں شک بھی آدمی کو کافر بنا دیتا ہے۔ خاتمہ پر بنا' روز قیامت اور ظاہر پر حکم شرع کا مدار ہے تو جس نے کفر کیا' فرض ہے کہ ہم اسے کافر ہی جانیں اور خاتمہ کا حال علم الٰہی پر چھوڑ دیں۔ جس طرح ظاہراً جو مسلمان ہو اور اس سے کوئی قول وفعل خلاف ایمان صادر نہ ہوا ہو' فرض ہے کہ ہم اسے مسلمان ہی مانیں اگرچہ ہمیں اس کے خاتمہ کا بھی حال معلوم نہیں۔ اس زمانہ میں لوگ کہہ دیتے ہیں کہ یہاں جتنی دیر اسے کافر کہو گے اتنی دیر اللہ اللہ کرو کہ یہ ثواب کی بات ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ہم کب کہتے ہیں کہ کافر کافر کا وظیفہ کرلو۔ مقصود یہ ہے کہ اسے کافر جانو اور پوچھا جائے تو قطعاً کافر کہو نہ یہ کہ اپنی "صلح کل" پالیسی سے اس کے کفر پر پردہ ڈالو۔

جب اصلاً کسی کفر کی مغفرت نہ ہوگی۔ جیسا کہ قرآن کریم کی گواہی ہے تو جو کسی کافر کے لیے اس کے مرنے کے بعد مغفرت کی دعا کرے یا کسی مردہ مرتد یعنی ایسے شخص کو جو کلمہ گو ہو کر کفر کرے جنتی' مرحوم یا مغفور یا رحمتہ اللہ علیہ یا نور اللہ مرقدہٗ یا اس کے ہم معنی دوسرے الفاظ کہے۔ یا کسی مردہ ہندو کو علانیہ اسلام سے دور اور کفر پر اڑا رہا۔ بیکنٹھ باشی کہے وہ خود کافر ہے کہ حقیقت انکار کرتا ہے حکم قرآنی اور فرمان ربانی کا۔

قرآن کریم کا واضح ارشاد ہے کہ مغفرت اور بخشش کی دولت صرف ان خوش نصیبوں کے لئے ہے جو مرتے دم تک ایمان واسلام پر قائم رہے تو جو بدنصیب عمر بھر کفر وشرک میں

گرفتار رہے اور اسی حالت میں موت نے انہیں آلیا ان کے لئے بخشش و نجات کی تمام راہیں اور مغفرت کے دروازے بند کردیئے جاتے ہیں۔

اور ان سے بدتر ہیں وہ بدبخت جو کلمہ اسلام پڑھ کر کفر پر مریں۔ اسلام کا نام لیں اور کفر کی بستی آباد کریں۔ یہ کب اس قابل ہیں کہ رحمت الٰہی ان کی طرف متوجہ ہو۔ اسی لئے قرآن و حدیث کے احکام کے بموجب ایسوں کی نماز جنازہ پڑھنا بھی حرام اور شدید گناہ ہے کہ آخر نماز جنازہ کا مقصود بھی مرنے والے کے لئے دعائے مغفرت اور عام مسلمانوں کی جانب سے اس کی شفاعت ہے جبکہ وہ بدنصیب اس دولت کا اہل ہی نہیں۔ بلکہ اس کے مرنے کے بعد اس کی قبر پر بغرض زیارت، بطور اکرام جانا بھی شرعاً ایک بہت بڑا گناہ اور حرام و ناجائز ہے۔ یونہی ان کے کفن و دفن میں شرکت بھی شرعاً درست نہیں اور ان احکام شرعیہ کی علت وہی ہے کہ جب وہ ایمان سے خالی ہیں تو اس کی اہلیت ہی نہیں کہ ان پر نماز جنازہ پڑھی جائے اور جب وہ مبغوض و مردود اور لعنت الٰہی میں گرفتار ہیں تو ان پر یہ نعمتیں کیسی اور ان کے لئے عزت و تکریم کا اہتمام کیسا؟

مسلمان مردوں اور عورتوں پر لازم ہے کہ وہ ایسے منافقوں کو اپنی جماعت میں کسی طرح نہ پنپنے دیں اور ہرگز کوئی ایسا کام نہ کریں جس سے ایسے بدنصیبوں کی ہمت افزائی ہو اور ایسے بدنصیب مسلمانوں میں شمار کئے جائیں اور یوں غیروں کی نگاہوں میں ان کی کجروی و گمراہی بدد ینی و لامذہبی اسلام قرار پائے۔ مولائے کریم سب مسلمانوں کو اپنے فتنہ پردازوں کے فتنوں سے بچائے۔ (بہار شریعت)

عقیدہ ۶: شرک کے معنی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کو واجب الوجود یا مستحق عبادت جاننا۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات میں دوسرے کو شریک کرنا اور یہ کفر کی سب سے بدتر قسم ہے۔ اس کے سوا کوئی بات اگرچہ کیسی ہی شدید کفر ہو، حقیقۃً شرک نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ شریعت مطہرہ نے اہل کتاب کفار یعنی یہودیوں اور نصرانیوں کے احکام مشرکین کے احکام سے جدا بیان فرمائے۔ مثلاً کتابی کا ذبیحہ حلال ہے اور مشرک کا مردار۔ کتابیہ سے نکاح ہوسکتا ہے مشرکہ سے نہیں۔ ہاں کبھی شرک بول کر مطلق کفر مراد لیا جاتا ہے یہ جو قرآن شریف میں فرمایا کہ شرک نہ بخشا جائے گا وہ اسی معنی پر ہے یعنی اصلاً کسی کفر کی مغفرت نہ ہوگی۔ باقی سب گناہ اللہ عزوجل کی مشیت پر ہیں۔ جسے چاہے بخش دے۔

بعض اعمال جو قطعاً ایمان و اسلام کے منافی ہوں ان کے مرتکب کو کافر کہا جائے گا۔ جیسے بت یا چاند سورج کو سجدہ کرنا۔ قرآن کریم، کعبہ معظمہ یا کسی نبی اللہ کی توہین کرنا اس کی شان و وقعت کو گھٹانا۔ یہ باتیں یقیناً کفر ہیں۔ یونہی بعض اعمال کفر کی علامت ہیں جیسے زنار باندھنا، قشقہ لگانا، سر پر ہندوؤں کی طرح چٹیا رکھنا۔ معاذ اللہ جو ایسی باتوں کا مرتکب ہو، اسے از سر نو اسلام لانے، کلمہ پڑھنے اور اس کے بعد اپنی عورت سے تجدید نکاح کا حکم دیا جائے گا۔ یعنی اس پر لازم ہے کہ اس فعل سے توبہ کر کے کلمہ اسلام پڑھے اور اپنی بیوی سے دوبارہ نکاح پڑھائے۔ (بہار شریعت)

۳۲-صحابہ کرام رضی اللہ عنہم

جن صاحب ایمان لوگوں نے دنیا کی زندگی میں حضور ﷺ کی زیارت کی اور حالت ایمان پر ہی اس دنیا سے انتقال کر گئے، صحابی کہلاتے ہیں۔ ایسے مسلمان بڑے خوش نصیب تھے کہ انہوں نے حضور ﷺ کو حالت ایمان میں دیکھا۔ صحابہ کرام کی تعریف کے بارے میں ارشاد باری ہے کہ ''اے مسلمانو! تم سب امتوں سے بہتر و افضل ہو۔ تمہیں لوگوں کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔ تم نیکی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے منع کرتے ہو اور اللہ پر کامل ایمان رکھتے ہو'' معلوم ہوا کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی حضرت محمد ﷺ کو تمام انبیاء علیہم السلام میں افضل بنایا ہے۔ اسی طرح آپ کی امت کو بھی سب امتوں سے افضل بنایا ہے۔

عقیدہ ۱: صحابی کا لغوی مطلب ساتھی اور دوست ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم براہ راست حضور ﷺ کے تربیت یافتہ تھے۔ انہوں نے حضور ﷺ سے اسلام کی تعلیم حاصل کر کے ساری دنیا میں اسلام کو پھیلایا۔ قرآن و حدیث کی حفاظت کی اس لئے صحابہ کرام کی عظمت اور مقام اس قدر بلند ہے کہ ان کے بعد میں آنے والے کسی شخص کو بھی صحابی کا درجہ نہیں مل سکتا۔

عقیدہ ۲: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہدایت یافتہ ہیں کیونکہ انہیں حضور ﷺ سے جو راستہ ملا، وہ مکمل طور پر ہدایت ہے جو قرآن و حدیث کی صورت میں ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ''اللہ تعالیٰ نے تمہارے دلوں میں ایمان کی محبت ڈال دی ہے اور اس کو تمہارے دلوں میں زینت دے دی ہے اور تمہارے لئے گناہ، کفر اور نافرمانی سے نفرت پیدا کر دی ہے۔ یہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں اللہ کے فضل اور احسان سے، اللہ جاننے والا اور حکمت والا ہے۔ (حجرات: ۷تا۸)

عقیدہ ۳: اللہ تعالیٰ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے راضی ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم دو قسم کے ہیں یعنی مہاجرین اور انصار۔ وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جو مکہ معظمہ سے اپنا وطن، اپنا گھربار، اپنا مال و متاع سب کچھ چھوڑ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نصرت و رفاقت میں مدینہ طیبہ ہجرت کر گئے' اور انصار وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں جنہوں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت و حمایت میں تمام مہاجرین کو ہاتھوں ہاتھ لیا اور ہر آزمائش میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ دیا ان سے راضی ہونے کے بارے میں ارشاد الٰہی ہے کہ "مہاجر اور انصار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے پہلے اور بعد والے اور ان کی پیروی کرنے والوں سے اللہ راضی ہوا اور وہ ان سے راضی ہوئے ان کے لئے ایسے باغ ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں اور وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے یہ بڑی کامیابی ہے۔ (التوبہ:۱۰۰)

عقیدہ ٤: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے اللہ تعالیٰ نے بھلائی کا وعدہ کیا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو دیکھ کر خوش ہوتے تھے البتہ کافر لوگ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو دیکھ کر غصہ سے جل اٹھتے تھے اس لئے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے خلاف کوئی بات کرنا جس سے ان کی دشمنی ظاہر ہوتی ہو، عقائد اسلام کے منافی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ "محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں اور جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھی ہیں کفار پر سخت ہیں۔ آپس میں رحم دل ہیں۔ رکوع و سجود کرتے ہیں۔ اللہ کا فضل اور خوشنودی تلاش کرتے ہیں ان کے ماتھوں پر سجدوں کے نشان ہیں۔ یہی خوبیاں ان کی تورات اور انجیل میں بیان ہوئی ہیں ان کی مثال ایک کھیتی کی مانند ہے جس نے اپنا خوشہ نکالا پھر اسے قوت ملی اور موٹی ہوگئی کسانوں کو خوش کرنے لگی تاکہ اللہ ان کی وجہ سے کفار کو غلبہ دلائے۔ اللہ نے ان میں سے ایمانداروں اور نیک کام کرنے والوں کے لئے بخشش اور اجر عظیم کا وعدہ کیا ہے۔ (الفتح:۲۹)

عقیدہ ٥: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلیفہ برحق حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ۔ پھر حضرت سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ، پھر حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ پھر حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ ہیں۔ پھر چھ مہینے کے لئے حضرت سیدنا امام حسن مجتبیٰ خلیفہ برحق ہوئے۔ رضی اللہ عنہم۔ ان حضرات کو خلفائے راشدین اور ان کی خلافت کو خلافت راشدہ کہتے ہیں کہ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی جانشینی اور نیابت کا پورا حق ادا کر دیا۔ خلفائے اربعہ راشدین کے بعد عشرہ مبشرہ کے بقیہ افراد یعنی حضرت طلحہ، حضرت زبیر، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف، حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت سعید بن زید اور حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہم۔ یہ سب قطعی جنتی ہیں۔

چاروں خلفائے راشدین اور حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ وغیرہ چھ صحابہ سب مل کر عشرہ مبشرہ کہلاتے ہیں۔ یعنی وہ دس صحابہ کرام جن کو جیتے جی جنت کی بشارت ملی اور بہشتی کہلائے۔

عقیدہ ٦: جنگ بدر میں شریک ہونے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بھی جنت کی بشارت دی ہے اس لئے یہ بھی قطعی جنتی ہیں۔ عشرہ مبشرہ بھی اہل بدر ہیں۔ فضیلت کے اعتبار سے عشرہ مبشرہ کے بعد بدری صحابہ سب سے افضل ہیں۔ بدری صحابہ کی تعداد تین سو تیرہ ہے اور ان کے بعد جنگ احد میں شریک ہونے والے افضل ہیں۔ پھر بیعت رضوان میں شامل ہونے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم افضل ہیں۔ حضرات عشرہ مبشرہ ان سب میں شامل ہیں۔ بیعت رضوان والوں کے متعلق اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں ارشاد فرمایا ہے کہ "بلاشبہ اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہوگیا ان مومنوں سے جنہوں نے اے نبی! آپ کے ہاتھ پر درخت کے نیچے بیعت کی۔" (الفتح:)

عقیدہ ٧: لہٰذا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کی شان میں گستاخی کا لفظ بولنے سے اپنی زبان کو روکنا واجب ہے۔ آپ کے کسی بھی صحابی کو برا کہنا یا اس پر طعن و تشنیع کرنا کفر و گمراہی ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ان مقدس اور پاکباز ساتھیوں صحابہ کرام کے متعلق ان کے بعد میں آنے والی اپنی امت کو بڑے زوردار الفاظ میں ارشاد فرمایا۔ میرے صحابہ کے حق میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنا۔ میرے صحابہ کے حق میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنا۔ میرے بعد ان کو اپنے اعتراضات کا نشانہ نہ بنانا یعنی ان کو برا نہ کہنا۔ ان سے جو شخص محبت رکھتا ہے تو وہ میری وجہ سے ان سے محبت رکھتا ہے اور جس نے ان سے دشمنی رکھی اس نے میرے ساتھ دشمنی کی وجہ سے ان کے ساتھ دشمنی رکھی اور جس نے میرے صحابہ کو رنجیدہ کیا اس نے مجھے رنجیدہ کیا اور جس نے مجھے رنج پہنچایا اس نے اللہ تعالیٰ کو ناراض کیا۔ وہ عنقریب اس کو (اپنے عذاب میں) پکڑ لے گا۔ (ترمذی)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے صحابہ کو برا نہ کہنا۔ اگر تمہارا کوئی ایک احد پہاڑ جتنا بھی سونا راہ خدا میں خرچ کرے تب بھی وہ میرے صحابہ کے ایک سیر جو بلکہ آدھ سیر جو راہ خدا میں خرچ کرنے کے اجر کو نہیں پاسکتا۔ (مشکوٰۃ شریف)

عقیدہ ٨: اہل بیت سے مراد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر والے ہیں جن میں آپ کی ازواج مطہرات یعنی بیویاں اور اولاد پاک چاروں صاحبزادیاں حضرت زینب، حضرت ام کلثوم، حضرت رقیہ، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہن اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے حضرت امام حسن، حضرت امام

حسین اور داماد نبی حضرت علی شیر خدا ؓ شامل ہیں۔ ان کی پاکیزگی اور طہارت کی گواہی قرآن حکیم نے دی ہے۔ نبی اکرم ﷺ کی اولاد کا سلسلہ سیدہ فاطمہ ؓ سے جاری ہوا۔ ان سب سے محبت رکھنا ایمان کی نشانی ہے۔

۳۴۔ ولایت

ولایت بارگاہ خداوندی میں ایک خاص قرب اور رتبہ مقبولیت کو کہتے ہیں اور جس کو اللہ تعالیٰ نے اس قرب اور درجہ مقبولیت سے نوازا ہو، اس کو ولی اللہ کہتے ہیں جس کا معنی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا خاص دوست۔

ولایت ایک عطیہ الٰہی اور وہبی چیز ہے۔ ریاضت و مجاہدہ کے ذریعہ بندہ خود حاصل نہیں کر سکتا۔ بلکہ اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل و کرم سے جس مسلمان کو چاہتا ہے عطا کرتا ہے۔ ہاں اکثر یہ نعمت نیک اعمال کے ذریعے بھی مل جاتی ہے اور کئی حضرات کو یہ دولت اور نعمت (خاصہ) ابتداء میں ہی بلا محنت و مشقت مل جاتی ہے۔

ولایت بے علم کو نہیں ملتی۔ چاہے تو علم ظاہری طور پر سیکھا ہو یا اللہ تعالیٰ نے اسے ولایت عطا کرنے سے پہلے باطنی طور پر خود ہی سکھا دیا ہو۔ قرآن مجید نے اولیاء اللہ کی شان اور ان کی پہچان یہ بتائی ہے۔

اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ ۝ لَهُمُ الْبُشْرٰى فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِى الْاٰخِرَةِ ۝ (یونس ۶۳:۶۴)

بے شک اللہ کے دوستوں پر کوئی ڈر نہیں، نہ وہ غمگین ہوں گے (اللہ کے دوست) وہ ہیں جو ایمان لائے اور متقی ہیں ان کے لئے دنیا اور آخرت کی زندگی میں خوشخبری ہے۔

کوئی ولی کبھی بھی نبی کے درجے کو نہیں پہنچ سکتا اور نہ کوئی ولی جو صحابی نہیں کسی صحابی کے درجے کو پا سکتا ہے، چاہے وہ کتنا ہی بڑا ولی کیوں نہ ہو۔ اسی طرح ولی احکام شریعت کی پابندی سے بھی آزاد نہیں ہو سکتا۔

طریقت کہ انہیں حضرات اولیائے کرام کے طریق خاص کو کہتے ہیں۔ منافی شریعت نہیں، نہ اس راہ کی کوئی منزل، کوئی مرحلہ، کوئی حصہ، احکام شریعت کے مقابل و متراد طریقت شریعت ہی کا باطنی حصہ ہے۔ شریعت نام ہے ان تمام علوم و احکام کے مجموعہ کا جو جسم و جان، روح و قالب جسد و قلب سے تعلق رکھتے ہیں۔ انہیں میں سے ایک حصے کا نا

طریقت ہے۔ صرف فرض و واجب اور حلال و حرام وغیرہ کے مجموعہ کا نام شریعت رکھ لینا محض اندھا پن ہے۔ بلکہ طریقت کے احوال و حقائق اگر شریعت کے مطابق ہوں تو حق و مقبول ہیں ورنہ مردود تو جو یہ بعض صوفی نما جاہل کہہ دیا کرتے ہیں کہ میاں طریقت اور ہے شریعت اور یہ ملاں مولوی طریقت کو کیا جانیں۔ یہ محض ایک شیطانی فریب ہے اور خیال باطل اور اس زعم باطل کے باعث اپنے آپ کو شریعت سے آزاد سمجھنا صریح کفر و الحاد ہے جبکہ احکام شرعیہ کی پابندی سے کوئی ولی کیسا ہی عظیم ہو سبکدوش نہیں ہو سکتا۔ البتہ اگر مجذوبیت سے عقل تکلیفی زائل ہو گئی ہو جیسے غشی والا تو اس سے قلم شریعت اٹھ جائے گا مگر یہ بھی سمجھ لو کہ جو اس قسم کا ہو گا اس سے ایسی باتیں کبھی نہ ہوں گی اور وہ شریعت کا مقابلہ کبھی نہ کرے گا اور نہ ہی شریعت کی پابندی کے خلاف حکم دے گا۔

بلا دعویٰ نبوت، ولی اللہ کے ہاتھوں خلاف عادت کسی امر کے ظاہر ہونے کا نام کرامت ہے۔ اولیاء اللہ کی کرامت حق اور قرآن و سنت سے ثابت ہیں جن کا انکار جہالت اور گمراہی کا نشان ہے۔ ولی کی کرامت حقیقت میں اس کے نبی کا معجزہ ہوتا ہے جو اس کے نبی اور اس کے لائے ہوئے دین کے سچا ہونے کی دلیل ہے۔ ہمارے نبی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی امت کے اولیائے کرام کی جتنی کرامتیں ہیں وہ سب آپ کے معجزات میں شامل ہیں۔

دیکھو قرآن پاک میں حضرت سلیمان علیہ السلام کے صحابی آصف کی کرامت کہ انہوں نے آنکھ جھپکنے سے پہلے بلقیس کا تخت دربار میں حاضر کر دیا اور حضرت مریم علیہا السلام کی کرامت کہ جب ان سے عبادت خانے میں حضرت زکریا علیہ السلام نے بے موسم کے پھل وغیرہ پائے تو آپ کے پوچھنے پر حضرت مریم علیہا السلام نے بتایا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آتے ہیں۔

اسی طرح ولی کی کرامت سے بوقت حاجت کھانے پینے کی چیزوں اور پہننے کے لباس کا ظاہر ہونا، پانی کے اوپر چلنا، ہوا میں اڑنا، بے جان چیزوں اور جانوروں کا باتیں کرنا، مریض اور مصیبت زدہ کی بیماری اور مصیبت کا اولیاء اللہ کی توجہ اور دعا سے دور ہو جانا۔ اپنے متعلقین کو دشمنوں کے شر سے بچانا۔ سینکڑوں میل دور کے واقعات و مناظر کا دیکھ لینا۔ ان کی توجہ اور دعا سے خشک چشموں کا جاری ہونا اور دریائے نیل کا فاروق اعظم عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے حکم سے جاری ہونا۔ الغرض اس قسم کی بے شمار کرامات کی تفصیل معتبر کتابوں میں موجود ہے جن کا انکار نہیں کیا جا سکتا۔

حصہ دوم: نماز

(۱) شرعی اصطلاحات

عبادت اور معاملات دین کے متعلق شریعت اسلامیہ کی اصطلاحات مندرجہ ذیل ہیں اور ہر قسم کی عبادت سے پہلے ان کا جاننا ضروری ہے تاکہ عبادت شرعی اصولوں کے مطابق ہو۔

۱-فرض: فرض اس عمل کو کہا جاتا ہے جو نص قطعی یعنی قرآن پاک اور سنت کی رو سے ثابت ہو ایسے عمل کو شریعت کی رو سے کرنا ضروری ہے۔ اسے بلا شرعی عذر ترک کرنے والا فاسق و فاجر ہوگا اور اس کا انکار کرنے والا کافر ہوگا۔ جیسے نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ وغیرہ فرائض میں سے ہیں۔ اگر کوئی ان کا انکار کرے گا تو وہ دائرہ اسلام سے نکل جائے گا۔

فرض کی قسمیں: فرض کی دو قسمیں ہیں۔

۱-فرض عین۔ ۲-فرض کفایہ۔

فرض عین وہ فرض ہے جس کا ادا کرنا ہر ایک کے لئے ضروری ہے اور فرض کفایہ وہ فرض ہے کہ جس کا کرنا ہر ایک کے لئے ضروری نہیں۔ بلکہ بعض لوگوں کے ادا کرنے سے سب کی طرف سے ادا ہو جاتا ہے اور اگر کوئی بھی ادا نہ کرے تو سب گنہگار ہوں۔ جیسے نماز جنازہ اگر کوئی بھی ادا نہ کرے تو سب مسلمان گنہگار ہوں گے۔

۲-واجب: واجب وہ ہے جو شریعت کی ظنی دلیل سے ثابت ہو، اس کا کرنا ضروری ہے اور اس کا بلا کسی تاویل اور بغیر کسی عذر کے چھوڑ دینے والا فاسق اور عذاب کا مستحق ہے لیکن اس کا انکار کرنے والا کافر نہیں، بلکہ گمراہ ہے۔

۳-سنت: سنت اس عمل کو کہا جاتا ہے جو حضور ﷺ نے کیا ہے یا کسی عمل کو کرنے کا حکم دیا ہے۔ اس کی بھی دو قسمیں ہیں۔

۱-سنت موکدہ۔

۲-سنت غیر موکدہ۔

(الف) سنت مؤکدہ: سنت موکدہ وہ عمل ہے جو حضور نبی کریم ﷺ نے ہمیشہ کیا اور شرعی عذر کے بغیر کبھی نہیں چھوڑا، مگر بیان جواز کے لئے کبھی چھوڑ بھی دیا، اسے ادا کرنے میں

اجر و ثواب ہے البتہ اسے چھوڑ دینے کی عادت بنالینے میں گنہگار ہے اس لئے سنت موکدہ کو ہمیشہ کرنا چاہئے۔ نماز فجر کی دو رکعت سنت اور نماز ظہر کی چار رکعت فرض سے پہلے اور دو رکعت فرض کے بعد سنتیں اور نماز مغرب کی دو رکعت سنت اور نماز عشاء کی دو رکعت سنت۔ یہ نماز پنجگانہ کی بارہ رکعت سنتیں سب سنت موکدہ ہیں۔

(ب) سنت غیر موکدہ: سنت غیر موکدہ وہ فعل ہے جسے حضور ﷺ نے مسلسل نہیں، بلکہ کبھی کیا اور کبھی چھوڑ دیا۔ اسے ادا کرنے والا ثواب پائے گا اور اس کو چھوڑ دینے والا عذاب کا مستحق نہیں۔ جیسے عصر کے پہلے کی چار رکعت سنت اور عشاء سے پہلے کی چار رکعت سنت کہ یہ سب سنت غیر موکدہ ہیں۔ سنت غیر موکدہ کو سنت زائدہ بھی کہتے ہیں۔

۴- مستحب: ہر وہ کام مستحب ہے جو شریعت کی نظر میں پسندیدہ ہو اور اس کو چھوڑ دینا شریعت کی نظر میں برا بھی نہ ہو۔ خواہ اس کام کو رسول اللہ ﷺ نے کیا ہو یا اس کی ترغیب دی ہو۔ یا علماء صالحین نے اس کو پسند فرمایا اگرچہ حدیثوں میں اس کا ذکر نہ آیا ہو۔ یہ سب مستحب ہیں۔ مستحب کو کرنا ثواب اور اس کو چھوڑ دینے پر نہ کوئی عذاب ہے نہ کوئی عتاب۔ جیسے وضو کرنے میں قبلہ رو ہو کر بیٹھنا، نماز میں بحالت قیام سجدہ گاہ پر نظر رکھنا خطبہ میں خلفاء راشدین کا ذکر کرنا مستحب ہے۔

۵- نفل: یہ ایک طرح کا مستحب عمل ہی ہے جسے ادا کرنے کے متعلق حضور ﷺ نے فضیلت بیان کی ہے اسے کرنے میں بہت ثواب ہے اور نہ کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

۶- مباح: مباح وہ ہے جس کا کرنا اور چھوڑ دینا دونوں برابر ہوں۔ جس کے کرنے میں نہ کوئی ثواب ہو اور چھوڑنے میں نہ کوئی عذاب ہو۔ جیسے لذیذ غذاؤں کا کھانا اور نفیس کپڑوں کا پہننا وغیرہ۔

۷- حرام: حرام وہ ہے جس کی ممانعت قطعی شرعی دلیل سے ثابت ہو، اس کا چھوڑنا ضروری اور باعث ثواب ہے اور اس کا ایک مرتبہ بھی قصداً کرنے والا فاسق و جہنمی ہے اور گناہ کبیرہ کا مرتکب ہے اور اس کا انکار کرنے والا کافر ہے۔ حرام فرض کے مقابل ہے یعنی فرض کا کرنا ضروری ہے اور حرام کا چھوڑنا ضروری ہے۔

۸- مکروہ تحریمی: مکروہ تحریمی وہ ہے جو شریعت کی ظنی دلیل سے ثابت ہو۔ اس کا چھوڑنا

لازم اور باعث ثواب ہے اور اس کا کرنے والا گنہگار ہے اگرچہ اس کے کرنے کا گناہ حرام کے کرنے سے کم ہے مگر چند بار اس کو کر لینا گناہ کبیرہ ہے یعنی یاد رکھو کہ یہ واجب کا مقابل ہے یعنی واجب کو کرنا لازم ہے اور مکروہ تحریمی کو چھوڑنا لازم ہے۔

۹-اساءت: اساءت وہ ہے جس کا کرنا برا ہے اور کبھی اتفاقیہ کر لینے والا لائق عتاب اور اس کے کرنے کی عادت بنا لینے والا مستحق عذاب ہے۔ یاد رہے کہ یہ سنت موکدہ کا مقابل ہے۔ یعنی سنت موکدہ کو کرنا ثواب اور چھوڑنا برا ہے اور اساءت کو چھوڑنا ثواب اور کرنا برا ہے۔

۱۰-مکروہ تنزیہی: مکروہ تنزیہی وہ ہے جس کا کرنا شریعت کو پسند نہیں مگر اس کے کرنے والے پر عذاب نہیں ہوگا یہ سنت غیر موکدہ کا مقابل ہے۔

۱۱-خلاف اولیٰ: خلاف اولیٰ وہ ہے جس کو چھوڑ دینا بہتر تھا لیکن اگر کر لیا تو کچھ مضائقہ نہیں۔ یہ مستحب کا مقابل ہے۔

(۲) وضو

جسم کے چند اعضاء کو نبی اکرم ﷺ کے فرمان اور سنت کے مطابق دھونے کو وضو کہا جاتا ہے۔ وضو نماز کے لئے ضروری ہے کیونکہ اس کے بغیر نماز نہیں ہوتی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ اِلَى الْكَعْبَيْنِ ؕ

یعنی اے ایمان والو! جب تم نماز پڑھنے کا ارادہ کرلو تو اپنے منہ اور کہنیوں تک ہاتھوں کو دھوؤ اور سروں کا مسح کرو اور ٹخنوں تک پاؤں دھوؤ۔ (پ۶، المائدہ:۶)

احادیث: وضو کے بارے میں رسول اکرم ﷺ کے چند ارشادات گرامی حسب ذیل ہیں۔

حدیث ۱: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ارشاد فرمایا کہ کیا میں تمہیں ایسی چیز نہ بتا دوں جس کے سبب اللہ تعالیٰ گناہ معاف کر دیتا ہے اور درجات بلند کرتا ہے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کی ہاں یا رسول اللہ ﷺ! فرمایا جس وقت وضو کرنا مشکل ہو اس وقت کامل وضو کرنے اور مسجدوں کی طرف کثرت سے جانے اور ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرنے کا ثواب ایسا ہے جیسا کفار کی سرحد پر اسلام کے لئے

گھوڑا باندھنے کا ہے۔(مسلم شریف)

حدیث ۲: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ قیامت کے دن میری امت اس حالت میں بلائی جائے گی کہ ان کے چہرے ہاتھ اور پاؤں وضو کے باعث چمکتے ہوں گے تو جس سے ہو سکے چمک زیادہ کرے یعنی وضو اچھی طرح کرے۔(بخاری شریف)

حدیث ۳: حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اپنے غلام حمران سے وضو کے لئے پانی مانگا اور سردی کی رات میں باہر جانا چاہتے تھے۔حمران کہتے ہیں کہ میں پانی لایا انہوں نے منہ ہاتھ دھوئے تو میں نے کہا اللہ آپ کو کفایت کرے رات تو بہت ٹھنڈی ہے۔اس پر فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ جو بندہ وضوئے کامل کرتا ہے۔اللہ تعالیٰ اس کے اگلے پچھلے گناہ بخش دیتا ہے۔(مشکوٰۃ شریف)

حدیث ۴: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ وضو کے بغیر نماز قبول نہیں ہوتی یہاں تک کہ وضو کرلے۔(بخاری شریف)

حدیث ۵: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جنت کی کنجی نماز ہے اور نماز کی کنجی وضو ہے۔(احمد)

حدیث ۶: حضرت عبداللہ صنابحی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ مسلمان بندہ جب وضو کرتا ہے تو کلی کرنے سے منہ کے گناہ گر جاتے ہیں اور جب ناک میں پانی ڈال کر صاف کیا تو ناک کے گناہ نکل گئے اور جب منہ دھویا تو اس کے چہرے کے گناہ نکلے یہاں تک کہ پلکوں کے نکلے اور جب ہاتھ دھوئے تو ہاتھوں کے گناہ نکلے یہاں تک کہ ہاتھوں کے ناخنوں سے نکلے اور جب سر کا مسح کیا تو سر کے گناہ نکلے یہاں تک کہ کانوں سے نکلے اور جب پاؤں دھوئے تو پاؤں کی خطائیں نکلیں یہاں تک کہ ناخنوں سے، پھر اس کا مسجد کو جانا اور اس کا نماز پڑھنا اس کے لئے زیادہ ثواب کا باعث ہوگا۔(نسائی شریف)

حدیث ۷: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو سخت سردی میں کامل وضو کرے اس کے لئے دوگنا ثواب ہے(طبرانی)

حدیث ۸: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مومن کا زیور اس حد تک پہنچے گا جہاں تک وضو کا پانی پہنچتا ہے۔(مسلم شریف)

۲- وضو کا مسنون طریقہ: رسول اکرم ﷺ کی سنت کے مطابق وضو کا مسنون طریقہ حسب ذیل ہے۔

وضو کرنے والے کو چاہئے کہ اپنے دل میں وضو کا ارادہ کرکے قبلہ کی طرف منہ کر کے کسی اونچی جگہ بیٹھے اور بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھ کر پہلے دونوں ہاتھ تین مرتبہ گٹوں تک دھوئے۔ پھر مسواک کرے اگر مسواک نہ ہو تو انگلی سے اپنے دانتوں اور مسوڑھوں کو مل کر صاف کرے اور اگر دانتوں یا تالو میں کوئی چیز اٹکی یا چپکی ہو تو اس کو انگلی سے نکالے اور چھڑائے۔ پھر تین مرتبہ کلی کرے اور اگر روزہ دار نہ ہو تو غرغرہ بھی کرے لیکن اگر روزہ دار ہو تو غرغرہ نہ کرے کہ حلق کے اندر پانی چلے جانے کا خطرہ ہے، پھر داہنے ہاتھ سے تین دفعہ ناک میں پانی چڑھائے اور بائیں ہاتھ سے ناک صاف کرے۔ پھر دونوں ہاتھوں میں پانی لے کر تین مرتبہ اس طرح چہرہ دھوئے کہ ماتھے پر بال نکلنے کی جگہ سے لے کر ٹھوڑی کے نیچے تک اور داہنے کان کی لو سے بائیں کان کی لو تک سب جگہ پانی بہ جائے اور کہیں ذرا بھی پانی بہنے سے نہ رہ جائے۔ اگر داڑھی ہو تو اسے بھی دھوئے اور داڑھی میں انگلیوں سے خلال بھی کرے لیکن اگر احرام باندھا ہو تو خلال نہ کرے۔ پھر تین مرتبہ کہنی سمیت یعنی کہنی سے کچھ اوپر داہنا ہاتھ دھوئے پھر اسی طرح تین مرتبہ بایاں ہاتھ دھوئے۔ اگر انگلی میں تنگ انگوٹھی یا چھلہ ہو یا کلائیوں میں تنگ چوڑیاں ہوں تو ان سبھوں کو ہلا پھرا کر دھوئے تا کہ سب جگہ پانی بہ جائے۔ پھر ایک بار پورے سر کا مسح کرے۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ دونوں ہاتھوں کو پانی سے تر کر کے انگوٹھے اور کلمہ کی انگلی چھوڑ کر دونوں ہاتھوں کی تین تین انگلیوں کی نوک کو ایک دوسرے سے ملائے اور ان چھٹوں انگلیوں کو اپنے ماتھے پر رکھ کر پیچھے کی طرف سر کے آخری حصہ تک لے جائے۔ اس طرح کہ کلمہ کی دونوں انگلیاں اور دونوں انگوٹھے اور دونوں ہتھیلیاں سر سے نہ لگنے پائیں۔ پھر سر کے پچھلے حصہ سے ہاتھ ماتھے کی طرف اس طرح لائے کہ دونوں ہتھیلیاں سر کے دائیں بائیں حصہ پر ہوتی ہوئی ماتھے تک واپس آ جائیں۔ پھر کلمہ کی انگلی کے پیٹ سے کانوں کے اندر کے حصوں کا اور انگوٹھے کے پیٹ سے کان کے اوپر کا مسح کرے اور انگلیوں کی پیٹھ سے گردن کا مسح کرے۔ پھر تین بار داہنا پاؤں ٹخنے سمیت یعنی ٹخنے سے کچھ اوپر تک دھوئے پھر بایاں پاؤں اسی طرح تین دفعہ دھوئے۔ پھر بائیں ہاتھ کی چھنگلیا سے دونوں پیروں کی انگلیوں کا اس طرح خلال کرے کہ

پیر کی داہنی چھنگلیا سے شروع کرے اور بائیں چھنگلیا پر ختم کرے۔ وضو ختم کر لینے کے بعد ایک مرتبہ یہ دعا پڑھے۔ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِیْ مِنَ التَّوَّابِیْنَ وَاجْعَلْنِیْ مِنَ الْمُتَطَهِّرِیْنَ اور کھڑے ہو کر وضو کا بچا ہوا پانی تھوڑا سا پی لے کہ یہ بیماریوں سے شفا ہے اور بہتر یہ ہے کہ وضو میں ہر عضو کو دھوتے ہوئے بسم اللہ پڑھ لیا کرے اور درود شریف و کلمہ شہادت بھی پڑھتا رہے اور یہ بھی بہت بہتر ہے کہ وضو پورا کر لینے کے بعد آسمان کی طرف منہ کر کے سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ اَسْتَغْفِرُكَ وَاَتُوْبُ اِلَیْكَ اور سورہ اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ پڑھے مگر ان دعاؤں کا پڑھنا ضروری نہیں، پڑھ لے تو اچھا اور ثواب ہے، نہ پڑھے تو کوئی حرج نہیں ہے۔

اوپر جو کچھ بیان ہوا یہ وضو کرنے کا طریقہ ہے لیکن یاد رکھو کہ وضو میں کچھ چیزیں ایسی ہیں جو فرض ہیں کہ جن کے چھوٹنے یا ان میں کچھ کمی ہو جانے سے وضو نہ ہوگا اور کچھ باتیں سنت ہیں کہ جن کو اگر چھوڑ دیا جائے تو گناہ ہوگا اور کچھ چیزیں مستحب ہیں کہ ان کے چھوڑ دینے سے وضو کا ثواب کم ہو جاتا ہے۔

۳۔ وضو کے فرائض: وضو میں چار چیزیں فرض ہیں۔ (۱) پورے چہرے کا ایک بار دھونا۔ (۲) ایک ایک بار دونوں ہاتھوں کا کہنیوں سمیت دھونا۔ (۳) ایک ایک بار چوتھائی سر کا مسح کرنا یعنی گیلا ہاتھ سر پر پھیر لینا (۴) ایک بار ٹخنوں سمیت دونوں پیروں کو دھونا۔

۱: منہ دھونا: شروع پیشانی سے یعنی جہاں تک عموماً سر کے بال ہوتے ہیں۔ ٹھوڑی کے نیچے تک لمبائی میں اور ایک کان سے دوسرے کان کی لو تک چوڑائی میں اس حد کے اندر جلد کے ہر حصے پر پانی بہانا فرض ہے۔

مسئلہ: لبوں کا وہ حصہ جو عموماً اور عادتاً لب بند کرنے کے بعد ظاہر رہتا ہے اس کا دھونا فرض ہے یونہی رخسار اور کان کے بیچ میں جو جگہ ہے جسے کنپٹی کہتے ہیں۔ اس کا دھونا بھی فرض ہے۔

مسئلہ: نتھ کا سوراخ اگر بند نہ ہو تو اس میں پانی بہانا فرض ہے اگر تنگ ہو تو پانی ڈالنے میں نتھ کو حرکت دے ورنہ حرکت دینا ضروری نہیں۔ (درمختار)

۲: ہاتھ دھونا: اس حکم میں کہنیاں بھی داخل ہیں۔ اگر کہنیوں سے ناخنوں تک کوئی جگہ ذرا

برابر دھلنے سے رہ جائے گی۔ وضو نہ ہوگا۔

مسئلہ: ہر قسم کے جائز وناجائز گہنے، چھلے، انگوٹھیاں، پہنچیاں، کنگن، کانچ لاکھ وغیرہ کی چوڑیاں، ریشم کے لچھے وغیرہ اگر اتنے تنگ ہوں کہ نیچے پانی نہ بہے تو اتار کر دھونا فرض ہے اور اگر صرف ہلا کر دھونے سے پانی بہ جاتا ہو تو حرکت دینا ضروری ہے اور اگر ڈھیلے ہوں کہ بے ہلائے بھی نیچے پانی بہ جائے گا تو کچھ ضروری نہیں۔ (ردالمحتار)

مسئلہ: ہاتھوں کی آٹھوں گھائیاں، انگلیوں کی کروٹیں، ناخنوں کے اندر جو جگہ خالی ہے، کلائی کے بال جڑ سے نوک تک، ان سب پر پانی بہ جانا ضروری ہے۔ اگر کچھ بھی رہ گیا یا بالوں کی جڑوں پر پانی بہ گیا مگر کسی ایک بال کی نوک پر نہ بہا تو وضو نہ ہوا مگر ناخنوں کے اندر کا میل معاف ہے۔ (درمختار)

مسئلہ: عورتوں کو فینسی چوڑیوں کا شوق ہوتا ہے۔ انہیں ہٹا ہٹا کر پانی بہائیں۔ (فتاویٰ رضویہ)

۳: سر کا مسح: سر پر بال نہ ہوں تو جلد کی چوتھائی اور جو بال ہوں تو خاص سر کے بالوں کی چوتھائی کا مسح فرض ہے، سر سے نیچے جو بال لٹکتے ہیں ان کا مسح کافی نہیں۔

مسئلہ: مسح کرنے کے لئے ہاتھ تر ہونا چاہئے۔ خواہ کسی عضو کو دھونے کے بعد ہاتھ میں تری رہ گئی ہو یا نئے پانی سے تر کر لیا ہو۔ ہاں کسی عضو کے مسح کے بعد ہاتھ میں جو تری رہ جائے گی وہ دوسرے عضو کے مسح کے لئے کافی نہ ہوگی۔ (ردالمحتار)

مسئلہ: دوپٹہ پر مسح ہرگز کافی نہیں مگر جبکہ دوپٹہ اتنا باریک، اور تری اتنی زیادہ ہو کہ کپڑے سے پھوٹ کر چوتھائی سر یا بالوں کو تر کر دے تو مسح ہو جائے گا (بحر وغیرہ)

۴: پاؤں دھونا: اس حکم میں گٹے بھی داخل ہیں۔ گھائیاں، انگلیوں کی کروٹیں، تلوے، ایڑیاں اور کونچیں سب کا دھونا فرض ہے۔ (عامہ کتب)

مسئلہ: چھلے اور سب گہنے کہ گٹوں پر یا ان سے نیچے ہوں ان کا حکم وہی ہے جو اوپر بیان کیا گیا ہے۔

۴- وضو کی سنتیں: ۱- نیت کرنا۔

۲- بسم اللہ سے شروع کرنا۔

۳- پہلے ہاتھوں کو گٹوں تک تین تین بار دھونا۔

۴-مسواک کرنا۔
۵-تین چلو پانی سے تین کلیاں کرنا۔
۶-تین چلو سے تین بار ناک میں پانی چڑھانا۔
۷-بائیں ہاتھ سے ناک صاف کرنا۔
۸-ہاتھ پاؤں کی انگلیوں کا خلال کرنا۔
۹-ہر عضو کو تین تین بار دھونا۔
۱۰-پورے سر کا ایک بار مسح کرنا۔
۱۱-کانوں کا مسح کرنا اور گردن کا مسح کرنا۔
۱۲-ترتیب سے وضو کرنا۔
۱۳-ڈاڑھی میں خلال کرنا۔
۱۴-اعضاء کو لگاتار دھونا۔

۵-<u>وضو کے مستحبات</u>:۱-جو اعضاء جوڑے ہیں مثلاً دونوں ہاتھ، دونوں پاؤں تو ان میں سے داہنے سے دھونے کی ابتداء کریں مگر دونوں رخسارے کہ ان دونوں کو ایک ہی ساتھ دھونا چاہئے۔ یوں ہی دونوں کانوں کا مسح ایک ہی ساتھ ہونا چاہئے۔
۲-انگلیوں کی پیٹھ سے گردن کا مسح کرنا۔
۳-اونچی جگہ بیٹھ کر وضو کرنا۔
۴-وضو کا پانی پاک جگہ گرانا۔
۵-اپنے ہاتھ سے وضو کا پانی بھرنا۔
۶-دوسرے وقت کے لئے پانی بھر کر رکھ لینا۔
۷-بلاضرورت وضو کرنے میں دوسرے سے مدد نہ لینا۔
۸-ڈھیلی انگوٹھی کو بھی پھرا لینا۔
۹-صاحب عذر نہ ہو تو وقت سے پہلے وضو کر لینا۔
۱۰-اطمینان سے وضو کرنا۔
۱۱-کانوں کے مسح کے وقت چھنگلیاں کان کے سوراخ میں داخل کرنا۔
۱۲-کپڑوں کو ٹپکتے ہوئے قطرات سے بچانا۔

۱۳-وضو کا برتن مٹی کا ہو۔
۱۴-اگر تانبے وغیرہ کا ہو تو قلعی کیا ہوا ہو۔
۱۵-اگر وضو کا برتن لوٹا ہو تو بائیں طرف رکھیں۔
۱۶-اگر وضو کا برتن طشت یا لگن ہو تو داہنی طرف رکھیں۔
۱۷-اگر لوٹے میں دستہ لگا ہوا ہو تو دستہ کو تین بار دھولیں۔
۱۸-اور ہاتھ دستہ پر رکھیں، لوٹے کے منہ پر ہاتھ نہ رکھیں۔
۱۹-ہر عضو کو دھو کر اس پر ہاتھ پھیر دینا تاکہ قطرے بدن یا کپڑے پر نہ ٹپکیں۔
۲۰-ہر عضو کے دھوتے وقت دل میں وضو کی نیت کا حاضر رہنا۔
۲۱-ہر عضو کو دھوتے وقت بسم اللہ اور درود شریف وکلمہ شہادت پڑھنا۔
۲۲-ہر عضو کو دھوتے وقت الگ الگ عضو کے دھونے کی دعاؤں کو پڑھتے رہنا۔
۲۳-اعضاء وضو کو بلا ضرورت پونچھ کر خشک نہ کرے اور اگر پونچھے تو کچھ نمی باقی رہنے دے۔
۲۴-وضو کر کے ہاتھ نہ جھٹکے کہ یہ شیطان کا پنکھا ہے۔
۲۵-وضو کے بعد اگر مکروہ وقت نہ ہو تو دو رکعت نماز پڑھ لے۔ اس کو تحیۃ الوضوء کہتے ہیں۔ (عالمگیری ج ۱ ص ۹، بہار شریعت وغیرہ)

۶-مکروہات وضو: ۱-عورت کے غسل یا وضو کے بچے ہوئے پانی سے وضو کرنا۔ ۲-وضو کے لئے نجس جگہ بیٹھنا۔ ۳-نجس جگہ وضو کا پانی گرانا، ۴-مسجد کے اندر وضو کرنا، ۵-اعضائے وضو سے لوٹے وغیرہ میں قطرہ ٹپکانا، ۶-پانی میں رینٹھ یا کھنکار ڈالنا۔ ۷-قبلہ کی طرف تھوک یا کھنکار ڈالنا یا کلی کرنا، ۸-بے ضرورت دنیا کی بات کرنا۔ ۹-زیادہ پانی خرچ کرنا، ۱۰-اتنا کم خرچ کرنا کہ سنت ادا نہ ہو۔ ۱۱-منہ پر پانی مارنا یا منہ ۱۲ پر پانی ڈالتے وقت پھونکنا، ایک ۱۳ ہاتھ سے منہ دھونا کہ رفاض وہنود کا شعار ہے۔ ۱۴-گلے کا مسح کرنا، ۱۵-بائیں ہاتھ سے کلی کرنا یا ناک میں پانی ڈالنا، ۱۶-داہنے ہاتھ سے ناک صاف کرنا، ۱۷-اپنے لئے کوئی لوٹا وغیرہ خاص کر لینا۔ ۱۸-تین جدید پانیوں سے تین بار سر کا مسح کرنا۔ ۱۹-جس کپڑے سے استنجے کا پانی خشک کیا ہو اس سے اعضائے وضو پونچھنا، ۲۰-دھوپ کے گرم پانی سے وضو کرنا، ۲۱-ہونٹ یا آنکھیں زور سے بند کرنا اور اگر کچھ سوکھا رہ جائے تو وضو ہی نہ ہوگا۔ ہر سنت کا ترک مکروہ ہے۔ یونہی ہر مکروہ کا ترک سنت۔

۷- وضو کرنے کی صورتیں: **مسئلہ ۱:** اگر وضو نہ ہو تو نماز اور سجدۂ تلاوت اور نمازِ جنازہ اور قرآن عظیم چھونے کے لئے وضو کرنا فرض ہے۔

مسئلہ ۲: طواف کے لئے وضو واجب ہے۔ غسل جنابت سے پہلے اور جب کو کھانے پینے، سونے اور اذان واقامت اور خطبہ جمعہ وعیدین اور روضہ مبارک رسول اللہ ﷺ کی زیارت اور وقوف عرفہ اور صفا و مروہ کے درمیان سعی کے لئے وضو کر لینا سنت ہے۔

مسئلہ ۳: سونے کے لئے اور سونے کے بعد اور میت کے نہلانے یا اٹھانے کے بعد اور جماع سے پہلے اور جب غصہ آ جائے اس وقت اور زبانی قرآن عظیم پڑھنے کے لئے اور حدیث اور علم دین پڑھنے پڑھانے اور علاوہ جمعہ وعیدین باقی خطبوں کے لئے اور کتب دینیہ چھونے کے لئے اور بعد ستر غلیظ چھونے اور جھوٹ بولنے، گالی دینے، فحش لفظ نکالنے، کافر سے بدن چھو جانے، صلیب یا بت چھونے، کوڑھی یا سپید داغ والے سے مس کرنے، بغل کھجانے سے جبکہ اس میں بدبو ہو، غیبت کرنے، قہقہہ لگانے، لغو اشعار پڑھنے اور اونٹ کا گوشت کھانے، کسی عورت کے بدن سے اپنا بدن بے حائل مس ہو جانے سے اور باوضو شخص کے نماز پڑھنے کے لئے، ان سب صورتوں میں وضو مستحب ہے۔

مسئلہ ۴: جب وضو جاتا رہے وضو کر لینا مستحب ہے۔ نابالغ پر وضو فرض نہیں مگر ان سے وضو کرانا چاہئے تاکہ عادت ہو اور وضو کرنا آ جائے اور مسائل وضو سے آگاہ ہو جائے۔

۸- وضو توڑنے والی چیزیں: کچھ چیزیں ایسی ہیں کہ انہیں شریعت مطہرہ نے نواقض وضو قرار دیا ہے یعنی ان میں سے اگر ایک بھی پائی جائے تو وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ ان میں بعض یہ ہیں۔

۱- آگے یا پیچھے کے مقام سے پیشاب پاخانہ وغیرہ کسی نجاست یا کیڑے یا پتھری کا نکلنا یا پیچھے سے ہوا کا خارج ہونا۔

۲- خون، پیپ یا زرد پانی جبکہ کہیں سے نکل کر ایسی جگہ بہ کر چلا جائے کہ جس کا وضو یا غسل میں دھونا فرض ہے۔

۳- آنکھ، کان، ناف، پستان وغیرہا میں دانہ یا ناسور یا کوئی بیماری ہو اور اس وجہ سے جو خون یا پانی بہے گا، وضو توڑ دے گا۔ دکھتی ہوئی آنکھ سے جو پانی بہتا ہے اس کا یہی حکم ہے یہ پانی خود بھی نجس ہے۔

۴- کھانے یا پانی یا صفرا کی منہ بھر قے، یونہی جمے ہوئے خون کی منہ بھر قے اور بہتے ہوئے

خون کی قے جبکہ تھوک اس پر غالب نہ ہو، وضو توڑ دیتی ہے۔

۵- بے ہوشی، غشی، پاگل پن اور اتنا نشہ کہ چلنے میں پاؤں لڑکھڑائیں، وضو توڑ دیتا ہے۔

۶- بالغ کا قہقہہ، یعنی اتنی آواز سے ہنسی کہ آس پاس والے سنیں جبکہ جاگتے میں اور رکوع و سجود والی نماز میں ہو، وضو توڑ دیتا ہے۔

۷- سو جانے سے بھی وضو جاتا رہتا ہے۔ مثلاً لیٹے لیٹے آنکھ لگ گئی یا کسی چیز کے سہارے بیٹھے بیٹھے نیند آ گئی کہ اگر وہ چیز نہ ہوتی تو گر پڑتی تو وضو جاتا رہا اور اگر نماز میں بیٹھے بیٹھے یا سجدے میں قصداً سو گئی تو بھی وضو گیا اور نماز بھی گئی۔

۸- منہ سے خون کا نکلنا بھی جبکہ تھوک پر غالب ہو، ناقض وضو ہے۔

۹- وضو نہ ٹوٹنے والی صورتیں: جن صورتوں میں وضو نہیں ٹوٹتا، وہ مندرجہ ذیل ہیں۔

۱- خون یا پیپ یا زرد پانی ابھرا اور بہا نہیں۔ جیسے سوئی کی نوک یا چاقو کا کنارہ لگ جاتا ہے اور خون ابھر آتا ہے۔

۲- اپنی یا پرائی شرمگاہ (پیشاب یا پاخانہ کی جگہ) پر ہاتھ لگایا۔

۳- خلال کیا یا مسواک یا انگلی سے دانت مانجھے یا دانت سے کوئی چیز کاٹی، اس پر خون کا اثر پایا۔ یا ناک میں انگلی ڈالی۔ اس پر خون کی سرخی آ گئی مگر وہ خون بہنے کے قابل نہیں۔

۴- ناک صاف کی اس میں سے جما ہوا خون نکلا۔

۵- کان میں تیل ڈالا تھا اور ایک دن بعد کان یا ناک سے نکلا۔

۶- جوں، کھٹمل، مچھر یا پسو نے خون چوسا۔

۷- بلغم کی قے جتنی بھی ہو۔

۸- بیٹھے بیٹھے جھونکا آ گیا یا اونگھ آ گئی مگر نیند نہ آئی تو وضو نہ ٹوٹے گا۔

(۳) غسل

سر سے لے کر پاؤں تک یعنی جسم کے تمام اعضاء کے دھونے کو غسل کہا جاتا ہے مگر اسلام میں غسل اسے کہا جاتا ہے جو حضور ﷺ نے نہانے کا طریقہ بتایا ہے جسم پر صرف پانی بہا لینا غسل نہیں۔ غسل سے انسانی جسم پاکیزہ ہوتا ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس کی بہت تاکید کی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

وَلَا جُنُبًا اِلَّا عَابِرِیْ سَبِیْلٍ حَتّٰی تَغْتَسِلُوْا ط وَاِنْ کُنْتُمْ مَّرْضٰٓی اَوْ عَلٰی سَفَرٍ اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْکُمْ مِّنَ الْغَآئِطِ اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ وَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَیَمَّمُوْا صَعِیْدًا طَیِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِکُمْ وَاَیْدِیْکُمْ ط اِنَّ اللّٰهَ کَانَ عَفُوًّا غَفُوْرًا٥ (پ۵-النساء:۴۳)	اور نہ ناپاکی کی حالت مگر راستہ عبور کرتے نماز نہ پڑھو، یہاں تک کہ تم غسل کرلو اور اگر تم بیمار ہو یا سفر میں ہو یا تم میں سے کوئی قضائے حاجت سے آیا یا تم نے عورتوں کو چھوڑا ہو، اور پانی نہ پاؤ تو پاک مٹی سے تیمم کرلو اور اپنے چہروں اور ہاتھوں کا مسح کرو۔ بے شک اللہ تعالیٰ معاف کرنے والا بخشنے والا ہے۔
وَاِنْ کُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوْا ط (مائدہ:۶)	اور اگر تم حالت جنابت میں ہو تو غسل کرلو۔

۱-احادیث: رسول اکرم ﷺ نے بھی غسل کی بہت تاکید کی ہے۔آپ کے ارشادات حسب ذیل ہیں۔

حدیث نمبر۱: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی شخص اپنی عورت سے خلوت میں بیٹھے اور نفسانی لطف اٹھائے تو اس پر غسل واجب ہو جائے گا اگرچہ مرد کا جوہر حیات خارج نہ ہوا ہو۔(بخاری شریف)

حدیث نمبر۲: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور ﷺ جب غسل جنابت کا ارادہ فرماتے تو سب سے پہلے دونوں ہاتھ دھوتے۔ پھر نماز کا سا وضو کرتے۔ پھر پانی میں اپنی انگلیاں داخل کرتے پھر ان سے بالوں کی جڑوں کو تر کرتے پھر اپنے سر مبارک پر پانی بہاتے پھر تمام جسم پر پانی بہاتے۔(مسلم شریف)

حدیث نمبر۳: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ نبی ﷺ کے نہانے کے لئے میں نے پانی رکھا اور کپڑے سے پردہ کیا۔ حضور ﷺ نے ہاتھوں پر پانی ڈالا اور ان کو دھویا، پھر پانی ڈال کر ہاتھوں کو دھویا پھر داہنے ہاتھ سے بائیں پر پانی ڈالا پھر استنجاء فرمایا، پھر ہاتھ زمین پر مار کر ملا اور دھویا پھر کلی کی اور ناک میں پانی ڈالا اور منہ اور ہاتھ دھوئے پھر سر پر پانی ڈالا اور تمام بدن پر بہایا، پھر اس جگہ سے الگ پائے مبارک دھوئے۔ اس کے بعد میں نے بدن پونچھنے کے لئے ایک کپڑا دیا تو حضور ﷺ نے نہ لیا اور ہاتھوں کو جھاڑتے ہوئے تشریف لے گئے۔(بخاری شریف)

حدیث نمبر۴: حضرت ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے یہ عرض کی کہ

یارسول اللہ ﷺ! میں اپنے سر کی چوٹی مضبوط گوندھتی ہوں تو کیا غسل جنابت کے لئے اسے کھول ڈالوں؟ فرمایا نہیں، تجھ کو صرف یہی کفایت کرتا ہے کہ سر پر تین لپ پانی ڈالے، پھر اپنے اوپر پانی بہالے، پاک ہو جائے گی یعنی جبکہ بالوں کی جڑیں تر ہو جائیں اور اگر اتنی سخت گندھی ہو کہ جڑوں تک پانی نہ پہنچے تو کھولنا فرض ہے (مسلم شریف)

حدیث نمبر۵: حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انصار کی ایک عورت نے رسول اللہ ﷺ سے حیض کے بعد غسل کے متعلق سوال کیا۔ حضور ﷺ نے اس کو کیفیت غسل کی تعلیم فرمائی۔ پھر فرمایا کہ مشک آلودہ ایک کپڑے کا ٹکڑا لے کر اس سے طہارت کر۔ عرض کی کیسے اس سے طہارت کروں؟ فرمایا اس سے طہارت کر، عرض کی کیسے طہارت کروں؟ فرمایا سبحٰن اللہ اس سے طہارت کر۔ ام المومنین رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ میں نے اسے اپنی طرف کھینچ کر کہا اس سے خون کے اثر کو صاف کر لے اس کے بعد غسل کر لے۔ (مسلم شریف)

حدیث نمبر۶: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ ہر بال کے نیچے جنابت ہے تو بال دھوؤ اور جلد کو صاف کرو۔ (ترمذی شریف)

ان احادیث سے غسل کی اہمیت واضح ہو جاتی ہے اس لئے جب غسل کی ضرورت ہو جائے تو اولین فرصت میں غسل کر لینا چاہئے۔

۲-اقسام غسل: غسل کی چار قسمیں ہیں۔

۱-فرض، ۲-واجب، ۳-سنت، ۴-مستحب۔

۱-فرض غسل: فرض غسل تین ہیں۔ (۱) غسل جنابت (۲) غسل بعد انقطاع حیض (۳) غسل بعد انقطاع نفاس۔

۲-واجب غسل:- واجب غسل صرف دو ہیں۔ (۱) زندوں پر مردہ کو غسل دینا واجب ہے۔ (۲) اگر کل بدن نجاست آلود ہو جائے یا بدن کے کسی حصہ پر نجاست لگ جائے لیکن مقام نجاست معلوم نہ ہو تو سارے بدن کا غسل واجب ہے۔

۳-سنت غسل:- سنت غسل حنفیہ کے نزدیک پانچ ہیں۔ (۱) جمعہ کی نماز کے لئے (۲) عیدین کے لئے (۳) احرام حج یا عمرہ کے لئے (۴) عرفات میں ٹھہرنے کے لئے۔

(۵) اسلام میں داخل ہونے کے وقت۔

۴۔مستحب غسل:۔مستحب غسل بیس (۲۰) ہیں۔(۱) دیوانگی، غشی اور نشہ کی سرمستی دور ہونے کے بعد (۲) پچھنے لگوانے کے بعد (۳) شعبان کی پندرہ تاریخ کو (۴) نویں ذی الحجہ کی رات کو (۵) مقام مزدلفہ میں ٹھہرنے کے وقت (۶) ذی الحجہ میں قربانی کرنے کے وقت (۷) پتھریاں پھینکنے کے لئے منیٰ میں داخل ہونے کے وقت (۸) طواف زیارت کے لئے مکہ معظمہ میں داخل ہونے کے وقت (۹) شب قدر میں (۱۰) سورج اور چاند کے گرہن ہونے کے وقت (۱۱) طلب بارش کی نماز کے لئے (۱۲) کسی خوف کے وقت (۱۳، ۱۴) اگر سخت آندھی آجائے یا کوئی اور ارضی وسماوی آفت ہو تو اس کو دفع کرنے کے لئے (۱۵) مدینہ منورہ میں داخل ہونے کے وقت (۱۶) نئے کپڑے یا سفید لباس پہننے کے وقت (۱۷) مردہ نہلانے کے بعد (۱۸) مقتول کو غسل دینا خواہ قتل کیسا ہی ہو، حرام یا حلال (۱۹) سفر سے مراجعت کے وقت (۲۰) مستحاضہ عورت پر ہر نماز کے لئے۔

۳۔غسل کا مسنون طریقہ

غسل کرنے کا سنت طریقہ یوں ہے کہ دل سے نیت کرنے کے ساتھ زبان سے بھی کہے تو افضل ہے۔ پھر پانی لیتے وقت بسم اللہ پڑھے۔ پھر دونوں ہاتھوں کو گٹوں تک تین مرتبہ دھوئے، پھر استنجے کی جگہ دھوئے خواہ نجاست ہو یا نہ ہو۔ پھر بدن پر جہاں کہیں نجاست ہو اس کو دور کرے پھر نماز کا سا وضو کرے مگر پاؤں نہ دھوئے۔ ہاں اگر چوکی یا پتھر وغیرہ پر نہائے تو پاؤں بھی دھوئے۔ پھر بدن پر تیل کی طرح پانی چپڑے خصوصاً جاڑے میں، پھر تین مرتبہ داہنے کندھے پر، پھر تین بار بائیں کندھے پر، پھر سر پر اور تمام بدن پر تین بار پانی بہائے پھر غسل کی جگہ سے علیحدہ ہو جائے اور اگر وضو کرنے میں پاؤں نہیں دھوئے تھے تو اب دھولے اور نہانے میں قبلہ رخ نہ ہو اور ایسی جگہ نہائے کہ کوئی نہ دیکھے اور اگر یہ نہ ہو سکے تو ناف سے گھٹنے تک کا ستر تو ضروری ہے اور کسی قسم کا کلام نہ کرے، نہ دعا پڑھے، عورتوں کو بیٹھ کر نہانا بہتر ہے۔

اکثر ہمارے مسلمان بھائی علم دین سے بے خبری کے باعث سنت طریقے سے غسل نہیں جانتے بلکہ غیر اسلامی طریقے سے یوں کرتے ہیں کہ غسل خانے میں داخل ہوئے سر پر پانی ڈالا اور پھر صابن لگا کر نہانا شروع کر دیا۔ پھر دو تین مرتبہ پانی بہایا اور

غسل کو مکمل کرتے ہوئے غسل خانے سے باہر تشریف لے آئے اگرچہ اس طرح جسم سے میل کچیل تو اتر جاتی ہے لیکن انسان کا جسم پاکیزہ نہیں ہوتا کیونکہ جب تک اسلامی طریقے سے غسل نہیں کیا جائے گا۔ جسم طہارت اور پاکیزگی کے زمرے میں نہیں آئے گا جب اسلامی طریقے سے جسم پاکیزہ نہیں ہوگا تو غیر اسلامی طریقے سے کئے ہوئے غسل کے بعد نماز پڑھنے سے نماز نہ ہوگی۔

۴۔فرائض غسل

غسل کے لئے تین باتیں فرض ہیں۔ ان میں سے کوئی بھی رہ جائے تو غسل نہ ہوگا اور نہ ہی نہانے والا سنت مصطفیٰ ﷺ کے مطابق پاکیزہ ہوگا۔

۱۔کلی کرنا:۔کلی اس طرح کی جائے کہ منہ کے اندر ہر گوشے، ہونٹ سے حلق کی جڑ تک ہر جگہ پانی بہ جائے۔ آج کل بہت سے بے علم یہ سمجھتے ہیں کہ تھوڑا سا پانی منہ میں لے کر اگل دینے کو کلی کہتے ہیں اگرچہ زبان کی جڑ اور حلق کے کنارے تک پانی نہ پہنچے، یوں غسل نہیں ہوتا۔ نہ اس غسل سے نماز ہوگی۔ بلکہ فرض ہے کہ ڈاڑھوں کے نیچے گالوں کی تہ میں، دانتوں کی جڑ اور کھڑکیوں میں اور زبان کی ہر کروٹ میں حلق کے کنارے تک ہر پرزے پر پانی بہے۔ دانتوں کی جڑوں یا کھڑکیوں میں کوئی ایسی چیز جمی ہو جو پانی بہنے سے روکے تو اس کا چھڑانا ضروری ہے جبکہ چھڑانے میں ضرر اور حرج نہ ہو۔ جیسے چھالیہ کے دانے، گوشت کے ریزے اور اگر چھڑانے میں ضرر اور حرج ہو جیسے بہت پان کھانے سے دانتوں کی جڑوں میں چونا جم جاتا ہے کہ چھڑانے کے قابل نہیں ہوتا۔ یا عورتوں کے دانتوں میں مسی کی ریخیں جم جاتی ہیں اور ان کے چھیلنے میں ضرر اندیشہ ہے تو اس کی معافی ہے۔

۲۔ناک میں پانی ڈالنا: دونوں نتھنوں کا جہاں تک نرم حصہ ہے یعنی سخت ہڈی کے شروع تک اس کا دھونا کہ پانی کو سونگھ کر اوپر چڑھائے۔ بال برابر جگہ بھی دھلنے سے نہ رہ جائے ورنہ غسل نہ ہوگا۔ ناک کے اندر کثافت (رینٹھ) جم گئی ہے تو اسے صاف کرنا چاہئے۔ نیز ناک کے بالوں کا بھی دھونا فرض ہے۔ بلاق کا سوراخ اگر بند نہ ہو تو اس میں پانی پہنچانا ضروری ہے۔ پھر اگر تنگ ہے تو حرکت دینا ضروری ہے، ورنہ نہیں۔

۳۔تمام ظاہری بدن: یعنی سر کے بالوں سے پاؤں کے تلووں تک جسم کے ہر حصے پر پانی

بہانا ضروری ہے، جب تک ایک ایک ذرے پر پانی بہتا ہوا نہ گزرے گا۔ غسل ہرگز نہ ہوگا یعنی تمام جسم پر پانی ڈالنا ضروری ہے۔

بدن کے بہت سے ایسے حصے ہیں کہ اگر احتیاط کے ساتھ غسل میں ان کا دھیان نہ رکھا جائے تو وہاں پانی نہیں پہنچتا اور وہ سوکھا ہی رہ جاتا ہے یاد رکھو کہ اس طرح نہانے سے غسل نہیں ہوگا اور آدمی نماز پڑھنے کے قابل نہیں ہوگا۔ لہٰذا ضروری ہے کہ غسل کرتے وقت خاص طور پر ان چند جگہوں پر پانی پہنچانے کا دھیان رکھیں۔ سر اور داڑھی، مونچھ، بھنوؤں کے ایک ایک بال اور بدن کے ہر ہر رونگٹے کی جڑ سے نوک تک دھل جانے کا خیال رکھیں۔ اسی طرح کان کا جو حصہ نظر آتا ہے اس کی گھراریوں اور سوارخ، اسی طرح ٹھوڑی اور گلے کا جوڑ، پیٹ کی بلٹیں، بغلیں، ناف کے غار، ران اور پیڑو کا جوڑ، جنگا سا، دونوں سرینوں کے ملنے کی جگہ، خصیوں کے نیچے کی جگہ، عورتوں کے ڈھلکے ہوئے پستان کے نیچے کا حصہ، ان سب کو خیال سے پانی بہا بہا کر دھوئیں تا کہ ہر ہر جگہ پانی پہنچ کر بہ جائے۔

۵- غسل کی سنتیں: غسل کی سنتیں مندرجہ ذیل ہیں۔ (درمختار)

۱- غسل کی نیت کر کے پہلے دونوں ہاتھ گٹوں تک تین مرتبہ دھوئیں۔

۲- پھر استنجے کی جگہ دھوئیں خواہ ناپاکی ہو یا نہ ہو۔

۳- پھر بدن پر جہاں کہیں نجاست ہو اسے دور کریں۔

۴- پھر نماز کا سا وضو کریں مگر پاؤں نہ دھوئیں۔ ہاں اگر چوکی یا تختے یا پتھر یا پکے فرش پر نہائیں تو پاؤں بھی دھو لیں۔

۵- پھر بدن پر تیل کی طرح پانی چپڑ لیں خصوصاً جاڑے میں۔

۶- پھر تین مرتبہ داہنے مونڈھے پر پانی بہائیں۔

۷- پھر تین مرتبہ بائیں مونڈھے پر۔

۸- پھر تین بار سر پر اور تمام بدن پر پانی بہائیں اور یہاں سے ہٹ جائیں اور وضو کرنے میں پاؤں نہیں دھوئے تھے تو اب دھو لیں۔

۹- نہاتے وقت قبلہ کو منہ نہ کریں۔

۱۰- تمام بدن پر ہاتھ پھیریں اور ملیں۔

۱۱- ایسی جگہ نہائیں کہ کوئی نہ دیکھے۔ عورتوں کو اس میں بہت احتیاط کی ضرورت ہے۔

۱۲- کسی قسم کی بات چیت نہ کریں نہ کوئی دعا پڑھیں۔
۱۳- بیٹھ کر نہائیں اور نہانے کے بعد فوراً کپڑے پہن لیں۔
۱۴- وضو کی سنتوں اور مستحبات کا غسل میں بھی خیال رکھیں۔

۶- شرعی مسائل: **مسئلہ ۱**: پانچ چیزیں ہیں کہ ان میں سے ایک بھی پائی جائے تو غسل فرض ہو جاتا ہے۔

(۱) منی کا اپنی جگہ سے شہوت کے ساتھ الگ ہو کر شرمگاہ سے نکلنا، لہٰذا اگر منی شہوت کے ساتھ اپنی جگہ سے جدا نہ ہوئی بلکہ بوجھ اٹھانے یا بلندی سے گرنے کے سبب نکلی، یا پیشاب کے وقت ویسے ہی کچھ قطرے بلا شہوت نکل آئے تو ان دونوں صورتوں سے غسل فرض نہیں البتہ وضو ٹوٹ جائے گا۔

(۲) احتلام یعنی سوتے سے اٹھے اور بدن یا کپڑے پر تری پائے تو غسل واجب ہے اگرچہ خواب یاد نہ ہو۔ ہاں اگر یقین ہے کہ یہ منی یا مذی نہیں بلکہ پیشاب یا پسینہ ہے یا کچھ اور ہے تو اگرچہ احتلام یاد ہو اور خیال میں انزال (منی نکلنے) کی لذت ہو تو غسل واجب نہیں۔ اگر منی نہ ہونے کا یقین ہے اور مذی کا شک ہے تو اگر خواب میں احتلام ہونا یاد نہیں تو غسل نہیں اور یاد ہے تو غسل فرض ہے۔ (ردالمحتار)

مرد اور عورت ایک چارپائی پر سوئے اور جاگے تو بستر پر منی پائی گئی اور ان میں سے ہر ایک احتلام کا انکار کرتا ہے تو دونوں غسل کریں۔

(۳) جماع، یعنی مرد کی شرمگاہ کا سر عورت کی شرمگاہ میں داخل ہونا، شہوت و خواہش ہو یا نہ ہو، انزال ہو یا نہ ہو، دونوں پر غسل فرض ہے اور اگر ایک بالغ ہو اور دوسرا نابالغ تو بالغ پر غسل فرض ہے اور نابالغ پر اگرچہ غسل فرض نہیں مگر غسل کا حکم دیا جائے گا۔ (بہارشریعت)

(۴) حیض سے فارغ ہونے کے بعد غسل کرنا ضروری ہے۔

(۵) نفاس کے ختم ہونے پر بھی غسل کرنا فرض ہے۔

مسئلہ ۲: جس پر چند غسل ہوں۔ سب کی نیت سے ایک غسل کر لیا جائے۔ سب ادا ہو گئے اور چونکہ غسل کی نیت کی ہے تو سب کا ثواب ملے گا۔ (بہارشریعت)

مسئلہ ۳: عورت پر غسل فرض تھا اور ابھی غسل نہیں کیا تھا کہ حیض شروع ہو گیا تو چاہے اب نہالے یا حیض ختم ہونے کے بعد نہالے۔ (فتاویٰ عالمگیری)

۱۲- کسی قسم کی بات چیت نہ کریں نہ کوئی دعا پڑھیں۔
۱۳- بیٹھ کر نہائیں اور نہانے کے بعد فوراً کپڑے پہن لیں۔
۱۴- وضو کی سنتوں اور مستحبات کا غسل میں بھی خیال رکھیں۔

۶- شرعی مسائل: **مسئلہ ۱**: پانچ چیزیں ہیں کہ ان میں سے ایک بھی پائی جائے تو غسل فرض ہو جاتا ہے۔

(۱) منی کا اپنی جگہ سے شہوت کے ساتھ الگ ہو کر شرمگاہ سے نکلنا، لہٰذا اگر منی شہوت کے ساتھ اپنی جگہ سے جدا نہ ہوئی بلکہ بوجھ اٹھانے یا بلندی سے گرنے کے سبب نکلی، یا پیشاب کے وقت ویسے ہی کچھ قطرے بلا شہوت نکل آئے تو ان دونوں صورتوں سے غسل فرض نہیں البتہ وضو ٹوٹ جائے گا۔

(۲) احتلام یعنی سوتے سے اٹھے اور بدن یا کپڑے پر تری پائے تو غسل واجب ہے اگرچہ خواب یاد نہ ہو۔ ہاں اگر یقین ہے کہ یہ منی یا مذی نہیں بلکہ پیشاب یا پسینہ ہے یا کچھ اور ہے تو اگرچہ احتلام یاد ہو اور خیال میں انزال (منی نکلنے) کی لذت ہو تو غسل واجب نہیں۔ اگر منی نہ ہونے کا یقین ہے اور مذی کا شک ہے تو اگر خواب میں احتلام ہونا یاد نہیں تو غسل نہیں اور یاد ہے تو غسل فرض ہے۔ (ردالمحتار)

مرد اور عورت ایک چارپائی پر سوئے اور جاگے تو بستر پر منی پائی گئی اور ان میں سے ہر ایک احتلام کا انکار کرتا ہے تو دونوں غسل کریں۔

(۳) جماع، یعنی مرد کی شرمگاہ کا سر عورت کی شرمگاہ میں داخل ہونا، شہوت وخواہش ہو یا نہ ہو، انزال ہو یا نہ ہو، دونوں پر غسل فرض ہے اور اگر ایک بالغ ہو اور دوسرا نابالغ تو بالغ پر غسل فرض ہے اور نابالغ پر اگرچہ غسل فرض نہیں مگر غسل کا حکم دیا جائے گا۔ (بہار شریعت)

(۴) حیض سے فارغ ہونے کے بعد غسل کرنا ضروری ہے۔

(۵) نفاس کے ختم ہونے پر بھی غسل کرنا فرض ہے۔

مسئلہ ۲: جس پر چند غسل ہوں۔ سب کی نیت سے ایک غسل کرلیا جائے۔ سب ادا ہو گئے اور چونکہ غسل کی نیت کی ہے تو سب کا ثواب ملے گا۔ (بہار شریعت)

مسئلہ ۳: عورت پر غسل فرض تھا اور ابھی غسل نہیں کیا تھا کہ حیض شروع ہو گیا تو چاہے اب نہالے یا حیض ختم ہونے کے بعد نہالے۔ (فتاویٰ عالمگیری)

مسئلہ ٤: جس پر غسل فرض تھا اسے چاہئے کہ نہانے میں دیر نہ کرے۔ حدیث شریف میں ہے کہ جس گھر میں جنب (جس پر غسل فرض ہوتا ہے) ہو اس میں رحمت کے فرشتے نہیں آتے اور اگر اتنی دیر کر چکا کہ نماز کا آخر وقت آ گیا تو اب فوراً نہانا فرض ہے۔ اب دیر لگائے گا تو گنہگار ہوگا۔

مسئلہ ٥: جنب اگر کھانا کھانا چاہتا ہے تو وضو کر لے یا ہاتھ منہ دھو کر کلی کر لے اور اگر ویسے ہی کھا پی لیا تو گناہ نہیں مگر مکروہ ہے اور محتاجی لاتا ہے اور بے نہائے یا بے وضو کیے جماع کر لیا تو بھی کچھ گناہ نہیں۔ (ردالمحتار)

مسئلہ ٦: رمضان میں اگر غسل کی حاجت ہوگئی تو بہتر یہی ہے کہ صبح صادق سے پہلے نہا لے تاکہ روزے کا ہر حصہ ناپاکی سے خالی ہو اور غسل نہ کیا تو بھی روزے میں کچھ نقصان نہیں مگر مناسب یہ ہے کہ غرغرہ اور ناک میں پانی چڑھانا یہ دونوں کام فجر کا وقت شروع ہونے سے پہلے کر لے کہ پھر روزے میں نہ ہو سکیں گے اور اگر نہانے میں اتنی دیر لگا دی کہ دن نکل آیا اور نماز قضا کر دی تو یہ اور دنوں میں بھی گناہ ہے اور رمضان میں اور زیادہ گناہ ہے۔ (فتاویٰ عالمگیری)

مسئلہ ٧: جس کو نہانے کی ضرورت ہو اس کو مسجد میں جانا، قرآن مجید چھونا یا بے چھوئے دیکھ کر یا زبانی پڑھنا یا ایسا تعویذ چھونا جس پر آیت لکھی ہوئی ہے، حرام ہے۔ (بہار شریعت)

مسئلہ ٨: قرآن جزدان میں ہو تو جزدان پر ہاتھ لگانے میں حرج نہیں۔ یوں ہی رومال وغیرہ ایسے کپڑے سے پکڑنا جو نہ اپنے جسم پر ہے نہ قرآن پر چڑھا ہوا تو جائز ہے۔ ہاں کرتے کی آستیں دوپٹے کے آنچل یا جو چادر چڑھی ہوئی ہے اس کے کونے سے چھونا حرام ہے۔ (درمختار)

مسئلہ ٩: درود شریف اور دعاؤں کے پڑھنے میں کوئی حرج نہیں مگر بہتر یہ ہے کہ وضو یا کلی کر کے پڑھیں اور نہا کر پڑھنا زیادہ بہتر ہے۔

مسئلہ ١٠: اذان کا جواب دینا جائز ہے۔

مسئلہ ١١: قرآن کی کوئی آیت اگر دعا کی نیت سے پڑھی جیسے شکر کے موقع پر الحمد للہ رب العالمین یا بری خبر سن کر انا للہ وانا الیہ راجعون کہا تو کچھ حرج نہیں۔ (ردالمحتار)

مسئلہ ١٢: جس کا وضو نہ ہو، اسے بھی قرآن کریم یا اس کی کسی آیت کو چھونا حرام ہے ہاں

بے چھوئے دیکھ کر یا زبانی پڑھے تو کوئی حرج نہیں۔ (درمختار)

۷۔ غسل کے پانی کے مسائل: غسل میں استعمال کرنے والے پانی کے متعلق مندرجہ ذیل مسائل ہیں۔

مسئلہ ۱: مینہ، ندی نالے، چشمے، سمندر، دریا، کنویں اور برف، اولے کے پانی سے وضوو غسل جائز ہے۔

مسئلہ ۲: جس پانی میں کوئی چیز مل گئی ہو کہ بول چال میں اسے پانی نہ کہیں بلکہ اس کا کوئی اور نام ہو گیا جیسے شربت یا پانی میں کوئی ایسی چیز ڈال کر پکائیں جس سے مقصود میل کاٹنا نہ ہو جیسے شوربا، چائے، گلاب اور عرق، تو اس سے وضو اور غسل جائز نہیں۔ (نور الایضاح)

مسئلہ ۳: اگر ایسی چیز ملائیں یا ملا کر پکائیں جس سے مقصود میل کاٹنا ہو جیسے صابن یا بیری کے پتے، تو وضو جائز ہے۔ ہاں اگر وہ پانی گاڑھا ہو جائے تو وضو و غسل جائز نہیں۔ (درمختار وغیرہ) اور اگر کوئی پاک چیز ملی جس سے پانی کا رنگ یا مزہ یا بو بدل گئی مگر اس کا پتلا پن نہ گیا جیسے ریتا، چونا یا تھوڑی سی زعفران کا رنگ اتنا آجائے کہ کپڑا رنگنے کے قابل ہو جائے تو وضو و غسل جائز نہیں۔ (بہار شریعت)

مسئلہ ۴: بہتا پانی کہ اس میں تنکا ڈال دیں تو بہا لے جائے پاک ہے اور پاک کرنے والا ہے۔ نجاست پڑنے سے ناپاک نہ ہوگا۔ ہاں اگر نجس چیز سے پانی کا رنگ یا بو یا مزہ بدل گیا تو ناپاک ہو گیا اب یہ پانی اس وقت پاک ہوگا کہ نجاست نیچے بیٹھ جائے اور اس کا رنگ، بو، مزہ ٹھیک ہو جائیں۔ (ردالمحتار)

مسئلہ ۵: مینہ برستے میں چھت کے پرنالے سے جو مینہ کا پانی گرے، وہ پاک ہے اگر چھت پر جا بجا نجاست پڑی ہو، جب تک کہ نجاست سے پانی کا کوئی وصف رنگ، مزہ، بو نہ بدلے اور اگر مینہ رک گیا اور پانی کا بہنا موقوف ہو گیا تو اب چھت پر ٹھہرا ہوا پانی اگر چھت سے ٹپکے، ناپاک ہے (عالمگیری)

مسئلہ ۶: وہ بڑے حوض جو عموماً مسجدوں میں بنائے جاتے ہیں یا جنگل کے وہ گڑھے اور تالاب جو دہ در دہ ہوں (یعنی جس کی لمبائی چوڑائی سو ہاتھ ہو) ان کا پانی بہتے پانی کے حکم میں ہے۔ نجاست پڑنے سے ناپاک نہ ہوگا جب تک کہ نجاست سے رنگ یا بو یا مزہ نہ بدلے۔ (بہار شریعت)

مسئلہ ۷: کسی درخت یا پھل کے نچوڑے ہوئے پانی سے وضو وغسل جائز نہیں۔ جیسے کیلے کا پانی یا انگور وانار اور تربوز کا پانی اور گنے کا رس۔ (فتاویٰ عالمگیری)

مسئلہ ۸: جو پانی گرم ملک میں، گرم موسم میں، سونے چاندی کے علاوہ کسی اور دھات کے برتن میں دھوپ میں گرم ہوگیا تو جب تک گرم ہے اسے کسی طرح استعمال نہ کرنا چاہئے۔ یہاں تک کہ اگر اس سے کپڑا بھیگ گیا تو جب تک ٹھنڈا نہ ہو جائے اس کے پہننے سے بچیں کہ اس پانی کے استعمال میں برص (سفید داغ) کا اندیشہ ہے۔ مگر پھر بھی اگر وضو یا غسل کرلیا تو ہو جائے گا۔ (بہار شریعت)

مسئلہ ۹: جو پانی وضو یا غسل کرنے میں بدن سے گرا وہ پاک ہے مگر اس سے وضو وغسل جائز نہیں۔ وضو یا غسل کرتے وقت پانی کے قطرے لوٹے یا گھڑے میں ٹپکے تو اگر اچھا پانی زیادہ ہے تو یہ وضو اور غسل کے کام کا ہے ورنہ سب بیکار ہوگیا۔ (بہار شریعت)

مسئلہ ۱۰: نابالغ کا بھرا ہوا پانی کہ شرعاً اس کی ملک ہو جائے اسے پینا یا اس سے وضو غسل کرنا یا کسی اور کام میں لانا، اس کے ماں باپ یا جس کا وہ نوکر ہے اس کے سوا کسی اور کو جائز نہیں۔ اگرچہ وہ اجازت بھی دے دے اور اگر وضو وغسل کرلیا تو ہو جائے گا۔ مگر گنہگار ہوگا۔ یہاں سے استادوں اور استانیوں کو سبق لینا چاہئے وہ اکثر نابالغوں سے نل یا کنویں سے پانی بھروا کر اپنے کام میں لایا کرتے ہیں۔ اسی طرح بالغ کا بھرا ہوا پانی بغیر اجازت استعمال کرنا بھی حرام ہے۔

مسئلہ ۱۱: بچہ نے پانی میں ہاتھ ڈال دیا تو اگر معلوم ہے کہ اس کے ہاتھ پر نجاست تھی جب تو ظاہر ہے کہ پانی نجس ہوگیا ورنہ نجس نہ ہوا مگر دوسرے پانی سے وضو کرنا بہتر ہے۔ (بہار شریعت)

(۴) تیمّم

تیمم شرعی طور پر اس قصد کو کہتے ہیں جو پاک کرنے والی مٹی وغیرہ کے لئے طہارت حاصل کرنے کے لئے کیا جاتا ہے۔

حکم خداوندی: تیمم کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ یہ ہے۔

وَاِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰٓى اَوْ عَلٰى سَفَرٍ اَوْ   اور اگر تم بیمار ہو یا سفر میں ہو یا تم میں سے کوئی

جَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآئِطِ اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَ اَيْدِيْكُمْ مِّنْهُ ط مَا يُرِيْدُاللّٰهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ حَرَجٍ وَّلٰكِنْ يُّرِيْدُ لِيُطَهِّرَكُمْ وَلِيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ۔

رفع حاجت سے فارغ ہوکر آیا یا تم نے عورتوں سے صحبت کی ہو اور پانی نہ پاؤ تو پاک مٹی کا قصد کرو، اپنے منہ اور ہاتھوں کا اس سے مسح کرلو۔ اللہ تعالیٰ تمہیں تکلیف دینا نہیں چاہتا بلکہ تم کو پاک کرنا چاہتا ہے تم پر اپنی نعمت پوری کرے تاکہ تم شکرگزار بن جاؤ (پ٦، مائدہ:٦)

۲-احادیث: تیمم کے بارے میں احادیث مصطفیٰ ﷺ مندرجہ ذیل ہیں۔

حدیث ۱: حضرت عمار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آیا اور بولا کہ میں جنبی ہو جاتا ہوں اور پانی پاتا نہیں۔ تب حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ اے امیر المومنین رضی اللہ عنہ! کیا آپ کو یاد نہیں کہ ہم اور آپ سفر میں تھے۔ آپ نے تو نماز نہ پڑھی اور میں جب لوٹا پھر نماز پڑھ لی۔ پھر میں نے یہ حضور انور ﷺ سے عرض کیا تو فرمایا کہ تم کو یہ کافی تھا۔ پھر نبی ﷺ نے اپنے دونوں مبارک ہاتھ زمین پر مارے اور ان میں پھونکا، پھر انہیں منہ اور ہاتھ پر پھیر لیا۔ (بخاری) اور مسلم میں اسی کی مثل ہے۔ اس میں یہ بھی ہے کہ تمہیں یہ کافی تھا کہ اپنے ہاتھوں کو زمین پر مارتے۔ پھر پھونک لیتے پھر انہیں اپنے منہ اور ہاتھوں پر پھیر لیتے۔

حدیث ۲: حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ہم کو دوسرے لوگوں پر تین چیزوں سے بزرگی دی گئی۔ ہماری صفیں فرشتوں کی صفوں کی طرح کی گئیں۔ ہمارے لئے ساری زمین مسجد بنادی گئی اور جب پانی نہ پائیں تو اس کی مٹی پاک کرنے والی کردی گئی۔ (مسلم شریف)

حدیث ۳: حضرت عمران رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم حضور انور ﷺ کے ساتھ سفر میں تھے کہ آپ ﷺ نے لوگوں کو نماز پڑھائی جب نماز سے فارغ ہوئے تو ایک شخص کو دیکھا جو الگ تھا، قوم کے ساتھ نماز نہ پڑھی۔ فرمایا اے فلاں! تجھے قوم کے ساتھ نماز پڑھنے سے کس نے روکا۔ عرض کیا، مجھے جنابت پہنچی اور پانی ہے نہیں تو فرمایا تیرے لئے مٹی ہے۔ وہ تجھے کافی ہے۔ (بخاری شریف)

۳-ارکان تیمم: تیمم کے ارکان یہ ہیں۔

(۱) ایک ضرب لگا کر منہ پر مسح کرے۔

(۲) دوسری ضرب لگا کر ہاتھوں پر کہنیوں سمیت مسح کرے۔ کوئی جگہ سے خالی نہ چھوڑے۔

۴-تیمم کی سنتیں: تیمم کی آٹھ سنتیں ہیں۔

(۱) کف دست کو پاک مٹی پر مارنا۔

(۲) ہتھیلیوں کو مٹی پر مار کر اپنی طرف کھینچنا۔

(۳) اس کے بعد ہتھیلیوں کو ذرا پیچھے ہٹانا۔

(۴) ہاتھوں کو جھاڑنا۔

(۵) بسم اللہ کہنی۔

(۶) مٹی پر ہاتھ رکھنے کے وقت انگلیوں کو کشادہ رکھنا۔

(۷) ترتیب یعنی اول منہ پر مسح کرنا اور پھر ہاتھوں پر۔

(۸) پے در پے مسح کرنا، توقف نہ کرنا۔

۵-شرائط تیمم: تیمم کرنے والا مسلمان ہو، نیت بھی کرے۔ تین یا زائد انگلیوں سے مسح کرے۔ مسح پاک مٹی یا اس چیز پر ہو جو مٹی کی جنس سے ہے۔ مٹی وغیرہ صرف پاک ہی نہ ہو بلکہ پاک کرنے والی بھی ہو۔ پانی موجود نہ ہو، یا بیماری ہو یا اس بات کا خوف ہو کہ اگر پانی استعمال کیا جائے گا تو ہلاکت واقع ہو جائے گی یا کم از کم بیماری میں ترقی ہو جائے گی۔

۶-تیمم کرنے کا طریقہ: پہلے دونوں ہاتھ پاک مٹی پر مار کر پورے چہرے کا مسح کرے۔ کوئی حصہ باقی نہ رہے اور دوسری مرتبہ ہاتھ مار کر بائیں ہاتھ کی انگلیاں اور ہتھیلی کا کچھ حصہ دائیں ہاتھ کی چھنگلی کے پورے کے نیچے رکھ کر سیدھے ہاتھ کے بیرونی حصہ پر کھینچتا ہوا کہنیوں تک لے جائے پھر بائیں ہاتھ کی شہادت کی انگلی اور انگوٹھا اور ہتھیلی کا بقیہ حصہ سیدھے ہاتھ کی کہنی کے اندرونی حصہ سے کھینچتا ہوا انگلیوں کے سروں تک پہنچائے اور بائیں ہاتھ کا بھی اسی طرح مسح کرے۔

۷-تیمم کرنے کی نیت: اگر جنابت والا آدمی جنابت دور کرنے اور نماز پڑھنے کی نیت کرتا ہے تو یہ نیت کرے۔ نَوَيْتُ اَنْ اَتَيَمَّمَ لِرَفْعِ الْجَنَابَةِ وَاسْتِبَاحَةِ الصَّلٰوةِ۔

اگر مسجد میں داخل ہونے کی نیت ہو تو یہ کہے۔ نَوَيْتُ اَنْ اَتَيَمَّمَ لِدُخُوْلِ الْمَسْجِدِ۔
اگر قرآن کو ہاتھ لگانے کی نیت ہو تو یہ کہے۔ نَوَيْتُ اَنْ اَتَيَمَّمَ لِمَسِّ الْقُرْاٰنِ۔
اگر بے وضو آدمی حدث دور کرنے اور نماز پڑھنے کی نیت کرے تو یہ کہے۔ نَوَيْتُ اَنْ اَتَيَمَّمَ لِرَفْعِ الْمُحْدَثِ وَاسْتِبَاحَةِ الصَّلٰوةِ۔

۸- تیمم کن اشیاء سے جائز ہے: مٹی پر، پتھر پر، چونہ پر، گیرو اور ملتانی مٹی پر سرمہ، ہڑتال اور گندھک پر، یاقوت، زمرد، عقیق اور فیروزہ پر۔ سیندھا نمک اور معمولی نمک پر وغیرہ۔

۹- کن حضرات کو تیمم کرنا جائز ہے؟: ۱- اگر پانی نہ مل سکے، یا ملے تو اتنا ہو کہ کافی نہ ہو تو تیمم جائز ہے۔
۲- پانی کے استعمال سے بیماری پیدا ہونے یا بیماری کے زائد ہونے کا خوف ہو تو تیمم جائز ہے۔
۳- پانی لینے کے لئے اگر عورت جائے تو اس کو کسی بدچلن مرد کا خوف ہو تو حفظ آبرو کے لئے تیمم جائز ہے۔
۴- مقروض مفلس ہو اور پانی کی تلاش کے لئے جاتا ہے تو قرض خواہ کا خوف ہے کہ کہیں قید نہ کرلے۔
۵- کوئی سانپ، بھیڑیا، شیر وغیرہ درندہ یا کوئی اور دشمن ہو کہ پانی کے لئے جاتا ہے تو جان کا خوف ہے لہٰذا تیمم جائز ہے۔

اگر نجاست حقیقی بدن پر یا کپڑے پر اتنی لگی ہے کہ نماز نہیں پڑھ سکتا اور پانی صرف اتنا ہے کہ یا تو وضو کرلے یا نجاست دھو ڈالے تو کپڑے اور بدن کو دھو ڈالنا چاہئے اور وضو کی بجائے تیمم کافی ہے۔ اسی طرح اگر خود یا کوئی دوسرا آدمی سخت پیاسا ہو اور پانی زائد نہ ہو تو پانی سے پیاس بجھائے اور تیمم کرلے۔

۱۰- تیمم توڑنے والی چیزیں: جو چیزیں ناقض وضو ہیں انہی سے تیمم بھی ٹوٹ جاتا ہے اور اس کے علاوہ اگر پانی کے استعمال پر قدرت ہو جائے تب بھی تیمم جاتا رہتا ہے۔

۱۱- تیمم سے جو عبادات کی جاسکتی ہیں: ۱- اگر بدچلن آدمی یا قرض خواہ کی وجہ سے خود بخود خوف پیدا ہوا ہو اور تیمم کر کے نماز پڑھ لی ہو تو رفع خوف کے بعد اس نماز کو دوبارہ پڑھے اور ان دونوں اشخاص کے خوف دلانے کی وجہ سے خوف پیدا ہوا ہے تو رفع خوف کے بعد نماز کو مکرر پڑھنا ضروری نہیں۔

۲-اگر کسی نے قرآن پڑھنے کے لئے یا قبرستان میں جانے کے لئے یا دفن میت کے لئے یا اذان دینے کے لئے یا مسجد میں داخل ہونے کے لئے تیمم کیا تو اس سے فرض نماز ادا نہیں کرسکتا۔ (عالمگیری)

۳-اگر سجدۂ تلاوت کے لئے یا نماز جنازہ کے لئے تیمم کیا تو اس سے فرض نماز ادا کرسکتا ہے۔

۴-اگر جنازہ کی نماز فوت ہو جانے کا اندیشہ ہو اور یہ شخص میت کا ولی بھی نہ ہو تو باوجود پانی ہونے کے نماز جنازہ پڑھنی روا ہے خواہ بیمار ہو یا تندرست، جنبی ہو یا حائضہ، اسی طرح کسوف خسوف اور عیدین کی نمازوں کے فوت ہو جانے کا اندیشہ اگر ہو تو باوجود تندرست ہونے اور پانی موجود ہونے کے آدمی تیمم کر کے پڑھ سکتا ہے کیونکہ یہ نمازیں اگر فوت ہو جائیں گی تو پھر نہ ان کی قضا ہے نہ ان کے قائم مقام دوسری نماز ہو سکتی ہے۔

۵-سجدۂ تلاوت کے اگر فوت ہو جانے کا اندیشہ ہو تو تیمم کر کے ادا نہیں کرسکتا۔ وضو کرنا لازم ہے۔

۶-جمعہ کی نماز بھی تیمم سے ادا نہیں کرسکتا کیونکہ اگر جمعہ کی نماز فوت ہو جائے گی تو ظہر کی نماز اس کی قائم مقام ہو سکتی ہے۔

۷-انسان کو جب تک پانی پر قدرت حاصل نہ ہو، ایک ہی تیمم سے مختلف اوقات کی نمازیں ادا کرسکتا ہے مثلاً فجر کو پانی نہ ملا ہو اور اس نے تیمم کر کے نماز پڑھ لی تو اگر پورے دن بھر نہ ملے اور اس کو کوئی حدث یا کوئی امر ناقض وضو نہ پیدا ہو تو اسی تیمم سے دن بھر کی نمازیں پڑھ سکتا ہے۔

۸-اگر کوئی شخص مجبور ہو اور تیمم خود نہ کرسکتا ہو تو دوسرا شخص اس کو تیمم کرا سکتا ہے مگر نیت اسی پر ہے تیمم کرانے والے پر نیت کرنی نہیں ہے۔

۹-اگر کسی کافر نے اسلام لانے سے قبل تیمم کیا تو اسلام کے بعد اسی تیمم سے نماز ادا نہیں کرسکتا ہاں اگر اسلام سے پہلے وضو کیا ہے تو اسلام کے بعد اسی وضو سے نماز پڑھ سکتا ہے وجہ فرق یہ ہے کہ تیمم میں نیت مشروط ہے۔ وضو میں نیت شرط نہیں اور کافر کی نیت بحالت کفر صحیح نہیں کیونکہ وہ مکلف ہی نہیں ہے۔ حضرت امام ابوحنیفہ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہما کا یہی قول ہے اور اسی پر فتویٰ ہے۔

۱۰-غسل و وضو دونوں کا تیمم ایک ہی طرح سے ہوتا ہے۔

۱۱-ایک مٹی سے ایک آدمی کئی مرتبہ یا ایک جماعت مل کر تیمم کر سکتی ہے یعنی مختلف آدمی ایک جگہ سے تیمم کر سکتے ہیں۔ تیمم کرنے سے مٹی مستعمل نہیں ہوتی پانی مستعمل ہو جاتا ہے۔

۱۲-شرعی مسائل: تیمم کے متعلق شرعی مسائل حسب ذیل ہیں۔

مسئلہ ۱: اگر کنویں پر رسی ڈول نہ ہو اور پانی نکالنے کی اور صورت بھی ممکن نہ ہو تو تیمم درست ہے۔

مسئلہ ۲: اگر ڈول رسی نہ ہو اور کپڑا پاس موجود ہو کہ اس کو کنویں میں لٹکا کر بھگو کر نچوڑ کر وضو کر سکتا ہے لیکن کپڑا بہت بیش قیمت ہے کہ بھیگنے سے خراب ہو جائے گا تو تیمم درست ہے۔

مسئلہ ۳: اگر ایک اجنبی آدمی کے پاس کوئی جانور ہو اور صرف اس قدر پانی ہو کہ یا غسل کر سکتا ہے یا جانور کو پلا سکتا ہے اور برتن ایسا موجود ہے کہ اس میں دھوون جمع کر سکتا ہے تو اس کو نہا کر دھوون جمع کر کے جانور کو پلانا چاہئے ورنہ پانی جانور کو پلا دے اور خود تیمم کر لے۔

مسئلہ ۴: ایک مسافر کے پاس کوئی آدمی تھا جس سے پانی کے متعلق دریافت کر سکتا تھا لیکن اس نے بغیر دریافت کیے تیمم کر کے نماز پڑھ لی اور نماز کے بعد اس سے دریافت کیا اس نے پاس ہی پانی کا پتہ بتا دیا تو نماز باطل ہو گئی۔ دوبارہ پڑھنی چاہیے۔ ہاں اگر دریافت کر لیتا اور وہ شخص نہ بتاتا اور یہ تیمم کر کے نماز پڑھ لیتا اور بعد کو وہ پانی کا پتہ بتا دیتا تو نماز باطل نہ ہوتی۔

مسئلہ ۵: اگر مسافر بغیر تلاش کیے تیمم کر کے نماز پڑھ لے گا تو نماز ہو جائے گی مگر یہ گناہگار ہو گا کیونکہ اس پر تیمم سے پہلے پانی کی تلاش واجب ہے اور ترک واجب سے آدمی گناہگار ہوتا ہے۔ اگر پانی کے ملنے کی امید ہو تو نماز آخیر وقت تک نہ پڑھنی اور پانی کا انتظار کرنا مستحب ہے ہاں اگر پانی کی امید نہ ہو تو نماز میں تاخیر نہ کرنی چاہیے۔

مسئلہ ۶: ہاتھ پاؤں کٹا ہوا آدمی مجبور و معذور ہے۔ طہارت کا حکم اُن سے ساقط ہے نہ اس کو وضو کرنا ضروری ہے نہ تیمم۔

مسئلہ ۷: سفر میں ایک مرد ایک عورت اور ایک میت ہے مرد جنب ہے اور عورت پر غسل واجب ہے اور پانی صرف اتنا ہے کہ ایک کے غسل کے لیے کافی ہو سکتا ہے تو جس کا پانی ہے وہ غسل کر لے یہی اولیٰ ہے اگر پانی مشترک ہے تو میت کو غسل دینا چاہیے اور دونوں مرد و عورت تیمم کر لیں اور اگر پانی کسی کی ملک نہیں مباح ہے تو جنبی کو غسل کرنا چاہیے حائضہ تیمم کر لے۔

مسئلہ ۸: اگر کوئی شخص آبادی سے ایک میل دور نکل گیا اور ایک میل تک کہیں پانی نہ ہو تو تیمم درست ہے خواہ مسافر ہو یا مسافر نہ ہو۔ یونہی تفریح یا کسی ضرورت سے گیا ہو۔

مسئلہ ۹: اگر اتنا پانی مل سکے کہ ایک ایک دفعہ منہ اور دونوں ہاتھ پاؤں دھو سکتا ہے تو تیمم

درست نہیں۔ایک ایک دفعہ ان چیزوں کو دھولے۔سر کا مسح کرلے اور باقی کلی وغیرہ نہ کرے۔

مسئلہ ۱۰: عورتوں کے لیے پردہ کی وجہ سے یا مردوں کی شرم کی وجہ سے پانی لینے نہ جانا اور بیٹھے بیٹھے تیمم کر لینا درست نہیں۔ایسا پردہ جس سے شریعت کا کوئی حکم چھوٹ جائے ناجائز اور حرام ہے۔برقع اوڑھ کر یا چادر لپیٹ کر پانی لینے چلی جائی۔ہاں مردوں کے سامنے بیٹھ کر وضو نہ کرے اور لوگوں کے سامنے منہ ہاتھ نہ کھولے۔

مسئلہ ۱۱: اگر پانی مول بکتا ہے اور دام نہیں ہیں تو تیمم درست ہے۔اگر دام بھی ہیں لیکن کرایہ بھاڑا اور راستہ کے مصارف سے زائد نہیں ہیں تو تیمم درست ہے۔اگر مصارف سے زائد بھی ہیں مگر پانی اتنا گراں ملتا ہے کہ اتنی قیمت پر کوئی دوسرا نہیں لے سکتا تو تیمم درست ہے البتہ مصارف سے زائد دام موجود ہوں اور پانی بھی مروجہ قیمت پر ملے تو خریدنا واجب ہے اور تیمم درست نہیں۔

مسئلہ ۱۲: اگر کہیں اتنی سردی پڑتی ہے اور برف کٹتی ہے کہ نہانے سے مر جانے یا بیمار ہو جانے کا خوف ہے اور کوئی گرم کپڑا بھی نہیں کہ نہا کر اس کو لپیٹ لیا جائے تو تیمم درست ہے۔

مسئلہ ۱۳: اگر کسی کے آدھے سے زیادہ بدن پر زخم ہوں یا چیچک نکلی ہو تو نہانا واجب نہیں تیمم درست ہے۔

مسئلہ ۱۴: اگر کسی میدان میں نماز پڑھ لی اور پانی وہاں سے قریب ہی تھا لیکن اس کو خبر نہ مل سکی تو تیمم و نماز دونوں درست ہیں۔

مسئلہ ۱۵: اگر زمزمی میں زمزم کا پانی بھرا ہے تو کھول کر پانی نکال کر وضو کرے۔تیمم درست نہیں۔

مسئلہ ۱۶: اگر کسی کے پاس پانی تو ہے لیکن راستہ ایسا خراب ہے کہ کہیں آگے پانی مل سکنے کی امید نہ ہو اور راستہ میں پیاس کے مارے تکلیف وہلاکت کا خوف ہو تو وضو نہ کرے تیمم کر لینا درست ہے۔

مسئلہ ۱۷: اگر غسل کرنا نقصان کرتا ہو اور وضو کرنا نقصان نہ دیتا ہو تو غسل کی بجائے تیمم کرلے اور وضو کی بجائے وضو۔

مسئلہ ۱۸: جو چیز نہ تو آگ میں جلے نہ گلے وہ چیز مٹی کی قسم سے شمار ہوگی اس پر تیمم درست ہے اور جو چیز جل کر راکھ ہو جائے یا پگھل جائے اس پر تیمم درست نہیں۔یہی وجہ

ہے کہ اناج پر سونے چاندی رانگ لوہے وغیرہ پر تیمم درست نہیں۔ ہاں اگر ان اشیاء پر غبار اور خاک ہو تو تیمم درست ہے۔

مسئلہ ۱۹: تانبے کے برتن اور تکیے گدے تو شک لحاف وغیرہ پر تیمم کرنا درست نہیں۔ ہاں اگر ان پر اتنا غبار ہو کہ ہاتھ مارنے سے خوب اڑتا ہو اور ہتھیلیوں میں خوب اچھی طرح لگ جاتا ہو تو تیمم درست ہے اور اگر ذرا ذرا اڑتا ہو تو تیمم درست نہیں۔

مسئلہ ۲۰: مٹی کے گھڑے بدھنے پر تیمم درست ہے خواہ ان میں پانی بھرا ہو یا نہ بھرا ہو البتہ اگر ان پر روغن اور لک کیا ہو تو ان پر تیمم درست نہیں۔

مسئلہ ۲۱: اگر پتھر پانی سے بھی دھلا ہوا ہو اور گرد کا نام و نشان نہ ہو تب بھی اس پر تیمم کرنا درست ہے کیونکہ پتھر خود مٹی کی جنس سے ہے۔ اسی طرح پکی اینٹ پر بھی تیمم درست ہے چاہے اس پر گرد ہو یا نہ ہو۔

مسئلہ ۲۲: کیچڑ سے تیمم کرنا اگرچہ درست ہے مگر مناسب نہیں ہے اگر کیچڑ کے سوا کوئی اور چیز نہ ملے تو یہ ترکیب کرے کہ کیچڑ کو کپڑے میں بھر کر خشک کرے اور اس پر تیمم کرے۔ اگر نماز کا وقت ہی نکلا جاتا ہے تو جس طرح بن پڑے کیچڑ سے ہی تیمم کر لے۔

مسئلہ ۲۳: اگر یہ یقینی معلوم ہو کہ زمین پر پیشاب پڑا تھا اور وہ دھوپ سے خشک ہو گیا جس کا نشان باقی نہ رہا تو وہ زمین پاک ہو گئی' نماز اس پر جائز ہے مگر تیمم درست نہیں اور اگر یقینی نہ معلوم ہو تو وہم نہ کرے تیمم کرے۔

مسئلہ ۲۴: اگر کسی کو دکھانے اور سکھانے کے لیے تیمم کیا اور اپنے تیمم کی نیت نہ کی تو اپنا تیمم نہ ہوگا۔

مسئلہ ۲۵: تیمم کی نیت صرف اتنی ہی کافی ہے کہ میں طہارت حاصل کرنے کے لیے تیمم کرتا ہوں نماز کے لیے یہ ضروری نہیں ہے کہ غسل کی یا وضو کی نیت کرے اگر کرے گا تو بہتر ہے۔

مسئلہ ۲۶: جو تیمم نماز کے لیے کیا ہے اس سے قرآن پڑھنا' چھونا' قبرستان اور مسجدوں میں جانا سب کچھ درست ہے۔

مسئلہ ۲۷: اگر کسی کو نہانے کی ضرورت ہو تو وضو اور غسل کا جدا جدا تیمم کرنے کی ضرورت نہیں۔ صرف غسل کی نیت سے تیمم کر لے یا مطلق طہارت کی نیت سے' بس کافی ہے۔ وضو کا تیمم بھی ہو جائے گا۔

مسئلہ ۲۸: اگر پانی ایک میل سے کم دور ہو لیکن وقت اتنا تنگ ہو کہ اگر پانی لینے جاتا ہے تو نماز قضا ہوئی جاتی ہے تب بھی تیمم درست نہیں۔ پانی لا کر وضو کر کے قضا نماز پڑھے۔

مسئلہ ۲۹: اگر پانی پاس ہے لیکن یہ ڈر ہے کہ اگر پانی لینے جائے گا تو ریل چھوٹ جائے گی تو تیمم درست ہے۔

مسئلہ ۳۰: اسباب کے ساتھ پانی بندھا تھا لیکن یاد نہیں رہا اور تیمم کر کے نماز پڑھ لی۔ بعد کو یاد آیا تو نماز دہرانی لازم نہیں۔

مسئلہ ۳۱: اگر وضو کا تیمم ہے تو وضو کے موافق پانی ملنے سے تیمم نہ ٹوٹے گا اور غسل کا تیمم ہے تو غسل کے لائق پانی ملنے سے تیمم ٹوٹے گا کم پانی ملنے سے تیمم نہ ٹوٹے گا۔

مسئلہ ۳۲: اگر راستہ میں پانی ملا لیکن ریل چھوٹ جانے کے خوف سے نہ اتر سکا تو تیمم نہ ٹوٹے گا۔

مسئلہ ۳۳: اگر نہانے کی ضرورت تھی اس لیے غسل کیا لیکن ذرا سا بدن سوکھا رہ گیا اور پانی ختم ہو گیا تو ابھی غسل مکمل نہیں ہوا۔ تیمم کر لینا چاہیے۔ پھر جہاں کہیں پانی ملے تو خشک جگہ کو دھو لینا چاہیے۔ مکرر غسل کرنے کی ضرورت نہیں۔

مسئلہ ۳۴: اگر ایسے وقت میں پانی ملا کہ وضو بھی ٹوٹ گیا ہے کہ اول اس سوکھی جگہ کو دھو لے بعد کو وضو کرے۔ اگر وضو کے لیے پانی کافی نہ ہو تو تیمم کر لے۔

(۵) احکام نفاس

بچہ پیدا ہونے کے بعد جو خون عورت کو آتا ہے اسے نفاس کہا جاتا ہے جس کے متعلق شرعی مسائل مندرجہ ذیل ہیں۔

مسئلہ ۱: نفاس میں کمی کی جانب کوئی مدت مقرر نہیں۔ آدھے یا زیادہ بچہ نکلنے کے بعد ایک آن بھی خون آیا تو وہ نفاس ہے اور زیادہ سے زیادہ اس کا زمانہ چالیس دن رات ہے اور نفاس کی مدت کا شمار اس وقت سے ہوگا کہ آدھے سے زیادہ بچہ نکل آیا اور اس بیان میں جہاں بچہ پیدا ہونے کا لفظ آئے گا اس کا مطلب آدھے سے زیادہ باہر آ جانا ہے۔ (عالمگیری)

مسئلہ ۲: حمل ساقط ہونے سے پہلے کچھ خون آیا' کچھ بعد کو تو پہلے والا استحاضہ ہے۔ بعد والا نفاس۔ یہ اس صورت میں ہے کہ جب کوئی عضو بن چکا ہو ورنہ پہلے والا اگر حیض

ہوسکتا ہے تو حیض ہے ورنہ استحاضہ جیسا کہ اوپر ابھی گزرا۔ (بہار شریعت)

مسئلہ ۳: حمل ساقط ہو گیا اور اس کا کوئی عضو بن چکا ہے جیسے پاؤں' ہاتھ' انگلیاں' تو یہ خون نفاس ہے۔ ورنہ اگر تین دن رات تک رہا اور اس سے پہلے پندرہ دن پاک رہنے کا زمانہ گزر چکا ہے تو حیض ہے اور اگر تین دن سے پہلے ہی بند ہو گیا یا ابھی پورے پندرہ دن طہارت کے نہیں گزرے ہیں تو استحاضہ ہے۔ (ردالمختار)

مسئلہ ٤: حمل ساقط ہوا اور یہ معلوم نہیں کہ کوئی عضو بنا تھا یا نہیں' نہ یہ یاد ہے کہ حمل کتنے دن کا تھا کہ اسی سے عضو کا بننا معلوم ہو جاتا۔ یعنی ۱۲۰ دن (چار ماہ) ہو گئے ہیں تو عضو بن جانا قرار دیا جائے گا اور بعد اسقاط کے خون ہمیشہ کو جاری ہو گیا تو اسے حیض کے حکم میں سمجھے کہ حیض کی جو عادت تھی اس کے گزرنے کے بعد نہا کر نماز شروع کر دے اور عادت نہ تھی تو دس دن بعد۔

مسئلہ ٥: بچہ پیدا ہونے سے پیشتر جو خون آیا' نفاس نہیں بلکہ استحاضہ ہے اگرچہ آدھا باہر آ گیا ہو' اگر پیٹ سے بچہ کاٹ کر نکالا گیا تو اس کے آدھے سے زیادہ نکالنے کے بعد نفاس ہے۔

مسئلہ ٦: کسی عورت کو چالیس دن سے زیادہ خون آیا تو اگر اس کے پہلی بار بچہ پیدا ہوا ہے۔ یا یہ یاد نہیں کہ اس سے پہلے بچہ ہونے میں کتنے دن خون آیا تھا تو چالیس دن رات نفاس ہے۔ باقی استحاضہ اور جو پہلی عادت معلوم ہو تو عادت کے دنوں تک نفاس ہے اور جتنا زیادہ ہے وہ استحاضہ جیسے عادت تیس دن کی تھی۔ اس بار پینتالیس دن آیا تو تیس دن نفاس کے ہیں اور پندرہ دن استحاضہ کے۔ (درمختار۔ ردالمختار)

مسئلہ ۷: جس عورت کے دو بچے جڑواں پیدا ہوئے یعنی دونوں کی پیدائش کے درمیان چھ مہینے سے کم زمانہ ہے تو پہلا ہی بچہ پیدا ہونے کے بعد سے نفاس سمجھا جائیگا پھر اگر دوسرا چالیس دن کے بعد پیدا ہوا اور خون آیا تھا تو پہلے سے چالیس دن تک نفاس ہے پھر استحاضہ۔ اور اگر چالیس دن کے بعد پیدا ہوا تو اس پچھلے کے بعد جو خون آیا استحاضہ ہے نفاس نہیں مگر دوسرے کے پیدا ہونے کے بعد بھی نہانے کا حکم دیا جائے گا۔ (ردالمختار)

حیض و نفاس کے شرعی مسائل

حیض و نفاس کے متعلق شرعی مسائل مندرجہ ذیل ہیں:۔

مسئلہ ۱: حیض و نفاس کی حالت میں نماز پڑھنا اور روزہ رکھنا حرام ہے۔ ان دنوں میں

نماز معاف ہیں۔ ان کی قضا بھی نہیں۔ البتہ روزوں کی قضا دوسرے دنوں رکھنا فرض ہے اور حیض و نفاس والی عورت کو قرآن مجید پڑھنا حرام ہے۔ خواہ دیکھ کر پڑھے یا زبانی پڑھے۔ یونہی قرآن مجید کا چھونا بھی حرام ہے۔ ہاں اگر جز دان میں قرآن مجید ہو تو اس جز دان کو چھونے میں کوئی حرج نہیں۔ (عالمگیری ج ا ص ۳۶)

مسئلہ ۲: قرآن مجید پڑھنے کے علاوہ دوسرے تمام وظائف کلمہ شریف' درود شریف وغیرہ حیض و نفاس کی حالت میں عورت بلا کراہت پڑھ سکتی ہے بلکہ مستحب ہے کہ نمازوں کے اوقات میں وضو کر کے اتنی دیر تک درود شریف اور دوسرے وظائف پڑھ لیا کرے۔ جتنی دیر میں نماز پڑھا کرتی تھی تا کہ عادت باقی رہے (عالمگیری ج ا ص ۳۶)

مسئلہ ۳: حیض و نفاس کی حالت میں عورت کو مسجد میں جانا حرام ہے۔ ہاں اگر چور یا درندے سے ڈر کر یا کسی بھی شدید مجبوری سے مجبور ہو کر مسجد میں چلی گئی تو جائز ہے مگر اس کو چاہیے کہ تیمم کر کے مسجد میں جائے۔ حیض و نفاس والی عورت اگر عید گاہ میں داخل ہو جائے تو کوئی حرج نہیں۔ حیض و نفاس کی حالت میں اگر مسجد کے باہر رہ کر اور ہاتھ بڑھا کر مسجد سے کوئی چیز اٹھالے یا مسجد میں کوئی چیز رکھ دے تو جائز ہے۔ حیض و نفاس والی کو خانہ کعبہ کے اندر جانا اور اس کا طواف کرنا اگر چہ مسجد حرام کے باہر سے ہو حرام ہے۔

مسئلہ ٤: حیض و نفاس کی حالت میں ہمبستری یعنی جماع حرام ہے بلکہ اس حالت میں ناف سے گھٹنے تک عورت کے بدن کو مرد اپنے کسی عضو سے نہ چھوئے کہ یہ بھی حرام ہے۔ ہاں البتہ ناف سے اوپر اور گھٹنہ سے نیچے اس حالت میں عورت کے بدن کو چھونا یا بوسہ لینا جائز ہے۔ (عالمگیری ج ا ص ۳۷)

مسئلہ ٥: حیض و نفاس کی حالت میں بیوی کو اپنے بستر پر سلانے میں غلبہ شہوت یا اپنے قابو میں نہ رکھنے کا اندیشہ ہو تو شوہر کے لیے لازم ہے کہ بیوی کو اپنے بستر پر نہ سلائے بلکہ اگر گمان غالب ہو کہ غلبہ شہوت پر قابو نہ رکھ سکے گا تو شوہر کو ایسی حالت میں بیوی کو اپنے ساتھ سلانا گناہ اور حرام ہے۔

مسئلہ ٦: حیض و نفاس کی حالت میں بیوی کے ساتھ ہمبستری کو حلال سمجھنا کفر ہے اور حرام سمجھتے ہوئے کر لیا تو سخت گناہ گار ہوا۔ اس پر توبہ کرنا فرض ہے اور اگر شروع حیض و نفاس میں اگر ایسا کر لیا تو ایک دینار' اور اگر قریب ختم کے کیا تو نصف دینار خیرات کرنا

مستحب ہے تا کہ خدا کے غضب سے امان پائے۔ (عالمگیری ج ا ص ۳۷)

مسئلہ ۷: پورے دس دن پر حیض ختم ہوا تو پاک ہوتے ہی اس سے جماع (صحبت) جائز ہے اگر چہ اب تک غسل نہ کیا ہو مگر مستحب یہ ہے کہ نہانے کے بعد جماع کرے اور دس دن سے کم میں پاک ہوئی تو جب تک غسل نہ کرے یا نماز کا وہ وقت جس میں پاک ہوئی وہ گزر نہ جائے۔ جماع جائز نہیں اور اگر اتنا وقت نہیں تھا کہ اس میں نہا کر کپڑے پہن کر اللہ اکبر کہہ سکے تو اس کے بعد کا وقت گزر جائے یا غسل کر لے تو جماع جائز ہے ورنہ نہیں۔

مسئلہ ۷: عادت کے دن پورے ہونے سے پہلے ہی ختم ہو گیا تو اگر چہ غسل کر لے جماع ناجائز ہے جب تک کہ عادت کے دن پورے نہ ہو جائیں۔ مثلاً کسی کی عادت چھ دن کی تھی اور اس مرتبہ پانچ ہی روز آیا تو اسے حکم ہے کہ نہا کر نماز شروع کر دے مگر جماع کے لیے ایک دن اور انتظار کرنا واجب ہے۔

مسئلہ ۹: عورت حیض سے پاک ہوئی اور پانی پر قدرت نہیں کہ غسل کرے اور غسل کا تیمم کیا تو اس سے صحبت جائز نہیں جب تک کہ اس تیمم سے نماز نہ پڑھ لے۔ نماز پڑھنے کے بعد اگر چہ پانی پر قادر ہو غسل نہ کیا صحبت جائز ہے۔

مسئلہ ۱۰: عورت کو یہ جائز نہیں کہ وہ اپنا حیض شوہر سے چھپائے کہ کہیں وہ نادانستہ جماع نہ کر لے۔ جیسا کہ یہ جائز نہیں کہ وہ خود کو حیض والی ظاہر کرے حالانکہ وہ حیض والی نہیں۔

مسئلہ ۱۱: اگر عورت نے پاکیزگی کی حالت میں نماز یا روزہ شروع کیا اور پھر درمیان میں حیض شروع ہو گیا تو اگر روزہ نماز نفلی ہے تو دونوں کی قضا لازم ہے اور اگر فرضی ہے تو فرض روزہ کی قضا لازم ہے۔ فرض نماز کی قضا نہیں کیونکہ شروع کرنے سے قبل ہر نفل نفل ہوتا ہے اور شروع کرنے کے بعد اس کی تکمیل واجب ہو جاتی ہے۔ لہٰذا صورت مذکورہ میں نفل ادا کرنا بعد انقطاع حیض واجب ہو گیا کیونکہ خود اس نے اپنے ذمہ میں لے لیا ہے اور فرض خدا کا مقرر کردہ ہے لہٰذا خدا نے اپنا واجب معاف فرما دیا۔ قضا لازم نہیں اور جو انسان نے خود اپنے اوپر واجب کیا ہے تو اس کی تکمیل لازم ہے اور تکمیل نہ ہو سکے تو قضا ضروری ہے۔ رہی یہ بات کہ فرض نماز کی قضا نہیں اور فرض روزہ کی قضا ضروری ہے۔ تو اس کی وجہ یہ ہے کہ فرض روزے سال بھر میں ایک ماہ میں کے ہوتے ہیں اور چونکہ مدت حیض کی زیادہ سے زیادہ دس دن ہوتے ہیں اس لیے سال بھر میں حیض کی وجہ سے اگر روزے قضا ہو سکتے ہیں تو

زائد سے زائد دس۔ ایسی صورت میں دس روزوں کی قضا سال بھر میں کوئی مشکل بات نہیں ہے اور نماز روزانہ پانچ وقت فرض ہے اس لیے ہر ماہ کی پچاس اور سال بھر کی چھ سو نمازیں ہوتی ہیں۔ ایسی صورت میں ہر ماہ پچاس نمازوں کی قضا سخت دشوار ہے اس لیے قضا معاف ہے۔

مسئلہ ۱۲: حیض والی کو تین دن سے کم خون آ کر بند ہو گیا تو روزے رکھے اور وضو کر کے نماز پڑھے' نہانے کی ضرورت نہیں۔ پھر اس کے بعد اگر پندرہ دن کے اندر خون آیا تو اب نہائے اور عادت کے دن نکال کر باقی دنوں کی قضا کرے اور جس کی کوئی عادت نہیں وہ دس دن کے بعد نمازیں قضا کرے۔ ہاں اگر عادت کے دنوں کے بعد یا بے عادت والی نے دس دن کے بعد غسل کر لیا تھا تو ان دنوں کی نمازیں ہو گئیں' قضا کی ضرورت نہیں اور عادت کے دنوں سے پہلے کے روزوں کی قضا کرے اور بعد کے روزے ہر حال میں ہو گئے۔

مسئلہ ۱۳: جس عورت کو تین دن رات کے بعد حیض بند ہو گیا اور عادت کے دن ابھی پورے نہ ہوئے یا نفاس کا خون عادت پوری ہونے سے پہلے بند ہو گیا تو بند ہونے کے بعد ہی غسل کر کے پڑھنا شروع کر دے۔ عادت کے دنوں کا انتظار نہ کرے۔

مسئلہ ۱۴: عادت کے دنوں سے خون زیادہ آ گیا (دن چڑھ گئے) تو حیض میں دس دن اور نفاس میں ۴۰ دن تک انتظار کرے اگر اس مدت کے اندر بند ہو گیا تو اب سے نہا دھو کر نماز پڑھے اور جو اس مدت کے بعد بھی جاری رہا تو نہائے اور عادت کے بعد باقی دنوں کی قضا کرے۔ نماز کی اور روزوں کی بھی۔

مسئلہ ۱۵: حیض یا نفاس عادت کے دن پورے ہونے سے پہلے بند ہو گیا تو آخر وقت مستحب تک انتظار کر کے نماز پڑھے اور جو عادت کے دن پورے ہو چکے تو انتظار کی کچھ حاجت نہیں۔

مسئلہ ۱۶: حیض پورے دس دن پر اور نفاس پورے چالیس دن پر ختم ہوا اور نماز کے وقت میں اگر اتنا بھی باقی ہو کہ اللہ اکبر کا لفظ کہے تو اس وقت کی نماز اس پر فرض ہو گئی نہا کر اس کی قضا کرے اور اس سے کم میں بند ہوا اور اتنا وقت ہے کہ جلدی سے نہا کر اور کپڑے پہن کر ایک بار اللہ اکبر کہہ سکتی ہے تو فرض ہو گئی قضا کرے اور اتنا وقت نہ ہو تو نہیں۔

مسئلہ ۱۷: اگر پورے دس دن پر پاک ہوئی اور اتنا وقت بھی رات کا باقی نہیں کہ ایک بار اللہ اکبر کہہ لے تو اس دن کا روزہ بھی اس پر واجب ہے اور جو کم میں پاک ہوئی اور اتنا وقت ہے کہ صبح صادق ہونے سے پہلے نہا کر کپڑے پہن کر اللہ اکبر کہہ سکتی ہے تو روزہ فرض ہے۔

اگر نہالے تو بہتر ورنہ بے نہائے نیت کرلے۔ اور صبح کو نہالے اور جو اتنا وقت بھی نہیں تو اس دن کا روزہ اس پر فرض نہ ہوا۔ البتہ روزہ داروں کی طرح رہنا واجب ہے کوئی بات ایسی جو روزے کے خلاف ہو مثلاً کھانا پینا حرام ہے۔

مسئلہ ۱۸: نفاس کی حالت میں عورت کو زچہ خانہ سے نکلنا جائز ہے۔ یوں ہی حیض و نفاس والی عورت کو ساتھ کھلانے اور اس کا جھوٹا کھانے میں کوئی حرج نہیں۔ بعض جاہل عورتیں حیض و نفاس والی عورتوں کے برتن الگ کر دیتی ہیں بلکہ ان برتنوں کو اور حیض و نفاس والی عورتوں کو نجس جانتی ہیں۔ یاد رکھو کہ یہ سب ہندوؤں کی رسمیں ہیں۔ ایسی بے ہودہ رسموں سے مسلمان عورتوں مردوں کو بچنا لازم ہے۔ اکثر عورتوں میں رواج ہے کہ جب تک چلہ پورا نہ ہو جائے اگرچہ نفاس کا خون بند ہو چکا ہو وہ نماز پڑھتی ہے نہ اپنے کو نماز کے قابل سمجھتی ہیں یہ بھی محض جہالت ہے۔ شریعت کا حکم یہ ہے کہ جیسے ہی نفاس کا خون بند ہوا اسی وقت سے نہا کر نماز شروع کر دیں اور اگر نہانے سے بیماری کا اندیشہ ہو تو تیمم کر کے نماز پڑھے۔

(۶) احکام حیض

حیض کا عام مطلب بہنا ہے مگر حیض اس خون کو کہتے ہیں جو بالغ عورت کے رحم سے ہر ماہ نکلتا ہے اور جو خون بچے کی ولادت کے وقت خارج ہوتا ہے اسے نفاس کہتے ہیں اور جو خون کسی بیماری کی وجہ سے رحم سے خارج ہوا اسے خون استحاضہ کہتے ہیں۔ حیض کے بارے میں شرعی احکامات حسب ذیل ہیں:۔

ا۔ فرمان الٰہی

وَ يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْمَحِيْضِ قُلْ هُوَ اَذًى فَاعْتَزِلُوا النِّسَآءَ فِي الْمَحِيْضِ وَلَا تَقْرَبُوْهُنَّ حَتّٰى يَطْهُرْنَ فَاِذَا تَطَهَّرْنَ فَاْتُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ اَمَرَكُمُ اللّٰهُ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ وَ يُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ ۝

اے پیغمبر! لوگ آپ سے حیض کے بارے میں پوچھتے ہیں کہہ دیجئے وہ گندگی ہے تو حیض کے دنوں میں عورتوں سے الگ رہو یعنی جماع نہ کرو اور جب تک پاک نہ ہو جائیں ان کے پاس نہ جاؤ پھر جب ستھرائی کر لیں تو جہاں سے اللہ نے حکم دیا ہے ان کے پاس آؤ

(پ۲' بقرہ:۲۲۲) بے شک اللہ توبہ کرنے والوں اور ستھرائی کرتے والوں سے محبت رکھتا ہے۔

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ جب لوگوں نے رسول اکرم ﷺ سے حیض کے بارے میں پوچھا کہ اس کے بارے میں کیا حکم ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مندرجہ بالا آیت نازل ہوئی جس میں یہ بتایا گیا ہے کہ حیض نجاست یعنی گندگی ہے جو عورت کے جسم سے خون کی صورت میں خارج ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ خون حیض پیدا کرنے کی حکمت یہ بھی ہے کہ زمانہ حمل میں یہ خون بچے کی تربیت اور پرورش کا ذریعہ بنتا ہے۔ پھر اللہ کی شان رزاقیت ہے کہ وہی گندہ خون بچے کی غذا بن جاتا ہے اسی وجہ سے زمانہ حمل میں عورت کو حیض آنا بند ہو جاتا ہے اور جب بچہ پیدا ہو جاتا ہے تو وہی خون جو بچے کی غذا تھا' خون نفاس کی صورت میں بوقت پیدائش خارج ہوتا ہے۔ اس کے بعد خون حیض بچے کیلئے دودھ بن جاتا ہے۔ اسی وجہ سے دودھ پلانے والی عورت کو حیض کم آتا ہے اور جب عورت حاملہ نہیں ہوتی تو وہی خون ہر ماہ حیض کی صورت میں خارج ہوتا ہے لہٰذا اللہ کے فرمان کے مطابق جب عورت اس گندے خون کی حالت میں ہو تو اس وقت عورتوں سے کنارہ کش رہنا چاہیے۔

۲-احادیث

حیض کے متعلق احادیث مندرجہ ذیل ہیں:۔

حدیث ۱ : حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ جب ہم لوگ حج کے لیے نکلے۔ جب مقام سرف میں پہنچے' مجھے حیض آیا تو میں رو رہی تھی کہ رسول اللہ ﷺ میرے پاس تشریف لائے' فرمایا تجھے کیا ہوا؟ تو حائض ہوئی؟ عرض کی ہاں! فرمایا یہ ایک ایسی چیز ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے بنات آدم پر لکھ دیا ہے تو سوا خانہ کعبہ کے طواف کے سب کچھ ادا کر جیسے حج کرنے والا ادا کرتا ہے اور فرماتی ہیں حضور ﷺ نے اپنی ازواج مطہرات کی طرف سے ایک گائے قربانی کی۔ (بخاری شریف)

حدیث ۲ : حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ زمانہ حیض میں، میں پانی پیتی پھر حضور ﷺ کو دے دیتی تو جس جگہ میرا منہ لگا تھا حضور ﷺ وہیں دہن مبارک رکھ کر پیتے اور حالت حیض میں ہڈی سے گوشت نوچ کر کھاتی پھر حضور ﷺ کو دے دیتی۔ حضور ﷺ

اپنا دہن شریف اس جگہ پر رکھتے جہاں میرا منہ لگا تھا۔ (مسلم شریف)

حدیث ۳ : حضرت ام المومنین میمونہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک چادر میں نماز پڑھتے تھے جس کا کچھ حصہ مجھ پر تھا اور کچھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر اور میں حیض کی حالت میں تھی۔ (بخاری شریف)

حدیث ٤ : حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ جب مجھ پر حیض کی حالت آئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم میرے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے اور قرآن پاک کی تلاوت فرما رہے تھے۔ (مسلم شریف)

حدیث ٥ : حضرت عروہ رضی اللہ عنہ سے سوال کیا گیا حیض والی عورت میری خدمت کر سکتی ہے اور جب عورت مجھ سے قریب ہو سکتی ہے۔ عروہ نے جواب دیا یہ سب مجھ پر آسان ہے اور یہ سب میری خدمت کر سکتی ہیں اور کسی پر اس میں کوئی حرج نہیں۔ مجھے ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے خبر دی کہ وہ حیض کی حالت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کنگھا کرتیں اور حضور معتکف تھے' اپنے سر مبارک کو ان سے قریب کر دیتے اور وہ اپنے حجرے ہی میں ہوتیں۔ (بخاری شریف)

حدیث ٦ : حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ ہاتھ بڑھا کر مسجد سے مصلّٰی اٹھا دینا۔ عرض کی کہ میں حائض ہوں۔ فرمایا کہ تیرا حیض تیرے ہاتھ میں نہیں۔ (مسلم شریف)

حدیث ۷ : حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص حیض والی عورت سے یا عورت کے پیچھے کے مقام میں جماع کرے۔ یا کاہن کے پاس جائے تو اس کا فعل ایسے ہوگا جیسے اس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر جو ہدایت نازل فرمائی گئی ہے اس کا انکار کیا۔ (ترمذی)

حدیث ۸ : حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ یہودیوں میں جب کسی عورت کو حیض آتا تو نہ اپنے ساتھ کھلاتے نہ اپنے ساتھ گھروں میں رکھتے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت **وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْمَحِيْضِ** نازل فرمائی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جماع کے سوا ہر شے کرو اس کی خبر یہود کو پہنچی تو کہنے لگے یہ (نبی صلی اللہ علیہ وسلم) ہماری ہر بات کا خلاف کرنا چاہتے ہیں۔ اس پر اسید بن حضیر اور عباد بن بشر رضی اللہ عنہما نے آ کر عرض کی کہ یہود ایسا ایسا کہتے ہیں تو کیا ہم ان سے جماع نہ کریں (کہ

پوری مخالفت ہوجائے) رسول اللہ ﷺ کا روئے مبارک متغیر ہوگیا یہاں تک کہ ہم کو گمان ہوا کہ ان دونوں پر غضب فرمایا۔ وہ دونوں چلے گئے اور ان کے آگے دودھ کا ہدیہ نبی ﷺ کے پاس آیا۔ حضور ﷺ نے آدمی بھیج کر ان کو بلوایا اور پلایا تو وہ سمجھے کہ حضور ﷺ نے ان پر غضب نہیں فرمایا تھا۔ (مسلم شریف)

۳- شرعی مسائل

خون حیض تین رات دن یعنی ۷۲ گھنٹے سے کم اور دس دن رات سے زائد نہیں ہوتا۔ اگر اس مدت سے کم یا زیادہ ہو تو حیض نہیں ہے بلکہ استحاضہ ہے جس سے غسل واجب نہیں اور نہ یہ نماز روزہ سے مانع ہے کیونکہ استحاضہ ایک بیماری ہے جس میں رگوں سے خون آتا ہے۔ رحم کے اندر سے نہیں آتا مثلاً ایک عورت کو صبح ۶ بجے حیض شروع ہوا اور چوتھے دن پونے چھ بجے خون منقطع ہوا تو یہ حیض شمار نہ کیا جائے گا۔ اگر ٹھیک سوا چھ بجے ختم ہوگا تو حیض ہوگا۔ اسی طرح اگر دس روز سے ۱۵ منٹ کی بھی زیادتی ہوگئی تو حیض شمار نہ کیا جائے گا۔ مثلاً ایک عورت کو صبح ۶ بجے خون آنا شروع ہوا اور گیارھویں روز ۶ بجے منقطع ہوا تو حیض ہے اور اگر سوا چھ بجے ختم ہوا تو حیض نہیں بلکہ بیماری ہے جس کو استحاضہ کہتے ہیں۔ یعنی گیارھویں دن کے ۶ بجے دن تک حیض شمار ہوگا اور باقی پندرہ منٹ طہر کے سمجھے جائیں گے۔ اس کے متعلق شرعی مسائل مندرجہ ذیل ہیں:۔

مسئلہ ۱: کرن چمکتی تھی کہ حیض شروع ہوا اور تین دن راتیں پوری ہو کر کرن چمکتے ہی ختم ہوگیا تو حیض ہے اگرچہ ان تین دن رات کی مقدار ۷۲ گھنٹے نہیں ہے مگر طلوع سے طلوع تک اور غروب سے غروب تک ضرور ایک دن رات ہے۔

مسئلہ ۲: طلوع وغروب کے علاوہ اگر کسی اور وقت حیض شروع ہوا تو وہی ۲۴ گھنٹے کا ایک دن رات لیا جائے گا۔ مثلاً آج صبح کو ٹھیک ۹ بجے شروع ہوا تو کل ٹھیک ۹ بجے ایک دن رات ہوگا۔

مسئلہ ۳: دس رات دن سے کچھ بھی زیادہ خون آیا تو اگر یہ حیض پہلی مرتبہ اسے آیا تو دس دن تک حیض ہے بعد کا استحاضہ۔ اور اگر پہلے اسے حیض آچکے ہیں اور عادت دس دن سے کم تھی تو عادت سے جتنا زیادہ ہوا استحاضہ ہے۔ اسے یوں سمجھو کہ اسے عادت پانچ دن کی تھی اب خون آیا دس دن تو کل حیض ہے اور یہ سمجھا جائے گا کہ اس کی عادت بدل گئی لیکن اگر دس

دن سے زیادہ مثلاً گیارہ یا بارہ دن خون آیا تو پانچ دن حیض کے' باقی سات دن استحاضہ کے اور اگر ایک حالت مقرر نہ تھی بلکہ کبھی چار دن خون آیا کبھی پانچ دن تو پچھلی بار جتنے دن تھے وہی اب بھی حیض کے ہیں باقی دن استحاضہ کے۔

مسئلہ ٤ : یہ ضروری نہیں کہ مدت میں ہر وقت خون جاری رہے جبھی حیض ہو بلکہ اگر بعض بعض وقت بھی آئے جب بھی حیض ہے۔

مسئلہ ٥: کم از کم نو برس کی عمر سے حیض شروع ہوگا اور انتہائی عمر حیض آنے کی پچپن سال ہے۔ اس عمر والی عورت کو آئسہ اور اس عمر کو سن ایاس کہتے ہیں تو نو برس کی عمر سے پیشتر جو خون آئے وہ استحاضہ ہے اور پچپن سال کی عمر کے بعد جو خون آئے' وہ بھی استحاضہ ہے۔ ہاں اس پچھلی صورت میں اگر خالص خون آئے جیسے آتا تھا اسی رنگ کا آیا' تو حیض ہے۔ (ردالمحتار وغیرہ)

مسئلہ ٦: حمل والی عورت کو خون آیا استحاضہ ہے یونہی بچہ ہوتے وقت جو خون آیا اور ابھی آدھے سے زیادہ بچہ باہر نہیں نکلا وہ استحاضہ۔

مسئلہ ٧: دو حیضوں کے درمیان کم سے کم پورے پندرہ دن کا فاصلہ ضروری ہے یونہی حیض ونفاس کے درمیان بھی پندرہ دن کا فاصلہ ضروری ہے تو اگر نفاس ختم ہونے کے بعد پندرہ دن پورے نہ ہوئے تھے کہ خون آیا تو یہ استحاضہ ہے۔

مسئلہ ٨: حیض اسی وقت سے شمار کیا جائے گا کہ خون فرج خارج میں آگیا تو اگر کوئی کپڑا رکھ لیا ہے جس کی وجہ سے خون فرج خارج میں نہیں۔ داخل ہی میں رکا ہوا ہے تو جب تک کپڑا نہ نکالے گی حیض والی نہ ہوگی۔ نماز پڑھے گی' روزہ رکھے گی۔

مسئلہ ٩: حیض کے چھ رنگ ہیں' (١) سیاہ' (٢) سرخ' (٣) سبز، (٤) زرد، (٥) گدلا (٦) مٹیالا' سفید رنگ کی رطوبت حیض نہیں۔ تو دس دن رات کے بعد بھی میلا پن باقی رہے تو عادت والی کے لیے جو دن عادت کے ہیں وہ حیض ہوا اور عادت سے بعد والے دن استحاضہ اور اگر کچھ عادت نہیں تو دس دن رات تک حیض باقی استحاضہ۔

مسئلہ ١٠: گدی جب تر تھی تو اس میں زردی یا میلا پن تھا۔ بعد سوکھ جانے کے سفید ہوگئی تو مدت حیض میں حیض ہی ہے اور اگر جب دیکھا تھا سفید تھی مگر سوکھ کر زرد ہوگئی تو یہ حیض نہیں۔

مسئلہ ١١ : جس عورت کو پہلی مرتبہ خون آیا اور اس کا سلسلہ مہینوں یا برسوں جاری رہا کہ

بیچ میں پندرہ دن کے لیے بھی نہ رکا تو جس دن سے خون آنا شروع ہوا اس روز سے دن تک حیض اور باقی بیس دن استحاضہ کے سمجھے اور جب تک خون جاری رہے یہی قاعدہ برتے اور اگر اس سے پیشتر حیض آچکا ہے تو اس سے پہلے جتنے دن حیض کے تھے۔ ہر تیس دن میں اتنے دن حیض کے سمجھے باقی جو دن بچیں وہ استحاضہ۔

مسئلہ ۱۲ : جس عورت کو عمر بھر خون نہیں آیا یا آیا مگر تین دن سے کم آیا تو عمر بھر وہ پاک ہی رہی اور ایک بار تین دن رات خون آیا پھر کبھی نہ آیا تو فقط وہ تین دن رات حیض کے ہیں باقی ہمیشہ کے لیے پاک۔

مسئلہ ۱۳ : جس عورت کو دس دن خون آیا اس کے بعد سال بھر تک پاک رہی پھر برابر خون جاری رہا تو وہ اس زمانہ میں نماز روزہ کے لیے ہر مہینہ میں دس دن حیض کے سمجھے اور بیس دن استحاضہ۔

مسئلہ ۱۴ : کسی کو ایک دو دن خون آ کر بند ہو گیا اور شروع ہوئے دس دن پورے نہ ہوئے تھے کہ پھر خون آیا اور دسویں دن بند ہو گیا تو یہ دسوں دن حیض کے ہیں اور اگر دس دن کے بعد بھی جاری رہا تو دو صورتیں ہیں۔ اگر پہلے کی عادت معلوم ہے تو عادت کے دنوں میں حیض، باقی استحاضہ اور اگر پہلے کی عادت معلوم نہیں تو دس دن حیض کے باقی استحاضہ۔

مسئلہ ۱۵ : جس کی ایک عادت مقرر نہ ہو بلکہ کبھی مثلاً چھ دن حیض کے ہوں اور کبھی سات دن۔ اب جو خون آیا تو بند ہوتا ہی نہیں تو اس کے لیے نماز روزے کے حق میں کم مدت یعنی ۶ دن حیض کے قرار دیے جائیں گے اور ساتویں روز نہا کر نماز پڑھے اور روزہ رکھے (جبکہ رمضان ہو) مگر سات دن پورے ہونے کے بعد پھر نہانے کا حکم ہے اور ساتویں دن جو فرض روزہ رکھا ہے اس کی قضا کرے اور مدت گزرنے اور شوہر کے پاس رہنے کے بارے میں زیادہ مدت یعنی سات دن حیض کے مانے جائیں گے یعنی ساتویں دن اس سے قربت جائز نہیں۔

مسئلہ ۱۶: کسی کی عادت تھی کہ فلاں تاریخ میں حیض ہوا اب اس سے ایک دن پہلے خون آ کر بند ہو گیا پھر دس دن تک نہیں آیا اور گیارہویں دن پھر آ گیا تو خون نہ آنے کے جو یہ دس دن ہیں ان میں سے اپنی عادت کے دنوں کے برابر حیض قرار دے اور اگر تاریخ تو مقرر تھی مگر حیض کے دن معین نہ تھے تو یہ دسوں دن خون نہ آنے کے حیض کے ہیں۔ (ردالمحتار)

مسئلہ ۱۷ : جس عورت کو تین دن سے کم خون آ کر بند ہو گیا اور پندرہ دن پورے نہ

ہوئے تھے کہ پھر آ گیا تو پہلی مرتبہ جب سے خون آنا شروع ہوا ہے حیض ہے۔اب اگر اس کی کوئی عادت ہے تو عادت کے برابر حیض کے دن شمار کرے ورنہ شروع سے دس دن تک حیض اور پچھلی مرتبہ کا استحاضہ۔

(۷) استحاضہ کے احکام

عورت کو حیض اور نفاس کے علاوہ جو خون کسی بیماری یا کسی اور سبب سے آئے وہ استحاضہ ہے اس کے متعلق حضور ﷺ کے ارشادات مندرجہ ذیل ہیں:۔

حدیث ۱ : حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک صحابیہ فاطمہ بنت ابی جیش رضی اللہ عنہا نے نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں عرض کی۔ یارسول اللہ ﷺ! مجھے استحاضہ آتا ہے اور میں پاک نہیں رہتی تو کیا میں نماز چھوڑ دوں؟ حضور ﷺ نے فرمایا نہ "یہ تو ایک رگ کا خون ہے حیض نہیں ہے تو جب حیض کے دن آئیں نماز چھوڑ دو اور جب جاتے رہیں تو خون دھوؤ اور نماز پڑھو۔ (مسلم شریف)

حدیث ۲ : ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ایک عورت کو استحاضہ کا خون بہت آتا تھا تو میں نے اس کے متعلق نبی اکرم ﷺ سے مسئلہ پوچھا آپ نے ارشاد فرمایا وہ خاتون اس بیماری میں مبتلا ہونے سے پہلے مہینے میں جتنے دن اور رات حیض آتا تھا اس کو گنے اور ہر مہینے میں اتنے دن رات نماز چھوڑ دے پھر جب وہ دن گزر جائیں تو نہائے اور لنگوٹ باندھ کر نماز پڑھے۔ (ابوداؤد شریف)

حدیث ۳ : نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا استحاضہ والی کو اپنی عادت کے مطابق (ہر ماہ) جتنے دن حیض آتا تھا اتنے دن نماز چھوڑ دے پھر نہائے اور ہر نماز کے وقت (تازہ) وضو کرے اور روزہ رکھے اور نماز پڑھے۔ (ترمذی شریف)

۱۔مسائل استحاضہ

استحاضہ میں عورت کو نہ نماز معاف ہے اور نہ روزہ معاف ہے بلکہ ایسی عورت جس کو ہر وقت خون آتا رہتا ہو وہ معذور ہے وہ ایک وضو سے اس وقت میں جتنی نماز چاہے پڑھے۔خون آنے سے اس کا وضو نہیں جائے گا اور نماز کا وقت ختم ہوتے ہی اس کا وضو جاتا رہے گا۔لہٰذا ایسی معذور عورت ہر نماز کے لیے تازہ وضو کر کے نماز پڑھے۔ایسی عورت کو

مسجد میں جانا۔ قرآن پاک پڑھنا' قرآن پاک کو ہاتھ لگانا' طواف کرنا' اس سے ہمبستری کرنا اور وہ سب کام جو حیض و نفاس والی عورت پر حرام ہوتے ہیں۔ استحاضہ والی عورت کے لیے جائز ہیں۔

(۸) احکام معذور

ہر وہ آدمی جس کو کوئی ایسی بیماری ہے کہ نماز کا پورا ایک وقت باوضو نہ رہ سکے یعنی نماز فرض باوضو ادا نہ کر سکے وہ معذور ہے۔ مثلاً پیشاب کے قطرے کا مرض' یا ہر وقت ہوا خارج ہوتے رہنا' یا پھوڑے یا ناسور سے ہر وقت پیپ بہتے رہنا' کان یا ناف یا پستان سے پانی نکلتے رہنا یا دست آنا یا دکھتی آنکھ سے رطوبت بہتے رہنا' بواسیر وغیرہ یہ سب بیماریاں وضو توڑنے والی ہیں ان میں جب پورا ایک وقت ایسا گزر جائے کہ باوجود کوشش کے وضو اور طہارت کے ساتھ نماز نہ پڑھ سکے تو عذر ثابت ہو گیا یہ آدمی معذور ہے اس کا بھی یہی حکم ہے کہ وقت میں وضو کر لے اور نماز کا وقت ختم ہونے تک جتنی نمازیں چاہے اس وضو سے پڑھے۔ اس بیماری سے اس کا وضو نہیں جاتا لیکن فرض نماز کا عذر ختم ہوتے ہی معذور کا وضو جاتا رہے گا۔

مسئلہ ۱: جب کوئی شخص شریعت میں معذور مان لیا گیا تو جب تک ہر نماز کے وقت میں ایک بار بھی اس کا عذر پایا جاتا رہے گا وہ معذور ہی رہے گا۔ جب اس کو اتنی شفا حاصل ہو جائے کہ ایک نماز کا پورا وقت گزر جائے اور اس کو ایک مرتبہ قطرہ وغیرہ نہ آئے تو اب یہ شخص معذور نہیں مانا جائے گا۔

مسئلہ ۲: معذور کا وضو اس چیز سے نہیں جاتا جس کے سبب سے معذور ہے لیکن اگر وضو توڑنے والی دوسری چیز پائی گئی تو اس کا وضو جاتا رہے گا جیسے کسی کو قطرے کا مرض ہے اور وہ معذور مان لیا گیا تو نماز کے پورے وقت میں قطرہ آنے سے تو اس کا وضو نہیں ٹوٹے گا لیکن ہوا نکلنے سے اس کا وضو ٹوٹ جائے گا۔

مسئلہ ۳: اگر کھڑے ہو کر نماز پڑھنے میں قطرہ آ جاتا ہے اور بیٹھ کر نماز پڑھنے میں قطرہ نہیں آتا تو اس پر فرض ہے کہ نماز بیٹھ کر پڑھا کرے اور وہ معذور نہیں شمار کیا جائے گا۔

(۹) مسائل جنابت

ایسے مرد اور عورت کو جن پر غسل فرض ہو گیا "جنب" کہتے ہیں اور اس ناپاکی کی حالت

کو "جنابت" کہتے ہیں۔ جنب خواہ مرد ہو یا عورت جب تک غسل نہ کر لے وہ مسجد میں داخل نہیں ہو سکتا۔ نہ قرآن شریف پڑھ سکتا ہے نہ قرآن دیکھ کر تلاوت کر سکتا ہے۔ نہ زبانی پڑھ سکتا ہے۔ نہ قرآن مجید کو چھو سکتا ہے نہ کعبہ میں داخل ہو سکتا ہے' نہ کعبہ کا طواف کر سکتا ہے۔

مسئلہ ۱: جنب کو ساتھ کھلانے اس کا جھوٹھا کھانے اس کے ساتھ سلام ومصافحہ اور معانقہ کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

مسئلہ ۲: جنب کو چاہیے کہ جلد سے جلد غسل کرلے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ رحمت کے فرشتے اس گھر میں نہیں جاتے جس گھر میں تصویر' کتا اور جنب ہو۔

اسی طرح ایک حدیث میں یہ بھی آیا ہے کہ فرشتے تین شخصوں سے قریب نہیں ہوتے ایک کافر کا مردہ' دوسرے خلوق' (عورتوں کی رنگین خوشبو) استعمال کرنے والا' تیسرے جنب آدمی مگر یہ کہ وضو کرلے۔

مسئلہ ۳: حیض ونفاس والی عورت یا ایسے مرد وعورت جن پر غسل فرض ہے اگر یہ لوگ قرآن شریف کی تعلیم دیں تو ان کو لازم ہے کہ قرآن مجید کے ایک ایک لفظ پر سانس توڑ توڑ کر پڑھائیں۔ مثلاً اس طرح پڑھائیں کہ الحمد پڑھ کر سانس توڑیں پھر للہ پڑھ کر سانس توڑ دیں پھر رب العالمین پڑھیں۔ ایک سانس میں پوری آیت لگاتار نہ پڑھیں اور قرآن شریف کے الفاظ کو ہجے کرانے میں بھی کوئی حرج نہیں۔

مسئلہ ٤: قرآن مجید کے علاوہ اور دوسرے وظیفے کلمہ شریف و درود شریف وغیرہ کا پڑھنا' جنب کے لیے بلا کراہت جائز بلکہ مستحب ہے جیسے کہ حیض ونفاس والی عورت کے لیے قرآن شریف کے علاوہ دوسرے تمام اذکار ووظائف کو پڑھنا جائز ودرست بلکہ مستحب ہے۔

(۱۰) احکام نجاست

گندگی اور پلیدی کو نجاست کہا جاتا ہے یہ دو طرح کی ہے۔ ایک نجاست جس کے لیے شرعی احکام سخت ہیں وہ نجاست غلیظہ کہلاتی ہے اور دوسری نجاست جس کے لیے شرعی احکام ہلکے اور نرم ہیں نجاست خفیفہ کہلاتی ہے۔ نجاست غلیظہ سے مراد پیشاب پاخانہ منی' مذی' حیض کا خون' خون استحاضہ' پیپ' جاری خون' منہ بھر کر قے ہے' ان کے علاوہ ہر طرح کی شراب اور نیز پاخانہ اور پیشاب ان چوپایہ جانوروں کا جن کا گوشت حرام ہے جیسے کتا'

شیر، بلی لومڑی، گدھا، خچر، ہاتھی، خنزیر اور چوہا وغیرہ اور بطخ اور مرغی کی بیٹ اور گائے بھینس کا گوبر، گھوڑے کی لید، اونٹ اور بکری کی مینگنی اور ہر حلال چوپایہ جانور کا پاخانہ، حرام پرندوں کا پیشاب اور مردار وغیرہ یہ سب پلیدیاں نجاست غلیظہ میں شامل ہیں۔ اس کے علاوہ چھپکلی یا گرگٹ کا خون، شیر، کتے، چیتے کا لعاب (منہ کا تھوک) اور دوسرے درندہ چوپایوں کے منہ کا لعاب، نیز ہاتھی کی سونڈ کی رطوبت نجاست غلیظہ ہیں۔ عام لوگوں اور عورتوں میں اکثر مشہور ہے کہ دودھ پیتے بچے کا پیشاب نجاست نہیں یہ بالکل غلط ہے بلکہ پیشاب خواہ بڑے کا ہو یا چھوٹے بچے کا وہ نجاست غلیظہ ہے۔

جن جانوروں کا گوشت حلال ہے جیسے گائے بیل، بھینس، بھیڑ، بکری، اونٹ وغیرہ ان کا پیشاب اور گھوڑے کا پیشاب اور حرام پرندے جیسے کوا، چیل، شکرا، باز وغیرہ، ان کی بیٹ نجاست خفیفہ ہے۔

۱- احادیث

نجاست کے متعلق حضور ﷺ کی چند احادیث مندرجہ ذیل ہیں۔

حدیث ۱: اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک عورت نے نبی اکرم ﷺ سے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ! جب ہم میں سے کسی کے کپڑے کو حیض کا خون لگ جائے تو کیا کرے؟ آپ ﷺ نے فرمایا جب تم میں سے کسی کا کپڑا حیض کے خون سے آلودہ ہو جائے تو وہ اسے کھرچے، پھر پانی سے دھوئے، تب اس کپڑے میں نماز پڑھے۔ (مسلم شریف)

حدیث ۲: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب کپڑے پر نجاست لگ جاتی ہے تو میں اسے مل کر دھو دیتی ہوں اور اگر وہ کپڑا حضور ﷺ کا ہوتا تو آپ اس میں نماز پڑھ لیتے (بخاری شریف)

حدیث ۳: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا جب تمہارے برتن میں سے کتا پانی پی لے تو اس کو سات بار دھولو۔ (مسلم شریف)

حدیث ۴: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے حکم فرمایا کہ مردار کی کھالیں جب پکائی جائیں تو ان سے فائدہ اٹھایا جائے۔

حدیث ۵: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ چمڑا جب پکا لیا جائے تو وہ پاک ہو جاتا ہے۔ (مسلم شریف)

۲- شرعی مسائل

نجاست کے متعلق شرعی احکام مندرجہ ذیل ہیں:۔

مسئلہ ۱: نجاست غلیظہ کا حکم یہ ہے کہ اگر کپڑے یا بدن پر ایک درہم (روپے) سے زیادہ لگ جائے تو اس کا پاک اور صاف کرنا فرض ہے۔ اگر بغیر پاک کیے نماز پڑھی تو قطعاً نماز نہیں ہوگی اور اگر جان بوجھ کر اس نجاست اور پلیدی کے ساتھ پڑھی تو سخت گناہ ہے اور بانیت استخفاف (توہین) پڑھی تو کفر ہوگا اور اگر نجاست غلیظہ درہم کے برابر ہے تو اس کا پاک کرنا واجب اور ضروری ہے کہ اگر بغیر پاک کیے نماز پڑھی تو مکروہ تحریمی ہوگی یعنی ایسی نماز کا دوبارہ پڑھنا واجب اور ضروری ہے اگر جان بوجھ کر پڑھی تو گناہ بھی ہوگا۔ اگر نجاست غلیظہ درہم سے کم ہے تو اس کا پاک اور صاف کرنا سنت ہے کہ ایسی نجاست کو پاک کیے بغیر اگر نماز پڑھی تو نماز تو ہوگی لیکن خلاف سنت ہوئی جس کا اعادہ یعنی دوبارہ پڑھنا بہتر اور مستحب ہے۔

مسئلہ ۲: نجاست غلیظہ اگر گاڑھی ہو جیسے پاخانہ' لید' گوبر' تو درہم کے برابر یا کم زیادہ ہونے کے معنی یہ ہیں کہ وزن میں درہم کے برابر یا کم یا زیادہ ہو۔ درہم کا وزن ساڑھے چار ماشہ ہے اور اگر نجاست غلیظہ پتلی ہو جیسے پیشاب اور شراب وغیرہ تو درہم سے مراد اس کی لمبائی چوڑائی ہے اور شریعت نے درہم کی لمبائی اور چوڑائی کی مقدار ہتھیلی کی گہرائی کے برابر بتائی ہے۔ یعنی ہتھیلی خوب پھیلا کر ہموار رکھیں اور اس پر آہستہ سے اتنا پانی ڈالیں کہ اس سے زیادہ پانی نہ رک سکے۔ اب پانی کا جتنا پھیلاؤ ہے اتنی بڑی درہم کی لمبائی چوڑائی ہوتی ہے یعنی روپے کی لمبائی چوڑائی کے برابر (درمختار ج ا ص ۲۱۱)

مسئلہ ۳: نجاست خفیفہ کا حکم یہ ہے کہ کپڑے کے جس حصہ یا بدن کے جس عضو پر لگی ہو اگر اس کی چوتھائی سے کم ہے مثلاً آستین پر لگی ہے تو اس کی چوتھائی' اسی طرح اگر ہاتھ پر لگی ہے تو ہاتھ کی چوتھائی سے کم ہے تو معاف ہے یعنی اس میں نماز ہو جائے گی اور اگر نجاست خفیفہ پوری چوتھائی میں لگی ہو تو بن دھوئے اور پاک صاف کیے بغیر نماز نہ ہوگی۔

مسئلہ ٤: نجاست غلیظہ' خفیفہ میں مل جائے تو کل غلیظہ ہو جائے گی ہر چوپائے کی جگالی کا وہی حکم ہے جو اس کے پاخانے کا ہے۔ ہر جانور کے پتے کا بھی وہی حکم ہے جو اس کے پیشاب کا ہے۔ حرام جانوروں کا پتا نجاست غلیظہ ہے۔

مسئلہ ٥: مچھلی اور پانی کے دیگر جانوروں اور کھٹمل اور مچھر کا خون وغیرہ' نیز گدھے اور خچر

کالعاب یعنی منہ کا تھوک اور ان کا پسینہ پاک ہے۔ گوشت' تلی' کلیجی میں جو خون باقی رہ جاتا ہے وہ پاک ہے۔ حرام جانوروں کا دودھ نجس اور ناپاک ہے۔

مسئلہ ۶: نجاست غلیظہ اور نجاست خفیفہ کے جدا جدا جو حکم بیان ہوئے ہیں یہ اس وقت ہیں کہ بدن یا کپڑے پر لگیں۔ اگر یہ نجاست کسی پتلی چیز پانی وغیرہ میں گرے تو نجاست غلیظہ ہو یا خفیفہ تو وہ سب ناپاک ہو جائے گا اگرچہ ایک قطرہ ہی گرے۔ بشرطیکہ پانی حد کثرت پر یعنی دہ دردہ نہ ہو۔

مسئلہ ۷: اگر نماز پڑھی اور جیب میں شیشی ہے اور اس میں پیشاب یا خون یا شراب ہے تو نماز نہ ہوگی۔ کسی کپڑے یا بدن پر چند جگہ نجاست غلیظہ لگی اگر کسی جگہ درہم کے برابر نہیں لیکن مجموعہ درہم کے برابر ہے تو وہ نجاست درہم کے برابر سمجھی جائے گی اس کو پاک کیے بغیر نماز پڑھی تو نماز نہ ہوگی۔

۳۔ ناپاک چیز کو پاک کرنے کے طریقے

پاک اور صاف چیز پر جب کوئی نجاست یا گندگی لگ جائے تو وہ ناپاک ہو جائے گی اسے دوبارہ پاکیزہ کرنے کے طریقے حسب ذیل ہیں:۔

مسئلہ ۱: اگر نجاست پتلی ہو جیسے پیشاب اور شراب وغیرہ تو کپڑا وغیرہ نچوڑی جانے والی چیز تین مرتبہ دھونے اور تینوں بار بقوت نچوڑنے سے پاک ہو جائے گا۔ نچوڑنے کے بعد ہر بار اپنے ہاتھ بھی ساتھ ساتھ دھونے لازمی ہیں۔ دودھ پیتے لڑکے اور لڑکی کا ایک ہی حکم ہے کہ ان کا پیشاب کپڑے کو لگا تو تین بار دھونا اور تین بار ہی اچھی طرح نچوڑنا پڑے گا اگر بدن کو لگا تو تین بار دھونے سے بدن پاک ہوگا۔ جو چیز نچوڑنے کے قابل نہیں جیسے چٹائی جوتا وغیرہ۔ اس کو دھو کر چھوڑ دیں کہ پانی ٹپکنا بند ہو جائے۔ اسی طرح دو بار اور دھوئیں تیسری بار جب ٹپکنا بند ہو گیا وہ چیز پاک ہو گئی۔

مسئلہ ۲: منی کپڑے یا بدن پر لگ کر خشک ہو گئی تو فقط مل کر جھاڑ دینے اور صاف کرنے سے کپڑا اور بدن پاک ہو جائے گا۔ مرد و عورت کا اس مسئلہ میں کوئی فرق نہیں۔ اگر منی کپڑے یا بدن پر لگی اور اب تک تر اور گیلی ہے تو کپڑا اور بدن دھونے سے ہی پاک ہوگا موزے یا جوتے میں گاڑی نجاست گوبر' پاخانہ' منی وغیرہ لگی تو اگرچہ وہ نجاست تر ہو کھرچنے اور رگڑنے سے پاک ہو جائیں۔ اگر کوئی پتلی نجاست جیسے پیشاب و شراب وغیرہ لگی ہو اور اس پر

مٹی ریتا یا راکھ وغیرہ ڈال کر رگڑ ڈالیں اور پونچھ دیں جب بھی وہ پاک ہو جائیں گے اگر ایسا نہ کیا یہاں تک کہ وہ نجاست سوکھ گئی تو اب بن دھوئے پاک نہ ہوں گے۔

مسئلہ ۳: نجاست اگر پتلی نہ ہو بلکہ گاڑھی ہو جیسے گوبر' پاخانہ' خون وغیرہ تو دھونے میں گنتی کی کوئی شرط نہیں بلکہ اس کا دور کرنا اور اچھی طرح صاف کرنا ضروری ہے تاکہ نجاست کا اثر و رنگ و بو وغیرہ نہ رہے۔ اگر ایسی نجاست ایک بار دھونے سے دور ہو جائے تو ایک مرتبہ سے ہی پاک ہو جائے گا اور اگر چار پانچ مرتبہ دھونے سے دور ہو تو اتنی بار ہی دھونا فرض ہے۔ ہاں اگر نجاست تین بار سے کم میں دور ہو جائے تو تین بار پورا کر لینا مستحب اور بہتر ہے۔

مسئلہ ٤: اگر نجاست دور ہو گئی مگر اس کا اثر' رنگ و بو وغیرہ باقی ہے تو اس کا زائل کرنا بھی لازم اور ضروری ہے ہاں اگر اس کا اثر بدقت جائے تو اثر دور کرنے کی ضرورت نہیں۔ تین بار دھو لینے سے وہ پاک ہو گیا۔

مسئلہ ٥: اگر ایسی چیز ہو جس میں نجاست جذب نہ ہوتی ہو جیسے چینی یا لوہے' تانبے' پیتل وغیرہ کے برتن تو وہ صرف تین بار دھونے سے پاک ہو جائیں گے۔ ہاں پہلی بار مٹی سے مانجھ لینا بہتر اور مستحب ہے۔ اگر کپڑے کا کوئی حصہ ناپاک ہو گیا اور اب یاد نہیں کہ وہ کون سی جگہ سے ناپاک ہوا تھا تو بہتر یہی ہے کہ پورا کپڑا ہی دھو ڈالیں۔ یعنی اگر بالکل ہی معلوم نہ ہو کہ نجاست کہاں لگی ہے۔ اگر اتنا معلوم ہو کہ نجاست کپڑے کے فلاں حصہ میں لگی ہے اور خاص نجاست والی جگہ معلوم نہیں۔ جیسے قمیص کی آستین یا دامن میں نجاست لگی ہو' تو آستین اور دامن کا دھونا ہی ساری قمیص کا دھونا ہے۔

مسئلہ ٦: لوہے کی چیز مثلاً چاقو' چھری وغیرہ جس میں رنگ اور نقش و نگار وغیرہ نہ ہو اگر یہ چیزیں ناپاک ہو جائیں تو اچھی طرح مٹی وغیرہ سے پونچھ ڈالنے سے پاک ہو جائیں گی اگر یہ چیزیں زنگ آلود اور نقش و نگار والی ہوں تو ان کا دھونا ضروری ہے۔ بن دھوئے پاک نہ ہوں گی۔

مسئلہ ۷: جائے نماز میں ہاتھ پاؤں' پیشانی اور ناک رکھنے کی جگہ کا نماز پڑھنے میں پاک ہونا فرض ہے۔ باقی جگہ اگر نجاست ہو تو نماز میں حرج نہیں لیکن نماز میں نجاست اور پلیدی کے قرب سے بچنا چاہیے کپڑے کے ایک طرف نجاست لگی ہو تو کپڑے کی دوسری طرف جدھر نجاست نہیں لگی نماز نہیں پڑھ سکتے۔ اگرچہ دوسری طرف نجاست کا اثر ظاہر نہ ہوا ہو اور کپڑا کتنا ہی موٹا کیوں نہ ہو۔

مسئلہ ۸: جو کپڑا دو تہ کا ہو۔ اگر ایک تہ اس کی نجس اور پلید ہو جائے تو اگر دونوں ملا کر سی لیے ہوں تو دوسری تہ پر نماز جائز نہیں اور اگر سلے نہ ہوں تو نماز جائز ہے۔

مسئلہ ۹: خنزیر کے سوا ہر مردار جانور کی کھال سکھانے اور پکانے دباغت وغیرہ سے پاک ہو جاتی ہے اس پر نماز پڑھنا درست ہے۔ ہاں درندے کی کھال اگرچہ پکالی گئی ہو اس پر بیٹھنا اور نماز پڑھنا نہیں چاہیے کہ مزاج میں تکبر اور غرور پیدا ہوتا ہے۔ کتے کی کھال کا استعمال ممنوع ہے۔

مسئلہ ۱۰: کپڑے یا بدن میں ناپاک تیل یا چکنائی والی چیز لگی تو تین مرتبہ دھو لینے سے پاک ہو جائے گا۔ ہاں اگر مردار کی چربی لگی تو جب تک اس کی چکنائی نہ جائے پاک نہ ہوگا۔

مسئلہ ۱۱: ناپاک زمین اگر خشک ہو جائے اور نجاست کا اثر یعنی رنگ و بو جاتا رہے وہ زمین پاک ہوگئی۔ خواہ ہوا سے سوکھی یا دھوپ یا آگ وغیرہ سے' اس پر نماز پڑھ سکتے ہیں۔ ہاں اس سے تیمم جائز نہیں۔ ایسے ہی جو زمین گوبر سے لیسی گئی اگرچہ سوکھ گئی ہو۔ اس پر نماز جائز نہیں۔ ہاں اگر وہ سوکھ گئی ہو اور اوپر کوئی موٹا کپڑا بچھالیا تو اس کپڑے پر نماز پڑھ سکتے ہیں۔

مسئلہ ۱۲: کافروں کے استعمال شدہ کپڑوں خاص کر ان کے پاجامہ' شلوار' تہبند وغیرہ میں نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ یہی حکم فاسق و فاجر لوگوں کے کپڑوں کا ہے کیونکہ فاسق لوگ پیشاب پاخانہ میں لباس کی طہارت کا خیال نہیں رکھتے۔ لہٰذا کافروں' فاسق و فاجروں کے استعمال شدہ کپڑے بن دھوئے اور پاک کیے بغیر پہننا اور ان میں نماز پڑھنا مکروہ ہے۔

(۱۱) اذان

اذان لغت میں آگاہ اور خبردار کرنے کو کہتے ہیں مگر اصطلاحاً مخصوص الفاظ کے ساتھ بلند آواز میں پکار کر نماز کی طرف بلانے کو اذان کہا جاتا ہے۔ یہ ایک اسلامی طریقہ ہے جس کا مقصد لوگوں کو نماز کے لئے آگاہ کرنا ہے۔ جمعہ اور فرض نمازوں کے لئے اذان کہنا ضروری ہے۔ اذان کے متعلق ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ اِلَى اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَّقَالَ اِنَّنِیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ۔

اس سے اچھی کس کی بات ہے جو اللہ کی طرف بلائے اور نیک کام کرے اور یہ کہے کہ میں مسلمانوں میں ہوں۔ (پ۲۴، حم سجدہ:۳۳)

اسلام میں اذان کی ضرورت اس لئے محسوس ہوئی کہ سب لوگ مل کر ایک وقت پر نماز ادا کر سکیں۔ مشورہ طلب امر یہ تھا کہ لوگوں کو جمع کرنے کے واسطے کونسا طریقہ اختیار کیا جائے۔ کسی نے مشورہ دیا کہ بلند مقام پر آگ روشن کر دی جائے جیسا کہ مجوس میں دستور تھا۔ کسی کا مشورہ تھا کہ سینگ (بگل) بجادیا جائے جیسا کہ یہود کا معمول تھا۔ کسی نے رائے دی کہ گھنٹے بجائے جائیں جیسا کہ نصاریٰ کیا کرتے تھے لیکن حضور سرور عالم ﷺ وشرف و مجد وکرم نے ان میں سے کسی مشورہ کو پسند نہ فرمایا کہ ان میں یہود ونصاریٰ اور مجوس سے مشابہت تھی۔ دوسرے روز حضرت عبداللہ بن زید انصاری اور حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہما نے یکے بعد دیگرے خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ انہوں نے خواب میں یہ الفاظ سنے ہیں اور یہ وہی الفاظ تھے جواب اذان واقامت میں کہے جاتے ہیں۔ حضور اقدس ﷺ نے ان کی تصدیق کی اور انہیں الفاظ کے بآواز بلند پکارنے کو اذان قرار دیا اور اسے شروع فرمادیا۔ یہ الفاظ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے اس منشاء عالی کو پورا کرتے ہیں جو تشریع احکام میں ہمیشہ منظور نظر اقدس رہا ہے۔

اذان اپنی مخصوص ہیئت کے ساتھ اطلاع دہی کا وہ سادہ اور آسان طریقہ ہے کہ عالمگیر دین کے لئے ایسا ہی ہونا ضروری تھا۔ اذان درحقیقت، اصول اسلام کی اشاعت اور اعلان ہے۔ مسلمان اسی کے ذریعہ سے ہر آبادی کے قریب جملہ باشندوں کے کانوں تک اپنے اصول پہنچا دیتے اور راہ نجات سے آگاہ کر دیتے ہیں۔

غرض امیر المومنین فاروق اعظم اور عبداللہ بن زید بن عبدربہ رضی اللہ عنہما کو اذان (ان الفاظ مخصوصہ کے ساتھ) خواب میں تعلیم ہوئی۔ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا۔ یہ خواب حق ہے اور عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ سے فرمایا۔ جاؤ بلال رضی اللہ عنہ کو تلقین کرو وہ اذان کہیں کہ وہ تم سے زیادہ بلند آواز ہیں۔ اس حدیث کو ابوداؤد و ترمذی و ابن ماجہ و دارمی نے روایت کیا اور ابن ماجہ نے عبدالرحمٰن بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے بلال رضی اللہ عنہ کو حکم فرمایا کہ اذان کے وقت کانوں میں انگلیاں کر لو کہ اس کے سبب آواز زیادہ بلند ہوگی۔

۱۔فضیلت اذان:

اذان کی فضیلت کے بارے میں چند احادیث مندرجہ ذیل ہیں۔

حدیث نمبر ۱: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا

کہ موذن کی جہاں تک آواز جاتی ہے اس کے لئے بخشش کر دی جاتی ہے اور ہر تر اور خشک چیز جو اس کی اذان کی آواز سنتی ہے اس کی گواہی دے گی اور نماز کے لئے حاضر ہونے والوں کے لئے ۲۵ گنا نمازوں کا ثواب لکھا جاتا ہے اور نمازوں کے درمیان جو اس نے گناہ کئے ہوتے ہیں وہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔(ابن ماجہ شریف)

حدیث نمبر۲: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ جو شخص اذان سن کر یہ کہے کہ ''اے پروردگار! اس کی پکار سن اور نماز قائم کر دے۔ حضور ﷺ کو بزرگی، وسیلہ اور مقام محمود عطا کر جس کا تو نے وعدہ کیا۔ قیامت کے روز ان کی شفاعت میرے لئے واجب کر دے'' (بخاری شریف)

حدیث نمبر۳: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ تحقیق جس وقت شیطان نماز کی اذان سنتا ہے تو دور بھاگ جاتا ہے یہاں تک کہ وادیٔ روحا تک چلا جاتا ہے۔ راوی نے کہا کہ وادی روحا مدینہ طیبہ سے ۳۶ میل کے فاصلہ پر ہے۔(مسلم شریف)

حدیث نمبر۴: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ جب موذن اذان کہتا ہے۔ رب عزوجل اپنا دست قدرت اس کے سر پر رکھتا ہے اور یونہی رہتا ہے یہاں تک کہ اذان سے فارغ ہو اور اس کی مغفرت کر دی جاتی ہے جہاں تک آواز پہنچے جب وہ فارغ ہو جاتا ہے، رب عزوجل فرماتا ہے میرے بندے نے سچ کہا اور تو نے حق گواہی دی لہٰذا تجھے بشارت ہو۔(بہار شریعت)

حدیث نمبر۵: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ جس نے بارہ برس تک اذان کہی۔ اس کے لئے جنت واجب ہو گئی اور ہر روز اس کی اذان کے بدلے ساٹھ نیکیاں اور اقامت کے بدلے تیس نیکیاں لکھی جائیں گی۔(ابن ماجہ)

حدیث نمبر۶: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جس نے سات سال تک ثواب کے لئے اذان کہی۔ اللہ تعالیٰ اس کے لئے نار سے براءت لکھ دے گا۔(ترمذی شریف)

حدیث نمبر۷: حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ اگر لوگوں کو معلوم ہو جاتا کہ اذان کہنے میں کتنا ثواب ہے تو اس پر باہم تلوار چلتی رہتی۔(مسند امام احمد)

حدیث نمبر۸: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم رسول اکرم ﷺ کے ساتھ تھے۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر اذان کہی جس وقت وہ اذان کہہ چکے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ جیسی اذان دی وہ یقیناً جنت میں داخل ہوگا (نسائی شریف)

حدیث نمبر۹: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جس بستی میں اذان کہی جائے۔ اللہ تعالیٰ عذاب سے اسے اس دن کے لئے امن دیتا ہے۔ (طبرانی)

۲-کلمات اذان

اَللّٰہُ اَکْبَرُ. اَللّٰہُ اَکْبَرُ. اَللّٰہُ اَکْبَرُ. اَللّٰہُ اَکْبَر. اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ. اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ. اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ. اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ. حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ. حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ. حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ. حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ. اَللّٰہُ اَکْبَرُ. اَللّٰہُ اَکْبَر. لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ط

۳-اذان کا طریقہ

مسجد سے خارج حصہ میں کسی اونچی جگہ پر قبلہ کی طرف منہ کر کے کھڑا ہو اور کانوں کے سوراخوں میں کلمہ کی انگلیاں ڈال کر بلند آواز سے اَللّٰہُ اَکْبَرُ. اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہے۔ پھر ذرا ٹھہر کر دو مرتبہ اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ. کہے۔ پھر دو مرتبہ ٹھہر ٹھہر کر اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ. کہے۔ پھر داہنے طرف منہ پھیر کر دو مرتبہ حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ. کہے۔ پھر بائیں طرف منہ کر کے دو مرتبہ حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ کہے۔ پھر قبلہ کو منہ کر لے اور اَللّٰہُ اَکْبَرُ. اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہے۔ پھر ایک مرتبہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہے۔ فجر کی اذان میں حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ کے بعد دو مرتبہ اَلصَّلٰوۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْمِ بھی کہے کہ مستحب ایسا ہی ہے۔

۴-شرعی مسائل

اذان کے متعلق شرعی مسائل حسب ذیل ہیں۔

۱- **مسئلہ:** جمعہ سمیت، پنجگانہ فرض نمازیں جب صحیح وقت پر مسجد میں ادا کی جائیں تو ان کے لئے اذان سنت مؤکدہ ہے اور اس کا حکم واجب کی مانند ہے کہ اگر نہ کہی تو وہاں کے سب لوگ گنہگار رہوں گے بلکہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ اگر کسی شہر کے سب لوگ اذان چھوڑ دیں تو میں ان سے جنگ کروں گا اور ایک شخص اذان چھوڑ دے تو میں اس کو سزا دوں گا اور قید کروں گا۔

۲۔ مسئلہ: مسجد میں بغیر اذان و اقامت کے جماعت پڑھنا مکروہ ہے۔ اگر کوئی شخص شہر میں گھر میں نماز پڑھے اور اذان نہ کہے تو کوئی کراہت نہیں کہ وہاں کی مسجد کی اذان ہی اس کے لئے کافی ہے اور اذان کہہ لینا مستحب اور افضل ہے۔

۳۔ مسئلہ: قضا نماز مسجد میں پڑھیں تو اذان نہ پڑھی جائے۔ ہاں اگر جنگل وغیرہ میں اکیلا ہو تو اذان اور اقامت کہنا جائز ہے کیونکہ قضا اظہار گناہ ہے لیکن اگر پوری جماعت کی نماز قضا ہوگئی ہو تو اذان و اقامت سے پڑھیں۔

۴۔ مسئلہ: شہر یا گاؤں سے باہر کھیتی یا باغ وغیرہ میں جماعت سے نماز پڑھی جہاں شہر یا گاؤں کی اذان کی آواز پہنچتی ہو تو وہاں شہر یا گاؤں کی اذان ہی کافی ہے پھر بھی اذان کہہ لینا بہتر ہے اور اقامت چھوڑنا مکروہ ہے۔

۵۔ مسئلہ: گاؤں میں مسجد ہے اور اس میں اذان و اقامت کہی جاتی ہے تو وہاں گھر میں نماز پڑھنا بغیر اذان کے جائز ہے وہاں نماز پڑھنے والے کا وہی حکم ہے جو شہر میں ہے۔

۶۔ مسئلہ: اذان کا مستحب وقت وہی ہے جو نماز کا ہے۔ وقت شروع ہونے سے پہلے اذان کہنا جائز نہیں۔ اگر وقت سے پہلے کہہ دی تو وقت شروع ہونے کے بعد اب دوبارہ کہی جائے۔

۷۔ مسئلہ: مسافر بھی جنگل میں اذان و اقامت سے نماز پڑھیں۔ ایسی حالت میں اگر انہوں نے اذان چھوڑ دی تو گنہگار نہیں ہوں گے ہاں اقامت کا چھوڑنا مکروہ ہے۔

۸۔ مسئلہ: جس مسجد میں امام معین ہو اور پنجگانہ نماز باقاعدہ ہوتی ہو۔ اس میں جب پہلی جماعت بطریق مسنون ہو چکی تو دوسری جماعت کے لئے دوبارہ اذان کہنا مکروہ ہے اور دوسری جماعت کے امام کو محراب میں کھڑا ہونا بھی مکروہ ہے۔

۹۔ مسئلہ: جمعہ اور فرضوں کے علاوہ باقی نمازوں مثلاً وتر، عیدین، تراویح، کسوف، خسوف، اشراق، چاشت، استسقاء اور دیگر نفلوں کے لئے اذان نہیں۔

۱۰۔ مسئلہ: عورتوں پر اذان و اقامت نہیں خواہ وہ نماز تنہا پڑھیں یا اپنی جماعت کے ساتھ ادا ہو یا قضا، عورتوں کا اذان و اقامت کہنا مکروہ تحریمی ہے۔ مستورات کا اپنی علیحدہ جماعت کرانا بھی مکروہ ہے۔

۱۱۔ مسئلہ: شہر میں جمعہ کے دن ظہر کی نماز کے لئے اذان ناجائز ہے اگرچہ ظہر کی نماز

پڑھنے والے معذور ہوں یعنی جن پر جمعہ فرض نہ ہو۔
۱۲۔ **مسئلہ**: اذان میں قبلہ کی طرف منہ نہ کرنا۔ اقامت کی طرح جلدی جلدی ٹھہرے بغیر کہنا۔ ترجیع کہنا یعنی چاروں شہادتیں آہستہ آہستہ کہنا، پھر چاروں شہادتوں کو زور سے کہنا۔ حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ اور حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ کہتے وقت دائیں بائیں منہ نہ پھیرنا، بیٹھ کر اذان کہنا، ایک شخص کو دو مسجدوں میں اذان کہنا اور بلا وضو اذان کہنا مکروہ ہے۔
۱۳۔ **مسئلہ**: فاسق و فاجر، خنثیٰ، پاگل، نشے والا اور ناسمجھ بچے اور اجنبی کی اذان مکروہ ہے۔ ان سب کی اذان دوبارہ پڑھی جائے۔ سمجھدار بچے، غلام اور اندھے کی اذان درست ہے۔
۱۴۔ **مسئلہ**: اذان کہنے کا وہ اہل ہے جو نماز کے وقتوں کو پہچانتا ہو، مرد، عقلمند، نیک، پرہیزگار، سنت نبوی ﷺ سے واقف اور ذی وجاہت ہو جو لوگ جماعت سے رہ جائیں ان کو تنبیہ کرنے والا ہو۔ اذان پابندی اور مداومت سے دیتا ہو اور اجرت محض ثواب اور اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے اذان کہتا ہو۔ اگر موذن نابینا ہو اور صحیح وقت بتانے والا ہے تو اس کا اور آنکھ والے کا اذان کہنا برابر ہے۔ اگر موذن ہی امام بھی ہو تو بہت بہتر ہے۔

۵۔ جوابِ اذان

جب اذان سنو تو ارشاد نبوی کے مطابق جواب دینے کا حکم ہے اور یہ دو قسم کا ہے۔ ایک فعلی جواب اور دوسرا قولی جواب۔

اذان کا فعلی جواب تو یہ ہے کہ جو شخص اذان سنے اس پر واجب ہے کہ اذان سنتے ہی سب کام چھوڑ دے۔ یہاں تک کہ قرآن پاک کی تلاوت بھی چھوڑ کر، نماز پڑھنے کے لئے مسجد میں حاضر ہو جائے۔

دوسرا قولی جواب یہ ہے کہ موذن جو لفظ کہے۔ اس کے بعد سننے والا بھی وہی لفظ اور کلمہ کہے مگر حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ اور حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ کے جواب میں لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ کہے اور صبح کی اذان میں اَلصَّلٰوۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْمِ کے جواب میں صَدَقْتَ وَ بَرَرْتَ وَ بِالْحَقِّ نَطَقْتَ کہے۔

جب اذان ہو تو اتنی دیر کے لئے سلام، کلام اور سلام کا جواب اور تمام کام موقوف کر دے۔ یہاں تک کہ قرآن پاک کی تلاوت بھی اتنی دیر موقوف کر دے۔ اگر راستہ پر چل رہا ہے تو اتنی دیر کھڑا ہو جائے اور اذان کو غور سے سنے اور اس کا جواب دے اور یہی حکم

اقامت میں بھی ہے۔ جمعہ کے خطبہ کی اذان کا جواب دینا مقتدیوں کو جائز نہیں، جنبی یعنی جس پر غسل فرض ہے وہ بھی اذان کا جواب دے۔ اگر کئی اذانیں سنے تو پہلی اذان کا جواب دینا ضروری ہے اور سب کا جواب دینا بہتر ہے۔

جو شخص اذان کے وقت باتوں میں مشغول رہے، بزرگوں نے فرمایا ہے کہ معاذ اللہ خاتمہ برا ہونے کا ڈر ہے۔ (اللہ تعالیٰ بچائے)

جب موذن اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ کہے تو یہ الفاظ کہنے کے بعد درود شریف پڑھے اور مستحب اور بہتر ہے کہ انگوٹھوں کو بوسہ دے کر آنکھوں سے لگائے اور کہے۔ قُرَّةُ عَيْنِيْ بِكَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اَللّٰهُمَّ مَتِّعْنِيْ بِالسَّمْعِ وَالْبَصَرِ ۔

حیض و نفاس والی عورت، خطبہ سننے والے، نماز جنازہ پڑھنے والے، جماع کرنے والے پیشاب پاخانہ کرنے والے اور علم دین سیکھنے اور سکھانے والے پر اذان کا جواب نہیں۔

۲- دعا بعد از اذان

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا جو شخص اذان سن کر یہ دعا پڑھے۔

اَللّٰهُمَّ رَبَّ هٰذِهِ الدَّعْوَةِ التَّامَّةِ وَالصَّلٰوةِ الْقَائِمَةِ اٰتِ مُحَمَّدَ نِ الْوَسِيْلَةَ الْفَضِيْلَةَ وَالدَّرَجَةِ الرَّفِيْعَةَ وَابْعَثْهُ مَقَامًا مَّحْمُوْدَنِ الَّذِيْ وَعَدْتَّهٗ وَاجْعَلْنَا فِيْ شَفَاعَتِهٖ يَوْمَ الْقِيَامَةِ اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيْعَادَ ط۔

تو اس کے لئے میری شفاعت واجب ہوگئی۔ (رواہ البخاری وابوداؤد عن جابر)

طبرانی کی روایت میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس دعا کے بعد وَاجْعَلْنَا فِيْ شَفَاعَتِهٖ يَوْمَ الْقِيَامَةَ کے الفاظ بھی ہیں۔

نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا جب تم اذان سنو تو تم بھی وہی کہو جو موذن کہتا ہے پھر (اذان کے بعد) مجھ پر درود پڑھو۔ بلاشبہ جس نے مجھ پر ایک بار درود پڑھا اللہ تعالیٰ اس پر دس بار درود (ورحمت) بھیجتا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ سے میرے لئے وسیلہ (اذان کی دعا) اور وسیلہ جنت میں ایک مرتبہ ہے جو اللہ کے خاص بندوں میں سے صرف ایک مقبول بندہ کو ملے گا اور مجھے امید ہے کہ وہ میں ہوں تو جس نے میرے لئے وسیلہ یعنی اذان کی دعا مانگی اس کی شفاعت جائز ہوگئی۔ (مسلم شریف)

۷-اقامت

فرضوں کے لئے اقامت جس کو عوام تکبیر کہتے ہیں۔ سنت موکدہ ہے بلکہ اقامت کا سنت ہونا اذان کی بہ نسبت زیادہ موکد اور افضل ہے۔ جس نے اذان کہی اقامت کہنا بھی اسی کا حق ہے اور موذن کی اجازت ورضامندی کے بغیر کسی دوسرے کا اقامت کہنا مکروہ ہے۔ ہاں اگر اذان کہنے والا موجود نہ ہو تو پھر جو چاہے اقامت کہہ لے۔

اقامت اذان کی مثل ہے یعنی جو احکام اذان کے ہیں وہی اقامت کے بھی ہیں صرف چند باتوں میں فرق ہے اس میں حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ کے بعد قَدْقَامَتِ الصَّلٰوۃ دو بار کہیں اس میں بھی آواز بلند ہو مگر اذان جتنی بلند نہ ہو بلکہ اتنی کہ حاضرین تک آواز پہنچ جائے۔ اقامت کے کلمات جلدی جلدی کہیں درمیان میں سکتہ اور وقفہ نہ کریں۔ اقامت میں نہ ہاتھ کانوں پر رکھنا ہے اور نہ کانوں میں انگلیاں رکھنا۔ اقامت کے لئے اذان کی طرح مسجد سے باہر اور بلند جگہ ہونا سنت نہیں اور نہ صبح کی اقامت میں اَلصَّلٰوۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْمِ ہے اگر امام نے اقامت کہی تو قَدْقَامَتِ الصَّلٰوۃِ کے وقت آگے بڑھ کر مصلے پر چلا جائے اور اقامت میں بھی حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ اور حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ کے وقت دائیں بائیں منہ پھیرا جائے۔

اذان اور اقامت میں وقفہ کرنا سنت ہے۔ اذان کہتے ہی اقامت کہہ دینا مکروہ ہے۔ یہ وقفہ اتنا ہو کہ جو لوگ پابند جماعت ہیں وہ آجائیں۔ مگر اتنا انتظار نہ ہو کہ مکروہ وقت آجائے ہاں مغرب کی نماز میں یہ وقفہ تین چھوٹی آیتوں یا ایک بڑی آیت کے برابر ہو لیکن مغرب کی اذان کے بعد سنت کے مطابق درود پاک اور اذان کی دعا مانگنے کے بعد اتنا وقفہ ہونا چاہئے اس سے زیادہ وقفہ بلا عذر شرعی مکروہ ہے۔

چاروں اماموں کے نزدیک اقامت کھڑے ہو کر سننا مکروہ ہے اس لئے اقامت کے وقت جو آدمی آئے تو اسے کھڑے انتظار نہیں کرنا چاہئے بلکہ بیٹھ جائے اور جو لوگ مسجد میں موجود ہیں وہ بھی بیٹھے رہیں اور اس وقت اٹھیں جب مکبر حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ پر پہنچے امام کے لئے بھی یہی حکم ہے۔ آج کل اکثر دیکھا گیا ہے کہ اقامت کے وقت لوگ کھڑے رہتے ہیں بلکہ جب تک امام مصلے پر کھڑا نہ ہو، تکبیر نہیں کہی جاتی۔

مسافر نے اذان واقامت دونوں نہ کہی یا اذان کہی مگر اقامت نہ کہی تو یہ مکروہ ہے

اگر صرف اقامت کہی تو مکروہ نہیں مگر بہتر یہ ہے کہ اذان بھی کہے اگرچہ تنہا ہو یا اس کے ساتھ اور ہمراہی مسافر بھی ہوں۔ شہر سے باہر کسی جگہ جماعت قائم کی اور اقامت نہ کہی تو مکروہ ہے اور اذان نہ کہی تو کوئی حرج نہیں۔ ہاں خلاف اولیٰ ضرور ہے۔

اقامت کا جواب دینا مستحب ہے اور اس کا جواب بھی اذان کی طرح ہے۔ فرق اتنا ہے کہ قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوۃِ کے جواب میں اَقَامَهَا اللّٰهُ وَاَدَامَهَا کہا جائے۔

(۱۲) نماز کے اوقات

اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان پر دن اور رات میں پانچ نمازیں پانچ خاص اور مقررہ وقتوں میں فرض کی ہیں۔ نماز اسی وقت صحیح اور عند اللہ قابل قبول ہوگی جب وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مکرم ﷺ کے حکم کے مطابق اپنے صحیح وقت پر ادا کی جائے گی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتَابًا مَّوْقُوْتًا. (پ۵-نساء:۱۰۳)
بیشک نماز مسلمانوں پر مقررہ اوقات میں فرض ہے۔

سورت روم میں پنجگانہ نماز کے وقتوں کی وضاحت اس طرح فرمائی گئی ہے۔

فَسُبْحَانَ اللّٰهِ حِيْنَ تُمْسُوْنَ وَحِيْنَ تُصْبِحُوْنَ ۝ وَلَهُ الْحَمْدُ فِي السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضِ ط عَشِيًّا وَّحِيْنَ تُظْهِرُوْنَ۔ (پ۲۱، روم:۱۸)
اللہ کی تسبیح پڑھو جب تم شام کرو اور جب تم صبح کرو اور اسی کی تعریف ہے آسمانوں اور زمین میں اور کچھ دن رہے اور جب دوپہر ہو اس کی تسبیح کرو۔

وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِّنَ اللَّيْلِ (پ۱۲، ہود:۱۱۴)
اور دن کے دونوں کناروں پر نماز کو قائم کرو اور رات کے ٹکڑوں میں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ نماز کیلئے اول و آخر ہے۔ اول وقت ظہر کا اس وقت ہے کہ جب سورج ڈھل جائے اور آخر وقت اس وقت ہے کہ عصر کا وقت آ جائے اور آخر وقت عصر کا اس وقت ہے کہ سورج پیلا پڑ جائے اور اول وقت مغرب کا اس وقت ہے کہ سورج ڈوب جائے اور مغرب کا آخری وقت اس وقت تک ہے کہ جب شفق (سرخی و سپیدی) مغرب کی طرف ڈوب جائے اور اول وقت عشاء کا

اس وقت ہے کہ شفق ڈوب جائے اور آخری وقت عشاء کا اس وقت ہے کہ جب آدھی رات ہو جائے۔ (ترمذی شریف)

ا-نماز فجر کا وقت

فجر کی نماز کا وقت صبح صادق سے شروع ہوتا ہے اور طلوع آفتاب تک یعنی سورج کی کرن چمکنے تک رہتا ہے۔ صبح دو قسم کی ہے۔ ایک صبح کاذب یا صبح اول اور دوسری صبح صادق، اس کو صبح ثانی بھی کہتے ہیں، صبح کاذب جس کو صبح اول بھی کہتے ہیں اس میں نماز کا وقت شروع نہیں ہوتا۔ فجر کا وقت دوسری صبح یعنی صبح صادق یا صبح ثانی سے شروع ہوتا ہے۔

صبح کاذب: اس سفیدی کو کہتے ہیں جو مشرق کی جانب کنارۂ آسمان پر طولاً (لمبائی میں) پھیلتی ہے اور جلدی غائب ہو جاتی ہے اور پھر اندھیرا سا ہو جاتا ہے اس سے فجر کا وقت شروع نہیں ہوتا۔

صبح صادق: صبح صادق یا صبح ثانی اس روشنی وسفیدی کو کہتے ہیں جو آسمان کے کنارہ پر عرضاً (چوڑائی میں) پھیلتی ہے اور بڑھتی جاتی ہے حتیٰ کہ تمام آسمان پر پھیل جاتی ہے اور زمین پر روشنی اور اجالا ہو جاتا ہے اس سے نماز فجر کا وقت شروع ہوتا ہے اور سوج کی کرن چمکنے تک رہتا ہے۔

گھڑی کے حساب سے نماز فجر کا وقت ہمارے (پاک وہند) میں کم از کم ایک گھنٹہ اٹھارہ منٹ اور زیادہ سے زیادہ ایک گھنٹہ ۳۵ منٹ ہے۔ اکیس مارچ کو فجر کا وقت ایک گھنٹہ اٹھارہ منٹ ہوتا ہے۔ پھر بڑھتا رہتا ہے یہاں تک کہ ۲۲ جون کو پورا ایک گھنٹہ ۳۵ منٹ ہو جاتا ہے۔ پھر کم ہونا شروع ہو جاتا ہے یہاں تک کہ ۲۲ ستمبر کو ایک گھنٹہ ۱۸ منٹ ہو جاتا ہے یہاں تک کہ ۲۲ دسمبر کو ایک گھنٹہ ۲۳ منٹ ہوتا ہے۔ پھر فجر کا وقت کم ہوتا رہتا ہے یہاں تک کہ ۲۱ مارچ کو وہی ایک گھنٹہ ۱۸ منٹ رہ جاتا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میری امت ہمیشہ فطرت یعنی دین حق پر رہے گی جب تک فجر کی نماز کو اجالے اور روشنی میں پڑھتی رہے گی (طبرانی)

حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ فجر کی نماز اجالے اور روشنی میں پڑھو کہ اس میں بہت بڑا ثواب ہے۔ (ترمذی شریف)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: فجر اجالے میں پڑھنے سے تمہاری مغفرت ہو جائے گی۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ہی دوسری روایت میں ہے کہ جو فجر کی نماز کو روشن کر کے یعنی اجالے میں پڑھے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کی قبر اور دل کو روشن کرے گا اور اس کی نماز قبول فرمائے گا۔ (دیلمی)

فجر کی نماز دیر اور تاخیر سے اجالے میں پڑھنا مستحب اور بہتر ہے۔ یعنی جب خوب اجالا ہو جائے اور روشنی زمین پر پھیل جائے۔ اس وقت فجر کی نماز پڑھنا زیادہ ثواب اور افضل ہے لیکن ایسا وقت مستحب ہونا چاہئے کہ ۴۰ سے ۶۰ آیتیں ترتیل کے ساتھ پڑھ سکے۔ پھر سلام پھیرنے کے بعد اتنا وقت باقی ہو کہ اگر نماز میں کوئی نقص اور فساد ظاہر ہو جائے تو دوبارہ طہارت و وضو کر کے نماز میں ۴۰ سے ۶۰ آیتیں ترتیل سے دوبارہ پڑھ سکے۔ اتنی دیر اور تاخیر کرنا کہ سورج طلوع ہونے کا شک پیدا ہو جائے مکروہ ہے۔

حاجیوں کو مزدلفہ میں فجر کی نماز اول وقت میں پڑھنا مستحب ہے۔ عورتوں کو ہمیشہ فجر کی نماز اول وقت یعنی اندھیرے میں پڑھنا مستحب ہے اور باقی نمازوں میں بہتر یہ ہے کہ مردوں کی جماعت کا انتظار کریں جب جماعت ہو چکے تو نماز پڑھیں۔

۲-نماز ظہر کا وقت

ظہر کی نماز کا وقت سورج کے دوپہر سے ڈھلنے (زوال) کے بعد شروع ہوتا ہے اور ہر چیز کا سایہ دوگنا ہونے تک رہتا ہے۔ سوائے اصلی سایہ کے۔ عین دوپہر کے وقت ہر چیز کا جو سایہ ہوتا ہے اس کو اصلی سایہ کہتے ہیں اور یہ موسم اور علاقوں کے مختلف ہونے سے مختلف ہوتا ہے۔ دن جتنا گھٹتا ہے اصلی سایہ بڑھتا جاتا ہے اور جتنا دن بڑھتا ہے اصلی سایہ کم ہوتا جاتا ہے یعنی سردیوں میں سایہ اصلی زیادہ ہوتا ہے اور گرمیوں میں کم ہوتا ہے جب سورج دوپہر سے ڈھلنے لگتا ہے تو یہ سایہ مشرق کی جانب بڑھنے لگتا ہے تو اسی لمحہ سے ظہر کا وقت شروع ہو جاتا ہے اور پھر ہر چیز کا سایہ دگنا (دو مثل) ہونے تک رہتا ہے لیکن سنت اور بہتر افضل یہ ہے کہ ظہر مثل اول میں پڑھی جائے۔

سردیوں میں ظہر کی نماز جلدی (اول وقت میں) پڑھنا مستحب اور بہتر ہے اور گرمیوں میں ظہر تاخیر سے اور ٹھنڈا کر کے پڑھنا مستحب اور افضل ہے۔ ہاں اگر گرمیوں میں ظہر کی جماعت اول وقت میں ہوتی ہو تو مستحب وقت کے لئے جماعت چھوڑنا

ہرگز جائز نہیں۔ موسم ربیع یعنی موسم بہار، سردیوں کے حکم میں ہے اور موسم خریف یعنی پت جھڑ کا موسم، گرمیوں میں شمار ہوتا ہے کیونکہ نبی اکرم ﷺ نے گرمیوں میں ظہر کی نماز تاخیر سے پڑھنے کے متعلق فرمایا ہے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

''جب گرمی تیز ہو جائے تو ظہر کی نماز ٹھنڈا کر کے پڑھو کیونکہ سخت گرمی دوزخ کے جوش سے ہوتی ہے۔ دوزخ نے اپنے رب کے پاس شکایت کی کہ الٰہی! میرے شعلے ایک دوسرے کو کھائے جاتے ہیں تو اسے دو مرتبہ سانس لینے کی اجازت ہوئی۔ ایک سردی میں اور ایک گرمی میں۔''

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم نبی اکرم ﷺ کے ساتھ ایک مرتبہ سفر میں تھے کہ موذن نے ظہر کی اذان کہنی چاہی تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ ٹھنڈا کر۔ پھر کچھ دیر بعد موذن نے اذان دینے کا ارادہ کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا ٹھنڈا کر۔ کچھ دیر بعد پھر موذن نے اذان دینے کا ارادہ کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ٹھنڈا کر، حتیٰ کہ ہم نے سایہ ٹیلوں کے برابر دیکھا۔ پھر نبی اکرم ﷺ نے فرمایا۔ گرمی کی یہ تیزی دوزخ کے جوش سے پیدا ہوتی ہے لہٰذا جب گرمی تیز ہو جائے تو ظہر کی نماز ٹھنڈا کر کے پڑھو۔ (بخاری شریف)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ ظہر ٹھنڈا کر کے پڑھو کیونکہ گرمی کی یہ تیزی دوزخ کے جوش سے ہے۔ (بخاری)

۳- نماز عصر کا وقت

عصر کا وقت، ظہر کا وقت ختم ہونے سے غروب آفتاب تک ہے یعنی ہر چیز کے سایہ کے دو مثل (دگنا) ہونے کے بعد سے عصر کی نماز کا وقت شروع ہوتا ہے اور سورج ڈوبنے تک رہتا ہے۔ بلا عذر سفر وغیرہ کے عصر کی نماز پڑھنے میں اتنی دیر کرنا کہ سورج زرد ہو جائے مکروہ تحریمی ہے۔ بہتر و افضل یہ ہے کہ ظہر مثل اول میں پڑھیں اور عصر مثل ثانی کے بعد پڑھیں۔

عصر کی نماز میں ہمیشہ تاخیر مستحب اور افضل ہے مگر اتنی تاخیر اور دیر نہ کریں کہ سورج زرد ہو جائے۔ عموماً سورج میں زردی اس وقت آجاتی ہے جب غروب میں بیس منٹ رہتے ہیں تو اسی قدر وقت مکروہ ہے۔ تاخیر سے مراد یہ ہے کہ مستحب وقت کے دو حصے کیے جائیں اور دوسرے حصے میں ادا کریں۔ ہاں بارش اور ابر والے دن عصر کی نماز پڑھنے میں جلدی کریں تاکہ عصر کا مکروہ وقت نہ آجائے۔

گھڑی کے حساب سے ہمارے ملک پاکستان اور ہندوستان میں عصر کا کم از کم ایک گھنٹہ ۳۵ منٹ اور زیادہ سے زیادہ دو گھنٹے ۱۶ منٹ ہے۔ وہ اس طرح کہ عصر کا وقت ۲۴ اکتوبر سے آخر ماہ تک ایک گھنٹہ ۳۶ منٹ ہوتا ہے۔ پھر یکم نومبر سے اٹھارہ فروری یعنی پونے چار مہینے تک عصر کا وقت تقریباً ایک گھنٹہ ۳۵ منٹ ہے۔ ہمارے ملک میں سال میں یہ سب سے چھوٹا عصر کا وقت ہے۔

پھر ۱۹ فروری سے مہینہ ختم ہونے تک عصر کا وقت ایک گھنٹہ ۳۶ منٹ ہے۔ پھر یکم مارچ سے مزید بڑھنا شروع ہو جاتا ہے۔ حتیٰ کہ ۲۲ جون سے مہینہ ختم ہونے تک عصر کا وقت دو گھنٹے ۶ منٹ ہو جاتا ہے اور یکم جولائی سے عصر کا وقت پھر کم ہونا شروع ہو جاتا ہے حتیٰ کہ ۲۳ اکتوبر کو عصر کا وقت، غروب آفتاب سے ایک گھنٹہ ۳۷ منٹ پہلے شروع ہو جاتا ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس آدمی کی نماز عصر قضا ہو گئی تو یہ ایسا ہے گویا اس کا گھر بار لٹ گیا۔ (بخاری)

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس نے نماز عصر چھوڑ دی۔ اس کے تمام نیک عمل ضائع ہو گئے۔ (بخاری)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یہ منافق کی نماز ہے کہ بیٹھا سورج ڈوبنے کا انتظار کرتا رہے یہاں تک کہ جب سورج زرد اور پیلا ہو جائے اور شیطان کے دو سینگوں کے درمیان جا پہنچے تو وہ اٹھے اور چار ٹھونگے مارے۔ وہ اللہ تعالیٰ کو اس نماز میں بہت تھوڑا یاد کرتا ہے۔ (مسلم شریف)

۴-نماز مغرب کا وقت

مغرب کی نماز کا وقت، سورج غروب ہونے کے بعد سے شروع ہوتا ہے اور شفق غائب ہونے تک رہتا ہے۔ شفق اس سفیدی کا نام ہے جو مغرب کی جانب سرخی ڈوبنے کے بعد شمالاً جنوباً صبح صادق کی طرح پھیلی رہتی ہے۔

نماز مغرب کا وقت ہمارے ہاں کم از کم ایک گھنٹہ ۱۸ منٹ اور زیادہ سے ایک گھنٹہ ۳۵ منٹ ہوتا ہے، ہر دن کے صبح اور مغرب، دونوں کی نماز کے وقت برابر ہوتے ہیں۔

بارش اور ابر والے دن کے سوا، مغرب کی نماز میں ہمیشہ جلدی مستحب اور افضل ہے اور رکعت سے زیادہ تاخیر اور دیر کرنا مکروہ تنزیہی ہے اور اگر بلا عذر، سفر بیماری وغیرہ کے

نماز مغرب میں اتنی تاخیر اور دیر کی کہ ستارے گتھ گئے تو مکروہ تحریمی ہے۔

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ میری امت ہمیشہ خیر پر قائم اور ثابت قدم رہے گی جب تک مغرب کی نماز پڑھنے میں اتنی دیر نہ کریں کہ ستارے روشن ہو جائیں۔ (ابوداؤد)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ بادل والے دن کی نماز عصر پڑھنے میں جلدی کرو اور مغرب کی نماز میں تاخیر اور دیر کرو۔ (ابوداؤ)

۵-نمازِ عشاء کا وقت

عشاء کی نماز کا وقت، مغرب کی طرف سفیدی ڈوبنے سے شروع ہوتا ہے اور صبح صادق تک رہتا ہے۔

نماز عشاء میں تہائی رات تک تاخیر اور دیر کرنا مستحب اور افضل ہے اور آدھی رات تک دیر کرنا مباح یعنی جائز ہے اور بغیر عذر سفر وغیرہ کے عشاء میں آدھی رات سے زیادہ تاخیر اور دیر کرنا مکروہ ہے کیونکہ یہ باعث تقلیل جماعت ہے یعنی جماعت میں لوگوں کے کم شامل ہونے کا سبب ہے۔

بارش اور ابر والے روز عشاء کی نماز پڑھنے میں تعجیل اور جلدی کرنا مستحب اور افضل ہے کیونکہ تاخیر اور دیر کرنے سے لوگ بارش اور اندھیرے کی وجہ سے جماعت میں نہ آسکیں گے۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ نماز عشاء کو تاخیر سے پڑھا کرو بیشک تمہیں اس نماز کے ساتھ باقی تمام امتوں پر فضیلت دی گئی ہے اور تم سے پہلے اس نماز کو کسی امت نے نہیں پڑھا۔ (ابوداؤد شریف)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا (اگر یہ بات نہ ہوتی تو میری امت پر مشقت ہو جائے گی تو میں ان کو حکم دیتا کہ ہر وضو کے ساتھ مسواک کریں اور عشاء کی نماز تہائی یا آدھی رات تک موخر کر دیتا کیونکہ رب تبارک وتعالیٰ آسمان پر خاص تجلی رحمت فرماتا ہے اور صبح تک فرماتا رہتا ہے کہ ہے کوئی مانگنے والا کہ اسے دوں۔ ہے کوئی مغفرت چاہنے والا کہ اس کی مغفرت و بخشش کروں۔ ہے کوئی دعا کرنے والا کہ اس کی دعا قبول کروں۔ (مسند امام احمد)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اگر مجھے اپنی امت

کی تکلیف کا احساس وخوف نہ ہوتا تو میں ان کو عشاء کی نماز تہائی رات یا آدھی رات تک دیر سے پڑھنے کا حکم دیتا۔ (ترمذی شریف)

عشاء کی نماز کے بعد دنیا کی باتیں کرنا، قصے کہانیاں سننا سخت مکروہ ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے۔ ہاں عشاء کی نماز کے بعد ضروری باتیں، تلاوت قرآن پاک، ذکرالٰہی، دینی مسائل اور صالحین (نیک بندوں) کے حالات و قصے اور وعظ و نصیحت کہنا سننا اور مہمان سے بات چیت کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

۶-وتروں کا وقت

وتر کی نماز کا وقت، عشاء کی نماز پڑھنے کے بعد شروع ہوتا ہے اور طلوع فجر تک رہتا ہے۔ عشاء اور وتر کی نماز میں ترتیب فرض ہے۔ پہلے عشاء اور پھر وتر کی نماز پڑھی جائے۔ اگر پہلے وتر پڑھے اور پھر عشاء کی نماز پڑھی تو وتر کی نماز نہیں ہوگی۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا جس کو یہ اندیشہ ہو کہ وہ رات کے آخری حصہ میں نہ اٹھ سکے گا تو وہ وتر رات کے پہلے حصہ میں پڑھ لے اور جس کو یہ امید ہو کہ وہ رات کے آخری حصہ میں جاگ اٹھے گا تو پھر وہ وتر رات کے آخری حصہ (سحری) کے وقت پڑھے کیونکہ رات کے آخری حصہ والی نماز میں فرشتے حاضر ہوتے ہیں اور یہ افضل ہے۔ (مسلم شریف)

۷-ممنوع اور مکروہ اوقات

ممنوع اور مکروہ اوقات کے متعلق شرعی مسائل مندرجہ ذیل ہیں۔

۱- مسئلہ: سورج نکلتے وقت، سورج ڈوبتے وقت اور ٹھیک دوپہر کے وقت کوئی نماز پڑھنی جائز نہیں لیکن اس دن کی عصر اگر نہیں پڑھی ہے تو سورج ڈوبنے کے وقت پڑھ لے مگر عصر میں اتنی دیر کر کے نماز پڑھنا سخت گناہ ہے۔

ان وقتوں میں نماز پڑھنا بھی ناجائز ہے۔ اگر کسی نے قضا شروع کر لی تو واجب ہے کہ وہ توڑ دے اور صحیح وقت میں پڑھے اور اگر توڑی نہیں اور پڑھ لی تو فرض ذمہ سے ساقط ہو جائے گا اور گنہگار بھی ہوگا۔

ان وقتوں میں اگر کسی نے نفل نماز شروع کی تو وہ نماز اب واجب ہوگئی مگر اس وقت پڑھنا جائز نہیں۔ لہٰذا واجب ہے کہ نماز توڑ دے اور صحیح وقت میں قضا کرے اور اگر نماز

پوری کرلی تو گنہگار ہوگا لیکن اب اس پر قضا واجب نہیں۔

۲۔ **مسئلہ**: ان تینوں وقتوں میں قرآن مجید کی تلاوت بہتر نہیں ہے۔ اچھا یہ ہے کہ ان تینوں وقتوں میں کلمہ یا تسبیح یا درود شریف وغیرہ پڑھنے میں مشغول رہے۔ (عالمگیری)

۳۔ **مسئلہ**: اگر ان تینوں وقتوں میں جنازہ لایا گیا تو اسی وقت پڑھیں کوئی کراہت نہیں۔ کراہت اس صورت میں ہے کہ جنازہ ان وقتوں سے پہلے لایا گیا مگر نماز جنازہ پڑھنے میں اتنی دیر کردی کہ مکروہ وقت آ گیا۔ (عالمگیری)

٤۔ **مسئلہ**: جب سورج کا کنارہ ظاہر ہو اس وقت سے لے کر تقریباً بیس منٹ تک کوئی نماز جائز نہیں۔ سورج نکلنے کے بیس منٹ بعد جب سورج ایک لاٹھی کے برابر اونچا ہو جائے اس کے بعد ہر نماز چاہے نفل ہو یا قضا یا کوئی دوسری پڑھنی چاہیے۔

۵۔ **مسئلہ**: جب سورج ڈوبنے سے پہلے پیلا پڑ جائے اس وقت سے سورج ڈوبنے تک کوئی نماز جائز نہیں۔ ہاں اگر اس دن کی عصر ابھی تک نہیں پڑھی ہے تو اس کو پڑھ لے۔ نماز عصر ادا ہو جائے گی اگرچہ مکروہ ہوگی۔

٦۔ **مسئلہ**: ٹھیک دوپہر میں کوئی نماز جائز نہیں جو کوئی اس وقت نماز پڑھے گا وہ گنہگار ہے۔

۷۔ **مسئلہ**: بارہ وقتوں میں نفل اور سنت نمازیں پڑھنے کی ممانعت ہے۔ وہ بارہ وقت یہ ہیں۔

۱۔ صبح صادق سے سورج نکلنے تک فجر کی دو رکعت سنت اور دو رکعت فرض کے سوا دوسری کوئی بھی نفل نماز پڑھنی منع ہے۔

۲۔ اقامت شروع ہونے سے جماعت ختم ہونے تک کوئی سنت و نفل پڑھنی مکروہ تحریمی ہے۔ ہاں البتہ اگر نماز فجر کی اقامت ہونے لگی اور اس کو معلوم ہے کہ سنت پڑھے گا جب بھی جماعت مل جائے گی اگرچہ قعدہ ہی سہی تو اس کو چاہیے کہ صفوں سے کچھ دور ہٹ کر فجر کی سنت پڑھ لے اور پھر جماعت میں شامل ہو جائے اور اگر وہ یہ جانتا ہے کہ سنت پڑھے گا تو جماعت نہیں ملے گی تو اس کی سنت پڑھنے کی اجازت نہیں بلکہ اس کو چاہیے کہ بغیر سنت پڑھے۔ جماعت میں شامل ہو جائے۔ فجر کی نماز کے علاوہ دوسری نمازوں میں اقامت ہو جانے کے بعد اگرچہ یہ جان لے کہ سنت پڑھنے کے بعد بھی جماعت مل جائے گی۔ پھر بھی سنت پڑھنے کی اجازت نہیں بلکہ سنت چھوڑ کر فوراً ہی جماعت میں شامل ہو جانا ضروری ہے۔

۴- نماز عصر پڑھ لینے کے بعد سورج ڈوبنے تک کوئی نفل نماز پڑھنی مکروہ ہے۔ قضا نمازیں سورج ڈوبنے سے بیس منٹ پہلے تک پڑھ سکتا ہے۔

۴- سورج ڈوبنے کے بعد اور مغرب کا فرض پڑھنے سے پہلے کوئی نفل جائز نہیں۔

- جس وقت امام اپنی جگہ سے جمعہ کے خطبہ کے لئے کھڑا ہو اس وقت سے لے کر نماز جمعہ ختم ہونے تک کوئی نماز سنت و نفل وغیرہ جائز نہیں۔

- عین خطبہ کے درمیان کوئی نماز سنت و نفل وغیرہ جائز نہیں، چاہے جمعہ کا خطبہ ہو یا عیدین کا یا گرہن کی نماز کا یا نماز استسقاء کا، یا نکاح کا لیکن ہاں صاحب ترتیب کے لئے جمعہ کے خطبہ کے درمیان بھی قضا نماز کو پڑھ لینا لازم ہے۔

- عید کی نماز سے پہلے نفل نماز مکروہ ہے۔ چاہے گھر میں پڑھے یا مسجد میں یا عیدگاہ میں۔

- عیدین کی نماز کے بعد عیدگاہ یا مسجد میں نماز نفل پڑھنی مکروہ ہے۔ ہاں اگر گھر میں نفل پڑھے تو یہ مکروہ نہیں۔

- عرفات میں جو دو نمازیں ظہر و عصر ملا کر پڑھتے ہیں۔ ان کے درمیان میں اور بعد میں بھی نفل و سنت پڑھنا مکروہ ہے۔

- مزدلفہ میں جو دو نمازیں مغرب و عشاء ملا کر پڑھتے ہیں ان کے درمیان میں نفل و سنت پڑھنا مکروہ ہے۔ بعد میں مکروہ نہیں۔

- فرض نماز کا وقت جا رہا ہو یعنی اتنا وقت باقی ہے کہ اس میں صرف فرض ہی ادا ہو سکتے ہیں تو ہر نماز یہاں تک کہ سنت فجر و ظہر بھی پڑھنا مکروہ ہے۔

- جس بات سے دل بٹے اور اس کو دور کر سکتا ہو تو اس رکاوٹ کو دور کئے بغیر نماز مکروہ ہے مثلاً کھانے کی خواہش ہو اور کھانا موجود ہو تو کھانا کھا کر نماز پڑھے۔ اگر پیشاب کی حاجت ہو تو پیشاب کر کے نماز پڑھے۔

(۱۳) شرائط نماز

نماز کے درست اور صحیح ہونے کیلئے شریعت اسلامیہ نے کچھ پابندیاں عائد کی ہیں ان شرائط نماز کہا جاتا ہے۔ یہ شرائط دو طرح کی ہیں۔ ایک نماز کے واجب ہونے کی اور شرائط نماز کے صحیح ہونے کی ہیں جہاں تک نماز کے واجب ہونے کی شرائط کا تعلق

ہے تو وہ چار ہیں۔ اول اسلام، دوم صحت عقل، سوم بلوغ، چہارم وقت کا پایا جانا۔ بس ہر
عاقل و بالغ مسلمان پر کتاب وسنت اور اجماع سے مقررہ اوقات میں نماز کا ادا کرنا فرض
ہے اس کے علاوہ نماز کے صحیح ہونے کی شرائط چھ ہیں۔ اول نمازی کے جسم کا پاک ہونا، دوم
نمازی کا لباس پاک ہونا، سوم مصلی یا جائے نماز کا پاک ہونا، چہارم نمازی کے بدن کا
پوشیدہ ہونا، یعنی کپڑے سے ڈھانپ کر رکھنا جس کا ستر فرض ہے۔ پنجم قبلہ کی طرف منہ ہونا
ششم نماز کی خاص خدا کے لئے نیت کرنا۔

ان تمام شرائط کا نماز سے قبل پورا کرنا لازم ہے ان کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

۱۔ طہارت جسم

نماز کے لئے طہارت جسم شرط اول ہے اگر نماز پڑھنے والے کے جسم پر کوئی نجاست
غلیظہ لگی ہوئی ہو جس کے لئے غسل ضروری ہوتا ہے تو اسے غسل کر لینا چاہیے اگر وضو کی
ضرورت ہے تو نماز پڑھنے سے پہلے وضو کر لینا ضروری ہے لہٰذا یاد رکھو جسم جب تک نجاست
حقیقی اور حکمی سے پاک نہ ہوگا نماز پڑھنا درست نہیں۔ البتہ نماز پڑھنے والے کا جسم اگر نماز
سے پہلے کسی جنب یا حیض ونفاس والی عورت کے جسم سے چھو جائے تو نماز ہو جائے گی۔

کسی شخص نے اپنے آپ کو بے وضو خیال کیا اور اسی حالت میں نماز پڑھ لی۔ بعد میں
معلوم ہوا کہ بے وضو نہ تھا، نماز نہ ہوگی۔

اگر نجاست قدر مانع سے کم ہے جب بھی مکروہ ہے۔ پھر نجاست غلیظہ بقدر درہم ہے
مکروہ تحریمی اور اس سے کم تو خلاف سنت ہے۔

امام کی جیب میں کوئی ناپاک کپڑا یا چیز ہو تو نماز ادا نہ ہوگی۔ ایسے ہی اگر کوئی اکیلا نماز
پڑھے اور اس کی جیب میں ناپاک کپڑا یا چیز ہو تو اس کی بھی نماز نہ ہوگی۔

ان مسائل سے معلوم ہوا کہ نماز پڑھنے سے پہلے طہارت جسم یعنی بدن کا پاک صاف
ہونا ضروری ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اہل تقویٰ اور صوفیاء اس شرط کا خاص خیال رکھتے ہیں۔

پانچ طرح سے انسان کا جسم ناپاک ہو جاتا ہے اور ان صورتوں میں غسل کر کے اپنے
آپ کو پاک کرنا فرض ہے اگر کوئی ان صورتوں میں پاکیزگی حاصل کئے بغیر نماز پڑھ لے
وہ گنہگار ہوگا۔

۱۔ بیداری کی حالت میں اگر انسان کے جسم سے ناپاک مادہ نکل کر جسم پر لگ جائے تو اس

صورت میں نہا کر اپنے آپ کو پاک کرنا ضروری ہے۔

۲- جماع سے غسل فرض ہو جاتا ہے اگر کوئی اسی حالت میں ناپاک جسم سے نماز پڑھے گا تو گنہگار ہوگا۔

۳- احتلام سے بھی انسانی جسم ناپاک ہو جاتا ہے لہٰذا اس صورت میں بھی جسم پاک کیے بغیر اگر کوئی نماز پڑھے گا تو نماز نہ ہوگی۔

۴- حیض سے غسل فرض ہو جاتا ہے اس لئے حیض کی حالت میں ناپاک جسم سے نماز پڑھنے سے عورت گنہگار ہوگی۔

۵- نفاس کی صورت میں بھی جسم کو پاک کر کے نماز پڑھنی چاہیے۔

۲-لباس کا پاک ہونا

نماز پڑھنے سے پہلے لباس کا پاک ہونا بھی شرط ہے۔ یعنی نماز پڑھنے والے نے جو چیز بھی پہنی ہو اسے پاک صاف ہونا چاہیے۔ قمیض، شلوار، ٹوپی، کوٹ، شیروانی، چادر، کمبل، دستانے، جرابیں، غرض نمازی نے جو چیز بھی پہنی ہو اس کا پاکیزہ ہونا ضروری ہے۔ ورنہ نماز نہ ہوگی کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ (اپنے کپڑوں کو پاک صاف رکھو) لہٰذا نماز کے لئے لباس کا پاکیزہ ہونا ضروری ہے۔ اگر نمازی کا کپڑا یا جسم نماز کے دوران بقدر مانع ناپاک ہو گیا اور تین تسبیح کا وقفہ ہوا، نماز نہ ہوئی اور اگر نماز شروع کرتے وقت کپڑا ناپاک تھا یا کسی ناپاک چیز کو لئے ہوئے تھا اور اسی حالت میں شروع کر لی اور اللہ اکبر کہنے کے بعد جدا کیا تو نماز نہ ہوگی۔

ایسا لباس جو چوتھائی سے زیادہ نجس ہو اور دھونے کے لئے پانی نہ ملے تو اس سے نماز پڑھنا اس صورت میں جائز ہے جبکہ اس کے پاس کوئی اور کپڑا نہیں ہے تو اسی میں نماز پڑھنا جائز ہے اور بعد میں اعادہ کی ضرورت نہیں۔

وہ کپڑا جو اکثر دھوبی کے پاس جاتا ہے اور دھوبی کسی دوسرے کا کپڑا اس کو بدل کر دے دے تو اس کپڑے کو لینا اور اس سے نماز پڑھنا اس صورت میں درست ہے جبکہ اپنا کپڑا جو گم ہو گیا اس کپڑے سے اچھا تھا یا مساوی تو اس کو استعمال میں لانا اور اس سے نماز درست ہے اور اگر اپنا خراب تھا اور یہ اچھا، تو درست نہیں۔ کامل تحقیق وتفتیش کے بعد اصل مالک نہ ملے تو اگر خود حاجت مند ہے تو استعمال کرے ورنہ صدقہ کر دے۔

مرد کا ریشمی لباس پہن کر یا مرد اور عورت میں سے کسی کا ایسے کپڑے میں نماز پڑھنا جس میں کسی جاندار کی تصویر ہو، مکروہ تحریمی اور واجب الاعادہ ہے۔ اگر کسی امام کے سر پر عمامہ کی بجائے ٹوپی ہو تو نماز مکروہ نہیں ہوتی۔ البتہ اگر کوئی آدمی سر پر پگڑی پہنے بغیر گھر سے نہ نکلتا ہو تو ایسے شخص کے لئے بلا عمامہ نماز مکروہ ہے خواہ امام ہو یا نہ ہو۔ غرض کراہت اس کے لئے ہے جو بلا عمامہ مجمعوں میں نہ جاتا ہو اور جو بلا عمامہ جاتا ہو، اس کے لئے مکروہ نہیں۔

رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ پانچ چیزوں کی وجہ سے لباس کو پاکیزہ کیا جاتا ہے۔ نمبر ۱ پاخانہ، نمبر ۲ پیشاب، نمبر ۳ قے، نمبر ۴ خون اور نمبر ۵ منی سے۔

ایسے ہی ایک مرتبہ حضرت خولہ بنت یسار نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! ہمارے پاس ایک ہی کپڑا ہوتا ہے اسی میں حیض آتا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ پاکی کے بعد خون کی جگہ کو دھو کر اسی کپڑے میں نماز پڑھو۔ میں نے عرض کیا اگر اس کا داغ ختم نہ ہو تو؟ آپ ﷺ نے فرمایا پانی سے دھو لینا کافی ہے۔ اس کا نشان تمہیں کچھ نقصان نہ پہنچائے گا۔

۳-نماز کی جگہ کا پاک ہونا

نماز پڑھنے کے لئے جگہ کا پاکیزہ ہونا بھی شرط ہے لہٰذا جس جگہ پر نماز پڑھی جائے۔ اس جگہ کا پاک ہونا ضروری ہے یعنی اس جگہ کوئی حکمی یا حقیقی غلاظت نہ لگی ہو۔ جگہ سے مراد زمین کا وہ حصہ ہے جو نمازی نماز پڑھتے وقت گھیرتا ہے۔ خالی زمین کا پاک صاف ہونا بھی ضروری ہے اور اگر اس پر چٹائی یا مصلی ڈالا گیا ہو تو جگہ کے ساتھ چٹائی اور مصلی کا پاک ہونا بھی ضروری ہے اگرچہ نماز صحیح ہونے کے لئے صرف نماز والی جگہ کا پاک ہونا شرط ہے لیکن ایسی جگہ نماز پڑھنا اچھا نہیں، جو پاک تو ہے لیکن اس کے قریب ہی غلاظت ہے اور اس کی بو پھیل رہی ہو۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے محلوں میں مسجدوں کے بنانے اور ان کو پاک صاف اور خوشبودار رکھنے کا حکم دیا۔ (ابوداؤد)

ایک اور مقام پر حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ ہمیں محلوں میں مسجدیں بنانے اور ان کی اصلاح کرنے اور انہیں پاک صاف رکھنے کا حکم دیتے تھے۔

حضور ﷺ کے ان ارشادات سے معلوم ہوا کہ نماز کی جگہ کا پاک ہونا ضروری ہے اگر کوئی ناپاک زمین پر کپڑا بچھا کر نماز پڑھے تو نماز نہیں ہوگی کیونکہ جگہ ناپاک ہے البتہ

چھت، تخت، برف اور پل پر نماز پڑھ لینا جائز ہے اگر وہاں کی جگہ پاک ہو۔

ایسے ہی کشتی، جہاز اور ریل پر بھی نماز پڑھنا جائز ہے۔ البتہ سات جگہوں پر نماز پڑھنا منع ہے۔ (۱) ناپاک جگہ (۲) ذبح خانہ (۳) قبرستان (۴) سڑک اور شارع عام (۵) غسل خانہ (۶) اونٹ کے بیٹھنے کی جگہ (۷) بیت اللہ شریف کی چھت پر۔

لکڑی کے تختے یا بچھی ہوئی اینٹوں یا پتھر پر یا ایسی ہی کسی موٹی یا سخت چیز پر نماز پڑھیں بشرطیکہ اس کا وہ رخ جس پر نماز پڑھی پاک ہو تو نماز ہو جائے گی۔ دوسرا رخ ناپاک ہو تو کچھ مضائقہ نہیں۔ اور اگر پتلے کپڑے پر نماز پڑھی اور اس کے دوسرے رخ پر نجاست تھی تو نماز نہ ہوگی اگر کپڑا دہرا ہو اور دونوں تہیں آپس میں سلی ہوئی نہ ہوں اور اوپر والی اتنی موٹی ہو کہ نیچے کی نجاست کا رنگ یا بو محسوس نہ ہوتا ہو تو نماز ہو جائے گی اور اگر دونوں تہیں سلی ہوئی ہوں تو احتیاط اس میں ہے کہ اس پر نماز نہ پڑھیں۔ چھت، خیمہ، سائبان وغیرہ ناپاک ہو اور وہ نماز پڑھنے والے کے سر سے لگیں جب بھی نماز نہ ہوگی۔

جس جگہ نماز پڑھے اس کے طاہر ہونے سے مراد موضع سجود و قدم کا پاک ہونا ہے یعنی جس چیز پر نماز پڑھتا ہو اس کا پاک ہونا بھی شرط صحت نماز ہے۔

۴۔ ستر

پنجگانہ نماز میں مرد پر ناف سے لے کر گھٹنے تک، عورت پر چہرے، ہتھیلیوں اور پیروں کے علاوہ باقی تمام جسم کا سر سے پاؤں تک لباس سے چھپانا فرض ہے۔

عورت کے لئے ہر حال میں ستر واجب ہے خواہ نماز میں ہو یا نہ ہو، تنہا ہو یا کسی کے سامنے ہو، اپنے مرد کے ساتھ شرعی خلوت کے علاوہ ستر کھولنا جائز نہیں اور لوگوں کے سامنے یا نماز میں تو ستر یعنی جسم کا وہ حصہ مرد و عورت پر جس کا چھپائے رکھنا واجب ہے۔ اس کو چھپانا بالاجماع فرض ہے یہاں تک کہ اگر اندھیرے مکان میں، اگرچہ وہاں کوئی نہ ہو، ننگے نماز پڑھی تو بالاتفاق نہ ہوگی۔

عورت کے لئے تنہائی میں جبکہ وہ نماز میں نہ ہو تو سارا بدن چھپانا واجب نہیں بلکہ صرف ناف سے گھٹنے تک چھپانا واجب ہے مگر اخلاقی تقاضا یہی ہے کہ جسم کو ستر میں رکھا جائے۔ محرم یعنی وہ مرد جس کے ساتھ اس کا نکاح قطعاً جائز نہیں، کے سامنے پیٹ، چھاتی اور پیٹھ کا لوٹانا بھی ضروری نہیں اور غیر محرم (جس کے ساتھ نکاح ہو سکتا ہے) اس کے

سامنے اور نماز کے لئے اگر چہ تنہا اندھیری کوٹھڑی میں ہو، سوامنہ اور دونوں ہتھیلیوں اور دونوں پیروں کے باقی تمام بدن کا چھپانا فرض ہے۔

اتنا باریک کپڑا جس سے بدن نظر آئے ستر کے لئے کافی نہیں۔ ایسا کپڑا پہن کر نماز پڑھی تو نماز ہرگز نہ ہوگی۔ اسی طرح اگر چادر میں سے عورت کے بالوں کی سیاہی چمکے تو اس میں نماز نہ ہوگی اور ایسا کپڑا پہننا جس سے ستر عورت نہ ہو سکے، علاوہ نماز کے بھی حرام ہے۔

ایسا موٹا کپڑا جس سے بدن کا رنگ نہ چمکتا ہو مگر بدن کے ساتھ ایسا چپکا ہوا، چست اور تنگ ہے کہ دیکھنے سے جسم کے اعضاء کی ساخت اور ہیئت معلوم ہوتی ہے۔ اس میں نماز تو ہو جائے گی مگر دوسروں کو اس کے مقام ستر کی طرف دیکھنا جائز نہیں۔ لہٰذا ایسے تنگ اور چست لباس کا لوگوں کے سامنے پہننا منع ہے اور مستورات کے لئے تو ایسا تنگ اور چست لباس پہننا بدرجہ اولیٰ منع اور ناجائز ہے۔

مرد پر ہر حالت میں ناف کے نیچے سے گھٹنوں تک بدن کا چھپانا فرض ہے۔ ناف اس حکم میں داخل نہیں اور گھٹنے اس میں داخل ہیں۔ بعض بے باک قسم کے مرد ایسے ہوتے ہیں کہ لوگوں کے سامنے گھٹنے بلکہ ران تک کھولے رکھتے ہیں۔ یہ اچھا نہیں اور ایسی عادت کو ترک کر دینا چاہئے۔

جن اعضاء کا نماز میں چھپانا فرض ہے ان میں سے کوئی عضو چوتھائی سے کم کھل گیا تو نماز ہو گئی۔ یا چوتھائی عضو کھل گیا اور فوراً چھپا لیا تو پھر بھی نماز ہو گئی۔ ہاں اگر باندازہ ایک رکن یعنی تین بار سبحان اللہ کہنے کے چوتھائی عضو کھلا رہا یا جان بوجھ کر کھولا۔ اگر چہ فوراً چھپا لیا تو نماز ٹوٹ گئی۔ اگر نماز شروع کرتے وقت چوتھائی عضو کھلا تھا اور اس حالت میں اللہ اکبر کہہ لیا تو نماز منعقد نہ ہوگی۔

مرد کو تین کپڑوں شلوار پاجامہ وغیرہ، کرتا اور عمامہ ٹوپی وغیرہ میں نماز پڑھنا مستحب ہے اور ایک کپڑے میں بھی نماز جائز ہے جبکہ تمام بدن ڈھک جائے۔ صرف تہبند وغیرہ میں نماز پڑھنا مکروہ ہے۔

عورت کو بھی تین کپڑوں شلوار، پاجامہ، کرتا اور دوپٹہ میں نماز پڑھنا مستحب ہے اور اگر دو کپڑوں میں نماز پڑھے تو بھی جائز ہے اور ایک کپڑے میں بھی نماز جائز ہے بشرطیکہ سر سے پاؤں تک تمام بدن ڈھک جائے ورنہ نہیں۔

عورتوں کا سارا بدن سوا چہرہ، ہتھیلیوں اور پیروں کے عورت ہے یعنی اس کا چھپانا فرض ہے۔ سر کے لٹکے ہوئے بال اور گردن اور کلائیوں کا چھپانا بھی فرض ہے۔ مستورات کا سارا بدن جس کا چھپانا فرض ہے اور وہ تیس اعضاء پر مشتمل ہے، ان میں سے کوئی عضو اگر باندازہ ایک رکن کے چوتھائی عضو کھل گیا یا جان بوجھ کر کھولا اگرچہ فوراً چھپا لیا تو نماز فاسد ہو جائے گی۔

عورت کا سر، لٹکے ہوئے بال، دونوں کان، گردن گلے سمیت، دونوں کندھے، دونوں بازو کہنیوں سمیت، کہنی کے نیچے سے گٹے تک دونوں کلائیوں، سینہ گلے کے جوڑ سے پستانوں کے نیچے تک اور دونوں پستان اور دونوں پنڈلیاں گٹوں سمیت، یہ سب ایک علیحدہ علیحدہ عضو ہیں۔ ان میں سے کوئی عضو اگر باندازہ ایک رکن کے چوتھائی عضو نماز میں کھل گیا یا خود کھولا تو نماز جاتی رہی۔

عورت کا چہرہ اگرچہ عورت نہیں ہے یعنی اس کا چھپانا ضروری نہیں مگر بوجہ فتنہ کے غیر محرم کے سامنے منہ کھولنا منع ہے۔ یونہی غیر محرم مردوں کو اس کی طرف دیکھنا بھی جائز نہیں ہے۔

مردوں کو ریشمی کپڑا پہننا حرام ہے۔ ہاں اگر کسی مرد کے پاس ستر کے لئے جائز کپڑا نہیں اور ریشمی کپڑا ہے تو فرض ہے کہ اسی سے ستر کرے اور اسی میں نماز پڑھے اگر کسی کے پاس بالکل کپڑا نہیں تو وہ شرمگاہ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھ کر نماز پڑھے۔ دن ہو یا رات اور رکوع وجود اشارے سے کرے تاکہ زیادہ بے پردگی نہ ہو اور ایسے شخص کے لئے بیٹھ کر نماز پڑھنا قیام سے افضل ہے اور اشارہ رکوع وسجود سے افضل ہے۔ اگر کل کپڑا یا چوتھائی اس کپڑے کا پاک ہے تو ایسی حالت میں اسی کپڑے میں نماز پڑھنا افضل ہے۔ برہنہ ہرگز نہ پڑھے اگر برہنہ شخص کو کہیں سے کپڑا مل جانے کی امید ہو تو وہ نماز کے آخر وقت تک انتظار کرے جب دیکھے نماز جا رہی ہے تو برہنہ ہی نماز پڑھے۔ اگر برہنہ شخص کو چٹائی یا بوریا وغیرہ مل جائے تو اس سے ستر کرے ننگا نہ پڑھے، اسی طرح گھاس یا پتوں سے ستر کر سکتا ہے تو کرے۔

استقبال قبلہ

نماز کی پانچویں شرط استقبال قبلہ ہے یعنی نماز میں قبلہ (کعبہ) کی طرف منہ کرنا ضروری ہے چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:-

قَدْ نَرٰی تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِی السَّمَآءِ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰهَا

ہم دیکھ رہے ہیں تمہارا آسمان کی طرف منہ کرنا تو ضرور ہم تمہیں پھیر دیں گے اس قبلہ

فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۚ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوا وُجُوهَكُمْ شَطْرَهُ ۔

کی طرف جس میں تمہاری خوشی ہے پس اپنا منہ پھیر دو مسجد حرام کی طرف۔ اور مسلمانو! تم جہاں کہیں ہو (نماز میں) اپنا منہ اسی کی طرف کرو۔ (پ۲-بقرہ)

نبی اکرم ﷺ نے ابتداء میں سولہ یا سترہ مہینے بیت المقدس کی طرف منہ کر کے پڑھی۔ لیکن حضور ﷺ کو پسند یہ تھا کہ کعبہ قبلہ ہو۔ چنانچہ آپ کی رضا کے مطابق اللہ نے کعبہ کو قبلہ بنانے کا یہ مذکورہ حکم نازل فرمایا اور نماز میں کعبہ کی طرف منہ کرنا فرض دے دیا گیا۔

حضرت ابوحمید ساعدی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ جب نماز ادا کرنے کے کھڑے ہوتے تو کعبہ کی طرف منہ کرتے اور (کانوں تک) ہاتھ اٹھا کر اللہ کہتے۔ (ابن ماجہ)

نماز میں کعبہ کی طرف منہ کرنا فرض ہے اور یہ نماز کی پانچویں شرط ہے۔ نماز اللہ تعالیٰ ہی کے لئے پڑھی جائے اور اسی کو سجدہ کیا جائے۔ صرف منہ کعبہ کی طرف چاہئے اگر کسی نے کعبہ کو سجدہ کیا تو یہ حرام اور گناہ کبیرہ ہے۔ اگر نماز میں عبادت کعبہ کی کی تو ایسا کرنے والا مشرک اور کھلا کافر ہے کیونکہ غیر اللہ کی عبادت کفر و شرک ہے۔

خاص مکہ مکرمہ میں رہنے والوں کے لئے جنہیں بیت اللہ آسانی نظر آ سکے بعینہ کعبہ شریف کی طرف منہ کرنا فرض ہے اور دوسروں کیلئے صرف اس جہت کو منہ کرنا ہے جیسے پاکستان کے رہنے والوں پر مغرب کی طرف منہ کرنا ضروری ہے یہاں کعبہ جہت میں ہے اور اگر کعبہ کے اندر نماز پڑھی تو جس طرف چاہے منہ کر کے پڑھے۔ کعبہ کی چھت پر نماز پڑھنا درست نہیں۔ اگر صرف حطیم کی طرف منہ کر کے اس طرح نماز پڑھی کہ کعبہ شریف سامنے نہ آیا تو نماز نہ ہوگی۔

کعبہ شریف صرف عمارت کا ہی نام نہیں بلکہ زمین کے نیچے تحت الثریٰ سے عرش اس مقدس فضا کا نام کعبہ ہے۔ اس لئے گہرے سمندر کی تہ، پہاڑ کی بلند ترین چوٹی اور ہوائی جہاز میں بھی صرف کعبہ کی سمت اور جہت کی طرف نماز پڑھنا جائز ہے۔ چلتی کشتی ریل وغیرہ میں نماز پڑھے تو نماز شروع کرتے وقت قبلہ کو منہ کرنا فرض ہے۔ پھر جیسے جیسے

جائے۔ یہ بھی قبلہ کو منہ پھیرتا جائے۔

شہروں اور آبادی میں قبلہ پہچاننے کی علامتیں اور نشانیاں مسجدیں، جنگلوں اور دریاؤں میں ستارے اور آدمی ہیں۔ لہٰذا اگر کوئی شخص ایسے موقع پر کسی آدمی سے قبلہ دریافت نہ کرے اور ستاروں وغیرہ یا دوسری نشانیوں سے بھی قبلہ کی شناخت نہ کرے اور صرف اپنی سوچ اور اندازے سے نماز پڑھے تو یہ جائز نہیں۔ ہمارے ملک کے اکثر شہروں میں قطب ستارہ نمازی کے داہنے کندھے کی سیدھ پر ہو تو بالکل منہ کے سامنے کعبہ ہوتا ہے۔

جہاں قبلہ پہچاننے کی کوئی علامات نہ پائی جائیں۔ جیسے جنگل وغیرہ اور نہ کوئی ایسا آدمی قریب ہو جو قبلہ کی سمت بتائے اور کسی طریقہ سے بھی معلوم نہ ہو سکے کہ قبلہ کس طرف ہے تو ایسی جگہ آدمی پر یہ فرض ہے کہ وہ تحری کرے یعنی سوچے اور اپنی رائے اور قیاس سے جس طرف قبلہ ہونا دل میں آئے اِدھر ہی منہ کر کے نماز پڑھے اگر تحری کیے بغیر نماز پڑھی تو نماز نہ ہوگی اگر سوچ بچار کر کے ایک طرف کو قبلہ سمجھ کر نماز پڑھ رہا تھا کہ نماز کے درمیان معلوم ہوا کہ قبلہ اس طرف نہیں بلکہ دوسری طرف ہے تو اس پر واجب ہے کہ وہ نماز کے اندر فوراً اسی طرف پھر جائے۔ پہلے جو نماز پڑھی وہ بالکل درست ہے اسی طرح اگر چاروں رکعتیں تحری سے چاروں طرف منہ کر کے پڑھیں تو جائز ہے۔ ہاں اگر رائے بدلنے کے ساتھ ہی فوراً اس طرف نہ پھیرا بلکہ تین بار سبحان اللہ کہنے کی مقدار دیر کی تو نماز فاسد ہو جائے گی۔

نمازی نے کسی عذر کے بغیر ہی جان بوجھ کر قبلہ سے سینہ پھیر دیا اگر چہ فوراً ہی قبلہ کی طرف پھیر لیا پھر بھی نماز فاسد ہو گئی۔ ہاں اگر بلا قصد غلطی سے قبلہ سے سینہ پھیرا اور پھر فوراً ہی قبلہ کی طرف پھیر لیا تو نماز ہو جائے گی اور اگر قبلہ کی طرف سینہ پھیرنے میں تین بار سبحان اللہ کہنے کی مقدار دیر کی تو نماز ٹوٹ جائے گی۔

اگر نمازی نے صرف منہ قبلہ سے پھیرا تو واجب ہے کہ وہ جلدی منہ قبلہ کی طرف کر لے۔ اور نماز ہو جائے گی لیکن بلا عذر ایسا کرنا مکروہ ہے۔

جو شخص استقبال قبلہ یعنی نماز میں قبلہ کی طرف منہ کرنے سے عاجز ہو مثلاً بیمار ہو اور وہ خود قبلہ کی طرف منہ نہیں کر سکتا اور کوئی اس کے پاس بھی نہیں جو اس کا منہ قبلہ کی طرف کر دے یا اس کو قبلہ کی طرف منہ کرنے سے تکلیف ہوتی ہے تو ایسی صورت میں وہ جس طرف منہ کر کے نماز پڑھ سکے، پڑھے یہ جائز ہے اور اس پر نماز کا اعادہ یعنی لوٹانا بھی

ضروری نہیں ہے۔

۶-نیت

چھٹی شرط نماز کی نیت کرنا ہے۔ نیت کا معنی لغت میں قصد وارادہ ہے اور شریعت میں کسی عمل کو خالص اللہ تعالیٰ کی رضا کے واسطے ادا کرنے کی پختہ دلی ارادہ کو نیت کہتے ہیں۔ نماز میں نیت صرف اللہ تعالیٰ کے لئے نماز شروع کرنے کے مضبوط دلی ارادہ کو کہا جاتا ہے۔

نماز کی نیت کے الفاظ زبان سے ادا کرنے فرض نہیں لیکن مستحب یہ ہے کہ زبان سے بھی نیت کے الفاظ ادا کیے جائیں تا کہ دل اور زبان میں موافقت ہو جائے اور زبان سے دلی ارادے اور نیت کی تصدیق بھی ہو جائے۔

نماز میں نیت کا معمولی درجہ یہ ہے کہ اگر کوئی پوچھے کونسی نماز پڑھتا ہے تو فوراً بلا تامل بتا دے۔ اگر ایسی حالت ہے کہ سوچ کر بتائے گا تو نماز نہ ہوگی کیونکہ اگر نماز شروع کرتے وقت دل حاضر ہوگا تو فوراً بتائے گا کہ میں آج کی نماز ظہر کے فرض پڑھتا ہوں۔

نیت چونکہ پختہ دلی ارادہ کا نام ہے اس لئے نیت میں زبان کا اعتبار نہیں مثلاً اگر دل میں ظہر کا ارادہ ہے اور زبان سے عصر کا لفظ نکل گیا تو ظہر کی نماز ہوگئی اور الفاظ میں نیت بصیغہ ماضی کرنی چاہئے۔ جیسے نیت کی میں نے، زبان سے نیت کے الفاظ ادا کرنے میں عربی عبارت ضروری نہیں۔ ہر زبان میں نیت کے الفاظ ادا کیے جا سکتے ہیں۔

نماز شروع کرنے سے پہلے نیت کرنی فرض ہے۔ اگر نماز شروع کرنے کے بعد یعنی تکبیر تحریمہ کہنے کے بعد نیت کی تو نماز نہ ہوگی۔ اگر نیت کرنے کے بعد اور نماز شروع کرنے سے پہلے درمیان میں کوئی منافی نماز فعل، مثلاً کھانا پینا وغیرہ پایا گیا تو نماز نہ ہوگی۔ اگر وضو کرنے سے پہلے دل میں نماز کی نیت کر لی اور پھر بعد میں نماز کے لئے مسجد کی طرف چلنا پایا گیا تو نماز ہو جائے گی کیونکہ وضو اور نماز کے لئے چلنا یہ کام منافی نماز (فاصل اجنبی) نہیں۔ ہاں احتیاط اور زیادہ بہتر ہے کہ اللہ اکبر کہتے وقت نماز کی نیت حاضر رہے۔

فرض اور واجب نمازوں کی نیت میں فرض اور واجب کا یہ تعین کرنا بھی فرض ہے کہ میں جس نماز کو پڑھتا ہوں۔ یہ فرض ہے یا واجب، اگر یہ تعین نہ کیا تو نماز نہ ہوگی۔ مثلاً آج کی نماز ظہر یا آج کی نماز عصر کے فرض اور واجب نمازوں میں جیسے عید الفطر، عید قربان، نذر، نماز بعد طواف، یا وہ نفل جن کو قصداً توڑا کیونکہ ان کی قضا بھی واجب ہو جاتی ہے۔

یونہی سجدۂ تلاوت میں بھی نیت کا تعین ضروری ہے۔ان کے علاوہ باقی سنت اور نفل نمازوں میں صرف نماز کی نیت ہی کافی ہے مگر بہتر ہے کہ ان میں بھی تعین کیا جائے۔

نیت میں رکعتوں کی تعداد کا تعین ضروری نہیں بلکہ بہتر وافضل ہے اگر رکعتوں کی تعداد میں غلطی ہوگئی مثلاً تین رکعتیں ظہر یا چار رکعتیں مغرب کی نیت کی تو نماز ہو جائے گی۔

مقتدی کے لئے امام کی اقتداء کی نیت کرنا بھی ضروری ہے اور امام کے لئے امامت کی نیت کرنا ضروری نہیں۔ہاں امام کو جماعت کا ثواب ملنا امامت کی نیت پر موقوف ہے۔ لہٰذا امام دل میں امامت کی نیت کرے۔کعبہ شریف کی جانب منہ کرنے کی نیت کرنا شرط نہیں ہاں یہ ضروری ہے کہ کعبہ شریف سے اعراض کی نیت نہ ہو۔

طریقہ نیت

زبان سے نیت کے الفاظ اس طرح ادا کرنے چاہئیں۔''نیت کی میں نے آج کے دو رکعت فرض نماز فجر کی یا چار رکعت فرض ظہر کی، خاص اللہ تعالیٰ کے واسطے، منہ میرا طرف خانہ کعبہ شریف کے (اگر جماعت سے پڑھتا ہو تو یہ کہے) پیچھے اس امام صاحب کے اللہ اکبر۔اور تکبیر تحریمہ کہتے وقت دل میں نیت حاضر ہونی چاہئے۔

وتر کی نیت اس طرح کرے۔نیت کی میں نے تین رکعت نماز وتر واجب خاص اللہ تعالیٰ کے واسطے، منہ طرف کعبہ شریف کے، اللہ اکبر۔''

سنت نمازوں میں اس طرح نیت کرے۔''نیت کی میں نے چار رکعت سنت ظہر کی، متابعت رسول اللہ ﷺ کے، منہ میرا طرف کعبہ شریف کے، اللہ اکبر۔

ہر نماز کی نیت کا طریقہ تفصیلی طور پر بیان کیا جاتا ہے تاکہ بچوں کو آسانی رہے۔

۱-طریقہ نیت نمازِ فجر

(۱) نیت ۲ سنت: صبح کی نماز کی دو سنتوں کی نیت کا طریقہ یہ ہے کہ زبان سے کہے کہ نیت کی میں نے دو رکعت نماز سنت فجر واسطے اللہ تعالیٰ کے، سنت رسول اللہ ﷺ کی، منہ میرا طرف کعبہ شریف کے اللہ اکبر۔

(۲) نیت ۲ فرض: نیت کی میں نے دو رکعت نماز فرض فجر واسطے اللہ تعالیٰ کے، پیچھے اس امام کے منہ میرا طرف کعبہ شریف کے، اللہ اکبر۔اگر اکیلے پڑھے تو پیچھے اس امام کے نہ کہے۔

۲-طریقہ نیت نماز ظہر

(۱) نیت ۴ سنت: نیت کی میں نے چار رکعت نماز سنت ظہر کی، بندگی اللہ تعالیٰ کی، سنت رسول اللہ ﷺ کی، منہ میرا طرف کعبہ شریف کے، اللہ اکبر۔

(۲) نیت ۴ فرض: نیت کی میں چار رکعت نماز فرض ظہر کی، اللہ تعالیٰ کے لئے، پیچھے اس امام کے، منہ طرف کعبہ شریف کے اللہ اکبر۔ اگر اکیلا پڑھے تو پیچھے اس امام کے نہ کہے۔

(۳) نیت ۲ سنت: نیت کی میں نے دو رکعت نماز سنت ظہر کی، بندگی اللہ تعالیٰ کی سنت رسول اللہ ﷺ کی، منہ طرف کعبہ شریف کے، اللہ اکبر۔

(۴) نیت دو نفل: نیت کی میں نے دو رکعت نماز نفل بندگی اللہ تعالیٰ کی، منہ طرف کعبہ شریف کے اللہ اکبر۔

۳-طریقہ نیت نماز عصر

(۱) نیت ۴ سنت عصر: نیت کی میں نے چار رکعت نماز سنت غیر موکدہ عصر کی، بندگی اللہ تعالیٰ کی، سنت رسول اللہ ﷺ کی، منہ طرف کعبہ شریف کے، اللہ اکبر۔

(۲) نیت ۴ فرض عصر: نیت کی میں نے چار رکعت نماز فرض عصر بندگی اللہ تعالیٰ کی، پیچھے اس امام کے، منہ طرف کعبہ شریف کے، اللہ اکبر۔

۴-طریقہ نیت نماز مغرب

(۱) نیت ۳ فرض مغرب: نیت کی میں نے ۳ رکعت نماز فرض مغرب کی۔ اللہ تعالیٰ کیلئے، پیچھے اس امام کے، منہ طرف کعبہ شریف کے اللہ اکبر۔ اگر اکیلا پڑھے تو پیچھے اس امام کے نہ کہے۔

(۲) نیت ۲ سنت مغرب: نیت کی میں نے دو رکعت نماز سنت مغرب بندگی اللہ تعالیٰ کی سنت رسول اللہ کی، منہ میرا طرف کعبہ شریف کے، اللہ اکبر۔

(۳) نیت ۲ نفل مغرب: نیت کی میں نے دو رکعت نماز نفل مغرب کی، اللہ تعالیٰ کے لئے منہ طرف کعبہ شریف کے، اللہ اکبر۔

۵-طریقہ نیت نماز عشاء

(۱) نیت ۴ سنت عشاء: نیت کی میں نے چار رکعت نماز سنت عشاء کی، بندگی اللہ تعالیٰ کی سنت رسول اللہ ﷺ کی، منہ طرف قبلہ شریف کے، اللہ اکبر۔

(۲) نیت ۴فرض عشاء: نیت کی میں نے چار رکعت نماز فرض عشاء کی، اللہ تعالیٰ کے لئے، منہ میرا طرف کعبہ شریف کے، پیچھے اس امام کے اللہ اکبر، اگر اکیلا پڑھے تو پیچھے اس امام کے نہ کہے۔

(۳) نیت ۲ سنت عشاء: نیت کی میں نے ۲ رکعت نماز عشاء کی، بندگی اللہ تعالیٰ کی، سنت رسول اللہ کی، منہ میرا طرف کعبہ شریف کے اللہ اکبر۔

(۴) نیت ۲ نفل: نیت کی میں نے دو رکعت نفل نماز عشاء کی، بندگی اللہ تعالیٰ کی منہ میرا طرف کعبہ شریف کے، اللہ اکبر۔

(۵) نیت وتر: نیت کی میں نے ۳ رکعت نماز واجب وتر عشاء کی، بندگی اللہ تعالیٰ کی، منہ میرا طرف کعبہ شریف کے اللہ اکبر۔ اگر رمضان السبارک امام کے ساتھ پڑھیں تو پھر اس میں پیچھے اس امام کے، کا اضافہ کریں۔

(۶) نیت ۲ نفل: نیت کی میں نے ۲ رکعت نماز نفل عشاء کی۔ بندگی اللہ تعالیٰ کی، منہ میرا طرف کعبہ شریف کے، اللہ اکبر۔

۶-طریقہ نیت نماز جمعہ

(۱) نیت فرض جمعہ: نیت کی میں نے ۲ رکعت نماز فرض جمعہ کی، بندگی اللہ تعالیٰ کی، پیچھے اس امام کے، منہ طرف کعبہ شریف کے اللہ اکبر۔

۷-طریقہ نیت نماز عیدالفطر

(۱) نیت ۲ رکعت: نیت کی میں نے ۲ رکعت نماز عیدالفطر کی، ساتھ زائد چھ تکبیروں کے بندگی اللہ تعالیٰ کی، پیچھے اس امام کے، منہ طرف کعبہ شریف کے، اللہ اکبر۔

۸-طریقہ نیت نماز عیدالضحیٰ

(۱) نیت ۲ رکعت: نیت کی میں نے ۲ رکعت نماز عیدالاضحیٰ کی، بندگی اللہ تعالیٰ کی، ساتھ زائد چھ تکبیروں کے، پیچھے اس امام کے منہ طرف کعبہ شریف کے۔ اللہ اکبر۔

(۱۴) فرائضِ نماز

نماز کے ساتھ فرض ہیں جنہیں ارکان نماز بھی کہا جاتا ہے یعنی تکبیر تحریمہ، قیام، قراءت، رکوع، سجدہ، قعدۂ اخیرہ، خروج بصنعہ۔

نماز کے ان سات فرائض یا ارکان میں سے اگر ایک فرض بھی بھول کر یا جان بوجھ کر

رہ جائے تو ساری نماز فاسد ہو جاتی ہے اور اس نماز کا اعادہ یعنی دوبارہ از سر نو پڑھنا فرض ہوتا ہے۔ فرائض کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

۱۔ تکبیر تحریمہ

نماز کا پہلا فرض تکبیر تحریمہ ہے یعنی اللہ اکبر کہہ کر نماز شروع کرنا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَکّٰی وَذَکَرَاسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰی. یعنی اس نے فلاح پائی جس نے تزکیہ کیا اور اپنے رب کا نام لیا پھر نماز پڑھی۔

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا جبکہ آپ نماز پڑھنے کے لئے کھڑے ہوئے آپ نے (تکبیر تحریمہ کے لئے) ہاتھ اٹھائے۔ حتیٰ کہ آپ کی دونوں ہتھیلیاں دونوں کندھوں کے برابر ہو گئیں اور دونوں انگوٹھوں کو کانوں کے برابر کیا پھر آپ نے اللہ اکبر کہا۔ دوسری روایت میں بیان کرتے ہیں کہ آپ نے دونوں انگوٹھوں کو کانوں کے نرموں تک اٹھایا۔ (ابوداؤد شریف)

تکبیر تحریمہ کہنے کا طریقہ یہ ہے کہ دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھا کر دونوں انگوٹھے کانوں کے نرم حصے سے ملائے جائیں اور ہتھیلیاں قبلہ رخ ہوں۔ انگلیاں نہ بالکل ملی ہوئی ہوں اور نہ زیادہ کھلی ہوں بلکہ درمیانہ حالت میں ہوں۔ پھر اللہ اکبر کہا جائے۔

جو نماز کھڑے ہو کر پڑھنا فرض ہے اس میں تکبیر تحریمہ بھی کھڑے ہو کر پڑھنا فرض ہے۔ اگر بیٹھ کر اللہ اکبر کہا اور پھر کھڑا ہو گیا تو نماز نہ ہوگی اگر کسی نے امام کو رکوع میں پایا تو تکبیر تحریمہ قیام کی حالت میں ہی پوری کہہ کر رکوع میں جانا چاہئے۔ اگر ہاتھ گھٹنوں کے قریب پہنچنے کے بعد تکبیر ختم کی تو نماز نہ ہوگی۔ بعض لوگ رکعت پانے کے لئے جلدی سے ایسا کر گزرتے ہیں، ان کی وہ نماز نہ ہوئی لہٰذا اس کو دوبارہ پڑھیں کیونکہ نماز کا پہلا فرض اور رکن صحیح ادا نہیں ہوا۔

۲۔ قیام

نماز کا دوسرا فرض قیام ہے یعنی فرض نماز، وتر، دونوں عیدوں کی نماز اور سنت فجر کھڑے ہو کر پڑھنا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِیْنَ (پ۲، البقرہ) اور کھڑے رہو (نماز میں) اللہ کے حضور فرمانبردار بن کر۔

بلاعذر شرعی فرض، وتر، دونوں عیدوں کی نماز اور فجر کی سنتیں، اگر بیٹھ کر پڑھیں تو نہ ہوں گی کیونکہ یہ نمازیں کھڑے ہوکر پڑھنا فرض ہیں۔ان نمازوں میں قیام (کھڑا ہونا) اتنی دیر تک فرض ہے جتنی مقدار میں قرات فرض ہے۔یعنی باندازہ قرات فرض (ایک آیت کے) قیام فرض ہے اور سورت فاتحہ اور چھوٹی سورت ساتھ ملا کر پڑھنے کی مقدار قیام واجب ہے اور اس سے زیادہ قیام سنت ہے۔

عذر شرعی جس کی وجہ سے نماز میں قیام معاف ہو جاتا ہے، وہ تین ہیں۔اول بیماری، دوسرا برہنگی یعنی ستر کے لئے کپڑا نہ ملنا اور تیسرا بڑھاپا۔ہلکی قسم کی بیماری یا کوئی معمولی تکلیف کوئی ایسا عذر نہیں جس سے قیام کی فرضیت معاف ہو جائے۔بلکہ قیام اس وقت معاف ہوگا جبکہ بالکل کھڑا ہو ہی نہ سکے۔یا کھڑا تو ہوسکتا ہے لیکن تکلیف ایسی ہے کہ سجدہ نہیں کرسکتا۔یا کوئی ایسا زخم ہے جس سے کھڑے ہونے یا سجدہ کرنے میں خون پیپ وغیرہ نکلتی ہے یا کھڑے ہونے سے پیشاب کا قطرہ آ جاتا ہے یا کھڑا تو ہوسکتا ہے مگر قیام سے بیماری زیادہ ہو جاتی ہے یا اس بیماری سے بوجہ قیام دیر سے صحت یاب ہوگا۔یا کھڑا ہونے سے ناقابل برداشت تکلیف ہوتی ہے۔ان تمام صورتوں میں بیٹھ کر نماز پڑھنا جائز ہے۔

اگر دیوار یا لاٹھی یا خادم کے سہارے کھڑا ہوسکتا ہے تو نماز کھڑے ہوکر پڑھنا فرض ہے۔اگر تھوڑی دیر بھی کھڑا ہونا ممکن ہو، اگرچہ تکبیر تحریمہ کہنے کی مقدار ہی کھڑا ہوسکے یعنی اتنی دیر جتنا وقت نیت باندھ کر اللہ اکبر کہنے میں لگتا ہے تو فرض ہے کہ کھڑے ہوکر اللہ اکبر کہہ کر پھر بیٹھ جائے۔اتنا اگر کمزور ہے کہ مسجد میں جماعت کے لئے جانے کے بعد کھڑے ہوکر نہ پڑھ سکے گا اور گھر میں پڑھے تو کھڑے ہوکر پڑھ سکتا ہے تو وہ گھر پر ہی نماز کھڑے ہوکر پڑھے کیونکہ قیام فرض ہے اور جماعت واجب اور واجب کے لئے فرض چھوڑنا جائز نہیں۔

اگر ایک شخص جماعت میں جلدی سے جھکے جھکے آکر شریک ہوگیا اور صرف تکبیر تحریمہ کہی۔تکبیر انتقال جو رکوع میں جاتے وقت کہی جاتی ہے نہ کہہ سکا تو دیکھا جائے گا اگر اتنا جھکا ہوا آیا تھا کہ ہاتھ گھٹنوں پر پہنچ رہے تھے یعنی بالکل رکوع کی حالت میں آیا تھا تو اس کو رکعت نہیں ملی۔کیونکہ رکعت میں قیام فرض تھا اور اس کو قیام نہ ملا اور اگر آکر کھڑے ہوکر کہی اور پھر رکوع گیا مگر رکوع میں جانے کی تکبیر نہ کہی تو قیام صحیح ہے اور رکعت مل گئی۔

۳-قرات

قرآن مجید پڑھنے کو قرات کہا جاتا ہے۔نماز میں قرآن کی کم از کم ایک آیت پڑھنا امام یا اکیلے نماز پڑھنے والے پر فرض ہے اور سورۃ فاتحہ یعنی الحمد پڑھنا واجب ہے۔سورۃ فاتحہ کو اعوذ باللہ اور بسم اللہ کے بعد شروع کریں، نماز میں اعوذ باللہ اور بسم اللہ قرات کے تابع ہیں اور مقتدی پر قرات نہیں اس لئے اعوذ باللہ اور بسم اللہ کا پڑھنا بھی مقتدی کے لئے مسنون نہیں۔البتہ جس مقتدی کی کوئی رکعت رہ گئی ہو تو جب وہ اپنی باقی ماندہ رکعت پڑھے تو اعوذ اور بسم اللہ پڑھے۔تعوذ صرف پہلی رکعت میں ہے اور بسم اللہ ہر رکعت کے اول میں مسنون ہے اور فرض کی پہلی دو رکعتوں میں اور نماز وتر اور سنت اور نفل کی تمام رکعتوں میں سورۃ فاتحہ کے بعد کوئی اور سورۃ یا ایک بڑی آیت یا تین چھوٹی آیتیں پڑھنا بھی واجب ہے۔فرض نماز کی تیسری اور چوتھی رکعت کے سوا ہر نماز کی ہر رکعت میں خواہ وہ نماز فرض ہو یا واجب یا سنت یا نفل، سورۃ فاتحہ پڑھنا واجب ہے اس کے متعلق احادیث نیچے ہیں۔

قرآن پاک میں قرات کے بارے میں رب عزوجل کا ارشاد ہے۔

فَاقْرَءُوْا مَاتَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ — قرآن سے جو میسر آئے پڑھو۔

ایک اور مقام پر ارشاد ہوا ہے کہ:

وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ. — جب قرآن پڑھا جائے تو اسے سنو اور چپ رہو اس امید پر کہ رحم کیے جاؤ۔

ان آیات کریمہ سے یہ معلوم ہوا کہ نماز میں مطلق قرات فرض ہے، کسی خاص سورۃ یا آیت کے پڑھنے کا تعین نہیں جس وقت قرآن کریم پڑھا جائے نماز میں خواہ نماز کے علاوہ اس وقت سننا اور خاموش رہنا واجب ولازم ہے۔اس سے یہ بات اخذ ہوتی ہے کہ یہ آیت مقتدی کے سننے اور خاموش رہنے کے بارے میں ہے۔

نماز کی ہر رکعت میں سورت فاتحہ یعنی الحمد کا پڑھنا واجب ہے۔اس کے بارے میں رسول اکرم ﷺ کی حدیث یہ ہے۔

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس شخص کی نماز نہیں ہوتی جو سورۃ فاتحہ نہ پڑھے (متفق علیہ) مسلم کی ایک روایت میں ہے، اس شخص کی نماز نہیں ہوتی جو الحمد اور زیادہ نہ پڑھے۔(مشکوۃ شریف)

اس حدیث پاک میں یہی بات بتائی گئی ہے کہ اگر نماز میں سورت فاتحہ نہ پڑھی جائے تو نماز نہیں ہوگی اس سے پتہ چلا کہ نماز میں الحمد پڑھنا لازمی ہے۔

قرآن پڑھنے کا مطلب یہ ہے کہ تمام حروف اسی جگہ سے اور اسی طرح ادا کیے جائیں جو ان کے لئے مقرر ہے تا کہ ہر حرف دوسرے حرف سے ممتاز ہو جائے اور پہچانا جا سکے۔

جس جگہ کچھ پڑھنا یا کہنا مقرر کیا گیا ہے۔ اس سے یہ مقصد ہے کہ کم از کم آہستہ پڑھنے میں بھی اتنا ضروری ہے کہ خود سن سکے۔ اگر کسی نے اس قدر آہستہ پڑھا کہ خود بھی نہ سن سکے اور شور وغل وغیرہ بھی نہیں تو نماز نہ ہوگی۔

۴- رکوع: نماز کا چوتھا فرض رکوع کرنا ہے۔ لغت میں رکوع کا معنی جھکنا ہے اور شریعت میں نماز کے اندر، قیام کی حالت میں، قرات کی ادائیگی کے بعد اتنا جھکنا کہ ہاتھ گھٹنوں تک پہنچ جائیں اور پیٹھ سیدھی بچھ جائے۔

ایسا کبرا آدمی جس کی پیٹھ اس قدر جھکی ہوئی ہو کہ اس کے ہاتھ ہر وقت گھٹنوں تک پہنچ رہے ہوتو وہ رکوع کے لئے سر سے اشارہ کرے بیٹھ کر رکوع کرنے میں پیشانی زانو کے سامنے ہو اس طرح کر نہ سر زانوں کے ساتھ لگا ہوا ہو اور نہ پچھلا حصہ اٹھا ہوا ہو۔

۵- سجدہ: نماز کا پانچواں فرض ہر رکعت میں دو سجدے کرنا ہے۔ شریعت میں عبادت کی نیت سے انتہائی عاجزی اور انکساری سے اپنی پیشانی زمین پر رکھنے کو سجدہ کہتے ہیں۔ سجدہ میں پاؤں کی انگلیوں کے پیٹ کا زمین کے ساتھ اچھی طرح لگنا سجدہ کی لازمی شرط ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں جسم کے سات حصوں کے ساتھ سجدہ کروں۔ نمبر ا پیشانی کے ساتھ، نمبر ۲ اور دونوں ہاتھوں۔ نمبر ۳ اور دونوں گھٹنوں اور نمبر ۴ دونوں پیروں کی انگلیوں کے ساتھ (سجدہ کروں) اور سجدہ میں نہ ہم کپڑے سمیٹیں اور نہ بال سمیٹیں۔ (بخاری شریف)

سجدہ میں زمین پر پیشانی ناک سمیت، دونوں ہتھیلیاں، دونوں گھٹنوں اور دونوں پاؤں کی انگلیوں کے پیٹ اچھی طرح زمین کے ساتھ لگنے چاہئیں، سجدہ میں ناک اور پیشانی دونوں زمین کے ساتھ لگانا ضروری ہے۔ اگر کسی نے بلا عذر صرف پیشانی پر سجدہ کیا اور ناک زمین پر نہ رکھی تو یہ مکروہ ہے اور اگر سجدہ میں صرف ناک زمین پر رکھی اور پیشانی نہ رکھی تو سجدہ بالکل نہیں ہوگا۔ ہاں عذر کے ساتھ صرف پیشانی یا صرف ناک پر بھی سجدہ جائز

ہے اور اگر ناک اور پیشانی دونوں میں کوئی ایسا عذر اور تکلیف ہو جس کی وجہ سے ان پر سجدہ نہ ہو سکے تو ایسا شخص سجدہ کے لئے صرف اشارہ کرے۔

گھاس، روئی اور قالین جیسی نرم چیزوں پر سجدہ کیا تو اگر پیشانی جم گئی یعنی اتنی دبی کہ دوبارہ دبانے سے نہ دبے تو جائز ورنہ نہیں۔ کمانی دار یا فوم کے گدے پر سجدہ میں پیشانی خوب نہیں دبتی اس لئے ان پر سجدہ جائز نہیں۔ بعض جگہ سردیوں میں مسجد میں پیال بچھاتے ہیں وہاں اس مسئلہ کا لحاظ رکھنا بہت ضروری ہے کیونکہ اگر زمین پر پیشانی اچھی طرح نہ لگے تو نماز ہی نہ ہوئی اور اگر ناک ہڈی تک نہ لگی تو مکروہ تحریمی، واجب الاعادہ ہے۔

پگڑی وغیرہ کے پیچ پر سجدہ کیا اگر ماتھا اچھی طرح زمین کے ساتھ لگ گیا تو سجدہ ہو گیا ورنہ نہیں، کسی چھوٹے پتھر پر سجدہ کیا۔ اگر پیشانی کا اکثر حصہ لگ گیا تو سجدہ ہو گیا ورنہ نہیں ہوگا۔ ایسی جگہ پر سجدہ کیا جو قدموں کی جگہ سے ایک بالشت اونچی ہے تو سجدہ ہو گیا اگر وہ جگہ ایک بالشت سے زیادہ اونچی ہو تو سجدہ نہ ہوگا۔ اگر سجدہ کرنے کے بعد ناک پیشانی کو کنکر یا کانٹا چبھنے کی وجہ سے اٹھا کر دوبارہ سجدہ کیا تو یہ ایک ہی سجدہ ہوگا اور نماز ہو جائے گی۔ اسی طرح اگر مقتدی نے رکوع یا سجدہ میں امام سے پہلے سر اٹھا کر دوبارہ پھر سجدہ کیا یا رکوع کیا تو رکوع اور سجدہ ہو گیا اور نماز درست ہوگی۔ اگر سجدہ کی حالت میں دونوں پاؤں زمین سے اٹھے رہے تو نماز نہ ہوگی۔ سجدہ میں کم از کم پاؤں کی ایک انگلی کے پیٹ زمین کے ساتھ اچھی طرح لگا رہنا سجدہ کے صحیح ہونے کی شرط ہے۔

آدمی کی پیٹھ پر سجدہ کرنا معذور آدمی کے لئے جائز ہے۔ بشرطیکہ وہ آدمی جس کی پیٹھ پر یہ سجدہ کر رہا ہے، وہ بھی نماز پڑھ رہا ہو۔ نہ تو خالی بیٹھا ہو اور نہ کوئی دوسری نماز پڑھ رہا ہو معذور کا مطلب یہ ہے کہ جگہ بہت تنگ ہو مثلاً عیدین یا جمعہ کی نماز میں آدمی اس قدر زیادہ ہوں کہ عیدگاہ یا مسجدوں میں صاف زمین سجدہ کرنے کے لئے نہ مل سکے تو مجبوراً سامنے والے آدمی کی پشت پر سجدہ کر لے۔

سجدہ اور قدموں کی جگہ ہموار ہونی چاہئے لیکن اگر ایک بالشت اونچی ہوگی تو بھی سجدہ جائز ہے اور اس سے زیادہ اونچی جگہ پر بلا عذر سجدہ کرنا جائز نہیں، پہلا سجدہ کر کے کم از کم اتنا اٹھنا چاہئے کہ بیٹھنے کے قریب ہو جائے۔ پھر دوسرا سجدہ کرے اگر اس سے پہلے سجدہ کرے گا تو بقول صحیح دوسرا سجدہ نہ ہوگا۔

ایک شخص نے ناک اور پیشانی سجدہ سے اٹھا کر فوراً پھر زمین پر رکھ دی۔اس صورت میں صرف ایک ہی سجدہ ہوگا۔اسی طرح اگر مقتدی امام سے پہلے رکوع یا سجدہ سے سر اٹھا لے اور فوراً پھر سر جھکا دے تو بھی ایک ہی رکوع اور ایک ہی سجدہ ہوگا اور نماز درست ہو جائے گی۔

۴-آخری قعدہ

نماز کا چھٹا رکن اور فرض آخری قعدہ ہے یعنی نماز کی ساری رکعتیں پوری کرنے کے بعد اتنی دیر تک بیٹھنا کہ التحیات، عبدہٗ ورسولہ تک پڑھ لی جائے، فرض ہے۔قعدہ کا معنی التحیات پڑھنے کے لئے بیٹھنا ہے۔نماز خواہ دو رکعت والی ہو یا تین اور چار رکعت والی، فرض، واجب ہو یا سنت اور نفل سب میں آخری قعدہ یعنی آخری التحیات پڑھنے کے لئے بقدر تشہد پڑھنے کے بیٹھنا فرض ہے۔اگر پورا آخری قعدہ سوتے میں گزر گیا تو جاگنے کے بعد بقدر التحیات پڑھنے کے بیٹھنا فرض ہے ورنہ نماز نہ ہوگی۔اسی طرح اگر رکوع وسجود میں اول سے آخر تک سوتا رہا تو جاگنے کے بعد ان کا اعادہ (لوٹانا) فرض ہے اور آخر میں سجدۂ سہو بھی کرے۔ورنہ نماز نہ ہوگی۔اگر پوری رکعت سوتے ہوئے پڑھ لی تو نماز ٹوٹ گئی۔

چار رکعت والی نماز فرض میں اگر چوتھی رکعت کے بعد قعدہ نہ کیا تو جب تک پانچویں رکعت کا سجدہ نہ کیا ہو بیٹھ جائے اور سجدہ سہو کر کے نماز پوری کرے۔نماز ہو جائے گی اگر پانچویں رکعت کا سجدہ کر لیا یا فجر میں دوسری رکعت کے بعد نہیں بیٹھا اور تیسری رکعت کا سجدہ کر لیا یا مغرب میں تیسری رکعت کے بعد نہیں بیٹھا اور چوتھی رکعت کا سجدہ کر لیا تو ان تمام صورتوں میں فرض باطل ہو گئے اور یہ نمازیں نفل ہو گئیں لہٰذا مغرب کے سوا باقی نمازوں میں ایک رکعت اور ملا کر آخر میں سجدۂ سہو کیا جائے۔

بقدر تشہد پڑھنے کے یعنی التحیات......عبدہٗ ورسولہ تک پڑھنے کے بعد یاد آیا کہ سجدۂ تلاوت یا نماز کا کوئی ایک سجدہ رہ گیا ہے اور پھر سجدہ کر لیا تو فرض ہے کہ سجدہ کے بعد پھر بقدر تشہد بیٹھے۔وہ پہلا قعدہ جاتا رہا۔قعدہ نہ کرے گا تو نماز نہ ہوگی۔

۷-خروج بصنعہ

نماز کا ساتواں فرض خروج بصنعہ ہے جس کا مطلب ارادہ اور فعل ہے یعنی سلام کے بعد نماز کو پایہ تکمیل تک پہنچانا۔سلام کے سوا کسی اور طریقہ اور فعل سے اگر قصداً نماز سے نکلا تو نماز واجب الاعادہ ہے یعنی اس کا دوبارہ پڑھنا فرض ہے اور اگر بلا ارادہ کسی قول و

فعل سے باہر آیا تو نماز باطل ہے۔

قیام، رکوع وسجود اور آخری قعدہ میں ترتیب فرض ہے یعنی پہلے قیام پھر رکوع پھر دو سجدے اور آخر میں قعدہ ہو۔ اگر قیام سے پہلے رکوع کر لیا۔ پھر قیام تو وہ رکوع جاتا رہا اب قیام کے بعد پھر رکوع کرے گا تو نماز ہو جائے گی ورنہ نہیں، اسی طرح رکوع سے پہلے سجدہ کر لیا تو اب اگر سجدہ کے بعد رکوع کیا اور پھر سجدہ کیا تو نماز ہو جائے گی ورنہ نہیں۔

نماز میں جو چیزیں فرض ہیں ان میں امام کی متابعت و پیروی مقتدی پر فرض ہے یعنی ان فرضوں میں سے کوئی فرض اگر مقتدی نے امام سے پہلے ادا کر لیا اور پھر امام کے ساتھ یا امام کے ادا کرنے کے بعد دوبارہ ادا نہ کیا تو نماز نہ ہوگی۔ مثلاً مقتدی نے امام سے پہلے رکوع یا سجدہ کر لیا اور امام کے رکوع یا سجدہ میں آنے سے پہلے ہی سر اٹھا لیا تو اب اگر مقتدی نے امام کے ساتھ یا بعد میں رکوع وسجدہ کر لیا تو نماز ہوگئی ورنہ نہیں اور مقتدی پر یہ بھی فرض ہے کہ وہ امام کی نماز کو اپنے خیال میں صحیح سمجھتا ہو اور اگر مقتدی اپنے نزدیک امام کی نماز کو باطل سمجھتا ہو تو اس کی نماز نہ ہوگی اگرچہ امام کی نماز صحیح ہو۔

(۱۵) مسنون طریقۂ نماز

رسول اکرم ﷺ کی سنت کے مطابق نماز پڑھنے کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ نماز کے وقت میں باوضو کعبہ شریف کی طرف منہ کر کے سیدھے کھڑے ہو جائیں اور قدموں میں چار انگل کا فاصلہ ہو۔ پھر دل سے نیت کریں اور نیت کے مطابق زبان سے الفاظ ادا کرنا بھی مستحب اور بہتر ہے۔ یعنی اس طرح کہیں کہ نیت کی ہے میں نے چار رکعت نماز ظہر کی' واسطے اللہ تعالیٰ کے' منہ میرا طرف کعبہ شریف کے' اگر جماعت کے ساتھ پڑھتے ہوں تو کہیں پیچھے اس امام کے' پھر مرد دونوں ہاتھوں کو کانوں تک اس طرح اٹھائیں کہ ہتھیلیاں قبلہ کی طرف ہوں اور انگلیاں اپنے حال پر ہوں' نہ بالکل ملی ہوئی ہوں اور نہ زیادہ کھلی ہوں اور انگوٹھے کانوں کے نرموں سے چھو جائیں۔ اس وقت تکبیر تحریمہ یعنی اللہ اکبر کہہ کر ہاتھ فوراً ناف کے نیچے اس طرح باندھیں کہ داہنے ہاتھ کی ہتھیلی بائیں ہاتھ کی پشت پر ہو اور داہنے ہاتھ کے انگوٹھے اور چھوٹی انگلی سے بائیں ہاتھ کے گٹے کو اغل بغل کر کے پکڑیں اور باقی تین انگلیاں بائیں ہاتھ کی کلائی پر رکھیں۔ عورتیں ہاتھ کندھوں کے برابر اٹھا کر سینے پر اس طرح

باندھیں کہ داہنی ہتھیلی بائیں ہاتھ کی پشت پر ہو۔ پھر نگاہ سجدہ کی جگہ پر رکھ کر ثناء پڑھیں۔

ثناء

سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَ بِحَمْدِكَ وَ تَبَارَكَ اسْمُكَ وَ تَعَالٰى جَدُّكَ وَلَآ اِلٰهَ غَيْرُكَط	پاک ہے تو اے اللہ! اور میں تیری تعریف کرتا ہوں اور برکت ہوا ہے نام تیرا اور بلند ہے شان تیری اور نہیں کوئی معبود سوائے تیرے

اگر امام کے پیچھے جماعت کے ساتھ نماز پڑھتے ہوں تو ثناء پڑھ کر بالکل خاموش رہیں اور امام کی قرأت سنیں اور اگر تنہا نماز پڑھتے ہوں تو ثناء کے بعد تعوذ، تسمیہ، سورہ فاتحہ اور کوئی چھوٹی سورت یا تین آیتیں پڑھیں۔

تعوذ

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِط	میں پناہ مانگتا اللہ کی شیطان مردود سے

تسمیہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِط	اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بڑا مہربان اور نہایت رحم والا ہے۔

سورۃ الفاتحہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ ۝ اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ۝ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنَ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ اٰمِيْنَ	سب تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جو سارے جہان کا رب ہے بڑا مہربان رحم کرنے والا ہے۔ قیامت کے دن کا مالک ہے۔ الٰہی! ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھی سے مدد مانگتے ہیں۔ دکھا ہمیں سیدھا راستہ، ان لوگوں کا راستہ جن پر تو نے انعام کیا نہ ان لوگوں کا راستہ جن پر تیرا غضب ہوا اور نہ گمراہوں کا۔

سورۃ الاخلاص

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۝ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۝ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ. وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا	اے نبی! کہہ دو وہ اللہ ایک ہے اللہ بے نیاز ہے نہ اس نے کسی کو جنا ہے اور نہ وہ کسی سے

اَحَد"۔ جنا گیا ہے اور اس کا کوئی مدمقابل نہیں ہے۔

پھر اللہ اکبر کہتے ہوئے رکوع میں جائیں، مرد دونوں ہاتھوں سے گھٹنوں کو اس طرح پکڑیں کہ ہتھیلیاں گھٹنوں پر ہوں اور انگلیاں خوب پھیلی ہوئی ہوں، پیٹھ برابر بچھی ہوئی ہو سر نہ جھکا ہوا ہو اور نہ اوپر کو اٹھا ہوا ہو بلکہ کمر کے برابر ہو ٹانگیں سیدھی ہوں اور بازو۔

تسبیح رکوع

سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْمِ ط پاک ہے میرا رب عظمت والا

عورتیں رکوع میں تھوڑا جھکیں، صرف اتنا کہ ہاتھ گھٹنوں پر پہنچ جائیں۔ انگلیاں ملی ہوئی ہوں اور ہتھیلیاں گھٹنوں پر ہوں۔

تسمیع

پھر منفرد سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ ط (سن لی اللہ نے اس کی جس نے اس کی تعریف کی) کہتے ہوئے سیدھے کھڑے ہو جائیں اور پھر قومہ کہیں۔

تحمید

رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ (اے ہمارے رب! سب تعریفیں تیرے ہی لیے ہیں)

اگر جماعت کے ساتھ ہوں تو امام صرف تسمیع یعنی سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ کہے ا مقتدی صرف تحمید یعنی رَبَّنَا لَکَ الْحَمْد کہے۔

پھر اللہ اکبر کہتے ہوئے سجدہ میں جائیں اس طرح کہ زمین پر پہلے دونوں گھٹنے رکھے پھر دونوں ہاتھ، پھر ناک اور پھر پیشانی زمین پر رکھیں، پیشانی سجدہ میں دونوں ہتھیلیوں کے درمیان اس طرح رکھیں کہ انگوٹھے کان کے نرموں کے برابر، انگلیاں ملی ہوئی قبلہ رخ ہوں اور مرد سجدہ میں بازوؤں کو کروٹوں سے اور پیٹ کو رانوں سے اور رانوں کو پنڈلیوں سے رکھیں اور کہنیاں زمین سے اٹھی ہوئی ہوں اور دونوں پیروں کی انگلیوں کے پیٹ زمین کے ساتھ اچھی طرح لگے ہوئے ہوں اور انگلیوں کے سرے قبلہ رو ہوں اور سجدہ میں نظر ناک کی طرف رکھیں پھر بڑے اطمینان سے کم از کم تین بار تسبیح پڑھیں۔

تسبیح سجدہ

سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی پاک ہے میرا رب، اونچی شان والا

عورتیں سجدہ، مردوں کے برعکس سمٹ کر کریں۔ اس طرح کہنیاں زمین سے، بازو پہلوؤں سے، پیٹ رانوں سے، ران پنڈلیوں سے اور پنڈلیاں زمین کے ساتھ ملی رہیں اور دونوں پاؤں دائیں طرف زمین کے ساتھ بچھے ہوئے ہوں۔

پھر اللہ اکبر کہتے ہوئے سجدہ سے سر اٹھائیں۔ اس طرح کہ زمین سے پہلے پیشانی، پھر ناک، پھر دونوں ہاتھ اٹھائیں، پھر داہنا پاؤں کھڑا کر کے اس کی انگلیاں قبلہ رخ کریں۔ بایاں پاؤں بچھا کر اس پر بالکل سیدھے بیٹھ جائیں اور ہتھیلیاں رانوں پر بچھا کر اس طرح رکھیں کہ انگلیاں ملی ہوئی قبلہ رخ ہوں اور ان کے سرے گھٹنوں کے قریب ہوں اور اس حالت جلسہ میں کم از کم ایک بار سُبْحَانَ اللّٰهِ کہنے کی مقدار اطمینان کریں اور نظر گود کی طرف رہے۔ عورتیں جلسہ میں دونوں قدم داہنی طرف نکال کر بیٹھیں۔ پھر اللہ اکبر کہتے ہوئے اس طرح دوسرا سجدہ بھی کریں اور سجدہ کے بعد پھر اللہ اکبر کہتے ہوئے سجدہ سے پہلے سر اٹھائیں۔ پھر ہاتھ گھٹنوں پر رکھ کر پنجوں کے بل سیدھے کھڑے ہو جائیں۔ بلا عذر ہاتھ زمین پر ٹیک کر نہ اٹھیں پھر دوسری رکعت کی قرأت شروع کریں۔ جماعت کے ساتھ نماز پڑھتے ہوں تو قرأت نہ کریں بلکہ خاموش رہیں اور امام کی قرأت سنیں۔ قرأت کرنے یعنی سورت فاتحہ اور کوئی چھوٹی سورت پڑھنے کے بعد پہلے کی طرح رکوع کریں پھر دو سجدے کرنے کے بعد داہنا قدم کھڑا کر کے بایاں قدم بچھا کر اس پر اس طرح بیٹھیں جیسے دو سجدوں کے درمیان جلسہ میں بیٹھے تھے اور یہ التحیات پڑھیں اور اس میں کوئی حرف کم و بیش نہ کریں۔ اس کو تشہد کہتے ہیں:۔

اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوٰتُ وَالطَّيِّبَاتُ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَ بَرَكَاتُهٗ اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَ عَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ ط

تمام قولی، فعلی اور مالی عبادتیں اللہ ہی کے لیے ہیں۔ سلام ہو آپ پر اے نبی ﷺ اور اللہ کی رحمتیں اور برکتیں سلام ہو ہم پر اور اللہ کے سب نیک بندوں پر۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے بندے اور رسول ہیں۔

تشہد میں جب کلمہ "لا" کے قریب پہنچیں تو داہنے ہاتھ کی شہادت کی انگلی اٹھا کر

اشارہ کریں۔ اس طرح کہ داہنے ہاتھ کی چھوٹی اور اس کے ساتھ والی انگلی کو ہتھیلی سے ملائیں (جیسے مٹھی میں ملاتے ہیں) اور درمیانی انگلی اور انگوٹھے کا حلقہ بنائیں اور لفظ "لا" پر شہادت والی انگلی اٹھائیں اور "الا" پر گرادیں اور پھر فوراً سب انگلیاں سیدھی کرلیں۔

اگر دو رکعت والی نماز ہو تو تشہد پڑھنے کے بعد درود شریف اور دعا پڑھ کر سلام پھیر دیں اور اگر چار رکعت والی نماز ہو تو یہ تشہد پڑھنے کے بعد، سیدھے اسی طرح کھڑے ہو جائیں جیسے دوسری رکعت کے لیے کھڑے ہوئے تھے۔ اگر نماز فرض ہو تو باقی دو رکعتوں میں صرف سورت فاتحہ پڑھ کر حسب دستور رکوع وسجود کریں لیکن اگر جماعت کے ساتھ ہوں تو سورت فاتحہ ہرگز نہ پڑھیں بلکہ خاموش کھڑے رہیں۔ اگر نماز سنت یا نفل ہو تو بسم اللہ سورت فاتحہ اور کوئی سورت ملا کر پڑھیں اور چار رکعت پوری کرنے کے بعد تشہد پڑھیں اور اس کے بعد یہ درود شریف اور دعا پڑھ کر سلام پھیر دیں۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ. اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَ عَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ. رَبِّ اجْعَلْنِيْ مُقِيْمَ الصَّلٰوةِ وَ مِنْ ذُرِّيَّتِيْ صلے رَبَّنَا وَ تَقَبَّلْ دُعَآءِ ط رَبَّنَا اغْفِرْلِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَ لِلْمُؤْمِنِيْنَ يَوْمَ يَقُوْمُ الْحِسَابُ ○

اے اللہ! درود بھیج حضرت محمد ﷺ پر اور حضرت محمد ﷺ کی آل پر جس طرح درود بھیجا تو نے ابراہیم کی آل پر، بے شک تو تعریف والا بڑی شان والا ہے۔ اے اللہ برکت دے حضرت محمد ﷺ کو اور حضرت محمد ﷺ کی آل کو جس طرح برکت دی تو نے ابراہیم کو اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی آل کو بے شک تو تعریف والا بڑی شان والا ہے۔ اے میرے رب! بنا دے مجھ کو نماز کا قائم رکھنے والا اور میری اولاد کو بھی اے ہمارے رب! میری دعا قبول فرما اے ہمارے رب بخش دے مجھ کو اور میرے ماں باپ کو اور سب ایمان والوں کو بھی اس دن جب عملوں کا حساب ہوگا۔

پھر نماز ختم کرنے کے لیے پہلے ایک بار دائیں طرف ایک بار بائیں طرف منہ کرکے اس طرح سلام کہو کہ پورا منہ پہلے دائیں طرف اور نظر کندھے کی طرف رہے اور پھر

پھیر کر پورا منہ بائیں طرف پھیر دو اور نظر کندھے کی طرف رہے۔ سلام کے الفاظ یہ ہیں۔

سلام:

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَ رَحْمَۃُ اللّٰہِ   سلام ہو تم پر اور اللہ کی رحمت

داہنی طرف سلام پھیرتے ہوئے دائیں طرف کے فرشتوں اور نمازیوں کو سلام کہنے کی نیت کرنی چاہیے۔ بائیں طرف کے سلام میں بائیں طرف کے فرشتوں اور نمازیوں کو سلام کہنے کی نیت کرنی چاہیے۔ مقتدی جس طرف امام ہو اس طرف کے سلام میں امام کی نیت بھی کرے اور امام دونوں طرف کے سلام میں فرشتوں اور مقتدیوں کو سلام کہنے کی نیت کرے اور تنہا نماز پڑھنے والا دونوں طرف کے سلام میں فرشتوں کو سلام کہنے کی نیت کرے۔

(۱۶) متعلقاتِ نماز

۱- واجبات نماز

واجبات نماز وہ اعمال ہیں جن کا نماز میں ادا کرنا ضروری ہے اگر ان میں سے کوئی عمل رہ جائے تو سجدہ سہو کر لینے سے نماز درست ہو جائے گی۔ اگر سجدہ سہو نہ کیا یا قصداً کوئی واجب چھوڑا تو نماز کا لوٹانا واجب ہے واجب کا ترک کر دینا اچھا نہیں۔ قصداً واجب چھوڑنے سے گناہ ہوتا ہے۔ واجبات نماز حسب ذیل ہیں:۔

۱۔ تکبیر تحریمہ میں لفظ اللہ اکبر ہونا۔

۲۔ الحمد پڑھنا

۳۔ فرض کی دو پہلی رکعتوں میں اور سنت و نفل اور وتر کی ہر رکعت میں الحمد کے ساتھ کوئی سورت یا تین چھوٹی آیتوں کو ملانا۔

۴۔ فرض نمازوں میں دو پہلی رکعتوں میں قرأت کرنا۔

۵۔ الحمد کا سورت سے پہلے ہونا۔

۶۔ ہر رکعت میں سورت سے پہلے ایک ہی بار الحمد پڑھنا۔

۷۔ الحمد اور سورت کے درمیان ''آمین'' اور ''بسم اللہ'' کے سوا کچھ اور نہ پڑھنا۔

۸۔ قرأت کے بعد فوراً ہی رکوع کرنا۔

۹۔ سجدہ میں دونوں پاؤں کی تین تین انگلیوں کا پیٹ زمین پر لگنا۔

۱۰۔ دونوں سجدوں کے درمیان کسی رکن کا فاصل نہ ہونا۔
۱۱۔ تعدیل ارکان یعنی رکوع وسجود اور قومہ وجلسہ میں کم از کم ایک بار سبحان اللہ کہنے کے برابر ٹھہرنا۔
۱۲۔ جلسہ یعنی دونوں سجدوں کے درمیان سیدھا بیٹھنا۔
۱۳۔ قومہ یعنی رکوع سے سیدھا کھڑا ہو جانا۔
۱۴۔ قعدۂ اولیٰ اگرچہ نفل نماز ہو۔
۱۵۔ فرض اور وتر اور موکدہ سنتوں کے قعدۂ اولیٰ میں التحیات سے زیادہ کچھ نہ پڑھنا۔
۱۶۔ ہر قعدہ میں پورا تشہد پڑھنا۔
۱۷۔ لفظ السلام دو بار کہنا۔
۱۸۔ وتر میں دعائے قنوت پڑھنا۔
۱۹۔ وتر میں قنوت کی تکبیر۔
۲۰۔ عیدین کی ٦ زائد تکبیریں۔
۲۱۔ عیدین میں دوسری رکعت کے رکوع کی تکبیر۔
۲۲۔ اور اس تکبیر کے لیے لفظ اللہ اکبر ہونا۔
۲۳۔ ہر جہری نماز میں امام کا بلند آواز سے قرأت کرنا۔
۲۴۔ اور غیر جہری نمازوں میں آہستہ آہستہ قرأت کرنا۔
۲۵۔ ہر فرض وواجب کا اس کی جگہ پر ادا ہونا۔
۲۶۔ ہر رکعت میں ایک ہی رکوع ہونا۔
۲۷۔ اور ہر رکعت میں دو ہی سجدے ہونا۔
۲۸۔ دوسری رکعت پوری ہونے سے پہلے قعدہ نہ کرنا۔
۲۹۔ اور چار رکعت والی نمازوں میں تیسری رکعت پر قعدہ نہ کرنا۔
۳۰۔ آیت سجدہ پڑھی تو سجدہ تلاوت کرنا۔
۳۱۔ سہو ہوا تو سجدہ سہو کرنا۔
۳۲۔ دو فرض یا دو واجب یا واجب وفرض کے درمیان تین مرتبہ "سبحان اللہ" کہنے کے برابر وقفہ نہ ہونا۔
۳۳۔ امام جب قرأت بلند آواز سے کرے یا آہستہ کرے اسوقت میں مقتدی کا چپ رہنا۔

۲۴۔قرأت کے سوا تمام واجبات میں مقتدی کو امام کی پیروی کرنا۔

۲-نماز کی سنتیں

نماز میں جو امور رسول اکرم ﷺ سے ثابت ہیں لیکن ان کی تاکید فرض اور واجب سے کم ہے انہیں سنت کہا جاتا ہے۔ان امور میں اگر کوئی کام سہواً چھوٹ جائے تو اس سے نماز فاسد نہیں ہوتی اور نہ ہی انسان گنہگار ہوتا ہے اور نہ سجدہ سہو واجب ہوتا ہے البتہ ان کے چھوڑنے سے ثواب میں کمی ہو جاتی ہے۔لہٰذا اہل تقویٰ کے لیے ضروری ہے کہ وہ نماز کی سنتوں پر ضرور عمل کریں کیونکہ یہ وہ امور ہیں جن پر نبی پاک ﷺ نے بذات خود عمل کیا ہے۔نماز کی سنتوں کا ثبوت مندرجہ ذیل احادیث سے ملتا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی اکرم ﷺ جب نماز شروع فرماتے تو اللہ اکبر کہتے۔پھر ہاتھ اٹھاتے۔یہاں تک کہ اپنے انگوٹھوں کو کانوں کے برابر کرتے (بیہقی)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی اکرم ﷺ (تکبیر تحریمہ کے بعد) نماز شروع فرماتے تو یہ پڑھتے:۔سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَ بِحَمْدِكَ وَ تَبَارَكَ اسْمُكَ وَ تَعَالٰى جَدُّكَ وَلَآ اِلٰهَ غَيْرُكَ ط (ابوداؤد) حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے نبی اکرم ﷺ' حضرت ابوبکر حضرت عمر اور حضرت عثمان (رضی اللہ عنہم) کے پیچھے نماز پڑھی۔ میں نے کسی ایک کو بھی بسم اللہ اونچی آواز سے پڑھتے نہیں سنا۔(نسائی شریف)

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نماز میں سنت' دائیں ہاتھ کا بائیں ہاتھ کے اوپر ناف کے نیچے رکھنا ہے۔(ابوداؤد شریف)

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی اکرم ﷺ کے پیچھے نماز پڑھی۔جب آپ غیر المغضوب علیھم ولاالضالین پر پہنچے تو آپ نے آمین فرمایا اور آہستہ آواز کے ساتھ آمین کہی۔(امام احمد)

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی اکرم ﷺ کو دیکھا جبکہ آپ نماز پڑھنے کے لیے تشریف لائے۔آپ نے نماز شروع کرتے وقت ہاتھ کندھوں تک اٹھا کر انگوٹھوں کو کانوں کے برابر کیا۔اس کے بعد آپ نے اللہ اکبر کہا' ابوداؤد کی دوسری روایت میں ہے کہ آپ نے دونوں ہاتھوں کو کانوں کے نرم حصوں تک اٹھایا (ابوداؤد شریف)

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی اکرم ﷺ کو دیکھا کہ آپ

(نماز میں) داہنا ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھ کر ناف کے نیچے باندھتے۔ (مشکوۃ شریف)

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر اور حضرت علی رضی اللہ عنہما بسم اللہ اونچی آواز میں پڑھتے تھے نہ آمین اونچی آواز میں پڑھتے تھے۔ (طبرانی)

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ جب آپ سجدہ فرماتے تو اپنے گھٹنوں کو زمین پر ہاتھوں سے پہلے رکھتے اور جب سجدہ سے اٹھتے تو اپنے ہاتھوں کو گھٹنوں سے پہلے اٹھاتے۔ (نسائی شریف)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی آدمی رکوع کرے تو وہ اس میں تین بار سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْمِ ط پڑھے اور یہ بہت کم ہے اور جب سجدہ کرے تو تین بار سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی پڑھے اور یہ بہت کم ہیں۔ (ابوداؤد شریف)

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لاتے اور فرمایا کیا بات ہے کہ میں تمہیں رفع یدین کرتے دیکھتا ہوں سرکش گھوڑوں کے دموں کی طرح' نماز میں سکون واطمینان کیا کرو۔ (مسلم شریف)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب رکوع فرماتے تو نہ تو سر اوپر اٹھاتے اور نہ نیچے جھکاتے بلکہ سر اس حالت کے درمیان رکھتے یعنی پیٹھ کے برابر رکھتے۔ (مسلم شریف)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب امام غیر المغضوب علیھم ولاالضالین کہے تو تم آمین کہو۔ سو جس کا آمین کہنا فرشتوں کی آمین کہنے کے مطابق ہوا اس کے اگلے گناہ بخش دیئے جائیں گے۔ (بخاری شریف)

حضرت علقمہ رحمۃ اللہ علیہ تابعی بیان کرتے ہیں کہ ہمیں ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کیا میں تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز پڑھ کر نہ دکھاؤں۔ پس انہوں نے نماز پڑھی اور نہ رفع یدین کیا مگر ایک بار صرف تکبیر تحریمہ کے ساتھ (ترمذی۔نسائی)

حضرت ابو معمر فرماتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا امام چار چیزیں آہستہ پڑھے۔ اعوذ باللہ' بسم اللہ' آمین اور ربنا لک الحمد۔ (عینی شرح ہدایہ)

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ رکوع میں جاتے اور رکوع

سے سر اٹھاتے وقت رفع یدین کرتا تھا۔ آپ نے اس کو فرمایا ایسا نہ کرو کیونکہ یہ (رفع یدین) وہ فعل ہے جو رسول اللہ ﷺ نے پہلے کیا تھا اور بعد میں چھوڑ دیا (عینی شرح ہدایہ)۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جب تو سجدہ کرے تو ہتھیلیاں زمین پر رکھ اور کہنیاں (زمین سے) اوپر اٹھا رکھ۔ (مسلم شریف)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جب امام تکبیر کہے تم بھی تکبیر کہو۔ اور جب امام رکوع کرے تو تم بھی رکوع کرو۔ جب وہ رکوع سے سر اٹھائے تم بھی سر اٹھاؤ اور جب وہ سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ کہے تو تم رَبَّنَا لَکَ الْحَمد کہو۔ (بخاری)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی اکرم ﷺ ہر دو رکعت کے بعد التحیات پڑھتے تھے اور آپ (قعدہ میں) بایاں پاؤں بچھاتے اور دایاں پاؤں کھڑا رکھتے تھے اور اپنا دایاں ہاتھ دائیں ران پر اور بایاں ہاتھ بائیں ران پر رکھتے اور شہادت کی انگلی سے اشارہ کرتے۔ (مسلم)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ یہ بات نماز کی سنتوں میں ہے کہ (التحیات پڑھتے وقت) دایاں پاؤں کھڑا رکھنا اور اس کی انگلیوں کو قبلہ رخ کرنا اور بائیں پاؤں پر بیٹھنا۔ (نسائی شریف)

حضرت ابوحمید ساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ (پہلے سجدہ سے) سر اٹھاتے تو بایاں پاؤں بچھا کر اس پر بیٹھتے (اور دایاں پاؤں کھڑا رکھتے) اور پھر برابر ہو کر بیٹھتے۔ یہاں تک کہ ہر ہڈی اپنی اپنی جگہ برابر ہو جاتی۔ اس کے بعد آپ دوسرا سجدہ فرماتے۔ (مشکوٰۃ) اور جب (رکعت کے لئے) اٹھتے تو گھٹنوں پر اٹھتے اور دونوں ہاتھوں سے زانوؤں پر ٹیک لگا کر اٹھتے۔ (ابوداؤد شریف)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا۔ سجدہ میں اطمینان کرو اور تم میں سے کوئی شخص (سجدہ میں) زمین پر کتے کی طرح بازو نہ بچھائے۔ (مسلم شریف)

حضرت ابوحمید ساعدی رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو رسول اللہ ﷺ کی نماز پڑھ کر دکھائی۔ انہوں نے جب سجدہ کیا تو ناک اور پیشانی دونوں کو زمین پر لگایا اور دونوں بازوؤں کو پہلوؤں سے جدا رکھا اور ہاتھوں کی انگلیوں کو اپنی حالت پر رکھا اور دونوں پاؤں کی انگلیوں کو

قبلہ رخ کیا۔ (ابوداؤد، بخاری)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم (نماز میں دوسری یا تیسری رکعت کے لئے) اپنے قدموں کے کناروں پر (سیدھے) کھڑے ہوجاتے تھے یعنی آرام کے لئے بیٹھتے نہیں تھے۔ (ترمذی شریف)

حضرت نعمان بن عیاش رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کئی صحابہ رضی اللہ عنہم کو پایا (اور دیکھا کہ) جب پہلی اور تیسری رکعت کے دوسرے سجدہ سے اٹھتے تھے تو سیدھے کھڑے ہوجاتے اور بیٹھتے نہیں تھے۔ (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ)

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ نماز کی سنتیں حسب ذیل ہیں۔

۱۔ تکبیر تحریمہ کے لئے دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھانا سنت ہے۔

۲۔ تکبیر کے وقت ہتھیلیوں اور ہاتھوں کی انگلیوں کو اپنے حال پر چھوڑنا۔ یعنی نہ بالکل ملائے نہ بے تکلف کشادہ رکھے بلکہ اپنے حال پر چھوڑ دے۔

۳۔ ہتھیلیوں اور انگلیوں کے پیٹ کا قبلہ رو رکھنا سنت ہے۔

۴۔ بوقت تکبیر سر نہ جھکانا سنت ہے۔

۵۔ تکبیر سے پہلے ہاتھ اٹھانا۔ یونہی تکبیر قنوت و تکبیرات عیدین میں کانوں تک ہاتھ لے جانے کے بعد تکبیر کہے اور ان کے علاوہ کسی جگہ نماز میں ہاتھ اٹھانا سنت نہیں ہے۔

۶۔ امام کا بلند آواز سے اَللّٰہُ اَکْبَرُ اور سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ اور سلام کہنا۔ جس قدر بلند آواز کی حاجت ہو۔ ضرورت سے زیادہ آواز بلند کرنا بہتر نہیں۔ مقتدی و منفرد کو اونچی آواز سے اللہ اکبر کہنے کی حاجت نہیں۔ صرف اتنا ضروری ہے کہ اتنی آواز سے کہے کہ خود سن سکے۔

۷۔ تکبیر تحریمہ کے بعد فوراً ہاتھ یوں باندھے کہ مرد ناف کے نیچے داہنے ہاتھ کی ہتھیلی بائیں ہاتھ کی کلائی کے جوڑ پر رکھے۔ چھنگلی اور انگوٹھا کلائی کو پکڑیں اور باقی انگلیاں بائیں کلائی کی پشت پر بچھا دے۔

۸۔ ثناء یعنی سُبحانَكَ اللّٰھُمَّ ...... اِلٰی آخرہ پڑھنا سنت ہے۔

۹۔ پھر تعوذ یعنی اعوذ باللہ اور پھر تسمیہ یعنی بسم اللہ پڑھنا چاہئے۔

۱۰۔ قرات سورۂ فاتحہ کے بعد آمین کہنا سنت ہے۔

۱۱- ثناء، تعوذ اور تسمیہ کا آہستہ پڑھنا سنت ہے۔

۱۲- رکوع میں جاتے وقت اللہ اکبر کہنا سنت ہے۔

۱۳- رکوع میں تین بار سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْم کہنا سنت ہے۔

۱۴- رکوع میں گھٹنوں کو ہاتھ سے پکڑنا اور انگلیاں خوب کھلی ہوئی رکھنا سنت ہے۔

۱۵- حالت رکوع میں ٹانگیں سیدھی ہونا سنت ہے۔

۱۶- ہر تکبیر میں اللہ اکبر کی ر کو جزم پڑھنا سنت ہے۔

۱۷- رکوع میں پیٹھ خوب بچھی رکھنا۔ یہاں تک کہ اگر پانی کا پیالہ اس کی پیٹھ پر رکھ دیا جائے تو ٹھہر جائے۔

۱۸- رکوع سے اٹھ کر ہاتھ نہ باندھنا بلکہ لٹکا ہوا چھوڑ دینا۔

۱۹- رکوع سے اٹھنے میں امام کے لئے سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ کہنا سنت ہے۔

۲۰- مقتدی کے لئے رَبَّنَا وَلَکَ الْحَمد کہنا سنت ہے۔

۲۱- منفرد کو دونوں کہنا۔ یوں کہ "سمع اللہ لمن حمدہ" کہتا ہوا رکوع سے اٹھے اور سیدھا کھڑا ہو کر "ربنا ولك الحمد" کہے۔

۲۲- سجدے کے لئے اور سجدے سے اٹھتے وقت اللہ اکبر کہنا سنت ہے۔

۲۳- سجدے میں کم از کم تین بار "سبحان ربی الاعلیٰ" کہنا سنت ہے۔

۲۴- سجدے میں ہاتھ زمین پر رکھنا سنت ہے۔

۲۵- سجدے میں جاتے ہوئے زمین پر پہلے گھٹنے، پھر ناک اور پھر پیشانی رکھنا سنت ہے۔

۲۶- سجدے سے اٹھتے وقت اس کا عکس کرنا یعنی پہلے پیشانی اٹھانا، پھر ناک، پھر ہاتھ، پھر گھٹنے اٹھانا سنت ہے۔

۲۷- سجدے میں بازو کروٹوں سے جدا رکھنا اور پیٹ رانوں سے اور کلائیاں زمین پر نہ بچھانا مگر جب صف میں ہو تو بازو دس کروٹوں سے جدا نہ ہوں گے۔

۲۸- دونوں گھٹنے ایک ساتھ زمین پر رکھنا اور اگر کسی عذر سے ایک ساتھ نہ رکھ سکتا ہو تو پہلے دایاں رکھے پھر بایاں۔

۲۹- جلسہ یعنی دونوں سجدوں کے درمیان وقفہ میں مثل تشہد کے بیٹھنا یعنی بایاں پاؤں بچھانا اور دائیں پاؤں کو کھڑا رکھنا اور ہاتھوں کا رانوں پر رکھنا سنت ہے لیکن انگلیوں کے سرے

قبلہ رو رہیں۔
۳۰- سجدے میں دونوں پاؤں کی انگلیوں کے پیٹ زمین پر اس طرح لگانا کہ سرے قبلہ رو رہیں۔
۳۱- سجدوں سے فارغ ہو کر دوسری رکعت کے لئے پنجوں کے بل گھٹنوں پر ہاتھ رکھ کر اٹھنا سنت ہے۔
۳۲- دوسری رکعت کے سجدوں سے فارغ ہونے کے بعد بایاں پاؤں بچھا کر دونوں سرین اس پر رکھ کر بیٹھنا اور دایاں قدم کھڑا رکھنا سنت ہے۔
۳۳- حالت تشہد میں دائیں پاؤں کی انگلیاں قبلہ رو کرنا سنت ہے۔
۳۴- حالت تشہد میں دونوں ہاتھ رانوں پر رکھنا اور انگلیوں کو اپنی اصلی حالت میں اس طرح چھوڑنا کہ نہ کھلی ہوئی ہوں نہ ملی ہوئی ہوں۔
۳۵- انگلیوں کے کنارے گھٹنوں کے پاس ہونے چاہئیں۔
۳۶- تشہد میں اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ پر کلمہ کی انگلی سے اشارہ کرنا جسے سبابہ کہا جاتا ہے کیونکہ حدیث پاک میں ہے کہ نبی ﷺ جب تشہد میں کلمہ شہادت پر پہنچتے تو انگلی سے اشارہ کرتے، حرکت نہ دیتے۔ (ابوداؤد، نسائی) اور ترمذی و نسائی و بیہقی، ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نے ایک شخص کو دو انگلیوں سے اشارہ کرتے دیکھا تو فرمایا توحید کر، توحید کر۔ یعنی ایک انگلی سے اشارہ کر۔
۳۷- قعدہ اولیٰ کے بعد تیسری رکعت کے لئے زمین پر ہاتھ رکھے بغیر گھٹنوں پر زور دے کر اٹھنا لیکن حالت عذر میں اس کی بھی اجازت ہے۔
۳۸- آخری قعدہ میں تشہد کے بعد درود شریف پڑھنا سنت ہے۔
۳۹- درود کے بعد مسنون دعا پڑھنا سنت ہے۔
۴۰- پہلے دائیں طرف پھر بائیں طرف منہ پھیر کر "السلام علیکم ورحمۃ اللہ" دو بار کہنا اور امام کے لئے سنت یہ ہے کہ دونوں سلام بلند آواز سے کہے مگر دوسرا بہ نسبت پہلے کے پست آواز سے کہے۔
۴۱- امام کے لئے سلام کہتے وقت تمام مقتدیوں اور ساتھ رہنے والے فرشتوں کی نیت کرنا سنت ہے۔

۴- مستحباتِ نماز

نماز میں مندرجہ ذیل افعال مستحب ہیں۔

۱- حالت قیام میں سجدہ کی جگہ پر نظر کرنا۔

۲- رکوع میں قدم کی پشت پر دیکھنا۔

۳- سجدہ میں ناک پر نظر رکھنا۔

۴- قعدہ میں سینے پر نظر جمانا۔

۵- پہلے سلام میں دائیں شانے کو دیکھنا۔

۶- دوسرے سلام میں بائیں شانے پر نظر کرنا۔

۷- جمائی آئے تو منہ بند کئے رہنا اور اس سے جمائی نہ رکے تو ہونٹ دانت کے نیچے دبائے اور اس سے بھی نہ رکے تو قیام کی حالت میں دائیں ہاتھ کی پشت سے منہ ڈھانک لے اور قیام کے علاوہ دوسری حالت میں بائیں ہاتھ کی پشت سے۔ جمائی روکنے کا مجرب طریقہ یہ ہے کہ دل میں یہ خیال کرے کہ انبیاء علیہم السلام کو جمائی نہیں آتی تھی۔ دل میں یہ خیال لاتے ہی جمائی کا آنا بند ہو جائے گا۔

۸- مرد کے لئے تکبیر تحریمہ کے وقت ہاتھ کپڑے سے باہر نکالنا۔

۹- عورت کے لئے کپڑے کے اندر بہتر ہے۔

۱۰- جہاں تک ممکن ہو کھانسی کو دفع کرنا۔

۱۱- جب مکبر "حی علی الفلاح" کہے تو امام و مقتدی سب کا کھڑا ہو جانا۔

۱۲- جب مکبر "قد قامت الصلوٰۃ" کہے تو نماز شروع کر سکتا ہے مگر بہتر یہ ہے کہ اقامت پوری ہو جانے پر نماز شروع کرے۔

۱۳- دونوں پنجوں کے درمیان چار انگل کا فاصلہ ہونا۔

۱۴- مقتدی کو امام کے ساتھ شروع کرنا۔

۱۵- سجدہ زمین پر بلا کچھ بچھائے ہوئے کرنا۔

مفسداتِ نماز

ایسے امور جن کا نماز میں کرنا منع ہے، کرنے سے نماز ٹوٹ جاتی ہے انہیں مفسدات کہا جاتا ہے ان مفسدات کا دوسرا نام نواقض نماز بھی ہے، نماز ٹوٹ جانے کی صورت

میں نماز دوبارہ پڑھنی پڑتی ہے۔ نماز کو فاسد اور توڑنے والی چیزیں دو طرح کی ہیں۔ اول اقوال یعنی کلام گفتگو وغیرہ اور دوم افعال یعنی خلاف نماز کوئی کام اور حرکت وغیرہ کرنا۔ یہ دونوں چیزیں نماز کو توڑنے والی ہیں۔

اقوال یعنی نماز میں کسی سے بات کرنا مفسد نماز ہے۔ یہ بات جان بوجھ کر ہو یا بھول سے ہو تھوڑی ہو یا زیادہ، بیداری میں ہو یا نماز کی حالت میں نیند آ جانے کی وجہ سے، کسی کو نماز میں قصداً یا بھول کر سلام کرنا، یا کسی کے سلام کا قصداً، یا سہواً جواب دینا۔ نماز میں کسی کی چھینک کا جواب دینا یعنی یَرْحَمُكَ اللّٰهُ کہنا، بری خبر سن کر اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ یا کوئی اور لفظ کہنا۔ اچھی خبر سن کر ''الحمد للہ'' یا کوئی اور لفظ کہنا۔ اللہ کا نام سن کر ''جل جلالہ'' اور نبی اکرم ﷺ کا نام سن کر جواب کی نیت سے درود شریف پڑھنا۔ تعجب والی بات سن کر سبحان اللہ یا لا الہ الا اللہ کہنا۔ اپنے امام کے سوا دوسرے کو نماز میں لقمہ دینا۔ درد یا تکلیف کی وجہ سے آہ، اوہ یا اف کہنا۔ اگر بیماری سے بلا اختیار آہ، اوہ وغیرہ آواز نکلی تو معاف ہے۔ نماز کے اندر دعا میں ایسی چیز مانگنا جو عام طور پر آدمیوں سے مانگتے ہیں، نماز پوری ہونے سے پہلے قصداً سلام پھیرنا۔ اگر بھول کر سلام پھیر دیا تو کوئی حرج نہیں۔ آخر میں سجدۂ سہو کر لے۔ قرآن پاک سے دیکھ کر پڑھنا۔ قرآن پاک غلط پڑھنا۔ ان سب باتوں سے نماز ٹوٹ جائے گی۔

بلا عذر کھنکارنے اور مشارنے سے بھی نماز ٹوٹ جائے گی۔ ہاں اگر امام نے آواز صاف کرنے یا مقتدی نے امام کو غلطی پر آگاہ کرنے یا دوسرے کو اپنا نماز میں ہونا بتانے کے لئے کھنکارا تو نماز ہو جائے گی۔

قرآن پاک غلط پڑھنے سے اس وقت نماز فاسد ہوگی جبکہ قرأت قرآن میں ایسی غلطی ہوئی جس سے معنی بگڑ جائیں۔ اعرابی غلطیاں یعنی زیر، زبر، پیش وغیرہ اگر ایسی ہوں جن سے قرآن پاک کے معنی نہ بگڑتے ہوں تو یہ مفسد نماز نہیں۔

مفسدات نماز کی دوسری قسم افعال کی ہے یعنی نماز توڑنے والے فعل اور وہ یہ ہیں اول عمل کثیر نماز کو توڑ دیتا ہے۔ عمل کثیر اس عمل کو کہتے ہیں جو نہ نماز کے افعال جیسے ہو اور نہ نماز کی اصلاح و درستی کے لئے کیا جائے اور اس کام کے کرنے والے کو دور سے دیکھنے والا نماز میں نہ سمجھے اور اگر دور سے دیکھنے والا شک و شبہ میں ہو کہ نماز میں ہے یا نہیں تو یہ عمل قلیل ہے

اس سے نماز نہیں ٹوٹتی۔

نماز کے اندر قصداً یا بھول کر کھانے پینے سے نماز ٹوٹ جاتی ہے۔ دانتوں میں کھانے کی کوئی چیز رہ گئی تھی اس کو نگل گیا۔ اگر وہ چنے سے کم ہے تو نماز فاسد نہ ہوگی۔ ہاں مکروہ ہوجائے گی اور اگر چنے کے برابر ہے تو نماز ٹوٹ جائے گی۔ دانتوں سے خون نکلا، تو اگر نگلنے سے خون کا مزہ محسوس ہو تو نماز ٹوٹ جائے گی ورنہ نہیں۔ نماز سے پہلے کوئی میٹھی چیز کھائی تھی۔ اب صرف منہ میں اس کی مٹھاس وغیرہ کا اثر باقی رہ گیا ہے تو اس کے نگلنے سے نماز نہ ٹوٹے گی۔

نماز میں بلاضرورت قبلہ کی طرف ایک بار دو صفوں کی مقدار چلنے، بلا عذر قبلہ کی طرف سے سینہ پھیر دینے، امام سے آگے بڑھ جانے، نماز کے اندر تین لفظ لکھنے، درد اور مصیبت سے رونے، جماعت میں عاقل و بالغ عورت کے محاذی یعنی دائیں بائیں یا پیچھے کھڑے ہونے سے نماز ٹوٹ جائے گی۔ بالغ کا نماز میں قہقہہ لگا کر یعنی آواز سے ہنسنے سے نماز اور وضو دونوں ٹوٹ جائیں گے۔ نماز میں بلا خیال مسئلہ شرعی کے غیر نمازی کا کہا ماننے سے بھی نماز جاتی رہے گی۔ اگر غیر نمازی کے کہنے پر مسئلہ شرعی اور اطاعت رسول ﷺ کا خیال کر کے اپنی جگہ سے ہٹا تو نماز نہ ٹوٹے گی۔ جماعت میں امام کا ایسے شخص کو خلیفہ بنانے سے جو امامت کا اہل نہ ہو، امام کا بغیر خلیفہ بنانے کے مسجد سے باہر چلے جانا اور نمازی کا بے وضو ہونے کے بعد اسی جگہ ایک رکن کی ادائیگی کی مقدار کھڑے رہنے سے نماز ٹوٹ جائے گی یعنی اس پر اب بناء جائز نہیں۔

نماز کی حالت میں سانپ یا بچھو کو مارنے سے نماز نہیں ٹوٹتی جبکہ نہ تین قدم اپنی جگہ سے چلے اور نہ تین بار چلنا پڑے ورنہ نماز فاسد ہوجائے گی لیکن ان کو مارنے کی بہر حال اجازت ہے کیونکہ ترمذی میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ دو کالے چیزوں سانپ اور بچھو کو نماز میں مارو۔ سانپ اور بچھو کو نماز کی حالت میں مارنے کی اس وقت اجازت ہے جبکہ وہ سامنے سے گزریں اور ان کے ایذا دینے اور کاٹ کھانے کا خوف ہو اور اگر ان کے تکلیف پہنچانے کا اندیشہ نہ ہو تو مکروہ ہے۔

نماز میں ایک رکن میں تین بار کھجانے اور ہر بار ہاتھ اٹھانے سے نماز ٹوٹ جائے گی اور ایک بار ہاتھ اٹھانا اور کھجانا بلا عذر مکروہ ہے۔ نماز کے اندر کرتا یا پاجامہ پہنا، یا تہبند

باندھا تو نماز فاسد ہو جائے گی۔ اکثر نمازی سجدہ میں جاتے وقت دونوں ہاتھوں سے پاجامہ یا تہبند وغیرہ اوپر چڑھاتے ہیں، یہ سخت مکروہ ہے بلکہ ایک قول کے مطابق یہ عمل کثیر ہے جو مفسد نماز ہے۔

۵-مکروہات نماز

مکروہات نماز سے مراد وہ امور ہیں جن سے نماز فاسد تو نہیں ہوتی البتہ مکروہ ہو جاتی ہے اس لئے ان سے بچنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ مکروہات دو طرح کے ہیں۔ ایک تنزیہی اور دوسرے تحریمی جن کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے۔

(۱) مکروہات تنزیہی: نماز میں مندرجہ ذیل چیزیں مکروہ تنزیہی ہیں۔

اول رکوع وسجود میں بلا عذر تین تسبیح سے کم پڑھنا۔ ہاں اگر وقت تنگ ہو یا امام نے سجدہ سے سر اٹھا لیا تو امام کی متابعت میں، یا ریل وغیرہ کے چل جانے کا خوف ہو تو کوئی حرج نہیں، صاف کپڑوں کے ہوتے کام کاج کے میلے کچیلے کپڑوں میں نماز پڑھنا، گرمی اور سستی اور کپڑوں کو بوجھ سمجھنے کی وجہ سے ننگے سر نماز پڑھنا، نماز میں ٹوپی وغیرہ سر سے گر جائے تو ایک بار عمل قلیل سے اٹھا کر رکھ لینا افضل ہے۔ بار بار ہو تو نہ اٹھایا جائے۔ منہ میں کوئی چیز لئے نماز پڑھنا جو مانع قرات ہو۔ نماز میں پیشانی سے سے مٹی، گھاس یا پسینہ وغیرہ پونچھنا۔ ہاں اگر ناک سے پانی بہے تو اس کا پونچھ لینا بہتر ہے اور اگر مسجد میں گرنے کا اندیشہ ہو تو ضرور پونچھے۔ نماز میں انگلیوں پر تسبیحوں کا شمار کرنا بھی مکروہ ہے۔ نماز نفل ہو یا سنت وفرض ہاتھ یا سر کے اشارہ سے نماز میں کسی کے سلام کا جواب دینا۔ نماز میں بلا عذر چار زانوں (چوکڑی) بیٹھنا۔ دامن یا آستین سے ہوا پہنچانا یعنی پنکھا جھلنا، اسبال یعنی حد سے زیادہ کپڑے دراز رکھنا۔ جمائی کے وقت منہ کھلا رکھنا، قصداً انگڑائی لینا، کھانسنا، کھنکارنا اور تھوکنا بھی مکروہ ہے۔ مقتدی کو صف کے پیچھے اکیلے کھڑا ہونا اور منفرد کا صف میں کھڑا ہونا۔ بلا عذر ایک رکعت میں ایک ہی آیت یا سورت کو بار بار پڑھنا۔ سجدہ میں جاتے وقت بلا عذر گھٹنوں سے پہلے ہاتھ رکھنا اور اٹھتے وقت ہاتھوں سے پہلے گھٹنے اٹھانا اور اٹھتے وقت آگے پیچھے پاؤں اٹھانا۔ رکوع میں سر کو پشت سے اونچا یا نیچا کرنا۔ بلا عذر نماز میں دیوار یا عصا لاٹھی وغیرہ پر ٹیک لگانا، رکوع میں گھٹنوں پر اور سجدہ میں زمین پر ہاتھ نہ رکھنا، نماز میں آستین بچھا کر اس پر سجدہ کرنا، سجدہ میں پاؤں اور ہاتھوں کی انگلیوں کو قبلہ رخ سے

پھیرنا، دائیں بائیں جھومنا۔ ہاں تراویح یعنی آرام کے لئے کبھی ایک پاؤں پر زور دینا اور کبھی دوسرے پاؤں پر زور دینا سنت ہے۔ نماز میں آنکھیں بند رکھنا، ہاں خشوع وخضوع کی نیت سے آنکھیں بند رکھنا جائز ہے۔ مکھی اور مچھر کو بلاضرورت اڑانا۔ ہاں مچھر یا جوں اگر تکلیف دیتے ہوں تو عمل قلیل سے ان کو مارنا بھی جائز ہے۔ تلوار، کمان یا بندوق وغیرہ حمائل کیے ہوئے نماز پڑھنا بھی مکروہ ہے اگر ان کی وجہ سے توجہ ہٹے۔ اسی طرح ہاتھ میں کوئی چیز لئے نماز پڑھنا بھی مکروہ ہے۔ ہاں اگر اس کی حفاظت بغیر اٹھائے نہ ہوسکے تو جائز ہے۔ مرد کا سجدہ میں پیٹ کو رانوں سے چپکانا مکروہ ہے۔ نماز میں خوشبو وغیرہ سونگھنا بھی مکروہ ہے۔

امام کا تنہا محراب کے اندر کھڑا ہونا بھی مکروہ ہے۔ ہاں اگر امام محراب سے باہر کھڑا ہو اور سجدہ محراب کے اندر ہو تو مکروہ نہیں، امام کا تنہا اونچی جگہ کھڑا ہونا، امام کا نیچے کھڑا ہونا اور مقتدیوں کا بلند جگہ پر کھڑا ہونا بھی مکروہ اور خلاف سنت ہے۔ مسجد میں اپنے لئے نماز پڑھنے کی جگہ مخصوص کر لینا بھی مکروہ ہے۔ امام کا اس قدر جلدی نماز کے ارکان میں کھڑا ہونا کہ مقتدی مسنونہ اذکار ادا نہ کرسکیں اور امام کو جمعہ اور ظہر وعصر اور عید کی نمازوں میں ان سورتوں کا پڑھنا بھی مکروہ ہے جن میں سجدۂ تلاوت ہے (بہار شریعت جلد اول)

۲۔ <u>مکروہات تحریمی</u>: نماز میں یہ حرکات مکروہ تحریمہ ہیں جن سے اجتناب از حد ضروری ہے۔

اوّل، نماز میں عبث یعنی بے فائدہ کپڑوں یا داڑھی اور جسم کے ساتھ کھیلنا، سجدہ میں جاتے وقت کپڑوں کا آگے پیچھے سے سمیٹنا یا اٹھانا اگرچہ مٹی سے بچانے کے لئے ہو۔ سدل کرنا یعنی سر اور کندھے پر اس طرح چادر اور رومال ڈالنا کہ دونوں کنارے لٹکتے رہیں۔ ہاں اگر کپڑے کا ایک کنارہ دوسرے کندھے پر ڈال لیا تو یہ جائز ہے۔ کنکری وغیرہ کو سجدہ والی جگہ سے بلاعذر ہٹانا، کوئی ایک آستین آدھی کلائی سے اوپر زیادہ چڑھائے یا دامن سمیٹ کر نماز پڑھنا۔ پیشاب پاخانہ کی حاجت اور پیٹ میں غلبہ ریاح کے وقت نماز پڑھنا۔ ہاں اگر وقت تنگ ہو تو ایسی حالت میں نماز پڑھ سکتا ہے ورنہ نہیں۔ جوڑا باندھے نماز پڑھنا، نماز میں انگلیاں چٹکانا، یا ایک ہاتھ کی انگلیاں دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں ڈالنا جس کو تشبیک کہتے ہیں۔ یہ نماز کے انتظار میں بھی مکروہ تحریمی ہے۔ نماز میں کولہے یا کمر پر ہاتھ رکھنا۔ یہ نماز کے علاوہ بھی مکروہ ہے۔ منہ پھیر کر ادھر ادھر دیکھنا، آسمان کی طرف نظر اٹھانا، دونوں سجدوں کے درمیان یا تشہد میں کتے کی طرح بیٹھنا یعنی گھٹنوں کو سینہ سے ملا کر، دونوں ہاتھ

زمین پر رکھ کر سرین کے بل بیٹھنا، مرد کا سجدہ میں کلائیوں کو بچھانا، کسی شخص کے منہ کے سامنے نماز پڑھنا، اسی طرح دوسرے شخص کو بھی نمازی کی طرف منہ کر کے بیٹھنا مکروہ ہے۔ چادر وغیرہ اس طرح لپیٹنا کہ ہاتھ باہر نہ ہو، اعتجار، یعنی پگڑی اس طرح باندھنا کہ درمیان سے سر ننگا رہے۔ کپڑے سے منہ اور ناک چھپانا یعنی ڈھاٹا باندھ کر نماز پڑھنا۔ بلاضرورت کھنکار نکالنا۔ نماز میں اپنے آپ جمائی لینا، خود آئے تو حرج نہیں لیکن اس کو روکنا مستحب ہے۔ جاندار کی تصویروں والے کپڑے میں نماز پڑھنا، نمازی کے سر کے اوپر یا دائیں بائیں یا سامنے تصویروں کا ہونا۔ ہاں جیب یا تھیلے وغیرہ میں تصویر پڑی ہو تو نماز مکروہ نہیں۔ رکوع و سجود اور قومہ و جلسہ میں اطمینان نہ کرنا۔ قیام کے علاوہ اور کسی جگہ میں قرآن پڑھنا یا رکوع میں قرات کرنا۔ امام سے پہلے مقتدی کا رکوع و سجود وغیرہ میں جانا یا اس سے سر اٹھانا۔ دوسرا کپڑا ہوتے ہوئے صرف پاجامہ یا تہبند باندھ کر نماز پڑھنا۔ تنہا امام کا ایک ہاتھ اونچے چبوترے پر اور مقتدیوں کا بلاعذر نیچے کھڑا ہونا۔ امام کا کسی آنے والے کی خاطر نماز کو لمبا کرنا۔ ہاں اگر نماز میں اس کی شمولیت کی نیت سے ایک دو تسبیح کی مقدار لمبا کیا تو حرج نہیں۔ جلدی میں صف کے پیچھے ہی اللہ اکبر کہہ کر شامل ہونا اور پھر صف میں بعد میں شامل ہونا، غصب شدہ زمین اور پرائے کھیت میں جس میں فصل موجود ہو یا ہل جوتے ہوئے کھیت میں نماز پڑھنا۔ کسی قبر کے سامنے نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔ کافروں کے عبادت خانوں میں نماز پڑھنا، الٹا کپڑا پہن کر اور کرتے یا اچکن وغیرہ کے بند اور بٹن کھلے چھوڑ کر نماز پڑھنا بھی مکروہ ہے۔ (بہار شریعت)

۶- نماز توڑنے کی جائز صورتیں

نماز پڑھنے والے! تجھے یہ معلوم چاہئے کہ نماز شروع کرنے کے بعد اسے بلاعذر اور بغیر کسی مجبوری کے توڑنا حرام ہے لیکن بعض صورتیں ایسی ہیں جن میں نماز توڑنا جائز ہے اور نماز توڑنے والے پر کوئی گناہ نہیں ہوتا۔

۱- کسی کی جان بچانے کیلئے نماز توڑنا

نمازی کے قریب اگر کوئی شخص زندگی اور موت کی کشمکش میں مبتلا ہو یعنی کوئی شخص پانی میں ڈوب رہا ہے یا جل رہا ہے یا کسی حادثہ میں مبتلا ہو گیا ہے اور اس کی جان خطرے میں

ہے یا کسی پر کسی درندے نے حملہ کر دیا ہو تو اس صورت میں نماز توڑ کر اس کی جان بچانا فرض ہے۔ اگر ایسی صورت میں کوئی نماز پڑھتا رہے اور مرنے والے کی مدد نہ کرے تو گنہگار اور مجرم ہوگا۔

۲-اپنی جان بچانے کیلئے نماز توڑنا

اگر نمازی کی اپنی جان کسی وجہ سے خطرے میں پڑ جائے مثلاً چھت گرنے کے فوراً آثار پیدا ہو جائیں یا درندہ حملہ کر دے، نماز پڑھتے ہوئے سانپ آ جائے، نماز پڑھنے والی جگہ پر یکدم سیلاب آ جائے یا شدید طوفان آ جائے یا فوراً ایسی صورتحال پیدا ہو جائے کہ جس سے موت کا خطرہ پیدا ہو جائے تو اس صورت میں نماز توڑنا فرض ہے۔

۳-نماز توڑنے کی واجب صورت

نماز توڑنے کی واجب صورت یہ ہے کہ نماز پڑھنے والے کے والدین کسی مصیبت میں ہوں یا سخت بیمار ہوں یا وہ اچانک گر جائیں اور وہ بلائیں تو نماز توڑ کر ان کی مدد کرنا واجب ہے لیکن اگر کوئی دوسرا ان کی مدد کرنے والا موجود ہو تو نماز توڑنا ممنوع ہے۔ نماز توڑنے کی واجب صورت یہ بھی ہے کہ اگر کسی کو بجلی کا کرنٹ لگ جائے اور نمازی کے کان میں اس کی پکار یا رونے چیخنے کی آواز پڑ جائے تو نماز توڑ کر اس کی صورتحال پر مدد کرنا واجب ہے اگر نمازی کے قریب آگ لگ جائے جس سے اپنی یا کسی دوسرے کی جان کا خطرہ پیدا ہو جائے تو اس صورت میں بھی نماز توڑنا واجب ہے۔

۴-نماز توڑنے کی مستحب صورت

پیشاب پاخانہ قابو سے باہر معلوم ہوا یا اپنے کپڑے پر اتنی کم نجاست دیکھی، جتنی نجاست کے ہوتے ہوئے نماز ہو سکتی ہے یا نمازی کو کسی اجنبی عورت نے چھو دیا تو ان تینوں صورتوں میں نماز توڑ دینا مستحب ہے۔

۵-نماز توڑنے کی مباح صورتیں

ان صورتوں میں فرض نماز توڑ دینا مباح ہے۔ ریلوے سٹیشن کے پلیٹ فارم پر نماز پڑھتے وقت ریل گاڑی چل پڑی اور گاڑی میں اپنا اسباب یا اہل وعیال ہیں تو نماز توڑ کر گاڑی میں بیٹھنا جائز ہے یا جوتی دروازے پر اتاری تھی اور کسی جوتی چور نے جوتی اٹھالی ہے

یا رات کو مرغی کھلی رہ گئی تھی، بلی اس کی طرف جھپٹی ہے، یا نماز کی حالت میں دودھ جوش کھا کر پتیلی سے باہر نکلنے لگا یا ہانڈی ابلنے لگی تو ایک درہم (ساڑھے تین ماشہ چاندی) تک کے نقصان سے بچنے کی لئے نماز کو توڑ کر اس کو درست کر دینا جائز ہے۔ اسی طرح اگر سواری کا جانور بھاگ جائے یا نفل پڑھتے وقت جنازہ آ گیا اور نمازی کو خدشہ ہے کہ نماز نفل پوری کرنے میں نماز جنازہ نہ ملے گا تو نفل کو توڑ کر نماز جنازہ میں شریک ہو جائے اور نفل کو قضا کر لے اور اگر فرض نماز پڑھتے وقت جنازہ آ گیا اور خوف ہے کہ نماز فرض سے فراغت پانے سے پہلے نماز جنازہ فوت ہو چکے گی تو فرض کو قطع نہ کرے کیونکہ وہ نماز جنازہ سے قوی تر ہے۔

۶- جماعت میں شامل ہونے کیلئے نماز توڑنا

اگر کوئی شخص اکیلا فرض نماز پڑھنا شروع کر دے لیکن اسی دوران جماعت کھڑی ہو جائے تو اسے دائیں طرف سلام پھیر کر جماعت میں شامل ہونا چاہئے۔ بشرطیکہ پہلی رکعت میں سجدہ ابھی نہ کیا ہو اور اگر نماز فجر یا مغرب میں پہلی رکعت کا سجدہ کر چکا ہے تو بھی نماز توڑ کر امام کی اقتداء کرے اور اگر ظہر یا عصر یا عشاء کی نماز ہے تو وجوبا ایک رکعت اور ملا کر توڑے اور اقتداء کرے تاکہ دو رکعتیں نفل ہو جائیں اور جماعت بھی ہاتھ سے نہ جائے اور اگر فجر و مغرب میں دوسری رکعت کا سجدہ کر چکا ہے تو اب اسی کو پورا کرے اور اقتداء نہ کرے۔

(۱۷) سجدۂ سہو

سہو کا مطلب بھول کر کسی بات کا رہ جانا۔ چنانچہ نماز میں اگر بھول کر نسیان سے یا شک سے کچھ کمی یا زیادتی ہو جائے تو اس کی بیشی کی تلافی کے لئے نماز کے آخری قعدہ میں دو سجدہ کرنے کو سجدۂ سہو کہا جاتا ہے۔ یہ سجدہ واجب ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تحقیق ایک تمہارا جس وقت کہ کھڑا ہو کر نماز پڑھتا ہے اس کے پاس شیطان آیا، شبہ ڈالتا ہے اس پر یہاں تک کہ نہیں جانتا کہ کتنی نماز پڑھی جس وقت کہ پائے ایک تمہارا چاہئے کہ دو سجدے کرے۔ اس حالت میں کہ وہ بیٹھا ہو۔ (صحیح مسلم)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نمازی جب نماز پڑھتا ہے تو شیطان وسوسے کے

ذریعے بھلا دیتا ہے جس سے نماز میں کمی یا بیشی کا گمان پیدا ہو جاتا ہے۔ اگر ایسی صورت پیدا ہو جائے تو اس حال میں سجدۂ سہو کر کے نماز درست ہو جاتی ہے۔

۱-سجدۂ سہو کا طریقہ

سجدۂ سہو کا طریقہ یہ ہے کہ نماز کے آخری قعدے میں التحیات پڑھ لینے کے بعد دائیں طرف سلام پھیرے اور اللہ اکبر کہہ کر سجدہ کرے، سجدے میں تین مرتبہ تسبیح پڑھنے کے بعد اللہ اکبر کہہ کر سجدے سے اٹھے۔ اطمینان سے بیٹھے، پھر اللہ اکبر کہہ کر سجدے میں جائے، سجدے میں تسبیح پڑھے۔ اس کے بعد یعنی دو سجدے مکمل کر لینے کے بعد اٹھے اور قعدے میں بیٹھ جائے اور حسب دستور پھر التحیات درود شریف اور دعا پڑھ کر سلام پھیرے اور اس طرح نماز مکمل کرے۔

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ تحقیق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھائی لوگوں کو، پھر بھول گئے، پھر دو سجدے کئے۔ پھر التحیات پڑھی۔ پھر سلام پھیرا۔ (ترمذی شریف)

نماز میں بھول اور غلطی سے جو کمی واقع ہوتی ہے، سجدۂ سہو سے اس کی اصلاح ہو کر نماز صحیح اور مکمل ہو جاتی ہے۔ اگر جان بوجھ کر کوئی واجب ترک کیا تو سجدۂ سہو سے نماز درست نہیں ہوگی بلکہ از سر نو نماز پڑھی جائے۔ اسی طرح فرض چھوٹ جانے سے بھی نماز جاتی رہتی ہے۔ سجدۂ سہو سے نماز صحیح نہ ہوگی لہٰذا اس نماز کا دوبارہ پڑھنا فرض ہے۔

فرض، واجب اور سنت و نفل سب نمازوں کے لئے سجدۂ سہو کا حکم برابر ایک ہی ہے۔ اسی طرح ایک نماز میں کئی واجب ترک ہو جائیں تو سب کی طرف سے آخر میں صرف ایک بار دو سجدے سہو کے کافی ہیں۔

۲-مسائل سجدۂ سہو

سجدۂ سہو کے متعلق شرعی مسائل مندرجہ ذیل ہیں۔

۱-مسئلہ: واجبات نماز اور ارکان نماز کو ہمیشہ دھیان میں رکھنا لازم ہے کہ نماز کی حالت میں کسی رکن (فرض نماز) کو اپنی جگہ سے ہٹا کر مثلاً پہلے یا بعد میں پڑھا" یا اسے دوبار کیا۔ حالانکہ فرض ایک ہی بار ہے یا جو کام نماز میں دو بار کئے جاتے ہیں ان میں ترتیب چھوڑ دی۔ یا واجبات نماز میں ردوبدل کر دیا یا ان میں ترتیب چھوٹ گئی تو ان سب صورتوں میں بھی

سجدۂ سہو واجب ہے۔(بہار شریعت)

۲۔مسئلہ: فرض کی پہلی دو رکعتوں میں اور نفل وسنت و وتر کی کسی رکعت میں سورۂ الحمد کی ایک آیت بھی رہ گئی یا سورت سے پہلے ہی دو بار الحمد پڑھ لی یا پہلے سورت پڑھ لی اور بعد میں الحمد پڑھی تو ان سب صورتوں میں سجدۂ سہو واجب ہے۔ہاں الحمد کے بعد سورت پڑھی۔اس کے بعد پھر الحمد پڑھی یا فرض کی پچھلی رکعتوں میں سورۂ الحمد دو بار پڑھ لی تو سجدۂ سہو واجب نہیں۔یونہی فرض کی پچھلی رکعتوں میں سورت ملائی تو سجدہ واجب نہیں۔(فتاویٰ عالمگیری)

۳۔مسئلہ: تعدیل ارکان (یعنی رکوع وسجود وقومہ اور جلسہ میں کم از کم ایک بار سبحان اللہ کہنے کی مقدار ٹھہرنا) بھول گیا تو سجدۂ سہو واجب ہے۔(فتاویٰ عالمگیری)

٤۔مسئلہ: فرض نماز میں پہلا قعدہ بھول جائے تو جب تک سیدھا کھڑا نہ ہوا ہو لوٹ آئے اور سجدۂ سہو نہیں اور اگر سیدھا کھڑا ہو گیا تو نہ لوٹے اور آخر میں سجدۂ سہو کرے۔سیدھا کھڑا ہو کر لوٹ آئے تب بھی کھڑا ہو جائے اور بعد میں سجدۂ سہو کر لے۔(درمختار)

۵۔مسئلہ: قعدۂ اخیرہ بھول جائے تو جب تک اس رکعت کا سجدہ نہ کیا ہو، لوٹ آئے اور سجدۂ سہو کرے اور اگر اس رکعت کا سجدہ کر لیا تو سجدے سے سر اٹھاتے ہی وہ فرض نفل ہو گیا لہٰذا اگر چاہے تو مغرب کے علاوہ اور نمازوں میں ایک رکعت اور ملا لے تاکہ رکعتیں دو ہو جائیں، تنہا رکعت نہ رہے۔اگرچہ وہ فجر یا عصر کی نماز ہو، مغرب میں اور نہ ملائے کہ چار پوری ہو گئیں۔(درمختار)

٦۔مسئلہ: نفل کا ہر قعدہ، قعدۂ اخیرہ ہے یعنی فرض ہے۔اگر قعدہ نہ کیا اور بھول کر کھڑا ہو گیا تو جب تک اس رکعت کا سجدہ نہ کیا ہو، لوٹ آئے اور سجدۂ سہو کرے اور واجب نماز فرض کے حکم میں ہے لہٰذا وتر کا پہلا قعدہ بھول جائے تو وہی حکم ہے جو فرض کے قعدۂ اولیٰ بھول جانے کا ہے۔(درمختار)

۷۔مسئلہ: التحیات پڑھنے کی مقدار قعدۂ اخیرہ کر چکا تھا اور کھڑا ہو گیا تو جب تک اس رکعت کا سجدہ نہ کیا ہو لوٹ آئے اور سجدۂ سہو کر کے سلام پھیر دے۔اس حالت میں سجدۂ سہو سے پہلے التحیات نہ پڑھے۔(درمختار)

۸۔مسئلہ: قعدۂ اولیٰ میں التحیات کے بعد اتنا پڑھا "اللّٰھم صلِّ علیٰ محمد" تو سجدۂ سہو واجب ہے۔اس وجہ سے نہیں کہ درود شریف پڑھا بلکہ اس وجہ سے کہ تیسری رکعت کے قیام میں دیر

لگی تو اگر اتنی دیر تک خاموش رہے تب بھی سجدۂ سہو واجب ہے جیسے قعدہ اور رکوع وسجود میں قرآن پڑھنے سے سجدۂ سہو واجب ہے۔ حالانکہ وہ کلام الٰہی ہے۔ (درمختار، ردالمختار)

۹-مسئلہ: دعائے قنوت یا وہ تکبیر بھول جائے جو دعائے قنوت پڑھنے کے لئے پڑھی جاتی ہے تو سجدۂ سہو واجب ہے۔ (فتاویٰ عالمگیری)

۱۰-مسئلہ: جس پر سجدۂ سہو واجب تھا اسے یہ یاد ہی نہ رہا کہ سجدۂ سہو کرنا ہے اور نماز ختم کرنے کے لئے سلام پھیر دیا تو ابھی نماز سے باہر نہ ہوا لہٰذا جب تک کوئی ایسا کام جو نماز فاسد کر دیتا ہے نہ کیا ہو، اسے حکم ہے کہ سجدۂ سہو کرے اور پھر اپنی نماز پوری کرے۔ (درمختار)

۱۱-مسئلہ: اگر کسی کو بالغ ہونے کے بعد پہلی بار تعداد رکعات میں شک ہوا کہ تین ہوئیں یا چار تو وہ نماز از سر نو پڑھے اور اگر یہ شک پہلی بار نہیں بلکہ پہلے بھی شک ہوتا رہا ہو تو وہ گمان غالب پر عمل کرے اور اس پر سجدۂ سہو نہیں۔ ہاں اگر یہ سوچنے میں بقدر ایک رکن دیر کی تو سجدۂ سہو واجب ہو جائے گا۔ اگر گمان غالب کسی جانب نہ ہو تو تھوڑی رکعتوں کو اختیار کیا جائے یعنی تین اور چار میں شک ہو تو تین۔ دو اور تین میں ہو تو دو رکعتوں کو اختیار کیا جائے اور تیسری اور چوتھی رکعت میں قعدہ کیا جائے اور آخری قعدہ کے بعد سجدۂ سہو کر کے سلام پھیرا جائے اگر وتر کی نماز میں شک پیدا ہو کہ یہ دوسری رکعت ہے یا تیسری تو اس رکعت میں قنوت پڑھ کر قعدہ کیا جائے اور قعدہ کے بعد ایک رکعت اور پڑھی جائے اور اس میں بھی قنوت پڑھی جائے اور آخر میں سجدۂ سہو کیا جائے۔

۱۲-مسئلہ: امام نے اگر جہری نماز میں ایک آیت آہستہ پڑھی یا سری نماز میں اونچی آواز سے پڑھی، اکیلے نمازی نے سری نماز میں آواز سے اتنی قرات کی، وتر میں دعائے قنوت یا دعائے قنوت کی تکبیر رہ گئی تو سجدۂ سہو واجب ہے۔ نماز عید کی سب تکبیریں یا بعض بھول کر رہ جائیں یا زیادہ یا غیر محل کہہ دیں تو ان تمام صورتوں میں سجدۂ سہو واجب ہے لیکن جمعہ وعیدین میں اگر اجتماع بہت زیادہ ہو تو بہتر یہ ہے کہ سجدۂ سہو نہ کیا جائے۔

اگر مقتدی کو امام کے پیچھے سہو واقع ہو تو اس پر سجدۂ سہو واجب نہیں، اگر مقتدی کی کچھ نماز باقی تھی اور اس نے بھول کر امام کے ساتھ سلام پھیر دیا تو وہ بقایا نماز پڑھنے کے لئے فوراً کھڑا ہو گیا اس پر سجدہ سہو واجب نہیں۔ اگر امام مسافر ہے اور مقتدی مقیم، تو امام کو سہو ہونے کی صورت میں مقتدی بھی امام کے ساتھ سجدۂ سہو کرے۔ اگر سجدہ تلاوت رہ جائے تو یاد آنے

پر سجدہ کیا جائے اور آخر میں سجدۂ سہو بھی کیا جائے۔ سنت و مستحب مثلاً تعوذ، تسمیہ، آمین، تکبیریں اور تسبیحیں وغیرہ رہ جانے سے سجدۂ سہو واجب نہیں نماز ہو جائے گی۔

(۱۸) سنتیں اور نوافل

سنتیں دو قسم کی ہیں۔ ایک سنتِ موکدہ ہے اور دوسری سنت غیر موکدہ۔

موکدہ سنت وہ ہے جس کو نبی اکرم ﷺ نے ہمیشہ کیا ہو یا اس کے کرنے کی تاکید فرمائی ہو۔ اس کو سنن الہدیٰ بھی کہتے ہیں۔ اس کا چھوڑنا گناہ اساءت ہے اور کرنا ثواب ہے اور کبھی کبھار چھوڑ دینے پر عتاب ہے اور سنت موکدہ کو چھوڑ دینے کی ہمیشہ عادت بنالینا عذاب الٰہی کا موجب ہے۔

پنجگانہ نماز کے ہمراہ پڑھی جانے والی موکدہ سنتوں کی شریعت میں بہت تاکید آئی ہے بلا عذر ایک بار چھوڑنے والا مستحق ملامت ہے اور بطور عادت نہ پڑھنے والا فاسق و مردود الشہادت اور مستحق عذاب ہے اور بعض ائمہ دین نے ایسے شخص کو گمراہ بھی ٹھہرایا ہے بلکہ ایسے شخص کا شفاعت سے محروم ہونے کا اندیشہ ہے کیونکہ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد پاک ہے کہ جو میری سنت کو چھوڑ دے گا اسے میری شفاعت نہ ملے گی۔

سنت موکدہ یہ ہیں۔ (۱) دو رکعت نماز فجر سے پہلے۔ (۲) چار ظہر سے پہلے اور (۳) دو بعد ظہر (۴) دو رکعت مغرب کے بعد اور (۵) دو عشاء کے بعد (۶) چار رکعت نماز جمعہ سے پہلے (۷) اور چھ جمعہ کے بعد۔ چونکہ نبی اکرم ﷺ نے چار بھی پڑھی ہیں اور دو بھی پڑھی ہیں اس لئے افضل یہ ہے کہ جمعہ کے بعد پہلے چار پڑھے اور پھر دو پڑھے تاکہ دونوں پر عمل ہو جائے۔ سب سنتوں میں قوی تر سنت فجر ہے۔ حتیٰ کہ بعض نے ان کو واجب بھی کہا ہے۔ ان کے بعد زیادہ تاکید ظہر کی سنتوں کی ہے۔ پھر مغرب و عشاء کی سنتوں کی ہے۔

سنت غیر موکدہ نبی اکرم ﷺ کا وہ فعل ہے جس پر شرعاً تاکید نہ فرمائی ہو۔ اس کو سنن الزوائد بھی کہتے ہیں۔ فقہاء کبھی اس کو "مستحب اور مندوب" بھی کہتے ہیں۔ اس کا کرنا ثواب ہے اور اس کا چھوڑنا اچھا تو نہیں لیکن موجب عتاب و عذاب بھی نہیں۔

پنجگانہ نماز کے ساتھ پڑھی جانے والی غیر موکدہ سنتیں بہت فضیلت والی ہیں اور وہ یہ ہیں۔ ظہر کے بعد چار رکعتیں۔ حدیث میں ارشاد ہے جس نے ظہر کے بعد چار رکعتوں کی

پابندی اور محافظت کی اللہ تعالیٰ اس پر دوزخ کی آگ حرام فرمادے گا۔ (ترمذی)

علامہ سید طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ وہ سرے سے آگ میں داخل ہی نہ ہوگا اور اس کے گناہ مٹا دیئے جائیں گے اور اس پر جو دوسروں کے حقوق ہیں اللہ تعالیٰ اس کے فریق کو راضی کردے گا یا حدیث کا یہ معنی ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے ایسے کاموں کی توفیق دے گا جن پر سزا نہ ہو اور علامہ شامی فرماتے ہیں اس کے لئے بشارت ہے کہ اس کا خاتمہ ایمان وسعادت پر ہوگا اور دوزخ سے محفوظ رہے گا۔

عصر سے پہلے چار رکعتیں پڑھنا بھی مستحب اور سنت غیر موکدہ ہے اور مغرب کی دو سنتوں کے بعد دو یا چار یا چھ رکعتیں پڑھنا مستحب وسنت غیر موکدہ ہیں۔ اس کو نماز اوابین کہتے ہیں۔ عشاء سے پہلے چار رکعت، نیز عشاء کے بعد بھی چار رکعت مستحب ہیں اور دو رکعت پڑھنے سے بھی مستحب اور سنت غیر موکدہ ادا ہو جائے گی۔

سنت وفرض کے درمیان کلام کرنے سے سنت باطل تو نہیں ہوتی لیکن ثواب یقیناً کم ہو جاتا ہے۔

سنتوں اور نوافل کی اہمیت وفضیلت کے متعلق نبی اکرم ﷺ کی احادیث مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔سنتوں کی عام فضیلت

ام المومنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا جس نے دن رات میں (فرضوں کے علاوہ) بارہ رکعتیں پڑھیں اس کے لئے جنت میں ایک گھر بنایا جائے گا۔ چار رکعتیں ظہر سے پہلے اور دو رکعتیں اس کے بعد اور دو رکعتیں مغرب کے بعد اور دو رکعتیں عشاء کے بعد اور دو رکعتیں نماز فجر سے پہلے۔ (ترمذی)

ایک اور روایت ہے آپ فرماتی ہیں کہ میں نے خود سنا کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جس مسلمان بندے نے روزانہ فرضوں کے علاوہ یہ بارہ رکعتیں تطوع (نفل وسنت) کی پڑھیں۔ اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت میں ایک مکان بنائے گا۔ (مسلم شریف)

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا جو ان (بارہ سنتوں) کو پابندی سے ہمیشہ پڑھے گا۔ جنت میں داخل ہوگا۔ (نسائی شریف)

۔فضیلت سنت فجر

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ فجر کی سنتیں

نہ چھوڑو اگر چہ تم پر دشمنوں کے گھوڑے ہی چڑھ آئیں۔(ابوداؤد)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کی جتنی محافظت اور پابندی فرماتے، کسی اور نفل (وسنت) کی نہیں کرتے تھے۔(بخاری شریف)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ فجر کی دو رکعتیں سنت دنیاو مافیہا سے بہتر ہیں۔(مسلم شریف)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے کوئی ایسا عمل بتائیں جس سے اللہ تعالیٰ مجھے بہت نفع دے۔ آپ نے ارشاد فرمایا۔ فجر کی سنت کی دونوں رکعتوں کو لازم کرلو۔ ان میں بڑی فضیلت ہے۔(طبرانی)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ قُلْ ھُوَاللہُ اَحَد" تہائی قرآن کے برابر ہے اور قُلْ یٰاَیُّھَا الْکَافِرُوْنَ چوتھائی قرآن کے برابر ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان دونوں کو فجر کی سنتوں میں پڑھتے اور فرماتے ان میں زمانہ کی رغبتیں ہیں۔(مسند ابویعلیٰ)

۳-فضیلت سنت ظہر

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس نے ظہر سے پہلے چار اور بعد میں چار رکعتوں کی محافظت و پابندی کی اللہ تعالیٰ اس پر (دوزخ کی) آگ حرام فرمادے گا۔(ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ)

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ ظہر سے پہلے چار رکعتیں (سنت پڑھنا) جن کے درمیان سلام نہ پھیرا جائے۔(یعنی ایک سلام سے پڑھی جائیں) ان کے لئے آسمان کے دروازے کھولے جاتے ہیں (یعنی جلدی قبول ہوتی ہے)۔(ابوداؤد، ابن ماجہ)

حضرت عبداللہ بن سائب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سورج ڈھلنے کے بعد، ظہر (کے فرضوں سے پہلے) چار رکعت سنت پڑھتے اور فرماتے۔ یہ ایسی گھڑی ہے کہ اس میں آسمان کے دروازے کھولے جاتے ہیں لہٰذا میں پسند کرتا ہوں کہ اس میں میرا کوئی اچھا عمل بلند کیا جائے۔(ترمذی شریف)

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دوپہر کے بعد (ظہر کے فرضوں سے پہلے) چار رکعت پڑھنے کو بہت محبوب رکھتے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی۔

یارسول اللہ ﷺ! میں دیکھتی ہوں کہ آپ اس وقت میں نماز کو بڑا محبوب رکھتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔ اس وقت آسمان کے (یعنی رحمتوں کے) دروازے کھولے جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ مخلوق کی طرف نظرِ رحمت فرماتا ہے اور اس نماز پر حضرت آدم، نوح، ابراہیم، موسیٰ اور عیسیٰ علیہم السلام نے پابندی اور محافظت کی۔ (بزاز)

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا جس نے ظہر سے پہلے چار رکعتیں پڑھیں گویا اس نے تہجد کی چار رکعتیں پڑھیں اور جس نے عشاء کے (فرضوں کے) بعد چار رکعتیں پڑھیں تو یہ شب قدر میں چار رکعتوں کی مثل ہیں۔ (طبرانی)

۴۔فضیلت سنتِ عصر

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم کرے جس نے عصر سے پہلے چار رکعتیں پڑھیں۔ (ابوداؤد شریف)

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا جو عصر سے پہلے چار رکعتیں پڑھے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کے جسم کو دوزخ (کی آگ) پر حرام فرمادے گا۔ (طبرانی)

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ حضور ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مجمع میں جس میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ ارشاد فرمایا جو عصر سے پہلے چار رکعتیں پڑھے، اسے (دوزخ کی) آگ نہ چھوئے گی۔ (طبرانی)

۵۔فضیلت سنتِ مغرب

حضرت مکحول رحمۃ اللہ علیہ سے مرسلاً روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص مغرب کے بعد کلام کرنے سے پہلے دو رکعت پڑھے، دوسری روایت میں ہے کہ چار رکعت پڑھے تو اس کی نماز علیین میں اٹھائی جاتی ہے یعنی بہت جلدی قبولیت پاتی ہے۔ نیز حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں یہ بھی ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مغرب کے بعد کی دونوں رکعتیں جلدی پڑھو کہ وہ فرضوں کے ساتھ بارگاہِ الٰہی میں پیش ہوتی ہیں۔ (مشکوٰۃ شریف)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ "ادبارِ نجوم" فجر کے پہلے کی دو رکعتیں ہیں اور "ادبارِ سجود" مغرب کے بعد کی دو رکعت ہیں (ترمذی)

۶-فضیلت سنت ونفل عشاء

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عشاء کی فرض نماز پڑھ کر میرے گھر تشریف لاتے تو چار یا چھ رکعتیں پڑھتے۔ (ابوداؤد)

(۱۹) نفلی نمازیں

مختلف اوقات میں پڑھے جانے والے نوافل کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

۱-تحیۃ الوضوء

اہل تقویٰ کا شیوہ ہے کہ وہ وضو کرنے کے بعد دو رکعت نفل پڑھتے ہیں جسے تحیۃ الوضوء کہا جاتا ہے اس کی بہت فضیلت ہے جو شخص خلوص دل سے تحیۃ الوضوء پڑھے۔ اسے اللہ جنت میں داخل کرے گا۔ اس کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث یہ ہے۔

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں کوئی مسلمان جو وضو کرے۔ پس اچھا وضو کرے، پھر کھڑے ہو کر نماز پڑھے۔ متوجہ ہو ان دونوں پر اپنے دل کے ساتھ اور اپنے چہرہ کے ساتھ مگر اس کے لئے جنت واجب ہو جاتی ہے۔ (مسلم)

دوسری حدیث میں ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا جس نے میرے وضو کی طرح وضو کیا پھر پوری توجہ اور حضور قلب کے ساتھ دو رکعتیں پڑھے۔ اس کے پچھلے گناہ بخش دیئے جائیں گے۔ (بخاری شریف)

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ وضو سے فارغ ہوتے ہی اعضاء خشک ہونے سے پہلے دو رکعت نفل پڑھنا مستحب ہے لیکن یہ نوافل مکروہ اوقات میں نہ پڑھے۔ ایسے ہی غسل کے بعد بھی ان رکعتوں کا پڑھ لینا سنت ہے کیونکہ غسل کے ساتھ وضو بھی ہو جاتا ہے۔ اس نماز میں سورۂ کافرون اور سورۂ اخلاص پڑھنا سنت ہے۔

۲-تحیۃ المسجد

مسجد میں داخل ہونے پر اللہ کے حضور جو نوافل مسجد میں بیٹھنے یا داخل ہونے پر شکرانے کے طور پر پڑھے جاتے ہیں انہیں تحیۃ المسجد کہا جاتا ہے کیونکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ جب تم میں سے کوئی آدمی مسجد میں داخل ہو تو وہ دو رکعت پڑھے۔

معلوم ہوا کہ تحیۃ المسجد نماز کی دو رکعت ہیں اور یہ مسجد میں داخل ہونے کے بعد، بیٹھنے

سے پہلے پڑھنا سنت ہے اگر بھول کر بیٹھنے کے بعد پڑھے تو بھی درست ہے۔ روزانہ صرف ایک بار تحیۃ المسجد پڑھنا کافی ہے۔

اگر کوئی آدمی بے وضو مسجد میں گیا یا ایسے وقت جس میں نفل نماز مکروہ ہے۔ مثلاً طلوع فجر یا نماز عصر کے بعد تو وہ چار بار سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر پڑھ لے، مسجد کا حق ادا ہو جائے گا۔ تحیۃ المسجد نماز کی چار رکعت بھی منقول ہیں۔

۳-نماز اشراق

نماز اشراق کی دو رکعت بھی ہیں اور چار رکعت بھی منقول ہیں۔ اس کا وقت طلوع آفتاب کے بیس منٹ بعد شروع ہوتا ہے اور سورج کے گرم ہونے تک رہتا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو کوئی فجر کی نماز جماعت سے ادا کر کے طلوع آفتاب تک بیٹھ کر ذکر الٰہی میں مشغول رہے۔ پھر دو رکعت پڑھے تو اس کے لئے پورے حج اور عمرے کا ثواب ہے اس کے تمام گناہ بخش دیئے جاتے ہیں خواہ کف دریا کے برابر ہوں اور اگر طلوع آفتاب کے بعد چار رکعتیں پڑھے گا تو خداوند تعالیٰ شام تک اس کو تمام آفتوں اور برائیوں اور تقصیروں سے محفوظ رکھے گا۔ (ترمذی شریف)

اس نماز میں افضل یہ ہے کہ پہلی رکعت میں سورۂ والشمس اور دوسری رکعت میں والضحیٰ پڑھے اس سے ثواب زائد ملتا ہے۔ (غنیۃ الطالبین)

۴-نماز چاشت

سورج اچھی طرح بلند ہو جانے پر جو نفل نماز پڑھی جاتی ہے۔ اسے نماز چاشت کہتے ہیں۔ اس کا وقت آفتاب بلند ہونے سے زوال آفتاب سے پہلے تک ہے۔ اس کی کم سے کم دو رکعتیں اور زیادہ سے زیادہ بارہ رکعتیں ہیں۔ احادیث میں اس نماز کی بہت فضیلت بیان کی گئی ہے۔

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس نے چاشت کی دو رکعتیں پڑھیں۔ وہ غافلین میں نہیں لکھا جائے گا اور جو چار پڑھے وہ عابدوں میں لکھا جائے گا اور جو چھ پڑھے اس دن اس کو کافی ہوں گی اور جو آٹھ پڑھے۔ اللہ تعالیٰ قانتین میں لکھے گا اور جو بارہ پڑھے اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت میں ایک محل بنائے گا

اور ہر دن رات میں اللہ تعالیٰ بندوں پر احسان وصدقہ کرتا ہے اور اس سے بڑھ کر کسی بندے پر احسان نہ کیا جسے اپنے ذکر کا الہام کیا۔ (طبرانی)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس نے چاشت کی بارہ رکعتیں پڑھیں۔ اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت میں سونے کا محل بنائے گا۔ (ترمذی، ابن ماجہ)

حضرت نعیم بن ہمار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے، اے ابن آدم! شروع دن میں میرے لئے چار رکعتیں (چاشت) پڑھ لے۔ میں آخر دن تک تیری کفایت کروں گا۔ (ترمذی، ابوداؤد)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو چاشت کی دو رکعتوں پر محافظت کرے اس کے گناہ بخش دیئے جائیں گے اگرچہ سمندر کی جھاگ کے برابر ہوں۔ (ابن ماجہ)

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ آدمی پر اس کے بدن کے ہر جوڑ کے بدلے صدقہ ہے (اور کل تین سو ساٹھ جوڑ ہیں) ہر تسبیح صدقہ ہے ہر حمد صدقہ ہے۔ لا الہ الا اللہ پڑھنا صدقہ ہے۔ اللہ اکبر کہنا صدقہ ہے اور اچھی بات کا حکم کرنا صدقہ ہے اور بری بات سے روکنا صدقہ ہے اور ان سب کی طرف سے دو رکعت چاشت کی کافی ہے۔ (مسلم)

۵-نمازِ اوابین

اوابین کی کم سے کم دو، درمیانہ چھ اور زیادہ سے زیادہ بیس رکعات ہیں۔ یہ نماز مغرب کے بعد پڑھی جاتی ہے اور بڑی فضیلت والی ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو آدمی مغرب کے بعد چھ رکعتیں پڑھے اور ان کے درمیان میں کوئی بری بات نہ کرے تو یہ بارہ سال کی عبادت کے برابر شمار کی جائے گی۔ (ابن ماجہ)

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اس کے تمام گناہ بخش دیئے جائیں گے اگرچہ سمندر کے جھاگ کے برابر ہوں۔ (طبرانی)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو مغرب کے

بعد بیس رکعتیں پڑھے۔ اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت میں مکان بنائے گا۔ (ترمذی)

۶-نماز تہجد

تہجد کا افضل وقت رات کا آخری حصہ ہے اس لئے نماز تہجد کے لئے عشاء کی نماز کے بعد سو کر اٹھے۔ اس کے بعد صبح صادق طلوع ہونے کے وقت تک پڑھ سکتا ہے۔ تہجد کی نماز کم سے کم دو رکعت اور زیادہ سے زیادہ آٹھ رکعت تک حضور ﷺ سے ثابت ہے لیکن بعض حضرات بارہ رکعت بھی پڑھتے ہیں۔

اس نماز میں سورۂ بقر، سورۂ آل عمران، سورۂ نساء، سورۂ مائدہ، سورۂ جمعہ، سورۂ یٰسین، سورۂ اخلاص اور سورۂ مزمل کا پڑھنا بہتر ہے۔ سورۂ اخلاص کا ایک خاص طریقہ سلف سے منقول ہے۔ وہ یہ ہے کہ اول رکعت میں بارہ مرتبہ دوسری میں گیارہ مرتبہ، تیسری میں دس مرتبہ اور چوتھی میں نو مرتبہ۔ اس طرح ہر رکعت میں ایک بار کم کرتا جائے۔ اخیر رکعت میں ایک بار سورۂ اخلاص پڑھ کر ختم کردی جائے۔ اس طریقہ کو بہت بہتر خیال کیا جاتا ہے۔

اس نماز کی فضیلت کے بارے میں رسول اکرم ﷺ کے فرامین مندرجہ ذیل ہیں۔

حضرت مسروق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ حضور ﷺ کو کونسا عمل سب سے زیادہ محبوب تھا۔ انہوں نے جواب دیا کہ حضور ہمیشہ ہر رات کو تہجد کی نماز پڑھا کرتے تھے اور اس وقت عموماً نماز پڑھتے جبکہ مرغ کی آواز سنتے تھے۔ (بخاری شریف)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔ قیام اللیل یعنی تہجد کی نماز کو اپنے اوپر لازم کرلو، یہ پہلے نیک لوگوں کا طریقہ ہے اور تمہارے رب کے قرب کا ذریعہ، خطاؤں کو مٹانے والا اور گناہوں سے روکنے والا ہے اور بدن سے بیماری دفع کرنے والا ہے۔ (ترمذی)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ اللہ تعالیٰ ہر رات کے پچھلے تہائی حصہ میں اپنی خاص تجلی فرماتا ہے اور ارشاد فرماتا ہے۔ ہے کوئی دعا کرنے والا کہ اس کی دعا قبول کروں، ہے کوئی مانگنے والا کہ اسے دوں۔ ہے کوئی مغفرت کا طلبگار کہ اس کو بخش دوں۔ (بخاری شریف)

۷-سفر پر روانگی کی نماز

سفر پر جاتے وقت، روانگی سے پہلے اپنے گھر میں دو رکعتیں نماز سفر پڑھنا سنت ہے۔
نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ کسی نے اپنے گھر والوں میں دو رکعتوں سے بہتر (نائب ومحافظ) نہ چھوڑا، جن کو وہ سفر کے ارادہ کے وقت اپنے گھر والوں پر پڑھتا ہے۔ (طبرانی)

۸-سفر سے واپسی کی نماز

سفر سے واپس ہو کر بھی مسجد میں دو رکعت نفل پڑھنا سنت ہے۔ چنانچہ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ سفر سے واپس دن میں چاشت کے وقت تشریف لاتے (رات میں تشریف نہ لاتے) اور پہلے مسجد میں تشریف لاتے اور دو رکعت نفل پڑھتے۔ پھر وہیں مسجد میں (کچھ دیر) تشریف رکھتے۔ (مسلم شریف)

۹-صلوٰۃ التسبیح

صلوٰۃ التسبیح کی چار رکعت ہیں جو ایک سلام کے ساتھ پڑھی جاتی ہیں۔ چونکہ اس کی ہر رکعت میں یہ تسبیح سبحان اللہ والحمدللہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر ط پچھتر بار پڑھی جاتی ہے اس لئے اس کا نام صلوٰۃ التسبیح ہے۔ اس نماز میں بے انتہا ثواب ہے۔ بزرگان دین فرماتے ہیں کہ اس نماز کی فضیلت کو سننے کے بعد وہی شخص اس کو ترک کرے گا جو دین میں سستی کرنے والا ہے۔ اس نماز کی برکت سے اللہ تعالیٰ نمازی کے تمام گناہ اگلے اور پچھلے، نئے اور پرانے، دانستہ اور نادانستہ، چھوٹے اور بڑے، پوشیدہ اور ظاہر سب گناہ بخش دیتا ہے۔ یہ نماز نبی اکرم ﷺ نے اپنے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو سکھلائی تھی۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے فرمایا اے چچا! کیا میں تم کو عطا نہ کروں؟ کیا میں تم کو بخشش نہ کروں؟ کیا میں تم کو نہ دوں؟ کیا میں تمہارے ساتھ احسان نہ کروں؟ دس خصلتیں ہیں کہ جب تم ان کو کرو تو اللہ تعالیٰ تمہارے اگلے پچھلے، پرانے، نئے، جو بھول کر کئے یا جان بوجھ کر کے صغیرہ اور کبیرہ اور پوشیدہ اور ظاہری سب گناہ بخش دے گا۔ اس کے بعد حضور ﷺ نے آپ کو صلوٰۃ التسبیح پڑھنے کا طریقہ بتانے کے بعد ارشاد فرمایا کہ اگر تم سے ہو سکے تو یہ نماز روزانہ ایک بار پڑھو۔ اگر روزانہ نہ پڑھ سکو تو ہر جمعہ کو ایک بار پڑھو۔ یہ بھی نہ کر سکو تو ہر مہینہ میں ایک بار پڑھو اور یہ بھی نہ کر سکو تو عمر میں

ایک بار (ضرور) پڑھو۔ (ابوداؤد، ابن ماجہ)

صلوٰۃ التسبیح پڑھنے کی ترکیب سنن ترمذی شریف میں حضرت عبداللہ بن مبارک کی روایت کے مطابق اس طرح ہے کہ چار رکعت نفل کی نیت سے شروع کریں۔ اللہ اکبر کہنے کے بعد پہلی رکعت میں ثناء یعنی سبحانك اللّٰهم وبحمدك وتبارك اسمك وتعالٰی جدك ولا اله غيرك پڑھیں۔ پھر یہ تسبیح سبحان الله والحمدلله ولا اله الا الله والله اكبر پندرہ بار پڑھیں۔ پھر رکوع کریں اور رکوع میں پہلے تین بار سبحان ربی العظیم پڑھیں۔ پھر اعوذ اور بسم اللہ اور الحمد اور سورت پڑھ کر رکوع میں جانے سے پہلے یہی تسبیح دس بار پڑھیں۔ پھر رکوع کریں اور رکوع میں پہلے تین بار سبحان ربی العظیم پڑھیں۔ پھر دس بار یہی تسبیح پڑھیں۔ پھر رکوع سے سر اٹھائیں اور تسمیع وتحمید پڑھنے کے بعد دس بار یہی تسبیح پڑھیں۔ پھر سجدہ کو جائیں اور تین بار سبحان ربی الاعلیٰ پڑھنے کے بعد پھر دس بار یہی تسبیح پڑھیں۔ پھر جلسہ میں دس بار یہی تسبیح پڑھیں، پھر دوسرے سجدہ کو جائیں اور سجدہ کی تسبیح پڑھنے کے بعد پھر دس بار یہی تسبیح پڑھیں۔ اسی طرح چاروں رکعتیں پڑھیں ہر رکعت میں پچھتر پچھتر بار یہ تسبیح پڑھیں، کل تین سو ہو جائیں گی۔

سیدنا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اس نماز کی پہلی رکعت میں سورت تکاثر، دوسری میں والعصر، تیسری میں قل یاایہاالکافرون اور چوتھی میں قل ھواللہ احد پڑھنی چاہیے۔

یہ نماز دن اور رات کے ہر غیر مکروہ وقت میں پڑھنا جائز ہے لیکن ظہر سے پہلے پڑھنا افضل ہے۔ تسبیح انگلیوں پر گننا مکروہ ہے بلکہ ہو سکے تو دل میں شمار کریں۔ ورنہ انگلیاں دبا کر پڑھیں۔ اگر کسی جگہ بھول کر دس بار سے کم پڑھی ہیں تو دوسری جگہ پڑھ لیں تاکہ تین سو کی مقدار پوری ہو جائے۔ مثلاً رکوع یا قومہ میں بھولا تو سجدہ میں پڑھے۔ پہلے سجدہ میں بھولا تو جلسہ میں نہ پڑھے بلکہ دوسرے سجدہ میں ہی پڑھے کیونکہ قومہ اور جلسہ کی مقدار پہلے رکن سے تھوڑی ہوتی ہے اگر سجدہ سہو واجب ہو تو ان سجدوں میں یہ تسبیحات نہ پڑھی جائیں کیونکہ عمداً تین سو سے زیادہ تسبیح پڑھنا اس نماز میں جائز نہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس نماز میں التحیات کے بعد سلام پھیرنے سے پہلے یہ دعا پڑھنی چاہیے۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ تَوْفِيْقَ اَهْلِ الْهُدٰى وَاَعْمَالَ اَهْلِ الْيَقِيْنِ وَمُنَاصَحَةَ

اَهْلِ التَّوْبَةِ وَعَزْمَ اَهْلِ الصَّبْرِ وَجِدَّ اَهْلِ الْخَشْيَةِ وَطَلَبَ اَهْلِ الرَّغْبَةِ وَتَعَبُّدَ اَهْلِ الْوَرَعِ وَعِرْفَانَ اَهْلِ الْعِلْمِ حَتّٰى اَخَافَكَ اَللّٰهُمَّ اِنِّىْ اَسْئَلُكَ مَخَافَةً تَحْجُزُنِىْ عَنْ مَعَاصِيْكَ حَتّٰى اَعْمَلَ بِطَاعَتِكَ عَمَلاً اَسْتَحِقُّ بِهٖ رِضَاكَ وَحَتّٰى اَنَا صِحَكَ بِالتَّوْبَةِ خَوْفًا مِنْكَ وَحَتّٰى اُخْلِصَ لَكَ النَّصِيْحَةَ حُبًّا لَكَ وَحَتّٰى اَتَوَكَّلَ عَلَيْكَ فِى الْاُمُوْرِ حُسْنَ ظَنٍّ بِكَ سُبْحَانَ خَالِقِ النُّوْرِ.

ترجمہ: اے میرے اللہ! میں تجھ سے مانگتا ہوں ہدایت والوں کی توفیق اور یقین والوں کے اعمال اور توبہ والوں کی خیر خواہی اور اہل صبر کا عزم اور خوف والوں کی کوشش اور رغبت والوں کی طلب اور پرہیز گاروں کی عبادت اور علم والوں کی معرفت، تاکہ میں تجھ سے ڈروں۔ اے اللہ! میں تجھ سے ایسا خوف مانگتا ہوں جو مجھے تیری نافرمانیوں سے روکے تاکہ میں تیری طاعت کے ساتھ ایسا عمل کروں جس کی وجہ سے تیری رضا کا مستحق ہو جاؤں اور تیرے خوف سے خالص توبہ کروں اور تیری محبت کی وجہ سے خیر خواہی کو تیرے لئے خالص کروں اور تاکہ تمام کاموں میں تجھ ہی پر بھروسہ کروں۔ تجھ پر اچھا گمان کرتے ہوئے پاک ہے تو نور کا پیدا کرنے والا۔

۱۰-نمازِ استخارہ

نمازِ استخارہ کی دو رکعت ہیں جب کوئی مہم پیش آئے اور اس کے کرنے اور نہ کرنے میں تردد ہو تو اس وقت یہ نماز پڑھنا سنت ہے۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ ہمیں تمام کاموں میں استخارہ کرنے کی تعلیم دیتے تھے اور ہمیں استخارہ اس طرح سکھاتے جیسے قرآن پاک کی سورت سکھاتے تھے۔ آپ فرماتے ہیں جب کوئی شخص کسی کام کا ارادہ کرے تو وہ پاک صاف لباس پہن کر تازہ وضو کر کے دو رکعت نمازِ استخارہ پڑھے۔ پہلی رکعت میں سورۂ کافرون اور دوسری میں قل ھو اللہ احد پڑھنا مستحب ہے۔ نماز ختم کرنے کے بعد یہ دعا پڑھی جائے اور اس دعا کے اول و آخر الحمد شریف اور درود شریف پڑھنا مستحب ہے۔ دعا یہ ہے

اَللّٰهُمَّ اِنِّىْ اَسْتَخِيْرُكَ بِعِلْمِكَ وَاَسْتَقْدِرُكَ بِقُدْرَتِكَ وَاَسْئَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ الْعَظِيْمِ فَاِنَّكَ تَقْدِرُ وَلَا اَقْدِرُ وَتَعْلَمُ وَلَا اَعْلَمُ وَاَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ط اَللّٰهُمَّ اِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ هٰذَا الْاَمْرَ خَيْرٌ لِّىْ فِىْ دِيْنِىْ وَمَعَاشِىْ

وَعَاقِبَةِ اَمْرِیْ اَوْقَالَ فِیْ عَاجِلِ اَمْرِیْ وَاٰجِلِهٖ فَاقْدِرْهُ لِیْ وَیَسِّرْهُ لِیْ ثُمَّ بَارِكْ لِیْ فِیْهِ وَاِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ اِنَّ هٰذَا الْاَمْرَ شَرٌّ لِّیْ فِیْ دِیْنِیْ وَمَعَاشِیْ وَعَاقِبَةِ اَمْرِیْ اَوْ قَالَ عَاجِلِ اَمْرِیْ وَاٰجِلِهٖ فَاصْرِفْهُ عَنِّیْ وَاصْرِفْنِیْ عَنْهُ وَاقْدُرْلِیَ الْخَیْرَ حَیْثُ كَانَ ثُمَّ اَرْضِنِیْ بِهٖ۔

ترجمہ: اے اللہ! میں تجھ سے خیر مانگتا ہوں تیرے علم کے ساتھ اور قدرت مانگتا ہوں۔ تیری قدرت کے وسیلہ سے اور تجھ سے فضل عظیم مانگتا ہوں۔ اس لئے کہ تو قادر ہے اور میں قدرت نہیں رکھتا تو جانتا ہے اور میں نہیں جانتا اور تو غیبوں کا جاننے والا ہے۔ الٰہی! اگر تو جانتا ہے کہ یہ کام میرے لئے بہتر ہے، میرے دین، میری معیشت، میرے انجام کار یا اس وقت اور آئندہ میں بھی بہتر ہے تو اس کو میرا مقدر بنادے اور میرے لئے آسان کردے پھر اس میں میرے لئے برکت دے اور اگر تو جانتا ہے کہ یہ کام میرے لئے برا ہے میرے دن میری معیشت، میرے انجام کار کے لئے یا اس وقت میں اور آئندہ میں میرے لئے برا ہے تو اس کو مجھ سے دور کردے اور مجھے اس سے دور کردے اور میرے لئے بھلائی مقدر کردے جہاں بھی ہو پھر مجھے اس پر راضی کردے۔

دعا کے بعد اپنی حاجت کا نام لے یا لفظ هذا الامر کہتے وقت اپنی حاجت کو دل میں یاد رکھے۔ بہتر یہ ہے کہ استخارہ سات بار کرے کیونکہ حدیث شریف میں ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے فرمایا۔ اے انس رضی اللہ عنہ! جب تو کسی کام کا ارادہ کرے تو اپنے رب سے اس کے متعلق سات بار استخارہ کر، پھر دیکھ تیرے دل میں کیا گزرا۔ بیشک خیر اسی میں ہے۔

بعض مشائخ عظام سے منقول ہے کہ دعائے مذکورہ پڑھ کر پاک صاف بستر پر باوضو قبلہ کی طرف منہ کر کے سو رہے اگر خواب میں سفیدی یا سبزی نظر آئے تو یہ کام بہتر ہے اور اگر سیاہی یا سرخی نظر آئے تو وہ کام اچھا نہیں۔ اس سے بچے۔

۱۱۔ نماز حاجت

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ کو جب کوئی مشکل اور اہم مشکل یا اہم کام پیش آتا تو نماز پڑھتے تھے۔ (ابوداؤد)

نماز حاجت کی دو رکعت پڑھیں یا چار رکعت پڑھیں۔ اگر چار رکعت پڑھیں تو حدیث شریف میں ہے کہ پہلی رکعت میں سورۂ فاتحہ اور تین بار آیۃ الکرسی پڑھیں اور باقی تین رکعتوں میں سورت فاتحہ کے بعد قل ھو اللہ اور قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس ایک ایک بار پڑھیں۔ نماز کے بعد مذکورہ دعائیں پڑھیں تو یہ چار رکعتیں ایسی ہیں گویا شب قدر میں چار رکعتیں پڑھیں۔ مشائخ عظام فرماتے ہیں کہ ہم نے یہ نماز پڑھی اور تمام حاجتیں اللہ تعالیٰ نے پوری فرمائیں۔

حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا جس شخص کو کوئی حاجت اللہ تعالیٰ سے ہو یا کسی انسان سے تو وہ اچھی طرح وضو کرے اور پھر دو رکعت نماز پڑھ کر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کرے اور نبی ﷺ پر درود شریف پڑھے۔ پھر یہ دعا پڑھے:

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الْحَلِيْمُ الْكَرِيْمُ سُبْحَانَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ. اَسْئَلُكَ مُوْجِبَاتِ رَحْمَتِكَ وَعَزَآئِمَ مَغْفِرَتِكَ وَالْغَنِيْمَةَ مِنْ كُلِّ بِرٍّ وَالسَّلَامَةَ مِنْ كُلِّ اِثْمٍ لَا تَدَعْ لَنَا ذَنْبًا اِلَّا غَفَرْتَهٗ وَلَا هَمًّا اِلَّا فَرَّجْتَهٗ وَلَا حَاجَةً هِيَ لَكَ رِضًا اِلَّا قَضَيْتَهَا يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ ط

نہیں کوئی معبود سوائے اللہ کے جو حلیم و کریم ہے۔ پاک ہے اللہ وہ مالک ہے عرش عظیم کا۔ اور سب تعریف اللہ رب العالمین کے لئے ہے الٰہی! میں تجھ سے تیری رحمت کے اسباب مانگتا ہوں اور تیری بخشش کے ذرائع مانگتا ہوں اور ہر نیکی سے غنیمت اور ہر گناہ سے سلامتی مانگتا ہوں۔ الٰہی میرے ہر گناہ کو بخش دے اور میرے ہر غم کو دور کر دے اور میری ہر حاجت کو جو تیری رضا کے موافق ہو پورا کر دے۔ اے سب سے زیادہ مہربان اللہ (ترمذی، ابن ماجہ)

حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک نابینا نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی حضور ﷺ! اللہ سے دعا فرمایئے کہ مجھے عافیت (آنکھیں) دے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا اگر تو چاہے تو دعا کروں اور چاہے تو صبر کر اور یہ صبر تیرے لئے بہتر ہے۔ اس نے عرض کی حضور ﷺ دعا فرمائیں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا اچھی طرح وضو کر اور پھر دو رکعت نماز پڑھ کر یہ دعا کر۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ وَاَتَوَسَّلُ وَاَتَوَجَّهُ اِلَيْكَ بِنَبِيِّكَ مُحَمَّدٍ نَّبِيِّ الرَّحْمَةِ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّیْ تَوَجَّهْتُ بِكَ اِلٰی رَبِّیْ فِیْ حَاجَتِیْ هٰذِهٖ لِتَقْضٰی لِیْ اَللّٰهُمَّ فَشَفِّعْهُ فِیَّ۔

الٰہی! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور توسل کرتا ہوں اور تیری طرف متوجہ ہوتا ہوں۔ تیرے نبی محمد ﷺ کے وسیلہ سے جو نبی رحمت ہیں۔ یارسول اللہ ﷺ! میں آپ کے وسیلہ سے اپنے رب کی طرف متوجہ ہوتا ہوں تاکہ میری یہ حاجت پوری ہو۔ الٰہی حضور کی شفاعت کو میرے حق میں قبول فرما۔

عثمان بن حنیف فرماتے ہیں۔ اللہ کی قسم! ہم اپنی جگہ سے ابھی اٹھے بھی نہیں تھے۔ ہم آپس میں باتیں ہی کر رہے تھے کہ وہ نابینا ہمارے پاس (یہ نماز و دعا پڑھ کر) آئے تو ایسے بینا تھے گویا کبھی اندھے تھے ہی نہیں۔ (ترمذی، ابن ماجہ)

۱۲-نمازِ توبہ

نمازِ توبہ سے مراد یہ ہے کہ گناہ سرزد ہونے پر اللہ کے حضور اس گناہ کی معافی مانگی جائے۔ یوں تو ہر وقت اللہ کے حضور اپنے گناہوں پر استغفار کرتے رہنا اہلِ تقویٰ کا شیوہ ہے کیونکہ گزشتہ گناہوں پر اظہارِ ندامت ہی اصل توبہ ہے لیکن اگر کسی شخص سے کوئی ایسا گناہ ہو جائے جس سے انسانی ضمیر انسان کو توبہ پر مائل کرے تو اس وقت نادم ہو کر وضو کر کے اللہ کے حضور حاضر ہو جانا چاہئے اور دو رکعت نفل نمازِ توبہ ادا کرنی چاہئے اور آئندہ دل میں پختہ ارادہ کر لینا چاہئے اور آئندہ ایسی برائی نہیں کروں گا تو اللہ غفور الرحیم ہے، اپنے بندوں کو معاف کرنے والا ہے۔ نمازِ توبہ کا ثبوت مندرجہ ذیل حدیث ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مجھ سے حدیث بیان کی اور ابوبکر رضی اللہ عنہ نے سچ کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا۔ فرماتے تھے، کوئی آدمی نہیں جو کوئی گناہ کا کام کرے۔ پس وضو کرے پھر نماز پڑھے۔ پھر اللہ تعالیٰ سے بخشش طلب کرے مگر اللہ تعالیٰ اسے بخش دیتا ہے۔ پھر یہ آیت پڑھی (ترجمہ: اور وہ جب کوئی بے حیائی کرتے ہیں یا ظلم کرتے ہیں اپنی جانوں پر، اللہ کو یاد کرتے ہیں۔ پس اپنے گناہوں کی مغفرت طلب کرتے ہیں۔) (ترمذی)

توبہ کا ایک اور طریقہ جو صوفیاء کے ہاں رائج ہے۔ وہ یہ ہے کہ جب کوئی طالب

صادق کسی شیخ کامل کے پاس باطنی رہنمائی کے لئے آتا ہے تو وہ سب سے پہلے اسے توبہ کا درس دیتا ہے اور تاکید کرتا ہے کہ جاؤ اور پہلے اچھی طرح وضو یا غسل کر کے آؤ جب وہ اپنے جسم اور لباس کو پاک صاف کر کے آتا ہے تو شیخ کامل اسے دو رکعت نماز توبہ پڑھنے کی تلقین کرتا ہے تو اس کی ہدایت کے مطابق جب بندہ اللہ کے حضور اپنے گناہوں پر توبہ کے لئے دو رکعت نماز توبہ پڑھتا ہے تو شیخ کامل کی توجہ سے اس شخص پر انوار توبہ کا نزول ہوتا ہے۔ وہ بندہ گڑگڑا کر اپنے سابقہ گناہوں کی معافی مانگتا ہے۔ اپنے کیے پر ندامت اور شرمندگی کے آنسو بہاتا ہے اور بخشش طلب کرتا ہے تو اللہ اپنی صفتِ غفور الرحیمی کے پیش نظر اسے معاف کر دیتا ہے۔

(۲۰) امامت

امام سردار یا حاکم کو کہا جاتا ہے لیکن نماز کی جماعت کے سلسلے میں امام اسے کہا جاتا ہے جو نمازیوں کے آگے کھڑا ہو کر نماز پڑھاتا ہے۔ امامت بڑی ذمہ دار کا کام ہوتا ہے اس لیے امام بننے کے لیے انسان کو احتیاط سے کام لینا چاہیے کیونکہ کسی شرعی نقص کی بناء پر اگر امام کی نماز نہ ہوئی تو مقتدیوں کی بھی نماز نہ ہو گی کیونکہ امامت عظیم ترین دینی منصب ہے بلکہ نبی کریم ﷺ کی جانشینی کا مقام ہے۔ اس لیے امام بننے یا کسی کو منتخب کرنے میں بڑی احتیاط سے کام لینا چاہیے۔

__احادیث__

امامت کے متعلق حضور ﷺ کے ارشادات مندرجہ ذیل ہیں۔

حدیث ۱: حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا امامت کرانے کا زیادہ حق دار وہ ہے جو زیادہ قرآن پڑھا ہوا ہو یعنی قرآن کا علم زیادہ رکھتا ہو۔ (مسلم شریف)

حدیث ۲: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم میں سے اچھے لوگ اذان کہیں اور قرآن کا زیادہ علم رکھنے والے امامت کروائیں۔ (ابوداؤد شریف)

حدیث ۳: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں کہ جب کوئی لوگوں کو نماز پڑھائے تو وہ نماز میں تخفیف کرے یعنی بہت لمبی نہ کرے کیونکہ (پیچھے) کوئی بیمار کوئی کمزور اور کوئی بوڑھا ہوتا ہے اور جب اپنی پڑھے تو جتنا چاہے نماز لمبی

پڑھے۔(بخاری شریف)

حدیث ۴: حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک دن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں نماز پڑھائی' جب پڑھ چکے تو ہماری طرف متوجہ ہو کر فرمایا اے لوگو! میں تمہارا امام ہوں رکوع وسجود اور قیام اور نماز سے سلام پھیرنے میں مجھ سے آگے نہ بڑھو کیونکہ میں تم کو آگے اور پیچھے سے دیکھتا ہوں۔(مسلم شریف)

حدیث ۵: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو آدمی امام سے پہلے سر اٹھاتا ہے کیا وہ اس سے ڈرتا نہیں کہ اللہ تعالیٰ اس کا سر گدھے کا سر بنا دے۔(بخاری شریف)

حدیث ۶: حضرت سلامہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں قیامت کی ایک نشانی یہ ہے کہ مسجدوں والے امامت ایک دوسرے پر ڈالیں گے اور کسی کو امام نہیں پائیں گے جو ان کو نماز پڑھائے یعنی کوئی امامت کے قابل نہیں ملے گا۔(مسند امام احمد وابن ماجہ)

حدیث ۷: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ تین آدمیوں کی نماز سر سے ایک بالشت بھی اوپر نہیں جاتی یعنی قبول نہیں ہوتی۔ ایک وہ آدمی جو لوگوں کی امامت کرے اور لوگ اس کو برا جانتے ہوں اور وہ عورت جو اس حالت میں رات گزارے کہ اس کا خاوند اس پر ناراض ہو اور تیسرے وہ مسلمان بھائی جو ایک دوسرے سے کسی دنیاوی وجہ سے دور اور ناراض ہوں۔(ابن ماجہ)

۲-شرعی مسائل

امامت کے متعلق شرعی مسائل مندرجہ ذیل ہیں:۔

۱-مسئلہ: امام کے لیے چھ شرطیں ضروری ہیں(۱) مسلمان ہونا'(۲) مرد ہونا(۳) بالغ ہونا(۴) عقل مند ہونا(۵) قرأت مسنونہ کا جاننا(۶) اور معذور نہ ہونا' جس کے اندر یہ چھ شرطیں پائی جائیں وہ امامت کرسکتا ہے ورنہ نہیں' نابالغ بالغوں کا امام نہیں ہوسکتا۔ نہ فرض میں نہ نفل وتراویح میں' ہاں سمجھدار نابالغ' بالغوں کی امامت کرسکتا ہے۔

۲-مسئلہ: سب سے زیادہ امامت کے لائق وہ شخص ہے جو طہارت اور نماز کے صحت و فساد کے مسائل واحکام کو سب سے زیادہ جانتا ہو۔ متقی ہو' قرأت مسنونہ یعنی سنت کے مطابق قرآن پڑھنا جانتا ہو اور صحیح پڑھتا ہو یعنی حروف مخارج سے ادا کرسکتا ہو' بدعقیدہ اور

بدمذہب نہ ہو۔اس کے بعد وہ شخص امامت کا حق دار ہے جو علم تجوید قرآن پڑھنے کا علم زیادہ رکھتا ہواور قرآن پاک اس کے مطابق پڑھتا ہو اگر ایسے کئی آدمی ملتے ہوں جو صاحب ورع یعنی مشتبہ چیزوں سے پرہیز کرنے والا امامت کرائے۔ اگراس میں برابر ہوں تو زیادہ عمر والا' پھر اچھے اخلاق والا مستحق امامت ہے۔ اگراس میں بھی کئی افراد برابر ہوں تو پھر زیادہ وجاہت یعنی تہجد گزار پھر زیادہ خوبصورت' پھر حسب ونسب والا' پھر زیادہ مالدار اور عزت والا' پھر صاف ستھرے لباس والا امامت کا حق دار ہے۔ الغرض ایسی حالت میں جس کو شرعی ترجیح حاصل ہو وہ امامت کے لائق ہے یا جس کو لوگ پسند کریں۔

۳۔مسئلہ: معین امام ہی امامت کا حق دار ہے اگرچہ حاضرین میں کوئی اس سے زیادہ علم والا اور قرآن اچھا پڑھنے والا ہو بشرطیکہ وہ امام جامع شرائط امامت ہو۔ امام کو چاہیے کہ مقتدیوں کی رعایت کرے اور قدر مسنون سے زیادہ لمبی قرأت نہ کرے کیونکہ ایسا کرنا مکروہ اور خلاف سنت ہے جو رکوع وسجود نہیں کرسکتا اس کے پیچھے رکوع وسجود پر قادر آدمی کی نماز نہ ہوگی۔ ہاں بیٹھ کر رکوع وسجود کرنے والے کے پیچھے کھڑے ہو کر پڑھنے والے کی نماز ہوجائے گی۔ فرض نماز' نفل پڑھنے والے کے پیچھے اور ایک فرض والے کی دوسرے فرض پڑھنے والے کے پیچھے نہیں ہوسکتی مثلاً ظہر کے فرض عصر پڑھنے والے کے پیچھے' یا کل کی ظہر آج کی ظہر پڑھنے والے کے پیچھے نہیں ہوسکتی ہاں اگر دونوں کی ایک وقت کی نماز قضا ہوگئی ہے تو ایک دوسرے کے پیچھے پڑھ سکتا ہے۔ وضو والا' تیمم والے اور پاؤں دھونے والا' موزہ پر مسح کرنے والے اور وضو کے اعضاء دھونے والا' پٹی پر مسح کرنے والے کی اقتداء میں نماز پڑھ سکتا ہے۔ یونہی کھڑا ہو کر نماز پڑھنے والا بیٹھ کر نماز پڑھنے والے اور کبڑے شخص کے پیچھے بھی نماز پڑھ سکتا ہے۔ اگرچہ اس کا کب حد رکوع کو پہنچا ہو۔ نفل پڑھنے والا فرض پڑھنے والے کی اقتداء میں نماز پڑھ سکتا ہے۔ معذور آدمی یعنی جس کا وضو نہ رہتا ہو وہ طاہر اور وضو والے کی امامت نہیں کرسکتا۔

۴۔مسئلہ: وہ بدمذہب جس کی بدمذہبی کفر تک پہنچتی ہو جیسے رافضی اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خلافت اور صحابیت کا انکار کرنے والا یا صدیق اکبر اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما کی شان میں تبرا کہنے والا قدری جہمی' مشبہ اور قرآن پاک کو مخلوق ماننے والا انبیاء کرام کا گستاخ اور شفاعت انبیاء یا دیدار خداوندی اور عذاب قبر کراما کاتبین کا انکار کرنے والے کے پیچھے نماز نہیں ہوسکتی

اور جس بد مذہب کی بد مذہبی کفر تک نہ پہنچتی ہو جیسے تفضیلہ وغیرہ' اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے یعنی واجب الاعادہ ہے۔ اسی طرح کھلا فاسق یعنی شرابی' زانی' سود خور' جواری اور چغل خور وغیرہم جو کبیرہ گناہ کا ارتکاب کرتے ہیں ان کو امام بنانا بھی سخت گناہ ہے اور ان کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہے' یعنی اس نماز کا دوبارہ پڑھنا واجب ہے۔

۵۔مسئلہ: امام کو چاہیے کہ صف بندی کروائے اور صفیں سیدھی کرنے کی تاکید کرے کیونکہ یہ امام کے فرائض میں شامل ہے کہ وہ جماعت کھڑی ہونے سے قبل مقتدیوں کی صف بندی پر نظر ڈالے۔ اگر صفوں میں سے کوئی جگہ خالی نظر آئے تو اسے پورا کرنے کے لیے مقتدیوں کو تاکید کرے۔ اگر کوئی بچہ پہلی صف میں کھڑا ہو تو اسے سب سے پچھلی صف میں کھڑا ہونے کے لیے کہے۔ جب صفیں بہت زیادہ ہوں' لامحالہ' امام ایک نظر میں بہت بڑے مجمع کی صف بندی یکدم درست نہیں کرواسکتا تو مقتدیوں کو بذات خود ہی چاہیے کہ جماعت کے لیے کھڑے ہوتے ہی خود بخود صفیں درست کرلیں۔

۶۔مسئلہ: جماعت کے دوران امام کے لیے ضروری ہے کہ وہ بیماروں' کمزروں اور بوڑھوں کا خیال رکھے کیونکہ جب کوئی امام نماز پڑھائے تو اسے چاہیے کہ ہلکی پھلکی جماعت کروائے اور اس لیے کہ مقتدیوں میں مریض بھی ہوتے ہیں' اور بوڑھے بھی لیکن قرأت کو اتنا مختصر بھی نہ کرے کہ جماعت کی روح ہی قائم نہ رہے۔

۷۔مسئلہ: رسول اکرم ﷺ مقتدیوں کی صورتحال کو مدنظر رکھتے ہوئے حد درجہ رحم اور شفقت فرماتے ہوئے اگر نماز کے دوران کسی بچے کے رونے کی آواز سنتے تو نماز مختصر کردیتے تاکہ اگر بچے کی ماں جماعت میں شریک ہو تو اسے تکلیف نہ ہو۔

۸۔مسئلہ: امام جب محسوس کرے کہ نمازیوں کی تعداد بہت زیادہ ہے کہ اس کی آواز مقتدیوں تک نہیں پہنچ پائے گی تو اس صورت میں اسے چاہیے کہ چند آدمیوں کو مکبر مقرر کردے تاکہ جب وہ امام کی تکبیر سنیں تو تکبیر کہیں اور ان کی آواز پر مقتدی آسانی سے رکوع' سجود اور صفوں کو درست کرلیں۔

۹۔مسئلہ: جماعت پڑھاتے ہوئے امام کے لیے ضروری ہے کہ وہ مقتدیوں کی ضرورت اور معذوریوں کو مدنظر رکھے۔ قرأت درمیانے درجے کی کرے۔ اگر محسوس کرے کہ اس قرأت سے کسی بوڑھے نمازی کو تکلیف ہوگی تو اسے چاہیے کہ قرأت مختصر کرے۔ رکوع و

سجود بھی لمبے نہ کرے کیونکہ رسول اکرم ﷺ نے نماز ہلکی پڑھانے کا حکم دیا ہے۔

(۲۱) جماعت

جماعت کے معنی گروہ کے ہیں لیکن اصطلاحاً نظریۂ اسلام پر اکٹھے ہونے والے ''جماعت'' کہلاتے ہیں اور مل کر نماز پڑھنے کو جماعت کہا جاتا ہے۔ اسلام میں اس کی بہت اہمیت اور فضیلت ہے۔

۱-احادیث

جماعت کے فضائل کے بارے میں احادیث مصطفیٰ ﷺ حسب ذیل ہیں۔

حدیث ۱: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں باجماعت نماز تنہا نماز پڑھنے سے ستائیس درجہ فضیلت رکھتی ہے۔ (مسلم شریف)

حدیث ۲: حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس نے کامل وضو کیا پھر نماز فرض کے لیے (مسجد کی طرف) چلا اور امام کے ساتھ نماز پڑھی اس کے گناہ بخش دیئے جائیں گے۔ (نسائی)

حدیث ۳: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ خود فرماتے ہیں کہ جو شخص اچھی طرح وضو کرے۔ جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کیلئے مسجد کو جائے اور پھر وہ لوگوں کو اس حالت میں پائے کہ وہ نماز پڑھ چکے ہیں تو اللہ تعالیٰ اسے بھی جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے والوں کی نماز کی مانند ثواب دے گا اور ان کے ثواب سے کچھ کم نہ ہوگا۔ (ابوداؤد' نسائی)

حدیث ٤: حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ عورت کا گھر کے برآمدہ میں نماز پڑھنا صحن میں نماز پڑھنے سے بہتر ہے اور کوٹھڑی کے اندر نماز پڑھنا برآمدہ میں نماز پڑھنے سے بہتر ہے۔ (ابوداؤد)

حدیث ۵: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو صرف اللہ کی رضا کے لیے چالیس دن متواتر نماز باجماعت پڑھے اور تکبیر اولیٰ پائے اس کے لیے دو آزادیاں لکھ دی جائیں گی ایک آزادی دوزخ کی آگ سے اور دوسری نفاق سے۔ (ترمذی)

حدیث ٦: رسول اکرم ﷺ نے فرمایا اگر یہ (نماز جماعت سے پیچھے رہ جانے والا) جانتا کہ جماعت کے لیے مسجد میں اس جانے والے کو کیا ثواب ملتا ہے تو وہ پیٹ کے بل گھسٹتا ہوا

حاضر ہو جاتا۔ (طبرانی)

حدیث ۷: حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس نے عشاء کی نماز باجماعت پڑھی گویا اس نے آدھی رات تک قیام کیا اور جس نے فجر کی نماز باجماعت پڑھی گویا اس نے پوری رات قیام کیا۔ یعنی رات بھر عبادت کی۔ (مسلم)

حدیث ۸: حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دو آدمی اور دو سے زیادہ جماعت ہے۔ یعنی دو آدمی بھی جماعت سے نماز پڑھیں (ابن ماجہ)

حدیث ۹: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک صاحب مسجد میں آئے اور اس وقت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ چکے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کوئی جو اس پر صدقہ کرے یعنی اس کے ساتھ نماز پڑھے تاکہ اسے جماعت کا ثواب مل جائے تو ایک صحابی (ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ) نے ان کے ساتھ نماز پڑھی۔ (ابوداؤد، ترمذی)

حدیث ۱۰: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر لوگ یہ جانتے کہ صف اذان اور صف اول میں کیا ثواب ہے تو پھر بغیر قرعہ ڈالے نہ بنتی اور اس پر قرعہ اندازی کرتے۔ (مسلم شریف)

حدیث ۱۱: حضرت ابی امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے پہلی صف والوں پر درود پڑھتے ہیں۔ لوگوں نے عرض کی اور دوسری صف پر؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ اور اس کے فرشتے صف اول پر درود پڑھتے ہیں۔ لوگوں نے عرض کی دوسری پر؟ تو تیسری بار حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، دوسری پر بھی درود پڑھتے ہیں اور فرمایا صفوں کو برابر کرو اور کندھوں کو برابر رکھو اور اپنے بھائیوں کے ہاتھوں میں نرم ہو جاؤ اور کشادگیوں کو بند کرو کیونکہ شیطان بھیڑ کے بچے کی طرح تمہارے درمیان داخل ہو جاتا ہے۔ (طبرانی)

حدیث ۱۲: رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ تم میں سے جو عقل مند ہیں وہ (پہلی صف میں میرے قریب کھڑے ہوں یہ آپ نے تین بار فرمایا) اور بازاروں کی چیخ و پکار سے بچو۔ (مسلم شریف)

حدیث ۱۳: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگ ہمیشہ پہلی صف سے پیچھے ہوتے رہیں گے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ انہیں اپنی رحمت سے دور کرکے آگ میں ڈال دے گا۔ (ابوداؤد، ابن ماجہ) نیز

حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ مردوں کی سب صفوں سے بہتر پہلی صف ہے اور سب سے کم تر پچھلی اور عورتوں کی سب صفوں میں بہتر پچھلی صف ہے اور کمتر پہلی صف ہے۔ (مسلم شریف)

حدیث ۱۴: نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ ہماری صفیں تیر کی طرح سیدھی کرتے حتیٰ کہ آپ نے خیال فرمایا کہ ہم سمجھ گئے ہیں۔ پھر ایک دن حضور ﷺ تشریف لائے اور (مصلّٰی پر) کھڑے ہوگئے اور تکبیر کہنے ہی لگے تھے کہ ایک آدمی کا سینہ صف سے نکلا دیکھا تو آپ ﷺ نے فرمایا اے اللہ کے بندو! صفیں برابر کرو۔ ورنہ اللہ تعالیٰ تمہارے درمیان اختلاف ڈال دے گا۔ (رواہ الستہ) حضور ﷺ فرماتے ہیں جماعت میں صفیں سیدھی اور برابر رکھو کیونکہ صفیں سیدھی اور برابر رکھنا بھی نماز پوری اور مکمل کرنے سے ہے۔ (بخاری شریف)

حدیث ۱۵: حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ صف کے ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک جاتے اور صف سیدھی کرنے کے لیے ہمارے کندھے یا سینے پر ہاتھ پھیرتے اور فرماتے ٹیڑھے میڑھے کھڑے نہ ہوا کرو ورنہ تمہارے دل ٹیڑھے ہو جائیں گے۔ (ابوداؤد نسائی)

حدیث ۱۶: حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ تم (جماعت میں) اس طرح صف کیوں نہیں باندھتے جس طرح فرشتے اپنے رب کے سامنے صفیں باندھتے ہیں۔ عرض کی یارسول اللہ ﷺ! فرشتے اپنے رب کے حضور کس طرح صفیں باندھتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا وہ پہلی صفیں پوری کرتے ہیں اور صف میں مل کر کھڑے ہوتے ہیں۔ (مسلم شریف)

حدیث ۱۷: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ پہلی صف کو پورا کرو پھر اس کو پورا کرو جو اس کے پیچھے ہے۔ اگر کچھ کمی ہو تو وہ آخری صف میں ہونی چاہیے۔

ایک اور روایت میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ جو صف میں کشادگی کو پورا کرے، اللہ تعالیٰ اس کا درجہ بلند فرمائے گا۔ طبرانی کی ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں اس کے بدلے ایک گھر بنائے گا۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ اس قدم سے زیادہ کسی قدم کو ثواب نہیں جو اس لیے چلا اور اٹھا تاکہ صف میں کشادگی کو بند

کر کے صف پوری کرے۔ اور بزار کی روایت میں ہے کہ جو صف کی کشادگی کو بند کرے اس کی بخشش ہو جائے گی۔

حدیث ۱۸: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص صف کو ملائے گا اللہ تعالیٰ اسے ملائے گا اور جو صف کو توڑے گا اللہ تعالیٰ بھی اسے توڑے گا۔ (نسائی شریف)

نماز باجماعت نہ پڑھنے کی مذمت

اب وہ احادیث بیان کی جاتی ہیں جن میں نماز باجماعت نہ پڑھنے کی مذمت کی گئی ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نے اپنے آپ کو اس حالت میں دیکھا کہ نماز سے پیچھے نہیں رہتا مگر وہی جو کھلا منافق یا بیمار ہے اور بیمار کی بھی یہ حالت ہوتی کہ دو آدمیوں کے سہارے اس کو چلا کر نماز کے لیے (مسجد میں لاتے)۔ اور ابن مسعود نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں سنن الہدیٰ کی تعلیم دی ہے اور جس مسجد میں اذان ہوتی ہے اس میں نماز پڑھنا ہدایت کا راستہ ہے۔ ایک اور روایت میں ہے کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے یوں کہا کہ جسے یہ اچھا معلوم ہو کہ کل خدا سے مسلمان ہونے کی حالت میں ملے تو وہ پانچوں نمازوں کی محافظت اور پابندی کرے جب ان کی اذان پڑھی جائے اور اگر تم نے اپنے گھروں میں پڑھ لی جیسے یہ پیچھے رہ جانے والا اپنے گھر میں پڑھ لیا کرتا ہے تو تم نے اپنے نبی ﷺ کی سنت چھوڑ دی۔ اور اپنے نبی ﷺ کی سنت چھوڑ دو گے تو گمراہ ہو جاؤ گے۔ ابو داؤد کی روایت میں ہے کہ کافر ہو جاؤ گے اور جو آدمی اچھی طرح وضو کرے پھر مسجد کو جائے تو جو قدم اٹھاتا ہے ہر قدم کے بدلے اللہ تعالیٰ نیکی لکھتا ہے اور ایک درجہ بلند کرتا ہے اور ایک گناہ مٹا دیتا ہے۔ (مشکوٰۃ شریف)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جس نے اذان سنی اور مسجد میں آنے سے کوئی عذر مانع نہیں تو اس کی وہ نماز قبول نہیں جو اس نے گھر پڑھی۔ لوگوں نے عرض کیا' عذر کیا ہے؟ فرمایا خوف یا بیماری' (ابوداؤد' ابن ماجہ) اور ابن حبان اور حاکم کی روایت میں ہے کہ جو اذان سنے اور بلا عذر (مسجد میں) حاضر نہ ہو وہ نماز نہیں۔

حضرت ابو داؤد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جس گاؤں یا میں تین شخص ہوں اور پھر نماز باجماعت قائم نہ کی گئی تو ان پر یقیناً شیطان مسلط

ہو گیا لہٰذا جماعت (کے ساتھ نماز پڑھنے) کو لازم جانو کیونکہ بھیڑیا اسی بکری کو کھا جاتا ہے جو ریوڑ سے دور ہو۔ (ابوداؤ د نسائی)

حضرت عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مدینہ میں موذی جانور بہت ہیں اور میں نابینا ہوں تو کیا مجھے اجازت ہے کہ نماز گھر میں پڑھ لوں۔ فرمایا حی علی الصلوٰۃ' حی علی الفلاح کی آواز سنتے ہو۔ عرض کی ہاں! تو آپ نے فرمایا تو پھر (مسجد میں) حاضر ہوا کرو۔ (ابوداؤ د نسائی)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ منافقوں پر سب سے زیادہ بھاری نماز عشاء و فجر ہے اور اگر جانتے کہ ان میں کیا اجر و ثواب ہے تو گھسٹتے ہوئے (مسجد میں) آتے۔ بلاشبہ میں نے یہ ارادہ کیا۔ نماز قائم کرنے کا حکم دوں پھر کسی کو حکم دوں کہ لوگوں کو نماز پڑھائے اور میں اپنے ہمراہ کچھ لوگوں کو جن کے پاس لکڑیوں کے گٹھے ہوں لے کر ان کے پاس جاؤں جو نماز پڑھنے کے لیے مسجد میں حاضر نہیں ہوتے اور ان کو ان کے گھروں سمیت آگ لگا کر جلا دوں۔ (بخاری شریف)

حضرب ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر گھروں میں عورتیں اور بچے نہ ہوتے تو میں نماز عشاء قائم کرتا اور جوانوں کو حکم دیتا کہ (جو نماز پڑھنے مسجد میں نہیں آئے اور گھروں میں بیٹھے ہیں) ان کے گھروں کو جلا دیں۔ (مسند امام احمد)

۲۔ شرعی مسائل

جماعت کے متعلق شرعی مسائل مندرجہ ذیل ہیں:۔

۱۔ مسئلہ: عقل مند' بالغ و آزاد اور تندرست مرد پر جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا واجب ہے۔ بلا عذر ایک وقت کی بھی نماز چھوڑنے والا گنہگار اور مستحق سزا ہے اور کئی بار جماعت چھوڑنے والا فاسق مردود الشہادت ہے۔ اس کو سخت سزا دی جائے اگر پڑوسیوں نے ایسے تارک نماز و جماعت کے بارے میں خاموشی اختیار کی تو وہ بھی گنہگار ہوں گے۔

۲۔ مسئلہ: جمعہ اور دونوں عیدوں میں جماعت شرط ہے اور تراویح میں جماعت سنت کفایہ ہے کہ سب محلہ والوں نے اگر تراویح کی جماعت چھوڑ دی تو سب گنہگار ہوں گے اگر کچھ نے جماعت قائم کر لی تو دوسروں کے ذمہ سے جماعت ساقط ہو گئی۔ رمضان شریف میں وتر کی جماعت مستحب ہے۔ سورج گہن میں جماعت سنت ہے اور چاند گرہن میں نہیں۔ نفلوں

میں جماعت بطور تداعی مکروہ ہے۔ تین سے زیادہ مقتدی ہوں تو اس کو تداعی کہتے ہیں۔ (فتاوٰی عالمگیری)

۳-مسئلہ: محلّہ کی مسجد میں جس کیلئے امام مقرر ہے۔ امام محلّہ نے اذان واقامت کے ساتھ حسب دستور نماز پڑھ لی ہو تو پہلی جماعت کی طرح دوسری جماعت اذان واقامت کے ساتھ قائم کرنا مکروہ ہے۔ ہاں محراب سے ہٹ کر بلا اذان دوسری جماعت کرانا جائز ہے۔ (درمختار)

٤-مسئلہ: عورتوں کو دن رات کی کسی بھی نماز میں جماعت کے لیے مسجد میں حاضر ہونا جائز نہیں۔ اس طرح جمعہ اور عیدین کی نماز میں بھی ان کو جانا جائز نہیں۔ خواہ وہ جوان ہوں یا بوڑھیاں گھر میں اگر صرف عورتیں ہی ہوں تو اس میں مرد کو ان کی امامت جائز نہیں۔ ہاں اگر ان عورتوں میں اس کی نسبی محارم ہوں یا بیوی ہو یا وہاں کوئی مرد بھی ہو تو پھر ان کی امامت جائز ہے۔ (درمختار)

٥-مسئلہ: اکیلا مقتدی مرد اگرچہ لڑکا ہی ہو امام کے برابر داہنی طرف اس طرح کھڑا ہو کہ اس کے پاؤں کا گٹا امام کے گٹے سے آگے نہ ہو اور نہ برابر ہو بلکہ اس سے پیچھے ہو۔ دو مقتدی ہوں تو امام کے پیچھے صف میں کھڑے ہوں۔ ایک مرد اور دوسرا لڑکا ہو تو پھر بھی وہ دونوں صف میں پیچھے کھڑے ہوں۔ عورت ایک ہو یا زیادہ ہوں امام کے پیچھے صف میں کھڑی ہوں۔ دو مقتدی ہوں ایک مرد اور ایک عورت تو مرد امام کے برابر داہنی طرف کھڑا ہو اور عورت پیچھے صف میں کھڑی ہو۔ ایک شخص امام کے برابر کھڑا تھا پھر ایک اور آ گیا تو امام آگے بڑھ جائے اور وہ آنے والا اس مقتدی کے برابر کھڑا ہو جائے یا وہ مقتدی خود پیچھے ہٹ جائے یا آنے والا اس کو کھینچ لے۔ دونوں طرح جائز ہے مگر امام یا مقتدی حکم شرع کو بجالانے کی نیت سے ایسا کریں۔ اگر آنے والے کا کہنا ماننے کی نیت سے امام آگے بڑھا یا مقتدی پیچھے ہٹا تو نماز ٹوٹ جائے گی۔ (بہار شریعت)

٦-مسئلہ: جماعت میں صف بندی اس طرح ہونی چاہیے کہ پہلے مردوں کی صف ہو پھر بچوں کی صف ہو اور آخر میں عورتوں کی صف ہو۔ بچہ اگر اکیلا ہو تو بائیں طرف مردوں کی صف میں شامل ہو جائے۔ صفیں اچھی طرح باہم مل کر کھڑی ہوں۔ بیچ میں کشادگی ہرگز نہ رہے سب کے کندھے برابر ہونے چاہئیں۔ امام کو وسط میں کھڑا ہونا چاہیے۔ دائیں بائیں کھڑا خلاف سنت ہے۔ نیز امام کا ستونوں کے درمیان کھڑا ہونا بھی مکروہ ہے۔ مردوں کی سب

سے افضل پہلی صف ہے' پھر دوسری' اس کے بعد تیسری افضل ہے۔علیٰ ہذا القیاس مقتدی کو امام کے قریب کھڑا ہونا زیادہ افضل ہے۔عورتوں کی سب سے افضل صف آخری ہے۔

۷۔مسئلہ: پہلی صف میں جگہ ہوتے پچھلی صف میں کھڑا ہونا مکروہ ہے بلکہ اگر پہلی صف میں جگہ ہو اور پچھلی بھر گئی ہو تو اس کو چیر کر جانا چاہیے اور اس خالی جگہ میں کھڑا ہونا چاہیے۔حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے کہ جو صف میں کشادگی دیکھ کر اسے پر کردے اس کی بخشش ہو جائے گی۔مسجد کے صحن میں جگہ ہوتے ہوئے گیلری وغیرہ دوسری منزل پر اقتدا کرنا مکروہ ہے۔اسی طرح صف میں جگہ ہوتے ہوئے صف کے پیچھے کھڑا ہونا بھی منع ہے۔

۳۔مسائل اقتداء

مقتدی کی چار قسمیں ہیں۔(۱) مدرک' (۲) مسبوق' (۳) لاحق اور (۴) مسبوق لاحق۔

(۱) مدرک اس مقتدی کو کہتے ہیں جس نے اول سے آخر تک امام کے ساتھ نماز پڑھی ہو۔

(۲) مسبوق اس مقتدی کو کہتے ہیں جو امام کے ایک دو رکعت پڑھنے کے بعد شامل ہوا اور آخر تک رہا ہو۔

اور (۳) لاحق مقتدی اس مقتدی کو کہتے ہیں جس نے امام کے ساتھ پہلی رکعت میں اقتدا کی لیکن بعد میں اس کی ساری یا بعض رکعتیں چھوٹ گئیں۔

اور (۴) مسبوق لاحق اس کو کہتے ہیں جو امام کے ایک دو رکعتیں پڑھنے کے بعد شامل ہوا اور بعد میں لاحق ہو گیا۔

مسبوق مقتدی جو کہ ایک دو رکعت کے بعد جماعت کے ساتھ شامل ہوا ہے۔وہ امام کے بائیں طرف سلام پھیرنے کے بعد باقی نماز پڑھنے کے لیے کھڑا ہو۔تاکہ اگر امام نے سجدہ سہو کرنا ہو تو بھی وہ کر سکے۔اگر ایسے مقتدی نے بھول کر امام کے ساتھ سلام پھیر دیا تو نماز فاسد نہ ہوگی فوراً اٹھ کر باقی نماز ادا کرے۔

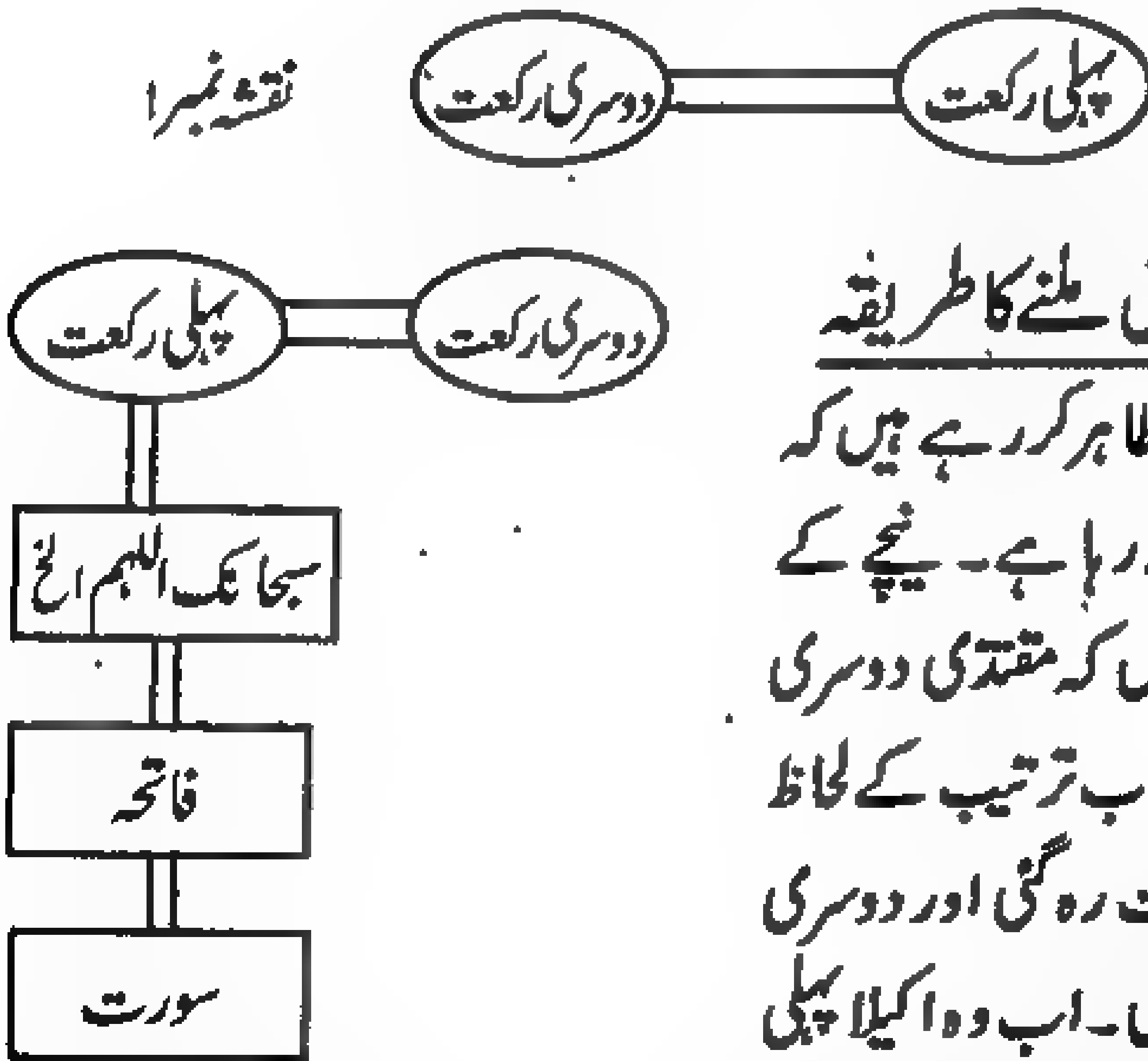
پانچ چیزیں ایسی ہیں کہ اگر امام چھوڑ دے تو مقتدی بھی نہ کرے اور امام کی متابعت کرے۔(۱) عیدین کی تکبیریں (۲) پہلا قعدہ (۳) سجدہ سہو (۴) سجدۂ تلاوت (۵) اور دعا قنوت۔

چار چیزیں ایسی ہیں کہ اگر امام ان کو ادا کرے تو مقتدی ان کے ادا کرنے میں امام کی پیروی نہ کرے۔(۱) عید کی تکبیروں میں زیادتی کرنا۔(۲) جنازہ کی چار تکبیریں کہنا' (۳) زائد سجدہ یا رکوع کرنا (۴) اور پانچویں رکعت کے لیے بھول کر کھڑا ہو جانا۔اس صورت

میں اگر امام آخری قعدہ ادا کرنے کے بعد پانچویں رکعت کے لیے کھڑا ہوا تو مقتدی امام کی پیروی نہ کریں بلکہ بیٹھے رہیں اور دیکھیں کہ اگر واپس آجائے تو اس کے ساتھ سجدہ سہو کریں اور سلام پھیریں اور اگر امام نے آخری قعدہ نہیں کیا تھا اور پانچویں رکعت کا سجدہ کرلیا تو امام اور مقتدی سب کی نماز ٹوٹ گئی۔

بیمار جو مسجد تک نہ جاسکے' اپاہج جس کا پاؤں کٹ گیا ہو' جس پر فالج گرا ہو' بہت بوڑھا جو مسجد میں نہ جاسکے' اندھا' سخت بارش' کیچڑ کا زیادہ ہونا' سخت سردی' بہت اندھیرا' شدید آندھی' مال یا کھانے وغیرہ کی چیز کے ضائع ہونے کا اندیشہ ہونا' قرض خواہ کا ڈر' جبکہ وہ تنگ دست ہو' کسی ظالم کا ڈر' پیشاب' پاخانہ' ریاح یعنی ہوا کی شدید حاجت ہونا' کھانے کی موجودگی میں جبکہ اس کی خواہش بھی ہو' قافلہ چلے جانے کا اندیشہ ہو' بیمار کی تیمارداری کرنا جبکہ اور کوئی اس کی خبر گیری کرنے والا موجود نہ ہو' ان تمام صورتوں میں جماعت ترک کرنے میں کوئی گناہ نہیں' بلکہ مذکورہ تمام عذر ترک جماعت کے عذر ہیں۔

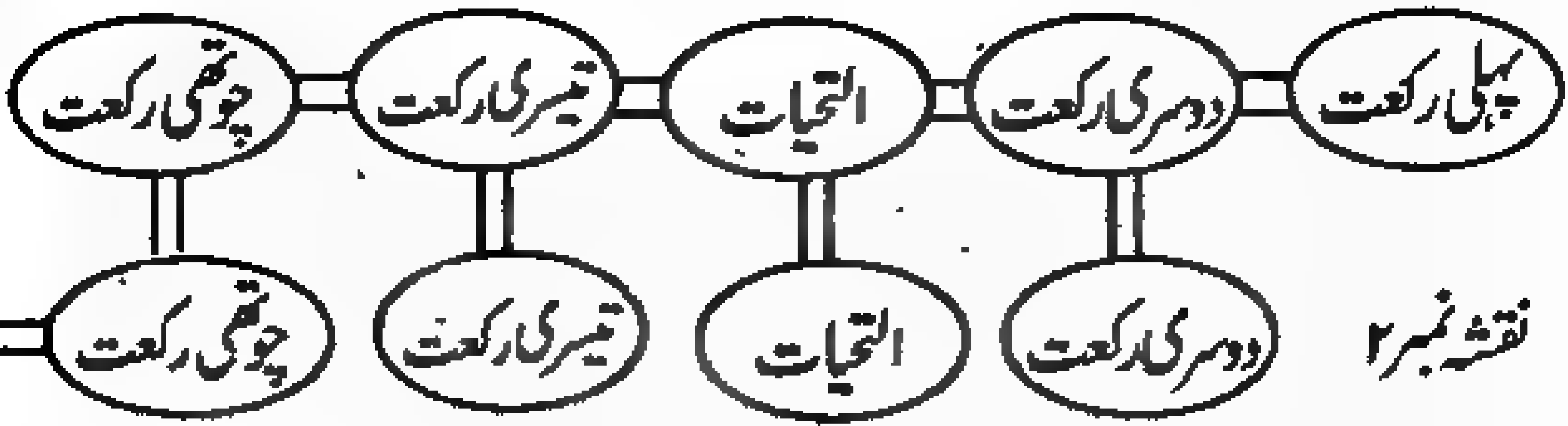
جماعت کی نمازوں میں ملنے کے نقشے

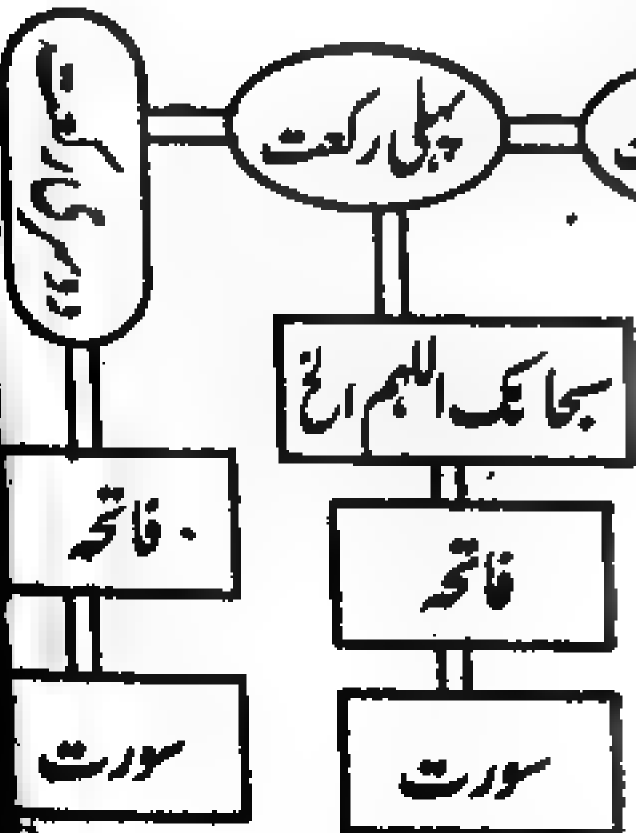


فجر کی دوسری رکعت میں ملنے کا طریقہ

نقشہ میں اوپر کے خانے ظاہر کر رہے ہیں کہ امام صبح کے دو فرض پڑھ رہا ہے۔ نیچے کے خانے یہ ظاہر کر رہے ہیں کہ مقتدی دوسری رکعت میں مل رہا ہے۔ اب ترتیب کے لحاظ سے مقتدی کی پہلی رکعت رہ گئی اور دوسری رکعت امام کے پیچھے ہوگئی۔ اب وہ اکیلا پہلی رکعت کو اس طرح پڑھے کہ پہلے سبحانک اللھم فاتحہ سورت پڑھ کر اپنی پہلی اور چھوٹی ہوئی رکعت کو پورا کرے گا (درمختار) جمعہ کی نماز میں امام کے ساتھ ملنے کا طریقہ بھی بالکل وہی ہے جو فجر کی نماز میں ملنے کا ہے۔

ظہر' عصر اور عشا کی دوسری رکعت میں ملنے کا طریقہ

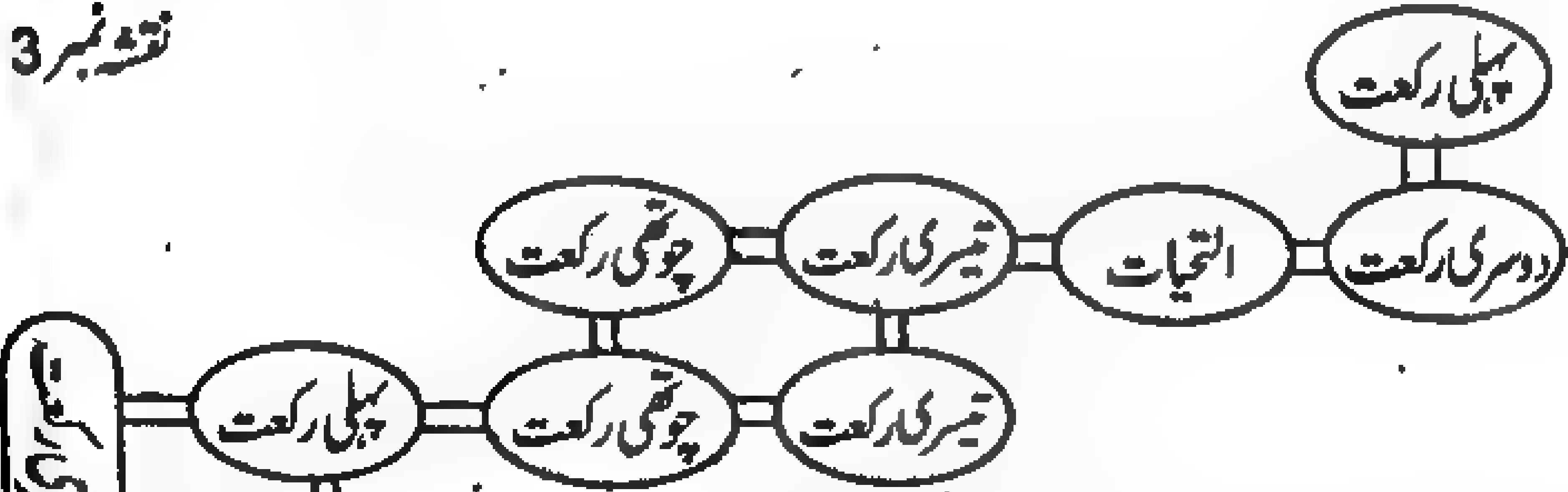




نقشہ کے اوپر کے خانے ظاہر کر رہے ہیں کہ امام چار رکعت کی نماز پڑھا رہا ہے۔ نیچے کے خانے یہ ظاہر کر رہے ہیں کہ مقتدی دوسری رکعت میں مل رہا ہے۔ اب اس نے امام کے پیچھے دوسری' تیسری اور چوتھی رکعت ترتیب سے پڑھ لی اس کی پہلی رکعت باقی رہ گئی جسے وہ اب اکیلا کھڑا ہو کر اس طرح ادا کرے گا کہ اس میں سبحانک اللھم پھر فاتحہ سورت پڑھے گا۔ (درمختار۔ ج ا ص ۸۶)

ظہر' عصر اور عشاء کی تیسری رکعت میں ملنے کا طریقہ

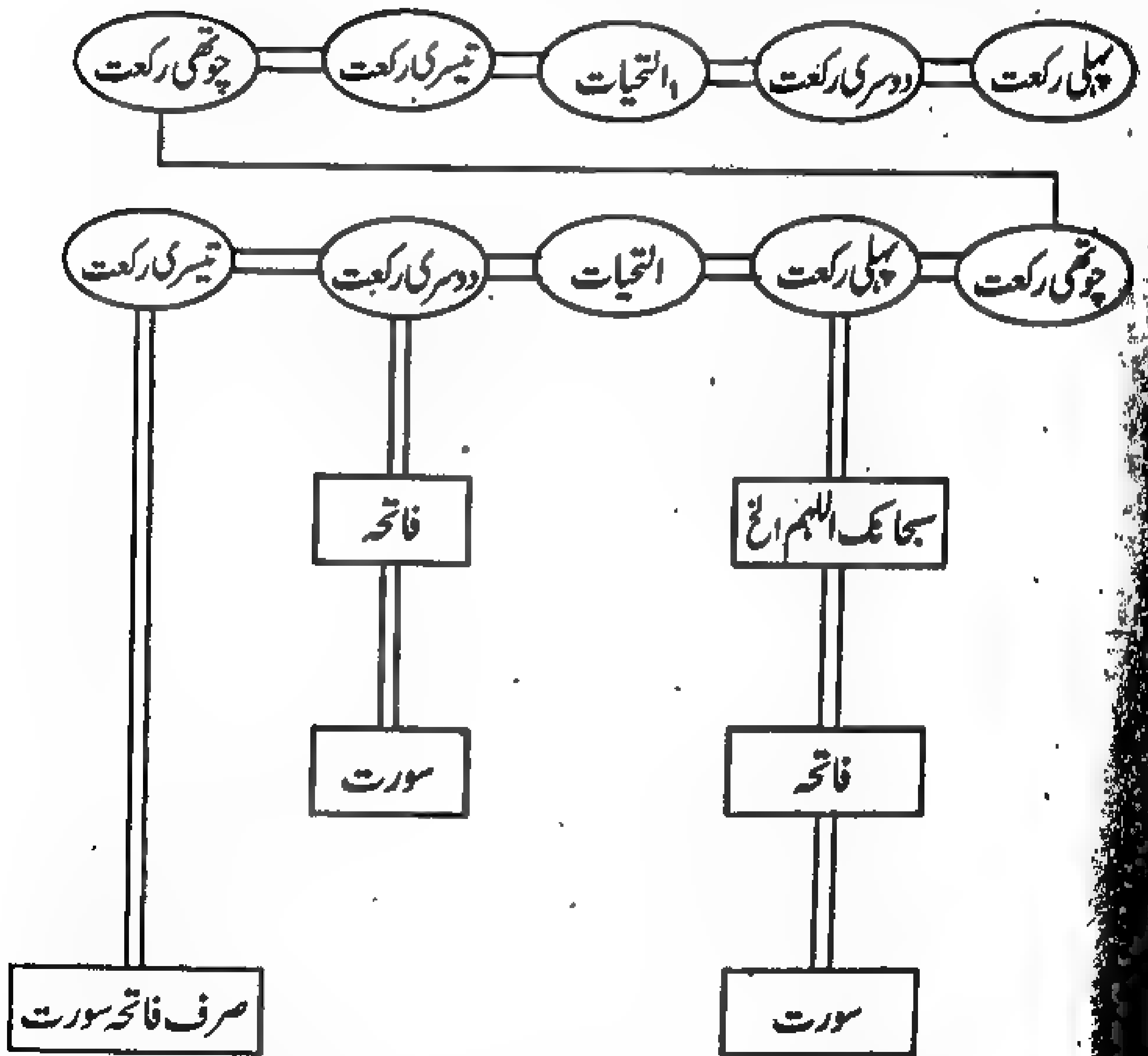
نقشہ نمبر 3



نقشہ میں اوپر کے خانے ظاہر کر رہے ہیں کہ امام چار رکعت کی نماز پڑھا رہا ہے۔ نیچے کے خانے ظاہر کرتے ہیں کہ مقتدی تیسری رکعت میں مل رہا ہے۔ اب اس نے امام کے پیچھے تیسری' چوتھی رکعت تو ترتیب کے ساتھ ادا کر لی۔ اب قاعدہ کے

مطابق مقتدی کی پہلی اور دوسری رکعت بچ گئی۔ اب وہ کھڑا ہو کر پہلی رکعت اس طرح ادا کرے گا کہ پہلے اس میں سبحانک اللھم پھر فاتحہ سورت پڑھے گا' پھر رکوع وسجدہ کرنے کے بعد کھڑا ہو کر دوسری رکعت اس طرح ادا کرے گا کہ پہلے اس میں فاتحہ پھر سورت پڑھے گا۔ اس طرح اس کی باقی ماندہ پہلی اور دوسری رکعتیں پوری ہو جائیں گی۔ (درمختار۔ ج ا ص ۸۶)

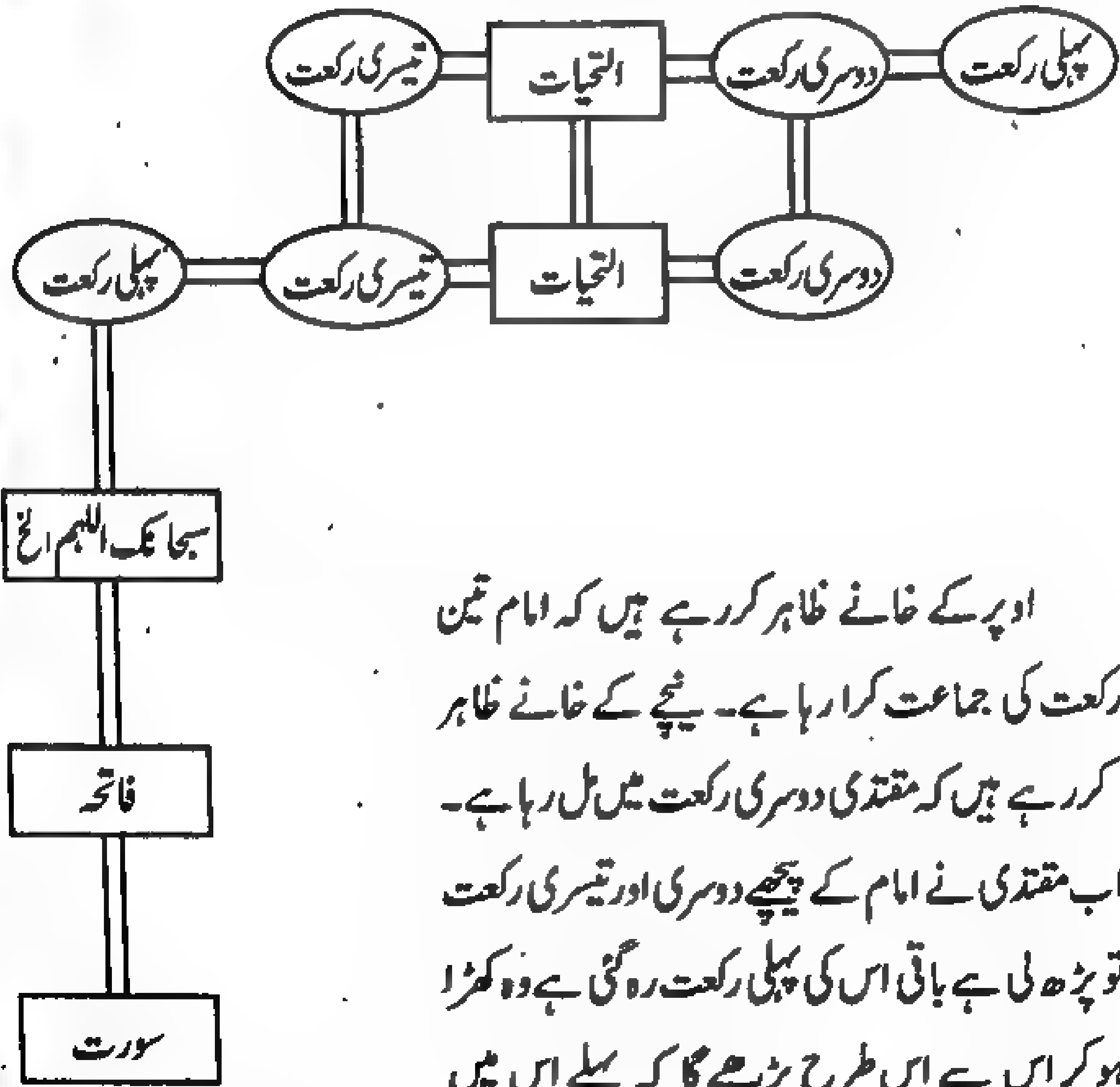
ظہر' عصر اور عشاء کی چوتھی رکعت میں ملنے کا طریقہ



اوپر کے خانے ظاہر کر رہے ہیں کہ امام چار رکعت کی نماز پڑھا رہا ہے۔ نیچے کے نے ظاہر کر رہے ہیں کہ مقتدی امام کے پیچھے چوتھی رکعت میں مل رہا ہے۔ اب مقتدی نے کے پیچھے صرف اپنی چوتھی رکعت ادا کی۔ ترتیب کے لحاظ سے اب اس کی پہلی اور دوسری ری رکعت باقی رہ گئی۔ اب وہ اپنی پہلی رکعت اس طرح پڑھے گا کہ پہلے اس میں

سبحانک اللّٰھم پھر سورۃ فاتحہ اور سورت پڑھ کر رکوع وسجود کرے گا اور قعدہ میں بیٹھ کر التحیات پڑھے گا کیونکہ اس کی دو رکعتیں پوری ہو گئیں۔ ایک امام کے ساتھ اور ایک اب علیحدہ۔ پھر دوسری رکعت میں فاتحہ وسورت پڑھے گا۔ باقی رہ گئی تیسری رکعت تو چونکہ فرض کی آخری رکعتوں میں صرف فاتحہ پڑھی جاتی ہے۔ اس لیے اس میں صرف فاتحہ پڑھ کر تیسری رکعت پوری کرے گا۔ اس ترتیب سے اس کی ساری رکعتیں پوری ہو جائیں گی۔ اب بیٹھ کر التحیات درود شریف اور دعا پڑھ کر سلام پھیر دے گا۔

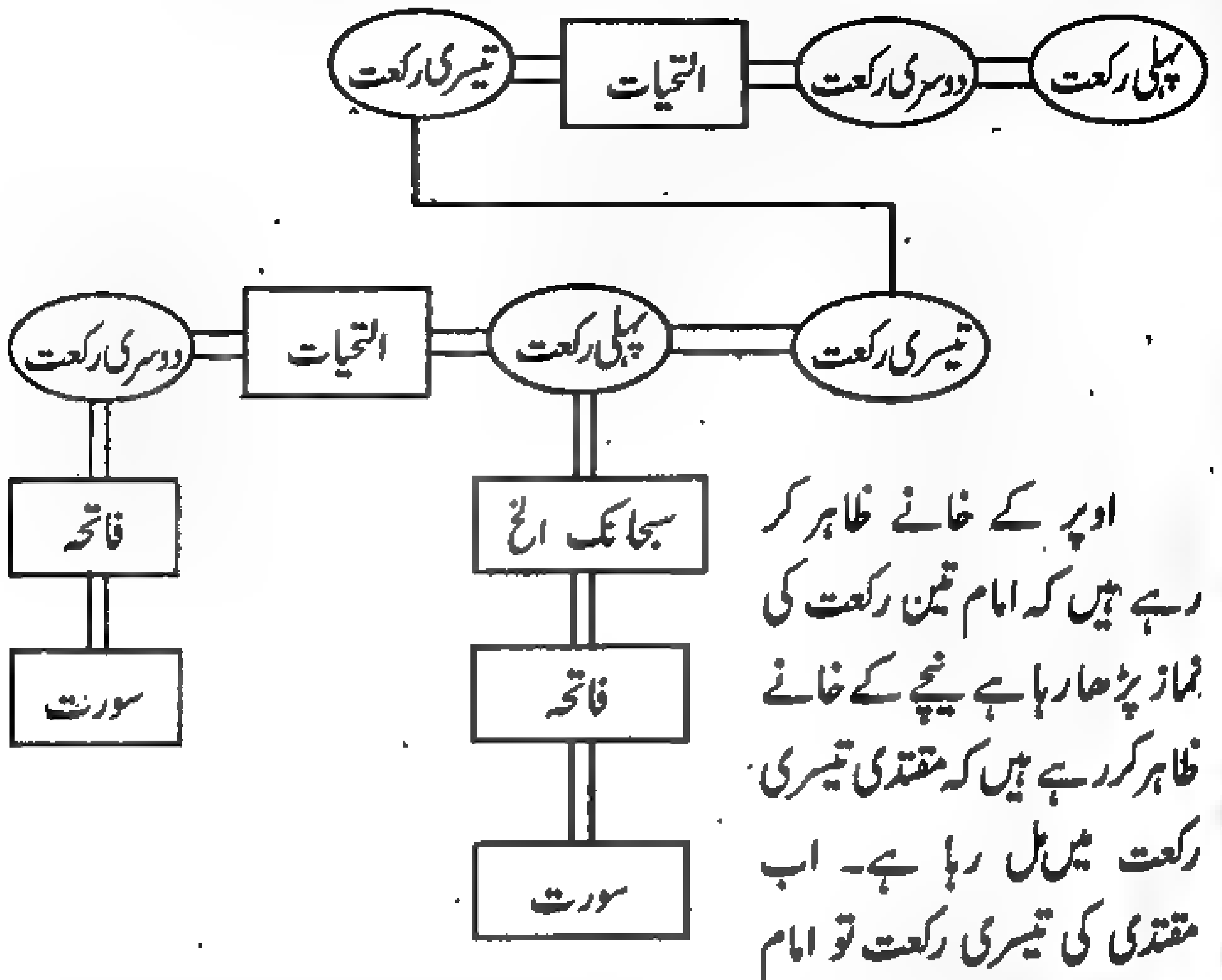
مغرب کی دوسری رکعت میں ملنے کا طریقہ



اوپر کے خانے ظاہر کر رہے ہیں کہ امام تین رکعت کی جماعت کرا رہا ہے۔ نیچے کے خانے ظاہر کر رہے ہیں کہ مقتدی دوسری رکعت میں مل رہا ہے۔ اب مقتدی نے امام کے پیچھے دوسری اور تیسری رکعت تو پڑھ لی ہے باقی اس کی پہلی رکعت رہ گئی ہے وہ کھڑا ہو کر اس سے اس طرح پڑھے گا کہ پہلے اس میں سبحانک اللّٰھم پھر فاتحہ پھر سورت پڑھے گا۔

ماہ رمضان میں وتر کی جماعت ہوتی ہے۔ اس میں ملنے کا طریقہ بھی بالکل مغرب کی نماز کی طرح ہے۔

مغرب کی تیسری رکعت میں ملنے کا طریقہ



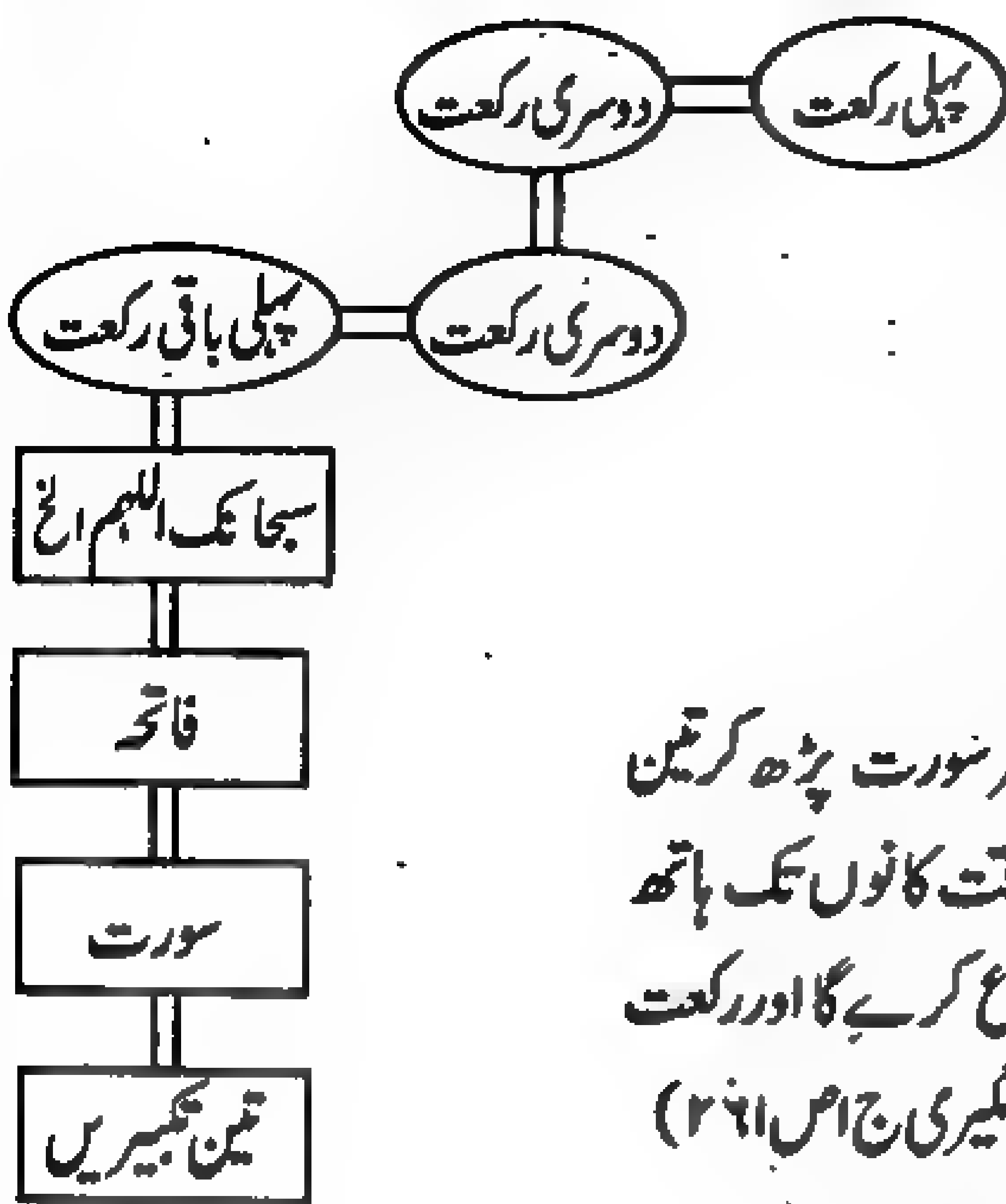
اوپر کے خانے ظاہر کر رہے ہیں کہ امام تین رکعت کی نماز پڑھا رہا ہے نیچے کے خانے ظاہر کر رہے ہیں کہ مقتدی تیسری رکعت میں مل رہا ہے۔ اب مقتدی کی تیسری رکعت تو امام کے پیچھے ادا ہوگئی۔ پہلی اور دوسری رکعت باقی رہ گئی ہے۔ اب وہ پہلی رکعت کھڑا ہو کر اس طرح پڑھے گا کہ پہلے سبحانک الخ پھر فاتحہ سورت پڑھ کر رکوع اور سجدہ کرے گا۔ اب چونکہ اس کی دو رکعتیں پوری ہوگئی ہیں اس لیے بیٹھ کر التحیات پڑھے گا پھر کھڑا ہو کر دوسری رکعت اس طرح ادا کرے گا کہ پہلے اس میں سورت فاتحہ پھر سورت پڑھ کر رکوع و سجود کر کے رکعت پوری کرے گا اور التحیات درود شریف اور دعا پڑھ کر سلام پھیر دے گا۔ اس طرح اس کو تین التحیات پڑھنے پڑتے ہیں۔ ایک امام کے پیچھے اور دو اکیلے اچھی طرح طرح سمجھ لیں۔ (در مختار ج ۱ ص ۸۶)

عید الفطر اور عید الاضحیٰ کی دوسری رکعت میں ملنے کا طریقہ

(نقشہ ص پر ہے)

اوپر کے خانے ظاہر رہے ہیں کہ امام عید کی

دو رکعت پڑھا رہا ہے۔ نیچے کے خانے ظاہر کرتے ہیں کہ مقتدی دوسری رکعت میں مل رہا ہے۔ اب ترتیب کے لحاظ سے مقتدی کی پہلی رکعت رہ گئی اب وہ اپنی پہلی رکعت اس طرح ادا کرے گا



کہ پہلے سبحانک اللھم پھر فاتحہ پھر سورت پڑھ کر تین تکبیریں پڑھے گا اور ہر تکبیر کے وقت کانوں تک ہاتھ اٹھائے گا پھر چوتھی تکبیر پڑھ کر رکوع کرے گا اور رکعت پوری کر کے سلام پھیر دے گا۔ (عالمگیری ج ا ص ۱۶۲)

(۲۲) احکام مسجد

مسجد مسلمانوں کی عبادت گاہ ہے۔ اسے اللہ کے ہاں دوسرے مقامات کی نسبت برتری کا شرف حاصل ہے جو عام جگہوں کو حاصل نہیں کیونکہ مسجد کو اللہ کا گھر کہا جاتا ہے اور اس مناسبت سے اللہ کو عام جگہوں سے زیادہ پسند ہے۔ شرعاً مسجد سے مراد وہ جگہ یا مکان ہے جو نماز با جماعت کے لیے مقرر کر دی جائے۔ اس لیے مسلمانوں کی معاشرتی زندگی میں مسجد کو مرکزیت اور شعائر اسلام کی حیثیت حاصل ہے۔

اے اللہ کے بندے! تجھے معلوم ہے کہ انسان کی زندگی کا اصل مقصد تو عبادت الٰہی ہے کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ میں نے انسانوں اور جنوں کو عبادت کے لیے پیدا کیا ہے اور عبادت کی بہترین صورت نماز اور ذکر الٰہی ہے۔ نماز ہر بالغ مسلمان پر فرض ہے۔ پھر یہ ایسی عبادت ہے جو روز اول سے چلی آ رہی ہے تو اس عبادت کی انجام دہی کے لیے جو اللہ کا گھر سب سے پہلے بنایا گیا وہ ہے خانہ کعبہ۔ اس کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ''یقیناً سب سے پہلا گھر جو لوگوں کی عبادت کے لیے بنایا گیا وہی خانہ کعبہ ہے جو مکہ مکرمہ میں ہے وہ مبارک ہے اور تمام مسلمانوں کے لیے ذریعہ ہدایت ہے۔'' اس سے معلوم ہوا کہ خانہ خدا اللہ کی مقبول ترین مسجد ہے تو جب مساجد اللہ کو محبوب ہیں تو ان کے فضائل اور

ان میں آنے جانے کے آداب جاننا بھی ہر مسلمان کے لیے ضروری ہے۔

ا۔فضائل مسجد

اسلام میں مساجد کو بہت زیادہ عظمت اور احترام حاصل ہے کیونکہ مساجد کو بیت اللہ یعنی اللہ کا گھر ہونے کی وجہ سے ایسی فضیلت اور برتری حاصل ہے جو دوسرے مقامات کو حاصل نہیں۔ مساجد کے فضائل کے بارے میں خود اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا ہے۔

(۱) اِنَّمَا يَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَ اَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ وَلَمْ يَخْشَ اِلَّا اللّٰهَ ط فَعَسٰٓى اُولٰٓئِكَ اَنْ يَّكُوْنُوْا مِنَ الْمُهْتَدِيْنَ. (پ۱۰۔توبہ:۱۸)

اللہ کی مسجدیں وہی آباد کرتے ہیں جو اللہ اور قیامت پر ایمان لاتے اور نماز قائم کرتے ہیں اور زکوۃ دیتے ہیں اور اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے تو قریب ہے کہ یہ لوگ ہدایت والوں میں ہیں۔

(۲) يٰبَنِىْٓ اٰدَمَ خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَّ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ. (پ۸اعراف:۳۱)

اے آدم کی اولاد! اپنی زینت لو جب مسجد میں جاؤ اور کھاؤ اور پیو اور حد سے نہ بڑھو بے شک حد سے بڑھنے والے اسے پسند نہیں۔

☆☆

(۳) قُلْ اَمَرَ رَبِّىْ بِالْقِسْطِ وَاَقِيْمُوْا وُجُوْهَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَّادْعُوْهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ط كَمَا بَدَاَكُمْ تَعُوْدُوْنَ. (پ۸اعراف:۲۹)

تم فرماؤ میرے رب نے انصاف کا حکم دیا ہے اور اپنے منہ سیدھے کرو ہر نماز کے وقت اور اس کی عبادت کرو۔ نرے اس کے بندے ہو کر جیسے اس نے تمہارا آغاز کیا ویسے ہی پلٹو گے

ان آیات سے معلوم ہوا کہ مساجد کی تکریم و تعظیم کرنا اہل ایمان کا شیوہ ہے۔

احادیث میں مساجد کے بے شمار فضائل بیان ہوئے ہیں جو حسب ذیل ہیں:۔

ا۔مساجد جنت کے باغ ہیں

نبی کریم ﷺ نے مساجد کو جنت کے باغوں سے کہا ہے کیونکہ جنت کے باغوں میں انسان راحت سکھ چین ہوگا اور اس راحت کے سبب انسان اللہ تعالیٰ کا شکر گزار ہوگا تو ایسے انسان اگر سچے دل سے مساجد میں جا کر نماز پڑھے تو وہ سکون حاصل ہوتا ہے جو دولت

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تم جنت کے باغوں کے پاس سے گزرو پس میوہ کھاؤ۔ کہا گیا اے اللہ کے رسول ﷺ! جنت کے باغ کیا ہیں فرمایا مساجد' کہا گیا اور میوہ کھانا کیا ہے اے اللہ کے رسول ﷺ؟ فرمایا، سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر۔ (ترمذی)

۲۔ مساجد بہترین جگہوں میں سے ہیں

مساجد بہترین جگہ ہیں کیونکہ غلاموں کے لیے بہترین جگہ وہی ہوتی ہے جسے مالک پسند کرے لہٰذا ہم اپنے مالک کے غلام ہیں اور ہمیں بھی مساجد کو اتنا اچھا اور بہترین جاننا چاہیے جتنا کہ اللہ نے حکم دیا ہے۔ یاد رہے کہ آقا کے نزدیک بہترین جگہ وہی ہوتی ہے جہاں اس کا تذکرہ ہو۔ لہٰذا مساجد میں ہر وقت اللہ کا نام لیا جاتا ہے اس لیے مساجد بہترین جگہوں میں سے ہے۔

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک یہودی عالم نے نبی کریم ﷺ سے سوال کیا کہ کون سی جگہ بہتر ہے۔ حضور ﷺ جواب دینے سے چپ رہے اور اپنے دل میں کہا کہ میں چپ رہوں گا یہاں تک کہ جبرائیل علیہ السلام آئیں۔ آپ ﷺ چپ رہے اور جبرائیل علیہ السلام آئے حضور ﷺ نے پوچھا اس نے کہا جس سے پوچھا گیا ہے اس کو پوچھنے والے سے زیادہ علم نہیں لیکن میں اپنے رب تبارک و تعالیٰ سے سوال کروں گا۔ پھر جبرائیل علیہ السلام نے کہا اے محمد ﷺ! میں اللہ کے اس قدر نزدیک ہوا کہ آج تک کبھی اتنا نزدیک نہیں ہوا۔ حضور ﷺ نے کہا کیسے اے جبرائیل علیہ السلام؟ کہا میرے اور اس کے درمیان ستر ہزار نور کے پردے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ بدترین جگہیں بازار ہیں اور بہتر جگہیں مسجدیں ہیں۔ (ابن حبان عن ابن عمر رضی اللہ عنہما)

۳۔ مساجد اللہ کو بہت محبوب ہیں

رسول اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ مکانوں میں سب سے زیادہ اللہ کو محبوب مساجد ہیں۔ جیسا کہ بندوں میں جو شخص اللہ کو زیادہ یاد کرتا ہے وہ اس کا محبوب بندہ بن جاتا ہے۔ ویسے ہی وہ جگہ جس جگہ پر اللہ کا بندہ بیٹھ کر اللہ کو یاد کرتا ہے وہ جگہ بھی اللہ کے نزدیک محبوب بن جاتی ہے۔ مساجد میں چونکہ لوگ اللہ کی عبادت اور ذکر کرتے ہیں اس لیے اللہ کو مساجد بہت محبوب ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مکانوں میں سے سب سے زیادہ محبوب اللہ کی طرف مسجدیں ہیں اور سب سے زیادہ برے مکانوں میں سے اللہ کے نزدیک بازار ہیں۔ (مسلم)

۴۔ مساجد سے لگاؤ کا اجر

مسجد سے لگاؤ اور دلچسپی رکھنا بھی اللہ کے ہاں ایک مقبول فعل ہے۔ یعنی بندوں نے نماز بہر حال مسجد میں پڑھنی ہی ہے لیکن ان میں وہ شخص جو مسجد سے زیادہ محبت والفت رکھتا ہو اس کا دل ہر وقت مسجد کے کاموں کی طرف ہو تو ایسا شخص اللہ کو بہت اچھا لگتا ہے اور قیامت کے روز ایسے شخص کو اللہ کی خاص قربت حاصل ہوگی اور یہ قربت اللہ کے سائے کی صورت میں حاصل ہوگی۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا سات شخص ہیں اللہ تعالیٰ ان کو اپنے سایہ میں رکھے گا کہ اس دن اس کے سوا کسی کا سایہ نہ ہوگا۔ امام عدل کرنے والا اور جوان آدمی کہ اپنی جوانی اللہ کی عبادت میں خرچ کرے اور وہ شخص کہ اس کا دل مسجد کے ساتھ لٹکا ہوا ہے۔ جب اس سے نکل جاتا ہے یہاں تک کہ اس کی طرف پھر آوے اور وہ شخص کہ محبت رکھتے ہیں اللہ کے لیے اس پر اکٹھے ہوں اور اس جدا ہوتے ہیں اور ایک وہ آدمی جو تنہائی میں اللہ کو یاد کرتا ہے پس اس کی آنکھیں بہہ پڑتی ہیں اور ایک وہ آدمی کہ اس کو ایک صاحب حسب و جمال عورت اپنی طرف بلاتی ہے وہ کہتا ہے میں اللہ سے ڈرتا ہوں اور ایک وہ آدمی ہے جو اللہ کے لیے صدقہ کرتا ہے اس کو چھپاتا ہے یہاں تک کہ اس کا بایاں ہاتھ نہیں جانتا کہ دائیں نے کیا خرچ کیا ہے۔ (متفق علیہ)

۵۔ دور سے مسجد میں آنے کا ثواب

وہ لوگ جو دور سے چل کر مسجد میں نماز ادا کرنے کے لیے آتے ہیں ان کو نزدیک والوں سے زیادہ ثواب ملے گا کیونکہ یہ بھی احترام مسجد میں شامل ہے۔

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا لوگوں میں از روئے ثواب' بڑا وہ شخص ہے جو ان کا دور کا ہے۔ پس دور کا ہے از روئے چلنے کے اور جو شخص انتظار کرتا ہے نماز کا' یہاں تک کہ امام کے ساتھ پڑھتا ہے اس کو زیادہ ثواب ہے۔ بہ نسبت اس شخص کہ جو نماز پڑھے اور سو رہے۔ (متفق علیہ)

۶۔ مسجد میں جانے سے مہمانی جنت کا شرف حاصل ہونا

رسول اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ جو شخص دن کے پہلے حصے میں یا پچھلے حصے میں خلوص دل کے ساتھ مسجد میں جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے مہمانی تیار کرتا ہے یعنی مسجد میں جانا گویا ضیافت خانے میں جانا ہے اور اللہ تعالیٰ وہاں آنے والوں کو اپنی عطا سے محروم نہیں کرتا کیونکہ یہ اللہ کریم کی شان کے خلاف ہے کہ اس کے گھر آنے والے محروم رہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص اول روز یا آخر روز مسجد کی طرف گیا اللہ تعالیٰ اس کی مہمانی جنت میں تیار کرتا ہے جب بھی صبح صبح جاتا ہے یا پچھلے پہر۔ (متفق علیہ)

۷۔ خدمت مسجد' گواہی ایمان ہے

مسجد کی دیکھ بھال کرنا' اس کی خبر گیری کرنا' اس کی مرمت کروانا' اس میں نماز ادا کرنا' اس میں ذکر الٰہی میں مصروف رہنا انسان کے صاحب ایمان ہونے کی دلیل ہے کیونکہ جس کے ایمان میں جتنی زیادہ استقامت ہوگی وہ ہر وہ کام کرنے کی کوشش کرے گا جس سے اللہ راضی ہو' تو مساجد کی خدمت سے اللہ تعالیٰ راضی ہوتا ہے۔ اللہ ہر مسلمان کو مسجد کی خدمت میں توفیق دے۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تم کسی آدمی کو دیکھو کہ وہ مسجد کی خبر گیری کرتا ہے اس کے ایمان کی گواہی دو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ "سوائے اس کے نہیں کہ اللہ کی مسجدوں کو وہی شخص آباد کرتا ہے جو اللہ اور آخرت کے دن کے ساتھ ایمان لایا۔ (ترمذی' ابن ماجہ' دارمی)

(۲) مسائل مسجد

مسجد کے آداب اور احکام کے متعلق مسائل مندرجہ ذیل ہیں:۔

۱۔**مسئلہ**: مردوں کا اپنے محلہ کی مسجد میں ایک فرض نماز پڑھنا گھر میں پچیس نمازیں پڑھنے کے برابر ہے اور جامع مسجد میں ایک نماز کا ثواب پانچ سو نماز کے برابر ہے اور مسجد اقصیٰ (بیت المقدس) میں ایک نماز پچاس ہزار نماز کے برابر ہے اور کعبہ شریف میں ایک نماز پڑھنے کا ثواب' ایک لاکھ نماز کے برابر ہے۔ عورتوں کو مسجد کے بجائے گھر میں نماز

پڑھنے کا زیادہ ثواب ہے۔
۲۔**مسئلہ**: جب مسجد میں داخل ہو تو درود شریف پڑھ کر اَللّٰھُمَّ افْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ پڑھے اور جب مسجد سے نکلے تو درود شریف کے بعد اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ پڑھے۔
۲۔**مسئلہ**: مسجد کی چھت کا بھی مسجد ہی کی طرح ادب واحترام لازم ہے۔ بلاضرورت مسجد کی چھت پر چڑھنا مکروہ ہے۔
۳۔**مسئلہ**: بچے کو اور پاگل کو جن سے گندگی کا گمان ہو مسجد میں نہ لے جانا حرام ہے اور اگر نجاست کا ڈر نہ ہو تو مکروہ ہے۔
٤۔**مسئلہ**: مسجد کا کوڑا جھاڑ کر ایسی جگہ ڈالے جہاں بے ادبی نہ ہو۔
۵۔**مسئلہ**: ناپاک کپڑا پہن کر یا کوئی بھی ناپاک چیز لے کر مسجد میں جانا منع ہے یونہی ناپاک تیل مسجد میں جلانا' یا ناپاک گارا مسجد میں لگانا منع ہے۔
۷۔**مسئلہ**: وضو کے بعد بدن کا پانی مسجد میں جھاڑنا یا مسجد میں تھوکنا یا ناک صاف کرنا ناجائز ہے۔
۸۔**مسئلہ**: مسجد میں ان آداب کا خیال رکھے۔(۱) جب مسجد میں داخل ہو تو سلام کرے بشرطیکہ جو لوگ وہاں موجود ہوں ذکر و درس میں مشغول نہ ہوں اور اگر وہاں کوئی نہ ہو یا جو لوگ وہاں موجود ہوں وہ ذکر و درس میں مشغول ہوں تو یوں کہے اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَ عَلٰی عِبَادِ اللّٰہِ الصّٰلِحِیْنَ (۲) وقت مکروہ نہ ہو تو دو رکعت تحیۃ المسجد ادا کرے (۳) خرید و فروخت نہ کرے (۴) ننگی تلوار مسجد میں نہ لے جائے (۵) گمی ہوئی چیز مسجد میں نہ ڈھونڈے (۶) ذکر کے سوا آواز بلند نہ کرے (۷) دنیا کی باتیں نہ کرے (۸) لوگوں کی گردنیں نہ پھلانگے (۹) جگہ کے متعلق کسی سے جھگڑا نہ کرے بلکہ جہاں جگہ خالی پائے وہاں نماز پڑھ لے اور اس طرح نہ بیٹھے کہ دوسروں کے لیے جگہ میں تنگی ہو (۱۰) کسی نمازی کے آگے سے نہ گزرے (۱۱) مسجد میں تھوک' کھنکار یا کوئی گندی یا گھناؤنی چیز نہ ڈالے (۱۲) انگلیاں نہ چٹکائے (۱۳) نجاست اور بچوں اور پاگلوں سے مسجد کو بچائے (۱۴) ذکر الٰہی کی کثرت کرے۔ (کتب فقہ)
مسئلہ: کچا لہسن' پیاز یا مولی کھا کر جب تک منہ میں بدبو باقی رہے' مسجد میں جانا جائز

نہیں۔ یہی حکم ہر اس چیز کا ہے جس میں بدبو ہے کہ اس سے مسجد کو بچایا جائے اور اس کے بغیر دور کیے ہوئے مسجد میں نہ جایا جائے۔

۹۔مسئلہ: مسجد کی صفائی کے لیے چمگادڑوں اور کبوتروں اور چڑیوں کے گھونسلوں کو نوچنے میں کوئی حرج نہیں۔

۱۰۔مسئلہ: اپنے محلہ کی مسجد میں نماز پڑھنا جامع مسجد میں نماز پڑھنے سے افضل و بہتر ہے اگر چہ اپنے محلہ کی مسجد میں جماعت نہ ہوتی ہو یا جماعت تھوڑی ہوتی ہو۔ جب دو تین مسجدیں برابر ہوں تو اس مسجد میں نماز پڑھیں جس کا امام زیادہ علم و تقویٰ والا ہو۔ اگر اس میں برابر ہوں تو جو زیادہ قدیم ہو یا قریب ہو۔ ہاں اپنے محلہ کی مسجد کے امام میں اگر کوئی شرعی عیب ہو یا بدعقیدہ ہو جس کی وجہ سے اس کے پیچھے نماز منع ہو تو محلہ کی مسجد چھوڑ کر دوسری مسجد میں جانا چاہیے۔

فرض نمازوں کے علاوہ باقی نفلی نمازیں گھر میں پڑھنا سنت اور افضل ہے۔ مسجد کے علاوہ ہر پاک وصاف جگہ نماز پڑھنا جائز ہے۔ ایسی چیز کے سامنے جو دل کو اپنی طرف مشغول رکھے' نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ مثلاً زیب و زینت' لہو ولعب وغیرہ اور عام رستے' کوڑا ڈالنے کی جگہ' مذبح' قبرستان' غسل خانہ' حمام' نالا' مویشی خانہ' خصوصاً اونٹ باندھنے کی جگہ' اصطبل' پاخانہ کی چھت اور کھلے میدان میں بلا سترہ کے جبکہ آگے سے گزرنے کا اندیشہ ہو' ان تمام جگہوں میں نماز پڑھنا مکروہ ہے۔

(۳۲) جمعہ

جمعہ کے دن نماز جمعہ فرض عین ہے۔ قیام نماز میں اسے خاص اہمیت حاصل ہے۔ اس کی فرضیت کا منکر دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ نماز جمعہ دراصل نماز ظہر کے قائم مقام ہے جو شخص بغیر کسی شرعی عذر کے محض سستی اور لاپروائی کی بناء پر جمعہ قائم نہ کرے گا وہ گنہگار ہے کیونکہ قرآن مجید میں جمعہ پڑھنے کے بارے میں سختی سے تاکید کی گئی ہے کہ:۔

يَآ يُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نُوْدِيَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ

اے ایمان والو! جب جمعہ کے دن اذان دی جائے (تم کو پکارا جائے) تو نماز کی طرف جلدی چلو اور خرید و فروخت کو ترک کر دو' یہ تمہارے لیے

كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ٥ بہتر ہے اگر تم جانتے ہو۔ (جمعہ:۹)

یعنی اے ایمان والو! اے وہ لوگو جنھوں نے اللہ کی واحدانیت کا اقرار کیا اور اس کے واحد و یکتا ہونے کی تصدیق کی۔ جب جمعہ کے دن اذان کے ذریعہ تم کو نماز کے لیے بلایا جائے تو نماز جمعہ کے لیے جلد چلو اور اذان کے بعد خرید و فروخت بند کردو۔ اگر تم سچ جانتے ہو تو کمائی اور تجارت سے نماز تمہارے لیے بہتر ہے۔

فضائل نماز جُمعہ

نماز جمعہ کی فضیلت بہت زیادہ ہے بلکہ مومنین کے لیے خاص تحفہ ہے' نماز جمعہ سے نمازی کو بہت سے دینی اور دنیاوی فوائد حاصل ہوتے ہیں جنہیں فضائل جمعہ کہا جاتا ہے اور ان فضائل سے انسان میں وہ خواص پیدا ہوتے ہیں جن کا شریعت مطہرہ تقاضا کرتی ہے۔ احادیث کی رو سے حسب ذیل فضائل ہیں:۔

۱۔ گناہوں کی بخشش

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو غسل کرے پھر جمعہ کو آئے پھر جو مقدر میں ہو نماز پڑھے' پھر خاموش بیٹھے حتیٰ کہ امام خطبہ سے فارغ ہو جائے پھر اس کے ساتھ نماز پڑھے تو اس جمعہ اور دوسرے جمعہ کے درمیان اور تین دن زیادہ کے اس کے گناہ بخش دیے جائیں گے۔ (صحیح مسلم)

۲۔ عذاب قبر سے حفاظت

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی مسلمان نہیں جو جمعہ کے دن یا جمعہ کی رات کو فوت ہوتا ہے' مگر اللہ اسے فتنہ قبر سے بچا لیتا ہے۔ (ترمذی شریف)

۳۔ جمعہ کے دن کی فضیلت

حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا' جمعہ کا دن تمام دنوں کا سردار ہے اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ سب سے بڑا اور عظمت والا ہے بلکہ اللہ کے نزدیک عید الضحیٰ اور عید الفطر سے بھی بڑا ہے۔ اس میں پانچ خصلتیں ہیں۔ اللہ نے اسی میں آدم علیہ السلام کو پیدا کیا۔ اسی دن انہیں زمین پر اتارا اور اسی دن ان کو وفات دی۔

اسی میں ایک ایسی گھڑی ہے کہ بندہ اس وقت سوا حرام کے جس چیز کا سوال کرے اللہ وہ دے گا اور اسی میں قیامت قائم ہوگی۔ کوئی مقرب فرشتہ' آسمان وزمین' ہوا' پہاڑ اور دریا ایسا نہیں کہ جمعہ کے دن سے ڈرتا نہ ہو۔ (قیامت قائم ہونے سے) (ابن ماجہ)

۴۔ جمعہ کو جمعہ کہنے کی وجہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا کہ کس وجہ سے اس دن کا نام جمعہ رکھا گیا؟ فرمایا اس لیے کہ اس میں تمہارے والد حضرت آدم کی مٹی جمع کی گئی ہے۔ اسی میں بے ہوشی اور اٹھنا ہے۔ اسی میں پکڑ ہے اور اس کی آخری تین گھڑیوں میں ایسی گھڑی ہے کہ جو اس میں اللہ سے دعا مانگے اس کی دعا قبول ہو۔ (احمد)

۵۔ نماز جمعہ کا انعام

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص ایک دن میں پانچ امور سرانجام دے گا اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں داخل ہونا لکھ لیتا ہے۔ ان پانچ چیزوں میں پہلی چیز مریض کی عیادت ہے۔ دوسری جنازے میں حاضری' تیسری روزہ رکھنا' چوتھی نماز جمعہ کا پابندی سے پڑھنا اور پانچویں غلام آزاد کرنا ہے۔ (بہار شریعت)

۶۔ جمعہ فوقیت کا دن ہے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (زمانہ اور پیدائش کے لحاظ سے) ہم سب سے پیچھے ہیں مگر قیامت کے روز سب سے آگے ہوں گے ماسوائے اس کے انہیں ہم سے پہلے کتاب دی گئی اور ہمیں ان کے بعد دی گئی۔ لوگ اس میں ہمارے تابع ہیں پھر یہ یعنی جمعہ کا دن ان کا دن بھی تھا جو ان پر فرض کیا گیا تھا وہ اس میں اختلاف کر بیٹھے۔ ہمیں اللہ نے اس کی ہدایت دیدی اور اس میں لوگ ہمارے تابع ہیں' یہودی کل میں عیسائی پرسوں میں۔ (صحیح بخاری)

۷۔ بابرکت ساعت

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جمعہ کے روز ایک ایسی ساعت ہے کہ مسلمان اسے پالے اور اس وقت اللہ سے جو مانگے سو پائے گا (بخاری شریف) ایک اور روایت میں ہے کہ جمعہ کے دن قبولیت والی گھڑی کے بارے میں ارشاد

فرمایا۔اس کا وقت بہت تھوڑا ہے اور یہ امام کے خطبہ کے لیے ممبر پر بیٹھنے سے نماز ختم ہونے تک ہے۔(مسلم)

نیز ارشاد فرمایا جمعہ کے روز قبولیت والی جس ساعت کی تمنا کی جاتی ہے اسے نماز عصر کے بعد سے غروب آفتاب تک تلاش کرو۔(ترمذی)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ بے شک نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کے متعلق فرمایا جو نماز جمعہ سے پیچھے رہ جاتے ہیں کہ میں چاہتا ہوں کسی شخص کو حکم دوں وہ لوگوں کو نماز پڑھائے پھر میں ان لوگوں پر جو جمعہ سے پیچھے رہ جاتے ہیں ان کے گھروں میں آگ لگا دوں۔(مسلم)

حضرت ابوالجعد ضمیری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص تین جمعے سستی سے چھوڑے اللہ اس کے دل پر مہر لگا دے گا۔(ابوداؤد' ترمذی' نسائی)

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے جمعہ بغیر عذر کے ترک کیا چاہیے کہ وہ ایک دینار صدقہ کرے۔ اگر دینار نہ ملے تو نصف دینار صدقہ کرے۔(احمد' ابوداؤد' ابن ماجہ)

مسائل نماز جمعہ

نماز جمعہ فرض عین ہے کیونکہ اس کی فرضیت نص قطعی سے ثابت ہے۔ جمعہ کی فرضیت ظہر سے زیادہ تاکید اور اہمیت رکھتی ہے۔اس کا تارک سخت گنہگار اور منکر کافر ہے۔اس کے مسائل مندرجہ ذیل ہیں:۔

مسئلہ : جمعہ جن پر فرض ہے

نماز جمعہ ہر مسلمان مرد آزاد و اقبل و بالغ' شہر میں مقیم' تندرست اور غیر معذور پر فرض ہے۔ان افراد میں سے جو کوئی کسی شرعی عذر کے بغیر جمعہ ترک کرے گا تو وہ آخرت میں سزا کا مستحق ہے۔

مسئلہ : جن پر جمعہ فرض نہیں

عورت' غلام' قیدی' نابالغ' مسافر اور بیمار پر جمعہ فرض نہیں۔ ہاں اگر مسافر' مریض نماز جمعہ میں شریک ہو جائیں تو ان کی نماز درست ہو گی اور ظہر ان کے ذمے سے ساقط ہو جائے گی اور ان کے لیے ظہر کی بجائے جمعہ پڑھنا افضل ہے۔

۳۔مسئلہ : شرائط ادائیگی جمعہ

جمعہ کی ادائیگی کے لیے چھ شرائط کا ہونا لازم ہے اگر ان میں سے ایک شرط بھی نہ ہو جمعہ نہ ہوگا۔ جہاں کوئی شرط بھی مفقود ہو وہاں نماز ظہر پڑھی جائے۔شرائط صحت یہ ہیں:۔

(۱) شہر یا شہر جیسا گاؤں (۲) وقت ظہر (۳) خطبہ (۴) جماعت (۵) اذن عا(م)

(۶) حاکم اسلام یا اس کے نائب کی اجازت سے جمعہ قائم ہوگا۔

٤۔مسئلہ : شہر میں متعدد جگہ پر جمعہ

ایک شہر میں اگر چہ متعدد جگہ جمعہ ہو سکتا ہے مگر گلی گلی' ہر محلہ و مسجد میں جمعہ قائم کر(نا) مناسب نہیں کیونکہ جمعہ شعائرِ اسلام اور جامع جماعات ہے اور اسلامی شان و شوکت کا مظ(ہر) ہے اور یہ تقاضے بہت بڑے اجتماع سے ہی پورے ہوتے ہیں۔ بلکہ ہر محلہ اور ہر مسجد میں جمعہ قائم کرنے سے اس عظیم اسلامی شعائر کی توہین ہوتی ہے۔لہٰذا نماز جمعہ کو اور نمازوں (کی) طرح ہرگز نہیں سمجھنا چاہیے۔اسی لیے فقہاء نے فرمایا ہے کہ شہر کی جن مسجدوں میں جمعہ نہیں ہوتا انہیں جمعہ کے دن ظہر کے وقت بند رکھنا چاہیے۔ (درمختار)

٥۔مسئلہ : جہاں جمعہ نہیں وہاں نماز ظہر نہیں

جن پر جمعہ فرض ہے ان کا شہر میں نماز جمعہ ادا ہونے سے پہلے ظہر پڑھنا مکروہ تحر(یمی) ہے اور جن پر جمعہ فرض نہیں جیسے بیمار' مسافر' قیدی اور معذور وغیرہم نیز معذور کا شہر کے ا(ندر) ظہر کی نماز با جماعت ادا کرنا ممنوع ہے بلکہ جن پر جمعہ فرض نہیں۔ وہ شہر میں جمعہ کے دن (ظہر) بلا اذان و اقامت بلا جماعت علیحدہ علیحدہ پڑھیں۔ ہاں گاؤں میں جمعہ کے دن ظہر کی نم(از) اذان و اقامت کے ساتھ با جماعت پڑھنا جائز ہے۔

٦۔مسئلہ : آداب جمعہ

شہر میں نماز جمعہ کی پہلی اذان ہوتے ہی جامع مسجد کی طرف (سعی کرنا) چلنا واج(ب) ہو جاتا ہے۔خرید و فروخت اور سعی کے منافی ہر کام چھوڑ دینا واجب ہے۔نماز جمعہ کے (لیے) پہلے آنا' غسل و مسواک کرنا' اچھے اور سفید کپڑے پہننا' تیل اور خوشبو لگانا اور پہلی صف (میں) بیٹھنا سنت ہے۔ جب امام خطبہ کے لیے کھڑا ہو۔ اس وقت سے ختم نماز تک ذکر و اذکار نفل و سنت نماز اور ہر قسم کی کلام منع ہے۔ ہاں صاحب ترتیب اپنی قضا نماز پڑھ سکتا ہے

میں پہلے سے نفل وسنت پڑھ رہا ہو وہ جلدی نماز پوری کرلے۔

مسئلہ: خطبہ جمعہ کے آداب

جب خطبہ پڑھا جائے تو تمام حاضرین پر خاموشی سے خطبہ سننا فرض ہے جو لوگ خطبہ کی آواز نہ سن سکیں ان پر بھی دوران خطبہ بالکل چپ رہنا فرض ہے۔ الغرض جو چیزیں نماز میں حرام ہیں وہ سب خطبہ کی حالت میں بھی حرام ہیں۔ یہاں تک کہ خطیب کے سوا امر بالمعروف کرنا بھی ممنوع ہے۔ ہاں اگر کسی کو بری بات کرتے دیکھیں تو صرف ہاتھ یا سر کے اشارہ سے منع کر سکتے ہیں۔ زبان سے ناجائز ہے لیکن اگر کوئی اندھا کنویں میں گرا چاہتا ہے یا کسی کو سانپ یا بچھو وغیرہ کاٹنا چاہتا ہو تو زبان سے آگاہ کرنا جائز ہے۔ خطبہ میں مسلمانوں کے لیے دعا پڑھی جائے تو اس پر سامعین کا ہاتھ اٹھانا اور آمین کہنا گناہ ہے۔ نبی اکرم ﷺ کا نام اقدس جب خطیب لے تو صرف دل میں درود پڑھنا جائز ہے۔ زبان سے نہیں۔ اسی طرح صحابہ کے ذکر پر اس وقت رضی اللہ عنہ زبان سے کہنے کی اجازت نہیں۔

خطبہ جمعہ کے لیے جب خطیب منبر پر بیٹھے تو اس کے سامنے دوسری اذان دی جائے اذان کے بعد خطیب منبر پر سامعین کی طرف منہ اور قبلہ کو پشت کر کے کھڑا ہو کر اول آہستہ اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم پڑھے۔ پھر بلند آواز سے حمد وثناء پڑھ کر شہادتین پڑھے۔ پھر درود شریف پھر کلمات وعظ اور قرآن پاک کی دو تین آیات پڑھ کر خطبہ اول ختم کرے۔ پھر بقدر تین آیات پڑھنے کے بیٹھے۔ اس کے بعد دوسرا خطبہ خطبہ مسنونہ سے شروع کرے اور درود شریف کا اعادہ کرے۔ خلفائے راشدین اور عمین مکرمین کا ذکر کیا جائے۔ اسلام کی سربلندی اور تمام مسلمانوں کے لیے دعائیہ کلمات پر خطبہ ثانی ختم کیا جائے۔ پھر فوراً اقامت کہی جائے اور جمعہ کے دو رکعت فرض پڑھے جائیں۔ نماز جمعہ کی تعداد رکعات یہ ہے۔ اول چار رکعت سنت مؤکدہ پھر باجماعت دو رکعت فرض پھر چار رکعت سنت موکدہ پھر دو رکعت سنت' آخر میں دو رکعت نفل کل چودہ رکعت۔

(۲۴) قضا نمازوں کا بیان

جس کام کا بندوں کو حکم ہے اس کو اپنے صحیح وقت میں بجالانے کو "ادا" اور وقت کے بعد بجالانے کو "قضا" اور اگر اس حکم کے بجالانے میں کوئی نقص پیدا ہو جائے تو وہ نقص

دور کرنے کے لیے اس حکم کو دوبارہ بجالانے کو "اعادہ" کہتے ہیں۔ اگر کوئی نماز قضا ہو جائے
تو اسے بعد میں ادا کرنے کے بارے میں حضور ﷺ کی احادیث مندرجہ ذیل ہیں:۔

پہلی حدیث

غزوہ خندق میں نبی اکرم ﷺ کی چار نمازیں مشرکین کی وجہ سے قضا ہو گئیں۔ حتی کہ رات کا ایک حصہ گزر گیا تو آپ ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم فرمایا۔ انہوں نے اذان و اقامت کہی تو اول حضور ﷺ نے ظہر پڑھی۔ پھر اقامت کہی تو عصر پڑھی۔ پھر اقامت کہی تو مغرب پڑھی' پھر اقامت کہی تو عشاء پڑھی۔ غزوہ احزاب میں حضور ﷺ نماز مغرب پڑھ کر فارغ ہوئے تو پوچھا کسی کو معلوم ہے کہ میں نے عصر پڑھی؟ لوگوں نے عرض کی نہیں، پھر موذن کو حکم دیا اس نے اقامت پڑھی تو اول آپ ﷺ نے عصر پڑھی' پھر مغرب کی نماز دوبارہ پڑھی۔ (مسند امام احمد)

دوسری حدیث

حضرت ابی قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا سوتے میں (اگر نماز قضا ہو جائے) تو اس میں کوئی گناہ اور قصور نہیں' گناہ تو بیداری میں نماز قضا کرنے میں ہے۔ سو جب کوئی تم میں سے نماز پڑھنا بھول جائے یا سو جائے تو جب اسے یاد آئے یا جاگے پڑھ لے کہ وہی اس کا وقت ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے "میری یاد کے لیے نماز قائم کرو"۔

تیسری حدیث

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جو شخص کسی نماز کو پڑھنا بھول جائے اور اس وقت آئے کہ امام کے ساتھ (دوسری) نماز پڑھ رہا ہو تو وہ پوری کر لے۔ پھر بھولی ہوئی یعنی قضا نماز پڑھے پھر وہ نماز دوبارہ پڑھے جو امام کے ساتھ پڑھی تھی۔ (طبرانی)

شرعی مسائل

قضا نماز پڑھنے کے متعلق شرعی مسائل حسب ذیل ہیں:۔

۱۔ مسئلہ: شرعی عذر کے بغیر نماز قضا کر دینا بہت سخت گناہ ہے۔ ایسے شخص پر فرض ہے کہ اس کی قضا پڑھے اور آئندہ سچے دل سے توبہ کرے تاکہ اللہ تعالیٰ نماز قضا کرنے کے

گناہ کو معاف کر دے۔

۲۔مسئلہ: دشمن کا ڈر، مسافر کو چور اور ڈاکوؤں کا صحیح اندیشہ اور جنائی کو بچہ کے مرجانے کا اندیشہ نماز قضا کر دینے کا شرعی عذر ہیں۔اسی طرح نیند یا بھول سے نماز چھوٹ جانے میں گناہ نہیں۔

۳۔مسئلہ: جو نمازیں وقت کے اندر واجب ہو کر قضا ہو گئی ہوں خواہ جان کر یا بھول کر یا نیند سے ان سب کی قضا واجب ہے۔سوائے مکروہ وقتوں کے جب چاہے پڑھے مگر جلدی پڑھے بلا عذر تاخیر گناہ ہے۔جنون یعنی پاگل پن، سخت بیماری جس میں اشارہ سے بھی نماز نہ پڑھی جا سکے اور بے ہوشی، ان سب میں اگر چھ یا چھ سے زیادہ نمازیں چھوٹ جائیں تو ان کی قضا واجب نہیں نیز عورتوں کے حیض و نفاس کے دنوں کی نمازوں کی قضا بھی واجب نہیں بلکہ یہ سب نمازیں معاف ہیں۔اسی طرح ایک شخص (معاذ اللہ) اگر مرتد ہو جائے اور پھر اسلام قبول کر لے تو زمانہ ارتداد کی نمازوں کی قضا اس پر فرض نہیں۔

۴۔مسئلہ: فرض نماز کی قضا فرض ہے اور واجب کی قضا واجب ہے اور سنت کی قضا سنت ہے یعنی فجر کی نماز چھوٹ جائے تو فرضوں کے ساتھ سنتوں کی قضا بھی سنت ہے اسی طرح ظہر کی پہلی چار سنتوں کی قضا اسی ظہر کے وقت میں سنت ہے۔

۵۔مسئلہ: جو نماز جیسی فوت ہو گئی ہو اس کی قضا بھی ویسی ہی پڑھی جائے گی۔مثلاً سفر کے دوگانہ کی قضا گھر پر اور اقامت کی حالت میں دو رکعت ہی پڑھی جائے گی اسی طرح حالت اقامت کی نماز پوری چار رکعت ہی پڑھی جائے گی۔اگرچہ سفر میں ان کی قضا پڑھے۔

۶۔مسئلہ: ۶۔پانچ یا اس سے کم فرض نمازیں برابر قضا ہو جائیں تو ان کو ترتیب سے ادا کرنا واجب ہے یعنی پہلے فوت شدہ نماز پڑھے پھر وقتی نماز پڑھے مثلاً فجر کی نماز چھوٹ گئی تو ظہر کی نماز سے پہلے فجر کی قضا پڑھے۔اگر فجر کی قضا یاد ہوتے ظہر پڑھ لی تو ظہر نہ ہوگی۔ بلکہ یہ نفل ہو جائے گی اس لیے پہلے قضا پڑھ کر ظہر دوبارہ پڑھی جائے۔اسی طرح باقی قضا نمازیں پڑھی جائیں یعنی پہلے ظہر پھر عصر، پہلے عصر پھر مغرب، پہلے مغرب پھر عشاء اور وتر اور پہلے عشاء و وتر پھر فجر کی نماز ادا کی جائے۔ہاں اگر بھول کر یا وقتی نماز کا وقت تنگ ہونے کے خوف سے ترتیب سے قضا نہ پڑھی گئی تو جائز ہے یعنی ترتیب ساقط ہو جائے گی۔اسی طرح اگر پانچ فرض نمازوں سے زیادہ نمازیں قضا ہو گئیں تو اب ترتیب واجب و ضروری نہیں ہے۔

۷۔مسئلہ: اگر قضا نماز یاد نہ رہی اور وقتی نماز شروع کرنے کے بعد قضا یاد آئی تو اب یہ وقتی نماز جاتی رہی۔ لہٰذا اس نماز کو دو یا چار رکعت پر ختم کر کے پہلے قضا اور پھر وقتی نماز پڑھی جائے۔ اگر کسی کی ایک نماز قضا ہوگئی اور یہ یاد نہیں رہا کہ کون سی نماز تھی تو وہ ایک دن کی ساری نمازیں پڑھے اسی طرح اگر دو نمازیں دو دن میں قضا ہوئیں تو دونوں دنوں کی سب نمازیں پڑھے۔ یوں ہی جتنی نمازیں جتنے دن کی قضا ہو جائیں اتنے دنوں کی تمام نمازیں پڑھی جائیں۔

۸۔مسئلہ: اگر کسی نے مرتے وقت اپنی قضا نمازوں کا فدیہ دینے کی وصیت کی تو وارث میت کے ترکہ یعنی مال کے تہائی حصہ سے ہر فرض و وتر کے بدلے نصف صاع گندم یا صاع جو یعنی فطرانہ کی مقدار صدقہ میں دیں۔ اگر میت کا ترکہ نہ ہو اور وصیت بھی نہ کی ہو تو پھر بھی اس کے قریبی وارث اپنی طرف سے بطور احسان اس کی قضا نمازوں کا فدیہ ادا کریں تاکہ میت عذاب آخرت سے نجات پائے۔ اسی طرح میت کے قضا روزوں کا کفارہ و فدیہ بھی ہر روزہ کے بدلے فطرانہ کی مقدار میں صدقہ مساکین کو دیں۔

(۲۵) نمازِ وتر

عشاء کی نماز کے بعد تین رکعت نماز وتر ہے۔ اسے وتر اس وجہ سے کہا جاتا ہے کہ اس کی رکعتیں طاق ہیں۔ نماز وتر واجب ہے لیکن اس کے پڑھنے کی تاکید فرضوں جیسی ہے۔ اگر کسی وجہ سے وتر رہ جائیں تو ان کی قضا واجب ہے۔

احادیث

نماز وتر کے متعلق احادیث مندرجہ ذیل ہیں:۔

حدیث ۱: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جسے اندیشہ ہو کہ پچھلی رات نہ اٹھے گا وہ اول رات میں پڑھ لے اور جسے امید ہو کہ رات کے پچھلے پہر اٹھے گا وہ پچھلی رات میں پڑھے کہ آخر شب کی نماز مشہود ہے یعنی اس میں ملائکہ رحمت حاضر ہوتے ہیں اور یہ افضل ہے۔ (ترمذی شریف)

حدیث ۲: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے یہاں سو رہا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہوئے، مسواک کی اور وضو کیا اور اسی حالت میں آیہ اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ختم سورت تک پڑھی۔ پھر کھڑے ہو کر دو رکعتیں پڑھیں جن میں

قیام ورکوع وسجود کو طویل کیا۔ پھر پڑھ کر آرام فرمایا۔ یہاں تک کہ سانس کی آواز آئی یونہی تین بار میں چھ رکعتیں پڑھیں۔ ہر بار مسواک ووضو کرتے اور ان آیتوں کی تلاوت فرماتے پھر وتر کی تین رکعتیں پڑھیں۔ (مسلم شریف)

حدیث ۳: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ رات کی نمازوں کے آخر میں وتر پڑھنے کا حکم فرماتے اور فرماتے کہ صبح سے پیشتر وتر پڑھو۔

حدیث ٤: حضرت زید بن اسلم رضی اللہ عنہ سے مرسلاً روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جو وتر پڑھنے سے پہلے سوجائے وہ رات کے پچھلے پہر پڑھ لے۔ (ترمذی)

حدیث ۵: حضرت خارجہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ایک نماز سے تمہاری مدد فرمائی جو کہ سرخ اونٹوں سے بہتر ہے اور وہ نماز وتر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسے عشاء اور طلوع فجر کے درمیان میں رکھا ہے۔ (ترمذی شریف)

حدیث ٦: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ وتر ہے۔ وتر کو محبوب رکھتا ہے لہٰذا اے قرآن والو! وتر پڑھو۔ (ابوداؤد)

حدیث ۷: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ وتر کی پہلی رکعت میں سَبِّحِ اسْمَ رَبِّکَ الْاَعْلٰی اور دوسری میں قُلْ یٰٓاَیُّھَا الْکٰفِرُوْنَ اور تیسری میں قُلْ ھُوَ اللہُ اَحَدٌ" پڑھتے۔ (ترمذی)

حدیث ۸: حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا وتر حق ہے جو وتر نہ پڑھے وہ ہم میں سے نہیں۔ (ابوداؤد)

شرعی مسائل

نماز وتر واجب ہے اور یہ تین رکعت ہے اور پہلا قعدہ واجب ہے۔ وتر کی تینوں رکعتوں میں قرأت سے فارغ ہونے کے بعد رکوع سے پہلے کانوں تک اٹھا کر اللہ اکبر کہیں۔ پھر ناف کے نیچے ہاتھ باندھ کر دعائے قنوت پڑھیں۔ وتروں میں دعائے قنوت کا پڑھنا واجب ہے۔ مشہور دعائے قنوت یہ ہے:۔

اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَسْتَعِیْنُکَ وَ نَسْتَغْفِرُکَ وَ نُؤْمِنُ بِکَ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْکَ وَنُثْنِیْ عَلَیْکَ الْخَیْرَ وَ نَشْکُرُکَ وَلَا نَکْفُرُکَ وَ نَخْلَعُ وَ نَتْرُکُ مَنْ یَّفْجُرُکَ اَللّٰھُمَّ اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَلَکَ نُصَلِّیْ وَ نَسْجُدُ وَ اِلَیْکَ

نَسْعٰی وَ نَحْفِدُ وَ نَرْجُوْا رَحْمَتَکَ وَ نَخْشٰی عَذَابَکَ اِنَّ عَذَابَکَ بِالْکُفَّارِ مُلْحِق" ط

امام ہو یا منفرد یا مقتدی' وتر ادا پڑھے یا قضا' رمضان ہو یا اور دنوں میں' سب دعائے قنوت آہستہ پڑھیں جو دعائے قنوت نہ پڑھ سکے وہ یہ دعا پڑھے۔ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّ فِی الْاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ ط وتر کے سوا اور کسی نماز میں قنوت نہ پڑھے۔

۱۔**مسئلہ**: وتر کی نماز قضا ہو گئی تو قضا بھی اسی طرح پڑھنا واجب ہے اگرچہ کتنا ہی زمانہ ہو گیا ہو۔ ہاں اگر لوگوں کے سامنے پڑھتا ہو تو تکبیر قنوت کے لیے ہاتھ نہ اٹھائے کیونکہ اس طرح لوگ اس کے گناہ پر مطلع ہوں گے۔

۲۔**مسئلہ**: اگر دعائے قنوت پڑھنا بھول گیا اور رکوع میں چلا گیا تو نہ قیام کی طرف لوٹے اور نہ رکوع میں پڑھے اور اگر قیام کی طرف لوٹ آیا اور قنوت پڑھی اور رکوع نہ کیا تو نماز تو ہو جائے گی مگر ساتھ گنہگار بھی ہو گا۔ ہاں اگر الحمد یا سورت بھول گیا تو لوٹے اور الحمد و سورت قنوت پڑھ کر رکوع کرے اور آخر میں سجدہ سہو کرے۔ اگر بھول کر پہلی یا دوسری رکعت میں دعائے قنوت پڑھ لی تو تیسری رکعت میں بھی پڑھے۔

۳۔**مسئلہ**: قنوت وتر میں مقتدی امام کی متابعت کرے اگر مقتدی قنوت سے فارغ نہ ہوا تھا کہ امام رکوع میں چلا گیا تو مقتدی بھی امام کا ساتھ دے اور اگر امام نے بے قنوت پڑھے رکوع کر دیا اور مقتدی نے ابھی کچھ نہ پڑھا تو مقتدی کو اگر رکوع فوت ہونے کا اندیشہ ہو تو جب تو رکوع کر دے ورنہ قنوت پڑھ کر رکوع میں جائے اور اس خاص دعا کی حاجت نہیں جو دعائے قنوت کے نام سے مشہور ہے بلکہ مطلقاً کوئی دعا جسے قنوت کہہ سکیں پڑھ لے۔

٤۔**مسئلہ**: اگر شک ہوا کہ یہ رکعت پہلی ہے یا دوسری یا تیسری تو اس میں بھی قنوت پڑھے اور قعدہ کرے' پھر اور دو رکعتیں پڑھے اور ہر رکعت میں قنوت بھی پڑھے اور قعدہ کرے۔ یونہی دوسری اور تیسری رکعت ہونے میں شک واقع ہو تو دونوں میں قنوت پڑھے۔

۵۔**مسئلہ**: بھول کر پہلی یا دوسری رکعت میں دعائے قنوت پڑھ لی تو تیسری میں پھر پڑھے۔ یہی راجح ہے۔

٦۔**مسئلہ**: مسبوق امام کے ساتھ پڑھے۔ بعد کو نہ پڑھے اور اگر امام کے ساتھ تیسری رکعت کے رکوع میں ملا ہے تو بعد کو جو پڑھے گا اس میں قنوت نہ پڑھے۔

۷۔مسئلہ: رمضان شریف کے علاوہ اور دنوں میں وتر جماعت سے نہ پڑھیں۔

(۲۶)نماز سفر

سفر کرنے والے کے لیے اللہ تعالیٰ نے نماز میں کچھ سہولت دی ہے جسے نماز مسافر یا نماز قصر کہا جاتا ہے۔اس کے متعلق حکم خداوندی ہے کہ

وَ اِذَا ضَرَبْتُمْ فِی الْاَرْضِ فَلَیْسَ عَلَیْکُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَقْصُرُوْا مِنَ الصَّلٰوۃِ اِنْ خِفْتُمْ اَنْ یَّفْتِنَکُمُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا.

اور جب تم زمین میں سفر کے لیے نکلو تو تم پر کوئی مضائقہ نہیں یہ کہ تم نماز میں قصر کرلو۔ اگر خوف ہو کہ کافر تم کو فتنہ میں ڈالیں گے۔(نساء:۱۰۱)

قرآن مجید کی اس آیت سے معلوم ہوا کہ سفر میں نماز میں قصر کرنا ضروری ہے۔مسافر کے لیے نماز میں قصر یعنی کمی یا تخفیف کرنے کا مطلب یہ ہے کہ چار رکعت فرض نماز کو صرف دو ہی رکعت میں پڑھا جائے یعنی ظہر وعشاء کی نمازوں میں جن میں فرض کی چار رکعتیں ہیں ان میں دو رکعت ہی پڑھی جائیں۔سفر میں فرض نمازوں کو قصر کرکے پڑھنا رسول اکرم ﷺ کا معمول تھا۔لہٰذا ہمیں بھی آپ ﷺ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے نماز سفر میں قصر کرنی چاہیے۔

ا۔احادیث

اس کے بارے میں رسول اکرم ﷺ کی احادیث مندرجہ ذیل ہیں:۔

حدیث ۱: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کی زبانی حضر میں (ظہر' عصر اور عشاء کی) چار رکعتیں فرض کیں اور سفر میں دو رکعتیں اور (لڑائی میں دشمن کے) خوف میں ایک رکعت (امام کے ساتھ)۔(مسلم شریف)

حدیث ۲: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے نبی اکرم ﷺ کے ساتھ سفر وحضر دونوں میں نماز پڑھی ہیں۔حضر میں آپ کے ساتھ ظہر کی چار رکعت پڑھی اور اس کے بعد دو رکعت اور سفر میں ظہر کی دو رکعت اور اس کے بعد دو رکعت سنت اور عصر کی نماز بھی سفر میں دو رکعت اور اس کے بعد کچھ نہیں اور مغرب کی حضر و سفر میں ہمیشہ تین رکعت ہیں۔سفر و حضر میں مغرب کی نماز میں قصر نہ فرماتے اور اس کے بعد دو رکعت سنت پڑھتے۔(ترمذی شریف)

حدیث ۲: حضرت حارثہ بن وہب خزاعی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے منیٰ میں (ظہر وعصر وعشاء) کی نماز دو رکعتیں ہی پڑھائی حالانکہ نہ ہماری اتنی زیادہ تعداد کبھی تھی اور نہ اس قدر امن۔ (بخاری شریف)۔

حدیث ۳: حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دریافت کرنے پر نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ سنو! نماز میں قصر کرنا۔ یہ اللہ تعالیٰ کا ایک صدقہ ہے جو اس نے تم پر فرمایا ہے لہٰذا اللہ کا یہ صدقہ (عطیہ) قبول کرو۔ (مسلم شریف)

حدیث ٤: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے (ظہر، عصر اور عشاء کی) نماز سفر میں دو رکعتیں مقرر فرمائیں اور یہ ثواب میں پوری چار کے برابر ہیں۔ کم نہیں۔ (ابن ماجہ)

حدیث ٥: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے (ظہر، عصر اور عشاء کی) نماز سفر میں دو رکعتیں مقرر فرمائیں اور یہ ثواب میں پوری چار کے برابر ہیں۔ کم نہیں۔ (ابن ماجہ)

۲۔ شرعی مسائل

مسافر کی نماز کے متعلق شرعی مسائل مندرجہ ذیل ہیں:۔

۱۔ **مسئلہ**: مرد یا عورت اپنے شہر یا بستی سے دور کہیں اور کسی دینی یا دنیاوی کام سے جائے تو روزمرہ کی بول چال میں اسے سفر کہتے ہیں لیکن شریعت میں دس بیس میل جانے والے مسافر کو نہیں مانا جاتا یعنی اس کے لیے سفر کے احکام ثابت نہیں ہوتے بلکہ اس کے لیے تمام احکام مثلاً روزہ اسی طرح ادا کرنا لازم ہے جیسے اپنے وطن اپنی بستی میں، شریعت کی رو سے مسافر وہ شخص ہے جو تین دن یا (تین منزل) کی راہ تک جانے کے لیے اپنی بستی سے نکل گیا۔ خشکی میں مروجہ میل کے حساب سے ایک منزل کی مقدار ۱۹ میل ایک فرلانگ اور تین منزل کی مقدار ۵۷ میل ۳ فرلانگ یعنی ۹۲ کلومیٹر ہے۔ (درمختار)

۲۔ **مسئلہ**: تین دن یعنی تین منزل کو تیز سواری مثلاً موٹر کار، ریل گاڑی یا ہوائی جہاز وغیرہ پر دو ایک دن یا اور کم مثلاً چند گھنٹوں میں طے کرلیا تو آدمی مسافر ہی ہے اور مسافر کے احکام اس کے لیے ثابت ہیں۔ (ردالمحتار)

۳۔ **مسئلہ**: اسٹیشن جہاں آبادی سے باہر ہوں اسٹیشن پر پہنچنے سے سفر شروع ہو جائے گا جبکہ

سفر کی مسافت طے کرنے کا ارادہ ہو۔ (بہار شریعت)

٤۔مسئلہ: سفر کے احکام ثابت ہونے کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ جہاں سے چلیں وہاں سے تین دن کی راہ (قریباً ساڑھے ۵۷ میل) کا ارادہ ہو اور اگر دو دن کی ارادے سے چل پڑا۔ وہاں پہنچ کر دوسری جگہ کا ارادہ ہوا کہ وہ بھی تین دن سے کم کا راستہ ہے۔ یا یوں ارادہ کیا کہ مثلاً دو دن کی راہ پر پہنچ کر کچھ کام کرنا ہے۔ وہ کر کے پھر ایک دن کی راہ پر جاؤں گا تو یہ تین دن کی راہ کا ارادہ نہ ہوا تو یہ شرعاً مسافر نہ ہوا۔ (درمختار)

٥۔مسئلہ: مسافر پر واجب ہے کہ نماز میں قصر کرے یعنی چار رکعت والے فرض کو دو پڑھے۔ اس کے حق میں دو ہی رکعتیں پوری نماز ہے اور جان بوجھ کر چار پڑھیں اور دو رکعت پر قعدہ کرلیا تو فرض ادا ہوں گے اور پچھلی دو رکعتیں نفل ہو گئے مگر گنہگار ہوا کہ واجب چھوڑ دیا لہٰذا توبہ کرے اور دو رکعت پر قعدہ نہ کیا تو فرض ادا نہ ہوئے اور نماز نفل ہو گئی لہٰذا فرض پھر پڑھے۔ (فتاویٰ عالمگیری)

٦۔مسئلہ: سنتوں میں قصر نہیں بلکہ پوری پڑھی جائیں گی ہاں اگر آدمی گھبراہٹ یا جلدی میں ہے تو معاف ہیں لیکن صبح کی سنتیں جہاں تک ہو سکے پڑھ لے کیونکہ اس کا ثواب بہت زیادہ ہے۔ (فتاویٰ عالمگیری)

٧۔مسئلہ: فجر و مغرب اور وتر کی نماز میں قصر نہیں بلکہ جیسے ہمیشہ پڑھی جاتی ہے ویسے ہی سفر میں پڑھنی چاہیے۔ (بہار شریعت)

٨۔مسئلہ: کسی آبادی یا بستی میں اقامت کی نیت کی یعنی پندرہ دن وہاں ٹھہرنے کا پختہ ارادہ کرلیا تو یہ بھی ضروری ہے کہ یہ نیت ایک ہی جگہ ٹھہرنے کی ہو۔ اگرچہ دو جگہ پر ٹھہرنے کا ارادہ کیا مثلاً ایک جگہ دن اور دوسری جگہ پانچ دن تو یہ نیت معتبر نہیں۔ وہ بدستور مسافر ہے۔ (فتاوی عالمگیری)

٩۔مسئلہ: مسافر اس وقت تک مسافر ہے جب تک اپنی بستی میں واپس پہنچ نہ جائے یا اپنے شہر و بستی سے دور پورے پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت نہ کرلے۔ یہ اس وقت ہے جب تین دن کی راہ طے کر چکے ہوں اور اگر تین منزل سے پہلے ہی واپسی کا ارادہ کرلیا تو مسافر نہ رہا۔ (فتاوی عالمگیری)

١٠۔مسئلہ: کسی جگہ کے دو راستے ہیں ایک سے مسافت سفر ہے دوسرے سے نہیں تو

جس راستہ سے یہ جائے گا اس کا اعتبار ہوگا۔ نزدیک والے راستے سے گیا تو مسافر نہیں' دور والے راستے سے گیا تو مسافر تصور کیا جائے گا۔ اگرچہ اس راستے کے اختیار کرنے میں اسے کوئی مقصد نہ ہو۔ (فتاوٰی عالمگیری)

۱۱۔ **مسئلہ**: وطن دو قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک وطن اصلی اور دوسرا وطن اقامت وطن اصلی وہ ہے جہاں وہ اور اس کے اہل وعیال رہتے ہوں یا وہاں اس نے مستقل رہائش رکھ لی ہو اور وطن اقامت وہ جگہ ہے جہاں مسافر نے پندرہ دن یا اس سے زیادہ عرصہ ٹھہرنے کا ارادہ کرلیا ہے۔

کسی جگہ ٹھہرنے اور نیت اقامت صحیح ہونے کی چھ شرطیں ہیں۔

۱۔ مسافر چلنا چھوڑ دے۔ اگر نیت چلنے کی حات میں اقامت (ٹھہرنے) کی نیت کی تو وہ مقیم نہ ہوگا۔

۲۔ وہ جگہ اقامت کے قابل ہو۔ جنگل' دریا' یا غیر آباد جزیرے میں اقامت کی نیت درست نہیں ہوگی۔

۳۔ پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت ہو اس سے کم ٹھہرنے کی نیت سے مقیم نہیں ہوگا۔

۴۔ ایک ہی جگہ ٹھہرنے کا ارادہ ہو۔ دو تین جگہ ٹھہرنے کی نیت کی تو مقیم نہیں ہوگا۔

۵۔ اپنا ارادہ مستقل رکھتا ہو یعنی کسی کا تابع' غلام یا نوکر نہ ہو۔

۱۲۔ **مسئلہ**: مسافر کی حالت اس کے ارادہ کے منافی نہ ہو۔ جیسے کوئی حج کو جائے اور شروع ذوالحجہ میں پندرہ دن مکہ مکرمہ میں ٹھہرنے کی نیت کرے تو یہ نیت صحیح نہیں کیونکہ اس کو منیٰ میں ضرور جانا ہے۔ وہ اتنے دن مکہ شریف ٹھہر ہی نہیں سکتا۔ ہاں منیٰ سے واپس آ کر نیت اقامت صحیح ہے۔

اگر مسافر' مقیم امام کے پیچھے نماز پڑھے تو اس صورت میں وہ پوری نماز چار رکعت پڑھے گا اور اگر امام مسافر ہو تو مقتدی مقیم اس کی اقتداء کرسکتا ہے لیکن امام کے سلام پھیرنے کے بعد اپنی باقی دو دو رکعت پڑھ لے اور ان دو رکعتوں میں وہ قرأت نہ کرے بلکہ باندازہ سورت فاتحہ کے خاموش کھڑا رہنے کے بعد رکوع کرے۔

۱۳۔ **مسئلہ**: عورت بیاہ کر سسرال گئی اور یہیں رہنے سہنے لگی تو اب میکا اس کا وطن اصلی نہ رہا۔ یعنی اگر سسرال تین منزل پر ہے وہاں سے میکے آئی اور پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت نہ کی تو

نماز قصر پڑھے اور اگر میکے رہنا نہیں چھوڑا بلکہ سسرال عارضی طور پر گئی تھی (جیسا کہ عموماً شادی کے شروع دنوں میں ہوتا ہے کہ لڑکی سسرال جاتی ہے اور پھر میکے آ کر رہنے لگتی ہے تو میکے آتے ہی سفر ختم ہوگیا) عورت مقیم ہوگئی۔ لہٰذا نماز پوری پڑھے۔ (بہار شریعت)
سفر کے لیے گھر سے نکلے تو چلتے وقت آیت الکرسی اور قل یا ایہا الکافرون سے قل اعوذ برب الناس تک۔ تبت کے سوا پانچ سورتیں سب مع بسم اللہ پڑھے پھر آخر میں ایک بار بسم اللہ شریف پڑھ لے۔ راستہ بھر آرام سے رہے گا نیز اس وقت ان الذین فرض علیك القران لرآدك الی معاد (بے شک جس نے تجھ پر قرآن فرض کیا ہے تجھے واپسی کی جگہ کی طرف واپس کرنے والا ہے) ایک بار پڑھ لے بالخیر واپس آئے گا۔ انشاء اللہ

(۲۷) نماز بیمار

نماز کی اہمیت اس امر سے بھی ظاہر ہوتی ہے کہ یہ عبادت اسلام میں اتنی اہم ہے کہ بیماری کی حالت میں بھی معاف نہیں اور ہر صورت میں نماز قائم کرنے کی تاکید کی گئی ہے۔ اگر بیماری میں شدت مرض اور تکلیف کے باعث کھڑے ہونے کی بھی طاقت نہ ہو تو بیٹھ کر نماز پڑھنی چاہیے اور اگر بیٹھنے کی بھی سکت نہ ہو تو دائیں کروٹ پر لیٹ کر نماز پڑھ لینی چاہیے۔ بہرکیف کسی صورت میں بھی نماز نہیں چھوڑنی نہیں۔

کروٹ کے بل کر نماز پڑھ لینے کا حکم قرآن پاک کی اس آیت سے ظاہر ہوتا ہے۔

اَلَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ قِيَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِهِمْ (آل عمران)	وہی لوگ اچھے ہیں جو اللہ کو کھڑے ہو کر بیٹھ کر اور کروٹ کے بل لیٹ کر یاد کرتے ہیں

اگرچہ اس آیت کا صریحاً اشارہ ذکر الٰہی کی طرف ہے لیکن اس طرف بھی اشارہ ہے کہ لیٹ کر بھی یاد الٰہی کی جاسکتی ہے اور یاد رہے کہ یاد الٰہی کا سب سے عمدہ ذریعہ نماز ہے۔

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیمار تھے۔ انہوں نے نبی اکرم ﷺ سے نماز کے بارے دریافت کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا اگر طاقت ہو تو کھڑے ہو کر نماز پڑھو ورنہ بیٹھ کر پڑھو۔ اگر بیٹھ کر بھی نہ پڑھ سکو تو لیٹ کر پڑھو۔ اللہ تعالیٰ کسی نفس اور جان کو اتنی ہی تکلیف دیتا ہے جتنی کہ اس کی طاقت و وسعت ہو۔ (مشکوۃ شریف)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ ایک مریض کی عیادت کو تشریف

لے گئے۔ دیکھا کہ وہ نماز پڑھتے تکیے پر سجدہ کرتا ہے۔ حضور ﷺ نے تکیے کو پرے پھینک دیا تو اس نے لکڑی لے کر اس پر سجدہ کرنا چاہا۔ آپ ﷺ نے اسے بھی پرے ہٹا دیا اور فرمایا زمین پر سجدہ کر اگر طاقت ہو۔ ورنہ (رکوع وسجدہ) اشارہ سے کر اور رکوع کا اشارہ سجدہ سے پست کر۔ (بیہقی)

جو شخص بیماری کی وجہ سے کھڑے ہو کر نماز نہیں پڑھ سکتا تو وہ بیٹھ کر رکوع وسجود کے ساتھ پڑھے۔ بیماری سے حقیقتاً ایسی بیماری اور مرض ہے جس کی وجہ سے بیمار قیام پر قادر نہ ہو۔ مثلاً کھڑے ہو کر نماز پڑھنے میں بہت شدید ناقابل برداشت درد ہونا۔ زخموں سے پیپ بہنا' بیماری کا بڑھ جانا' دیر سے اچھا ہونا' سر میں چکر آنا' پیشاب کے قطرے کا آنا' ان تمام صورتوں میں بیٹھ کر نماز پڑھنا جائز ہے۔

اگر کوئی بیمار سارے قیام پر قادر تو نہیں لیکن ایک آدھ منٹ قیام کر سکتا ہے تو اس پر اسی قدر قیام کرنا واجب ہے۔ اگرچہ تکبیر تحریمہ اور ایک آیت کی مقدار' یا لاٹھی' دیوار یا آدمی کے سہارے ہی قیام کر سکتا ہو۔ لہٰذا معمولی سے عذر سے نماز بیٹھ کر پڑھی تو نہ ہوگی جو شخص قیام کر سکے لیکن رکوع وسجود پر قادر نہ ہو تو وہ بیٹھ کر نماز پڑھے اور رکوع وسجود اشارہ سے کرے جو بیمار نہ قیام پر قادر ہے اور نہ رکوع وسجود پر قادر ہے وہ بیٹھ کر سر کے اشارہ سے نماز ادا کرے اور سجدہ میں رکوع سے زیادہ جھکے۔ ورنہ نماز نہ ہوگی جو مریض خود اپنے سہارے تو نہیں بیٹھ سکتا مگر دیوار یا ٹیک یا آدمی کے سہارے بیٹھ سکتا ہے تو اس کو لیٹ کر نماز پڑھنا جائز نہیں۔ سجدہ کے لیے تکیہ وغیرہ کوئی چیز پیشانی کے قریب اٹھا کر اس پر سجدہ کرنا مکروہ تحریمی ہے۔ خواہ خود اسی نے اٹھائی ہو یا دوسرے نے۔ اگر کوئی سخت چیز زمین پر رکھی ہو اور اس کی اونچائی بارہ انگل سے زیادہ نہ ہو تو اس پر سجدہ کرنا جائز ہے۔ اگر کسی شخص کی پیشانی پر زخم ہو یا پھوڑا جس کی وجہ سے سجدہ میں پیشانی زمین پر نہ لگا سکے تو اس کو ناک پر سجدہ کرنا واجب ہے۔ ایسے شخص نے اگر اشارہ سے سجدہ کیا تو نماز نہ ہوگی۔

جو مریض سہارے سے بیٹھنے کی قدرت نہ رکھتا ہو وہ لیٹ کر نماز اشارے سے ادا کرے۔ اس طرح کی چت لیٹ کر پاؤں قبلہ کی طرف کرے مگر پاؤں پھیلائے نہیں کیونکہ قبلہ کو پاؤں پھیلانا مکروہ ہے بلکہ گھٹنے کھڑے رکھے اور سر کے نیچے تکیہ وغیرہ رکھ کر اونچا کرے تاکہ منہ قبلہ کو ہو جائے۔ اگر ایسا نہ کر سکے تو پھر دائیں یا بائیں کروٹ لیٹ کر قبلہ کو

منہ کر کے نماز ادا کرے اگر سر کے اشارے سے بھی نماز ادا نہ کر سکے تو اب نماز ساقط ہے۔ آنکھوں یا بھنوؤں یا دل کے اشارہ سے نماز نہ ہوگی۔ پھر اگر چھ نمازیں اسی حالت میں گزر گئیں تو ان کی قضا بھی ساقط ہے۔ اگر اس میں سے کم ہوں تو بعد صحت ان کی قضا واجب ہے اگرچہ اشارہ سے ادا کرنے کی صحت حاصل ہو۔ آنکھ بنوائی اور طبیب حاذق مسلمان نے لیٹے رہنے کا حکم دیا تو لیٹ کر اشارے سے نماز پڑھنا جائز ہے۔ اگر کسی مریض کی زبان بند ہو جائے یعنی قرأت اور تسبیح وتشہد پڑھنے سے عاجز ہو جائے تو وہ گونگے کی مانند ہے نماز ادا کرے۔ (بہار شریعت)

(۲۸) نمازِ عید

عید مسلمانوں کی خوشی کا دن ہے جس کے معنی لوٹ کر بار بار آنے کے ہیں چونکہ یہ خوشی کا دن ہر سال لوٹ لوٹ کر آتا ہے اس لیے اسے عید کہا جاتا ہے۔

عیدیں سال میں دو ہوتی ہیں یعنی عید الفطر اور عید الضحیٰ۔ انہیں عیدین کہا جاتا ہے۔ عید کے دن مسلمان اکٹھے ہوتے ہیں اور ایک دوسرے سے مل کر خوشی کا اظہار کرتے ہیں۔ اس کی وجہ تسمیہ کے بارے میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لائے تو مدینہ کے لوگ خوشی کے دن منایا کرتے تھے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں دیکھ کر فرمایا کہ یہ کیسے دن ہیں؟ تو ان لوگوں نے کہا کہ قدیم زمانے سے ہم لوگ ان دنوں میں خوشی مناتے چلے آرہے ہیں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے ان دنوں سے بہتر دو دن مقرر فرمائے ہیں۔ تم ان میں خوشی منایا کرو۔ ان میں سے ایک دن عید الفطر ہے اور دوسرا عید الضحیٰ ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عید کی نماز بلا اذان و اقامت دو رکعت پڑھی۔ نہ اس سے پہلے اور نہ بعد میں کچھ پڑھا۔ (بخاری شریف)

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عید الفطر کے دن کچھ کھا کر نماز کے لیے تشریف لے جاتے اور عید الضحیٰ کے دن نماز عید پڑھنے کے بعد تناول فرماتے۔ (ترمذی شریف)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم عید الفطر کے دن تشریف نہ لے

جاتے جب تک چند کھجوریں نہ تناول فرماتے اور وہ طاق ہوتیں۔(بخاری شریف)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو عیدین کی راتوں میں قیام کرے (نماز و عبادات میں گزارے) اس کا دل نہ مرے گا جس دن لوگوں کے دل مریں گے۔(ابن ماجہ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ عید کے دن بارش ہوئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے (مدینہ سے باہر عید گاہ کی بجائے) مسجد میں ہی عید کی نماز پڑھی۔(ابوداؤد' ابن ماجہ)

شرائط عیدین

عید کی نماز کے وجوب وادا کی وہی شرطیں ہیں جو جمعہ کی ہیں۔صرف دو باتوں کا فرق ہے۔

۱۔جمعہ میں خطبہ شرط ہے بغیر خطبہ کے جمعہ صحیح نہیں اور عید میں خطبہ سنت ہے مگر خطبہ کا ترک بری بات ہے۔

۲۔جمعہ میں خطبہ نماز سے پہلے ہوتا ہے اور عید میں نماز کے بعد۔

عید کے دن مسنون کام

امور ذیل عید کے دن مسنون ہیں:۔

۱۔صبح کی نماز اپنے محلہ کی مسجد میں پڑھنا۔

۲۔غسل کرنا۔

۳۔مسواک کرنا۔

۴۔خوشبو لگانا۔

۵۔نئے یا دھلے ہوئے کپڑے پہننا

۶۔خاص عید گاہ کو جانا

۷۔واپسی میں راستہ کو بدلنا

۸۔راستہ میں تکبیر پڑھنا۔(عید الفطر کے دن تکبیریں آہستہ پڑھیں اور عید الاضحیٰ کے دن چلا کر اور عید گاہ میں پہنچ کر ختم کر دی جائیں۔)

۹۔عید الفطر کی نماز سے پہلے صدقہ فطر دینا۔

۱۰۔عید الفطر کی نماز سے پہلے کچھ میٹھا کھانا کھانا (اگر چھوارے وغیرہ ہوں تو بعدد طاق

کھاوے ورنہ) جو موجود ہو کھا کر عید کی نماز کو جائے۔ عید الضحیٰ میں نماز سے پیشتر نہ کھانا مستحب ہے خواہ قربانی کرے یا نہ کرے۔ یہاں تک کہ پان' حقہ اور ہر وہ چیز جس سے روزہ افطار ہو سکتا ہے نہ کھائے۔ ان کا نہ کھانا ہی مستحب ہے اور کھالے گا تو مکروہ بھی نہیں ہے مگر ترک اولیٰ ضرور ہے۔ (درمختار عالمگیری)

عید کی نماز پڑھنے کی ترکیب

امام اور مقتدی دونوں عید الفطر یا عید الضحیٰ کی نماز کی نیت کریں پھر تکبیر تحریمہ کہہ کر ہاتھ باندھ کر سبحان اللہم پڑھ کر ہاتھ اٹھا کر اللہ اکبر کہہ کر چھوڑ دیں۔ دوسری مرتبہ پھر ہاتھ اٹھا کر اللہ اکبر کہہ ہاتھ چھوڑ دیں۔ تیسری مرتبہ پھر ہاتھ اٹھا کر اللہ اکبر کہہ کر ہاتھ باندھ لیں۔ امام اعوذ بسم اللہ الحمد اور کوئی سورت پڑھ کر اللہ اکبر کہہ کر رکوع کو جائے۔ سب مقتدی بھی چلے جائیں پھر حسب معمول سجدہ سے فارغ ہو کر دوسری رکعت امام شروع کر دے گا مگر اس میں الحمد سے قبل تکبیریں نہ کہے بلکہ جس وقت الحمد اور سورت پڑھنے سے فارغ ہو جائے تو ہاتھ اٹھا کر اللہ اکبر کہہ کر ہاتھ چھوڑ دے۔ دوسری بار بھی ایسا ہی کرے۔ تیسری بار بھی یہی کرے چوتھی بار بغیر ہاتھ اٹھائے تکبیر انتقال کہہ کر رکوع کر چلا جاوے اور سجدہ وغیرہ کر کے نماز ختم کر دے۔ عید کی نماز میں دوسری رکعت میں رکوع کو جاتے وقت تکبیر انتقال کہنی واجب ہے۔ نماز سے فارغ ہو کر امام خطبہ پڑھے۔ خطبہ کا بیان آگے آئے گا۔

تکبیرات کے درمیان کچھ پڑھنا نہ چاہیے بلکہ ہر دو تکبیروں کے درمیان بقدر تین مرتبہ سبحان اللہ کہنے کے خاموش رہے۔ عام اور کلیہ قاعدہ ہے کہ جن تکبیروں کے بعد پڑھا جاتا ہے ان کے بعد تو ہاتھ باندھے جاتے ہیں جیسے تکبیر تحریمہ کے بعد چونکہ تسبیح' اعوذ' بسم اللہ' الحمد اور سورت پڑھی جاتی ہے اس لیے ہاتھ باندھے جاتے ہیں اور جن تکبیروں کے بعد کچھ نہیں پڑھا جاتا ان کے بعد ہاتھ چھوڑ دیئے جاتے ہیں جیسے عید کی زائد تکبیریں۔

مسائل عید

۱۔ مسئلہ: عید کی نماز کے لیے سواری پر جانا درست ہے مگر پیادہ جانا افضل ہے۔

مسئلہ: ایک شہر میں عید کی نماز کئی جگہ ہونی درست ہے۔ عید کی نماز کا وقت طلوع آفتاب سے زوال تک رہتا ہے مگر افضل یہ ہے کہ عید الضحیٰ کی نماز میں جلدی کی جائے۔

مسئلہ: اگر عید کی نماز اس روز کسی وجہ سے نہ پڑھی جائے مثلاً بارش کی کثرت ہو کہ لوگ

جمع نہ ہو سکتے ہوں یا ابر کی وجہ سے چاند نظر نہ آیا ہو اور تیس تاریخ بھی نہ ہو اور پھر دوسرے دن زوال کے بعد روایت ہلال کی اطلاع ملے یا جس وقت نماز پڑھی گئی اس وقت ابر تھا۔ نماز کے بعد معلوم ہوا کہ زوال کے بعد نماز ہوئی یا امام نے بے وضو نماز پڑھا دی تو ان سب صورتوں کے متعلق کلیہ قاعدہ یہ ہے کہ عید الفطر کی نماز دوسرے ہی دن زوال سے پہلے ہو جانی چاہیے۔ دوسرے روز کے بعد عید الفطر کی نماز درست نہیں' ہاں عید الضحیٰ کی نماز تین دن یعنی بارھویں تاریخ تک ہو سکتی ہے۔ بارھویں تاریخ کے زوال سے قبل تو بلا کراہت درست ہے اور زوال کے بعد مکروہ۔ (درمختار۔ عالمگیری)

۴۔**مسئلہ**: عید کی نماز کی دو رکعتیں ہوتی ہیں لیکن ان میں نہ اذان ہونی چاہیے نہ اقامت۔ اگر تکبیریں ہو جانے کے بعد کوئی شخص پہلی رکعت میں شریک ہوا تو پہلے تکبیریں ادا کرنی چاہئیں پھر اقتداء کرنی مناسب ہے۔ (درمختار' عالمگیری)

۵۔**مسئلہ**: اگر کوئی شخص پہلی رکعت کے رکوع میں امام کو پائے تو اگر بحالت قیام تکبیریں کہہ کر رکوع پالینے کی امید ہو تب تو قیام میں تکبیریں کہہ کر رکوع میں شریک ہو جائے ورنہ تکبیر تحریمہ کہہ کر رکوع کو چلا جائے اور رکوع میں باقی تکبیریں کہہ لے۔ اب اگر رکوع میں اتنا وقت نہ ملا کہ پوری تکبیریں کہہ سکتا امام نے جلد سر اٹھا لیا تو جتنی تکبیریں کہہ چکا ہے وہ تو خیر باقی تکبیریں اس سے ساقط ہو گئیں اور اگر قومہ میں آ کر امام کے ساتھ شریک ہوا تو تکبیریں اس رکعت میں اس کو نہ کہنی چاہئیں۔ یہ رکعت اس سے فوت ہو گئی۔ اب یہ مسبوق ہو گیا جس وقت امام سلام پھیرے' یہ اٹھ کر اپنی رکعت ادا کرلے اس وقت قرأت کے بعد رکوع سے پہلے یہ فوت شدہ تکبیریں کہے اور یہی حال اس وقت ہو گا جب امام کے ساتھ پہلی رکعت کے سجدہ یا دوسری رکعت میں شریک ہوا۔ ہاں لاحق تمام تکبیریں امام کی طرح کہے گا۔ کیونکہ وہ درحقیقت امام ہی کے پیچھے ہے اور مسبوق بقیہ رکعت پڑھنے میں مثل منفرد کے ہے امام کے پیچھے نہیں۔ (عالمگیری)

۶۔**مسئلہ**: اگر کسی شخص نے امام کو تشہد کی حالت میں پایا خواہ تشہد اصل نماز کا ہو یا سہو کا تو یہ دونوں رکعتیں مع چھ تکبیروں امام کی طرح ادا کرے گا۔ اگر امام نے پہلی رکعت میں تکبیریں بھول کر قرأت شروع کر دی تو اگر الحمد اور سورت دونوں پڑھ چکنے کے بعد یاد آیا تو تکبیریں کہہ کر رکوع کو چلا جائے اور اگر صرف الحمد پڑھی تو الحمد چھوڑ کر تکبیریں کہے اور ا[illegible]

سرنوالحمداور سورت پڑھے۔(عالمگیری)

۷۔مسئلہ: اگرامام دوسری رکعت میں تکبیریں کہنی بھول گیااور رکوع کو چلا گیا تو رکوع ہی میں تکبیریں کہہ لے۔قیام کی طرف عود نہ کرے۔(درمختار)

اگرکسی کی عید کی نماز فوت ہوجائے تو پھراس کی قضا نہیں۔ہاں گھر میں چار رکعت نفل بغیر تکبیروں کے چاشت کی نماز کی طرح پڑھ لے۔(درمختار)

عیدین کے خطبہ کے مسائل اوراحکام

تین خطبے الحمد سے شروع کیے جاتے ہیں۔جمعہ کا' استسقاء کا' نکاح کا' عید کا خطبہ الحمد سے شروع نہیں کیا جاتا بلکہ دونوں عیدوں کے خطبے اللہ اکبر سے شروع کیے جاتے ہیں۔عید کا پہلا خطبہ شروع کرنے سے قبل نوبار تکبیریں متواتر کہنی چاہئیں اور دوسرا خطبہ شروع کرنے سے قبل سات بار جمعہ کے خطبہ میں شروع کرنے سے قبل اذان کے وقت امام تھوڑی دیر ممبر پر بیٹھتا ہے مگر حنفیہ کے نزدیک عیدین کے خطبوں میں شروع کرنے سے پہلے بیٹھنا نہ چاہیے۔جس وقت امام تکبیریں کہے تو قوم کو بھی کہنی چاہئیں۔

اگرعید کی نماز سے پہلے جنازہ بھی حاضر ہو تو عید کی نماز پڑھ کر جنازہ کی نماز پڑھنی چاہیے اور پھر خطبہ پڑھنا چاہیے۔

عیدالفطر کے خطبہ میں تکبیر' تسبیح اور درود وغیرہ کے بعد صدقہ فطر کے احکام بیان کیے جاتے ہیں اور عیدالضحیٰ کے خطبہ میں تکبیر تسبیح وغیرہ کے بعد قربانی کے احکام کیونکہ خطبہ صرف تعلیم احکام کے لیے ہے جس چیز کی ضرورت ہو حسب موقع اسی کی تعلیم دی جاتی ہے۔(درمختار)

ہم ذیل میں عیدالفطر اور عیدالضحیٰ کے عربی اور اردو خطبے بطور نمونے کے لکھتے ہیں اور ہرایک کے پڑھنے کا طریقہ بھی بیان کرتے ہیں۔

عیدالفطر کا پہلا خطبہ

امام منبر پر کھڑا ہوکر پہلے آہستہ آہستہ نومرتبہ تکبیر پڑھ کر شروع کرے۔اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ. لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ وَ لِلّٰہِ الْحَمْدُ. نَحْمَدُہٗ وَ الْمَحْمُوْدُ فِیْ کُلِّ مَکَانٍ وَّزَمَانٍ. وَھُوَ الْمَشْکُوْرُ بِکُلِّ لِسَانٍ اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ وَ لِلّٰہِ الْحَمْدُ. اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ

وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰى سَيِّدِنَا وَ نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ وَ اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَ اَزْوَاجِهٖ اَجْمَعِيْنَ ط يٰاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا اللّٰهَ فَاِنَّ التَّقْوٰى اَسَاسُ الْحَسَنَاتِ. وَاعْبُدُوا اللّٰهَ فَاِنَّ الْعِبَادَةَ دَافِعَةٌ لِلسَّيِّاٰتِ هَلْ عَرَفْتُمْ فَضَآئِلَ شَهْرِ الصِّيَامِ وَهَلْ اَدْرَكْتُمْ لِمَاذَا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ فِيْ هٰذِهِ الْاَيَّامِ. يَا اَسَفَاهُ عَلٰى ضَيْفٍ لَمْ نَجْعَلْ لَهٗ مِنَ الْاِكْرَامِ نُزُلًا دَيَا حَسْرَتَاهُ عَلٰى رَفِيْقٍ شَفِيْقٍ وَدَّعَنَا وَ مَشٰى. اَلْوَدَاعُ اَلْوَدَاعُ يَاشَهْرَ طَهَارَةِ الْقُلُوْبِ. اَلْفِرَاقُ اَلْفِرَاقُ يَاشَهْرَ كَفَّارَةِ الذُّنُوْبِ. اَلْوَدَاعُ اَلْوَدَاعُ يَا شَهْرَ التَّرَاوِيْحِ وَالتَّسَابِيْحِ. اَلْفِرَاقُ اَلْفِرَاقُ يَا شَهْرَ الْقَنَادِيْلِ وَالْمَصَابِيْحِ. يَا مَعْشَرَ الْمُسْلِمِيْنَ اِنَّ فِي اللّٰهِ عَزَآءً مِّنْ كُلِّ مُصِيْبَةٍ وَخَلَفًا مِّنْ كُلِّ فَائِتٍ فَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ وَاسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا. اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ط وَ بَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ الَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ ط وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ. اَقُوْلُ قَوْلِيْ هٰذَا وَاسْتَغْفِرُ اللّٰهَ لِيْ وَلَكُمْ وَلِسَائِرِ الْمُسْلِمِيْنَ فَاسْتَغْفِرُوْهُ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ط اس کے بعد تین چھوٹی آیتوں کے پڑھنے کی مقدار بیٹھ جائے۔ پھر استغفار پڑھ کر آہستہ آہستہ سات مرتبہ تکبیر پڑھ کر یہ دوسرا خطبہ شروع کرے۔

عید الفطر کا دوسرا خطبہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ اَمَرَ بِذِكْرِهٖ وَاَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ مُفْصِحًا بِشُكْرِهٖ وَ اَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ ط صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ عَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ. اَمَّا بَعْدُ اِعْلَمُوْا اِنَّ اللّٰهَ اَوْجَبَ عَلَيْكُمْ فِيْ هٰذَا الْيَوْمِ رَكْعَتَيْنِ مَعَ سِتِّ تَكْبِيْرَاتٍ وَ اَوْجَبَ اَدَاءَ صَدَقَةِ الْفِطْرِ عَلٰى كُلِّ حُرٍّ مُسْلِمٍ مُكَلَّفٍ مَالِكٍ مِقْدَارَ النِّصَابِ فَاضِلًا عَنْ حَوَآئِجِهِ الْاَصْلِيَّةِ وَ اِنْ كَانَ مِنْ جِنْسِ الثِّيَابِ اَوِ الدَّارِ اَوِ الْعَبِيْدِ اَوِالدَّوَابِ عَنْ نَفْسِهٖ وَ مَمَالِكِهٖ وَاَوْلَادِهِ الصِّغَارِ لَا عَنْ زَوْجَتِهٖ وَوَالِدَيْهِ وَاَوْلَادِهِ الْكِبَارِ اِلَّا اِسْتِحْسَانًا عَنْ كُلِّ رَاْسٍ نِصْفُ صَاعٍ مِّنْ بُرٍّ اَوْ دَقِيْقِهَا اَوْ صَاعٌ مِّنْ تَمْرٍ اَوْ شَعِيْرٍ اَوْقِيْمَةُ كُلٍّ مِّنْهُمَا وَ مَصَارِفُهَا كَمَصَارِفِ الزَّكٰوةِ وَ اَفْضَلُ اَوْقَاتِ اَدَآئِهَا قَبْلَ الْغُدُوِّ

اِلَی الْمُصَلّٰی. قَالَ اللّٰہُ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی یُرِیْدُ اللّٰہُ بِکُمُ الْیُسْرَ وَلَا یُرِیْدُ بِکُمُ الْعُسْرَ وَلِتُکْمِلُوا الْعِدَّۃَ وَلِتُکَبِّرُوا اللّٰہَ عَلٰی مَا ھَدٰکُمْ وَلَعَلَّکُمْ تَشْکُرُوْنَ. اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰی نَبِیِّنَا وَ شَفِیْعِنَا مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِہِ الْعُظَمَآءِ وَ اَصْحَابِہِ الْاُمَنَآءِ خُصُوْصًا عَلٰی اَجَلِّ صَاحِبٍ وَ اَسْعَدِ رَفِیْقٍ الْخَلِیْفَۃِ السَّامِیْ اَبِیْ بَکْرِ نِ الصِّدِّیْقِ وَعَلَی الْاِمَامِ الْھُمَامِ الشَّفُوْقِ اَمِیْرِ الْمُؤْمِنِیْنَ اَبِیْ حَفْصٍ عُمَرَ الْفَارُوْقِ وَ عَلَی الشَّاکِرِ الصَّابِرِ زَوْجِ الْاِبْنَتَیْنِ لِرَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَمِیْرِ الْمُؤْمِنِیْنَ عُثْمَانَ ذِی النُّوْرَیْنِ وَ عَلٰی مَظْھَرِ الْعَجَآئِبِ وَالْغَرَآئِبِ اَمِیْرِ الْمُؤْمِنِیْنَ عَلِیِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ وَعَلٰی رَیْحَانَتَیْنِ لِسَیِّدِ الْکَوْنَیْنِ اَبِیْ مُحَمَّدِ نِ الْحَسَنِ وَ اَبِیْ عَبْدِاللّٰہِ الْحُسَیْنِ وَ عَلٰی اُمِّھِمَا سَیِّدَۃِ النِّسَآءِ فَاطِمَۃَ الزَّھْرَآءِ وَعَلٰی عَمَّیْہِ الْمُکَرَّمِیْنَ الْحَمْزَۃِ وَالْعَبَّاسِ وَعَلَی السِّتَّۃِ الْبَاقِیَۃِ مِنَ الْعَشَرَۃِ الْمُبَشَّرَۃِ وَ سَائِرِ الصَّحَابَۃِ وَالتَّابِعِیْنَ رِضْوَانُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْھِمْ اَجْمَعِیْنَ بِرَحْمَتِکَ یَااَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ ط اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِلْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَاَصْلِحْ ذَاتَ بَیْنِھِمْ وَاکْفِھِمُ الْاٰفَاتِ وَاَعِزَّ الْاِسْلَامَ وَ نَاصِرِیْہِ وَ اَذِلِّ الشِّرْکَ وَ مَوَالِیْہِ وَاجْعَلْنَا مِنَ الْمُؤْتَمِرِیْنَ بِقَوْلِکَ الْمُبِیْنَ. اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَ اِیْتَآءِ ذِی الْقُرْبٰی وَ یَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ وَالْبَغْیِ یَعِظُکُمْ لَعَلَّکُمْ تَذَکَّرُوْنَ ط اُذْکُرُوا اللّٰہَ یَذْکُرْکُمْ وَاشْکُرُوْا نِعْمَۃً وَلَذِکْرُ اللّٰہِ تَعَالٰی اَعْلٰی وَ اَوْلٰی وَاَعْظَمُ وَاَکْبَرُ اس کے بعد چودہ مرتبہ آہستہ سے تکبیر پڑھ کر منبر سے اتر آئے۔ یہ بھی مستحب ہے۔(ردمختار)

عیدالضحیٰ کا پہلا خطبہ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ. اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ. لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ. اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ. اَمَّا بَعْدُ فَاِنِّیْ اُوْصِیْکُمْ بِتَقْوَی اللّٰہِ وَ اُحَذِّرُکُمْ بِمَعْصِیَۃِ اللّٰہِ وَاعْلَمُوْا اَنَّ ھٰذَا الْیَوْمَ تَشْرِیْفٌ فَتَقَرَّبُوْا فِیْ ھٰذَا الْیَوْمِ بِضَحَایَاکُمْ وَاجْعَلُوْھَا مِنْ اَطْیَبِ اَمْوَالِکُمْ فَاِنَّھَا بِیَوْمِ الْقِیٰمَۃِ مَطَایَاکُمْ وَاجْتَنِبُوا الْعَوْرَاءَ وَالْعَرْجَاءَ وَالْمَرِیْضَۃَ وَالْجَرْبَاءَ وَ مَقْطُوْعَۃَ الْاُذُنِ وَمُھَدَّمَۃَ الْاَسْنَانِ وَ کُلَّ ذَاتِ عَیْبٍ یَنْقُصُ مِنْ

لَحْمِهَا وَاخْتَارُوْهَا لِسِمْنِهَا فَاِنَّ لِشَاةَ السَّمِيْنَةَ اَفْضَلُ" مِنْ شَاتَيْنِ هَزِيْلَتَيْنِ فَالْبُدْنَةُ عَنْ سَبْعٍ وَالْبَقَرَةُ عَنْ سَبْعٍ وَالشَّاةُ مِنْ وَاحِدٍ وَلَا يُذْبَحُ اِلَّامِنْ بَعْدِ صَلٰوةِ الْعِيْدِ مِنْ يَوْمِ النَّحْرِ وَ يَوْمَيْنِ بَعْدَهٗ وَ يَسْتَحِبُّ التَّصَرُّفُ ثُلُثٌ" لِنَفْسِهٖ وَثُلُثٌ هَدِيَّةٌ" وَثُلُثٌ" لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسَاكِيْنِ اِنْ كَانَتْ تَطَوُّعًا. وَ اِنْ كَانَتْ وَصِيَّةً يَتَصَدَّقُ بِجَمِيْعِهَا وَعَظِّمُوْا شَعَائِرَ اللّٰهِ وَاَدُّوْالْفَرَائِضَ وَالْحُقُوْقَ فَاِنَّ اللّٰهَ شَاكِرٌ" لِمَنْ شَكَرَ وَ ذَاكِرٌ" لِمَنْ ذَكَرَاَعَادَاللّٰهُ عَلَيْنَا بَرَكَةَ هٰذَا الْيَوْمِ وَ اٰمَنَّا مِنْ سُوْءِ يَوْمِ الْعِيْدِ وَجَعَلَنَا مِنَ الَّذِيْنَ لَا خَوْفٌ" عَلَيْهِمْ وَلَاهُمْ يَحْزَنُوْنَ بِرَحْمَتِهٖ وَهُوَ اَرْحَمُ الرَّاحِمِيْنَ. اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ط وَالْبُدْنَ جَعَلْنٰهَا لَكُمْ مِّنْ شَعَائِرِ اللّٰهِ لَكُمْ فِيْهَاخَيْرٌ" فَاذْكُرُوْا اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهَا صَوَآفَّ فَاِذَا وَجَبَتْ جُنُوْبُهَا فَكُلُوْا مِنْهَا وَ اَطْعِمُوا الْقَانِعَ وَالْمُعْتَرَّ ط كَذٰلِكَ سَخَّرْنَا هَا لَكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ اِنَّهٗ تَعَالٰى جَوَادٌ" مَلِكٌ" بَرٌّ" رَءُوْفٌ" رَّحِيْمٌ". ط

اس کے بعد بقدر تین چھوٹی آیتوں کے بیٹھ کر پھر کھڑا ہو کر سات مرتبہ آہستہ آہستہ تکبیر کہہ کر خطبہ شروع کرے۔

عیدالضحیٰ کا دوسرا خطبہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ حَمْدًا كَثِيْرًا كَمَا اَمَرَ وَنَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لِمَنْ جَحَدَبِهٖ وَ كَفَرَ وَنَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ سَيِّدُ الْجِنِّ وَالْبَشَرِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ وَ مَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يَآ يُّهَاالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا. اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِهٖ وَ اَصْحٰبِهٖ وَ بَارِكْ وَسَلِّمْ. ثُمَّ السَّلَامُ مِنَ الْحَقِّ الْحَقِيْقِ عَلَى الْخَلِيْفَةِ الْعَتِيْقِ اَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ اَبِىْ بَكْرِ نِ الصِّدِّيْقِ وَ مِنَ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ عَلٰى اَعْدَلِ الْاَصْحَابِ النَّاطِقِ بِالْحَقِّ وَالصَّوَابِ اَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ وَ مِنَ الْمَلِكِ الدَّيَّانِ عَلٰى ذِى النُّوْرَيْنِ اَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ وَ مِنَ الْمَلِكِ الْوَلِيِّ عَلَى الْاَمِيْرِ الْوَصِيِّ اَسَدِ اللّٰهِ الْغَالِبِ اَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلِيِّ بْنِ اَبِىْ طَالِبٍ وَ عَلَى الْاِمَامَيْنِ الْهُمَامَيْنِ اَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ اَبِىْ مُحَمَّدِ نِ الْحَسَنِ وَ اَبِىْ عَبْدِاللّٰهِ الْحُسَيْنِ وَ عَلٰى اُمِّهِمَا سَيِّدَةِ النِّسَآءِ فَاطِمَةَ الزَّهْرَآءِ وَ عَلٰى

الْعَمَّیْنِ الْمُکَرَّمَیْنِ الْحَمْزَۃِ وَالْعَبَّاسِ وَعَلٰی سَائِرِ الصَّحَابَۃِ مِنَ الْاَنْصَارِ وَالْمُھَاجِرِیْنَ وَالتَّابِعِیْنَ الصّٰلِحِیْنَ الْاَبْرَارِ الْاَخْیَارِ اِلٰی یَوْمِ الْقَرَارِ رِضْوَانُ اللّٰہِ عَلَیْھِمْ اَجْمَعِیْنَ. اَللّٰھُمَّ انْصُرْ مَنْ نَصَرَ دِیْنَ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاجْعَلْنَا مِنْھُمْ. عِبَادَ اللّٰہِ رَحِمَکُمُ اللّٰہُ اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَ الْاِحْسَانِ وَ اِیْتَآءِ ذِی الْقُرْبٰی وَ یَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ وَالْبَغْیِ یَعِظُکُمْ لَعَلَّکُمْ تَذَکَّرُوْنَ وَلَذِکْرُ اللّٰہِ تَعَالٰی اَعْلٰی وَ اَعَزُّ وَاَکْبَرُ. اس کے بعد آہستہ آہستہ تکبیر پڑھ کر منبر سے اتر آئے۔ (درمختار)

(۲۹) نمازخوف

مسلمان کی زندگی کا ایک نہایت ہی اہم پہلو جہاد ہے اور نماز کی اتنی اہمیت ہے کہ جہاد کی صورت میں بھی معاف نہیں۔ بلکہ شرعاً یہی حکم ہے کہ میدان جنگ میں لڑائی کی صورت میں بھی نماز پڑھی جائے۔ صلوٰۃ خوف کوئی علیحدہ نماز نہیں بلکہ پانچوں نمازوں سے میں سے جو بھی میدان کارزار میں جنگ کی صورت میں پڑھی جائے گی وہ صلوٰۃ الخوف کہلائے گی۔ نماز خوف کے بارے میں شرعی احکامات حسب ذیل ہیں:۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے نماز خوف کے بارے میں فرمایا ہے کہ جب دشمن کا خوف ہو تو فوج کو دو گروہوں میں تقسیم کر دیا جائے۔ ان دونوں میں سے ایک گروہ پہلے نماز پڑھے جب وہ پڑھ لے تو پھر دوسرا گروہ نماز پڑھے۔

وَاِذَا کُنْتَ فِیْھِمْ فَاَقَمْتَ لَھُمُ الصَّلٰوۃَ فَلْتَقُمْ طَآئِفَۃٌ مِّنْھُمْ مَّعَکَ وَلْیَاْخُذُوْٓا اَسْلِحَتَھُمْ. فَاِذَا سَجَدُوْا فَلْیَکُوْنُوْا مِنْ وَّرَآئِکُمْ وَ لْتَاْتِ طَآئِفَۃٌ اُخْرٰی لَمْ یُصَلُّوْا فَلْیُصَلُّوْا مَعَکَ وَلْیَاْخُذُوْا حِذْرَھُمْ وَاَسْلِحَتَھُمْ وَدَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لَوْ تَغْفُلُوْنَ عَنْ اَسْلِحَتِکُمْ وَاَمْتِعَتِکُمْ

اور جب آپ ان میں موجود ہوں تو آپ ان کو نماز پڑھائیں تو ان کے دو گروہ کر دیجئے، ان میں سے ایک گروہ آپ کے ساتھ نماز میں کھڑا ہو اور وہ اپنے ہتھیار لیے ہوئے ہو، جب یہ سجدے میں جائیں تو دوسرا گروہ تمہارے پیچھے حفاظت کے لیے کھڑا رہے اب دوسرا گروہ آئے جس نے تمہارے پیچھے نماز نہیں پڑھی۔ وہ آپ کے ساتھ ایک

فَيَمِيلُونَ عَلَيْكُمْ مَيْلَةً وَّاحِدَةً وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اِنْ كَانَ بِكُمْ اَذًى مِّنْ مَّطَرٍ اَوْ كُنْتُمْ مَّرْضٰى اَنْ تَضَعُوْا اَسْلِحَتَكُمْ وَخُذُوْا حِذْرَكُمْ اِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًا. فَاِذَا قَضَيْتُمُ الصَّلٰوةَ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ قِيَامًا وَّ قُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِكُمْ ج فَاِذَا اطْمَاْنَنْتُمْ فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ ج اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا.

رکعت پڑھے۔ اپنی پناہ اور اپنے ہتھیار لیے رہیں۔ کافر تو یہ چاہتے ہیں کہ اگر تم ذرا اپنے ہتھیاروں اور اپنے اسباب سے غافل ہو جاؤ تو وہ ایک بارزور سے حملہ کر دیں اور اگر بارش یا بیماری کی تکلیف ہو تو ہتھیار اتار دینے میں تم پر کوئی گناہ نہیں مگر دشمن سے ہوشیار رہو بے شک اللہ تعالیٰ نے کافروں کے لیے ذات کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔ جب تم خوف کی نماز پڑھ چکو تو کھڑے بیٹھے اور کروٹ پر لیٹے ہوئے اللہ کی یاد میں لگے رہو پھر جب اطمینان ہو جائے تو نماز کو حسبِ دستور قائم کرو کیونکہ نماز مسلمانوں پر مقررہ وقتوں پر فرض ہے۔ (نساء)

جہاد میں جنگ کی کئی صورتیں ہوتی ہیں۔

ایک صورت یہ ہوتی ہے کہ میدان جہاد میں دونوں فوجیں ایک دوسرے کے سامنے پڑاؤ ڈال کر بیٹھی ہیں لیکن جنگ نہیں ہو رہی بلکہ دونوں کسی موقع کی تلاش میں ہوں کہ موقع پر ملتے پر حملہ کر دیا جائے۔ اس صورت میں جنگ کا خطرہ تو ہوتا ہے لیکن حملہ نہیں ہو رہا ہوتا۔

دوسری صورت یہ ہے کہ دشمن نے حملہ کر دیا ہو۔ کفر و اسلام کے درمیان شدید جنگ ہو رہی ہو بلکہ دونوں ایک دوسرے کے ساتھ پورے زور و شور سے لڑ رہے ہوں مجاہد اپنے مورچوں پر ڈٹے مقابلہ کر رہے ہوں۔

جنگ کی تیسری صورت یہ ہے کہ مسلمان اپنے خیموں یعنی مورچوں میں ہو یا سواریوں پر ہوں اور سواریوں سے اترنے کی مہلت نہ ہو تو ان تمام صورتوں میں صورتحال کے مطابق نماز ادا کرنا صلوۃ الخوف ہے۔ رسول اکرم ﷺ کے دور میں صلوۃ الخوف مندرجہ ذیل واقعات پیش آئے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نبی اکرم ﷺ کے ہمراہ ایک غزوہ میں گئے جب

ذات الرقاع میں پہنچے تو ایک سایہ دار درخت حضور ﷺ کے لیے چھوڑ دیا گیا اس پر حضور ﷺ نے اپنی تلوار لٹکا دی (اور آرام فرما ہو گئے) ایک مشرک نے آ کر تلوار لے لی اور کھینچ کر کہنے لگا آپ مجھ سے ڈرتے ہیں آپ نے فرمایا نہیں۔ وہ کہنے لگا آپ کو مجھ سے کون بچائے گا فرمایا اللہ۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے جب دیکھا اور اسے ڈرایا تو اسے نے تلوار میان میں رکھ دی اور اسی جگہ لٹکا دی۔ اس کے بعد نماز کا وقت ہوا تو اذان ہوئی۔ حضور ﷺ نے ایک گروہ کے ساتھ دو رکعت نماز پڑھی۔ پھر یہ گروہ پیچھے ہٹ گیا اور دوسرے گروہ کے ساتھ دو رکعت پڑھی تو حضور ﷺ کی چار رکعت ہوئیں اور لوگوں کی جماعت کے ساتھ دو دو (یہ پوری چار رکعت با جماعت ادا کرنے کے بارے میں ہے۔) (متفق علیہ)

حالت جنگ میں جب دشمن بالکل قریب یا سامنے ہو تو ایسی خوفناک حالت میں مجاہدین اسلام سواری یا پیدل تنہا تنہا اشارہ سے جس طرف بھی منہ کر سکیں اسی طرف منہ کر کے نماز قصر پڑھیں۔ اگر لڑائی جاری ہو گولیاں چل رہی ہوں اور نماز کا وقت جا رہا ہو تو اب نماز کو موخر کیا جائے لڑائی اور جنگ سے فارغ ہو کر نماز پڑھی جائے۔

اگر دشمن سامنے ہو اور لڑائی تو نہ ہو رہی ہو مگر یہ اندیشہ ہے کہ اگر سب ایک ساتھ با جماعت نماز ادا کریں گے تو دشمن حملہ کر دے گا تو ایسی صورت میں امام (یا فوج کا سالار) جماعت کے دو حصے کرے۔ ایک گروہ کو امام دشمن کے مقابلہ میں کھڑا کر کے اور دوسرے گروہ کو نماز پڑھائے۔ اگر نماز دو رکعت والی ہو جیسے سفر کی وجہ سے نماز قصر یا فجر' جمعہ و عیدین تو پہلا گروہ جب امام کے پیچھے ایک رکعت پڑھ چکے یعنی پہلی رکعت کے دوسرے سجدہ سے سر اٹھائے تو اب یہ دشمن کے مقابل چلے جائیں اور جو مجاہدین وہاں تھے وہ چلے آئیں اور امام ان کے ساتھ ایک رکعت پڑھے اور تشہد پڑھ کر سلام پھیر دے لیکن مقتدی سلام نہ پھیریں بلکہ یہ لوگ دشمن کے مقابل چلے جائیں (یا اسی جگہ اپنی نماز پوری کر کے جائیں) اور اب وہ پہلا گروہ آئے اور ایک رکعت بغیر قرأت کے پڑھ کر تشہد کے بعد سلام پھیرے۔ (اور یہ بھی جائز ہے کہ یہ گروہ یہاں نہ آئے بلکہ اسی جگہ اپنی نماز پوری کر لے) اور دوسرا گروہ وہ اگر نماز پڑھ چکا تو بہتر ورنہ اب نماز پوری کرے خواہ اسی جگہ یا جماعت والی جگہ آ کر اور یہ قرأت کے ساتھ اپنی ایک ایک رکعت پڑھیں اور تشہد کے بعد سلام پھیر دیں۔

اور اگر چار رکعت والی نماز ہو تو ہر گروہ کے ساتھ امام دو دو رکعت پڑھے اور مغرب کی

نماز میں امام پہلے گروہ کے ساتھ دو رکعت پڑھے اور دوسرے کے ساتھ ایک پڑھے اگر اس کا الٹ کیا تو نماز نہ ہوگی۔ نماز خوف میں یہ بھی جائز ہے کہ پہلے ایک گروہ اپنی نماز جماعت کے ساتھ پڑھے اور پھر دوسرا گروہ اپنے میں سے کسی امام کے پیچھے نماز پڑھے یعنی دو جماعتیں ہوں۔

نماز خوف میں صرف دشمن کے مقابل پیدل جانا اور وہاں سے امام کے پاس صف میں آنا یا وضو ٹوٹ جانے کی صورت میں وضو کے لیے چلنا معاف ہے۔ اس کے علاوہ چلنا نماز کو فاسد کر دے گا۔ نیز اس دوران لڑنا' دشمن کو بھگانا' ڈرانا موقوف رکھیں۔ ہاں ایک آدھ تیر پھینکنے یا گولی چلانے کی اجازت ہے اور نماز خوف میں ہتھیار و اسلحہ ہمراہ رکھنا بہتر و مستحب ہے۔

خوف کی حالت میں بھی نماز با جماعت ادا کرنے کی مذکورہ بالا قرآن و حدیث کی تاکید و ترکیب سے اندازہ کریں کہ نماز با جماعت کس قدر لازمی ہے اور جماعت کی کتنی تاکید و اہمیت ہے۔

(۸۱) نمازِ استسقاء

استسقاء کا مطلب پانی طلب کرنا ہے لیکن شریعت اسلامیہ میں قحط سالی کی صورت میں اللہ کے حضور سجدہ ریز ہو کر باران رحمت طلب کرنے کو نماز استسقاء کہا جاتا ہے۔ بعض اوقات یوں ہوتا ہے کہ انسان اپنے اعمال کی بناء پر اللہ کی ناراضگی مول لے لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ ایسے برے لوگوں کو تنبیہ کے لیے قحط سالی میں مبتلا کر دیتا ہے۔ اس کا اثر نیک لوگوں کو بھی برداشت کرنا پڑتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:-

وَمَا اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ وَ يَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ ۔اِسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا يُّرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا وَّ يُمْدِدْكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّ بَنِيْنَ وَ يَجْعَلْ لَّكُمْ جَنّٰتٍ وَّ يَجْعَلْ لَّكُمْ اَنْهٰرًاo

تمہیں جو تکلیف پہنچتی ہے وہ تمہارے ہاتھوں کے اعمال کی وجہ سے ہے اور وہ بہت سی معاف کر دیتا ہے۔ اپنے رب سے استغفار کرو بے شک وہ بڑا بخشنے والا ہے۔ موسلا دھار پانی تم پر بھیجے گا۔ دولت اور اولاد سے تمہاری مدد کرے گا تمہارے لیے باغ بنائے گا اور تمہیں نہریں دے گا۔

حدیث ۱: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ جو لوگ

ماپ تول میں کمی کرتے ہیں وہ قحط، موت کی شدت اور بادشاہ کے ظلم کا شکار ہو جاتے ہیں۔ اگر چوپائے نہ ہوتے تو ان پر بارش نہ ہوتی۔ (ابن ماجہ شریف)

حدیث ۲: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بارش کا نہ ہونا قحط نہیں بلکہ بڑا قحط تو یہ ہے کہ بارش بھی ہو جائے اور زمین کچھ بھی نہ اگائے۔ (مسلم شریف)

حدیث ۳: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کسی دعا میں اس قدر ہاتھ نہ اٹھاتے جتنا استسقاء میں اٹھاتے۔ یہاں تک بلند فرماتے کہ بغلوں کی سپیدی ظاہر ہو جاتی۔ (بخاری شریف)

حدیث ۴: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بارش کے لیے دعا کی اور ہاتھوں کو الٹا کر کے آسمان کی طرف اشارہ کیا (یعنی اور دعاؤں میں تو قاعدہ یہ ہے کہ ہتھیلی آسمان کی طرف ہو اور اس میں ہاتھ لوٹ دیں کہ حال بدلے کی فال ہو)

حدیث ۵: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پرانے کپڑے پہن کر استسقاء کے لیے تواضع وخشوع وتضرع کے ساتھ تشریف لے گئے۔ (ابن ماجہ)

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ لوگوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں قحط بارش کی شکات کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عیدگاہ میں منبر بچھانے کا حکم دیا اور سب لوگوں سے ایک دن کا وعدہ فرمایا کہ اس دن سب لوگ عیدگاہ چلیں۔ جب سورج کا کنارہ چمکا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت تشریف لائے اور منبر پر بیٹھے تکبیر پڑھی۔ اللہ کی حمد فرمائی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم لوگوں نے اپنے ملک میں قحط کی شکایت کی ہے کہ بارش اپنے وقت سے موخر ہوگئی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے تمھیں حکم دیا ہے کہ مجھ سے دعا کرو اور اللہ نے قبول فرمانے کا وعدہ کیا ہے۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ پڑھا:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ. لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ يَفْعَلُ مَا يُرِيْدُ. اَللّٰهُمَّ اَنْتَ اللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ الْغَنِيُّ وَ نَحْنُ الْفُقَرَآءُ اَنْزِلْ عَلَيْنَا الْغَيْثَ وَاجْعَلْ مَا اَنْزَلْتَ قُوَّةً وَ بَلَاغًا اِلٰى حِيْنٍ ۝

سب تعریف اللہ ہی کے لیے ہے جو تمام جہانوں کا رب ہے۔ بڑا مہربان رحم کرنے والا ہے۔ روز جزا کا مالک نہیں کوئی معبود سوائے اللہ کے وہ کرتا ہے جو چاہتا ہے۔ الٰہی تو اللہ ہے نہیں کوئی معبود سوائے تیرے۔ تو غنی ہے اور ہم سب محتاج ہیں۔ نازل کر

ہمارے اوپر بارش اور جو کچھ تو اتارے اسے
ہمارے لیے قوت اور ایک وقت تک پہنچنے کا
سبب بنا دے۔

پھر آپ ﷺ نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے یہاں تک کہ بغل کی سفیدی نظر آئی۔ پھر لوگوں کی طرف پیٹھ کی اور چادر مبارک لوٹ دی۔ پھر لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور منبر سے اتر کر دو رکعت نماز پڑھی۔ اللہ تعالیٰ نے اسی وقت ابر ظاہر فرمایا۔ وہ گرجا اور چمکا اور برسا اور حضور ﷺ ابھی مسجد واپس بھی تشریف نہ لائے تھے کہ پرنالے بہنے لگے۔ (ابوداؤد شریف)

استسقاء کی نماز دو رکعت ہے اور یہ نماز بلا اذان و اقامت' خطبہ اور جماعت کے ساتھ پڑھنا مسنون و مستحب ہے۔ امام بلند آواز سے قرأت کرے۔ نماز کے بعد زمین پر کھڑا ہو کر پچھلی حدیث والا خطبہ پڑھے۔ دونوں خطبوں کے درمیان بیٹھے۔ صرف ایک خطبہ پڑھنا بھی جائز ہے جو دعا و تسبیح و استغفار پر مشتمل ہو اور اثنائے خطبہ میں چادر لوٹ دے یعنی اوپر کا کنارہ نیچے اور نیچے کا اوپر کر دے۔ (یہ حال بدلنے کا فال ہے) خطبہ سے فارغ ہو کر لوگوں کی طرف پیٹھ اور قبلہ کو منہ کر کے مسنون دعائیں پڑھے۔ دعا میں ہاتھوں کو خوب بلند کرے اور ان کی پشت آسمان کی طرف رکھے۔ استسقاء کے لیے مسنون دعائیں یہ ہیں۔

اَللّٰهُمَّ اسْقِ عِبَادَكَ وَ بَهِيْمَتَكَ وَانْشُرْ رَحْمَتَكَ وَاَحْيِ بَلَدَكَ الْمَيِّتَ اَللّٰهُمَّ اسْقِنَا غَيْثًا مُغِيْثًا مَرِيْئًا مُرِيْعًا نَافِعًا غَيْرَ ضَارٍّ عَاجِلًا غَيْرَ اٰجِلٍ (ابوداؤد)

الٰہی تو اپنے بندوں اور چوپایوں کو سیراب کر اور اپنی رحمت کو پھیلا اور اپنی مردہ زمین کو زندہ کر۔ الٰہی ہمیں ایسی بارش سے سیراب کر جو پوری خوشگوار' تازگی لانے والی' نفع بخش ہو' نقصان نہ دے۔ جلد ہو دیر میں نہ ہو

بہتر و مسنون یہ ہے کہ استسقاء کے لیے پرانے کپڑے پہن کر نہایت عاجزی و انکساری کے ساتھ پیدل ننگے سر' ننگے پاؤں آبادی سے باہر تین دن متواتر جائیں۔ غیر مسلموں کو ہرگز ساتھ نہ لے جائیں۔ جانے سے پیشتر صدقہ و خیرات کریں۔ توبہ استغفار کریں نیز اپنے ہمراہ تمام کمزور' ناتوان اور بچوں اور بوڑھوں اور بوڑھیوں حتیٰ کہ مویشیوں کو بھی لے جائیں اور دعا کے وقت مائیں بچوں کو علیحدہ کر دیں۔ کمزوروں اور ضعیفوں کے وسیلہ سے دعا کریں۔ اس طرح تین روز متواتر باہر جنگل کو جائیں

اور دعا کریں۔ نیز اگر ایسا نہ ہو سکے تو ہر گھر اور ہر محلّہ میں اکٹھے ہو کر گٹھلیوں وغیرہ پر لاتعداد بار استغفار پڑھیں۔ انشاء اللہ ضرور بارش ہوگی۔

(۳۱) نماز کسوف و خسوف

سورج گہن کو کسوف اور چاند گہن کو خسوف کہا جاتا ہے۔ لہٰذا سورج گہن کے وقت جو نماز پڑھی جاتی ہے اسے نماز کسوف کہا جاتا ہے۔ گہن کو مذہبی نقطہ نظر سے اچھا نہیں سمجھا جاتا۔ اس لیے رسول اکرم ﷺ نے ایسے موقع پر دو رکعت نماز پڑھنے کی تاکید ہے۔ لہٰذا سورج گہن کی نماز سنت موکدہ ہے۔ یہ نماز بلا اذان و اقامت' جماعت کے ساتھ پڑھنی مستحب ہے اور تنہا بھی پڑھی جا سکتی ہے۔ اگر جماعت سے پڑھی جائے تو خطبہ کے سوا تمام شرائط جمعہ اس کے لیے بھی شرط ہیں۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے زمانہ پاک میں ایک بار سورج کو گہن لگا تو آپ ﷺ مسجد میں تشریف لائے اور طویل قیام و رکوع و سجود کے ساتھ پڑھی کہ ایسی طویل نماز پڑھتے کبھی نہ دیکھا گیا۔ نماز کے بعد حضور ﷺ نے فرمایا اللہ عزوجل کسی کی موت و حیات کے سبب اپنی یہ نشانیاں (گہن) ظاہر نہیں فرماتا بلکہ ان سے اپنے بندوں کو ڈراتا ہے لہٰذا جب تم ان میں سے کچھ دیکھو تو ذکر و دعا اور استغفار کیلئے گھبرا کر اٹھو۔ (بخاری شریف)

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے گہن کی نماز پڑھائی اور ہم آپ ﷺ کی آواز نہیں سنتے تھے یعنی قرأت آہستہ فرمائی۔ نیز آپ نے سورج گہن میں غلام آزاد کرنے کا حکم فرمایا۔ (بخاری شریف)

سورج گہن کی کم از کم دو رکعت ہیں اور چار بھی پڑھ سکتے ہیں۔ گہن کی نماز اسی وقت پڑھی جائے جب سورج کو گہن لگے اور اس نماز کو طوالت ارکان کے ساتھ پڑھیں۔ حتیٰ کہ سورج صاف ہو جائے ہاں اگر گہن اوقات ممنوعہ و مکروہ میں لگے تو ان وقتوں میں نماز نہ پڑھیں بلکہ دعا و استغفار پڑھتے رہیں۔ اگر اسی حالت میں سورج ڈوب جائے تو دعا ختم کر دیں اور مغرب کی نماز پڑھیں۔

یہ نماز نفلوں کی طرح ہے۔ ہر رکعت میں ایک رکوع اور دو سجدے ہیں اور ہر دو رکعت

پر قعدہ ہے۔ بہتر یہ ہے کہ اس نماز کی جماعت جامع مسجد یا عید گاہ میں ادا کی جائے اور لوگوں کو اکٹھا کرنے کیلئے "اَلصَّلٰوۃُ جَامِعَۃٌ" کے الفاظ پکارے جائیں۔ سورہ بقرہ اور سورت آل عمران کی مثل بڑی بڑی سورتیں پڑھیں اور رکوع وسجود بھی لمبے کریں اور نماز کے بعد دعا میں مشغول رہیں تا آنکہ سورج پورا کھل کر صاف ہو جائے۔

خسوف یعنی چاند گہن کی نماز مستحب ہے۔ اس کی دو رکعت ہیں۔ تنہا بغیر جماعت کے پڑھی جائے۔ یہ نماز بھی طوالت ارکان کے ساتھ پڑھی جائے۔ امام کے علاوہ دو تین آدمی جماعت سے پڑھ سکتے ہیں۔ نماز کسوف اور نماز خسوف تنہا اپنے اپنے گھروں میں پڑھنا بھی جائز ہے اگر یہ نہ ہو سکے تو صرف دعا و ذکر میں مشغول رہنا بھی جائز و کافی ہے۔

(۳۲) موت

موت اٹل ہے۔ ہر شخص کو اس کا ایک نہ ایک دن ذائقہ چکھنا ہے۔ اس لیے ہر انسان کو چاہیے کہ آخرت کی فکر میں رہے۔ اس کے متعلق فرمان مصطفیٰ ﷺ حسب ذیل ہیں:۔

حدیث ۱: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا دنیا میں ایسے رہو جیسے مسافر' بلکہ راہ چلتا تو مسافر جس طرح ایک اجنبی شخص ہوتا ہے اور راہ گیر راستہ کے کھیل تماشوں میں نہیں لگتا کہ راہ کھوٹی ہوگی اور منزل مقصود تک پہنچنے میں ناکامی ہوگی۔ اسی طرح مسلمان کو چاہیے کہ دنیا میں نہ پھنسے اور نہ ایسے تعلقات پیدا کرے کہ مقصود اصلی کے حاصل کرنے میں آڑے آئیں اور موت کو کثرت سے یاد کرے کہ اس کی یاد دنیوی تعلقات کی بیخ کنی کرتی ہے۔ (بہار شریعت)

حدیث ۲: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا لذتوں کو کھو دینے والی موت کو بہت یاد کرو۔ (ترمذی' نسائی' ابن ماجہ)

حدیث ۳: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم میں سے کوئی موت کی آرزو نہ کرے۔ اگر وہ نیک ہے شاید کہ وہ نیکی زیادہ کرے اور اگر وہ بدکار ہے شاید کہ وہ اللہ سے رضامندی چاہے۔ (بخاری شریف)

حدیث ۴: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم میں سے کوئی موت کی آرزو نہ کرے کسی ضرر کی وجہ سے کہ اس کو پہنچے اگر وہ ضروری طور پر ایسا

کرنا چاہتا ہے پس وہ کہے اے اللہ! مجھ کو زندہ رکھ جب تک زندہ رہنا میرے لیے بہتر ہے اور مجھ کو مار جس وقت مرنا میرے لیے بہتر ہو۔ (صحیح مسلم)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر تم چاہو تو میں تم کو خبر دوں سب سے پہلے اللہ قیامت کے دن ایمانداروں کو کیا کہے گا اور ایماندار اللہ تعالیٰ کو کیا کہیں گے؟" ہم نے کہا ہاں اے اللہ کے رسول ﷺ فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ ایمانداروں کے لیے فرمایا گا" کیا تم میری ملاقات پسند کرتے تھے؟ وہ کہیں گے ہاں اے پروردگار! پس فرمائے گا کیوں؟ وہ جواب دیں گے ہم تیری معافی اور بخشش کی امید رکھتے تھے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا میری بخشش تمہارے لیے واجب ہوگئی۔ (شرح السنۃ)

شرعی مسائل

موت کے متعلق شرعی مسائل مندرجہ ذیل ہیں:۔

۱۔**مسئلہ**: جب موت کا وقت قریب قریب آئے اور یہ علامتیں پائی جائیں۔ یعنی سانس اکھڑنے اور جلدی جلدی چلنے لگے۔ پاؤں سست ہو جائیں کہ کھڑے نہ ہو سکیں، ناک ٹیڑھی اور منہ کی کھال سخت ہو جائے اور دونوں کنپٹیاں بیٹھ جائیں تو سنت یہ ہے کہ داہنی کروٹ پر لٹا کر قبلہ کی طرف اس کا منہ کردیں اور یہ بھی جائز ہے کہ چت لٹائیں اور قبلہ کو پاؤں کریں کہ یوں بھی قبلہ کو منہ ہو جائے گا مگر اس صورت میں سر کو قدرے اونچا رکھیں اور قبلہ کو منہ کرنا دشوار ہو کہ اس کو تکلیف ہوتی ہو تو جس حالت پر ہے چھوڑ دیں۔

۲۔**مسئلہ**: جان کنی کی حالت میں جب تک روح گلے کو نہ آئی ہو جو لوگ وہاں موجود ہوں وہ مرنے والے کو تلقین کریں یعنی آواز سے اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ یا صرف کلمہ طیبہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ط پڑھیں کہ وہ سن کر پڑھے مگر اس سے یہ نہ کہیں کہ کلمہ پڑھو تمہیں کیا معلوم وہ کس تکلیف اور سختی میں ہے۔ مبادا اس کے منہ سے کوئی غلط بات نکل جائے تو عمر بھی کی کمائی مٹی میں مل جائے گی۔ تلقین کے وقت اس کے پاس نیک اور پرہیزگار لوگوں کا ہونا بہت اچھی بات ہے اور اس وقت وہاں سورۃ یٰسین شریف کی تلاوت اور خوشبو ہونا مستحب ہے۔ (فتاویٰ عالمگیری)

۳۔**مسئلہ**: جب وہ دونوں جز کلمہ طیبہ کے کہہ لے تو اس سے دوبارہ کہنے کا اصرار نہ کریں کہ کہیں اکتا نہ جائے۔ ہاں اگر کلمہ پڑھنے کے بعد کوئی اور بات اس نے کی تو پھر تلقین کریں

کہ اس کا آخر کلام لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ہو۔

٤۔مسئلہ: موت کے وقت حیض ونفاس والی عورتیں اس کے پاس حاضر ہوسکتی ہیں مگر جس کا حیض ونفاس ختم ہوگیا ہو اور ابھی غسل نہیں کیا اسے اور جب کو نہیں آنا چاہیے۔ کوشش کریں کہ مکان میں کوئی تصویر یا کتا نہ ہو کیونکہ جہاں یہ ہوتے ہیں رحمت کے فرشتے نہیں آتے۔ نزع کے وقت اپنے اور اس کے لیے دعائے خیر کرتے رہیں۔ کوئی برا کلمہ زبان سے نہ نکالیں کہ اس وقت جو کچھ کہا جاتا ہے فرشتے اس پر آمین کہتے ہیں۔ نزع میں سختی دیکھیں تو سورہ یٰسین اور سورہ رعد پڑھیں۔ (بہار شریعت)

٥۔مسئلہ: جب روح نکل جائے تو ایک چوڑی پٹی جبڑے کے نیچے سے سر پر لے جاکر گرہ دیدیں کہ منہ کھلا نہ رہے اور آنکھیں بند کردی جائیں اور انگلیاں اور ہاتھ پاؤں سیدھے کردیے جائیں۔ یہ کام اس کے گھر والوں میں سے جو زیادہ نرمی کے ساتھ کرسکتا ہے باپ یا بیٹا وہ کرے۔ (جوہرہ نیرہ) اور اس کے پیٹ پر لوہا یا گیلی مٹی یا کوئی اور بھاری چیز رکھ دیں کہ پیٹ پھول نہ جائے مگر ضرورت سے زیادہ وزنی نہ ہو کہ باعث تکلیف ہے۔ میت کے سارے بدن کو کپڑے سے چھپادیں اور زمین کی سیل سے بچائیں۔ (فتاوٰی عالمگیری)

آنکھیں بند کرتے وقت یہ دعا پڑھیں:۔

بِسْمِ اللّٰهِ وَ عَلٰى مِلَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ اَللّٰهُمَّ يَسِّرْ عَلَيْهِ اَمْرَهٗ وَ سَهِّلْ عَلَيْهِ مَا بَعْدَهٗ وَ اَسْعِدْهُ بِلِقَائِكَ وَاجْعَلْ مَا خَرَجَ اِلَيْهِ خَيْرًا مِّمَّا خَرَجَ عَنْهُ۔	اللہ کے نام کے ساتھ و رسول کی ملت پر اے اللہ تو اس کے کام کو اس پر آسان کرے اور اس کے مابعد کو اس پر سہل کر اور اپنی ملاقات سے تو اسے نیک بخت کر اور جس کی طرف نکلا (آخرت) اسے اس سے بہتر کر جس سے نکلا۔ (دنیا)

٧۔مسئلہ: اس کے ذمہ قرض یا کسی کا مالی مطالبہ ہو تو جلد سے جلد ادا کردیں کہ حدیث شریف میں ہے کہ میت اپنے دین میں گرفتار رہتی ہے اور ایک روایت میں ہے کہ اس کی روح معلق رہتی ہے جب تک کہ دین ادا نہ کردیا جائے۔ (ردالمحتار)

٨۔مسئلہ: میت کے پاس تلاوت قرآن مجید جائز ہے جبکہ اس کا تمام بدن کپڑے سے چھپا ہو اور تسبیح و دیگر اذکار مطلقاً کوئی حرج نہیں۔ (ردالمحتار)

۹۔**مسئلہ:** پڑوسیوں اور اس کے دوست احباب کو موت کی اطلاع دیں کہ نمازیوں کی کثرت ہوگی اور میت کے لیے دعا کریں گے کہ ان پر حق ہے کہ اس کی نماز پڑھیں اور دعا کریں۔

عورت مر گئی اور اس کے پیٹ میں بچہ حرکت کر رہا ہے تو بائیں جانب سے پیٹ چاک کر کے بچہ نکالا جائے اور اگر عورت زندہ ہے اور اس کے پیٹ میں بچہ مر گیا اور عورت کی جان پر بنی ہو تو بچہ کاٹ کر نکالا جائے اور بچہ بھی زندہ ہو تو کیسی ہی تکلیف ہو بچہ کاٹ کر نکالنا جائز نہیں۔ (فتاوٰی عالمگیری)

۱۱۔**مسئلہ:** پڑوسیوں اور اس کے دوست احباب کو موت کی اطلاع دیں کہ نمازیوں کی کثرت ہوگی اور میت کے لیے دعا کریں گے کہ ان پر حق ہے کہ اس کی نماز پڑھیں اور دعا کریں۔

۱۲۔**مسئلہ:** میت کے پاس زمین پر بیٹھنا افضل ہے اور چارپائی' تخت' کرسی وغیرہ پر بیٹھے تو اس کی ممانعت بھی نہیں۔

جس گھر میں موت ہو جائے وہاں چولھا جلانا' کھانا پکانا شرعاً منع نہیں ہے نہ اس میں کوئی گناہ ہے۔ ہاں چونکہ موت کی پریشانی کے سبب وہ لوگ پکاتے نہیں۔ اس لیے یہ سنت ہے کہ پہلے دن صرف گھر والوں کے لیے کھانا بھیجا جائے اور انہیں باصرار کھلایا جائے نہ دوسرے دن بھیجیں نہ گھر سے زیادہ آدمیوں کے لیے بھیجیں نہ اور لوگ اس میں سے کھائیں۔

(۳۴) غُسلِ میت

میت کو نہلانا فرض کفایہ ہے اور اس کا مسنون اور مستحب طریقہ یہ ہے کہ نہلانے والا باطہارت ہو اور میت کا سب سے بہت قریبی رشتہ دار ہو۔ اگر یہ غسل دینا نہیں جانتا تو پھر کوئی اور غسل کا طریقہ جاننے والا' امانت دار' با اعتماد' پرہیزگار شخص ہو جس تختہ پر غسل دیا جائے اولاً اس کو خوشبو سے تین یا پانچ یا سات بار دھونی دیں یعنی سلگتی ہوئی اگربتی وغیرہ تختہ کے گرد پھیریں اور وہاں پردہ بھی کر لینا چاہیے تاکہ غسل دینے والے اور اس کے ایک یا دو مددگار آدمیوں کے سوا اور کوئی شخص نہ دیکھ سکے نیز وہاں خوشبو کے لیے اگربتی بھی سلگانا مستحب ہے۔ اس کے بعد میت کو اس تختہ پر قبلہ رخ رکھیں اور ناف سے گھٹنوں تک کسی کپڑے سے ڈھک دیں۔ پھر نہلانے والا اپنے دونوں ہاتھوں پر کپڑا لپیٹ کر سب سے پہلے استنجا کرائے اس

کے بعد نماز کا سا وضو کرائے۔ مگر غسل میت کے وضو میں کلی اور ناک میں پانی نہیں ڈالا جا[تا]
ہاں کپڑا یا روئی وغیرہ بھگو کر میت کے دانتوں مسوڑھوں اور ہونٹوں اور ناک پر پھیر دیں' پھر
نیم گرم پانی سے جس میں بیری کے پتوں کو جوش دیا گیا ہو میت کے سر اور داڑھی کے بالوں کو
صابن وغیرہ کے ساتھ دھوئیں۔ اس کے بعد میت کو بائیں کروٹ پر لٹا کر سر سے پاؤں تک
تین بار اچھی طرح پانی بہائیں کہ پانی نیچے تختہ تک پہنچ جائے پھر میت کو سہارا دے کر
بٹھائیں اور بڑی آہستگی سے پیٹ کو نیچے کی طرف ہاتھ کے ساتھ سونتیں۔ اگر کچھ نکلے تو
دھو ڈالیں۔ دوبارہ وضو و غسل کی ضرورت نہیں۔ اس کے بعد تولیے وغیرہ سے تمام بدن کو
پونچھ کر خشک کر دیں۔ بغیر کنگھی کے داڑھی اور سر کے بالوں میں عطر ملیں اور پیشانی' ناک'
ہتھیلیوں' گھٹنوں اور دونوں پاؤں پر کافور ملیں اور پھر کفن پہنائیں۔

مرد' عورت اور بچوں کو غسل دینے کا ایک ہی طریقہ ہے۔ جو بچہ پیٹ سے ہی مردہ پیدا ہو
یا پیدا ہوتے ہی مر جائے اس کو بھی غسل دیا جائے گا۔ مرد کو مرد اور عورت کو عورت غسل دے۔

غسل کے مسائل

۱۔**مسئلہ**: جو بچہ مردہ پیدا ہو یا اس کے اعضاء نا تمام ہوں اور ساقط ہو جائے تو اسکو بھی
غسل دینا چاہیے۔ (درمختار)

۲۔**مسئلہ**: مردہ کے بال اور ناخن تراشنا ناجائز ہیں خواہ کسی جگہ کے بال ہوں اگر تراشے
جائیں یا ٹوٹا ہوا ناخن علیحدہ کیا جائے تو مردہ کے کفن میں رکھ دینا چاہیے۔

۳۔**مسئلہ**: مردہ کے کان' ناک' منہ وغیرہ میں روئی رکھنے میں کچھ ہرج نہیں ہے مگر
پاخانہ اور پیشاب کے مقامات میں نہ رکھی جائے۔ (عالمگیری)

٤۔**مسئلہ**: اگر کوئی شخص ڈوب کر مر جائے تو اس کو بھی غسل دیا جائے گا لیکن اگر پانی سے
نکالتے وقت بہ نیت غسل اس کو ہلا لیا ہو تو دوبارہ غسل دینے کی ضرورت نہیں۔

٥۔**مسئلہ**: اگر کوئی مردہ بہت زیادہ سڑ گیا ہو کہ اس کو چھونا بھی دشوار ہو تو اس پر صرف پانی
بہا دینا کافی ہے۔

٦۔**مسئلہ**: اگر کسی کی لاش نصف سے زائد مع سر کے ملے تو اس کو غسل دیا جائے اور اگر
نصف لاش بغیر سر کے ملے یا صرف سر ملے تو غسل نہ دیا جائے اور نہ اس پر نماز پڑھی جائے
بلکہ کپڑے میں لپیٹ کر دفن کر دینا چاہیے۔ (درمختار)

مسئلہ: شوہر اپنی بیوی کو غسل نہیں دے سکتا کیونکہ عورت کے مرنے کے بعد شوہر کا تعلق اس سے منقطع ہو جاتا ہے۔ ہاں عورت اپنے شوہر کو غسل دے سکتی ہے کیونکہ ایام عدت ختم ہونے تک اس کا تعلق شوہر سے قائم ہے۔ (عالمگیری)

مسئلہ: اگر کوئی مرد مر جائے اور سوائے عورتوں کے اور کوئی موجود نہ ہو یا عورت مر جائے اور مردوں کے سوا کوئی عورت موجود نہ ہو تو مردہ کو تیمم کرایا جائے مگر عورت کو اس کے محرم مرد اور مرد کو اس کی محرم عورتیں ہی تیمم کرائیں اور محرم موجود نہ ہو تو اجنبی شخص اپنے ہاتھوں پر کپڑا لپیٹ کر مردہ کو تیمم کرائے۔ اگر مردہ عورت ہو تو اس کی باہوں پر نظر نہ ڈالی جائے۔ ہاں اگر خاوند ہو تو اس کو مردہ عورت کی باہوں پر نظر ڈالنی جائز ہے۔ (عالمگیری)

مسئلہ: اگر کوئی شخص جہاز میں مر جائے تو اس کو غسل و کفن دے کر کچھ وزنی چیز باندھ کر دریا میں ڈال دینا چاہیے۔ (عالمگیری)

مسئلہ: غسل دینے والا نہ جنب ہونا چاہیے نہ حیض و نفاس والی عورت۔ غسل دینے والے کا جنب یا حائضہ یا نفاسہ ہونا مکروہ ہے۔ ہاں بے وضو ہونے میں کراہت نہیں ہے۔ (عالمگیری)

مذکورہ ذیل اشخاص کو غسل نہ دیا جائے

جس شخص نے ماں یا باپ کو قصداً ہلاک کیا ہو اس کو غسل نہ دیا جائے

جو شخص امام وقت سے باغی ہو جائے اس کو غسل نہ دیا جائے۔

جو شخص گلا گھونٹ کر لوگوں کو قتل کیا کرتا ہو اس کو غسل نہ دیا جائے۔

جو شخص راتوں کو ہتھیار باندھ کر ڈکیتی اور غارتگری کرتا ہو اس کو بھی غسل نہ دیا جائے مگر موخر الذکر دونوں اشخاص کا یہ حکم اس وقت تک ہے جبکہ گرفتاری سے قبل لڑائی میں مارے جائیں اور اگر گرفتاری کے بعد اپنی موت سے مریں تو ان کو غسل و کفن بھی دیا جائے گا اور نماز بھی پڑھی جائے گی۔ (شامی)

کی بری بات کا تذکرہ نہ کیا جائے

اگر کوئی شخص مردہ کا کوئی عیب یا عذاب کی علامت دیکھے تو تذکرہ نہ کرنا چاہیے مثلاً سیاہ ہو جانے یا اس سے بدبو آئے یا اس کا جنازہ بھاری پڑ جائے تو کسی کے سامنے

ذکر نہ کرنا چاہیے کیونکہ اس سے مسلمان مردہ کی پردہ دری اور افشائے حال ہوتا ہے۔ ہاں اگر بدعتی اور لامذہب ہو یا بدعقیدہ ہو یا مشرک ہو یا ظالم' زانی' شراب خور اور فاجر و بدکار ہو تو اس کی حالت ظاہر کرنی جائز ہے تاکہ عام مسلمانوں کو اس کی حالت پر واقفیت ہو اور اس کے انجام کو دیکھ کر سب لوگوں کو عبرت حاصل ہو اور اگر مردہ کی کوئی اچھی بات معلوم ہو مثلاً نور' روشنی' خوشبو' قبر کا پھولوں سے بھر جانا وغیرہ تو اس کا ذکر کرنا مستحب ہے۔ (عالمگیری)

۱۔ **مسئلہ**: اگر نہلانے والے چند موجود ہوں اور ایک آدمی غسل دے تو نہلانے کی اجرت لینی جائز ہے اور اگر نہلانے والا صرف ایک ہی موجود ہو اور اسی پر نہلانا موقوف ہو تو اجرت لینی جائز نہیں تاہم ہر صورت میں اجرت نہ لینی افضل ہے۔ (عالمگیری)

۲۔ **مسئلہ**: اگر پانی نہ ملنے کی وجہ سے کسی میت کو تیمم کرا دیا گیا اور دفن سے قبل پانی مل گیا تو غسل دینا جائز ہے۔

۳۔ **مسئلہ**: اگر چھوٹی بچی ہو تو مردوں کو اس کو غسل دینا جائز ہے۔ اسی طرح چھوٹا بچہ ہو تو عورتیں اس کو غسل دے سکتی ہیں۔ (عالمگیری)

(۳۴) طریقۂ کفن

میت کو کفن دینا فرض کفایہ ہے اور کفن کے تین درجے ہیں:۔

(۱) کفن ضرورت (۲) کفن کفایہ (۳) کفن سنت

مرد کے لیے کفن سنت تین کپڑے ہیں۔ لفافہ' ازار' قمیص اور عورت کے لیے سنت یہ ہے کہ اسے پانچ کپڑوں کا کفن دیا جائے۔ لفافہ یعنی چادر' ازار یعنی تہ بند' قمیص جسے کفنی کہتے ہیں' اوڑھنی اور سینہ بند۔ ان کے سوا کفنی میں کوئی اور تہ بند یا رومال رکھنا بدعت و ممنوع ہے۔

۱۔ **مسئلہ**: لفافہ یعنی چادر کی مقدار یہ ہے کہ میت کے قد سے اس قدر زیادہ ہو کہ دونوں طرف باندھ سکیں اور ازار یعنی تہ بند چوٹی سے قدم تک یعنی لفافے سے اتنی چھوٹی جو باندھنے کے لیے زیادہ تھا اور قمیص یعنی کفن گردن سے گھٹنوں کے نیچے تک اور یہ آگے پیچھے دونوں طرف برابر ہو اور جاہلوں میں جو رواج ہے کہ آگے زیادہ اور پیچھے کم رکھتے ہیں یہ غلطی ہے۔ چاک اور آستین اس میں نہ ہو اور عورت کے لیے کفن سینہ کی طرف چیریں' اوڑھنی تین ہاتھ یعنی ڈیڑھ گز کی ہونی چاہیے۔ سینہ بند پستان سے ناف تک اور بہتر یہ ہے کہ ران تک ہو۔

۲۔مسئلہ: کفن پہنانے کا طریقہ یہ ہے کہ سب سے پہلے کفن کو تین یا سات بار دھونی دیں۔ پھر چارپائی پر کفن اس طرح بچھائیں کہ پہلے بڑی چادر پھر تہ بند پھر کفنی۔ اس کے بعد میت کو کفن پر رکھیں اور کفنی پہنائیں جو آگے پیچھے دونوں طرف سے گردن سے گھٹنوں تک آجائے۔ پھر داڑھی اور تمام بدن پر خوشبو ملیں اور پیشانی' ناک ہاتھوں' گھٹنوں اور پیروں پر کافور لگائیں۔ پھر تہ بند لپیٹیں' پہلے بائیں طرف سے پھر داہنی طرف سے اس کے بعد بڑی چادر بھی اس طرح لپیٹیں اور سر اور قدموں کی طرف سے باندھ دیں تا کہ کفن کھل نہ جائے۔ عورت کو کفنی پہنانے کے بعد اس کے سر کے بالوں کو دو حصے کر کے سینہ پر ڈال دیں۔ پھر اوڑھنی نصف پشت کے نیچے سے بچھا کر سر کے اوپر سے لا کر منہ پر نقاب کی طرح ڈال کر سینہ پر ڈال دیں۔ اوڑھنی کی لمبائی اتنی ہو کہ نصف پشت سے سینہ تک آجائے اور چوڑائی سر کے اوپر سے ایک کان کی لو سے دوسرے کان کی لو تک ہو۔ اوڑھنی زندگی کی طرح پہنانا خلاف سنت ہے۔ اس کے بعد بدستور سابق تہ بند اور بڑی چادر میں لپیٹیں اور سب سے اوپر سینہ بند۔ بالائے پستان سے ناف یا ران تک لا کر باندھیں۔

۳۔مسئلہ: سنت کے مطابق کفن کا انتظام نہ ہو سکے تو عورت کے لیے لفافہ' ازار' اوڑھنی یا لفافہ قمیص' اوڑھنی تک تین ہی کپڑے کافی ہیں اور یہ بھی نہ ہو سکے تو جو میسر آئے اور کم از کم اتنا ہو کہ سارا بدن ڈھک جائے اور بلا ضرورت عورت کو تین کپڑوں سے کم میں کفن دینا ناجائز و مکروہ ہے۔ (فتاویٰ عالمگیری)

۴۔مسئلہ: بعض محتاج اور ضرورت مند ورثاء کفن ضرورت پر قادر ہوتے ہیں (یعنی کم از کم اتنا جس سے سارا بدن ڈھک جائے) مگر سنت کے مطابق کفن دینا انہیں میسر نہیں ہوتا۔ وہ کفن مسنون کے لیے لوگوں سے سوال کرتے ہیں۔ یہ ناجائز ہے کہ سوال بلا ضرورت جائز نہیں اور یہاں ضرورت نہیں۔ البتہ کفن ضرورت پر بھی قادر نہ ہوں تو بقدر ضرورت سوال کریں' زیادہ نہیں۔ ہاں بغیر مانگے مسلمان خود کفن مسنون پورا کر دیں تو انشاء اللہ تعالیٰ اور ثواب پائیں گے۔ (بہار شریعت)

۵۔مسئلہ: کفن اچھا ہونا چاہیے یعنی عورت جیسے کپڑے پہن کر میکے جاتی تھی اس قیمت کا چاہیے۔ حدیث شریف میں ہے کہ مردوں کو اچھا کفن دو کہ وہ باہم ملاقات کرتے اور ملاقات سے خوش ہوتے ہیں۔ سفید کفن بہتر ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا' اپنے مردے سفید

کپڑے میں دفناؤ۔ پرانے کپڑے کا بھی کفن ہوسکتا ہے جبکہ دھلا ہوا کہ کفن ستھرا ہونا مرغوب ومطلوب ہے۔

۶۔مسئلہ: کسم یا زعفران کا رنگا ہوا یا ریشم کا کفن مرد کو ممنوع ہے اور عورت کے لیے جائز' یعنی جو کپڑا مرد زندگی میں پہن سکتا ہے اس کا کفن دیا جاسکتا ہے اور جو زندگی میں ناجائز ہے اس کا کفن بھی ناجائز ہے۔ (فتاویٰ عالمگیری)

۷۔مسئلہ: کفن کے لیے سوال کر کے لائے اس میں سے کچھ بچ رہا تو اگر معلوم ہے کہ یہ فلاں شخص نے دیا ہے تو اسے واپس کردیں۔ ورنہ دوسرے محتاج کے کفن میں صرف کردیں۔ یہ بھی نہ ہو تو صدقہ کردیں اور اگر چندے سے خریدا تو پھر وہ چندہ دینے والوں کی خواہش کے مطابق صرف کردیں۔

۸۔مسئلہ: پھولوں کی چار بالائے کفن ڈالنے میں شرعا کوئی حرج نہیں' بلکہ نیت حسن سے حسن ہے جیسے قبروں پر پھول ڈالنا کہ وہ جب تک تر ہیں تسبیح کرتے ہیں' اس سے میت کا دل بہلتا ہے اور رحمت اترتی ہے یونہی تبرک کے لیے غلاف کعبہ معظمہ کا قلیل ٹکڑا سینے یا چہرے پر رکھنا بلاشبہ جائز ہے۔

۹۔مسئلہ: جو نابالغ حد شہوت کو پہنچ گیا وہ بالغ کے حکم میں ہے یعنی بالغ کو جتنے کپڑے کفن میں دیے جاتے ہیں اسے بھی دیے جائیں۔ حد شہوت پر پہنچنے کا اندازہ لڑکوں میں بارہ سال اور لڑکیوں میں نو سال ہے۔ اس سے چھوٹے لڑکے کو ایک کپڑا اور لڑکی کو دو کپڑے دے سکتے ہیں اور بہتر یہ ہے کہ پورا کفن دیں اگرچہ ایک دن کا بچہ ہو۔

۱۰۔مسئلہ: کتابیہ جو کسی مسلمان کے نکاح میں ہے اس کا یا مسلمان عورت کا بچہ زندہ پیدا ہو یعنی اکثر حصہ باہر آجانے کے وقت زندہ تھا۔ پھر مرگیا تو اس کا غسل وکفن دیں گے اور اس کی نماز پڑھیں گے ورنہ اسے ویسے ہی نہلا کر ایک کپڑے میں لپیٹ کر دفن کردیں گے اس کے لیے غسل وکفن بطریق مسنون نہیں اور نماز بھی اس کی نہیں پڑھی جائے گی اکثر کی مقدار یہ ہے کہ سر کی جانب سے ہو تو سینہ تک اکثر ہے اور پاؤں کی جانب سے ہو تو کمر تک۔ (ردالمحتار)

(۳۵) جنازہ کے ساتھ چلنے کا سنت طریقہ

جنازہ کو کندھا دینا سنت' کار ثواب اور گناہوں کی بخشش کا ذریعہ ہے۔ سنت یہ ہے کہ

جنازہ کو چار آدمی ایک ایک پایہ سے اٹھائیں اور چار پایوں کو یکے بعد دیگرے کندھا دے کر دس دس قدم چل کر چالیس قدم پورے کریں۔ اس طرح کہ پہلے میت کے سرہانے کے داہنے پائے' پھر پائنتی کے دائیں پائے کو اپنا کندھا دیں اور پھر سرہانے کے بائیں پھر پائنتی کے بائیں پائے کو اپنے کندھے پر رکھیں۔

۱۔مسئلہ: چھوٹا شیر خوار بچہ ہو تو اسے بڑا شخص ہاتھ پر اٹھا کر چلے تو کوئی حرج نہیں اور یکے بعد دیگرے لوگ ہاتھوں ہاتھ لیتے رہیں اور اگر کوئی سواری پر ہو تو اتنے چھوٹے جنازے کو ہاتھ پر لئے ہو تو پھر بھی کوئی حرج نہیں۔

۲۔مسئلہ: جنازہ کو معتدل رفتار سے لے جائیں۔ اتنا تیز نہ چلیں کہ میت کو جھٹکا لگے۔ لے جاتے وقت میت کا سر آگے ہو۔ اگرچہ پاؤں قبلہ کی طرف ہی کیوں نہ ہوں۔ ساتھ چلنے والے جنازہ کے پیچھے چلیں۔ دائیں بائیں اور آگے نہ چلیں۔ ساتھ جانے والے موت احوال قبر اور آخرت کو پیش نظر رکھیں' نہ ہنسیں اور نہ دنیا کی باتیں کریں بلکہ خاموش رہیں اور قدرے جہر سے ذکر بھی علماء نے جائز قرار دیا ہے۔

۳۔مسئلہ: جنازہ رکھنے سے پہلے ہمراہیوں کا بیٹھنا مکروہ ہے۔ اسی طرح نماز پڑھے بغیر واپس ہو جانا بھی جائز نہیں۔ نماز کے بعد میت کے ولی کی اجازت سے واپس آنا چاہیے۔ دفن کی بعد اجازت لینا ضروری ہے۔

۴۔مسئلہ: عورتوں کو جنازے کے ساتھ جانا ناجائز و ممنوع ہے اور نوحہ کرنے والی ساتھ میں ہو تو اسے سختی سے منع کیا جائے۔ اگر نہ مانے تو مرد اس کی وجہ سے جنازہ کے ساتھ جانا نہ چھوڑے کہ اس کے ناجائز فعل سے یہ کیوں سنت ترک کرے بلکہ دل سے اسے برا مانے اور شریک ہو۔ (درمختار' صغیری)

۵۔مسئلہ: میت اگر پڑوسی رشتہ دار یا کسی نیک انسان کی ہو تو اس کے جنازے کے ساتھ جانا نفل پڑھنے سے افضل ہے۔

(۳۶) نماز جنازہ

نماز جنازہ فرض کفایہ ہے اور اس کا انکار کرنے والا کفر میں داخل ہو جاتا ہے۔ نماز جنازہ دراصل دنیا سے رخصت ہونے والے کے لیے اللہ کے حضور اجتماعی دعا ہے تاکہ اللہ

تعالیٰ اس بندے کے گناہ معاف کرے اور اسے اپنی جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے۔ اجتماعی دعا میں ایک بندے کی دعا کی بہ نسبت قبولیت کی زیادہ تاثیر ہوتی ہے کیونکہ جب کچھ مسلمان مل کر اللہ کے حضور کسی کے لیے دعا کرتے ہیں اللہ مہربان ہوتا ہے اور التجا کرنے والوں کی دعا قبول فرماتا ہے۔ اس لیے نماز جنازہ میں جتنے زیادہ لوگ شریک ہوں بہتر ہے۔

نماز جنازہ کے فرض و سنتیں

نماز جنازہ میں دو چیزیں فرض ہیں:۔

(۱) چار مرتبہ تکبیر یعنی اللہ اکبر کہنا۔

(۲) قیام کرنا۔ کسی خاص شرعی عذر کے بغیر بیٹھ کر نماز جنازہ پڑھنا جائز نہیں

ان فرائض کے علاوہ نماز جنازہ میں تین امور سنت ہیں۔

(۱) اللہ کی حمد وثناء

(۲) نبی اکرم ﷺ پر درود بھیجنا۔

(۳) میت کے لیے دعا کرنا۔

شرائط نماز جنازہ

نماز جنازہ میں دو طرح کی شرائط ہیں۔ ایک نماز جنازہ پڑھنے والے کے متعلق اور دوسری میت کے متعلق۔ جن کی تفصیل حسب ذیل ہے:۔

مصلّی کے متعلق شرائط

نماز جنازہ پڑھنے والے کے لئے وہی شرائط ہیں جو عام نمازی کے لیے ہیں یعنی نماز جنازہ پڑھنے والے کا نجاست حکمیہ وحقیقیہ سے پاک ہونا' لباس اور جگہ کا پاک ہوگا' ستر کا چھپانا' قبلہ کو منہ کرنا' نیت کرنا۔

میت کے متعلق شرائط

جس کے لیے نماز جنازہ پڑھی جائے اس کے متعلق شرائط حسب ذیل ہیں۔

(۱) میت کا مسلمان ہونا (۲) میت کے جسم وکفن کا پاک ہونا

(۳) جنازے کا موجود ہونا (۴) جنازے کا زمین پر رکھا ہونا

(۵) جنازہ مصلّی کے آگے قبلہ رو ہونا (۶) میت کا کفن سے چھپا ہونا

نماز جنازہ پڑھنے کا طریقہ

نماز جنازہ پڑھنے کا شرعی طریقہ یہ ہے کہ میت کو آگے رکھا جائے اور امام اس کے سینے کے مقابل کھڑا ہو جائے اور دوسرے لوگ امام کے پیچھے صف باندھ کر کھڑے ہو جائیں۔ اگر آدمی زیادہ ہوں تو بہتر یہ ہے کہ تین یا پانچ یا سات صفیں بنائیں۔ صفوں کو سیدھا کیا جائے۔ امام دیکھ کر صفوں کو سیدھا کروائے۔ نیت باندھنے سے پہلے امام کو چاہیے کہ گناہوں سے مغفرت طلب کرنے کا تصور قائم کرے' اپنی موت اور قبر کو یاد کرے اسکے بعد نیت باندھ کر اللہ اکبر کہے۔

مقتدیوں کو چاہیے کہ اس طرح نیت کریں۔ نیت کی میں نے نماز جنازہ کی' ثناء واسطے اللہ تعالیٰ کے' درود واسطے نبی کریم ﷺ کے اور دعا واسطے اس حاضر میت کے منہ قبلہ شریف کی طرف' پیچھے اس امام کے اللہ اکبر۔ امام کو اللہ اکبر بلند آواز میں سے کہنی چاہیے۔ مقتدی کو آہستہ آواز سے کہنا چاہیے۔ اس کے بعد دونوں ہاتھوں کو کانوں تک اٹھا کر ناف کے نیچے باندھ لینا چاہیے۔ پھر امام اور مقتدی سب آہستہ آہستہ ثناء پڑھیں:۔

سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَ بِحَمْدِكَ وَ تَبَارَكَ اسْمُكَ وَ تَعَالٰى جَدُّكَ وَ جَلَّ ثَنَاؤُكَ وَلَآ اِلٰهَ غَيْرُكَ ط

پھر بغیر ہاتھ اٹھائے اللہ اکبر کہے اور درود ابراہیمی پڑھیں جو پنجوقتہ نمازوں میں پڑھا جاتا ہے۔ پھر امام بلند آواز سے اور مقتدی آہستہ تکبیر کہہ کر آہستہ یہ دعا پڑھیں' دعا پڑھنے کے بعد چوتھی تکبیر کہہ کر سلام پھیر دیں۔

بالغ مرد اور عورت کی میت کے لیے یہ دعا پڑھنی چاہیے:۔

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِحَيِّنَا وَ مَيِّتِنَا وَ شَاهِدِنَا وَ غَائِبِنَا وَ صَغِيْرِنَا وَ كَبِيْرِنَا وَ ذَكَرِنَا وَ اُنْثَانَا اَللّٰهُمَّ مَنْ اَحْيَيْتَهٗ مِنَّا فَاَحْيِهٖ عَلَى الْاِسْلَامِ وَ مَنْ تَوَفَّيْتَهٗ مِنَّا فَتَوَفَّهٗ عَلَى الْاِيْمَانِ.

اے اللہ مغفرت فرما ہمارے زندوں کے لیے اور مردوں کے لیے اور حاضر کے لیے اور غائب کے لیے اور چھوٹوں کے لیے اور بڑوں کے لیے اور مردوں کے لیے۔ اور عورتوں کے لیے۔ اے اللہ! جس کو تو زندہ رکھے ہم میں سے اس کو اسلام پر زندہ رکھ اور

جس کو تو موت دے ہم میں سے اس کا ایمان پر خاتمہ کر۔ (ابوداؤد)

اگر میت نابالغ لڑکے کی ہو تو یہ دعا پڑھے:۔

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ لَنَا فَرَطًا وَّاجْعَلْهُ لَنَا اَجْرًا وَّ ذُخْرًا وَّاجْعَلْهُ لَنَا شَافِعًا وَّ مُشَفَّعًا.

اے اللہ اس لڑکے کو ہمارے لیے پیشرو اور بنا اس کو ہمارے لیے اجر اور ذخیرہ اور بنا اس کو ہمارے لیے سفارش کرنیوالا اور سفارش قبول کیا گیا۔

اگر میت نابالغہ لڑکی کی ہو تو یہ دعا پڑھنی چاہیے۔

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهَا لَنَا فَرَطًا وَّاجْعَلْهَا لَنَا اَجْرًا وَّ ذُخْرًا وَّاجْعَلْهَا لَنَا شَافِعَةً وَّ مُشَفَّعَةً

اے اللہ بنا اس لڑکی کو ہمارے لیے پیشرو اور بنا اس کو ہمارے لیے اجر اور ذخیرہ اور بنا اس کو ہمارے لیے سفارش کرنے والی اور سفارش قبول کی گئی۔

جس شخص کو نماز جنازہ کی یہ دعائیں یاد نہ ہوں وہ امام کے پیچھے خاموش رہے صرف چار تکبیریں ہی کہہ لے۔ اس کی نماز ہو جائے گی۔

جنازے کے متعلق شرعی مسائل

نماز جنازہ اس مسجد میں پڑھنا مکروہ ہے جو پنجگانہ نماز جمعہ یا عیدین کے لیے بنائی گئی ہو لیکن جو مسجد جنازہ کے لیے بنائی جائے، جسے جنازہ گاہ کہا جاتا ہے۔ اس میں جنازہ پڑھنا درست ہے۔ ایسے ہی بلا اجازت کسی اور کی زمین میں نماز جنازہ پڑھنا اچھا نہیں۔ اگر معلوم ہو کہ زمین والا ناراض ہوگا۔ البتہ کسی پبلک کی جگہ پر جیسے پارک یا گراؤنڈ ہوتی ہے تو وہاں جنازہ پڑھ لینا جائز ہے۔

کچھ حضرات کے نزدیک مسجد میں نماز جنازہ پڑھنا درست ہے ان کی وجہ دلیل یہ ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے سہل اور ان کے بھائی سہیل کی نماز جنازہ مسجد میں پڑھی ہے لیکن یاد رہے کہ یہ ایک خاص موقع تھا جس پر نماز جنازہ مسجد میں پڑھی گئی۔ اس کے علاوہ عام حالات میں نبی اکرم ﷺ کے زمانہ میں مسجد نبوی کے علاوہ ایک خاص جگہ جنازہ کے لیے مقرر تھی۔

۱۔مسئلہ: نماز جنازہ کی امامت

نماز جنازہ کی امامت کا سب سے زیادہ حق دار وصی ہے اس کے بعد نماز جنازہ پڑھانے کا حق اسلامی حکومت کے سربراہ کو ہے۔ وہ نہ ہو تو اس کا مقرر کیا ہوا شہر کا حکمران ہے۔ وہ نہ ہو تو قاضی نماز پڑھائے۔ اس کی عدم موجودگی میں اس کا نائب نماز پڑھائے۔ جہاں وہ بھی نہ ہو تو وہاں ولی کو نماز پڑھانے کا حق حاصل ہے۔ ولی میں وہ لوگ شامل ہیں جو میت کے قریبی رشتہ دار یا دور کے رشتہ دار ہوں لیکن اگر رشتہ داروں کی نسبت کوئی امام زیادہ صاحب تقویٰ ہو تو اسے امامت کا حق حاصل ہے۔ اس کے علاوہ ولی جس کو اجازت دے وہ نماز جنازہ پڑھا سکتا ہے۔

۲۔مسئلہ: جوتے پہن کر نماز جنازہ پڑھنا درست نہیں

بعض آدمی جو نماز جنازہ جوتا پہنے ہوئے پڑھ لیتے ہیں ان کے لیے یہ امر ضروری ہے کہ وہ جس جگہ پر کھڑے ہوئے ہوں اور جوتے دونوں پاک ہوں اور اگر جوتا پیر سے نکال دیا جائے اور اس پر کھڑے ہوں تو صرف جوتے کا پاک ہونا ضروری ہے' اسی میں احتیاط ہے اور ایسے جوتے جو نیچے سے نجس اور اوپر سے پاک ہوں۔ پہن کر نماز جنازہ پڑھنا اس لئے درست نہیں کہ دوسری نمازوں کی صحت کے لئے جو شرائط ہیں وہی شرائط نماز جنازہ کی صحت کے لیے بھی ہیں۔

اگر زمین پر ظاہری نجاست نہ ہو تو اس پر نماز جنازہ پڑھنا درست ہے لیکن مذکورہ جوتے پہن کر یا ان پر کھڑے ہو کر درست نہیں (خواہ جوتے ایک تہ کے ہوں یا دو تہ کے) کیونکہ جوتوں کی نجاست یقینی ہے اور زمین کی نجاست میں شک ہے نیز سڑک پر نماز جنازہ پڑھنا فقہاء نے مکروہ تحریمی لکھا ہے۔

ایسی زمین جہاں پہلے گوبر وغیرہ پڑ گیا تھا پھر دھوپ میں سوکھ کر اڑ گیا۔ اب صرف اس کا کچھ بھوسہ سا وہاں پڑا ہوا ہے اور زمین پر نجاست کا کچھ اثر باقی نہیں رہا ہے۔ وہاں نماز جنازہ درست ہے مگر مذکورہ جوتوں سے درست نہیں۔

۳۔مسئلہ: پہلی تکبیر کے بعد ثناء

نماز جنازہ میں پہلی تکبیر کے بعد ثناء پڑھنی چاہیے کیونکہ حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ

سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ایک شخص کو دعا کرتے ہوئے سنا جس نے دعا کرنے سے پہلے نہ اللہ تعالیٰ کی ثناء اور نہ ہی رسول ﷺ پر درود بھیجا۔ اس پر نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اس نے نماز جنازہ میں جلدی کی ہے یعنی اسے ثناء اور درود پاک پڑھنا چاہیے تھا۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نماز جنازہ میں پہلی تکبیر کے بعد ثناء پڑھنا ضروری ہے کیونکہ بعض حضرت پہلی تکبیر کے بعد سورت فاتحہ پڑھتے ہیں لیکن حنفی مسلک میں ثناء پڑھنا بہتر ہے۔

٤۔ مسئلہ: پہلی تکبیر کے علاوہ نماز جنازہ کی تکبیروں میں رفع یدین

نماز جنازہ میں سوائے پہلی تکبیر کے رفع یدین نہیں کرنا چاہیے کیونکہ بعض حضرات ہر تکبیر کے ساتھ کانوں تک ہاتھ اٹھاتے ہیں لیکن مسلک اہل سنت کے نزدیک ایسا کرنا درست نہیں۔

٥۔ مسئلہ: زیادہ جنازوں کے لیے ایک ہی نماز جنازہ

ایک سے زائد میتوں کی نماز جنازہ اکٹھی بھی پڑھی جاسکتی ہے لیکن ہر میت کی الگ الگ نماز جنازہ پڑھنا زیادہ افضل ہے۔ ایک سے زائد افراد کا جنازہ پڑھنے کے لیے میتوں کو آگے پیچھے رکھ دیا جائے اور سب کا سینہ امام کے مقابل ہو جائے یا تمام جنازوں کو ایک صف میں رکھ دیا جائے اور امام ایک جنازے کے سینے کے پاس کھڑا ہو جائے اس طرح ایک مرتبہ نماز سے سب کی نماز جنازہ ادا ہو جائے گی۔

٦۔ مسئلہ: فاسق اور بدکار کی نماز جنازہ

فاسق اور بدکار آدمی مسلمانی کے زمرے سے خارج نہیں ہوتا اس لیے اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی لیکن نیک اور متقی حضرات اس کی نماز جنازہ میں اگر شامل نہ ہوں تو کوئی حرج نہیں۔

٧۔ مسئلہ: دوبارہ نماز جنازہ

عام طور پر نماز جنازہ دوبارہ نہیں پڑھی جاسکتی لیکن ولی کے سوا کسی ایسے شخص نے نماز پڑھائی جو ورثاء پر مقدم نہ ہو اور وارث نے اسے اجازت بھی نہ دی ہو اور وارث بذات خود بھی جنازہ میں شریک نہ ہوا ہو تو اسے حق حاصل ہے کہ وہ دوبارہ نماز جنازہ پڑھ لے یا کسی سے پڑھوائے اور اس کے ساتھ وہ نماز پڑھیں جنھوں نے پہلی نماز جنازہ نہ پڑھی ہو۔ دفن

کرنے کے بعد اسے حق حاصل ہے کہ وہ قبر پر نماز جنازہ پڑھ لے۔

۸۔ مسئلہ: جن لوگوں کی نماز جنازہ نہیں پڑھنی چاہیے

وہ لوگ جن کی نماز جنازہ نہیں پڑھنی چاہیے یہ ہیں:۔

۱۔ باغی جو امام برحق پر ناحق خروج کرے اور اسی بغاوت میں مارا جائے۔

۲۔ ڈاکو جو کہ ڈاکہ میں مارا گیا نہ اس کو غسل دیا جائے نہ ان کی نماز پڑھی جائے مگر جبکہ بادشاہ اسلام نے ان پر قابو پایا اور قتل کیا تو نماز و غسل ہے۔ یا وہ نہ پکڑے گئے نہ مارے گئے بلکہ ویسے ہی مرے تو بھی غسل و نماز ہے۔

۳۔ جو لوگ ناحق پاسداری سے لڑیں بلکہ جو ان کا تماشا دیکھ رہے تھے اور پتھر آ کر لگا اور مر گئے تو ان کی بھی نماز نہیں۔ ہاں ان کے متفرق ہونے کے بعد مرے تو نماز ہے۔

۴۔ جس نے کئی شخص کا گلا گھونٹ کر مار ڈالے۔

۵۔ شہر میں رات کو ہتھیار لے کر لوٹ مار کریں وہ بھی ڈاکو ہیں۔ اس حالت میں مارے جائیں تو ان کی بھی نماز نہ پڑھی جائے۔

۶۔ جس نے اپنی ماں یا باپ کو مار ڈالا اس کی بھی نماز نہیں۔

۷۔ جو کسی کا مال چھین رہا تھا اور اس حالت میں مارا گیا اس کی بھی نماز نہیں۔

۹۔ مسئلہ: نماز جنازہ کے بغیر دفن کیے ہوئے کی نماز جنازہ پڑھنا

ایسی میت جس کو جنازہ پڑھانے کے بغیر ہی دفن کر دیا ہو اور اس کی قبر پر مٹی بھی ڈال دی گئی ہو تو ایسی میت کی نماز جنازہ قبر پر ہی پڑھ لی جائے۔ اگر میت کو تازہ ہی دفن کیا ہو اور اس کے پھٹنے کا گمان نہ ہو اور مٹی بھی نہ ڈالی گئی ہو تو اسے قبر سے نکال کر اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے اور پھر دفن کیا جائے۔

۱۰۔ مسئلہ: نماز جنازہ میں بلا وجہ تاخیر مکروہ ہے

نماز جنازہ میں بلا وجہ تاخیر مکروہ ہے۔ اگر کوئی شخص جمعہ کے دن فوت ہو جائے اور جمعہ سے پہلے اس کی تجہیز و تکفین ہو سکتی ہو تو پہلے ہی کر لیں اور اس خیال سے روکنا کہ جمعہ بعد جنازہ میں زیادہ لوگ شامل ہو جائیں اچھا نہیں کیونکہ احادیث میں تاکید ہے کہ میت کے ساتھ جلدی کی جائے۔

۱۱۔مسئلہ: فرض نماز کے بعد جنازہ پڑھنا چاہیے

فرض نماز کے وقت اگر کوئی جنازہ آجائے تو فرض نماز کی جماعت پڑھنے کے بعد جنازہ کی نماز پڑھنی چاہیے۔نماز عید کے وقت جنازہ آیا تو پہلے عید کی نماز پڑھی جائے۔پھر نماز جنازہ پڑھی جائے۔

۱۲۔مسئلہ: جماعت کے ساتھ بعد میں شامل ہو کر نماز جنازہ پڑھنے کا طریقہ

اگر کوئی شخص نماز جنازہ کی جماعت کھڑی ہو جانے کے بعد آئے اور اس سے ایک یا دو تکبیریں رہ جائیں تو اگر یہ شخص تکبیر تحریمہ کے وقت وہاں موجود تھا اور پھر کسی وجہ سے شریک نہ ہوا تو امام کی تکبیر کا انتظار کیے بغیر تکبیر کہہ کر جماعت میں شامل ہو جائے اور اگر بعد میں آیا تو امام کی تکبیر کا انتظار کرے' جب امام تکبیر کہے اس وقت تکبیر کہہ کر مل جائے اور یہ تکبیر اس کے حق میں تکبیر تحریمہ ہو جائے گی۔پھر جب امام سلام پھیر دے تو یہ شخص (دونوں صورتوں میں) مسبوق کی طرح اپنی گئی ہوئی صرف تکبیروں کو ادا کر کے نماز پوری کر لے۔

اگر کوئی شخص چوتھی تکبیر کے بعد پہنچا اور امام نے ابھی سلام نہیں پھیرا ہے تو فوراً مل جائے اور جب تک جنازہ کو اٹھائیں صرف تکبیریں ادا کر لے۔دعائیں چھوڑ دے نماز ہو جائے گی۔

۱۳۔مسئلہ: زندہ پیدا ہونے والے بچے کی نماز جنازہ

مسلمان مرد یا عورت کا بچہ زندہ پیدا ہو یعنی اکثر حصہ باہر ہونے کے وقت زندہ تھا پھر مر گیا تو اس کو غسل و کفن دیں گے اور اس کی نماز پڑھیں ورنہ اسے ویسے ہی نہلا کر ایک کپڑے میں لپیٹ کر دفن کر دیں گے۔اس کے لیے غسل و کفن بطریق مسنون نہیں اور نماز بھی اس کی نہیں پڑھی جائے گی۔یہاں تک کہ سر جب باہر ہوا تھا تو اس وقت چیختا تھا مگر اکثر حصہ نکلنے سے پہلے مر گیا تو نماز نہ پڑھی جائے۔اکثر کی مقدار یہ ہے کہ سر کی جانب سے ہو تو سینہ تک اکثر ہے اور پاؤں کی جانب سے ہو تو کمر تک۔

بچہ کی ماں یا جنائی نے زندہ پیدا ہونے کی شہادت دی تو اس کی نماز پڑھی جائے مگر وراثت کے بارے میں ان کی گواہی نامعتبر ہے یعنی بچہ اپنے باپ فوت شدہ کا وارث نہیں قرار دیا جائے گا نہ بچہ کی وارث اس کی ماں ہوگی۔یہ اس وقت ہے کہ خود باہر نکلا اور کسی

نے حاملہ کے شکم پر ضرب لگائی کہ بچہ مرا ہوا باہر نکلا تو وارث ہوگا اور وارث بنائے گا۔

(۴۷) قبر و دفن کا سنت طریقہ

مردے کو زمین کے سپرد کرنے کو دفن کہا جاتا ہے۔ اسلام کا یہ طریقہ دوسرے مذاہب سے منفرد اور عمدہ ہے۔ شرعاً جس طرح کی میت کے لیے غسل' کفن اور نماز جنازہ فرض کفایہ ہے ایسے ہی دفن کرنا بھی فرض کفایہ ہے اور اس فرض کے متعلقہ مسائل مندرجہ ذیل ہیں۔

ا۔ قبر بنانا

میت کو دفن کرنے کے لیے قبر بنانا ضروری ہے۔ لہٰذا قبر کی لمبائی میت کے قد کے مطابق ہونی چاہیے۔ گہرائی اور چوڑائی نصف قد کے مطابق ہونی چاہیے اور زیادہ بہتر یہ ہے کہ گہرائی بھی قد جتنی ہو۔ سیدھی قبر کی بجائے بغلی قبر زیادہ بہتر ہے۔ ہاں اگر زمین زیادہ نرم ہو اور قبر کے بیٹھ جانے کا اندیشہ ہو تو پھر بغلی قبر نہ کھودی جائے بلکہ صندوقی قبر کھودی جائے۔ بغلی قبر میں میت رکھنے کی جگہ قبلہ کی دیوار کے ساتھ بنائی جاتی ہے۔ دونوں طرح ہی قبر کھودنا درست ہے لیکن لحد کو افضل قرار دیا گیا ہے۔ نبی کریم ﷺ کے لیے لحد والی قبر تیار کی گئی تھی۔

حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مدینہ شریف میں دو آدمی تھے جو قبریں کھودا کرتے تھے۔ ان میں سے ایک لحد بناتا تھا' دوسرا صندوقی قبر کھودا کرتا تھا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے فرمایا کہ ان دونوں میں سے جو پہلے آ گیا وہ اپنا کام کرے گا۔ لہٰذا لحد بنانے والا پہلے آ گیا چنانچہ اس نے نبی کریم ﷺ کے لیے لحد یعنی بغلی قبر تیار کی اور اس میں آپ کو دفن کیا گیا بعد میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے وصال پر ان کی قبریں بھی بغلی بنائی گئیں۔

۲۔ کچی قبر بنانا سنت ہے

قبر شرعاً کچی بنانے کا حکم ہے لیکن آبادی کی زیادتی یا کسی اور وجہ سے پختہ بنانے میں کوئی حرج نہیں جہاں مٹی اتنی نرم ہو کہ بمشکل کھودی جائے تو وہاں پختہ قبر بنا لینا جائز ہے لیکن کچی قبر بہر صورت افضل ہے۔ قبر کو کھلا اور کشادہ بنانا چاہیے جس میں آسانی سے میت رکھنے کی گنجائش ہو کیونکہ نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے کہ قبریں فراخ کھودو۔

حضرت ہشام بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بے شک نبی ﷺ نے احد کے دن فرمایا۔ فراخ قبر کھودو اور گہرا کرو اور اچھا کرو اور دو دو اور تین تین ایک قبر میں دفن کرو اور

آگے اس کو رکھو جس کو قرآن زیادہ یاد ہو۔

۳۔قبر میں اتارتے وقت کیا پڑھنا چاہیے

میت کو قبر میں اتارتے وقت جنازے کو قبر سے قبلے کی جانب رکھا جائے اور اتارنے والے قبلہ رو ہو کر میت کو اتاریں اور کلمہ شہادت پڑھیں۔اس کے ساتھ ہی میت کو قبر میں رکھتے وقت بِسْمِ اللّٰہِ وَعَلٰی مِلَّۃِ رَسُوْلِ اللّٰہِ ط کہنا مستحب ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ بے شک نبی صلی اللہ علیہ وسلم جس وقت میت کو قبر میں داخل کرتے' فرماتے ''اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کے موافق'' اور ایک روایت میں ہے ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ پر رکھتا ہوں۔'' (ترمذی)

۴۔تابوت میں دفن کرنا

لکڑی کے صندوق کو تابوت کہا جاتا ہے اس میں میت کو رکھ کر دفن کرنے میں بھی کوئی حرج نہیں اور خاص کر جہاں مٹی تر ہو یا زیادہ نرم ہو تو تابوت میں میت کو رکھ کر دفن کرنا بہتر ہے۔جب کسی کو ایک مقام پر امانتاً دفن کر کے بعد میں وہاں سے نکال کر کہیں اور دفن کرنے کا ارادہ ہو تو اس صورت میں تابوت میں دفن کرنا بہت بہتر ہے کیونکہ تابوت کو دوبارہ دفن کرنے میں آسانی رہتی ہے۔تابوت لکڑی کا ہونا چاہیے لوہے کی چادر کا درست نہیں۔

۵۔میت کو قبر میں اتارنا

میت کو قبر میں اتارنے کے لیے بقدر ضرورت چند آدمی قبر میں داخل ہو سکتے ہیں۔نیک اور متقی آدمیوں کا قبر میں داخل ہونا زیادہ بہتر ہے۔ایک روایت میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو قبر مبارک میں رکھنے کے لیے چار صحابہ رضی اللہ عنہم قبر میں اترے تھے۔

عورت کی قبر میں اس کے شوہر یا محرم آدمیوں کو اترنا چاہیے۔اگر وہ نہ اتریں تو پھر نیک اور عمر رسیدہ لوگوں کو اترنا چاہیے۔

میت کو قبر میں رکھنے کے بعد داہنے پہلو پر قبلہ رخ کر دینا مسنون ہے اور اگر ایسا کیے بغیر قبر کو بند کر دیا ہو تو اب غلطی کی تلافی کے لیے قبر کو دوبارہ نہیں کھولنا چاہیے۔قبر میں اترتے وقت آداب کو بھی مدنظر رکھنا چاہیے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی کو دفن کرتے

کے وقت حاضر تھا۔ رسول اللہ ﷺ قبر کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ میں نے آپ کی دونوں آنکھوں کو دیکھا وہ آنسو بہاتی تھیں۔ فرمایا تم میں سے کوئی ہے جس نے آج رات اپنی بیوی سے صحبت نہ کی ہو۔ ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے کہا، میں ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا تو قبر میں اتر، پس وہ اترے۔ (صحیح بخاری)

اس حدیث پاک سے یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ قبر میں پاکیزہ اور متقی پرہیزگار آدمی کا اترنا زیادہ موزوں ہے۔

۶-عورت کے لیے پردہ کرنا

عورت کی میت کو قبر میں رکھتے وقت پردہ کرنا چاہیے اور پھر قبر میں لٹا کر قبلہ رخ کر کے کفن کو سر کی طرف سے کھول دینا چاہیے۔ جب لحد کو اوپر سے ڈھانپ دیا جائے تو پردہ ہٹا لینا چاہیے اگر رات کے وقت عورت کو دفن کیا جائے پھر پردہ کرنے کی ضرورت نہیں کیونکہ رات کی تاریکی ہی پردے کا کام دے جاتی ہے۔

۷-قبر پر مٹی ڈالنا

حاضرین جنازہ میں سے ہر ایک کے لیے مستحب یہ ہے کہ اپنے دونوں ہاتھوں سے لپ بھر کر مٹی تین بار قبر کے اوپر ڈالیں کیونکہ قبر پر تین بار دونوں ہاتھوں سے مٹی ڈالنا نبی اکرم ﷺ کے طریقوں میں سے ہے۔ مٹی ڈالنے کی ابتداء سرہانے سے کرنی چاہیے اور مٹی ڈالتے وقت پہلی لپ پر مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ دوسری پر فِيْهَا نُعِيْدُكُمْ اور تیسری پر وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اُخْرٰى کہنا چاہیے۔ قبر پر مٹی ڈالنے کا جواز نبی اکرم ﷺ کی یہ حدیث ہے:۔

حضرت جعفر بن محمد رضی اللہ عنہ اپنے باپ سے مرسل روایت کرتے ہیں کہ بے شک نبی ﷺ نے تین لپیں دونوں ہاتھوں سے بھر کر مٹی کی قبر پر ڈالیں اور اپنے بیٹے ابراہیم کی قبر پر پانی چھڑکا اور اس پر سنگریزے رکھے۔ (شرح السنۃ)

قبر کو ایک بالشت اونچا رکھنا مستحب ہے اور مٹی کی اونچائی کو اونٹ کی کوہان کی طرح ابھرا ہوا رکھنا چاہیے کیونکہ چپٹی قبر بنانا مکروہ ہے۔ قبر پر مٹی سے لپائی کرنا جائز ہے۔

۸-دفن کے بعد قبر پر پانی چھڑکنا

دفن کرنے کے بعد قبر پر پانی چھڑکنا مستحب ہے۔ نبی اکرم ﷺ کو دفن کرنے کے

بعد آپ ﷺ کی قبر مبارک پر پانی چھڑکا گیا اور اس کا ثبوت آپ ﷺ کی مندرجہ ذیل حدیث میں ہے:۔

اسی (حضرت جابر رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ نبی ﷺ کی قبر مبارک پر پانی چھڑکا گیا اور بلال بن رباح رضی اللہ عنہ نے پانی چھڑکا مشکیزہ کے ساتھ سر کی جانب سے شروع کیا یہاں تک کہ پاؤں تک پہنچا۔ (بیہقی)

پانی چھڑکنے کا طریقہ یہ ہے کہ سر کی جانب سے چھڑکنا شروع کیا جائے اور پاؤں تک چھڑک کر ختم کیا جائے کیونکہ نبی اکرم ﷺ کی قبر مبارک پر حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے ایسے ہی پانی چھڑکا تھا۔

۹۔ مردے کی ہڈی توڑنے کی ممانعت

مرنے کے بعد کسی مردے کی ہڈی نہ توڑی جائے بلکہ یہاں تک احتیاط کرنی چاہیے کہ قبر کھودتے ہوئے اگر کسی دوسرے مردے کی ہڈی نکل آئے تو اسے کسی جگہ یا قبر ہی میں دبا دیا جائے چونکہ ہڈی توڑنے سے منع کیا گیا ہے اس لیے مردہ کی ہڈی کو توڑنا زندہ کی ہڈی توڑنے کی مانند قرار دیا گیا ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا مردے کی ہڈی کو توڑنا زندہ کی ہڈی کو توڑنے کی مانند ہے۔ (ابن ماجہ)

۱۰۔ قبر پر نشان لگانا

قبر پر کسی چیز سے یا پتھر سے نشان لگانا جائز ہے تاکہ قبر یاد رہے۔ کیونکہ نبی اکرم ﷺ نے اپنے ایک صحابی رضی اللہ عنہ کی قبر پر خود پتھر رکھ کر نشان قائم کیا۔

حضرت مطلب بن ابی وداعہ سے روایت ہے کہ جس وقت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ فوت ہوئے ان کا جنازہ نکالا گیا اور دفن کیے گئے۔ نبی ﷺ نے ایک آدمی کو پتھر لانے کا حکم دیا وہ اس کو اٹھا نہ سکا۔ رسول اللہ ﷺ اس کی طرف کھڑے ہوئے اپنی آستین چڑھائیں۔ مطلب نے کہا کہ جس نے مجھ سے حدیث بیان کی اس نے کہا کہ گویا میں آپ کے بازوؤں کی سفیدی کو دیکھ رہا ہوں جس وقت رسول اللہ ﷺ نے آستینیں چڑھائی پھر اس کو اٹھایا اور اس کے سر کے پاس رکھا اور فرمایا میں نے اپنے بھائی کی قبر پر نشان لگایا ہے اور میں اپنے اہل میں سے جو فوت ہوگا اس کے پاس دفن کروں گا۔ (ابوداؤد)

۱۱۔قبر پر ہری شاخ لگانا

قبر پر ہری شاخ لگانا جائز ہے کیونکہ نبی اکرم ﷺ نے ایک دفعہ کھجور کی ایک تازہ شاخ لی' اور درمیان سے اس کے دو حصے کیے اور پھر دو قبروں پر لگا دیا اور فرمایا کہ جب تک یہ ٹہنیاں خشک نہ ہوں گی' میت کے عذاب میں تخفیف رہے گی کیونکہ یہ دونوں عذاب میں مبتلا تھے۔ایک کو پیشاب کی چھینٹوں سے نہ بچنے کی وجہ سے اور دوسرے کو چغلی کرنے کی وجہ سے عذاب ہو رہا تھا۔اس سے معلوم ہوا کہ قبر پر کسی درخت کی شاخ وغیرہ لگا دینا جائز ہے۔

۱۲۔دفن کے بعد قبر پر بیٹھنا

دفن کرنے کے بعد سب لوگوں کو چاہیے کہ کھڑے ہو کر دعا کریں اور اللہ کے حضور میت کی مغفرت کی دعا کریں۔اس کے بعد اگر کوئی چاہے تو قبر کے قریب بیٹھ جائے اور تلاوت قرآن پاک کرے۔یا اللہ کا ذکر کرے تاکہ مرنے والے کے سوال و جواب میں آسانی ہو۔اس کے متعلق نبی کریم ﷺ کی احادیث یہ ہیں:۔

۱۔حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا فرماتے تھے جس وقت ایک تمہارا مرے اس کو بند نہ رکھو اور جلد اس کو قبر کی طرف لے جاؤ اور اس کے سر کے پاس سورہ بقرہ کی ابتدائی آیات اور پاؤں کے پاس سورہ بقرہ کی آخری آیات پڑھی جائیں۔روایت کیا اس کو بیہقی نے شعب الایمان میں اور کہا صحیح بات یہ ہے کہ یہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما پر موقوف ہے۔

۲۔حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اس نے اپنے بیٹے کو کہا جبکہ وہ نزع کی حالت میں تھے' جس وقت میں مر جاؤں میرے ساتھ کوئی نوحہ کرنے والی نہ جائے اور نہ آگ' جس وقت مجھ کو دفن کرو مجھ پر مٹی آہستہ ڈالنا۔پھر میری قبر کے گرد کھڑے رہو اتنا عرصہ کہ اونٹ ذبح کیا جاوے اور اس کا گوشت تقسیم کیا جاوے تاکہ تمہاری وجہ سے میں آرام پکڑوں اور میں جان لوں کہ اپنے رب کے فرشتوں کو کیا جواب دیتا ہوں۔(مسلم)

۱۳۔قبر پر سونے اور بیٹھنے کی ممانعت

• قبر پر بیٹھنا' سونا' چلنا یا پاخانہ پیشاب کرنا حرام ہے۔قبرستان میں جو نیا راستہ نکالا گیا اس سے گزرنا جائز ہے خواہ نیا ہونا اسے معلوم ہو یا اس کا گمان ہو۔اپنے کسی رشتہ دار کی قبر

تک جانا چاہتا ہے مگر قبروں میں سے گزرنا پڑے گا تو وہاں تک جانا منع ہے۔ دور ہی سے فاتحہ پڑھ دے۔ قبرستان میں جوتیاں پہن کر نہ جائے۔ ایک شخص کو حضور ﷺ نے جوتیاں پہنے دیکھا۔ فرمایا جوتیاں اتار دے نہ قبر والے کو ایذا دے نہ وہ تجھے ایذا دیں۔

۱۴۔ قبر پر تلاوت کرنا جائز ہے

قبر پر قرآن پڑھنے کے لیے حافظ مقرر کرنا جائز ہے یعنی جبکہ پڑھنے والے اجرت پر نہ پڑھتے ہوں کہ اجرت پر قرآن مجید پڑھنا اور پڑھوانا ناجائز ہے۔ خود پڑھے تو زیادہ بہتر ہے۔

۱۵۔ کوئی بابرکت تحریر قبر میں رکھنا یا کلمہ لکھنا

شجرہ یا عہد نامہ قبر میں رکھنا جائز ہے اور بہتر یہ ہے کہ میت کے منہ کے سامنے قبلہ کی جانب طاق کھود کر اس میں رکھیں بلکہ درمختار میں کفن پر عہد نامہ لکھنے کو جائز کہا گیا ہے اور فرمایا کہ اس سے مغفرت کی امید ہے اور میت کے سینہ اور پیشانی پر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھنا جائز ہے۔ ایک شخص نے اس کی وصیت کی تھی' انتقال کے بعد سینہ اور پیشانی پر بسم اللہ شریف لکھ دی۔ پھر کسی نے انہیں خواب میں دیکھا' حال پوچھا' کہا جب میں قبر میں رکھا گیا' عذاب کے فرشتے آئے' فرشتوں نے جب پیشانی پر بسم اللہ شریف دیکھی' کہا تو عذاب سے بچ گیا۔ یوں بھی ہو سکتا ہے کہ پیشانی پر بسم اللہ شریف لکھیں اور سینے پر کلمہ طیبہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ" رَّسُوْلُ اللّٰهِ مگر نہلانے کے بعد کفن پہنانے سے پیشتر کلمہ کی انگلی سے لکھیں' روشنائی سے نہ لکھیں۔

۱۶۔ تلقین میت

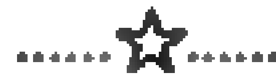
مردے کو دفن کرنے کے بعد تلقین کرنا مسنون ہے۔ حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "جب تم میں سے کوئی مر جائے اور اسے قبر میں دفن کر کے مٹی ڈال دی جائے تو تم میں سے کوئی اس کے سرہانے کھڑے ہو کر کہے۔" اے فلاں بن فلاں! بے شک وہ سنتا ہے جواب نہیں دے سکتا' پھر کہے "اے فلاں بن فلاں!" جب دوسری مرتبہ آواز دے گا تو مردہ اٹھ کر بیٹھ جائے گا پھر تیسری بار بھی اسی طرح مخاطب کرے۔ اس وقت میت کہتی ہے "اے خدا کے بندے! اللہ تم پر رحمت نازل فرمائے ہمیں راہ راست دکھاؤ' لیکن تم سن نہیں سکتے۔" پھر تلقین کہنے والا کہے "تو جس کلمہ

پر دنیا سے نکلا تھا اس کو یاد کر۔ تو شہادت دیتا تھا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں اور تو اللہ کے رب ہونے' اسلام کے دین ہونے' محمد ﷺ کے نبی ہونے اور قرآن کے امام ہونے پر راضی تھا۔ اس وقت منکر نکیر کہتے ہیں کہ اس کو مدلل اور مکمل جواب بتا دیا گیا ہے ہم اس کے پاس بیٹھ کر کیا کریں۔"

کسی شخص نے یہ سن کر حضور ﷺ سے عرض کیا "یارسول اللہ! اگر کسی شخص کی والدہ کا نام معلوم نہ ہو تو کس طرح اس کو پکاریں؟ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اس کو حضرت حوا کی طرف منسوب کر دے۔ تلقین کرنے والا شخص اگر چاہے تو اس میں یہ بھی اضافہ کر سکتا ہے کہ "تو مسلمان کے بھائی ہونے اور کعبہ کے قبلہ ہونے پر راضی تھا۔" (یعنی تو نے اس کا بھی اقرار کیا تھا) تو اس اضافہ سے کوئی حرج نہیں۔ اسی طرح تلقین میں دوسرے شعائر اسلام کا ذکر بھی کیا جا سکتا ہے۔

۱۷۔ زیارت قبور کا سنت طریقہ

زیارت قبور کا سنت طریقہ یہ ہے کہ پائنتی جانب سے جا کر میت کے سامنے کھڑا ہو۔ سرہانے سے نہ آئے کہ میت کے لیے باعث تکلیف ہے کیونکہ میت کو گردن پھیر کر دیکھنا پڑے گا کہ کون آیا ہے۔ پھر یوں کہے "اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ دَارَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِيْنَ وَاِنَّا اِنْشَاءَ اللّٰهُ بِكُمْ لَاحِقُوْنَ" (سلام ہو تم پر اے قوم مومنین! اور ہم بھی انشاء اللہ تم سے ملنے والے ہیں) پھر فاتحہ پڑھے اور بیٹھنا چاہے تو اتنے فاصلہ پر بیٹھے کہ جتنے فاصلے پر زندگی میں بیٹھ سکتا تھا۔



حصہ سوم - روزہ

ا۔روزہ

رمضان المبارک کے روزے رکھنا اسلام کی اہم عبادات سے ہے اور اسلام کا تیسرا بڑا رکن ہے۔ روزے کو عربی میں صوم کہا جاتا ہے جس کا مطلب رک جانا ہے لیکن شریعت کی اصطلاح میں صوم سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی کے لیے صبح صادق سے لے کر غروب آفتاب تک کھانے پینے اور نفس کی خواہشات کو ترک کیا جائے۔ روزہ فرض عین ہے جو شخص اس کا انکار کرے وہ کافر ہو جائے گا اور جو کسی شرعی عذر کے بغیر رمضان المبارک کے روزے ترک کرے وہ گنہگار ہوگا۔ روزے کی فرضیت کے متعلق ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۙ اَيَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ ؕ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ ؕ وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ ؕ فَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ ؕ وَاَنْ تَصُوْمُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ. (البقرہ:۱۸۴)

اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کیے گئے ہیں جیسے تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیے گئے تھے تا کہ تم پرہیزگار بن سکو۔ وہ روزے گنتی کے دن ہیں تو تم سے جو کوئی بیمار ہو یا سفر میں ہو وہ اتنے روزے اور دنوں میں رکھ کر تعداد پوری کرے اور جنہیں روزہ رکھنے کی بالکل طاقت ہی نہ ہو تو وہ روزہ کے بدلہ میں ایک مسکین کو کھانا کھلائیں اور جو اپنی طرف سے زیادہ نیکی کرے تو یہ اس کیلئے بہتر ہے اور روزہ رکھنا تمہارے لیے بہتر ہے اگر تم جانتے ہو

مندرجہ بالا آیت کریمہ میں بتایا گیا ہے کہ روزے اہل ایمان پر فرض ہے۔ یعنی جس طرح نماز کا فریضہ ایمان لانے کے بعد عائد ہوتا ہے ایسے ہی روزے ہر مسلمان عاقل بالغ پر فرض ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی غیر مذہب روزہ رکھے تو اسے اجر نہیں ملے گا کیونکہ اجر صاحب ایمان روزہ دار کو ملے گا لہٰذا کسی غیر مسلم کو روزہ رکھنے کا کوئی فائدہ نہیں۔ جیسا کہ فرمایا گیا ہے کہ روزے مسلمانوں پر ایسے ہی فرض کیے گئے ہیں جس طرح

پہلی امتوں پر فرض کیے گئے تھے۔ یہ بہت ہی قدیم ترین عبادت ہے جس کی ابتداء حضرت آدم علیہ السلام سے ہوئی اور اس کی تکمیل و انتہاء سرور کائنات ﷺ پر ہوئی۔ اسی بناء پر حضرت آدم علیہ السلام کے زمانہ سے لے کر آخری کتاب قرآن حکیم تک ہر آسمانی کتاب و شریعت میں روزہ کو ایک خاص امتیازی اور بنیادی عبادت کا مقام دیا گیا ہے۔ حضرت آدم ہر ماہ کے ایام بیض میں تین روزے رکھتے۔ شریعت نوحی میں بھی ہر ماہ کے یہی تین روزے فرض تھے۔ شریعت موسوی میں رمضان کے علاوہ ہفتہ اور عاشورہ محرم کے روزے بھی فرض تھے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی امت میں بھی یہ روزے فرض تھے لیکن انہوں نے سردیوں کے موسم میں جبکہ دن چھوٹے ہوتے ہیں روزے رکھنے کو مخصوص کر رکھا تھا مگر اسلام نے اس عظیم الشان عبادت کو رضائے الٰہی کے تابع کر کے اس عبادت میں مزید اطاعت الٰہی اور حسن پیدا کیا۔

رمضان المبارک کے روزے ۲ھ میں فرض ہوئے۔ اس سے پیشتر عاشورہ یعنی دس محرم کا روزہ فرض تھا پھر اس کے بجائے ہر مہینہ میں تین یوم یعنی تیرھویں، چودھویں اور پندرھویں کے روزے فرض ہوئے لیکن اختیار دیا گیا تھا کہ اگر روزہ نہ رکھے تو ہر روزہ کے فدیہ میں کسی مسکین کو نصف صاع گندم یا ایک صاع جو ادا کرے۔ پھر بھی روزہ رکھنا بہتر قرار دیا تھا۔ کچھ زمانے کے بعد یہ اختیار منسوخ ہوا اور روزہ رکھنا لازم قرار دے دیا گیا مگر اس طرح کہ دن اور رات دونوں میں روزہ ہوتا۔ صرف غروب آفتاب سے نماز پڑھنے یا سونے تک کھانے پینے اور ہم بستر ہونے کی اجازت تھی۔ اگر عشاء سے پہلی آدمی سو جاتا تو اسی وقت یہ تینوں باتیں حرام ہو جاتیں مگر دو واقعے ہوئے کہ اللہ تعالیٰ نے رات میں کھانے پینے اور بیوی کے پاس جانے کو جائز قرار دے دیا۔

پہلا واقعہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بعد نماز عشاء اپنے مکان پر پہنچے۔ خوشبو محسوس ہوئی جس سے قلب میں انبساط اور قویٰ میں انتشار پیدا ہوا۔ اہلیہ محترمہ سے ہم بستر ہو گئے۔ فارغ ہونے کے بعد عدول حکمی کے احساس سے طبیعت متاثر ہوئی۔ اپنے نفس پر ملامت کرنے لگے اور روتے ہوئے بارگاہ شفیع المذنبین میں حاضر ہوئے۔ واقعہ عرض کیا یہ سن کر مجلس میں کچھ اور حضرات بھی کھڑے ہوئے اور معذرت پیش کرنے لگے ان سے اس قسم کا ارتکاب ہوا تھا۔ اس پر وحی نازل ہوئی اور پوری شب میں ہم بستر ہونا حلال فرما دیا گیا۔

دوسرا واقعہ یہ ہوا کہ قیس بن صرمہ انصاری رضی اللہ عنہ روزہ سے تھے۔ یہ مدینہ شریف کے باغات میں مزدوری کرتے تھے۔ شام کو کھجوریں لے کر مکان پر آئے اور اہلیہ سے کہا ان کے بدلے میں کسی سے آٹا لے لو۔ وہ پڑوس میں آٹا بدلنے گئیں۔ یہ ہارے تھکے تھے ہی' لیٹتے ہی فوراً آنکھ لگی اور سو گئے' جب وہ واپس آئیں' انہیں سوتا دیکھ کر افسوس کرنے لگیں اور کہا نامراد رہے' کسی طرح رات گزری' صبح ہوئی مگر ان کی حالت درست رہی' جب دوپہر ہوئی تو بے ہوش ہو گئے۔ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں یہ واقعہ بیان کیا گیا۔ وحی آئی اور غروب آفتاب سے آخر شب تک کھانا پینا حلال کر دیا گیا۔

۲۔ فضیلت رمضان المبارک

رمضان المبارک کے روزے بے پناہ فضیلت اور عظمت کے حامل ہیں کیونکہ روزہ کے بے شمار دینی اور دنیوی فوائد اور حکمتیں ہیں اور بے شمار رموز و اسرار روزہ دار کو حاصل ہوتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے روزہ کی برکات و فیوض کے پیش نظر روزہ رکھنے کی بہت ترغیب دی ہے۔ رمضان المبارک کی فضیلت کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات عالیہ حسب ذیل ہیں:۔

حدیث ۱: حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان المبارک کی آمد پر ماہ شعبان کے آخری دن وعظ فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا ''اے لوگو! تمہارے پاس ایک نہایت پر عظمت اور بابرکت مہینہ تشریف لا رہا ہے۔ اس میں ایک ایسی رات ہے جو ہزار مہینوں سے افضل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے روزے تم پر فرض کیے ہیں اور اس کی راتوں میں نماز (تراویح) پڑھنا سنت قرار دیا ہے۔ جس نے اس میں ایک (نفل) نیکی کی (تو اس کا ثواب اتنا ہے) گویا اس نے کسی دوسرے مہینہ میں ایک فرض ادا کیا اور جس نے ایک فرض ادا کیا (تو اس کا اجر اتنا ہے) جیسے اس نے کسی دوسرے مہینہ میں ستر فرض ادا کیے۔ یہ صبر کا مہینہ ہے اور صبر کا بدلہ جنت ہے' یہ غریبوں اور محتاجوں کے ساتھ ہمدردی کرنے کا مہینہ ہے۔ اس مہینہ میں مومن کا رزق بڑھایا جاتا ہے۔ اس میں جو شخص کسی روزہ دار کو افطار کرائے اس کے گناہوں کی بخشش ہو جاتی ہے اور اس کو دوزخ سے آزاد کر دیا جاتا ہے اور اس کو بھی اتنا ہی ثواب ملے گا جتنا کہ روزہ دار کو ملتا ہے لیکن اس کا

ثواب کم نہ ہوگا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہم میں سے ہر شخص تو افطار کرانے کی توفیق نہیں رکھتا' تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا اللہ تعالیٰ یہی ثواب اس شخص کو بھی دے گا جو کسی کو ایک گھونٹ دودھ یا ایک کھجور یا ایک پیالہ پانی سے روزہ افطار کرائے گا اور جس نے کسی کو پیٹ بھر کھانا کھلایا۔ اللہ تعالیٰ اس کو میرے حوض کوثر سے پانی پلائے گا جس کے بعد اسے جنت میں داخل ہونے تک پیاس نہ لگے گی۔ یہ وہ مہینہ ہے جس کا پہلا عشرہ سراسر رحمت ہے اور دوسرا عشرہ بخشش ورحمت کا ہے اور تیسرا عشرہ دوزخ سے آزادی کا ہے جو شخص اس مہینہ میں اپنے غلام (یا ملازم) سے تھوڑا کام لے گا اللہ تعالیٰ اس کو بخشش دے گا اور اس کو دوزخ سے آزاد فرمائے گا۔" (بیہقی بحوالہ مشکوٰۃ)

حدیث ۲: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا رمضان المبارک آ گیا ہے۔ یہ برکت والا مہینہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے روزے تم پر فرض کیے ہیں اس میں آسمان رحمت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں' دوزخ کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں۔ سرکش شیطانوں کو طوق ڈال دیئے جاتے ہیں اور اس میں ایک رات ایسی ہے جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے جو اس کی بھلائی سے محروم رہا وہ بلا شبہ محروم ہے۔ (نسائی' احمد)

حدیث ۳: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب ماہ رمضان کی پہلی رات ہوتی ہے تو شیطان اور سرکش جنوں کو قید کر دیا جاتا ہے اور دوزخ کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں۔ ان سے کوئی دروازہ نہیں کھولا جاتا اور ایک منادی اعلان کرتا ہے۔ اے خیر کے طلبگار! (نیکیوں کی طرف) متوجہ ہو اور اے شر کے طالب! گناہوں سے باز آ جاؤ اور کچھ لوگ دوزخ سے آزاد ہوتے ہیں اور یہ رمضان المبارک کی ہر رات میں ہوتا ہے۔ (ترمذی' ابن ماجہ)

حدیث ۴: حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنت کے آٹھ دروازے ہیں ان میں سے ایک دروازے کا نام ریان ہے۔ اس دروازے سے صرف روزہ دار ہی جنت میں داخل ہوں گے۔ جب وہ داخل ہو چکیں گے تو دروازہ بند کر دیا جائے گا۔ پھر کوئی شخص اس دروازے سے نہیں گزر سکے گا۔ (بخاری و مسلم) باب الریان سے داخل ہونے والوں کو کبھی پیاس کی تکلیف نہ ہوگی۔ (ترمذی)

حدیث ۵: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ رمضان المبارک کی خاطر جنت کو سال بھر آراستہ و مزین کیا جاتا ہے جب رمضان کا پہلا دن آتا ہے تو عرش کے نیچے سے ایک (نہایت خوشبودار) ہوا چلتی ہے جس سے جنتی درختوں کے پتے ہلنے لگتے ہیں۔ اس وقت حوران جنت عرض کرتی ہیں۔ الٰہی! تو اپنے بندوں سے ہمارے شوہر بنا تا کہ ہماری آنکھیں ان سے ٹھنڈی ہوں اور ان کی آنکھیں ہم سے ٹھنڈی ہوں (بیہقی)

حدیث ۶: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ آدمی کے ہر نیک عمل کا ثواب دس سے بڑھا کر سات سو تک دیا جاتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ فرماتا ہے سوائے روزہ کے کیونکہ وہ میرے لیے ہے اور اس کی جزا میں خود دوں گا۔ دوسری روایت میں ہے ابن آدم کا ہر عمل اس کا اپنا ہوتا ہے لیکن روزہ میرا ہے اور اس کا بدلہ میں ہی دوں گا کیونکہ بندہ اپنی خواہش اور کھانا پینا میری خاطر چھوڑتا ہے۔ روزہ دار کے لیے دو خوشیاں ہیں' ایک افطار اور دوسری اپنے رب سے ملنے کے وقت' روزہ دار کے منہ کی بو اللہ تعالیٰ کے نزدیک کستوری سے زیادہ پاکیزہ ہے۔ (بخاری و مسلم)

حدیث ۷: حضرت ابو مسعود غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ رمضان المبارک کے مہینہ میں چار کام بہت لازمی ہیں۔ دو کام تو ایسے ہیں جس سے تمہارا پروردگار راضی ہوتا ہے اور دو کام ایسے ہیں جن کے بغیر تم کو چارہ نہیں۔ ان چار میں سے ایک تو کلمہ شہادت کا ورد ہے اور دوسرا کثرت استغفار کرنا ہے۔ یہ دونوں عمل اللہ تعالیٰ کو بہت پسند ہیں۔ تیسرا جنت کو طلب کرنا اور چوتھا دوزخ سے پناہ مانگنا ہے۔ یہ وہ دو باتیں ہیں جو تمہارے لیے بہت ہی ضروری ہیں۔ روزہ دار کو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن میرے حوض سے پلائے گا پھر اس کو جنت میں داخل ہونے تک پیاس نہ لگے گی۔ (ابن خزیمہ)

حدیث ۸: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ روزہ اور قرآن پاک کہے گا الٰہی! میری وجہ سے یہ بندہ رات کو نہیں سویا' میری شفاعت اس کے حق میں قبول فرما تو اللہ تعالیٰ دونوں کی شفاعت قبول فرمائے گا۔ (بیہقی)

حدیث ۹: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اعمال سات قسم کے ہیں۔ دو عمل واجب کرنے والے' دو کا بدلہ ان کے

برابر ہے' ایک عمل کا صلہ دس گنا اور ایک عمل کا صلہ سات سو ہے اور ایک عمل ایسا ہے جس کا ثواب اللہ ہی جانتا ہے جو اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملا کہ وہ خالص اسی کی عبادت کرتا تھا اس کے لیے جنت واجب ہے اور جو اس حال میں ملا کہ وہ شرک کرتا تھا اس کے لیے دوزخ واجب ہے جس نے گناہ کیا اس کو اس کے برابر سزا دی جائے گی جس نے نیکی کا ارادہ کیا مگر عمل نہ کیا' اس کو برابر ایک نیکی کا بدلہ دیا جائے گا اور جس نے نیکی کی اسے دس گناہ ثواب دیا جائے گا جس نے اللہ کی راہ میں خرچ کیا اس کو سات سو کے برابر ثواب عطا ہوگا لیکن روزہ اللہ تعالیٰ کے لیے ہے اس کا صلہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

حدیث ۱۰: حضرت عمرو بن مرہ جہنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ! اگر میں خدا کی وحدانیت اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت و نبوت کی گواہی دوں اور پانچوں نمازیں پڑھوں' زکوٰۃ ادا کروں' رمضان کے روزے رکھوں' اس کی راتوں میں قیام کروں تو میرا شمار کن لوگوں میں ہوگا۔ آپ نے ارشاد فرمایا تو اللہ تعالیٰ کے نزدیک صدیقین اور شہداء میں سے ہوگا۔ (ابن خزیمہ)

حدیث ۱۱: حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت کو رمضان میں پانچ باتیں عطا کی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی نبی کی امت کو نہ ملیں:۔

۱۔ جب رمضان کی پہلی رات ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ انکی طرف نظر کرم سے دیکھتا ہے اور جس پر نظر کرم فرماتا ہے اسے کبھی عذاب نہیں دے گا۔

۲۔ شام کے وقت روزہ داروں کے منہ کی بو اللہ تعالیٰ کے نزدیک کستوری سے بھی زیادہ بہتر ہوتی ہے۔

۳۔ ہر دن رات فرشتے ان کے لیے مغفرت کی دعا کرتے ہیں۔

۴۔ اللہ تعالیٰ جنت کو حکم فرماتا ہے کہ میرے بندوں کے لیے خوب تیار اور مزین ہو جا' عنقریب وہ دنیا کی تکلیف سے یہاں آ کر آرام پائیں گے۔

۵۔ جب رمضان کی آخری رات ہوتی ہے تو اللہ ان سب کی مغفرت فرما دیتا ہے' کسی نے عرض کیا وہ شب قدر ہوتی ہے؟ فرمایا نہیں بلکہ جب کام کرنے والے کام سے فارغ ہوتے ہیں تو اس وقت وہ اپنے کام کی مزدوری پاتے ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک بار نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام لوگوں کو منبر

کے پاس جمع ہونے کا حکم فرمایا۔ سب حاضر ہو گئے تو جب آپ منبر کے پہلے زینے پر چڑھے تو فرمایا آمین' دوسرے پر چڑھے تو آمین فرمایا۔ تیسرے زینے پر بھی چڑھتے ہوئے آمین فرمایا۔ پھر جب (خطبہ کے بعد) آپ منبر سے نیچے تشریف لائے تو صحابہ نے عرض کی' آج ہم نے آپ ﷺ سے ایسی بات سنی ہے جو پہلے کبھی نہیں سنی۔ آپ ﷺ نے فرمایا جبریل علیہ السلام نے آ کر دعا کی کہ وہ شخص اللہ کی رحمت سے دور ہو جس نے رمضان پایا اور اپنی مغفرت نہ کرائی تو میں نے آمین کہی۔ جب میں دوسرے درجے پر چڑھا تو جبریل علیہ السلام نے کہا وہ شخص (اللہ کی رحمت سے) دور ہو جس کے پاس میرا ذکر ہو اور وہ مجھ پر درود نہ پڑھے۔ میں نے آمین کہا۔ جب میں تیسرے درجے پر چڑھا تو جبریل علیہ السلام نے کہا وہ شخص بھی (اللہ کی رحمت سے) دور ہو جس کے ماں باپ دونوں یا ایک کو بڑھاپا آئے اور وہ ان کی خدمت کر کے جنت میں نہ جائے۔ میں نے آمین کہا۔ (ابن حبان' حاکم)

حدیث ۱۳: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ اسلام کے کڑے اور دین کی بنیاد تین چیزیں ہیں جن پر اسلام کی عمارت مضبوط اور قائم کی گئی ہے جو ان میں سے ایک بھی چھوڑے وہ کافر ہے اس کا خون حلال ہے:۔

۱۔ کلمہ توحید و رسالت کی گواہی دینا۔

۲۔ فرض نمازیں ادا کرنا۔

۳۔ اور رمضان کے روزے رکھنا

دوسری روایت میں ہے جو شخص ان میں سے ایک کو چھوڑ دے وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کرتا ہے اور اس کا فرض و نفل کچھ قبول نہیں۔ (ابو یعلیٰ)

حدیث ۱۴: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا جس نے رمضان کے ایک دن کا روزہ بلا رخصت و بغیر مرض کے چھوڑ دیا تو زمانہ بھر کا روزہ اس کی قضا نہیں ہو سکتا۔ اگرچہ وہ اتنی مدت روزہ رکھ بھی لے (یعنی رمضان کی فضیلت و ثواب حاصل نہیں کر سکتا)۔ (بخاری شریف)

۴۔ مقاصدِ روزہ

اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں روزے کا مقصد لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ کے الفاظ میں بیان فرمایا ہے یعنی روزہ فرض کرنے کا مقصد تقویٰ' پرہیزگاری' خدا خوفی اور خدا ترسی ہے۔ روزہ

ان ہی مقاصد جلیلہ کے حاصل کرنے کی تیس روزہ ایک سالانہ مشق ہے۔ طلوع فجر سے غروب آفتاب تک کھانے پینے کی وہ چیزیں اور کام جو پورے گیارہ مہینے جائز و حلال تھے اب وہ عارضی اور وقتی طور پر اللہ تعالیٰ کے ایک خاص حکم کے ذریعے بندہ مومن پر ابدی اور مستقل حرام چیزوں کی طرح حرام قرار دے دیئے گئے ہیں۔ اب ایک بندہ مومن تو اس حکم الٰہی کے سامنے سر تسلیم جھکا دیتا ہے' بھوک' پیاس کی تمام شدتوں کو برداشت کر کے کھانے پینے اور مجامعت سے دور رہتا ہے' پورا ایک مہینہ احکام الٰہی کی اس پابندی کی غرض و غایت اور مقصد صرف یہی ہے کہ بندہ مسلمان اپنی ساری زندگی میں ہر وقت خدا و مصطفیٰ ﷺ کے تابع فرمان رہے اور تمام گناہوں اور نافرمانی والے کاموں سے پرہیز کرتا رہے۔ اسی کا نام تقویٰ ہے' روزہ رکھنے کا اصل مقصود اور مدعا یہی ہے۔

صوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ روزہ تین طرح کا ہے۔ اول عوام کا روزہ' دوسرا خواص کا روزہ' تیسرا اخص الخواص کا رزہ۔

عوام کا روزہ یہ ہے کہ طلوع فجر سے غروب آفتاب تک کھانے پینے اور مجامعت سے پرہیز کرنا' یہ روزہ کا معمولی اور ادنیٰ درجہ ہے۔

خواص کا روزہ یہ ہے کہ کھانے پینے اور جماع سے باز رہنے کے ساتھ ساتھ کان آنکھ' زبان' ہاتھ' پاؤں الغرض سرتاپا تمام اعضائے جسم کو ہر طرح کے گناہوں سے محفوظ رکھنا۔ یعنی کان کو ہر مکروہ آواز' ناجائز و بے ہودہ بات' جھوٹ' غیبت اور چغلی کی باتیں سننے سے محفوظ رکھنا' آنکھ کو ہر بری اور ذکر الٰہی سے غافل کرنے والی چیزوں کو دیکھنے سے بند رکھنا' ہاتھوں کو کسی گناہ و ناجائز کام کی طرف نہ بڑھانا' پاؤں کسی معصیت اور برائی والے کام کی طرف نہ اٹھانا' پیٹ کو حرام اور مشتبہ رزق سے محفوظ رکھنا' اسی طرح باقی تمام اعضاء جسم کو ہر طرح کے گناہوں سے باز رکھنا' یہ اولیائے کاملین کا روزہ ہے۔

اخص الخواص کا روزہ یہ ہے کہ مذکورہ تمام اوصاف کے ساتھ دل و دماغ' تصور و خیال کو بھی ہر طرح کے مذموم اور برے خیالات سے پاک رکھنا' حتیٰ کہ دل میں ماسوائے اللہ کا خیال تک بھی نہ آنے پائے ایسا روزہ انبیاء کرام' صدیقین اور مقربین حق کا ہے۔

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہ سے پوچھا' تقویٰ اور پرہیزگاری کیا چیز ہے' انہوں نے دریافت کیا کیا آپ کبھی کانٹے والے راستے سے گزرے ہیں؟

جواب دیا' ہاں حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے پوچھا پھر کس طرح گزرے؟ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا کپڑوں کا کانٹوں میں الجھ کر پھٹ جانے کے ڈر سے سمیٹ کر دامن بچا کر گزرا۔ حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے فرمایا تقویٰ بھی یہی چیز ہے کہ بندہ ہر چھوٹے بڑے گناہ سے خود کو بچا کر رکھے۔ چھوٹے گناہوں کو معمولی نہ سمجھو کیونکہ یہ اونچے پہاڑ چھوٹے چھوٹے ذروں سے ہی بنے ہیں۔

حضرت سہل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں' تقویٰ اور پرہیزگاری یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جس جگہ جانے اور حاضر ہونے سے منع کیا ہے وہاں بندہ ہرگز نہ جائے اور جہاں اللہ تعالیٰ نے حاضر رہنے کا حکم دیا ہے وہاں سے بندہ غیر حاضر نہ ہو۔

۴۔ چاند دیکھنے کے احکام

اسلام میں قمری تاریخ کو اسلامی عبادات کے سلسلے میں اختیار کیا گیا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اے میرے محبوب! لوگ آپ سے چاند کے بارے میں سوال کرتے ہیں' ان سے فرما دیجئے کہ یہ لوگوں کے لیے حج اور عبادات کے لیے ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ شریعت میں ہر کام کے لیے چاند کی تاریخ کو اپنایا گیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہر قمری مہینے کے آغاز میں مسلمانوں میں چاند دیکھنے کو سعادت سمجھا جاتا ہے۔ رمضان المبارک کے روزے رکھنے کا بھی تعین چاند پر ہے۔

حدیث ۱: رویت ہلال یعنی رمضان اور عید کا چاند دیکھنے کے متعلق نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ رمضان المبارک کا روزہ اس وقت تک نہ رکھو جب تک (۲۹ شعبان) کو چاند نہ دیکھ لو۔ اگر ابر و بادل وغیرہ چھا جانے کی وجہ سے (۲۹ شعبان یا ۲۹ رمضان) کو چاند نظر نہ آئے تو گن کر مہینے کے تیس دن پورے کرو۔ (بخاری شریف)

حدیث ۲: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک اعرابی نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا میں نے چاند دیکھا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو گواہی دیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں! اس نے عرض کیا ہاں! پھر فرمایا تو گواہی دیتا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں؟ اس نے کہا ہاں' اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے بلال رضی اللہ عنہ مدینہ میں اعلان کر دو کہ کل روزہ رکھیں۔ (ابوداؤد' ترمذی)

حدیث ۳: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ماہ شعبان کا اس قدر حساب رکھتے کہ اتنا اور کسی کا حساب نہ فرماتے۔ پھر آپ رمضان المبارک کا چاند دیکھ کر روزہ رکھتے۔ اور اگر (۲۹ شعبان) کو بادل کی وجہ سے چاند نظر نہ آتا تو (شعبان کے) تیس دن پورے کر کے رمضان کا روزہ رکھتے۔ (ابوداؤد)

حدیث ٤: حضرت عبداللہ بن عمر سے روایت ہے کہ لوگوں نے باہم چاند دیکھنا شروع کیا' میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی کہ میں نے چاند دیکھا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی روزہ رکھا اور صحابہ رضی اللہ عنہم کو روزہ رکھنے کا حکم دیا۔ (ابوداؤد)

رویت ہلال کے متعلق شرعی مسائل مندرجہ ذیل ہیں:۔

۱۔**مسئلہ:** شعبان کی ۲۹ تاریخ کو رمضان کا چاند دیکھنے کی کوشش کرنا' مسلمانوں پر واجب کفایہ ہے' جنتری یا نجوم وغیرہ سے چاند کا حساب لگا کر روزہ رکھنا اور چاند دیکھنے سے بے نیاز ہو جانا ہرگز جائز نہیں۔ حد یہ ہے کہ جو لوگ خود اس فن کے ماہر ہوں اور وہ نیک اور پرہیزگار بھی ہوں ان کو خود بھی اپنے حساب پر عمل کرنا جائز نہیں۔

۲۔**مسئلہ:** جو شخص رمضان کا چاند اپنی آنکھ سے دیکھ لے اس پر واجب ہے کہ وہ بستی کے لوگوں یا مسلمانوں کے ذمہ دار افراد یا اداروں کو اس کی خبر پہنچائے' چاہے وہ مرد ہو یا عورت۔

۳۔**مسئلہ:** روایت ہلال یا تو واضح طور پر ہونی چاہیے یا پھر شرعی شہادت سے ثابت ہو یعنی ایسی گواہی جس کو شہر کا معتبر مفتی یا قاضی شرعی قانون شہادت کے تحت قابل قبول قرار دے اس کے علاوہ کسی اور ذریعہ سے روایت ہلال کا ثبوت خلاف سنت اور ناقابل اعتماد ہے۔ لہٰذا اگر ۲۹ شعبان کو چاند نظر نہ آئے اور نہ شرعی شہادت سے ہی چاند کا ثبوت مہیا ہو سکے تو رمضان شریف کے تیس روزے پورے کر کے عید الفطر کی جائے۔

٤۔**مسئلہ:** ۲۹ شعبان کو اگر مطلع بالکل صاف ہو تو چاند نظر نہ آنے کے لیے ایک کثیر جماعت کی شہادت ضروری ہے اور اگر اس دن مطلع صاف نہ ہو تو رمضان کے چاند کے لیے ایک دیندار پابند شریعت مسلمان مرد' یا دو عورتوں کی گواہی قبول کی جائے گی اور عید کا چاند [ہو]نے کے لیے دو با اعتبار پابند شریعت مسلمانوں کی گواہی قبول ہو گی۔ شک کے دن روزہ [رکھ]نا جائز نہیں۔ شک کا دن وہ ہے جس کے بارے میں یقینی طور پر معلوم نہ ہو کہ یہ رمضان [کا پ]ہلا دن ہے یا شعبان کی ۳۰ تاریخ کا دن ہے۔

۵۔**مسئلہ**: اگر کچھ لوگ آ کر یہ کہیں کہ فلاں جگہ چاند ہوا بلکہ اگر شہادت بھی دیں کہ فلاں جگہ چاند ہوا بلکہ اگر یہ شہادت دیں کہ فلاں فلاں نے دیکھا بلکہ اگر یہ شہادت دیں فلاں کے قاضی نے روزہ یا افطار کے لیے لوگوں سے کہا۔ یہ سب طریقے چاند کے ثبوت کے لیے ناکامی ہیں اور اس قسم کی شہادتوں سے چاند کا ثبوت نہ ہو سکے گا۔ (درمختار' ردالمحتار)

٦۔**مسئلہ**: کسی شہر میں چاند نظر آیا اور وہاں سے چند جماعتیں دوسرے شہر آئیں اور سب نے خبر دی کی وہاں فلاں فلاں دن چاند نظر آیا ہے اور تمام شہر میں یہ بات مشہور ہے اور وہاں کے لوگوں نے چاند نظر آنے کی بنا پر فلاں دن سے روزے شروع کر دیئے ہیں تو یہاں والوں کے لیے بھی ثبوت ہو گیا۔ (بہار شریعت)

۷۔**مسئلہ**: کسی نے اکیلے رمضان یا عید کا چاند دیکھا اور گواہی دی مگر قاضی نے اس کی گواہی قبول نہیں کی تو خود اس شخص پر روزہ رکھنا لازم ہے اگر نہ رکھا یا توڑ ڈالا تو قضا لازم ہے۔ (فتاویٰ عالمگیری)

۸۔**مسئلہ**: اگر دن میں چاند دکھائی دیا چاہے دوپہر سے پہلے چاہے دوپہر کے بعد بہر حال وہ آنے والی رات کا چاند مانا جائے گا۔ یعنی اب جو رات آئے گی اس سے مہینہ شروع ہوگا مثلاً تیس رمضان کو دن میں چاند نظر آیا تو یہ دن رمضان ہی کا ہے شوال کا نہیں اور روزہ پورا کرنا فرض ہے اور اگر شعبان کی تیسویں تاریخ کو دن میں چاند نظر آ گیا تو یہ دن شعبان ہی کا ہے رمضان کا نہیں' لہٰذا آج کا روزہ فرض نہیں۔ (درمختار' ردالمحتار)

۹۔**مسئلہ**: تار' ٹیلیفون' ریڈیو سے چاند دیکھنا ثابت نہیں ہو سکتا' اس لیے اگر ان خبروں کو ہر طرح صحیح مان لیا جائے۔ پھر بھی یہ محض ایک خبر ہے۔ یہ شہادت نہیں ہے اور محض ایک خبر سے چاند کا ثبوت نہیں ہوتا اور اسی طرح بازاری افواہوں اور جنتریوں اور اخباروں میں چھپنے سے بھی چاند نہیں ہو سکتا۔

۱۰۔**مسئلہ**: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ نبی ﷺ جب پہلی رات کا چاند دیکھتے تو فرماتے:۔

"اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُمَّ اَهِلَّهٗ عَلَيْنَا بِالْاَمْنِ وَالْاِيْمَانِ وَالسَّلَامَةِ وَالْاِسْلَامِ وَالتَّوْفِيْقِ لِمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰى رَبُّنَا وَرَبُّكَ اللّٰهُ"

۵۔ نیت

روزہ کے لیے نیت فرض ہے۔ بغیر نیت کے روزہ نہیں ہوگا' نیت دل کے مضبوط ارادہ کو کہتے ہیں اس لیے زبان سے نیت کے الفاظ کہنا ضروری شرط نہیں بلکہ مستحب اور بہتر ہے۔ نیت کا وقت غروب آفتاب سے ضحویٰ کبریٰ تک ہے یعنی دو پہر یا زوال سے پہلے تک ہے۔ نیت کے متعلق شرعی مسائل حسب ذیل ہیں:۔

۱۔ **مسئلہ**: اگر رات یا طلوع فجر سے پہلے نیت کی جائے تو زبان سے نیت کے یہ الفاظ ادا کرنا مستحب ہے۔ وَ بِصَوْمِ غَدٍ نَّوَيْتُ مِنْ شَهْرِ رَمَضَانَ میں نے کل ماہ رمضان کا روزہ رکھنے کی نیت کی۔ اگر دن کو نیت کی جائے تو اس کے الفاظ ہیں: نَوَيْتُ اَنْ اَصُوْمُ هٰذَا الْيَوْمِ لِلّٰهِ تَعَالٰى ۔ میں نے اللہ تعالیٰ کے لیے آج کا روزہ رکھنے کی نیت کی۔

مستحب اور افضل یہ ہے کہ نیت رات یا سحری کھاتے وقت اور طلوع فجر سے پہلے کی جائے۔

۲۔ **مسئلہ**: سحری کھانا بھی نیت ہے' چاہے رمضان کے روزہ کی سحری ہو یا کسی اور روزہ کی۔ ہاں اگر سحری کھاتے وقت یہ ارادہ کیا کہ صبح کو روزہ نہ رکھوں گا تو یہ سحری کھانا نیت کی بجانہ ہوگی۔

۳۔ **مسئلہ**: رمضان المبارک کے ہر روزے کیلئے الگ نیت کرنا ضروری ہے' رمضان کے سارے روزوں کے لیے صرف ایک دن نیت کر لینا کافی نہیں ہے۔ ایسے ہی رمضان کے قضا روزوں میں متعین طور پر فرض کی نیت کرنا ضروری ہے۔

۴۔ **مسئلہ**: رمضان کے ادا روزوں میں فرض کہہ کر نیت کرنا ضروری نہیں' صرف روزے کی نیت کر لینا کافی ہے' البتہ کوئی مریض اگر رمضان کا روزہ رکھے تو وہ فرض کا تعین کرے اس لیے کہ اس پر رمضان کا روزہ فرض نہیں ہے۔ مریض اگر محض روزے کی نیت کرے یا نفلی روزے کی نیت کرے تو اس کا روزہ رمضان کا روزہ نہ ہوگا۔

۵۔ **مسئلہ**: روزہ صبح صادق سے شروع ہوتا ہے اس لیے صبح صادق سے پہلے پہلے وہ سارے کام جائز ہیں جن سے بچنا روزے میں فرض ہے۔ بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ روزے کی نیت کر لینے کے بعد کچھ کھانا پینا وغیرہ جائز نہیں۔ یہ غلط ہے۔ صبح صادق سے پہلے پہلے کھانا پینا سب جائز ہے۔ چاہے غروب آفتاب کے بعد ہی دوسرے دن کے روزے کی نیت کر لی ہو۔

مسئلہ: اگر کوئی شخص شب میں روزہ کی نیت کرنا بھول جائے اور دن میں اس کو یاد آئے

تو ان تین قسم کے روزوں میں نصف النہار سے پہلے پہلے تک نیت کر لینا درست ہے۔ یعنی غروب آفتاب سے قبل نصف النہار تک کسی وقت بھی نیت کر لے درست ہے۔ کسی نے شب میں یہ ارادہ کیا کہ میں کل کا روزہ رکھوں گا لیکن پھر صبح ہونے سے پہلے پہلے ارادہ بدل دیا اور روزہ نہیں رکھا تو اس صورت میں قضا واجب نہیں۔

۷۔**مسئلہ**: اگر شب میں کسی وجہ سے روزہ رکھنے کا ارادہ نہ تھا پھر صبح کو بھی روزہ نہ رکھنے ہی کا خیال رہا۔ پھر نصف النہار سے پہلے خیال آیا کہ رمضان کا روزہ چھوڑنا مناسب نہیں اور نیت کر لی تو یہ روزہ درست ہے۔ ہاں اگر صبح میں کچھ کھا پی لیا تھا تو اب نیت کرنے کی گنجائش نہیں رہی۔

۸۔**مسئلہ**: مسافر کے لیے ضروری ہے کہ وہ رمضان میں کسی اور واجب روزے کی نیت نہ کرے۔ رمضان کے فرض روزے کی نیت کرے یا نفلی روزے کی نیت کرے۔ ہر طرح درست ہے۔

۹۔**مسئلہ**: رمضان کے مہینے میں کسی نے فرض روزے کے بجائے نفلی روزے کی نیت کی اور یہ سوچا کہ فرض روزے کی قضا رکھ لوں گا۔ تب بھی وہ روزہ رمضان ہی کا ہوگا۔ نفلی روزہ نہ ہوگا۔ اسی طرح اگر نفلی روزے کے بجائے واجب روزے کی نیت کی تب بھی رمضان ہی کا روزہ ہوا۔ اصولی بات یہ ہے رمضان میں صرف رمضان کا فرض روزہ ہی صحیح ہے کوئی اور روزہ صحیح نہیں ہے۔

۱۰۔**مسئلہ**: نفلی روزہ نیت کرنے سے واجب ہو جاتا ہے۔ اگر صبح کے وقت یہ نیت کی کہ آج میرا روزہ ہے اور پھر اس کے بعد روزہ توڑ دیا تو اس روزے کی قضا واجب ہے۔

۶۔سحری

روزہ رکھنے کی غرض سے صبح صادق سے پہلے جو کچھ کھایا پیا جاتا ہے اسے سحری کہتے ہیں۔ نبی ﷺ خود بھی سحری کا اہتمام فرماتے اور دوسروں کو بھی کھانے کی تاکید فرماتے سحری کے متعلق احادیث مصطفیٰ ﷺ حسب ذیل ہیں:۔

حدیث ۱: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ سحری کھاؤ کیونکہ سحری کھانے میں برکت ہے۔ (نسائی' ترمذی)

حدیث ۲: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا سحری

کھانے سے دن کے روزے پر استعانت کرو اور قیلولہ سے رات کے قیام پر استعانت کرو۔(بیہقی)

حدیث ۳: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ اور اس کے فرشتے سحری کھانے والوں پر درود بھیجتے ہیں۔(طبرانی)

حدیث ۴: نسائی باسناد حسن ایک صحابی سے راوی ہیں کہ میں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضور ﷺ سحری تناول فرمارہے تھے۔ ارشاد فرمایا یہ برکت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں دی تو اسے نہ چھوڑنا۔

حدیث ۵: حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تین چیزوں یعنی جماعت' ثرید اور سحری میں برکت ہے۔(طبرانی)

حدیث ۶: طبرانی کبیر میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا تین شخصوں پر کھانے میں انشاء اللہ حساب نہیں۔ رزق حلال سے روزہ رکھنے والا سحری کھانے والا اور سرحد پر گھوڑا باندھنے والا۔

حدیث ۷: حضرت ابن خزیمہ عمر بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ہمارے اور اہل کتاب کے درمیان روزوں کا فرق سحری کھانے میں ہے۔(ابوداؤد)

حدیث ۸: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ سحری کا کھانا ہر لحاظ سے برکت ہے اسے نہ چھوڑنا اگرچہ ایک گھونٹ پانی ہی پی لے کیونکہ سحری کھانے والوں پر اللہ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں۔

مسئلہ ۱: سحری کھانا سنت ہے اگر اس وقت کوئی چیز کھانے کو دل نہ چاہتا ہو تو ایک آدھ کھجور یا ایک لقمہ یا چند گھونٹ پانی پی لینا چاہیے تاکہ سحری کا ثواب اور برکت حاصل ہو جائے اور سنت نبوی پر عمل اور اہل کتاب کی مخالفت بھی ہو جائے۔ سحری کھانے میں دیر اور تاخیر کرنا مستحب ہے مگر اتنی دیر بھی نہیں کہ وقت ہی ختم ہونے کا شک پیدا ہو جائے۔ مناسب یہ ہے کہ سحری کا وقت ختم ہونے سے پانچ دس منٹ پہلے کھانے پینے سے فارغ ہو جائے۔

مسئلہ ۲: اگر سحری کے وقت غسل کرنے کی حاجت ہو اور وقت اتنا ہی باقی ہے کہ سحری کھائی جاسکتی ہے تو ایسی صورت میں نماز جیسا پورا وضو کر کے سحری کھانا پینا جائز ہے۔ سحری سے فراغت کے بعد غسل جلدی کرنا چاہیے۔ اب زیادہ دیر کرنا گناہ ہے۔

۷۔ افطاری

غروب آفتاب پر وہ امور جو روزہ کی وجہ سے ترک کیے تھے انہیں دوبارہ کرنے یعنی کھانے پینے کو افطاری کہا جاتا ہے۔ اسلام میں روزے کو افطار کرنے کا مسنون وقت غروب آفتاب ہے۔

حدیث ۱: حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب رات اس طرف سے آنی شروع ہو اور دن اس طرف سے پلٹنا شروع ہو اور سورج ڈوب جائے تو روزہ دار کے لیے روزہ کھولنے کا وقت ہو گیا۔ اس سے یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ جب سورج غروب ہو جائے اور مشرق کی جانب سے رات کی تاریکی چھانا شروع ہو جائے تو وہ اس بات کی علامت ہے کہ روزہ افطار کیا جائے۔

حدیث ۲: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا یہ دین ہمیشہ غالب رہے گا جب تک لوگ افطار میں جلدی کرتے رہیں گے کیونکہ یہود و نصاریٰ افطار میں تاخیر کرتے ہیں۔ (ابوداؤد)

حدیث ۳: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ یہ فرماتا ہے کہ مجھے اپنے بندوں میں سے سب سے زیادہ پسند وہ ہے جو افطار میں جلدی کرنے والے ہیں۔

حدیث ۴: حضرت سہل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگ اس وقت تک بھلائی پر قائم رہیں گے جب تک افطار میں جلدی کرتے رہیں گے۔ (مسلم شریف)

حدیث ۵: حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص افطار کرے تو اسے چاہیے کہ کھجور سے افطار کرے کیونکہ اس میں برکت ہے اور اگر کھجور نہ پائے تو اسے چاہیے کہ پانی سے افطار کرے کیونکہ وہ پاک ہے۔ (ترمذی شریف)

حدیث ۶: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے پہلے تر کھجوروں سے روزہ افطار کرتے تھے۔ تر نہ ہوتیں تو چند خشک کھجوروں سے اور اگر یہ بھی نہ ہوتیں چند چلو پانی سے افطار فرماتے۔ (ابوداؤد شریف)

حدیث ۷: حضرت معاذ بن زہر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب روزہ

افطار کرتے تو فرماتے اَللّٰھُمَّ لَکَ صُمْتُ وَ عَلٰی رِزْقِکَ اَفْطَرْتُ (اے اللہ! تیرے ہی لیے میں نے روزہ رکھا اور تیرے ہی رزق پر افطار کیا۔ ابوداؤد)

حدیث ۸: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا میں سو رہا تھا کہ دو آدمی مجھے ایک دشوار گزار پہاڑ پر لے گئے جب میں پہاڑ کے درمیان پہنچا تو سخت آوازیں سنائی دیں' میرے دریافت کرنے پر ان دو آدمیوں نے بتایا کہ یہ دوزخیوں کی آوازیں ہیں' پھر وہ مجھے آگے لے گئے میں نے ایک قوم کو دیکھا جسے الٹا لٹکایا گیا تھا اور ان کی باچھیں چیری جا رہی تھیں اور ان سے خون بہ رہا ہے' ان دو آدمیوں نے بتایا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو وقت سے پہلے روزہ افطار کر لیتے تھے۔ (ابن خزیمہ' ابن حبان)

حدیث ۹: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ تین آدمیوں کی دعا رد نہیں کی جاتی۔ (۱) روزہ دار کی افطاری کے وقت (۲) عادل بادشاہ کی (۳) اور مظلوم کی دعا۔ (ترمذی' ابن ماجہ)

حدیث ۱۰: حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے کہ جس نے حلال و پاکیزہ کھانے یا پانی سے کسی کا روزہ افطار کرایا تو فرشتے ماہ رمضان المبارک کے وقتوں میں اس کے لیے بخشش کی دعا مانگتے ہیں اور جبریل علیہ السلام شب قدر میں اس کی بخشش کی دعا مانگتے ہیں۔ (طبرانی)

حدیث ۱۱: حضرت زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا جو شخص روزہ دار کا روزہ افطار کرائے یا کسی غازی کو سامان جہاد دے تو اسے بھی اتنا ہی اجر و ثواب ملے گا۔ (نسائی شریف)

مسئلہ ۱: روزہ رزق حلال سے جو میسر ہو اس سے افطار کیا جائے مگر نبی پاک ﷺ کی سنت یہ ہے کہ روزہ کھجور یا پانی سے افطار کیا جائے اور آپ ﷺ کا بھی یہی طریقہ تھا کہ آپ ﷺ تازہ کھجور سے افطار کرتے۔ اگر کھجور نہ ملتی تو چھواروں سے روزہ افطار کر لیتے۔ اگر اتفاق سے وہ بھی نہ ملتے تو پانی کے ایک دو گھونٹ پی کر روزہ افطار فرماتے۔

مسئلہ ۲: جب افطار کا صحیح وقت ہو جائے تو اس وقت جلدی روزہ افطار کرنا چاہیے اور افطاری میں اتنی دیر کرنا کہ ستارے نظر آنے لگیں' یہودیوں کا طریقہ اور اس قدر تاخیر کرنا مکروہ ہے۔

مسئلہ ۷: روزہ نماز مغرب سے قبل افطار کرنا چاہیے اور کھجور سے کرے تو بہتر ہے۔ روزہ دار عام طور پر روزہ کھجوروں ہی سے افطار کرتے ہیں۔ اگر کھجوریں میسر نہ ہوں تو کسی بھی دوسری چیز سے روزہ افطار کیا جاسکتا ہے جو چیز میسر ہو۔

۸۔ روزہ نہ ٹوٹنے کی صورتیں

چند ایسے کام ہیں جن سے روزہ نہیں ٹوٹتا' اس کے متعلق رسول اکرم ﷺ کے چند ارشادات حسب ذیل ہیں:۔

حدیث ۱: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جس روزہ دار نے بھول کر کھاپی لیا وہ اپنا روزہ پورا کرے کیونکہ یہ اسے اللہ تعالیٰ نے کھلایا اور پلایا ہے یعنی روزہ مکمل کرے اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔ (بخاری شریف)

حدیث ۲: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص کو خود بخود قے آجائے اس حالت میں کہ وہ روزے سے ہو تو اس پر قضا لازم نہیں اور جو شخص عمداً قے کرے اسے چاہیے کہ قضا ادا کرے۔ (ترمذی' ابوداؤد' ابن ماجہ)

حدیث ۳: حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ایک شخص نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے عرض کی کہ میری آنکھوں میں تکلیف ہے۔ کیا میں روزے کی حالت میں سرمہ لگالوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں لوگالو۔ (ترمذی)

حدیث ٤: حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا تین چیزیں روزہ نہیں توڑتیں (۱) پچھنے یا سینگی لگوانا (۲) قے آنا (۳) اور احتلام (ترمذی شریف)

روزہ نہ ٹوٹنے کی صورتوں کے متعلق مندرجہ بالا احادیث سے حسب ذیل مسائل اخذ ہوتے ہیں:۔

مسئلہ ۱: بھول کر کھانے پینے اور جماع سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔ ہاں ایسی صورت میں روزہ یاد آتے ہی فوراً یہ کام ترک کر دینا ضروری ہے۔ اگر روزہ یاد آنے کے بعد بھی کھانے پینے میں مشغول رہا تو اب روزہ ٹوٹ گیا اور اس روزہ کی صرف قضا واجب ہے کفارہ لازم نہیں۔ (درمختار)

مسئلہ ۲: جب کوئی روزہ دار بھول کر کھاپی رہا ہو تو دیکھنے والے پر اس کو یاد دلانا واجب

ہے اگر یاد نہ دلایا تو وہ گنہگار ہوگا۔ ہاں بعض فقہاء نے کہا ہے کہ وہ روزہ دار انتہائی کمزور اور لاغر یا ضعیف ہو تو بقدر کفایت کھالینے کے بعد اسے یاد کرائے۔ (بہار شریعت)

مسئلہ ۳: دھواں یا غبار حلق میں جانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا خواہ وہ غبار آٹا پیستے وقت آٹا پیسنے والی چکی کا ہو یا آٹا چھاننے کا ہو یا غلے کا ہو۔ اگر خود دھواں قصداً اپنے اندر داخل کرے گا تو اس سے روزہ ٹوٹ جائے گا۔ جیسا کہ حقہ یا سگریٹ پینے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے اور کفارہ لازم آتا ہے۔ (درمختار)

مسئلہ ٤: تیل لگانے یا سرمہ لگانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا اگرچہ کسی بناء پر تیل یا سرمے کا مزہ حلق میں محسوس ہوتا ہو بلکہ تھوک میں سرمے کا رنگ بھی اگر دکھائی دے تو پھر بھی نہیں ٹوٹتا ایسے ہی سنگی لگوانے سے بھی روزہ نہیں ٹوٹتا۔ پھول یا عطر وغیرہ کی خوشبو سونگھنے سے بھی روزہ نہیں ٹوٹتا۔

مسئلہ ٥: غسل کیا اور پانی کی خنکی اندر محسوس ہوئی یا کلی کی اور پانی بالکل باہر پھینک دیا صرف کچھ تری منہ میں باقی رہ گئی تھی۔ تھوک کے ساتھ اسے نگل گیا یا دوا کوٹی اور حلق میں اس کا مزہ محسوس ہوا یا ہڑ چوسی اور تھوک نگل کیا مگر تھوک کے ساتھ ہڑ کا کوئی جز حلق میں نہ پہنچا یا کان میں پانی چلا گیا یا تنکے سے کان کھجایا اور اس پر کان کا میل لگ گیا' پھر وہی میل لگا ہوا تنکا کان میں ڈالا۔ اگرچہ چند بار کیا ہو یا دانت یا منہ میں خفیف چیز بے معلوم سی رہ گئی کہ لعاب کے ساتھ خود ہی اتر جائے گی اور وہ اتر گئی یا دانتوں سے خون نکل کر حلق تک پہنچا مگر حلق سے نیچے نہ اترا تو ان سب صورتوں میں روزہ نہ گیا۔ (درمختار۔ فتح القدیر)

مسئلہ ٦: جنابت کی حالت میں صبح کی بلکہ اگر سارا دن جب رہا تو بھی روزہ نہ گیا مگر اتنی دیر تک قصداً غسل نہ کرنا نماز قضا ہو جائے۔ گناہ و حرام ہے۔ حدیث میں ہے کہ جب جس گھر میں ہو اس میں رحمت کے فرشتے نہیں آتے۔ (درمختار)

مسئلہ ۷: احتلام ہوا یا غیبت کی تو روزہ نہ گیا' اگرچہ غیبت سخت کبیرہ گناہ ہے۔ قرآن مجید میں غیبت کرنے کی نسبت فرمایا کہ جیسے اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھانا اور حدیث میں فرمایا غیبت زنا سے بھی بدتر ہے اگرچہ غیبت کی وجہ سے روزہ کی نورانیت جاتی رہتی ہے۔ (درمختار)

۹۔روزہ ٹوٹنے کی صورتیں

چند صورتیں ایسی ہیں جن میں روزہ بغیر ارادے کے خود بخود ٹوٹ جاتا ہے یا کوئی دوسرا زبردستی روزہ تڑوا دیتا ہے تو ان حالات میں روزہ دار کو بعد میں صرف ٹوٹے ہوئے روزے کے بدلے میں روزہ رکھنا ضروری ہے جسے قضا کہا جاتا ہے۔حسب ذیل صورتوں میں روزہ ٹوٹ جاتا ہے لیکن صرف قضا فرض ہے۔

مسئلہ ۱: کسی نے روزے میں بھولے سے کھا پی لیا اور پھر یہ سمجھ کر کہ روزہ ٹوٹ ہی گیا ہے' قصداً کچھ کھا پی لیا تو روزہ جاتا رہا اور قضا واجب ہے کفارہ نہیں۔ایسے ہی بھول کر جماع کر لینے یا صرف شہوت کی نظر سے دیکھنے کی صورت میں انزال ہو جانے یا دن کو سوتے ہوئے احتلام ہو جانے' یا خود بخود قے آنے کے بعد روزہ دار نے یہ سمجھ لیا کہ روزہ ٹوٹ گیا پھر قصداً کھا پی لیا تو اس روزہ کی بھی صرف قضا واجب ہے۔ایسے ہی روزے میں کسی نے قصداً منہ بھر قے کی تو روزہ جاتا رہا اور قضا واجب ہے۔

مسئلہ ۲: کسی نے روزہ دار کو زبردستی کچھ کھلا پلا دیا تو صرف قضا واجب ہے ایسے ہی اگر کسی نے زبردستی کسی خاتون کے ساتھ جنسی فعل کیا یا غافل سو رہی تھی یا بے ہوش تھی اور کسی نے اس سے جنسی لذت حاصل کی تو خاتون پر صرف قضا واجب ہوگی۔

مسئلہ ۳: حقہ' سگریٹ' بیڑی' نیرہ پینے' پان چبانے اگرچہ حلق سے نیچے نہ اترے روزہ ٹوٹ جائے گا۔ایسے ہی اگربتی وغیرہ یا کسی اور چیز کا دھواں قصداً ناک میں کھینچنے سے بھی روزہ ٹوٹ جائے گا اور قضا واجب ہوگی۔

مسئلہ ۴: دانتوں سے خون نکلا اور حلق سے نیچے اتر گیا۔اگر اس میں تھوک زیادہ ہو تو روزہ نہیں ٹوٹتا اور اگر خون زیادہ ہو تو روزہ جاتا رہا۔سر میں دماغ کی جھلی تک یا پیٹ میں معدہ کے منہ تک گہرا زخم ہو تو ایسی صورت میں اگر دوا لگائی اور وہ دماغ یا معدہ کے اندر پہنچ گئی تو روزہ ٹوٹ گیا اور اس کی قضا فرض ہے۔اگر انجکشن کے ذریعے دوا معدہ یا دماغ کے اندر پہنچی تو روزہ فاسد ہو جائے گا اس لیے روزہ کی حالت میں ٹیکہ (انجکشن) نہ لگوایا جائے۔

مسئلہ ۵: بیوی کو گلے لگانے' بوسہ لینے اور بدن کو چھونے وغیرہ کی صورت میں انزال ہو جائے تو روزہ ٹوٹ جاتا ہے بشرطیکہ روزہ یاد ہو اور اس کی صرف قضا واجب ہے۔یا بھول

کر جماع میں مشغول تھا' پھر روزہ یاد آ جانے میں فوراً جدا نہ ہونے سے بھی روزہ فاسد ہو جاتا ہے اور اس کی قضا واجب ہے۔

مسئلہ ٦: کسی کی آنکھ دیر میں کھلی اور یہ سمجھ کر کہ ابھی سحری کا وقت باقی ہے کچھ کھا پی لیا پھر معلوم ہوا کہ صبح ہو چکی تھی تو اس روزے کی قضا رکھنا واجب ہے۔ ایسے ہی اگر کسی شخص نے سورج ڈوبنے سے پہلے ہی یہ سمجھ کر سورج ڈوب گیا ہے افطار کر لیا تو قضا واجب ہے۔

مسئلہ ۷: روزے میں کسی کے منہ میں آنسو یا پسینے کے قطرے چلے گئے اور پورے منہ میں اس کی نمکینی محسوس ہوئی اور وہ ان قطروں کو نگل گیا تو روزہ جاتا رہا' قضا لازم ہے۔

مسئلہ ۸: مسواک کرتے ہوئے یا یونہی مسوڑھے وغیرہ سے خون نکلا اور روزہ میں تھوک کے ساتھ نگل گیا تو روزہ ٹوٹ گیا' قضا واجب ہے۔ ہاں اگر خون تھوک کی مقدار سے کم ہے اور حلق میں محسوس نہیں ہو رہا ہے تو روزہ نہیں جائے گا۔

١٠۔ قضا اور کفارہ

بعض صورتیں ایسی ہیں کہ ان میں روزہ توڑا جائے تو اس کے بدلے میں رمضان المبارک کے بعد روزہ رکھنا ضروری ہے اور کفارہ بھی دینا واجب ہے۔

مسئلہ ۱: مسلمان' عاقل' بالغ' مقیم نے رمضان المبارک میں اگر بانیت عبادت روزہ رکھ کر بلا عذر شرعی قصداً توڑ دیا تو اس پر اس روزے کی قضا اور کفارہ دونوں فرض ہیں۔ روزہ کی حالت میں جان بوجھ کر کھانے پینے' جماع کرنے' حقہ سگریٹ وغیرہ پینے سے روزہ کی قضا اور کفارہ فرض ہے۔

مسئلہ ۱: کسی نے جذبات سے مغلوب ہو کر جنسی فعل کا ارتکاب کیا چاہے وہ مرد ہو یا عورت یا مرد نے لواطت کی تو قضا اور کفارہ واجب ہے۔

مسئلہ ۲: کسی عورت نے مرد سے ہمبستری کی اور عضو کا سر اندر داخل ہو گیا تو چاہے منی کا خروج ہو یا نہ ہو ہر حال میں قضا واجب ہے اور کفارہ بھی واجب ہے۔ کسی نادان عورت سے ہمبستری کی اور اس کے پچھلے حصے میں عضو کا سر داخل کر دیا تو دونوں کا روزہ فاسد ہو گیا قضا بھی واجب ہے اور کفارہ بھی۔ ایسے ہی خاتون غافل سو رہی تھی یا بے ہوش پڑی تھی اور مرد نے اس سے جنسی لذت حاصل کی تو مرد پر قضا بھی واجب ہے اور کفارہ بھی۔

کسی نے ایسی کوئی چیز کھا پی لی جو کھانے پینے کے استعمال میں آتی ہے یا ایسی چیز کھائی جو کھانے پینے میں استعمال نہیں کی جاتی لیکن دوا کے طور پر کھا پی لی کہ اس سے فائدہ ہوگا تو روزہ جاتا رہا اور اس پر قضا اور کفارہ دونوں واجب ہیں۔

مسئلہ ۵: کوئی ایسا فعل کیا جس سے روزہ کے افطار کا گمان نہ ہوتا ہو یعنی روزہ فاسد نہ ہوتا ہو لیکن روزہ دار نے یہ گمان کرلیا کہ روزہ ٹوٹ گیا۔ اس کے بعد اس نے قصداً کھا پی لیا تو ایسی صورت میں بھی روزہ کی قضا اور کفارہ لازم ہے۔ مثلاً سنگی لگوائی یا آنکھ میں سرمہ لگایا یا عورت سے بوس و کنار بشرطیکہ انزال نہ ہوا تو روزہ دار نے گمان کرلیا کہ روزہ نہیں رہا۔ حالانکہ ایسی صورت میں روزہ نہیں ٹوٹتا۔ پھر اس نے قصداً کھا پی لیا تو اب اس پر قضا اور کفارہ دونوں فرض ہیں۔

مسئلہ ۶: کفارہ اسی روزہ کا لازم ہے جس کی نیت صبح صادق سے پہلے یعنی رات میں کی ہو۔ اگر اس روزہ کی نیت دن میں کی ہو تو اس کی صرف قضا فرض ہے۔ اسی طرح کفارہ لازم ہونے کے لیے یہ بھی ضروری شرط ہے کہ روزہ توڑنے کے بعد کوئی ایسا ''غیر اختیاری' شرعی عذر'' پیدا نہ ہو جس سے روزہ نہ رکھنے کی رخصت واجازت ہے۔ مثلاً عورت کو اسی دن حیض و نفاس آگیا یا روزہ توڑنے کے بعد اسی دن شدید بیمار ہوگیا کہ جس میں روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہے تو ایسی حالت میں بھی کفارہ لازم نہیں بلکہ صرف قضا فرض ہے۔ سفر سے کفارہ ساقط نہیں ہوگا کیونکہ یہ اختیاری عذر ہے۔

مسئلہ ۷: روزہ رکھ کر پھر بلا عذر شرعی توڑ دینا سخت گناہ ہے۔ ہاں اگر روزے دار ایسا شدید بیمار ہو جائے کہ روزہ نہ توڑنے کی صورت میں موت واقع ہو جانے یا بیماری کے زیادہ بڑھ جانے کا قوی احتمال ہو یا اتنی شدید بھوک اور پیاس لگے کہ جان جانے کا خطرہ پیدا ہو جائے تو ایسی صورت میں روزہ توڑ دینا بالکل جائز و واجب ہے اور پھر تندرست ہو جانے پر اس روزہ کی صرف قضا لازم ہے۔

کفارہ

قصداً روزہ توڑنے کا کفارہ تین طرح سے ادا ہوتا ہے' اول غلام باندی آزاد کرنا' یہ تو آج کل میسر ہی نہیں۔ دوم پے در پے ساٹھ روزے رکھنا' سوم اگر روزے نہ رکھے جا سکیں تو پھر ساٹھ مسکینوں کو صبح و شام پیٹ بھر کر کھانا کھلانا۔

اگر کفارہ روزوں کی صورت میں ادا کرنا ہو تو یہ ضروری ہے کہ پے در پے ساٹھ روزے بلا ناغہ رکھے جائیں۔ اگر درمیان میں ایک روزہ بھی چھوٹ گیا تو پھر نئے سر سے ساٹھ روزے رکھنے ہوں گے۔ ہاں عورت کے حیض کے دنوں میں جتنے روزے چھوٹ جائیں وہ شمار نہیں ہوں گے بلکہ وہ حیض و نفاس کے پہلے اور بعد والے روزے ملا کر ساٹھ روزے پورے کرے، کفارہ ادا ہو جائے گا۔

کفارے کے روزے رکھنے کے دوران اگر نفاس کا زمانہ آجائے تو اس سے بھی کفارے کا تسلسل ختم ہو جائے گا اور نئے سرے سے پھر دو مہینے کے پورے روزے رکھنا واجب ہوں گے۔

کفارے کے روزوں کے دوران اگر ماہ رمضان آجائے تو پہلے رمضان کے روزے رکھے اور رمضان کے بعد کفارہ کے پورے ساٹھ روزے پھر نئے سرے سے رکھے۔ اگر ایک ہی رمضان کے دوران ایک سے زائد روزے فاسد ہو گئے ہوں تو سب کے لیے ایک ہی کفارہ واجب ہوگا۔

اگر کسی پر ایک کفارہ واجب ہوا اور وہ بھی ادا کرنے نہیں پایا تھا کہ دوسرا واجب ہو گیا تو صرف ایک ہی کفارہ دونوں کے لیے واجب ہوگا۔ چاہے یہ دونوں کفارے دو رمضان کے ہوں بشرطیکہ روزہ فاسد ہونے کی وجہ جنسی فعل نہ ہو۔ جنسی فعل کے سبب جتنے روزے فاسد ہوں ان کا کفارہ الگ الگ ادا کرنا ہوگا چاہے پہلا کفارہ ادا نہ کر پایا ہو۔

ساٹھ محتاجوں میں یہ لحاظ ضروری ہے کہ محتاج پوری عمر کے ہوں اگر بالکل چھوٹی عمر کے بچوں کو کھلایا تو ان کے بدلے پھر پوری عمر کے محتاجوں کو کھلانا ضروری ہے۔

محتاجوں کو کھانا کھلانے میں اپنے عام معیار کے لحاظ سے کھلائے نہ زیادہ بڑھیا واجب ہے اور نہ یہ صحیح ہے کہ سوکھی روٹی ہی دے دی جائے۔

اگر مسکینوں کو کھانا کھلانے میں تسلسل نہ رہے تو کوئی مضائقہ نہیں کفارہ صحیح ہو جائے گا۔ کھانا کھلانے کی بجائے غلہ دینا بھی جائز ہے اور یہ بھی جائز ہے کہ قیمت ادا کر دی جائے غلہ فطرانے کی مقدار کے برابر ہونا چاہیے۔

اگر ایک ہی محتاج کو ساٹھ دن تک صبح و شام کھانا دیا تو بھی کفارہ ادا ہو جائے گا۔ یہ صورت بہتر تصور نہیں کی جاتی۔ اس لیے ساٹھ مسکینوں کو بیک وقت کھلانا ہی بہتر ہے۔

۱۱۔ روزہ توڑنے کی صورتیں

اتفاقی حالات کی بناء پر مندرجہ ذیل صورتوں میں روزہ توڑنا جائز ہے:۔
یکا یک کوئی زبردست دورہ پڑ گیا یا کوئی ایسی بیماری ہوگئی کہ جان پر بن آئی یا خدانخواستہ موٹر وغیرہ سے کوئی حادثہ ہوگیا یا کسی اونچے مقام سے گر پڑنے کی وجہ سے حالت غیر ہوگئی تو ان تمام صورتوں میں روزہ توڑ دینا جائز ہے۔ اگر کوئی اچانک بیمار پڑ گیا اور یہ اندیشہ تو نہیں ہے کہ جان جاتی رہے گی۔ البتہ یہ اندیشہ کہ اگر روزہ نہ توڑا تو بیماری بہت زیادہ بڑھ جائے گی تو اس صورت میں بھی روزہ توڑنے کی اجازت ہے۔
اگر کسی کو ایسی شدت کی بھوک یا پیاس لگی کہ نہ کھانے پینے سے ہلاک ہو جانے کا اندیشہ ہے تب بھی روزہ توڑ دینا درست ہے۔ کسی حاملہ خاتون کو کوئی ایسا حادثہ پیش آگیا کہ اپنی یا بچے کی جان کا ڈر ہے تو اس صورت میں بھی روزہ توڑ دینے کا اختیار ہے۔ کسی کو سانپ وغیرہ نے کاٹ کھایا اور فوراً دوا وغیرہ کا استعمال ضروری ہے تو روزہ توڑ دینا چاہیے۔
کمزوری تو تھی لیکن ہمت کر کے روزہ رکھ لیا دن میں محسوس ہوا کہ اگر روزہ نہ کھولا تو جان پر بن آئے گی یا پھر مرض کا شدید حملہ ہو جائے گا تو اس صورت میں بھی روزہ توڑ دینے کی اجازت ہے۔

۱۲۔ احکام فدیہ

اسلامی شریعت میں ایسے خطرات جن میں روزہ رکھنے کی طاقت نہ ہو۔ ان کو یہ رعایت دی ہے کہ وہ روزہ رکھنے کے بدلے میں فدیہ ادا کریں کیونکہ بڑھاپے میں عموماً انسان کا جسم لاغر اور کمزور ہو جاتا ہے جس کی بناء پر روزہ رکھنا مشکل ہو جاتا ہے اور بعض اوقات بیماری کے باعث بھی جسم میں روزے رکھنے کی ہمت نہیں رہتی تو ان حالات میں ان کے لیے ضروری ہے کہ وہ فدیہ ادا کریں۔ ہر روزے کے بدلے میں فدیہ یہ ہے کہ ایک محتاج کو دو وقت کا کھانا کھلانا ہے۔ فدیے میں غلہ یا اس کی قیمت بھی دی جاسکتی ہے۔ فدیے میں غلے کی مقدار صدقہ فطر کے برابر ہے۔
کسی کے ذمے کچھ قضا کے روزے تھے۔ مرتے وقت اس نے وصیت کی کہ میرے مال میں سے ان کا فدیہ ادا کر دیا جائے۔ اگر ان قضا روزوں کا سارا فدیہ چھوڑے ہوئے

ایک تہائی مال کے بقدر ہے تو فدیہ ادا کرنا واجب ہے، اور اگر فدیہ کی قیمت زیادہ بن رہی ہے اور تہائی مال کی مقدار کم ہے تب تہائی مال سے زائد فدیہ میں ادا کرنا اسی وقت جائز ہے جب وارث برضا ورغبت اس کی اجازت دیں۔ البتہ اس صورت میں بھی نابالغ وارثوں کی اجازت کا کوئی اعتبار نہ ہوگا۔

اگر مرنے والے نے وصیت نہ کی ہو اور وارث بطور خود چھوٹے ہوئے روزوں کا فدیہ ادا کردیں تب بھی درست ہے اور خدا کی ذات سے توقع ہے کہ وہ فدیہ کو قبول فرما لے اور روزوں کا مواخذہ نہ فرمائے۔

مرنے والے کی طرف سے اگر وارث روزے رکھ لیں یا اس کی قضا نماز پڑھ لیں' تو یہ درست نہیں۔

معمولی سی بیماری کی وجہ سے رمضان کا روزہ قضا کرنا اور یہ خیال کرنا کہ پھر قضا رکھ لیں گے یا فدیہ ادا کرکے یہ سمجھنا کہ روزہ کا حق ادا ہو گیا صحیح نہیں۔ رمضان کا روزہ اسی صورت میں چھوڑے جب واقعی روزہ رکھنے کی سکت نہ ہو۔

۱۳۔ مکروہات روزہ

مکروہات وہ ناپسندیدہ افعال ہیں جن سے روزہ تو نہیں ٹوٹتا لیکن روزے کا حسن مجروح ہو جاتا ہے اور روزے کے مقاصد صحیح طرح حاصل نہیں ہوتے۔ روزہ میں مکروہ کاموں کے متعلق چند احادیث اور مسائل مندرجہ ذیل ہیں:۔

حدیث ۱: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس نے روزہ کی حالت میں بھی بری باتوں اور برے کاموں کو نہ چھوڑا تو اللہ تعالیٰ کو اس کے ایسے روزہ کی حاجت نہیں جس میں اس نے صرف کھانا پینا چھوڑا ہے۔ (بخاری شریف)

حدیث ۲: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ روزہ ڈھال اور سپر ہے جب تک اسے پھاڑا نہ جائے' عرض کیا گیا کس چیز سے پھاڑے گا ارشاد فرمایا جھوٹ یا غیبت سے۔ (بیہقی' طبرانی)

حدیث ۳: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم میں سے کسی کا روزہ ہو تو اسے چاہیے کہ فحش باتیں نہ کرے نہ کوئی لغو بات کرے اور نہ شور وغیرہ

کرے اور اگر اسے کوئی گالی گلوچ وغیرہ دے یا جھگڑا کرے تو وہ اسے کہہ دے میں نے روزہ رکھا۔ (اس لیے میں تیری گالی کا جواب نہیں دوں گا)۔ (بخاری و مسلم)

حدیث ٤: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا روزہ صرف کھانے پینے سے باز رہنے کا نام نہیں بلکہ صحیح روزہ یہ ہے کہ لغو اور بیہودہ باتوں سے بھی پرہیز کیا جائے۔ (ابن حبان)

حدیث ٥: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بہت سے روزہ دار ایسے ہیں کہ انہیں روزہ میں پیاس کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوتا اور بہت سے رات کے وقت قیام کرنے والے ایسے ہیں کہ انہیں جاگنے کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ (نسائی' ابن ماجہ)

مسئلہ ١: روزے کا معنی و مقصد ہی یہ ہے کہ تمام برے کاموں' بری باتوں اور نفسانی خواہشات سے پرہیز کیا جائے۔ لہٰذا روزے کی حالت میں جھوٹ بولنا' چغلی کرنا' کسی کی غیبت کرنا' گالی گلوچ دینا' نازیبا و گندی باتیں کرنا' چیخنا' چلانا' فضول باتیں کرنا' کسی کو ناحق تکلیف پہنچانا' لڑائی جھگڑا کرنا' جوا' تاش' شطرنج وغیرہ کوئی ناجائز کھیل کھیلنا' سینما دیکھنا' قصداً غیر محرم عورتوں کو دیکھنا' سخت مکروہ ہے۔ یہ تمام امور روزے کے علاوہ بھی حرام و گناہ ہیں۔ روزے کی حالت میں اور زیادہ حرام اور گناہ کا موجب ہیں۔ ان سے روزے کی نورانیت و ثواب میں کمی پیدا ہو جاتی ہے۔

مسئلہ ٢: روزہ دار کو نہاتے یا وضو کرتے وقت کلی کرنے اور ناک میں پانی چڑھانے میں اس قدر مبالغہ کرنا کہ پانی حلق سے نیچے اترنے یا دماغ میں چڑھ جانے کا اندیشہ ہو۔ مکروہ ہے' روزہ کی حالت میں وضو یا غسل میں غرغرہ کرنا بھی مکروہ ہے۔

مسئلہ ٣: ضرورت اور عذر کے بغیر کسی چیز کا صرف زبان سے ذائقہ چکھنا یا کوئی چیز اس طرح چبانا کہ حلق سے نیچے نہ اترے مکروہ و ناجائز ہے۔ روزہ دار کو بیوی سے بوس و کنار کرنا گلے لگانا اور اس کے بدن کو چھونا بھی مکروہ ہے۔ ایسی حالت میں اگر انزال ہو گیا تو روزہ ٹوٹ جائیگا اور اس روزہ کی قضا واجب ہے۔

١٤۔ روزہ نہ رکھنے کے شرعی عذر

شریعت نے اپنے سارے احکام میں بندوں کی سہولت اور آسانی کا پورا پورا لحاظ

کیا ہے اور کسی معاملے میں بھی ان کو کسی بے جا مشقت اور تنگی میں مبتلا نہیں کیا ہے چنانچہ قرآن حکیم میں روزے کی فرضیت کا اعلان کرتے ہوئے بھی قرآن نے مسافر اور مریض کی معذوری کا لحاظ کیا ہے اور ان کو روزہ نہ رکھنے کی اجازت دی جائے۔

فَمَنْ كَانَ مِنكُمْ مَّرِيضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ ط وَ عَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ ط (البقرہ:۱۸۵)

جو تم سے بیمار ہو یا سفر ہو وہ (ماہ رمضان کے علاوہ) اور دنوں میں روزوں کی تعداد پوری کرے اور جو روزہ رکھنے کی بالکل طاقت نہیں رکھتے وہ فدیہ دیں جو ہر روزہ کے بدلہ ایک مسکین کو کھانا کھلانا ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے مسافر سے آدھی نماز معاف فرما دی ہے اور مسافر' دودھ پلانے والی اور حاملہ عورت سے روزہ معاف فرما دیا ہے (کہ ان کو اس وقت روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہے مگر بعد میں قضا فرض ہے) (ابوداؤد' ترمذی' ابن ماجہ)

سفر' بیماری' حمل' بچے کو دودھ پلانا' بھوک پیاس کی شدت' ضعف اور بڑھاپا' خوف ہلاکت' جہاد' بے ہوشی' جنون اور دیوانگی ایسی معذوریاں ہیں جن میں سے شریعت نے روزہ نہ رکھنے کی اجازت دی ہے ان سے متعلقہ مسائل مندرجہ ذیل ہیں:۔

مسئلہ ۱ : سفر خواہ کسی بھی غرض کے لیے ہو اور چاہے اس میں ہر طرح کی سہولتیں حاصل ہوں یا مشقتیں برداشت کرنی پڑ رہی ہوں۔ ہر حال میں مسافر کو روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہے البتہ جس سفر میں کوئی خاص مشقت نہ ہو تو مستحب یہی ہے کہ روزہ رکھ لے تا کہ رمضان کی فضیلت و برکت حاصل ہو سکے لیکن مشقت و پریشانی کی صورت میں روزہ نہ رکھنا بہتر ہے۔

مسئلہ ۲ : اگر روزے کی نیت کر لینے کے بعد یا روزہ شروع ہو جانے کے بعد کوئی شخص سفر پر روانہ ہو تو اس دن کا روزہ پورا کرنا ضروری ہے۔ ایسے ہی اگر کوئی مسافر نصف النہار سے پہلے پہلے مقیم ہو جائے اور اس وقت تک اس نے روزے کو فاسد کرنے والا کوئی کام نہیں کیا ہے تو اس کے لیے بھی اس دن روزہ رکھنا ضروری ہے۔

مسئلہ ۳ : اگر کوئی مسافر کسی مقام پر کچھ دن قیام کا ارادہ کر لے چاہے پندرہ دن سے کم ہی کا ارادہ کرے تب بھی بہتر یہ ہے کہ وہ روزہ رکھے' ان ایام میں روزہ نہ رکھنا مکروہ ہے اور

اگر پندرہ دن قیام کا ارادہ کرلے تو پھر روزہ نہ رکھنا جائز نہیں۔

مسئلہ ٤: اگر روزہ نہ رکھنے سے کسی بیماری کے پیدا ہو جانے کا اندیشہ ہو یا یہ خیال ہو کہ دوا نہ ملنے کی وجہ سے یا غذا نہ ملنے کی وجہ سے بیماری بڑھ جائے گی۔ یا یہ خیال ہو کہ دیر میں صحت حاصل ہو گی تو ان تمام صورتوں میں' روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہے لیکن یہ واضح رہے کہ ایسا خیال کرنے کا کوئی معقول وجہ ضرور ہونی چاہیے مثلاً کوئی نیک ماہر طبیب ہدایت کرے یا اپنا بار بار کا تجربہ ہو یا گمان غالب ہو۔ محض یونہی وہم وخیال کی بنا پر روزہ ترک کر دینا جائز نہیں۔

مسئلہ ٥: اگر کسی شخص نے محض اپنے وہم وخیال سے کہ شاید روزہ رکھنے سے مرض پیدا ہو جائے یا بڑھ جائے نہ خود اس کا کوئی تجربہ ہے اور نہ اس نے کسی ماہر حکیم اور ڈاکٹر ہی سے مشورہ لیا اور روزہ نہیں رکھا تو وہ گنہگار ہو گا اور اس کو کفارہ بھی دینا پڑے گا۔

مسئلہ ٦: حمل والی کو اگر اپنی جان کا بچہ کا صحیح اندیشہ ہے تو اجازت ہے کہ اس وقت روزہ نہ رکھے۔ اگر روزہ کی نیت کر لینے کے بعد کسی خاتون کو معلوم ہوا کہ وہ حاملہ ہے اور اس کا گمان غالب یہ ہے کہ حمل کی صورت میں روزہ اس کے لیے بہتر نہیں تو اس کے لیے ضروری ہے کہ اس دن کا روزہ پورا کرلے اور بعد کے روزے نہ رکھے۔

مسئلہ ٧: عورت کو جب حیض ونفاس آ گیا تو روزہ جاتا رہا۔ عورت حیض سے پورے دس دن رات میں فارغ ہوئی تو بہر حال کل کا روزہ رکھے اور کم پاک ہوئی تو اگر صبح ہونے کو اتنا وقت ہے کہ نہا کر خفیف سا وقت بچے گا تو بھی روزہ رکھے اگرچہ غسل نہ کیا ہو اور اگر نہا کر فارغ ہونے کے وقت صبح چمکی تو روزہ نہیں۔ حیض ونفاس والی عورت کو اختیار ہے کہ چھپ کر کھائے یا ظاہراً روزہ دار کی طرح رہنا اس پر ضروری نہیں (جوہرہ) مگر چھپ کر کھانا بہتر ہے۔

مسئلہ ٨: دودھ پلانے والی کا اگر یہ خیال غالب ہو کہ روزہ رکھنے سے بچے کو دودھ پلانے میں نقصان ہو گا یعنی دودھ خشک ہو جائے گا اور بچہ بھوک سے تڑپے گا یا خود ہی اپنی جان کا خطرہ ہے تو روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہے۔

مسئلہ ٩: اگر کوئی شخص بھوک پیاس کی شدت سے اس قدر بے تاب ہو جاتا ہو کہ اس کی جان خطرے میں پڑ جاتی ہو یا عقل میں فتور آ جاتا ہو تو روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہے۔

مسئلہ ١٠: ایسا بوڑھا آدمی جس کی عمر ایسی ہو گئی کہ اب روز بروز کمزور ہی ہوتا جائے گا جب وہ روزہ رکھنے سے عاجز ہو یعنی نہ اب رکھ سکتا ہے نہ آئندہ اس میں اتنی طاقت آنے کی

امید ہے کہ روزہ رکھ سکے گا تو اسے روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہے اور ہر روزے کے بدلے میں صدقۂ فطر کی مقدار کسی مسکین کو دے دے (درمختار وغیرہ) بلکہ بہتر یہی ہے کہ بعض اوقات کھانا کھلانا دشوار ہو جاتا ہے۔

مسئلہ ۱۱: اگر کسی پر بے ہوشی طاری ہو جائے اور کئی دن تک یہی صورت رہے تو اس صورت میں جو روزے رکھے جائیں گے ان کی قضا واجب ہوگی البتہ جس شب میں بے ہوشی طاری ہوئی ہے اگر اس دن بے ہوش ہونے والے سے کوئی ایسا فعل سرزد نہیں ہوا ہے جو روزے کو فاسد کرنے والا ہو اور یہ بھی معلوم نہ ہو کہ بے ہوش ہونے والے نے روزے کی نیت کی تھی یا نہیں تو اس دن کا اس کا روزہ سمجھا جائے گا اور اس دن کی قضا لازم نہ آئے گی البتہ بقیہ سارے دنوں کی قضا واجب ہوگی۔

مسئلہ ۱۲: اگر محنت مشقت کی وجہ سے جان ہلاک ہونے کا اندیشہ ہو یا کوئی ظالم مجبور کر رہا ہو کہ اگر تو نے روزہ رکھا تو جان سے مار ڈالوں گا یا شدید مار لگاؤں گا یا کوئی عضو کاٹ ڈالوں گا تو ایسے شخص کیلئے بھی اجازت ہے کہ روزہ نہ رکھے۔

مسئلہ ۱۳: دشمنان دین سے جہاد کی نیت ہو اور یہ خیال ہو کہ روزہ رکھنے سے کمزوری آجائے گی تو اس صورت میں بھی روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہے۔

۱۵۔ اعتکاف

اعتکاف کے لغوی معنی ایک جگہ پر اپنے آپ کو پابند رکھنے' روکے رکھنے یا ٹھہرے رہنے کے ہیں۔ قرآن پاک میں یہی لفظ اسی معنوں میں استعمال ہوا ہے لیکن شرعی اصطلاح میں اس سے مراد ایک ایسی عبادت ہے جس میں مسلمان مقررہ مدت کے لیے دنیا سے الگ ہو کر یاد الٰہی کے لیے مسجد میں بیٹھ جاتا ہے اور یہ عبادت عموماً رمضان المبارک کے آخری عشرے میں کی جاتی ہے۔ اگرچہ ایسی عبادت کے لیے ہر وقت خود کو مسجد میں پابند کیا جا سکتا ہے لیکن عموماً رمضان کے آخری عشرے میں کسی مسجد میں گوشہ نشین ہونے کو اعتکاف کہا جاتا ہے۔

حدیث ۱: ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ ہمیشہ رمضان المبارک کے آخری عشرے کا اعتکاف کیا کرتے تھے۔ حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو بلا لیا۔ پھر آپ ﷺ کے بعد آپ ﷺ کی ازواج مطہرات گھروں میں

اعتکاف کیا کرتی تھیں۔ (مسلم شریف)

حدیث ۲: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور ﷺ ہر سال دس دن اعتکاف فرمایا کرتے تھے اور جس سال آپ ﷺ کا وصال ہوا اس سال آپ ﷺ نے بیس دن اعتکاف فرمایا۔ (بخاری)

حدیث ۳: حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ رمضان شریف کے آخری دس دنوں میں اعتکاف کرنے والا ایسا ہے جیسے اس نے دو حج اور دو عمرے ادا کیے۔ (بیہقی)

حدیث ٤: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے اعتکاف والے کے متعلق ارشاد فرمایا۔ وہ گناہوں سے محفوظ رہتا ہے اور اسے اس قدر نیکیوں کا ثواب ملتا ہے گویا اس نے تمام نیکیاں کی ہیں۔ (ابن ماجہ)

حدیث ٥: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا' کہ اعتکاف والے پر سنت سے یہ بات لازم ہے کہ وہ نہ تو بیمار کی عیادت کو جائے نہ جنازہ پڑھنے نکلے' نہ عورت کو ہاتھ لگائے اور نہ اس سے مباشرت کرے اور وہ ضروری حاجت کے سوا باہر نہیں جاسکتا۔ اعتکاف بغیر روزہ کے نہیں ہوتا اور اسی مسجد میں اعتکاف ہوتا ہے جس میں (پنجگانہ نماز کی) جماعت ہوتی ہو۔ (ابوداؤد)

حدیث ٦: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اعتکاف میں ہوتے تو اپنا سر میرے قریب کر دیتے میں بالوں میں کنگھی کرتی اور آپ انسانی حاجت کے علاوہ گھر میں تشریف نہ لاتے۔ (بخاری)

حدیث ۷: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ جناب عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ میں نے ایام جاہلیت میں یہ نذر مانی تھی کہ میں ایک رات مسجد حرام میں اعتکاف کروں گا تو نبی علیہ السلام نے فرمایا اپنی نذر پوری کرو۔ (مسلم شریف)

حدیث ۸: جس نے اللہ تعالیٰ کے لیے ایک دن کا بھی اعتکاف کیا (یعنی نفلی اعتکاف) اللہ تعالیٰ اس کو دوزخ سے تین خندقوں کی مقدار دور کر دے گا۔ (طبرانی' بیہقی)

اعتکاف کے متعلق شرعی مسائل حسب ذیل ہیں:۔

مسئلہ ۱: اعتکاف کے لیے چند چیزوں کا ہونا ضروری ہے جنہیں ارکان اعتکاف کہا جاتا

ہے اگر یہ چیزیں نہ ہوں تو اعتکاف نہ ہوگا۔ لہٰذا اعتکاف کے ارکان چار ہیں:۔

اعتکاف کا پہلا رکن نیت ہے مگر بعض آئمہ نے اسے رکن قرار نہیں دیا بلکہ شرط قرار دیا ہے۔ نیت کو رکن یا شرط تسلیم کیا جائے بہر کیف یہ اعتکاف کیلئے ضروری ہے۔

اعتکاف کا دوسرا رکن معتکف کا ہونا ضروری ہے کیونکہ جب تک اعتکاف کرنے والا نہیں ہوگا تو اعتکاف نہیں ہوگا۔

اعتکاف کا تیسرا رکن مسجد کا ہونا ہے کیونکہ مسجد کے بغیر کسی جگہ پر ویسے ہی بیٹھ جانا اعتکاف نہیں کہلاتا۔

اعتکاف کو چوتھا رکن معتکف کا مسجد میں رہنا ہے۔ اگر معتکف دوران اعتکاف مسجد میں نہیں رہتا تو وہ اعتکاف نہیں ہوگا۔

مسئلہ ۲: اعتکاف کرنے والے کا مسلمان ہونا ضروری ہے کیونکہ اعتکاف صرف مسلمانوں کی عبادت ہے۔ معتکف کا عاقل ہونا لہٰذا جس کے ہوش و حواس قائم نہ ہوں اس کا اعتکاف نہیں۔ لہٰذا دیوانے کا اعتکاف نہیں ہوتا البتہ اگر کوئی اللہ کا دیوانہ ہو تو اس کا معاملہ الگ ہے۔ واجب اور سنت اعتکاف کے لیے روزہ رکھنا ضروری ہے۔ عورت کے اعتکاف کے لیے اس کا حیض سے پاک ہونا ضروری ہے۔ عورتوں کا اعتکاف گھر میں ہوگا، مسجد میں نہیں، نابالغ جو اچھے برے کی تمیز کر سکتا ہو اعتکاف کر سکتا ہے۔

مسئلہ ۳: اسلامی عبادات کی جس طرح مختلف قسمیں ہوتی ہیں یعنی فرض، واجب سنت اور نفل، اسی طرح اعتکاف کی بھی قسمیں ہیں۔ اعتکاف اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرض نہیں ہے لیکن صوفیاء اور اہل تقویٰ نے سالکان طریقت کے لیے اسے اکسیر قرار دیا ہے۔ اسلامی فقہ کی رو سے اعتکاف کی تین قسمیں ہیں۔ واجب، سنت اور نفل۔

مسئلہ ٤: سنت اعتکاف وہ ہے جو نبی اکرم ﷺ کی اتباع میں رمضان المبارک میں کیا جاتا ہے چونکہ نبی اکرم ﷺ نے بذات خود یہ اعتکاف رمضان المبارک فرض ہونے سے آخری دم تک کیا ہے۔ یہ اعتکاف رمضان المبارک کے پہلے، دوسرے تیسرے عشرے میں کیا جا سکتا ہے لیکن نبی اکرم ﷺ نے رمضان المبارک کے تیسرے عشرے میں اعتکاف کیا ہے اس لیے آخری عشرہ قابل ترجیح ہے۔ یہ اعتکاف بیسویں رمضان کے غروب آفتاب سے قبل شروع ہوتا ہے اور آخری روزے کے افطار تک رہتا ہے چونکہ اس اعتکاف

کا آغاز اکیسویں شب سے ہوتا ہے اور آخری رات غروب آفتاب سے ہوتی ہے اس لیے معتکف کو چاہیے کہ بیسویں روزے کو مغرب سے اتنا پہلے مسجد میں پہنچ جائے کہ غروب آفتاب مسجد میں ہو۔ یہ اعتکاف سنت موکدہ علی الکفایہ ہے یعنی ایک بستی یا محلے میں سے چند افراد یا کوئی ایک شخص اعتکاف کرے تو تمام اہل محلہ کی طرف سے سنت ادا ہو جائے گی۔ اگر کوئی شخص بھی اپنے علاقے سے اعتکاف ادا نہ کرے تو سارے محلے والوں پر ترک سنت کا گناہ ہوگا مگر یہ بات یاد رہے کہ مسجد میں اگر کسی اور علاقے کا آدمی بھی آکر اعتکاف کرے تو پھر بھی یہ سنت اہل علاقہ کی طرف سے ادا ہو جائے گی۔

مسئلہ ۵: اعتکاف کی لازمی شرائط میں سے ایک شرط یہ ہے کہ اعتکاف مسجد میں کیا جائے پھر مسجد وہ ہونی چاہیے جہاں پر پنجگانہ نماز باجماعت ہوتی ہو اگر جامع مسجد ہو تو زیادہ بہتر ہے لیکن جس مسجد میں پانچوں وقت کی جماعت نہ ہوتی ہو وہاں اعتکاف درست نہیں۔

دوران اعتکاف معتکف کا مسجد کی حدود میں رہنا ضروری ہے لہٰذا جس مسجد میں اعتکاف کیا جائے اگر اس کی حدود کا علم ہو تو بہت بہتر ہے اگر علم نہ ہو تو کسی سے مسجد کی حدود معلوم کر لینی چاہیے کیونکہ اعتکاف میں ضروری ہے کہ مسجد کی حدود ہی میں رہا جائے۔

مسئلہ ٦: معتکف حضرات ان امور کے لیے مسجد سے نکل سکتے ہیں جن کی شریعت نے اجازت دی ہے ان کے علاوہ کسی اور کام کے لیے نہیں نکل سکتا۔ وہ امور رفع حاجت، وضو، غسل اور بحالت مجبوری کھانا لانا ہیں۔ اس کے علاوہ اگر مسجد جامع نہیں تو نماز جمعہ کے لیے بھی مسجد سے باہر جایا جا سکتا ہے وہ امور جن کے لیے مسجد سے باہر جانا جائز نہیں اور وہ امور جن کے لیے مسجد سے باہر جانا درست ہے۔ رسول اکرم ﷺ کی اس روایت سے اخذ کیے گئے ہیں جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے وہ فرماتی ہیں کہ اعتکاف کرنے والے کے لیے اعتکاف کے معاملے میں سنت یہ ہے کہ وہ نہ مریض کی عیادت کے لیے جائے اور نہ جنازے میں جائے نہ عورت کو ہاتھ لگائے اور نہ اس کے جسم کے ساتھ جسم مس کرے نہ کسی حاجت کے لیے مسجد سے نکلے بجز اس حاجت کے کہ جس کے لیے مسجد سے نکلنے کے سوا چارہ نہ ہو مسجد اور دروازے کے بغیر کوئی اعتکاف نہیں ہے۔ (ابوداؤد)

مسئلہ ۷: مسجد سے باہر جانے کا ایک جواز رفع حاجت ہے اگر مسجد کے ساتھ کوئی رفع حاجت کی جگہ ہو تو وہاں تک جا سکتا ہے بعض مساجد کے باہر لیٹرینیں وغیرہ بنی ہوتی ہیں تا

معتکف کو وہاں تک جانے کی اجازت ہے اگر مسجد کے ساتھ کوئی رفع حاجت کا انتظام نہیں تو مسجد کے قریب رفع حاجت کے لیے اپنے گھر میں بھی جاسکتا ہے۔ اگر مسجد کے ساتھ والی رفع حاجت کی جگہ اتنی گندی اور پلید ہو کہ جہاں کپڑوں کے صاف رہنے کا احتمال نہ رہ سکتا ہو تو اس صورت میں بھی مسجد کے باہر اور جگہ پر رفع حاجت کے لیے جاسکتا ہے جہاں طہارت کرنے میں جسم اور کپڑے پاکیزہ رہتے ہوں۔

مسئلہ ۸: اعتکاف میں شوقیہ غسل کی اجازت نہیں یعنی جب انسان کا دل چاہتا ہے نہالیتا ہے اس طرح اعتکاف میں جائز نہیں۔ خصوصاً گرمیوں میں لوگ دن میں دو تین مرتبہ گرمی کی شدت کو دور کرنے کے اکثر نہاتے ہیں۔ اعتکاف میں اس طرح کا عام غسل جائز نہیں۔

معتکف کو احتلام کی صورت میں غسل کرنا ضروری ہے اور غسل کے لیے مسجد سے باہر جانا جائز ہے مگر یاد رہے کہ احتلام ہونے سے اعتکاف میں کوئی فرق نہیں آتا اس صورت میں معتکف کو چاہیے کہ پہلے وضو یا تیمم کرے۔ اس کے بعد غسل کا انتظام کرے۔ تیمم کے لیے مسجد کی دیوار یا صحن استعمال کیا جاسکتا ہے۔

مسئلہ ۹: بہتر یہ ہے کہ اعتکاف جامع مسجد میں کیا جائے جہاں نماز جمعہ ہوتی ہو تا کہ نماز جمعہ کے لیے باہر نہ جانا پڑے اس کے برعکس اگر معتکف ایسی مسجد میں اعتکاف بیٹھا ہو جہاں نماز جمع نہ ہوتی ہو تو قریبی جامع مسجد میں جا کر نماز پڑھنے کی اجازت ہے لیکن بہت زیادہ پہلے جانے کی اجازت نہیں۔ صرف جمعہ کی اذان اور خطبہ سنے صرف اتنا پہلے جائے کہ چھ یا چار رکعت ادا کر سکے۔

نماز جمعہ کے فرض پڑھنے کے بعد معتکف سنتیں وہاں پڑھ سکتا ہے مگر ضرورت سے زیادہ ٹھہرنا اچھا نہیں۔ اس کے باوجو اگر کوئی معتکف ٹھہر جائے تو پھر بھی اعتکاف فاسد نہ ہوگا کیونکہ وہ مسجد میں ٹھہرا ہے۔

مسئلہ ۱۰: ہر معتکف کے لیے ضروری ہے کہ اس نے جس مسجد میں اعتکاف شروع کیا ہے اسی میں پورا کرے لیکن اگر کوئی ایسی شدید مجبوری پیش آجائے کہ وہاں اعتکاف پورا کرنا ممکن نہ رہے مثلاً وہ مسجد منہدم ہو جائے یا کوئی شخص زبردستی وہاں سے نکال دے یا وہاں رہنے میں جان و مال کا کوئی قوی خطرہ ہو تو دوسری مسجد میں منتقل ہو کر اعتکاف پورا کرنا جائز ہے اور اس غرض کے لیے نکلنے سے اعتکاف نہیں ٹوٹے گا۔ بشرطیکہ وہاں سے نکلنے کے

بعد راستے میں کہیں نہ ٹھہرے بلکہ سیدھا دوسری مسجد میں چلا جائے۔ (فتح القدیر)

مسئلہ ۱۱: اگر کسی وجہ سے اعتکاف مسنون ٹوٹا ہو، اس کا حکم یہ ہے کہ جس دن میں اعتکاف ٹوٹا ہے صرف اس دن کی قضا واجب ہوگی۔ پورے دس دن کی قضا واجب نہیں۔ (شامی) اور اس ایک دن کی قضا کا طریقہ یہ ہے کہ اگر اسی رمضان میں وقت باقی ہو تو اسی رمضان میں کسی دن غروب آفتاب سے اگلے دن غروب آفتاب تک قضا کی نیت سے اعتکاف کر لیں اور اگر اس رمضان میں وقت باقی نہ ہو یا کسی وجہ سے اس میں اعتکاف ممکن نہ ہو تو رمضان کے علاوہ کسی بھی دن روزہ رکھ کر ایک دن کے لیے اعتکاف کیا جا سکتا ہے اور اگلے رمضان میں قضا کرے تو بھی قضا صحیح ہو جائے گی لیکن زندگی کا کچھ بھروسہ نہیں اس لیے جلد از جلد قضا کرنی چاہیے۔

مسئلہ ۱۲: اعتکاف کی تیسری قسم نفلی اعتکاف ہے اس قسم کے اعتکاف کے لیے کوئی مدت مقرر نہیں اور نہ ہی کوئی خاص وقت معین ہے اسی لیے کہا جاتا ہے کہ نفلی اعتکاف تھوڑے سے وقت کے لیے بھی ہو سکتا ہے۔ یہ صاحبین کی رائے ہے لیکن امام ابو حنیفہ کے نزدیک اعتکاف ایک دن سے کم نہیں۔ نفلی اعتکاف کے لیے نیت کرنا ضروری ہے۔ نیت کے الفاظ یوں ہیں کہ پہلے بسم اللہ شریف پڑھیں پھر یہ کہیں نَوَیْتُ سُنَّتَ الْاِعْتِکَافِ یعنی میں نے سنت اعتکاف کی نیت کی۔ یہ نیت خواہ عربی میں کر لیں یا اپنی زبان سے کر لیں' نیت ہو جائے گی۔

نفلی اعتکاف کا طریقہ یہ ہے کہ مسجد میں داخل ہوں تو دایاں پاؤں مسجد کے اندر رکھتے ہی اعتکاف کی نیت کر لیں۔ اس کے بعد مسجد میں نماز پڑھیں' تلاوت کریں یا جس طرح بھی مصروف عبادت رہیں گے اعتکاف میں رہیں گے۔ اسی طرح دوہرا فائدہ ہوتا ہے ایک طرف تو اصل عبادت ذکر و فکر مذہبی درس و تدریس اور وعظ سننے کا ثواب ملتا ہے اور اس کے ساتھ ہی اعتکاف کا ثواب بھی ملتا ہے۔ اعتکاف کی نیت کرنے سے مسجد میں کھانا پینا اور سونا جائز ہو جاتا ہے۔

مسئلہ ۱۳: خواتین کا اعتکاف اپنے گھروں میں ہے۔ گھر میں عموماً جس جگہ نماز ادا کی جاتی ہے وہاں خواتین اعتکاف کریں۔ اگر کوئی مقررہ جگہ نہیں ہے تو گھر میں کسی ایک جگہ کو مقرر کر کے وہاں اعتکاف کریں۔ مسجد میں عورت کے لیے اعتکاف کرنا جائز نہیں۔ خواتین کے لیے بھی یہی حکم ہے کہ وہ بیسویں روزے کی شام کو جائے اعتکاف پر معتکف ہو جائیں اور

آخری روزہ مکمل کر کے جائے' اعتکاف سے نکل آئیں بلکہ معتکف خاتون کو اعتکاف میں بیٹھ کر گھر کا کام کاج کرنے کی اجازت نہیں۔ اعتکاف کرنے کے لیے خاتون کو اپنے خاوند سے اجازت لینا ضروری ہے کیونکہ مرد کے حقوق عورت پر مقدم ہیں۔ اعتکاف کے دوران عورت کو حیض یا نفاس شروع ہو جائے تو اعتکاف ختم ہو جائے گا لہٰذا جب عورت پاک ہو جائے تو جتنے دن واجب اعتکاف سے رہ گئے ہوں وہ بعد میں پورے کر لے اگر اعتکاف سنت تھا تو اس میں قضا پوری کرنا لازم نہیں اگر قضا پوری کر لی جائے تو بھی بہتر ہے۔ اگر نہ کر سکے تو گناہ بھی نہیں اور نفل اعتکاف کی کوئی قضا نہ ہوگی۔

۱۶۔ شب قدر

شب قدر ایک خیر و برکت والی ایک عظیم الشان رات ہے جو لیلۃ القدر کے نام سے مشہور ہے اسے لیلۃ القدر کہنے کی وجہ یہ ہے کہ قدر کے معنی بزرگی کے ہیں اور اس رات کو دیگر راتوں پر بزرگی اور برتری حاصل ہے۔ اس لیے اسے لیلۃ القدر کہا جاتا ہے۔ اسی قدر اور عظمت کی بناء پر یہ رات سارے رمضان المبارک میں زیادہ فضیلت والی ہے کیونکہ یہ رات مرجع برکات اور پیغام حسنات ہے یہی وہ افضل رات ہے جس کی بدولت اللہ تعالیٰ ہر گنہگار کے گناہ مٹا کر اسے پاکیزہ کر دیتا ہے۔ یہی وہ مقدس رات ہے جس کی شان میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةِ الْقَدْرِ ۝ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا لَیْلَةُ الْقَدْرِ ۝ لَیْلَةُ الْقَدْرِ خَیْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ ۝ تَنَزَّلُ الْمَلٰٓىِٕكَةُ وَالرُّوْحُ فِیْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ مِنْ كُلِّ اَمْرٍ سَلٰمٌ هِیَ حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ ۝

بے شک ہم نے اسے شب قدر میں اتارا۔ تمہیں کیا معلوم شب قدر کیا ہے۔ شب ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ اس میں فرشتے اور جبرائیل علیہ السلام رب کے حکم سے ہر کام کے لیے نازل ہوتے ہیں اس رات میں طلوع فجر تک سلامتی ہے۔ (سورہ القدر)

ا۔ احادیث شب قدر

شب قدر کے بارے میں نبی اکرم ﷺ کے ارشادات عالیہ مندرجہ ذیل ہیں:۔

حدیث ۱: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا جو آدمی

حالت ایمان میں طلب ثواب کے لیے شب قدر میں قیام کرتا ہے اس کے سابقہ گناہ معاف کردیے جاتے ہیں۔ (بخاری شریف)

حدیث ۲: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ کے چند صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو خواب میں آخری سات راتوں میں لیلۃ القدر دکھائی گئی۔ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا۔ میں دیکھتا ہوں کہ تمہارا خواب آخری سات راتوں کے مطابق ہوگیا ہے۔ پس جو شخص لیلۃ القدر کو تلاش کرنا چاہتا ہے وہ آخری سات راتوں میں تلاش کرے۔ (مسلم شریف)

حدیث ۳: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی اکرم ﷺ رمضان کی آخری دس راتو ں میں اعتکاف فرماتے اور ارشاد فرماتے کہ رمضان کی آخری دس راتوں میں لیلۃ القدر کو تلاش کرو۔ (بخاری شریف)

حدیث ۴: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا لیلۃ القدر کو رمضان شریف کی آخری دس راتوں میں سے طاق راتوں میں تلاش کرو۔ (بخاری شریف)

حدیث ۵: حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ اس لیے باہر تشریف لائے تاکہ ہمیں شب قدر کی اطلاع فرمادیں مگر دو مسلمانوں میں جھگڑا ہو رہا تھا جس کی وجہ سے اس کی تعیین اٹھالی گئی کیا بعید ہے کہ یہ اٹھالینا اللہ کے علم میں بہتر ہو لہٰذا اب اس رات کو نویں اور ساتویں اور پانچویں رات میں تلاش کرو۔ (بخاری شریف)

حدیث ٦: حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے شب قدر کے بارے میں دریافت کیا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ رمضان کے اخیر عشرہ کی طاق راتوں میں ہے۔ ۲۱، ۲۳، ۲۵، ۲۷، ۲۹ یا رمضان کی آخری رات میں جو شخص ایمان کے ساتھ ثواب کی نیت سے اس رات میں عبادت کرے اس کے پچھلے سب گناہ معاف ہوجاتے ہیں۔ اس رات کی منجملہ اور علامتوں کے یہ ہے کہ وہ رات کھلی ہوئی چمکدار ہوتی ہے۔ صاف شفاف، نہ زیادہ گرم نہ زیادہ ٹھنڈی بلکہ معتدل گویا کہ اس میں (انوار کی کثرت کی وجہ سے) چاند کھلا ہوتا ہے۔ اس رات میں صبح تک آسمان کے ستارے شیاطین کو نہیں مارے جاتے نیز اس کی علامتوں میں سے یہ بھی ہے کہ اس کے بعد کی صبح کو آفتاب بغیر شعاع کے طلوع ہوتا ہے۔ ایسا بالکل ہموار ٹکیہ کی طرح ہوتا ہے جیسا کہ چودھویں رات کا چاند' اللہ جل شانہ نے اس دن کے آفتاب کے طلوع کے وقت شیطان کو اس کے ساتھ نکلنے سے روک دیا (بخلاف اور دنوں کے کہ

طلوع آفتاب کے وقت شیطان کا اس جگہ ظہور ہوتا ہے۔) (بیہقی شعب الایمان)

حدیث ۷: حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ رمضان المبارک کا مہینہ آیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارے اوپر ایک مہینہ آیا ہے جس میں ایک رات ہے جو ہزار مہینوں سے افضل ہے جو شخص اس رات سے محروم رہ گیا گویا ساری خیر سے محروم رہ گیا اور اس کی بھلائی سے محروم نہیں رہتا مگر وہ شخص جو حقیقۃً محروم ہی ہے۔ (ابن ماجہ)

۲۔ شب قدر کون سی رات ہے؟

شب قدر کی تعین میں علماء کرام میں اختلاف پایا جاتا ہے' بعض علماء کرام اس رات کو سال کے دائرے میں شمار کرتے ہیں کہ کبھی وہ رمضان میں آتی ہے اور کبھی غیر رمضان میں آتی ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ رمضان شریف میں آتی ہے اور خاص طور پر اسی کے ساتھ ہے۔ یہاں پر بھی بعض علماء الجھن کا شکار ہیں کہ اگر شب قدر رمضان شریف کے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں پوشیدہ ہے۔ ۲۱' ۲۳' ۲۵' ۲۷ اور ۲۹ کی ان تاریخوں میں سے کسی ایک میں بھی شب قدر ہو سکتی ہے اور کسی سال ۲۱ کو آتی ہے تو کسی سال ۲۳ اور کسی سال ۲۵ کو آتی ہے۔ ۲۱ سے لے کر ۲۹ تک کی طاق راتوں میں پھرتی رہتی ہے۔

۳۔ ستائیسویں رات بحیثیت شب قدر

ائمہ مجتہدین کے ایک گروہ نے اپنے خیال کے مطابق رمضان المبارک کی ستائیسویں شب کو لیلۃ القدر قرار دیا اور ان کے خیال کے مطابق ہر سال ستائیسویں رات ہی شب قدر ہوتی ہے۔ حضرت ابی کعب رضی اللہ عنہ ستائیسویں شب کو یقیناً شب قدر کہتے ہیں۔ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ بھی اسی کے قائل تھے۔ اکثر مفسرین اور علماء کرام بھی اس پر اتفاق رائے کرتے ہیں کہ شب قدر ستائیسویں رات ہی ہوتی ہے۔ حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ بھی اسی کے حامی تھے۔

۴۔ شب قدر کی علامات

شب قدر صاف شفاف چمکدار اور کھلی ہوتی ہے اس رات میں نہ زیادہ گرمی ہوتی ہے اور نہ زیادہ ٹھنڈک۔ بلکہ یہ رات موسم بہار کی راتوں کی مانند ہوتی ہے۔ معتدل اور خوشگوار فضا ہوتی ہے۔ اس رات میں شہاب ثاقب نہیں ٹوٹتے۔ رات کے پچھلے پہر تو بے حد کیف و

سرور ہوتا ہے۔ آسمانوں کی طرف دیکھنے سے نور زمین کی طرف آتا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ نیز یہ بھی علامت ہے کہ شب قدر کے بعد والی صبح کو سورج میں تیزی نہیں ہوتی۔

اس رات کو رحمت خداوندی کا دنیا والوں پر اتنا نزول ہوتا ہے کہ بیان سے باہر ہے اور ایسی رات میں اہل ایمان کا دل عبادت کرنے کو خواہ مخواہ کرتا ہے۔ ان کی طبیعت قدرتی طور پر عبادات کی طرف کچھ زیادہ ہی راغب ہوتی ہے۔

بعض بزرگوں نے رمضان کی ۲۷ شب میں سمندر کا پانی چکھا تو میٹھا معلوم ہوا۔ بعض بزرگوں نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ شب قدر میں ہر چیز سجدہ ریز ہو جاتی ہے۔ یہاں تک کہ درخت بھی اس رات میں سجدہ ریز ہوتے ہیں اور زمین پر گر پڑتے ہیں پھر اپنی جگہ پر آ جاتے ہیں مگر عام لوگوں کی نسبت اہل نظر کو شب قدر کا زیادہ مشاہدہ ہوتا ہے۔ دراصل اس رات کا مزہ اور سرور الفاظ میں کیسے بیان کیا جا سکتا ہے کیونکہ جو بات انسان کے ذاتی تجربے اور مشاہدے میں آتی ہے وہ اوراق میں کیسے پیدا کی جا سکتی ہے۔

اس رات کو عشاء اور فجر کی نماز با جماعت ادا کرنی چاہیے کیونکہ نماز جماعت کے ساتھ ادا کرنے کا ثواب شب بیداری سے زیادہ ہے۔ اس لیے پہلے نماز بعد میں شب بیداری۔

عارفان اور اولیاء کرام کو اللہ کی رحمت سے یہ رات معلوم ہو جاتی ہے کیونکہ اس رات کو وہ اپنی باطنی نگاہ سے عرش معلی سے ایک قسم کا نور ظہور دیکھتے ہیں جو آسمانوں اور دنیا والوں پر ظاہر ہوتا ہے جو عام راتوں میں نہیں ہوتا۔ صرف شب قدر کی رات کو نازل ہوتا ہے۔ اللہ کی اس رحمت کے ظہور سے انہیں شب قدر کا علم ہو جاتا ہے۔ اس کے علاوہ شب قدر میں زمین پر ملائکہ کا نزول ہوتا ہے اور انہیں اپنی باطنی نگاہ سے جب ملائکہ نظر آتے ہیں تو اس سے بھی شب قدر علم ہو جاتا ہے۔ باقی جنہیں اللہ تعالیٰ شب قدر کے بارے میں بتانا چاہے بتا دیتا ہے۔ اصل بات تو یہ ہے کہ جو اللہ کا بن گیا اللہ اس کا بن جاتا ہے اور ان کی ہر رات مثل شب قدر ہو جاتی ہے۔

جن لوگوں نے شب قدر دیکھی ہے ان کا کہنا ہے کہ ایک خاص قسم کی روشنی ظاہر ہوتی ہے لیکن اس کا ظہور صرف ان لوگوں پر واضح ہوتا ہے جن پر اللہ ظاہر کرنا چاہے ورنہ ساتھ ساتھ بیٹھے ہوئے دو انسانوں میں سے ایک اس رات جلوہ پا جاتا ہے اور دوسرا محروم رہ جاتا ہے اور وہ جلوہ دیکھ نہیں پاتا۔

۵۔شب قدر کی عبادت

شب قدر میں عشاء کی نماز اور تراویح پڑھنے کے بعد نوافل پڑھنے چاہئیں اور نوافل اتنے پڑھے کہ جتنے آسانی سے پڑھے جاسکیں۔ جب تھک جائے تو پھر بیٹھ کر نوافل کی کثرت کرے۔

ا۔ چار رکعت نوافل اس طرح پڑھے کہ ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ اور سورۂ تکاثر ایک دفعہ اور سورۂ اخلاص تین مرتبہ پڑھے۔ اس کے دو فائدے ہوں گے۔ اول بوقت مرگ سکرات میں آسانی ہوگی۔ دوسرے عذاب قبر سے محفوظ و مامون رہے گا۔ (نزہتہ المجالس ج ا)

۲۔ دو رکعت نماز نفل ادا کرے اس ترکیب سے کہ ہر دو رکعت میں سورۂ فاتحہ ایک بار اور سورۂ اخلاص سات بار پڑھے۔ دوسری رکعت کے بعد تشہد پڑھے اور سلام پھیرنے کے بعد اپنی جگہ پر بیٹھ کر سات مرتبہ استغفر اللہ کا ورد کرے۔ ابھی جگہ چھوڑنے بھی نہ پائے گا کہ اللہ کی رحمت اس پر اور اس کے والدین پر جلوہ فگن ہو جائے گی۔

چار رکعت نفل نماز اس طرح پڑھی جائے کہ ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد ایک بار سورت القدر اور سورت اخلاص ستائیس بار پڑھی جائے۔ دوسری نماز یہ ہے کہ چار رکعت نفل اس طرح ادا کیے جائیں کہ ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورت القدر تین بار اور سورت اخلاص پچاس مرتبہ پڑھی جائے۔ پھر سلام کے بعد سجدہ میں جا کر یہ پڑھے سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ اس کے بعد جو دعا مانگی جائے انشاءاللہ قبول ہوگی۔

۶۔لیلۃ القدر کا خاص وظیفہ

ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا یارسول اللہ! اگر مجھے یہ معلوم ہو جائے کہ لیلۃ القدر فلاں رات ہے تو میں اس رات کیا کروں؟ تو آپ نے فرمایا یہ دعا پڑھو۔

اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّیْ (ترمذی)

الٰہی تو گناہوں کو معاف فرمانے والا ہے درگزر کرنے کو پسند فرماتا ہے۔ میری خطاؤں سے بھی درگزر فرما۔

نوافل سے فارغ ہونے کے بعد تلاوت قرآن پاک کرے۔ خوش الحانی سے تلاوت کرنا زیادہ بہتر ہے۔

نوافل اور تلاوت کے بعد ذکر الٰہی میں مشغول ہو جانا چاہیے اللہ کے ناموں میں سے کسی نام کا وظیفہ پڑھنا چاہیے۔ عام حضرات کے لیے استغفار پڑھنا نہایت ہی اکسیر ہے پھر کچھ وقت کے لیے کلمہ پاک کا ورد بھی کرنا چاہیے اس کے بعد اسم اعظم کا مراقبہ کرنا چاہیے۔ جب اعمال کرتے ہوئے رات کا پچھلا پہر ہو جائے تو اس وقت تہجد کے نوافل ادا کرنے چاہئیں اور اس کے بعد درود پاک کے ورد میں صبح تک مشغول رہنا چاہیے اور آخر میں دعا مانگنی چاہیے۔

۱۷۔ نفلی روزوں کی فضیلت

فرض اور واجب روزوں کے علاوہ جو روزہ رضائے الٰہی کی خاطر رکھا جائے گا' اسے نفلی روزہ کہا جاتا ہے کیونکہ حضور ﷺ رمضان المبارک کے روزوں کے علاوہ سال بھر میں مختلف ایام میں کچھ روزے رکھا کرتے تھے جنہیں نفلی روزے شمار کیا جاتا ہے۔ نفلی روزے سال بھر میں جس وقت چاہے رکھ سکتے ہے۔ اس کے علاوہ کچھ روزے ایسے بھی ہیں جو کسی خاص دن یا مہینے کی مناسبت سے بھی رکھے جاتے ہیں۔ جیسے ایام عاشورہ کے روزے' شوال کے روزے' بہر حال ان نفل روزوں میں بعض روزے مسنون اور بعض مستحب ہیں۔

حدیث ۱: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا اگر کسی نے ایک دن نفل روزہ رکھا اور زمین بھر اسے سونا دیا جائے تو پھر بھی اس کا ثواب پورا نہ ہوگا اس کا ثواب تو قیامت کے دن ہی ملے گا۔ (طبرانی' ابو یعلی)

حدیث ۲: حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے کسی عمل کا حکم فرمائیں' ارشاد فرمایا روزہ کو لازم کر لو اس کے برابر کوئی عمل نہیں۔ (نسائی)

حدیث ۳: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ہر چیز کی زکوٰۃ ہے اور بدن کی زکوٰۃ روزہ ہے' روزہ تو نصف صبر ہے۔ (ابن ماجہ)

حدیث ٤: حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جو بندہ اللہ کی رضا کے لیے ایک دن کا روزہ رکھے۔ اللہ تعالیٰ اس کے منہ کو دوزخ سے ستر سال کے فاصلے پر دور کر دے گا۔ (مسلم شریف) دوسری حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے اور دوزخ کے درمیان اتنی بڑی خندق کر دے گا جتنا آسمان و زمین کے درمیان فاصلہ ہے۔ تیسری حدیث

میں ہے کہ دوزخ اس سے سو برس کی راہ دور کردی جائے گی۔ (مسلم' ترمذی' طبرانی)
مختلف ایام کے نفلی روزوں کی تفصیل حسب ذیل ہے:۔

ا۔ عاشورۂ محرم کے روزے

دسویں محرم کا روزہ رکھنا بہت افضل ہے۔ نویں کا روزہ رکھے تو اور بھی بہتر ہے۔

حدیث ۱: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دسویں محرم کا روزہ خود بھی رکھا اور امت کو بھی اس کے رکھنے کا حکم فرمایا۔ (بخاری شریف)

حدیث ۲: حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ محرم کا دسویں کا روزہ ایک سال کے گزشتہ گناہوں کا کفارہ ہے۔ میں اللہ تعالیٰ سے امید رکھتا ہوں کہ دسویں محرم کا روزہ ایک سال کے گزشتہ گناہوں کا اور ایک سال آئندہ کے گناہوں کا کفارہ ہو جائے گا۔ (مسلم' ابن ماجہ)

حدیث ۳: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے اور دسویں محرم کے روزے کے سوا کسی دن کو فضیلت دے کر اس کے روزے کا اہتمام نہ فرماتے تھے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کی یا رسول اللہ! دسویں محرم کے دن کی تو یہودی بھی تعظیم کرتے ہیں اور روزہ رکھتے ہیں آپ نے فرمایا اگر میں زندہ رہا تو آئندہ سال نویں محرم کو بھی روزہ رکھوں گا۔ (مسلم)

حدیث ۴: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ رمضان کے بعد افضل روزہ محرم کا ہے اور فرض کے بعد افضل رات یعنی تہجد کی۔ (ترمذی)

۲۔ شوال کے چھ روزے

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے شوال کے یہ چھ روزے بھی رکھے تو اس نے پورے سال کے روزوں کا ثواب پایا کیونکہ جس نے ایک نیکی کی اسے دس نیکیاں ملیں گی۔ (ابن ماجہ' نسائی) یعنی رمضان کے روزے دس مہینوں کے برابر' اور شوال کے چھ روزے دو مہینوں کے برابر' یہ پورے سال کے روزے ہو گئے۔

۳۔ شعبان کے روزے

شعبان کے روزوں کی بہت فضیلت ہے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی بہت تاکید

فرمائی ہے۔

حدیث ۱: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ شعبان کے مہینہ میں نبی اکرم ﷺ بہت زیادہ روزے رکھا کرتے تھے اور فرماتے' لوگ اس مہینہ سے غافل ہیں۔ اس ماہ کی پندرھویں رات کو بندوں کے اعمال پیش ہوتے ہیں۔ میری تمنا ہے کہ جب میرے اعمال پیش ہوں تو میرا شمار روزہ داروں میں کیا جائے۔ (بیہقی)

حدیث ۲: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جب شعبان کی پندرھویں رات آئے تو اس رات کو عبادت کرو اور دن کو روزہ رکھو کیونکہ اللہ تعالیٰ اس رات غروب آفتاب کے بعد پہلے آسمان پر اپنی خاص تجلی کو ظاہر فرماتا ہے اور اعلان فرماتا ہے کہ ہے کوئی بخشش چاہنے والا تاکہ اسے بخش دوں' ہے کوئی روزی مانگنے والا تاکہ اسے روزی دوں۔ ہے کوئی مصیبت زدہ کہ اسے عافیت دوں۔ طلوع فجر تک اسی طرح رحمت عام کی صدا ہوتی رہتی ہے۔ (ابن ماجہ)

حدیث ۳: غنیۃ الطالبین میں حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ رجب اللہ کا مہینہ ہے رمضان میری امت کا مہینہ ہے' شعبان میرا مہینہ ہے جو شخص ایمان کے ساتھ' حصول ثواب اور اللہ کی رضا کے لیے رجب کا ایک روزہ بھی رکھے گا وہ اجر عظیم اور جنت بریں کا حق دار ہو جاتا ہے جو شخص رجب کی ستائیسویں رات کو عبادت میں گزارے اور دن کو روزہ رکھے' اسے سو برس کے قیام و صیام کا اجر ملے گا۔

۴۔ عرفہ اور عشرہ ذی الحجہ کے روزے

حدیث ۱: حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا عرفہ یعنی نویں ذی الحجہ کا روزہ ایک سال پہلے اور ایک سال آئندہ کے گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔ (مسلم' ابن ماجہ)

حدیث ۲: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں حضور ﷺ نے عرفہ کے روزہ کو ہزار روزوں کے برابر فرمایا ہے۔ ہاں حج کرنے والوں کو عرفات میں رکھنے سے آپ نے منع فرمایا ہے (بیہقی' طبرانی' ابوداؤد)

حدیث ۳: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کو ذی الحجہ کے دس دنوں کے سوا اور کوئی دن اتنا محبوب نہیں جس میں اس کی عبادت کی جائے۔ ان دنوں کا ہر ایک روزہ سال بھر کے روزوں اور ہر شب کی عبادت لیلۃ القدر کی

عبادت کے برابر ہے۔(ترمذی)

۵۔ ہر مہینے کے تین روزے

حدیث ۱: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تین باتوں کی وصیت فرمائی۔(۱) ہر مہینے میں تین روزے رکھنا (۲) چاشت کی دو رکعت پڑھنا (۳) سونے سے پہلے وتر پڑھ لینا۔ ہر مہینے میں تین روزے رکھنا ہمیشہ روزہ دار ہونے کی طرح ہے۔(بخاری، مسلم)

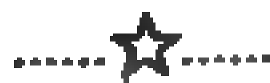
حدیث ۲: حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم چار چیزوں کو نہیں چھوڑتے تھے (۱) عاشورہ (۲) عشرہ ذی الحجہ (۳) ہر مہینے کے تین روزے (۴) اور فجر کے پہلے دو رکعتیں، جب مہینے میں تین روزے رکھنے ہوں تو وہ چاند کی ۱۳، ۱۴، ۱۵ تاریخ کو رکھو (انہیں ایام بیض کے روزے کہتے ہیں۔)(نسائی، ترمذی)

۶۔ پیر اور جمعرات کا روزہ رکھنا

حدیث ۱: حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سوموار کو روزہ رکھتے تھے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے سبب دریافت کیا تو فرمایا اسی روز میری ولادت ہوئی اور اسی روز مجھ پر پہلی وحی نازل ہوئی۔(مسلم)

حدیث ۲: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سوموار اور جمعرات کو اعمال پیش ہوتے ہیں۔ لہٰذا میں پسند کرتا ہوں کہ میرا عمل روزے کی حالت میں پیش ہو۔(ترمذی)

حدیث ۳: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سوموار اور جمعرات کا روزہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بڑے اہتمام و خیال سے رکھا کرتے تھے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم سے وجہ پوچھی تو فرمایا اللہ تعالیٰ ان دو دنوں میں مسلمانوں کی مغفرت فرماتا ہے ماسوا ان دو آدمیوں کے جو آپس میں ناراض ہوں۔ ان کے متعلق اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرماتا ہے انہیں صلح کرنے تک چھوڑ دو۔(ترمذی، ابن ماجہ)



حصہ چہارم۔ زکوٰۃ:

ا۔زکوٰۃ

زکوٰۃ اسلام کا نہایت ہی اہم رکن ہے اور یہ اسلامی معاشیات کی بنیاد ہے۔اس لیے مسلمانوں میں اس کی ادائیگی فرض قرار دی گئی ہے۔زکوٰۃ کے لغوی معنی پاکی اور بڑھنے کے ہیں اور یہ لفظ زکی سے ہے۔عربوں میں اس کا مطلب برکت' افزائش' پاکی اور صفائی سمجھا جاتا ہے لہٰذا قرآن وحدیث میں بھی یہ لفظ انہی معنوں میں استعمال ہوا ہے اور از روئے شریعت بھی اس کا شرعی مفہوم اس کے لفظی معنوں سے ملتا جلتا ہے۔

شرعی اصطلاح میں زکوٰۃ کا اطلاق ایسے صدقہ وخیرات پر ہوتا ہے جو ایک صاحب ثروت اور صاحب نصاب از راہ مالی امداد دوسرے مسلمان کو دیتا ہے۔یہ ایک ایسا فریضہ ہے جو ہر مسلمان پر لازم ہے جو دولت کی ایک مقررہ مقدار کا مالک ہے۔

زکوٰۃ مال کی پاکیزگی کا ایک طریقہ ہے جو اسلام میں وضع کیا گیا ہے کیونکہ اللہ نے مالدار پر یہ فرض عائد کر دیا کہ وہ اپنے مال سے حاجت مندوں اور حقداروں کو کچھ حصہ دیوے۔اگر وہ ایسا نہیں کرتا تو اللہ تعالیٰ کی اس حکم عدولی کی وجہ سے اس کا مال اللہ کے ہاں اور مسلمانی کے لحاظ سے ناپاک تصور کیا جائے گا کیونکہ اللہ چاہتا ہے کہ مسلمان وسیع القلب ہو۔زر پرست نہ ہو بلکہ اللہ کے راستے میں زر قربان کرنے والا ہو۔

۲۔زکوٰۃ کے متعلق حکم الٰہی

زکوٰۃ کی اہمیت اور ضرورت کے پیش نظر قرآن پاک میں بے شمار مقامات پر نماز قائم کرنے اور زکوٰۃ دینے کے حکم پر بہت زور دیا گیا ہے کیونکہ یہ دونوں حکم معاشرہ میں جسمانی اور مالی عبادت کا لازمی جزو ہیں۔یہی وجہ ہے کہ قرآن پاک میں زکوٰۃ کے سلسلہ میں تیس مرتبہ زکوٰۃ کا لفظ استعمال ہوا ہے۔نماز کا شمار حقوق اللہ میں ہوتا ہے اور زکوٰۃ کا شمار حقوق العباد میں ہے۔اس لیے ان دونوں کا حکم اکثر مقامات پر ساتھ ساتھ ہے۔

(۱) وَ اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ وَ ارْکَعُوْا مَعَ الرّٰکِعِیْنَ ○ (پ ۱ ' بقرہ:۴۳)	اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دو اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو

(۲) وَ اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ وَ مَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِکُمْ مِّنْ خَیْرٍ تَجِدُوْہُ عِنْدَ اللّٰہِ ط اِنَّ اللّٰہَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ"۔ (پ ۱ البقرہ:۱۱۰)

اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دو اور اپنے لیے جو بھلائی تم آگے بھیجوا ے اس کو اللہ کے ہاں پاؤ گے بے شک اللہ جو تم کرتے ہو دیکھتا ہے۔

(۳) فَاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ وَاعْتَصِمُوْا بِاللّٰہِ (پ ۱۷۔ حج:۷۸)

پس نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دو اور اللہ کی ہدایت کو مضبوطی سے تھامے رکھو۔

(۴) فَاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ وَاَطِیْعُوا اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗط وَاللّٰہُ خَبِیْرٌ" بِمَا تَعْمَلُوْنَ۔ (پ ۲۸ مجادلہ:۱۳)

پھر نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دیتے رہو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور اللہ جو کچھ تم کرتے ہو جانتا ہے۔

(۵) اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ لَعَلَّکُمْ تُرْحَمُوْنَ۔ (پ ۱۸ النور:۵۶)

اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دیتے رہو اور رسول پاک ﷺ کی اطاعت کرو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔

(۶) وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ۔

اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دیتے رہو

زکوٰۃ کی فرضیت سے پہلے طلوع اسلام کے ابتدائی دور میں اسلام نے غریبوں کی دستگیری کا درس دیا' حالانکہ یہ وہ دور تھا جبکہ اسلام کی دعوت دی جا رہی تھی اور اہل مکہ سخت مخالفت پر کمربستہ تھے اور جنہوں نے اسلام قبول کر لیا تھا ان پر ظلم و ستم کیے جا رہے تھے لیکن جتنے بھی مسلمان ہوئے تھے اور جو ہو رہے تھے اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی راہ میں خرچ کرنے کا حکم دیا تاکہ مسلمانوں میں بھائی چارہ فروغ پائے اور امیر لوگوں کے رزق کی فراوانی غریبوں کے کام آئے اس لیے قرآن پاک میں اس امر پر خاصا زور دیا گیا ہے کہ غریبوں اور مسکینوں کی مدد کی جائے۔

(۱) کُلُّ نَفْسٍ بِمَا کَسَبَتْ رَهِیْنَةٌ" o لا اِلَّآ اَصْحٰبَ الْیَمِیْنِ o لا فِیْ جَنّٰتٍ یَتَسَآءَلُوْنَ o لا عَنِ الْمُجْرِمِیْنَ o لا مَا سَلَکَکُمْ فِیْ سَقَرَ o قَالُوْا لَمْ نَکُ مِنَ الْمُصَلِّیْنَ o لا وَلَمْ نَکُ نُطْعِمُ

ہر شخص اپنے عملوں کے بدلے' دائیں بازو والوں کے سوا گروی ہے جو جنتوں میں ہوں گے' اہل جنت مجرموں سے پوچھیں گے' کون سی چیز تمہیں دوزخ میں لے گئی' وہ کہیں گے ہم نماز پڑھنے والوں میں سے نہ تھے اور

الْمِسْكِيْنَ ولا وَ كُنَّا نَخُوْضُ مَعَ الْخَآئِضِيْنَ ولا وَ كُنَّا نُكَذِّبُ بِيَوْمِ الدِّيْنِ ولا
(پ۲۹_المدثر ۳۸ تا ۴۸)

مسکین کو کھانا نہیں کھلاتے تھے اور حق کے خلاف باتیں بنانے والوں کے ساتھ مل کر ہم بھی باتیں بنانے لگتے تھے اور روز جزا کو جھٹلایا کرتے تھے۔

(۲) يَسْئَلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَط قُلْ مَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ خَيْرٍ فَلِلْوَالِدَيْنِ وَ الْاَقْرَبِيْنَ وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَ ابْنِ السَّبِيْلِط وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ" o
(پ ۲ البقرہ: ۲۱۵)

آپ پوچھتے ہیں کہ کیا خرچ کریں' آپ فرمائیں جو کچھ مال نیکی میں خرچ کرو' تو وہ ماں باپ اور محتاجوں اور راہ گیر کے لیے ہے اور تم جو نیکی کرو بے شک اللہ اسے جانتا ہے۔

(۳) وَاٰتِ ذَاالْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَ الْمِسْكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيْرًا (پ۱۵' بنی اسرائیل:۲۶)

اور رشتہ داروں کو ان کا حق دے اور مسکین اور مسافر کو اس کا حق دے اور فضول خرچی نہ کر۔

ان آیات میں اس بات پر بہت زور دیا گیا ہے کہ رشتہ داروں' غریبوں' یتیموں اور مسکینوں کی مدد کی جائے۔

قرآن مجید کی وہ آیات جن میں زکوٰۃ کا ذکر ہے اور وہ مدنی دور سے متعلق ہیں وہ حسب ذیل ہیں۔ ان آیات ہی سے زکوٰۃ کی فرضیت کا مقصد پورا ہوتا ہے کیونکہ ان آیات کی وضاحت نبی اکرم ﷺ کی سنت سے ہوتی ہے جس میں نصاب کا ذکر ہے جس سے یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ مدنی دور کی آیات کے نزول کے بعد زکوٰۃ کی فرضیت لازم ہو گئی۔

(۱) وَرَحْمَتِيْ وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍط فَسَاَكْتُبُهَا لِلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ وَ يُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِاٰيٰتِنَا يُؤْمِنُوْنَ o
(پ۹ الاعراف:۱۵۶)

اور میری رحمت ہر چیز پر چھائی ہوئی ہے اور اسے میں ان لوگوں کے حق میں لکھوں گا' جو نافرمانی سے پرہیز کریں گے' زکوٰۃ دیں گے اور میری آیات پر ایمان لائیں گے۔

(۲) اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَ يُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ رٰكِعُوْنَ o

تمہارے دوست تو حقیقت میں صرف اللہ اور اللہ کا رسول اور وہ اہل ایمان ہیں جو نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور

وَمَنْ يَّتَوَلَّ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَاِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْغَالِبُوْنَ. (پ ٦۔المائدہ:۵۵تا۵٦)

اللہ کے آگے جھکنے والے ہیں اور جو اللہ اور اس کے رسول اور اہل ایمان کو اپنا رفیق بنا لے اسے معلوم ہو کہ اللہ کا گروہ ہی غالب رہنے والا ہے۔

ان آیات سے معلوم ہوا کہ مدینہ منورہ کے دور میں نبی اکرم ﷺ نے زکوٰۃ کی فرضیت کی وضاحت فرمائی۔ زکوٰۃ کی شرح' مقدار اور حدود کو بیان کیا۔ بعض مفسرین کا خیال ہے کہ زکوٰۃ کے نصاب اور مقررہ صورت کا تعین ۲ھ میں ہوا۔ اس کے بعد مختلف اوقات میں زکوٰۃ کے مزید احکامات کی تکمیل ہوئی۔ اس کے بعد وفد عبدالقیس کے سوال کے جواب میں ۵ھ میں جن احکامات کی تعلیم دی تھی ان میں ایک زکوٰۃ بھی تھی۔ رمضان ۸ھ میں مکہ فتح ہوا۔ تمام عرب پر غلبہ اسلام ہو گیا تو اس وقت رسول پاک ﷺ پر اس آیت کا نزول ہوا کہ اے محمد رسول اللہ ﷺ! ان کے مال میں سے صدقہ وزکوٰۃ وصول کرو۔ اس کے ذریعہ سے تم ان کو پاک صاف کر سکو گے۔ پھر اس کے بعد ۸ھ میں ہی سورہ برأت میں زکوٰۃ کے بارے میں احکام اور قوانین کا نزول ہوا۔ اس کے بعد ۹ھ میں زکوٰۃ کے تمام احکامات مکمل ہو گئے اور اس کی وصولی کے لیے عاملین کا تقرر بھی کر دیا گیا۔

اسلام میں مال و دولت پر زکوٰۃ فرض ہونے کی مدت ایک سال ہے جبکہ شریعت موسوی میں تین سال تھی۔ ایک سال کی مدت انتہائی مناسب اور موزوں ہے۔ ایک سال سے قبل زکوٰۃ کی ادائیگی واجب نہیں ہوتی مگر فقہ کے لحاظ سے زکوٰۃ کے مال پر ملکیت حاصل ہو جانے کے بعد سے پورا سال گزرنا شرط ہے۔

۳۔فضیلت زکوٰۃ

اسلام میں بعض اعمال کی بہت فضیلت ہے۔ زکوٰۃ بھی انہی اعمال میں سے ہے' زکوٰۃ سے بے شمار دینی اور دنیوی فوائد حاصل ہوتے ہیں۔ اس لیے حضور ﷺ نے اس کی بے حد ترغیب دی ہے۔ اس کی تاکید میں حضور ﷺ کے ارشادات مندرجہ ذیل ہیں:۔

حدیث ۱: حضرت ابو داؤد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا' زکوٰۃ اسلام کا پل ہے۔ (طبرانی)

حدیث ۲: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ارشاد فرمایا کہ اپنے مال کی زکوٰۃ دے کہ وہ پاک کرنے والی ہے۔ تجھے پاک کردے گی اور رشتہ داروں سے اچھا سلوک کر اور مسکین اور پڑوسی اور سائل کا حق پہچان۔ (مسند احمد)

حدیث ۳: حضرت علقمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تمہارے اسلام کا پورا ہونا اور مکمل ہونا یہ ہے کہ تم اپنے مال کی زکوٰۃ ادا کرو۔ (بزار)

حدیث ۴: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو اللہ د رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان رکھتا ہے وہ اپنے مال کی زکوٰۃ ادا کرے اور جو اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان رکھتا ہے وہ سچ بولے یا خاموش رہے اور جو اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان رکھتا ہے وہ اپنے مہمان کا اکرام کرے۔ (طبرانی)

حدیث ۵: حضرت عمارہ بن حزم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ عزوجل نے اسلام میں چار چیزیں فرض کی ہیں جو ان میں سے تین ادا کرے وہ اسے کچھ کام نہ دیں گی جب تک پوری چاروں ادا نہ کرے۔ وہ چار چیزیں یہ ہیں' نماز' زکوٰۃ' ماہ رمضان کا روزہ اور حج بیت اللہ۔ (مسند احمد)

حدیث ۶: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہمیں یہ حکم دیا گیا ہے کہ ہم نماز پڑھیں اور زکوٰۃ دیں اور جو زکوٰۃ نہ دے اس کی نماز قبول نہیں۔ (طبرانی)

حدیث ۷: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص پانچوں نمازیں پابندی سے پڑھے۔ ماہ رمضان کے روزے رکھے' زکوٰۃ ادا کرے اور سات کبیرہ گناہوں سے بچتا رہے اس کے لیے جنت کے دروازے کھول دیئے جائیں گے اور اسے کہا جائے گا کہ سلامتی کے ساتھ جنت میں داخل ہو جا۔ (نسائی' ابن ماجہ)

حدیث ۸: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' زکوٰۃ ادا کر کے اپنے مال کو مضبوط قلعہ میں محفوظ کرلو اور اپنے بیماروں کا علاج صدقہ سے کرو اور مصیبت نازل ہونے پر دعا و عاجزی سے مدد مانگو۔ (ابوداؤد)

حدیث ۹: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس نے اپنے مال کی زکوٰۃ ادا کردی' بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے اس سے شر کو دور فرما دیا۔ (حاکم)

زکوٰۃ نہ دینے کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث مندرجہ ذیل ہیں:۔

حدیث ۱۰: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے مال دیا ہو اور وہ اس کی زکوٰۃ ادا نہ کرے تو قیامت کے دن وہ مال ایک گنجے سانپ کی شکل میں بنا دیا جائے گا جس کے سر میں زہر کی دو تھیلیاں ہوں گی' وہ سانپ اس کے گلے میں طوق بنا کر ڈال دیا جائے گا تو وہ اس کی باچھیں کاٹ کاٹ کر کھائے گا اور کہے گا کہ میں تیرا مال ہوں میں تیرا خزانہ ہوں' اس کے بعد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آیت وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ یَبْخَلُوْنَ الخ کی تلاوت فرمائی۔ (بخاری)

حدیث ۱۱: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص سونے چاندی کا مالک ہو اور وہ اس کا حق زکوٰۃ ادا نہیں کرتا تو جب قیامت کا دن ہوگا تو اس کے لیے آگ کے پترے بنائے جائیں گے اور پھر ان پر دوزخ کی آگ بھڑکائی جائے گی اور ان سے اس (تارک زکوٰۃ) کی کروٹ اور پیشانی اور پیٹھ کو داغا جائے گا۔ جب وہ ٹھنڈے ہونے لگیں گے تو پھر ویسے ہی گرم کر دیئے جائیں گے اور یہ عذاب کا معاملہ اس دن کا ہے جس کی مقدار پچاس ہزار سال ہے۔ یہاں تک کہ تمام بندوں کے درمیان فیصلہ ہو جائے' اب وہ تارک زکوٰۃ اپنی راہ دیکھے گا جنت کی یا دوزخ کی۔ (مسلم شریف)

اسی حدیث میں گائے (بھینس اور بھیڑ) بکریوں کے متعلق ارشاد فرمایا کہ ان کی زکوٰۃ نہ دینے والے شخص کو بھی ایک ہموار میدان میں لٹا دیا جائے گا اور وہ سب کی سب (اس کو لتاڑنے اور روندنے کے لیے) آئیں گی۔ ان میں نہ تو کوئی ٹیڑھے سینگ والی ہوگی اور نہ بن سینگ والی اور نہ ٹوٹے سینگ والی' یعنی سب تیز سینگوں والی ہوں گی' وہ اس شخص کو اپنے سینگوں سے ماریں گی اور کھروں سے روندیں گی۔

اس حدیث میں اونٹ کی زکوٰۃ دینے والوں کے بارے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو اونٹوں کی زکوٰۃ ادا نہیں کرتا' قیامت کے دن اس کو ایک ہموار میدان میں لٹا دیا جائے گا اور وہ اونٹ سب کے سب موٹے تازے ہو کر آئیں گے اور اس کو اپنے پاؤں سے روندیں گے اور منہ سے کاٹیں گے۔ جب ان کی پچھلی قطار گزر جائے گی تو پہلی پھر لوٹ آئے گی۔ (اسی طرح اس کو روندتے اور کاٹتے رہیں گے)

حدیث ۱۲: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مالدار اور امیر لوگ محتاجوں اور غریبوں کے ہاتھوں ذلیل و خوار ہوں گے۔ محتاج عرض کریں گے الٰہی! ہمارے

حقوق جو تو نے ان پر فرض کیے تھے۔انہوں نے ظلما نہ دیئے۔اللہ تعالیٰ عزوجل فرمائے گا مجھے اپنی عزت وجلال کی قسم ہے میں تمہیں (آج) اپنا قرب عطا کروں گا اور (تارک زکوٰۃ) مالداروں کو اپنے قرب سے دور رکھوں گا۔(طبرانی)

حدیث ۱۳: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا جو قوم زکوٰۃ ادا نہ کرے گی' اللہ تعالیٰ اس کو قحط میں مبتلا کردے گا' خشکی اور تری میں جو مال ضائع ہوتا ہے وہ اکثر زکوٰۃ نہ دینے کی وجہ سے ضائع اور تلف ہوتا ہے۔نیز ارشاد فرمایا محتاج وغریب لوگ ہرگز بھوکے ننگے ہونیکی تکلیف نہ اٹھائیں گے مگر مالداروں کے ہاتھوں' سن لو! ایسے مالداروں سے (جو زکوٰۃ نہیں دیتے) اللہ تعالیٰ سخت حساب لے گا اور انہیں دردناک عذاب دے گا۔(طبرانی)

حدیث ۱۴: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں کہ معراج کی رات میں نے لوگوں کی ایک جماعت کو دیکھا کہ آگے پیچھے مقام ستر پر دھجیاں لٹک رہی ہیں اور وہ اونٹوں اور جانوروں کی طرح دوزخ کے کانٹے دار درخت چر رہے تھے اور جہنم کے پتھر اور انگارے کھا رہے ہیں۔میرے دریافت کرنے پر جبریل علیہ السلام نے جواب دیا' یہ اپنے مال کی زکوٰۃ نہ دینے والے لوگ ہیں۔(ابن کثیر)

حدیث ۱۵: حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، زکوٰۃ نہ دینے والوں کے سرپستان پر دوزخ کا گرم پتھر رکھیں گے جو سینے کی ہڈیاں توڑ کر شانے سے پار نکل جائے گا اور شانہ کی ہڈی پر رکھیں گے تو ہڈیاں توڑتا ہوا سینے سے جا نکلے گا۔(بخاری)

۴۔شرائط زکوٰۃ

زکوٰۃ کے فرض ہونے کی چند شرائط ہیں لہٰذا جس شخص میں وہ شرائط پائی جائیں اس پر زکوٰۃ واجب ہوگی۔جس میں وہ شرائط نہیں اس پر زکوٰۃ واجب نہیں۔اس سے معلوم ہوا کہ زکوٰۃ ہر شخص پر واجب نہیں بلکہ صرف ان پر فرض ہے جن پر وجوب زکوٰۃ کی شرائط پوری آتی ہوں۔شرائط مندرجہ ذیل ہیں:۔

(۱) مسلمان ہونا (۲) آزادی (۳) عقل (۴) بلوغت (۵) صاحب نصاب ہونا (۶) مالک (۷) نصاب کا حاجات اصلیہ سے زائد ہونا (۸) سال کا گزرنا (۹) مال کا قرض سے بے باک ہونا (۱۰) مال نامی

شرائط سے متعلقہ شرعی مسائل حسب ذیل ہیں:۔

مسئلہ ۱: وجوب زکوٰۃ کی پہلی شرط مسلمانی ہے یعنی جو شخص مسلمان ہوگا زکوٰۃ اس پر فرض ہے لہٰذا غیر مسلم پر زکوٰۃ فرض نہیں ہے کیونکہ زکوٰۃ اسلام کا نتیجہ ہے اور جو شخص اسلام سے خالی ہو یعنی کافر ہو اس سے زکوٰۃ کا مطالبہ نہیں کیا جاسکتا اور نہ ہی فریضہ زکوٰۃ اس پر عائد ہوگا کہ قبول اسلام کے بعد غیر مسلم ہونے کے وقت کی زکوٰۃ ادا کرے۔

مسئلہ ۲: وجوب زکوٰۃ کی دوسری شرط آزاد ہونا ہے لہٰذا غلام پر زکوٰۃ نہیں' بلکہ مصارف زکوٰۃ میں سے ایک شق غلام آزاد کرنے کے لیے ہے۔ اللہ تعالیٰ کے قانون کے تحت ہر شخص آزاد ہے۔ آزاد پیدا ہوا ہے اور اسے آزادانہ زندگی بسر کرنے کا حق حاصل ہے لیکن اسلام سے پہلے عربوں میں غلامی کا رواج تھا اور یہ رواج ان میں صدیوں سے چلا آرہا تھا اس کی وجہ یہ تھی کہ پرانے وقتوں کے طاقتور لوگ اور قبائل دوسروں کو اپنی طاقت کے بل بوتے پر ماتحتی میں لے آتے اور ان سے نوکروں جیسا کام لیتے جو غلامی کی صورت اختیار کر جاتا اور پھر ان غلاموں کے ساتھ بڑا ظلم کیا جاتا۔ گویا کہ انہیں ہر لحاظ سے انسانی حقوق سے محروم رکھا جاتا۔ یہاں تک کہ عربوں میں غلاموں کی تجارت کا رواج تھا۔ اسلام نے اس غلامی کی شدت سے مخالفت کی اور لوگوں کو غلامی سے نجات کا درس دیا۔ بلکہ یہاں تک کیا کہ زکوٰۃ کے مال میں سے غلام کو آزاد کرانے کا حکم دیا۔ غلاموں کی ملکیت نہیں ہوتی اس لیے ان پر زکوٰۃ نہیں۔

مسئلہ ۳: زکوٰۃ کے واجب ہونے کی تیسری شرط عقل ہے کیونکہ عبادت اور دنیاوی امور کو سرانجام دینے کے لیے عاقل ہونا ضروری ہے۔ اس لیے عاقل پر فریضہ زکوٰۃ عائد ہوتا ہے۔ لہٰذا جو شخص عقل نہیں رکھتا وہ شریعت کے اصولوں کی پابندی سے قاصر ہوتا ہے اس لیے عقل نہ رکھنے والے پر سے حقوق و فرائض کی پابندی ساقط ہے۔ اس وجہ سے مجنون پر زکوٰۃ واجب نہیں۔

مسئلہ ۴: وجوب زکوٰۃ کے لیے بلوغت شرط ہونے پر اختلاف ہے۔ حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا کہنا ہے کہ نابالغ بچے پر زکوٰۃ نہیں۔ لہٰذا اس کے ولی سے زکوٰۃ کا مطالبہ نہ کیا جائے کیونکہ محض عبادت ہے اور بچہ اس کے حکم کا مخاطب نہیں ہے۔ البتہ اس کے مال سے قرض' نفقہ' عشر اور صدقہ فطر ادا کرنا واجب ہے کیونکہ یہ بندوں کے حقوق ہیں لیکن دیگر ائمہ کی حضرت امام مالک' حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ بچے پر زکوٰۃ کے قائل ہیں۔

اسلامی شرع کی رُو سے بالغ ہونے تک بچے کے نفقے اور دیگر ضروریات کو پورا کرنے کی تمام تر ذمہ داری والد پر ہے۔ البتہ والد کے فوت ہونے کی صورت میں یتیم بچے کی کفالت کی ذمہ داری ولی پر عائد ہو جائے گی جو اس کا کفیل بنے گا۔ ان دونوں صورتوں میں بچے پر زکوٰۃ عائد ہونے کی کیفیت مختلف ہے کیونکہ بچہ عموماً والد کے فوت ہونے سے پہلے مال کا وارث نہیں ہوتا اس لیے اس پر زکوٰۃ عائد نہیں ہوتی کیونکہ جب تک کوئی مال کا مالک نہ ہو تو اس پر زکوٰۃ کیسے واجب ہو سکتی ہے۔ البتہ اس صورت پر زکوٰۃ عائد ہوگی جب کہ والد نے اپنے بچے یا بچی کے نام کوئی کاروبار کیا ہو یا بنک میں رقم رکھی ہو اور وہ سال بھر پڑی رہے اور بقدر نصاب ہو یتیم ہونے کی صورت میں اگر بچے کا اثاثہ بقدر نصاب ہو تو اس پر زکوٰۃ عائد ہوگی۔

مسئلہ ۵: زکوٰۃ کے واجب ہونے کے لیے مال کا بقدر نصاب ہونا بھی ضروری ہے کیونکہ مال کی ایک مخصوص اور معین مقدار پر زکوٰۃ فرض ہے جسے نصاب کہا جاتا ہے۔ یہ نصاب مختلف اموال پر مختلف ہے اور اس سے کم پر زکوٰۃ نہیں۔

احادیث کے مطابق حضرت داتا گنج بخش کا ارشاد گرامی ہے کہ جب ۲۰۰ درہم چاندی جو نعمت تمام ہے کسی کے تصرف میں ہوں اور ایک سال گزرنے کے باوجود ان کی ضرورت نہ پڑے تو اس پر پانچ درہم زکوٰۃ ادا کرنا واجب ہے۔ بیس دینار سونا بھی نعمت تمام ہے اور اس پر نیم دینار واجب الادا ہے۔ پانچ اونٹ بھی نعمت تمام ہے اور اس پر ایک بھیڑ یا بکری زکوٰۃ واجب ہوتی ہے۔ باقی جو اموال اسی طرح ہوں ان پر زکوٰۃ واجب الادا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ پانچ اونٹوں سے کم اور چالیس بکریوں سے کم تعداد پر زکوٰۃ نہیں اور اسی طرح دو سو درہم سے کم چاندی اور ۲۰ دینار سے کم سونے پر زکوٰۃ نہیں اور پانچ وسق سے کم پھل' غلہ' اور زرعی پیداوار پر زکوٰۃ نہیں ہے۔

مسئلہ ۶: وجوب زکوٰۃ کے لیے مال کی مکمل ملکیت ضروری ہے۔ اسلامی نقطہ نظر سے دنیا کی ہر چیز کا مالک تو اللہ ہے کیونکہ وہی ہر چیز کا خالق ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو عارضی ملکیت عطا کی ہے اور یہ ملکیت ایک نائب کی حیثیت سے ہے تاکہ انسان اس ملکیت سے فائدہ اٹھا سکے۔ شریعت اسلامیہ میں اس ملکیت کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص کسی شے کو اپنے قبضہ تصرف میں لائے اسے دوسروں کی نسبت اس چیز پر فائدہ اٹھانے کا حق حاصل ہو گیا ہے کیونکہ اس نے وہ چیز کسی عمل کے بدلے میں حاصل کی ہے چنانچہ زکوٰۃ اس مال پر

ہوگی جو کسی کی ملکیت میں ہوگا۔ ملکیت کے ساتھ مال کا قبضہ تصرف یا دسترس میں ہونا ضروری ہے۔ اس لیے رہن میں رکھی ہوئی چیز پر زکوٰۃ نہیں کیونکہ رہن رکھی ہوئی چیز قبضہ تصرف میں نہ رہی اور جس کے پاس رہن رکھی گئی ہو اس پر بھی زکوٰۃ نہیں کیونکہ وہ چیز اس کی ملک میں نہیں۔ البتہ جب چیز رہن سے چھڑالی جائے اور چیز واپس رہنے دینے والے کے قبضے میں آجائے تو اب اس پر زکوٰۃ عائد ہوگی لیکن سال گزرنے کے بعد عائد ہوگی۔

مسئلہ ۷: وجوب زکوٰۃ کی ایک شرط یہ بھی ہے کہ مال اصلی حاجتوں سے زائد ہو حاجات سے مراد وہ ضروریات ہیں جو میسر نہ آئیں تو انسان کی زندگی ختم ہونے کے آثار پیدا ہو جائیں لہٰذا اس ضرورت کی رو سے رہنے کے گھر' پہننے کے کپڑے اور گھر کے استعمال کی اشیاء' سواری کے جانور اور استعمال ہونے والے ہتھیار' پیشہ وروں کے اوزار' اہل علم کی کتابیں اپنے یا اہل وعیال کے کھانے کے کام آنے والے غلہ اور آرائش کے برتن' فرنیچر' جواہرات' موتی ان سب پر زکوٰۃ نہیں ہے چاہے وہ کتنی ہی قیمت کے کیوں نہ ہوں اور چاہے روزانہ کام میں آتے ہوں یا کبھی کبھار یا بالکل کام میں نہ آتے ہوں صرف گھر کی سجاوٹ کے لیے ہوں۔

دستکاروں اور پیشہ وروں کے جو آلات زکوٰۃ سے مستثنیٰ ہیں وہ صرف وہی ہیں جن سے کام لیا جاتا ہے اور وہ فروخت کر کے نفع کمانے کی غرض سے نہ ہوں اور اگر فروخت کے لیے ہوں تو ان پر زکوٰۃ فرض ہوتی ہے جبکہ بقدر نصاب اور مدت نصاب کی شرط پائی جائے۔

مسئلہ ۸: زکوٰۃ ایک سال کے بعد فرض ہوتی ہے۔ سال گزرنے کا مفہوم یہ ہے کہ کسی مال پر مالک کی ملکیت بارہ اسلامی مہینے قائم رہے اس شرط کا نفاذ مویشی' سونا' چاندی اور نقدی وغیرہ پر ہے۔ زرعی پیداوار پر ان شرائط کا اطلاق نہیں ہوتا کیونکہ اس کی زکوٰۃ فصل پر ہے۔ سال کے شروع اور آخر میں مال کا نصاب پورا ہو تو درمیان سال میں کمی کا اعتبار نہ ہوگا اور زکوٰۃ ساقط نہ ہوگی۔

مسئلہ ۹: مال کا قرض سے بے باک ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس شخص پر اتنا قرض ہے جتنے کا مال اس کے پاس ہے یا اتنا قرض ہے کہ اگر قرض کی رقم اس سے منہا کر دی جائے تو اس کا مال نصاب کے کم رہ جائے ایسے شخص پر زکوٰۃ واجب نہیں۔ اس قرض میں وہ دونوں شامل ہیں جو فوری دینا ہو یا ایک مدت کے بعد دینا ہو۔

مانع زکوٰۃ وہ قرض ہے جس کا مطالبہ لوگوں کی طرف کیا جاتا ہو' خواہ وہ قرض بندوں

کا ہو جیسے قرض یا قرض پر خریدی ہوئی چیز کی قیمت' یا اللہ کا ہو جیسے زکوٰۃ یا خراج۔ مثلاً کسی پر زکوٰۃ فرض ہوئی مگر اس نے ادا نہیں کی۔ اب اگر دوسرے سال اتنا مال ہو کہ سال گزشتہ کی زکوٰۃ ادا کرے تو باقی مال نصاب سے کم رہ جائے تو دوسرے سال کی زکوٰۃ واجب نہ ہوگی۔ زکوٰۃ اور اخراج گو اللہ کا قرض ہے مگر حاکم ان کا مطالبہ کر سکتا ہے۔ اس کے علاوہ جو اللہ کے قرض ہیں جیسے نذر' کفارہ' حج کا قرض' گو آخرت میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کا مطالبہ ہوگا مگر کوئی بندہ ان کا مطالبہ نہیں کر سکتا' اس لیے یہ قرض مانع زکوٰۃ نہیں۔ اسی طرح صدقہ فطر اور حج تمتع کی قربانی کا دین بھی مانع زکوٰۃ نہیں ہے۔

مسئلہ ۱۰: زکوٰۃ واجب ہونے کی ایک شرط مال نامی ہے یعنی نامی کے معنی ہیں بڑھنے والا' مال کا بڑھنا یا تو فعل تجارت سے ہوگا یا افزائش نسل کے لیے جنگلوں میں جانوروں کو چرنے کے لیے چھوڑ دینے سے ہوگا یعنی جنگل میں وہ آزادی کے ساتھ رہیں اور ان کی نسل بڑھے۔ ترقی اور بڑھنے کے لیے یہ دو فعل موثر ہیں لہٰذا مال تجارت اور چرنے والے جانوروں میں زکوٰۃ لازم ہوگی یا وہ چیز خلقی طور پر نامی ہو یعنی بڑھنے اور ترقی کرنے کے لیے پیدا کی گئی ہو اسے خلقی نامی مال کہا جاتا ہے جیسے سونا' چاندی اگرچہ تجارت کے لیے نہ ہو بلکہ گھر میں پہننے اور رکھنے کے لیے ہو جب بھی زکوٰۃ لازم ہوگی۔ مال نامی تین قسم کا ہے۔ (۱) سونا چاندی' (۲) مال تجارت (۳) سائمہ یعنی چرنے والے جانور' لہٰذا ان تینوں مالوں کے سوا کسی اور میں زکوٰۃ نہیں۔

۵۔ مسائل نصاب زکوٰۃ

زکوٰۃ فرض ہونے کے لیے مال و دولت کی ایک خاص حد اور مقدار متعین ہے جس کو شریعت کی اصطلاح میں نصاب کہا جاتا ہے۔ زکوٰۃ اسی وقت فرض ہے جبکہ مال بقدر نصاب ہوگا۔ اس مقدار شرعی "نصاب" سے کم مال و دولت پر زکوٰۃ فرض نہیں۔ نصاب زکوٰۃ کا اجمالی خاکہ یہ ہے:۔

سونے کا نصاب زکوٰۃ: ساڑھے سات تولہ یعنی ۸۵ گرام

چاندی کا نصاب زکوٰۃ: ساڑھے باون تولہ

مال تجارت کا نصاب زکوٰۃ: جو قیمت میں چاندی کے نصاب کے برابر ہو۔

اونٹ کا نصاب زکوٰۃ: پانچ عدد (سائمہ)

گائے بھینس کا نصاب زکوٰۃ: تیس عدد (سائمہ)

بھیڑ بکری کا نصاب زکوٰۃ: چالیس عدد (سائمہ)

زمین کی پیداوار میں ہم احناف کے نزدیک کوئی خاص شرعی مقدار و نصاب متعین نہیں بلکہ زمین کی پیداوار کم ہو یا زیادہ اس میں زکوٰۃ عشر یا نصف عشر فرض ہے۔

زکوٰۃ چار قسم کے مال پر فرض ہے اول ثمن یعنی سونا چاندی (کرنسی نوٹ روپیہ رائج سکہ وغیرہ) دوم مال تجارت سوم سائمہ یعنی چرائی کے مویشی اونٹ گائے بھینس بھیڑ بکری وغیرہ۔

۱۔ سونے چاندی کی زکوٰۃ

سونا ایک نہایت ہی قیمتی دھات ہے۔ جس کے پاس جتنا سونا زیادہ ہو وہ صاحب ثروت انسان تصور کیا جاتا ہے۔ لوگوں کے پاس سونا مختلف صورتوں میں ہوتا ہے۔ اس کی ایک صورت تو سونے کی دھات یعنی ڈلیاں ہیں۔ دوسری صورت سونے کے زیورات ہیں تیسری صورت سونے کے برتن سکے اور دیگر آرائشی اشیاء وغیرہ ہیں۔ ان تمام صورتوں میں سونے پر زکوٰۃ عائد ہوتی ہے۔ بشرطیکہ نصاب کی مقررہ حد تک سونا کسی کی ملکیت میں ہو۔

حدیث ۱: حضرت عمرو بن شعیب رضی اللہ عنہ عن ابیہ عن جدہ روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں دو عورتیں حاضر ہوئیں ان کے ہاتھ میں سونے کے کنگن تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا تم ان کی زکوٰۃ ادا کرتی ہو؟ انہوں نے عرض کیا نہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کیا تم پسند کرتی ہو کہ اللہ تعالیٰ تمہیں (دوزخ کی) آگ کے کنگن پہنائے؟ انہوں نے عرض کیا نہیں! حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تو پھر ان کی زکوٰۃ ادا کیا کرو۔ (ترمذی)

حدیث ۲: ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ میں سونے کے زیور پہنا کرتی تھی تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا یہ سونے کا زیور کنز تو نہیں (کیونکہ قرآن پاک میں سونے کے چاندی کے کنز پر وعید کی گئی ہے) تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جو زیور نصاب زکوٰۃ کی مقدار کو پہنچے اور پھر اس کی زکوٰۃ ادا کر دی جائے تو وہ کنز نہیں۔ (مالک ابوداؤد)

حدیث ۳: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا پانچ اوقیہ سے کم چاندی میں زکوٰۃ نہیں۔

حدیث ۴: حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میں نے سواری کے

گھوڑوں اور غلاموں کی زکوٰۃ معاف کردی ہے سو تم چاندی کی زکوٰۃ ادا کرو۔ چالیس درہم سے ایک درہم' لیکن ایک سو نناوے درہم میں کوئی زکوٰۃ نہیں۔ ہاں جب پورے دو سو درہم ہو جائیں تو ان میں پانچ درہم زکوٰۃ ہے۔

مسئلہ ۱: ۲۰ مثقال یعنی 7½ تولے یا ۸۵ گرام سونے یا اس سے زائد کا مالک ہوگا اس پر اس سونے کی زکوٰۃ دینا واجب ہوگی۔ سونے کی زکوٰۃ کی شرح چالیسواں حصہ یا چالیسویں حصہ کی رائج الوقت سکہ کے حساب سے قیمت ہے۔ بشرطیکہ سونا سال بھر انسان کی ملکیت میں رہا ہو۔

مسئلہ ۲: سال کے آغاز میں اگر کسی شخص کے پاس مقدار نصاب کے برابر سونا ہو یعنی ۸۵ گرام اور سال کے دوران اور سونا اس کے پاس آجائے تو سال کے آخر میں تمام سونے پر زکوٰۃ عائد ہوگی۔ اس کا عام اصول یہی ہے کہ سال کے شروع میں صاحب نصاب ہو اور سال کے آخر میں بھی نصاب کی مقدار سے زائد سونا ہو تو دوران سال کم یا زیادہ ہونے سے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔

مسئلہ ۳: اگر سونا خالص نہ ہو بلکہ اس میں کھوٹ ملا ہو تو جو دھات زیادہ ملی ہوگی اسی پر قیاس کیا جائے گا۔ اگر سونا زیادہ ہے تو سونا تصور کیا جائے گا اور زکوٰۃ فرض ہوگی اور اگر کھوٹ زیادہ ہے تو اس پر زکوٰۃ فرض نہ ہوگی۔

مسئلہ ٤: سونے چاندی کی زکوٰۃ میں وزن کا اعتبار ہے' قیمت کا لحاظ نہیں۔ اگر سونا وزن میں بقدر نصاب نہ ہو تو اس پر زکوٰۃ کا وجوب نہ ہوگا۔

مسئلہ ۵: چاندی کے بارے میں حکم ہے کہ جس شخص کے پاس ساڑھے باون تولے چاندی ہو تو وہ صاحب نصاب ہے اور اس پر زکوٰۃ واجب ہوگی۔ خواہ یہ چاندی زیور' پتر ول برتنوں' کھلونوں' کھوٹ یا اوزار کی صورت میں ہو' بہر کیف اس پر زکوٰۃ دینا واجب ہے۔ چاندی خواہ خزانے کی صورت میں تجارت کے لئے ہو یا زیب و زینت کے لئے ہو تو ہر صورت میں اس پر زکوٰۃ کا اطلاق ہوگا۔

مسئلہ ٦: سونا چاندی جس حالت میں بھی ہو خواہ زیور کی حالت میں ہو یا ان کے برتن بنے ہوں یا ویسے پڑا استعمال ہو یا نہ ہو اگر وہ بقدر نصاب ہے تو اس کی زکوٰۃ ادا کرنا فرض ہے چونکہ زیور کی مالک بالعموم عورت ہوتی ہے۔ اس لیے احادیث میں حضور علیہ الصلٰ

والسلام نے مستورات سے ارشاد فرمایا کہ تمہاراز یوراگر بقدر نصاب ہے تو اس کی زکوٰۃ ادا کرو۔ ورنہ کل قیامت کے روز یہی زیور آگ بن کر وبال جان اور عذاب کا موجب ہوگا۔

مسئلہ ۷: شریعت میں سونے چاندی کے برتنوں کا استعمال مسلمانوں کے لیے ناجائز ہے۔ مستورات کو سونے چاندی کے زیورات کا استعمال جائز ہے۔ مرد کو ساڑھے چار ماشہ چاندی کی ایک انگوٹھی کے سوا سونے چاندی کا بطور زیور استعمال کرنا حرام و ناجائز ہے۔

مسئلہ ۸: اگر کسی کے پاس دونوں نصاب سونے' چاندی کے ہوں تو اس پر ان دونوں کی علیحدہ علیحدہ زکوٰۃ فرض ہے اگر کسی کے پاس سونا چاندی دونوں ہیں لیکن بقدر نصاب نہیں تو سونے کی قیمت چاندی یا چاندی کی قیمت کا سونا فرض کر کے باہم ملائیں۔ اگر بقدر نصاب ہو جائے تو زکوٰۃ فرض ہے ورنہ نہیں۔

مسئلہ ۹: مقررہ نصاب سے جتنا مال زیادہ ہو وہ اگر نصاب کا پانچواں حصہ ہے تو اس کی بھی حسب دستور چالیسواں حصہ زکوٰۃ واجب ہے اور اگر پانچویں حصہ سے کم ہے تو پھر نصاب سے زائد مال کی زکوٰۃ معاف ہے۔ مثلاً نصاب زکوٰۃ ایک ہزار روپے ہے تو اب بارہ سو روپے کی زکوٰۃ ۳۰ روپے ہیں اور گیارہ سو نادے کی وہی پچیس روپے زکوٰۃ واجب ہے۔ سونا چاندی اور مال تجارت میں بھی یہی حکم ہے۔

مسئلہ ۱۰: یہ ضروری نہیں کہ ہر قسم کے نصاب کی زکوٰۃ اسی نصاب سے ادا کی جائے۔ سونے چاندی کی زکوٰۃ' سونے چاندی سے بھی ادا کر سکتے ہیں اور رائج سکہ روپے' دیگر اجناس خوردنی غلہ وغیرہ' پہننے کے کپڑے' مال واسباب سے بھی ادا کرنا جائز ہے۔ بشرطیکہ یہ چیزیں قیمت میں بازار کے نرخ سے کسی طرح کم نہ ہوں بلکہ زیادہ بہتر یہ ہے کہ مستحقین کو جس چیز کی زیادہ ضرورت ہو اور قیمت کے لحاظ سے زیادہ مفید ہو وہی زکوٰۃ میں دی جائے لہٰذا زکوٰۃ دینے والا سونے چاندی کی زکوٰۃ میں اس کا چالیسواں حصہ بھی دے سکتا ہے اور چالیسویں حصہ کی جو قیمت بنتی ہے وہ بھی دے سکتا ہے۔

مسئلہ ۱۱: کرنسی یعنی رائج سکہ روپیہ' نوٹ وغیرہ بھی اگر ساڑھے باون تولہ چاندی یا ساڑھے ساتھ تولہ سونے کی قیمت کے برابر ہو تو ان کی زکوٰۃ واجب ہے اگر کچھ نقدی روپیہ نوٹ وغیرہ ہو اور کچھ سونا چاندی تو ان کو باہم ملانے سے اگر بقدر نصاب ہو جائے تو زکوٰۃ واجب ہے ورنہ نہیں۔

۲۔اونٹوں کی زکوٰۃ

اونٹ ایک پالتو جانور ہے جو انسان کے لیے نہایت ہی مفید ہے کیونکہ یہ سواری اور بار برداری کے کام آتا ہے۔اس لیے عربوں میں اونٹ رکھنے کا عام رواج تھا بلکہ جس شخص کے پاس زیادہ اونٹ ہوتے تھے وہ بڑا مالدار تصور کیا جاتا تھا۔اس لیے اسلام میں جب زکوٰۃ کا حکم نازل ہوا تو سب سے پہلے اونٹوں پر ہی زکوٰۃ کا نفاذ ہوا۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک اعرابی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور ہجرت کے متعلق سوال کیا تو آپ نے ارشاد فرمایا' ہجرت تو بڑا مشکل کام ہے کیا تیرے پاس اونٹ ہیں جن کی زکوٰۃ ادا کرتا ہے؟اس نے عرض کی ہاں!یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم!تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا پھر تو عمل کرتا رہ سمندر پار (یعنی جہاں بھی رہتا ہے) اللہ تعالیٰ تیرے کسی عمل کے اجر وثواب کو کم نہیں کرے گا۔(بخاری شریف)

پانچ اونٹ سے کم میں زکوٰۃ فرض نہیں اور جب پانچ ہوں تو ان میں سال بھر کی ایک بکری زکوٰۃ واجب ہے اور پھر ۲۴ اونٹ تک ہر پانچ میں سال بھر کی ایک بکری زکوٰۃ واجب ہے یعنی ۵ میں ایک بکری' ۱۰ میں دو بکریاں' ۱۵ میں تین بکریاں اور ۲۵ اونٹ سے ۳۵ تک' سال بھر کا اونٹ کا ایک مادہ بچہ (بنت مخاض) پھر ۳۶ سے ۴۵ عدد اونٹ میں دو سال کی ایک اونٹنی (بنت لبون) پھر ۴۶ تا ۶۰ عدد اونٹوں میں تین سال کی عمر کی ایک اونٹنی جو جفتی کے قابل ہو (حقہ) پھر ۶۱ تا ۷۵ اونٹ میں چار برس کی ایک اونٹنی (جذعہ) پھر ۷۶ تا ۹۰ عدد اونٹ دو بنت لبون یعنی دو سال کی عمر کے دو مادہ بچے اور ۹۱ تا ۱۲۰ عدد میں دو حقہ یعنی تین سالہ دو جفتی کے قابل اونٹنیاں اس کے بعد ۱۲۱ تا ۱۴۵ عدد میں دو حقہ' اور ہر پانچ میں ایک بکری یعنی ۱۲۵ میں دو حقہ' ایک بکری ۱۳۰ عدد میں دو حقہ دو بکری' علیٰ ہذا القیاس پھر ۱۵۰ عدد اونٹوں میں تین حقہ' جب ۱۵۰ سے زیادہ ہوں تو ان میں پھر وہی ابتداء والا حساب ہوگا۔یعنی ہر پانچ میں ایک بکری' ۲۵ میں ایک بنت مخاض' ۳۶ تا ۴۵ عدد میں ایک بنت لبون تو اس سے حساب سے ۱۹۵ عدد اونٹوں میں زکوٰۃ تین حقے اور ایک بنت لبون ہے اور ۱۹۶ تا ۲۰۰ میں چار حقے زکوٰۃ ہے۔نیز دو صد اونٹ کی زکوٰۃ میں پانچ بنت لبون دینا بھی جائز ہے۔

پھر ۲۰۰ کے بعد وہی طریقہ استعمال ہوگا جو ۱۵۰ کے بعد اختیار کیا گیا ہے یعنی ہر پانچ میں ایک بکری' ۲۵ میں بنت مخاض' ۳۶ میں بنت لبون اور پھر ۴۶ سے ۲۵۰ تک پانچ حقے'

اونٹ کی زکوٰۃ میں جو اونٹ کا بچہ دیا جائے اس کا مادہ ہونا ضروری ہے۔ اگر نر دیں تو پھر مادہ کی قیمت کا ہو ورنہ نہیں لیا جائے گا۔

۳۔ گائے بھینس کی زکوٰۃ

گائے بھینس وغیرہ انسانی معاش میں نہایت ہی قیمتی سرمایہ تصور کیا جاتا ہے کیونکہ یہ مویشی دودھ، کھیتی باڑی اور نسل بڑھانے کے کام آتے ہیں۔ ان کی کھالیں اور گوشت بھی استعمال میں آتا ہے اس لیے یہ مویشی انسانی زندگی کے لیے بہت ہی مفید ہیں۔ حضور ﷺ کے دور میں یہ مویشی مال و دولت کے نہایت ہی اہم جزو تھے۔ اس لیے ان پر زکوٰۃ مقرر کی گئی اور ان کی زکوٰۃ کا نصاب حسب ذیل ہے۔

سائمہ گائے کا نصاب زکوٰۃ تیس عدد ہے لہٰذا ۳۰ سے کم گائے ہوں تو زکوٰۃ فرض نہیں بھینس اور گائے کا ایک حکم ہے یعنی اگر گائے بھینس دونوں ہوں تو ان کو ملا کر نصاب پورا کیا جائے گا۔ مثلاً ۲۰ گائیں ہیں اور دس بھینسیں ہوں تو ان پر زکوٰۃ فرض ہوگی اور زکوٰۃ میں اس کا بچہ لیا جائے گا جو زیادہ ہوں۔

جب پوری ۳۰ عدد گائیں بھینسیں ہوں تو سال گزرنے کے بعد ان کی زکوٰۃ ایک تبیع یا تبیعہ یعنی سال بھر کا ایک بچھڑا یا بچھیا ہے۔ ۳۹ تک یہی حکم ہے اور ۴۰ سے انسٹھ تک پورے دو سال کا ایک مسن یا مسنہ نر یا مادہ بچہ ہے۔ پھر ۶۰ عدد گائے بھینس میں پورے ایک ایک سال کی عمر کے دو بچے زکوٰۃ ہے۔ تبیع یا تبیعہ نر یا مادہ۔ اس کے بعد ہر ۳۰ عدد گائے بھینس میں سے ایک تبیع یا تبیعہ ہے اور ہر ۴۰ عدد گائے بھینس میں سے ایک مسن یا مسنہ ہے۔ گائے بھینس کی زکوٰۃ میں یہ اختیار ہے کہ نر لیا جائے یا مادہ۔ زکوٰۃ میں جو بچہ لیا جائے وہ نہ بہت اعلیٰ ہو اور نہ بہت ادنیٰ بلکہ متوسط اور درمیانہ درجہ کا وصول کیا جائے گا۔

جانوروں کی افزائش نسل اور تعداد بڑھانے کے لیے جن فارموں پر گائے بھینسیں پالی جاتی ہیں اور رکھی جاتی ہیں اور ان سے تجارتی منافع اور دوسرے مختلف مقاصد حاصل کیے جاتے ہیں تو ایسے جانوروں پر زکوٰۃ ہوگی۔ البتہ اگر ڈیری فارم ہو جہاں مویشیوں سے دودھ حاصل کر کے فروخت کیا جاتا ہو تو ڈیری فارم کے جانوروں پر زکوٰۃ نہ ہوگی۔ البتہ جو مصنوعات یعنی دودھ، مکھن، پنیر وغیرہ ہوگا تو وہ سامان تجارت میں شمار ہوگا اور اس پر زکوٰۃ ہے اور تجارتی اموال کے حساب سے اس کی زکوٰۃ دی جائے۔

بکریوں کی زکوٰۃ

بھیڑ بکری پر شرعاً زکوٰۃ عائد ہے۔ دنبہ' بکرا وغیرہ بھی اسی حکم میں آتا ہے۔ سب کا نصاب اور شرح زکوٰۃ ایک ہی ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جب انہیں بحرین کا حاکم مقرر کیا تو ان کو (زکوٰۃ کے احکام و فرائض پر مشتمل) یہ پروانہ لکھ کر دیا۔

بسم اللہ الرحمٰن۔ یہ زکوٰۃ کے وہ احکام ہیں جو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں پر مقرر فرمائے اور ان کا حکم اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا ہے۔

جنگل میں چرنے والی بکریاں جب چالیس ہو جائیں تو ۱۲۰ بکریوں تک زکوٰۃ میں ایک بکری دینا فرض ہے اور جب ۱۲۰ سے زیادہ ہو جائیں تو ۲۰۰ تک دو بکریاں زکوٰۃ میں دینی ہوں گی اور جب ۲۰۰ سے زیادہ ہو جائیں تو پھر تین سو تک تین بکریاں زکوٰۃ میں دینی ہوں گی اور جب ۳۰۰ سے زیادہ ہو جائیں تو پھر ہر ۱۰۰ پر ایک بکری زکوٰۃ ہے اور جب کسی کے پاس جنگل میں چرنے والی بکریاں ۴۰ سے کم ہوں تو ان پر زکوٰۃ فرض نہیں۔ ہاں اگر مالک اپنی مرضی سے کچھ دینا چاہے تو دے سکتا ہے اور زکوٰۃ میں بوڑھی اور عیب والی بکری نہ لی جائے اور نہ بکرا۔ ہاں اگر زکوٰۃ وصول کرنے والا چاہے تو لے سکتا ہے اور زکوٰۃ کے ڈر سے نہ متفرق کو جمع کریں اور نہ مجتمع کو متفرق کریں۔

جب سائمہ یعنی سال کا اکثر حصہ جنگل میں چرنے والی بھیڑ بکریاں ۴۰ ہوں تو سال گزرنے کے بعد ان میں ایک بکری زکوٰۃ فرض ہے اور ۱۲۰ تک ایک ہی بکری زکوٰۃ میں دینا فرض ہے اور ۱۲۱ میں دو اور ۲۰۱ میں تین اور ۴۰۰ میں چار' پھر اس کے بعد ہر سو پر ایک بکری زکوٰۃ میں دینا فرض ہے اور دو نصابوں کے درمیان جو ہے ان کی زکوٰۃ معاف ہے۔

زکوٰۃ اسی وقت فرض ہوگی جب وہ جانور بھیڑ بکری دنبہ وغیرہ کم از کم سال بھر کے ہوں اگر سب ایک سال سے کم عمر کے ہوں تو زکوٰۃ فرض نہیں۔ ہاں اگر ان میں ایک بھی سال بھر کا ہو تو سب اسی کے تابع ہوں گے لہٰذا زکوٰۃ فرض ہوگی۔

زکوٰۃ میں متوسط درجہ کا جانور وصول کیا جائے گا۔ چن چن کر عمدہ مال اور عمدہ جانور لینا جائز نہیں۔ ہاں اگر سب ہی اچھے اور عمدہ جانور ہوں تو پھر جائز ہے ورنہ نہیں۔ اسی (۸۰) بکریاں ہوں تو ایک ہی بکری زکوٰۃ ہے۔ یہ جائز نہیں کہ اس کو دو حصوں میں بانٹ کر دو

بکریاں زکوٰۃ میں وصول کی جائیں اور اگر دو آدمیوں کی چالیس چالیس بکریاں ہیں تو انہیں جمع کر کے ایک گروہ قرار دینا بھی جائز نہیں تاکہ زکوٰۃ میں ایک بکری دینی پڑے بلکہ ہر ایک سے ایک ایک بکری زکوٰۃ میں وصول کی جائے گی اسی طرح اگر ایک آدمی کی ۳۹ بکریاں ہوں اور ایک کی ۴۰ تو ۳۹ والے پر زکوٰۃ نہیں۔ یہی مطلب ہے کہ مجتمع کو متفرق نہ کریں اور متفرق کو مجتمع نہ کریں اگر کسی کے پاس اونٹ گائیں اور بھیڑ بکریاں سب ہوں' لیکن نصاب سے سب یا بعض کم ہیں تو نصاب پورا کرنے کے لیے خلط یعنی ان کو باہم ملانا جائز نہیں۔

۵۔ گھوڑے اور دیگر جانوروں پر زکوٰۃ نہیں

گھوڑا پالتو جانور ہے جو انسان کے لیے بڑا مفید ہے۔ انسان اس سے افادیت کے بے شمار کام لیتا ہے اور سب سے زیادہ اس کا فائدہ بار برداری کا ہے' گھوڑوں پر زکوٰۃ نہیں۔ اس کی تائید میں رسول اکرم ﷺ نے فرمایا ہم نے تم سے گھوڑوں اور غلاموں کی زکوٰۃ معاف کر دی۔ اس کے علاوہ اگر گھوڑے' گدھے اور خچر وغیرہ تجارت کے لیے پالے جائیں اور ان کی تجارت کی جائے تو ان کا شمار اموال تجارت میں آ جائے گا اور ان پر زکوٰۃ واجب ہوگی۔ جب گھوڑوں کی تجارت آغاز سال میں اور سال کے آخر میں دو سو درہم چاندی یعنی ۶۱۸ گرام چاندی کی قیمت کے برابر ہو یا اس سے زائد ہو تو گھوڑوں کی قیمت پر شرح زکوٰۃ 2½ فیصد ہوگی۔

۶۔ معدن پر زکوٰۃ

اللہ تعالیٰ نے انسانی تصرف کے لیے زمین کو معدنی وسائل سے مالا مال کیا ہے۔ بے شمار قدرتی دولت کے خزائن زمین میں چھپے پڑے ہیں۔ معدنیات ٹھوس' مائع اور گیس تینوں قسم کی ہوتی ہیں۔ معدنیات فضل خداوندی ہے۔

معدنیات میں سونا' چاندی' لوہا' کوئلہ' تانبہ' گندھک' فاسفورس' کرومائیٹ' تارکول اور معدنی تیل وغیرہ کو شمار کیا جاتا ہے۔ اگر یہ معدنیات حکومت کے قبضہ میں ہوں تو زکوٰۃ سے مبرا ہیں اور جب معدنیات کسی فرد کی ملکیت ہوں تو ان پر زکوٰۃ عائد ہوگی۔ زیادہ تر معدنیات حکومت ہی کے قبضہ میں ہوتی ہیں۔ انفرادی ملکیت بہت کم ہوتی ہے۔ معدنیات زکوٰۃ کے سلسلہ میں ائمہ میں معدنیات کی نوعیت پر اختلاف ہے لیکن معدنیات خواہ کسی قسم

کی ہوں' جب کوئی شخص ان کو نکالے تو اس پر خمس ادا کرے۔ اس کے متعلق نبی اکرم ﷺ کی حدیث یہ ہے:۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' مویشی کا زخم پہنچانا معاف ہے اور کنواں کھدواتے ہوئے اس میں کوئی گر کر مر جائے تو معاف ہے اور کان کھدوانے میں کوئی گر کر مر جائے تو معاف ہے اور رکاز میں پانچواں حصہ ہے۔ (بخاری)

اس حدیث میں رکاز کا لفظ استعمال ہوا ہے جس کا اطلاق زمین کے اندرونی مال و دولت پر ہوتا ہے۔ خواہ یہ دولت اللہ تعالیٰ نے معدن کی صورت میں قدرتی طور پر چھپائی ہو یا کسی شخص نے غیر فطری طور پر خود کوئی خزانہ دبایا ہو۔ ہر صورت میں اس پر خمس واجب ہوگا۔

پہاڑی علاقے یا کسی زمین سے قیمتی پتھر فیروزہ' نیلم' یاقوت' زمرد' عقیق' چونے کا پتھر وغیرہ نکل آئے تو ان پر زکوٰۃ واجب نہیں کیونکہ رسول اکرم ﷺ کا فرمان ہے کہ پتھر پر خمس واجب نہیں۔ اس کے علاوہ اگر کوئی شخص ان کی تجارت کرتا ہے تو اسے صاحب نصاب ہونے کی صورت میں ½ ۲ فیصد کے حساب سے زکوٰۃ دینا ہوگی البتہ عنبر پر خمس ہوگا چونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانہ میں عنبر پر خمس وصول کیا تھا۔

۷۔ مدفون خزانے پر زکوٰۃ

پہلے وقتوں میں لوگ سونا چاندی یا اس کے سکوں کو محفوظ کرنے کے لئے زمین میں دفن کر دیتے تھے اور بوقت ضرورت نکال لیتے تھے۔ اگر کوئی شخص دفن کرنے کے بعد بھول گیا ہو یا دنیا سے چلا جائے تو وہ کنز ہو جائے گا۔ اس دفن شدہ مال کو عربی میں رکاز کہا جاتا ہے جس پر زکوٰۃ خمس کی صورت میں عائد ہوتی ہے۔

زمین کھودتے ہوئے اگر کسی شخص کو اپنی مملوکہ زمین سے کوئی دفینہ مل جائے تو وہ سارا اس کا ہوگا۔ اگر کسی کو کہیں باہر سے ایسی جگہ سے خزانہ ملا جو مباح ہو یعنی اسے ہر کوئی فائدہ اٹھا سکتا ہو تو وہ اس شخص کا ہوگا جسے ملے گا۔

القصہ ہر صورت میں جس شخص کو بھی مدفون خزانہ مل جائے اس کو چاہیے کہ اس کا پانچواں حصہ اللہ کی راہ میں تقسیم کر دے یا اسلامی مملکت کے عاملین زکوٰۃ کے ذریعہ بیت المال میں جمع کروا دیوے۔

۵۔عشر یعنی زراعت اور پھلوں کی زکوٰۃ

عشر کے لغوی معنی دسواں حصہ ہے اور اسلامی معاشیات میں عشر سے مراد پیداوار کا وہ حصہ ہے جو اللہ کی راہ میں دینے کے لیے مقرر کیا گیا ہے اسے حکومت وصول کرنے کا اختیار رکھتی ہے جہاں بیت المال کا معقول انتظام نہ ہو وہاں زمیندار کو اختیار حاصل ہے کہ وہ اللہ کا حصہ مستحقین میں بذات خود تقسیم کر دے۔اس کے متعلق ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:۔

كُلُوْا مِنْ ثَمَرِهٖۤ اِذَاۤ اَثْمَرَ وَ اٰتُوْا حَقَّهٗ يَوْمَ حَصَادِهٖ ۖ وَلَا تُسْرِفُوْا ؕ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ.
(پ۸۔الانعام ع۴)

کھاؤان کے پھل جب وہ پھل لائیں اور اس کا حق (زکوٰۃ) ادا کرو جس دن وہ کٹیں اور بے جا خرچ نہ کرو۔بلا شبہ اللہ تعالیٰ بے جا خرچ کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتا۔

مفسرین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اس سے مراد پیدوار کی زکوٰۃ ہے۔لہٰذا معلوم ہوا کہ پیداوار میں سے عشر نکالنا فرض ہے۔رسول اکرم ﷺ کے ارشادات سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔

حدیث ۱: حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے نبی اکرم ﷺ نے اہل یمن سے زکوٰۃ وعشر وغیرہ وصول کرنے پر مامور کیا تو حکم فرمایا کہ میں اس زمین کی زکوٰۃ جسے آسمان سیراب کرے جسے بارش سال بھر میں ایک بار سیراب کرے اور جو رہٹ کے ذریعہ (کنویں وغیرہ) سے پانی نکال کر سیراب کی جائے عشر یا نصف عشر وصول کروں۔(ابن ماجہ)

حدیث ۲: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جس زمین کو آسمان یا چشموں نے سیراب کیا یا نہر کے پانی سے (بلا معاوضہ) سیراب کیا جاتا ہو اس میں عشر ہے اور جس زمین کو جانور پر لاد کر پانی دیا جاتا ہو اس میں نصف عشر ہے۔

حدیث ۳: حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ہر اس چیز میں جسے زمین نے نکالا عشر یا نصف عشر ہے۔(اشعۃ اللمعات) اور ارشاد فرمایا کہ جس زمین کو نہریں بلا معاوضہ سیراب کریں اس میں عشر ہے اور جو زمین رہٹ وغیرہ کے ذریعہ پانی نکال کر سیراب کی جائے اس میں نصف عشر زکوٰۃ ہے۔(مسلم)

ان احادیث کی روشنی میں عشر کے متعلق شرعی مسائل حسب ذیل ہیں:۔

مسئلہ ۱: جو زمین بارانی ہو یا چشموں' پہاڑی ندی نالوں یا کسی نہر وغیرہ سے بلا معاوضہ و مشقت سیراب کی جاتی ہو اس کی پیداوار کی زکوٰۃ یعنی کل پیداوار کا دسواں حصہ ادا کرنا فرض ہے جس زمین کو چرسے یا ڈول وغیرہ کے ذریعے کنویں سے پانی نکال کر یا پانی خرید کر یا جانور پر لاد کر یا ٹیوب ویل سے یا ایسی نہروں کے پانی سے جن کا آبیانہ حکومت وصول کرتی ہے' سے سیراب کیا جاتا ہے اس میں زکوٰۃ نصف عشر یعنی کل کا پیداوار بیسواں حصہ فرض ہے۔

مسئلہ ۲: عشر واجب ہونے کے لیے عاقل و بالغ ہونا شرط نہیں بلکہ مجنون اور نابالغ کی زمین کی پیداوار میں بھی عشر واجب ہے۔ اس میں سال گزرنا بھی شرط نہیں بلکہ سال میں جتنی بار ایک کھیت میں کاشت ہو اتنی ہی بار عشر واجب ہے۔ اس میں پیداوار کا باقی رہنا' اور زمین کا مالک ہونا بھی ضروری نہیں۔ اسی طرح عشر واجب ہونے کے لیے نصاب بھی شرط نہیں بلکہ زمین کی پیداوار کم ہو یا زیادہ' اس میں زکوٰۃ عشر یا نصف عشر فرض ہے۔

مسئلہ ۳: زمین کی کل پیداوار کی زکوٰۃ عشر ہو یا نصف عشر ہو ادا کرنا واجب ہے' یہ ہرگز جائز کہ پہلے زراعت و کاشت کے اخراجات' مزدوروں کی اجرت' سرکاری ٹیکس وغیرہ' آبیانہ' بٹائی' پانی کا حصہ یا خرچہ' مالگذاری اور بیج وغیرہ کی قیمت نکال کر بعد میں عشر یا نصف ادا کیا جائے۔

مسئلہ ٤: زمین کی ہر پیداوار پر عشر ہے مثلاً گندم' جو' جوار' مکی' باجرہ' دھان' ہر قسم کے اناج اور السی' کسم' اخروٹ' بادام وغیرہ ہر قسم کے میوے سیب' انار' انگور' مالٹا' آم' سنگترہ وغیرہ اور کپاس' پھول گنا' خربوزہ اور تربوز وغیرہ اور ہر طرح کی ترکاریوں' ان سب میں عشر واجب ہے کم پیدا ہوں یا زیادہ' احناف کے نزدیک عشری زمین میں شہد ہو تو اس پر بھی عشر واجب ہے۔

مسئلہ ٥: خودرو پیداوار پر عشر نہیں ہوتا کیونکہ یہ خود بخود پیدا ہو جاتی ہے جیسے گھاس وغیرہ ان پر عشر نہیں کیونکہ اس سے زمین کا منافع حاصل کرنا مقصود نہیں ہوتا۔

مسئلہ ٦: کھیت بونے پر اگر پیداوار خرابے کا شکار ہو جائے یا فصل گل سڑ جائے تو اس سے عشر ساقط ہو گا بشرطیکہ تمام فصل تباہ ہو گئی اگر کچھ فصل باقی بچ گئی تو بچی ہوئی پیداوار پر عشر کی ادائیگی عائد ہو گی۔

مسئلہ ۷: فصل تیار ہونے یا پھل پکنے سے پہلے اگر کوئی شخص اسے بیچ ڈالے تو عشر کی ادائیگی خریدار کے ذمہ ہو گی۔ اگر فصل یا پھل پکنے کے بعد فروخت کیا' عشر بیچنے والے کے ذمہ ہو گا۔

مسئلہ ۸: زمین جو کاشت کرتا ہے عشر اس کے ذمہ ہوتا ہے خواہ اس نے زمین ٹھیکہ پر لی

یا عاریتہً لے کر کاشت کر رہا ہو۔ شراکت کی کاشتکاری میں ہر حصے دار پر عشر کی ادائیگی کا اطلاق ہوگا۔ جتنی فصل حصے میں آئے گی اس پر عشر کی ادائیگی حصہ دار پر لازم ہے۔

مسئلہ ۹: عشر فصل تیار ہونے پر اسے اولین فرصت میں ادا کر دیا جائے تاکہ اس عجلت کے باعث انسان کئی قسم کے وسوسوں سے بچ جائے کیونکہ نیک کام کرنے کے وقت شیطان اکثر انسان کے دل میں وسوسہ پیدا کرتا ہے تاکہ نیک کام نہ ہو اس لیے جب فصل تیار ہو جائے تو کل پیداوار پر عشر نکال دیا جائے اور عشر ادا کرنے کے بعد باقی پیداوار سے دوسرے مصارف ادا کیے جائیں۔ لہٰذا ایک مسلمان کے لیے یہ اچھا نہیں کہ عشر نکالے بغیر ہی غلہ یا پیداوار ذاتی استعمال میں لے آئے۔

مسئلہ ۱۰: عشر حکومت کے عاملین کو دینا چاہیے اگر حکومتی سطح پر عشر وصول کرنے کا انتظام نہ ہو تو پھر خود عشر مستحقین میں تقسیم کر دینا چاہیے اگر کوئی خوشی سے ادا نہ کرے تو حاکم وقت جبراً لے سکتا ہے۔

۷۔ زکوٰۃ کے مصارف

مصارف مصرف کی جمع ہے۔ اسلام نے چند لوگوں کو زکوٰۃ دینے کی اجازت دی ہے انہیں مصارف زکوٰۃ کہا جاتا ہے اور یہ آٹھ قسم کے لوگ ہیں۔ اس کے متعلق ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

وَ مِنْهُمْ مَّنْ يَّلْمِزُكَ فِى الصَّدَقٰتِ ۚ فَاِنْ اُعْطُوْا مِنْهَا رَضُوْا وَاِنْ لَّمْ يُعْطَوْا مِنْهَآ اِذَا هُمْ يَسْخَطُوْنَ ○ وَلَوْ اَنَّهُمْ رَضُوْا مَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ لا وَ قَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ سَيُؤْتِيْنَا اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَ رَسُوْلُهٗۤ اِنَّاۤ اِلَى اللّٰهِ رٰغِبُوْنَ ○ اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْعٰمِلِيْنَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَ فِى الرِّقَابِ وَالْغٰرِمِيْنَ وَ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۚ فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ ۚ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ○

اور ان میں کوئی وہ ہے کہ صدقے بانٹنے میں تم پر طعن کرتا ہے تو اگر ان میں سے کچھ ملے تو راضی ہو جائیں اور نہ ملے تو جبھی وہ ناراض ہیں اور کیا اچھا ہوتا اگر وہ اس پر راضی ہوتے جو اللہ اور رسول نے ان کو دیا اور کہتے کہ ہمیں اللہ کافی ہے اب دیتا ہے ہمیں اللہ اپنے فضل سے اور اللہ کا رسول' بے شک ہم اللہ تعالیٰ کی طرف راغب ہیں' زکوٰۃ تو فقراء و مساکین' عاملین' مولفۃ القلوب اور غلاموں کو آزاد کرانے کے لیے اور قرض داروں کی قرضہ سے خلاصی کرانے اور اللہ کی راہ میں اور

مسافروں کے لیے ہے۔ بے شک اللہ علم والا اور حکم والا ہے۔ (پ ۱۰ توبہ: ۵۸تا۶۰)

اللہ تعالیٰ نے مصارف زکوٰۃ کو متعین فرما کر اس امر کی وضاحت کی ہے کہ میرا رسول تو میرے حکم کے مطابق زکوٰۃ کی تقسیم کرتا ہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے واضح طور پر بیان کر دیا کہ تقسیم زکوٰۃ کی مدات میری مقرر کردہ ہیں چنانچہ اس آیت میں جو زکوٰۃ کے مصارف بیان ہوئے ہیں صرف ان پر زکوٰۃ کی رقم خرچ کی جاسکتی ہے لہٰذا کسی شخص کو کوئی اختیار نہیں کہ وہ ان مصارف کے علاوہ اپنی مرضی سے زکوٰۃ کی رقم کسی اور مصرف پر خرچ کرے۔ ان کی مدات کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

۱۔ فقیر

فقیر وہ ہے جس کے پاس ضروریات کا کچھ مال تو ہو لیکن اتنا نہ ہو جس پر زکوٰۃ کا اطلاق ہوتا ہو۔ یعنی فقیر کا مطلب وہ شخص ہے جو بنیادی ضروریات زندگی تو رکھتا ہو مگر خوشحال نہ ہو بلکہ ضرورت مند ہو۔ ضرورت مند، اپاہج محتاج، بیوگان، یتامیٰ اور نادار دینی طلباء کا شمار فقرا میں ہوتا ہے۔

مسئلہ: فقیر وہ شخص ہے جس کے پاس کچھ ہو مگر اتنا نہ ہو کہ نصاب کو پہنچ جائے یا نصاب کی قدر ہو تو اس کی حاجت اصلیہ میں مستغرق ہو، مثلاً رہنے کا مکان، پہننے کے کپڑے، علمی شغل رکھنے والے کو دینی کتابیں جو اس کی ضرورت سے زیادہ نہ ہوں، اگر مقروض ہو تو قرضہ ادا کرنے کے بعد نصاب باقی نہ رہے تو فقیر ہے۔ (ردالمختار)

مسئلہ: فقیر اگر عالم ہو تو اسے دینا جاہل کو دینے سے افضل ہے (عالمگیری) مگر عالم کو دے تو اس امر کا لحاظ رکھے کہ اس کا اعزاز مدنظر رکھے، ادب کے ساتھ جیسے چھوٹے بڑوں کو نذر دیتے ہیں۔ عالم دین کو حقیر سمجھ کر زکوٰۃ دینا درست نہیں۔ (بہار شریعت)

۲۔ مسکین

مسکین وہ ہے جو پیٹ بھر کر کھانے اور پہننے کے لیے لباس وغیرہ کا محتاج ہو، یعنی انتہائی تنگ دست اور مفلس ہو۔ ایسے شخص کو سوال کرنا اور مانگنا اور دینا جائز ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا مسکین وہ نہیں کہ ایک کھجور یا ایک دو لقمے لے کر ٹل جائے بلکہ مسکین وہ ہے جو بے پروائی کے برابر نہ پائے ا

نہ اپنی حالت ایسی رکھے کہ کوئی دیکھ کر پہچان لے اور اگر کوئی دے دے تو لے لے ورنہ کسی سے خود سوال نہ کرے۔

مسئلہ: اس حدیث کی رو سے مساکین سے مراد وہ تنگ دست اور مفلوک الحال لوگ ہیں جن کی آمدن اخراجات کی نسبت بہت کم ہو' عیالدار ہوں' غربت کا شکار ہوں' خستہ حال ہوں' اپنی عزت نفس کی خاطر کسی کے سامنے سوال نہ کریں۔ لہٰذا مسکین سے مراد ایسا شخص ہے جو کاروبار کرنے والا یا برسر روزگار تو ہوتا ہے لیکن آمدن اتنی قلیل ہو کہ اپنی تمام بنیادی ضروریات پوری نہ کرسکتا ہو۔

۳۔ عامل

عامل وہ ہے جو حاکم اسلام کی طرف سے زکوٰۃ وصدقات اور عشر وغیرہ وصول کرنے پر مقرر ہو۔ اس کی تنخواہ وغیرہ اس کے کام اور ضروریات کے لحاظ سے زکوٰۃ وصدقات سے دی جائے گی اگرچہ وہ غنی اور مالدار ہی کیوں نہ ہو۔

مسئلہ: عاملین زکوٰۃ کے تقرر کی ذمہ داری خلیفۃ المسلمین پر ہے کہ اسلامی مملکت کے مختلف علاقوں کے لیے زکوٰۃ کے وصول کنندگان مقرر کرے کیونکہ اس کا ثبوت دور رسالت' اور خلفائے راشدین کے عہد میں ملتا ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے خود مختلف مقامات پر وصول کنندگان کو بھیجا۔

مسئلہ: عامل زکوٰۃ کا مسلمان عاقل اور بالغ ہونا ضروری ہے۔ اسلامی حکومت میں کسی غیر مسلم یعنی انگریزی' ہندو یا کافر کو مسلمان سے زکوٰۃ لینے پر نہیں مامور کیا جاسکتا کیونکہ قرآن کی رو سے وہ امین نہیں اور عامل زکوٰۃ کے لیے امین ہونا ضروری ہے۔

۴۔ مؤلفۃ القلوب

تالیف قلب سے مراد یہ ہے کہ دوسروں کی دلجوئی کرنا' ایسے لوگ جو مسلمان نہ ہوئے ہوں لیکن ان کے دل اسلام کی طرف مائل ہو رہے ہوں۔ ایسے لوگوں کی دلجوئی کے لیے زکوٰۃ سے مدد کرنی چاہیے تاکہ وہ کھلم کھلے مسلمان ہو جائیں۔ اس کے بعد ایسے لوگوں کی بھی تالیف قلب کی جاسکتی ہے جو مسلمان تو ہو گئے ہوں لیکن اسلام میں کمزور ہوں' ان کی دلجوئی کے لیے انہیں زکوٰۃ دینا بھی درست ہے۔

اسلام ایک ایسا مذہب ہے جو انسان کو پیار اور محبت سے رہنا سکھلاتا ہے۔ اس کے

پیش نظر اسلام کا یہ نقطہ نظر ہے کہ اسلام میں ہر نئے داخل ہونے والے کی دلجوئی کی جائے اسے ہر ممکن امداد فراہم کی جائے تا کہ وہ مسلمانوں کے ضابطہ حیات کا قائل ہو اور اپنے آپ کو آسانی سے اسلام پر عمل پیرا کر سکے۔

۵۔رقاب

رقاب سے مراد غلام آزاد کرنا ہے یعنی مکاتب غلام کو زکوٰۃ دینا تا کہ وہ اس سے بدل کتابت ادا کر کے غلامی سے آزاد ہو جائے۔ غلامی کے خاتمے کا ایک مؤثر اقدام یہ کیا کہ مصاف زکوٰۃ میں سے ایک مد غلاموں کو آزاد کرانے کے لیے مقرر کر دی جسے فی الرقاب کہا گیا ہے' قرآن پاک میں یہ الفاظ غلام اور باندی کو آزاد کرانے کے معنوں میں استعمال ہوئے ہیں گویا کہ زکوٰۃ کا ایک حصہ گردنوں کے آزاد کرانے کے لیے مقرر ہے۔

شروع میں اسلام نے لوگوں کو غلامی سے نجات دلانے کے لیے یہ صورت اختیار کی کہ مالکوں کو حکم دیا کہ اگر تم اپنے غلاموں میں سے اچھی چیز دیکھو تو ان سے معاملہ آزادی طے کر لو تو جیسا مکاتبت کیا جاتا ہے اور انہیں موقع دو کہ وہ آزادی کے لیے کسب کریں اور وہ کسب شدہ رقم مالک کو دے کر آزاد ہو جائیں۔ بعدازاں اللہ تعالیٰ نے زکوٰۃ میں سے ایک حصہ غلاموں کی آزادی کے لیے مقرر کر دیا تا کہ وہ رقم مالکوں کو دے کر لوگوں کو غلامی سے آزاد کرایا جائے۔ چنانچہ نبی اکرم ﷺ کے دور میں کئی غلاموں کو زکوٰۃ کے عوض آزادی حاصل ہوئی۔ غلامی کا دور اگرچہ ختم ہو گیا ہے مگر اس کے باوجود اگر کوئی شخص کسی پس ماندہ علاقے میں غلام ہو تو اسے اس مد سے خرچ کر کے آزاد کرایا جا سکتا ہے۔

۶۔غارم

غارم سے مراد وہ مقروض آدمی ہے کہ اس پر اتنا قرض ہو کہ قرض ادا کرنے کے بعد اس کے پاس بقدر نصاب کچھ نہ بچے ایسا مقروض بھی زکوٰۃ لینے کا حق دار ہے۔ بشرطیکہ وہ ہاشمی سید نہ ہو غارم کا وصف زیادہ درستگی کے ساتھ ان لوگوں پر بھی منطبق ہوتا ہے جن کو زندگی میں کسی مصیبت نے آگھیرا ہو' ان کا سارا مال و اسباب کسی آفت کی نذر ہو گیا ہو اور وہ اپنی اور اپنے گھر والوں کی ضروریات کی تکمیل کے لیے قرض لینے پر مجبور ہو گئے ہوں۔ چنانچہ کہا جاتا ہے کہ الغارمین تین طرح کے ہیں' ایک وہ شخص جس کا مال و اسباب سیلاب میں بہہ گیا ہو' دوسرا وہ شخص جس کا سامان آتش زدگی میں جل گیا ہو اور تیسرا وہ شخص جو عیالدار ہو اور اس

کے پاس مال نہ ہو اور وہ قرض حاصل کر کے اپنی ضروریات پوری کرے۔

۷۔ فی سبیل اللہ

فی سبیل اللہ سے مراد راہ خدا اور ہر نیک کام میں خرچ کرنا ہے جبکہ بطور تملیک ہو کیونکہ تملیک کے بغیر زکوٰۃ ادا نہیں ہو سکتی' مثلاً کسی مجاہد کو مصارف جہاد' سواری' زادراہ وغیرہ مہیا کرنا' علم دین کے نادار طلباء کو دینا بلکہ دینی طلباء اور دینی مدارس کو زکوٰۃ دینے سے دہرا ثواب ہے ایک زکوٰۃ کا اور دوسرا تبلیغ دین میں تعاون کا ثواب۔ اگر کوئی محتاج و نادار شخص حج کو جاتا ہو تو اس کو بھی مال زکوٰۃ دینا جائز ہے۔

۸۔ ابن السبیل

ابن السبیل مسافر کو کہتے ہیں' یہاں وہ مسافر مراد ہے جس کے پاس سفر خرچ نہ ہو' یہ بھی زکوٰۃ لینے کا حق دار ہے اگرچہ وہ اپنے گھر میں امیر ہی کیوں نہ ہو لیکن یہ ضروری ہے کہ ایسا مسافر صرف اتنی زکوٰۃ لے جس سے وہ اپنی منزل مقصود پر پہنچ جائے۔ ضرورت سے زیادہ لینا اس کے لیے بھی جائز نہیں۔

زکوٰۃ دینے والے کو یہ اختیار ہے کہ مذکورہ بالا مستحقین کو دے یا ان میں سے کسی ایک کو دے اور مستحب یہ ہے کہ ایک شخص کو اتنا دیا جائے کہ کم از کم اس دن اسے سوال کرنیکی ضرورت نہ پڑے یعنی اس کے اہل و عیال اور گھر کی ضروریات کو ملحوظ رکھ کر دیا جائے۔

۸۔ ادائیگی زکوٰۃ کے احکام

زکوٰۃ ادا کرتے وقت مستحق اور غیر مستحق افراد کو مدنظر رکھنا ضروری ہے۔ اس امر کے پیش نظر شریعت نے ادائیگی زکوٰۃ کے کچھ آداب مقرر کیے ہیں جن کے متعلقہ شرعی مسائل حسب ذیل ہیں:۔

مسئلہ ۱: زکوٰۃ دینے کا مقصد یہ ہے کہ زکوٰۃ صرف ان افراد کو دی جائے جو اس کے اہل ہوں' قرآن پاک میں جن اصناف کو مستحق قرار دیا ہے ان میں اغنیاء کا شمار نہیں۔ نیز آپ ﷺ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو فرمایا تھا کہ ان کے اغنیاء سے زکوٰۃ لے کر ان کے فقراء میں تقسیم کی جائے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اغنیاء زکوٰۃ لینے کے زمرے میں نہیں آتے۔

مسئلہ ۲: ایسے رشتہ دار جن کی کفالت زکوٰۃ دہندہ کے ذمے نہ ہو انہیں زکوٰۃ دینا جائز

ہے۔البتہ قریبی رشتہ دار جن کی کفالت اور نفقہ زکوٰۃ دینے والے کے ذمے ہو، انہیں زکوٰۃ دینا جائز نہیں۔لہٰذا والدین کو زکوٰۃ دینا درست نہیں کیونکہ والدین جب تک اولاد کے ساتھ رہتے ہوں تو ان کا نفقہ اور گزر اوقات مشترکہ ہوتا ہے اس لیے انہیں زکوٰۃ دینے کا مطلب اپنے آپ ہی کو زکوٰۃ دینا ہوگا اور اس طرح زکوٰۃ کی ادائیگی نہیں ہوگی۔

مسئلہ ۳: قریبی رشتہ داری میں میاں بیوی کا رشتہ بہت قریب ہے۔لہٰذا شوہر کیلئے اپنی بیوی کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں کیونکہ شوہر پر بیوی کا نفقہ لازم ہے جو اسے زکوٰۃ سے بالا کرتا ہے۔اس لیے اگر کوئی شوہر بیوی کو زکوٰۃ دے تو اس کی زکوٰۃ ادا نہ ہوگی کیونکہ میاں بیوی کا گھر ایک ہوتا ہے اس لیے انہیں دنیا جائز نہیں۔ایسے ہی بیوی اپنے خاوند کو زکوٰۃ دینے کی مجاز نہیں اگرچہ شوہر مسکین ہو اور بیوی مالدار ہی کیوں نہ ہو' مرد کو اللہ تعالیٰ نے عورت پر فوقیت دی ہے اس لیے مالدار بیوی کا اپنے مسکین شوہر کو زکوٰۃ دینا مرد کی فوقیت کے خلاف ہے کہ مرد اپنی عورت کا بھکاری بنے لہٰذا مرد کو اپنی عورت سے زکوٰۃ لینا جائز نہیں۔

مسئلہ ۴: قریبی رشتہ داروں میں بھائی' بہن' چچا' ماموں' پھوپھی وغیرہ کا بھی شمار ہوتا ہے۔اگر وہ زکوٰۃ لینے کے اہل ہوں تو انہیں زکوٰۃ دینا جائز ہے بشرطیکہ ان میں سے کوئی زکوٰۃ دیتے وقت زکوٰۃ دہندہ کی کفالت میں نہ ہو' بہن اور بھائی کو اس وقت زکوٰۃ دی جاسکتی ہے' جبکہ وہ آپ سے علیحدہ رہتے ہوں۔البتہ بیوہ بہن کو زکوٰۃ دینا جائز ہے کیونکہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ اگر کسی شخص کے رشتہ دار محتاج ہوں تو وہ انہیں زکوٰۃ دے۔اس کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ والدین اولاد اور بیوی کو چھوڑ کر قریبی رشتہ داروں کی فلاح و بہبود کا خیال رکھنا عین اسلامی صلہ رحمی اور اخوت میں شامل ہے۔اس لیے ان کے مستحق زکوٰۃ ہونے کی صورت میں انہیں دینا زیادہ بہتر ہے۔

مسئلہ ۵: جو شخص تندرست و توانا ہو اس کے لیے زکوٰۃ لینا جائز نہیں کیونکہ شرعاً اس کے لیے یہی حکم ہے کہ وہ اپنے کسب سے محنت کرے اور اس سے جو عوضانہ حاصل ہو اس سے اپنی ضروریات پوری کرے اور زکوٰۃ لینے کی طرف توجہ نہ دے۔

مسئلہ ۶: اہل بیت پر زکوٰۃ حرام ہے اس کی وجہ آل رسول کا تقدس ہے کیونکہ آل رسول کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نسبی تعلق کی بناء پر عوام الناس پر فوقیت اور شرف حاصل ہے مگر اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ آل رسول کون ہے؟۔

مسئلہ ۷: حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بنو ہاشم اور بنو مطلب آل رسول ہیں، مگر حضرت امام ابوحنیفہ اور حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہما کی رائے یہ ہے کہ صرف بنو ہاشم ہی آل رسول ہیں اور اس میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فاطمی اولاد اور غیر فاطمی اولاد یا حضرت عباس رضی اللہ عنہ یا حضرت جعفر رضی اللہ عنہ یا حضرت عقیل رضی اللہ عنہ یا حضرت حارث رضی اللہ عنہ ابن عبدالمطلب کی اولاد شمار کی جاتی ہے اور یہ سب ہاشمی ہیں۔ ان سب کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں ہے۔

مسئلہ ۸: ادائیگی زکوٰۃ سے پہلے نیت کرنا ضروری ہے چونکہ جو مال زکوٰۃ میں دیا جائے اس کے بارے میں انسان کے دل و دماغ میں یہ ارادہ ہونا چاہیے کہ وہ مال اس نے اللہ کی راہ میں زکوٰۃ کا دیا ہے۔ بعض اہل فقہ کے نزدیک نیت کے بغیر زکوٰۃ ادا کرنے سے زکوٰۃ نہیں ہوتی البتہ زکوٰۃ کا روپیہ دے دیا اور نیت بعد میں کی تو پھر بھی زکوٰۃ ادا ہو جائے گی۔ نیت زکوٰۃ دینے والی کی طرف سے ہوتی ہے یا اس شخص کی طرف سے ہوگی جس کے مال کا وہ ولی ہے یعنی اگر کوئی شخص کسی بچے مجنون یا کم عقل والے کا ولی ہو تو اسے ان کی جانب سے نیت کر کے زکوٰۃ ادا کرنا ہوگی۔ اگر یہ ولی نیت کیے بغیر زکوٰۃ ادا کرے گا تو اس طرح اس فریضہ کی ادائیگی نہیں ہوگی۔

مسئلہ ۹: زکوٰۃ دینے کے احکامات کے ساتھ اس امر کا خیال رکھنا بھی ضروری ہے کہ رزق حلال سے دی جائے اور جس مال کی زکوٰۃ دی جا رہی ہے وہ رزق حلال ہو۔ اسلام میں کسب حلال ہی کمانے کی تلقین ہے اور پھر اس پر زکوٰۃ دینا فرض ہے۔

مسئلہ ۱۰: زکوٰۃ خفیہ طور پر چپکے سے دینی چاہیے تاکہ نفس میں ریا اور شہرت کا مادہ پیدا نہ ہو پوشیدہ ادائیگی سے خلوص قائم رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ریا کو پسند نہیں کرتا کیونکہ اس سے نفس میں تکبر پیدا ہوتا ہے جو رضائے الٰہی کے خلاف ہے لہٰذا زکوٰۃ کی ادائیگی کے بارے میں ریا سے بچنا بہت اچھا ہے۔ ریاکاری سے نیکی کا اجر ضائع ہو جاتا ہے اس لیے اللہ تعالیٰ کو ریا بالکل پسند نہیں ہے۔

مسئلہ ۱۱: زکوٰۃ کی ادائیگی میں اس امر کا خیال رکھنا چاہیے کہ زکوٰۃ کی آڑ میں کسی کو احسان مند کر کے اذیت نہیں پہنچانی چاہیے کیونکہ اس طرح اجر ضائع ہو جائے گا کیونکہ اللہ کی راہ میں دی ہوئی چیز احسان جتلانے اور اذیت پہنچانے سے ضائع ہو جاتی ہے کیونکہ زکوٰۃ دے کر دوسرے لوگوں سے اس کا ذکر کرنا زکوٰۃ لینے والے سے زکوٰۃ کا بدلہ چاہنا کہ وہ

شکر گزار اور دعا گو بنے' خدمت اور تعظیم کرے' بے جا کہنا مانے' کام کاج کر دے' ایسے سب امور احسان کا بدلہ ہوں گے۔ ایسے ہی احسان کرنے کے بعد اذیت دینے سے نیکی ضائع ہو جاتی ہے۔

مسئلہ ۱۲: زکوٰۃ دینے میں اعلیٰ درجہ یہ ہے کہ اشد ضرورتمند کو دی جائے لہٰذا زکوٰۃ دیتے وقت اس امر کا خاص خیال رکھے کہ مستحقین زکوٰۃ میں جو سب سے زیادہ حاجت مند ہوں انہیں تلاش کر کے زکوٰۃ دی جائے کیونکہ زیادہ ضرورت مند کو تلاش کر کے دینے سے ثواب زیادہ ہو جاتا ہے جہاں حکومتی سطح پر نظام زکوٰۃ ہو یعنی حکومت زکوٰۃ جمع کر کے تقسیم کرتی ہو تو اس صورت میں عاملین زکوٰۃ کے فرائض میں یہ بات شامل ہو گی کہ وہ اپنے علاقہ میں غرض مندوں کو تلاش کر کے انہیں زکوٰۃ دیں۔

۹۔ صدقہ فطر

صدقہ فطر وہ ہے جو رمضان المبارک کے روزے ختم ہونے پر واجب ہوتا ہے۔ اس کے متعلق حضور ﷺ کے ارشادات حسب ذیل ہیں:۔

حدیث ۱: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے کھجوروں اور جَو کا ایک صاع صدقہ فطر مسلمان کے ہر غلام' آزاد' مرد' عورت' چھوٹے اور بڑے پر فرض قرار دیا اور حکم دیا کہ نماز عید پڑھنے سے پہلے پہلے ادا کر دیا جائے۔ (مسلم شریف)

حدیث ۲: حضرت عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ایک شخص کو بھیجا کہ مکہ کے گلی کوچوں میں اعلان کر دے کہ صدقہ فطر واجب ہے۔ ہر مسلمان مرد و عورت آزاد غلام چھوٹے اور بڑے پر' دو مد گندم یا ایک صاع کھانا۔ (ترمذی)

حدیث ۳: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے رمضان کے آخر میں لوگوں سے فرمایا۔ "اپنے روزے کا صدقہ ادا کرو' رسول اللہ ﷺ نے یہ صدقہ فطر واجب قرار دیا ہے۔ ایک صاع کھجور یا جو یا آدھا صاع گندم ہر آزاد غلام' مرد و عورت اور چھوٹے بڑے پر۔ (ابوداؤد' نسائی)

حدیث ۴: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ زکوٰۃ فطر روزے کو لغو اور بے ہودہ باتوں سے پاک کرتی ہے اور مسکینوں کے خورد و نوش کا ذریعہ ہے (ابوداؤد)۔

حدیث ۵: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا بندے کا روزہ زمین وآسمان کے درمیان معلق رہتا ہے یعنی قبول نہیں ہوتا جب تک اس کے ذمہ صدقہ فطر واجب ہے اور عمر بھر اس کے ادا کرنے کا وقت ہے۔ (دیلمی' ابن عساکر)

صدقہ فطر ادا کرنے کے متعلق شرعی مسائل حسب ذیل ہیں:۔

مسئلہ ۱: جو مسلمان اتنا مالدار ہو کہ اس پر زکوٰۃ لاگو ہوتی ہو یا اس پر زکوٰۃ واجب نہیں لیکن ضروری سامان اتنی قیمت کا ہو کہ جس پر زکوٰۃ کا اطلاق ہوتا ہے۔ اس پر نماز عید سے پہلے صدقہ فطر دینا واجب ہے۔ اس میں زکوٰۃ کی طرح عاقل' بالغ اور مال کے نامی ہونے کی شرط نہیں ہے۔

مسئلہ ۲: صدقہ فطر واجب ہے عمر بھر اس کا وقت ہے یعنی اگر ادا نہ کیا ہو تو اب ادا کردے۔ ادا نہ کرنے سے ساقط نہ ہوگا' نہ اب ادا کرنا قضا ہے بلکہ اب بھی ادا ہی ہے۔ اگرچہ مسنون قبل نماز عید ادا کر دینا ہے۔ (درمختار وغیرہ)

مسئلہ ۳: عید کے دن صبح صادق طلوع ہوتے ہی صدقہ فطر واجب ہو جاتا ہے۔ لہٰذا جو شخص صبح صادق سے پہلے مر گیا یا غنی تھا فقیر ہو گیا' صبح طلوع ہونے کے بعد کافر مسلمان ہوا یا بچہ پیدا ہوا یا فقیر تھا غنی ہو گیا تو واجب نہ ہوا اور اگر صبح طلوع ہونے کے بعد مرا یا صبح طلوع ہونے سے پہلے کافر مسلمان ہوا یا بچہ پیدا ہوا یا فقیر تھا غنی ہو گیا تو واجب ہے۔ (فتاوی عالمگیری)

مسئلہ ۴: صدقہ فطر ہر شخص پر واجب ہے مال پر نہیں' لہٰذا مر گیا تو اس کے مال سے ادا نہیں کیا جائے گا۔ ہاں اگر ورثاء بطور احسان اپنی طرف سے ادا کر دیں تو ہو سکتا ہے کچھ ان پر جبر نہیں اور اگر وصیت کر گیا ہے تو تہائی مال سے ضرور ادا کیا جائے گا اگرچہ ورثاء اجازت نہ دیں۔ (جوہرہ)

مسئلہ ۵: نابالغ یا مجنون اگر مالک نصاب ہیں تو ان پر صدقۂ فطر واجب ہے۔ ان کا ولی ان کے مال سے ادا کرے' اگر ولی نے ادا نہ کیا اور نابالغ بالغ ہو گیا یا مجنون کا جنون جاتا رہا تو اب یہ خود ادا کر دے اور اگر خود مالک نصاب نہ تھے اور ولی نے ادا نہ کیا تو بالغ ہونے یا ہوش میں آنے پر ان کے ذمہ ادا کرنا نہیں۔ (درمختار' ردالمحتار)

مسئلہ ۶: صدقہ فطر واجب ہونے کے لیے روزہ رکھنا شرط نہیں۔ اگر کسی عذر' سفر' مرض بڑھاپے کی وجہ سے یا معاذ اللہ بلاعذر روزہ نہ رکھا جب بھی واجب ہے۔

مسئلہ ۷: مرد مالک نصاب پر اپنی طرف سے اور اپنے چھوٹے بچے کی طرف سے واجب ہے جبکہ بچہ خود مالک نصاب نہ ہو ورنہ اس کا صدقہ اسی کے مال سے ادا کیا جائے اور مجنون اولاد اگرچہ بالغ ہو جبکہ غنی نہ ہو تو اس کا صدقہ اس کے باپ پر واجب ہے اور غنی ہو تو خود اس کے مال سے ادا کیا جائے۔ جنون خواہ اصلی ہو یعنی اصلی حالت میں بالغ ہوا یا بعد کو عارض ہوا اور دونوں کا ایک حکم ہے۔ (ردمختار)

مسئلہ ۸: اپنی عورت اور اولاد عاقل و بالغ کا فطرہ اس کے ذمے نہیں اگرچہ اپاہج ہو اگرچہ اس کے نفقات اس کے ذمہ ہوں۔ عورت یا بالغ اولاد کا فطرہ ان کے بغیر اذن ادا کر دیا تو ادا ہو گیا بشرطیکہ اولاد اس کے عیال میں ہو یعنی اس کا نفقہ وغیرہ اس کے ذمے ہو ورنہ اولاد کی طرف سے بلا اذن ادا نہ ہوگا اور عورت نے اگر شوہر کا فطرہ بغیر حکم ادا کر دیا تو ادا نہ ہوا۔ ماں باپ دادا' دادی' نابالغ بھائی اور دیگر رشتہ داروں کا فطرہ اس کے ذمے نہیں اور بغیر حکم ادا بھی نہیں کر سکتا۔ (فتاوٰی عالمگیری)

مسئلہ ۹: صدقہ فطر کی مقدار یہ ہے۔ گیہوں یا اس کا آٹا یا ستو نصف صاع' کھجور یا منقے' کھجوریں دی جائیں تو ان کی قیمت کا اعتبار نہیں۔ مثلاً نصف صاع عمدہ جو جن کی قیمت ایک صاع جو کے برابر ہے یا چہارم صاع کھرے گیہوں جو قیمت میں نصف صاع گیہوں کے برابر ہیں یا نصف صاع کھجوریں دیں جو ایک صاع جو یا نصف صاع گیہوں کی قیمت کے ہوں' یہ سب ناجائز ہے۔ جتنا دیا اتنا ہی ادا ہوا' باقی اس کے ذمہ واجب ہے' ادا کرے۔ (عالمگیری)

مسئلہ ۱۰: گیہوں اور جو کے دینے سے ان کا آٹا دینا افضل ہے اور اس سے افضل یہ کہ قیمت دے دے' خواہ گیہوں کی قیمت دے یا جو کی یا کھور کی۔ مگر گرانی میں خود ان کا دینا قیمت دینے سے افضل ہے اور اگر خراب گیہوں یا جو کی قیمت دی تو اچھے کی قیمت سے جو کمی پڑی' پوری کرے۔ (درمختار' ردالمختار)

نصف صاع سے مراد سوا دو سیر یعنی دو کلو ۴۵ گرام ہے اور صاع سے مراد ۴ کلو ۷۴ گرام ہے۔ قیمت ادا کرنا زیادہ بہتر ہے تاکہ لینے والے اپنی ضرورت کے مطابق استعمال میں لاسکیں۔

مسئلہ ۱۱: فطرہ کا مقدم کرنا مطلقاً جائز ہے جبکہ وہ شخص موجود ہو جس کی طرف سے ادا

کرتا ہو اگرچہ رمضان سے پیشتر ادا کرے اور اگر فطرہ ادا کرتے وقت مالک نصاب نہ تھا پھر ہو گیا تو فطرہ صحیح ہے اور بہتر یہ ہے کہ عید کی صبح صادق ہونے کے بعد اور عید گاہ جانے سے پہلے ادا کر دے۔ (درمختار' عالمگیری)

مسئلہ ۱۲: ایک شخص کا فطرہ ایک مسکین کو دینا بہتر ہے اور چند مساکین کو دے دیا۔ جب بھی جائز ہے یونہی ایک مسکین کو چند اشخاص کا فطرہ دینا بھی بلا خلاف جائز ہے اگرچہ سب فطرے ملے ہوئے ہوں۔ (درمختار' ردالمحتار)

مسئلہ ۱۳: شوہر نے عورت کو اپنا فطرہ ادا کرنے کا حکم دیا اس نے شوہر کے فطرے کے گیہوں میں ملا کر فقیر کو دے دیئے اور شوہر نے ملانے کا حکم نہ دیا تھا تو عورت کا فطرہ ادا ہو گیا۔ شوہر کا نہیں' مگر جب کہ ملا دینے پر عرف جاری ہو تو شوہر کا بھی ادا ہو جائے گا۔ عورت نے شوہر کو اپنا فطرہ ادا کرنے کا اذن دیا اس نے عورت کے گیہوں اپنے گیہوں میں ملا کر سب کی نیت سے فقیر کو دے دیئے جائز ہے۔ (عالمگیری)

مسئلہ ۱۴: صدقہ فطر کے مصارف وہی ہیں جو زکوٰۃ کے ہیں یعنی جن کو زکوٰۃ دے سکتے ہیں' انہیں فطرہ بھی دے سکتے ہیں اور جنہیں زکوٰۃ نہیں دے سکتے' انہیں فطرہ بھی نہیں۔ سوا عامل کے کہ اس کے لیے زکوٰۃ ہے' فطرہ نہیں۔ (درمختار' ردالمحتار)

۱۰۔ فضائل صدقہ وخیرات

رضائے الٰہی کی خاطر اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کو صدقہ' نفل اور خیرات کہا جاتا ہے۔ اس کی بڑی فضیلت اور برکت ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے خود انسانوں کی بہتری بھلائی کے پیش نظر اس پر بڑا زور دیا ہے اور اسے دین و دنیا کی بھلائی قرار دیا ہے۔ اس کی اہمیت اور فضیلت کے پیش نظر حضور ﷺ نے بھی صدقہ خیرات کی از حد ترغیب دی ہے۔ اس کے فضائل کے متعلق چند احادیث حسب ذیل ہیں:۔

حدیث ۱: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بندہ کہتا ہے کہ یہ میرا مال ہے وہ میرا مال ہے۔ بندے کو اس کے مال سے تین قسم کا فائدہ ہوتا ہے کھا پی کر ختم کر دیا' یا پہن کر پرانا کر دیا' یا کسی کو دے کر آخرت کے لیے جمع کر لیا۔ اس کے سوا باقی مال دنیا سے جاتے وقت دوسروں کے لیے چھوڑ جائے گا۔ (جس سے اسے کوئی

فائدہ نہیں ہوتا) (مسلم شریف)۔

حدیث ۲: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے ایک مرتبہ فرمایا کہ تم میں سے کون ہے کہ جسے اپنے وارث کا مال اپنے مال سے محبوب ہے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! ہم میں سے کوئی ایسا نہیں جسے اپنا مال زیادہ عزیز نہ ہو' تو اس پر حضور ﷺ نے فرمایا کہ اپنا مال تو وہ ہے جو آگے روانہ کر چکا ہے اور جو پیچھے چھوڑ گیا وہ وارث کا مال ہے۔ (بخاری شریف)

حدیث ۳: حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب مسلمان اپنے اہل و عیال کی کفالت کرتا ہے اور اجر کی امید رکھتا ہے تو یہ خرچہ اس کے لیے بمنزلہ صدقہ کے ہے۔

حدیث ٤: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جب کوئی آدمی صدقہ دیتا ہے خواہ وہ ایک کھجور جتنا ہی کیوں نہ ہو' تو اللہ تعالیٰ اس صدقہ کو اپنے داہنے ہاتھ میں لیتا ہے بشرطیکہ وہ پاک کمائی سے ہو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ پاک ہی چیز کو قبول و پسند فرماتا ہے۔ پھر وہ اس صدقہ کی پرورش کرتا ہے اور اس کو بڑھاتا ہے۔ حتیٰ کہ ایک کھجور ایک پہاڑ کے برابر ہو جاتی ہے۔ (بخاری شریف)

حدیث ٥: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ سخی اللہ تعالیٰ اور جنت اور لوگوں کے قریب ہوتا ہے اور دوزخ سے دور ہوتا ہے اور بخیل شخص اللہ تعالیٰ اور جنت اور لوگوں سے دور ہوتا ہے اور دوزخ کے قریب ہوتا ہے اور جاہل سخی اللہ کے نزدیک زیادہ محبوب اور پیارا ہے بخیل عابد سے۔ (ترمذی شریف)

حدیث ٦: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ ہر صبح آسمان سے دو فرشتے اتر کر یہ دعا کرتے ہیں ایک دعا مانگتا ہے الٰہی! اچھے کاموں میں خرچ کرنے والوں کو زیادہ مال و دولت دے اور دوسرا کہتا ہے' الٰہی بخیل کے مال کو تباہ و برباد کر دے۔ (بخاری شریف)

حدیث ۷: حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ اے ابن آدم بچے ہوئے مال کا اللہ کی راہ میں خرچ کرنا تیرے لیے بہتر ہے اور اس کا روکنا یعنی راہ خدا میں نہ دینا تیرے لیے برا ہے اور بقدر ضرورت روکنے پر تو ملامت نہیں اور صدقہ دینا پہلے ان

سے شروع کر جو تیری پرورش میں ہیں۔ یعنی اہل وعیال اور قریبی رشتہ دار۔ (ترمذی شریف)

حدیث ۸: حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا راہ خدا میں خرچ کر اور شمار نہ کر۔ ورنہ اللہ تعالیٰ تجھے بھی گن کر اور شمار کر کے دے گا اور راہ خدا میں دینے سے ہاتھ بند نہ کر ورنہ اللہ تعالیٰ بھی تجھ پر دینا بند کر دے گا۔ جتنی تجھے توفیق و استطاعت ہو' راہ خدا میں خرچ کرتی رہو۔ (بخاری ومسلم)

حدیث ۹: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ایک درہم' ایک لاکھ درہم سے بڑھ گیا۔ کسی نے دریافت کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! وہ کس طرح؟ فرمایا ایک آدمی کے پاس بہت مال و دولت ہے اس نے اپنے مال سے ایک لاکھ درہم خیرات کیے لیکن ایک غریب کے پاس صرف دو ہی درہم تھے اس نے ایک خیرات کر دیا تو اس غریب کا ایک درہم اس دولت مند کے لاکھ درہم سے بڑھ گیا۔ (نسائی، ابن حبان)

حدیث ۱۰: حضرت سلیمان بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسکین ومحتاج کو صدقہ دینے کا تو صرف ایک ثواب ہوتا ہے لیکن رشتہ دار کو دینے کا دہرا ثواب ہوتا ہے' ایک صدقہ کا اور دوسرا صلہ رحمی کا' یعنی رشتہ داروں سے اچھا سلوک کرنے کا۔ (نسائی شریف)

حدیث ۱۱: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ عرض گزار ہوئے کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کون سا صدقہ افضل ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کم سرمایہ والے کا کار خیر میں کوشش کرنا اور کار خیر میں اس سے ابتداء کرو جس کی کفالت تمہارے ذمہ ہے۔ (ابوداؤد)

حدیث ۱۲: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ روٹی کا ایک لقمہ صدقہ کرنے کی وجہ سے تین آدمی جنت میں داخل کیے جاتے ہیں۔ ایک حکم دینے والا' دوسرا پکانے والا' تیسرا وہ نوکر جس نے روٹی کا وہ لقمہ مسکین کو جا کر دیا۔ (طبرانی)

حدیث ۱۳: حضرت عدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اگر کوئی آدمی ایک کھجور خیرات کر کے دوزخ سے بچ سکتا ہے تو اس کو چاہیے کہ اپنی جان کو دوزخ سے بچائے۔ (بخاری ومسلم)

حدیث ۱۴: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ صدقہ وخیرات دینے میں جلدی کرو کیونکہ بلا ومصیبت صدقہ کو نہیں پھلانگ سکتی۔ یعنی صدقہ مصیبت کو ٹال

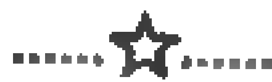
دیتا ہے۔ (رزین)

حدیث ۱۵: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ افضل ترین صدقہ بھوکے کو کھانا کھلانا ہے۔ (بیہقی) ایسے ہی ایک روایت میں ہے کہ کسی بھوکے کو پیٹ بھر کر کھانا کھلانا اور پانی پلانے سے دوزخ سات خندق (ساڑھے سات ہزار سال) کے راہ کی مقدار دور کر دی جاتی ہے۔ (مستدرک)

حدیث ۱۶: حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ آدمی کا اپنی زندگی و صحت میں ایک درہم صدقہ کرنا' مرتے وقت کے سو درہم صدقہ کرنے سے بہتر ہے۔ (ابوداؤد)

حدیث ۱۷: حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ صدقہ وخیرات دینے والے قبر کی آگ اور حرارت سے محفوظ ہوں گے اور صدقہ قبر کی آگ کو بجھا دیتا ہے۔ (طبرانی)

حدیث ۱۸: حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے (پچاس ہزار سال کے) دن میں لوگ حساب و کتاب میں مبتلا ہوں گے لیکن صدقہ دینے والے اپنے صدقہ کے سایہ میں ہوں گے۔ (مسند احمد)



حصہ پنجم - حج

حج

قصد اور ارادے کا نام حج ہے مگر شرعاً احرام باندھ کر بیت اللہ اور مقامات حج پر اسلام کے مقرر کردہ طریقے کے مطابق اللہ کی عبادت اور نیک اعمال سرانجام دینے کو حج کہا جاتا ہے۔ حج اسلام کے ارکان میں سے ہے بلکہ یہ رکن بڑا اہم ہے۔ حج ۹ھ میں فرض ہوا لہٰذا اس کی فرضیت اور حقیقت سے انکار کرنا اسلام سے خارج ہونا ہے۔ حج صرف ایک ایسا فریضہ ہے جو بیک وقت بدنی' زبانی اور مالی عبادت کا مجموعہ ہے۔ حج اللہ کے گھر یعنی بیت اللہ سرزمین مکہ میں کیا جاتا ہے۔ مقام حج اور فرضیت کے بارے میں ارشادات الٰہی حسب ذیل ہیں:۔

اِنَّ اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیْ بِبَکَّۃَ مُبٰرَکًا وَّ ھُدًی لِّلْعٰلَمِیْنَ ○ فِیْهِ اٰیٰتٌۢ بَیِّنٰتٌ مَّقَامُ اِبْرٰھِیْمَ ○ وَمَنْ دَخَلَهٗ کَانَ اٰمِنًاط وَ لِلّٰهِ عَلَی النَّاسِ حِجُّ الْبَیْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَیْهِ سَبِیْلًاط وَمَنْ کَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِیٌّ عَنِ الْعٰلَمِیْنَ ○ (پ۴ آل عمران:۹۶)

بلاشبہ سب سے پہلا عبادت خانہ جو بنایا گیا لوگوں کے لیے' وہ ہے جو مکہ میں ہے بڑا برکت والا اور سب جہانوں کے لیے ہدایت کا مرکز ہے۔ اس میں کھلی نشانیاں ہیں (اور ان میں سے ایک نشانی) مقام ابراہیم ہے اور جو داخل ہوا اس میں وہ امن پا گیا اور اللہ کے لیے لوگوں پر اس گھر کا حج کرنا فرض ہے جو طاقت رکھتا ہو وہاں پہنچنے کی اور جو شخص منکر ہو (اس کا)' بے شک اللہ تمام جہانوں سے بے نیاز ہے۔

مزید ارشاد باری تعالیٰ ہے:۔

اَلْحَجُّ اَشْھُرٌ مَّعْلُوْمٰتٌ ط فَمَنْ فَرَضَ فِیْھِنَّ الْحَجَّ فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوْقَ وَلَا جِدَالَ فِی الْحَجِّ ط وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَیْرٍ یَّعْلَمْهُ اللّٰهُ ط وَتَزَوَّدُوْا فَاِنَّ خَیْرَ الزَّادِ

حج کے چند معلوم مہینے ہیں' تو جو شخص ان میں نیت حج کی کرے وہ کوئی بے حیائی کی بات نہ کرے نہ کوئی گناہ کرے اور نہ کسی سے جھگڑے حج کے دوران میں اور تم جو نیک کام کرو اللہ اسے جانتا ہے اور سفر خرچ ساتھ

التَّقْوٰى وَاتَّقُوْنِ يٰٓاُولِي الْاَلْبَابِ ٥ (پ۲ البقرۃ: ۱۹۷) لے لو' سب سے بہتر سفر خرچ تقویٰ ہے اور مجھ سے ڈرتے رہو اے عقلمندو!

حضور ﷺ نے اپنے خطبہ میں ارشاد فرمایا کہ اے لوگو! تم پر حج فرض کیا گیا ہے لہٰذا حج کرو۔ ایک آدمی نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! کیا ہر سال حج کرنا فرض ہے؟ آپ خاموش رہے۔ اس شخص نے تین بار یہی پوچھا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ اگر میں ہاں کہہ دیتا تو تم پر ہر سال حج کرنا فرض ہو جاتا اور تم اس پر عمل نہ کر سکتے۔ (مسلم) حج عمر میں صرف ایک بار ہی فرض ہے جس نے اس سے زیادہ کیے، وہ نفل ہیں۔ (احمد' نسائی)

ا۔ فضائل حج وعمرہ

حج ایک ایسی عبادت ہے کہ اللہ کے ہاں اس کا اجر بے پناہ ہے اور اس کا سب سے بڑا اجر تو یہ ہے کہ حج کرنے والے کے تمام گناہ یک دم معاف ہو جاتے ہیں اور بالکل بے گناہ ہو جاتا ہے اس لیے یہ ایسی عظیم عبادت ہے کہ اس سے انسان کی دین و دنیا سنور جاتی ہے۔ حج کی فضیلت کے متعلق حضور ﷺ کے ارشادات بے شمار ہیں' ان میں سے چند حسب ذیل ہیں:۔

حدیث ۱: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا گیا کون سا عمل افضل ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لانا۔ سائل نے معلوم کیا اس کے بعد؟ آپ ﷺ نے فرمایا اللہ کی راہ میں جہاد۔ عرض کی گئی کہ اس کے بعد؟ آپ ﷺ نے فرمایا۔ مقبول حج۔ (بخاری شریف)

حدیث ۲: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے اللہ کے لیے حج کیا اور اس کے درمیان کوئی غلط اور گناہ کا کام نہیں کیا تو وہ اس طرح واپس ہوگا جیسا کہ ماں کے پیٹ سے پیدا ہوتے وقت تھا۔ (مسلم شریف)

حدیث ۳: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ایک عمرہ سے دوسرے عمرہ تک کا درمیانی عرصہ گناہوں کا کفارہ ہے اور مقبول حج کی جزا جنت ہے۔ (بخاری شریف)

حدیث ۴: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہی روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا

ہے کہ اللہ تعالیٰ کے مہمان تین ہیں۔ مجاہد' حج یا عمرہ کرنے والا۔ (نسائی)

حدیث ۵: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہی روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' حاجی اور عمرہ کرنے والے اللہ تعالیٰ کے مہمان ہیں۔ اگر وہ دعا کریں گے تو قبول ہوگی اور اگر مغفرت چاہیں گے تو بخشے جائیں گے۔ (ابن ماجہ)

حدیث ۶: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کا حج کا ارادہ ہو وہ اسے پورا کرنے میں عجلت کرے۔ (ابوداؤد' دارمی)

حدیث ۷: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حج وعمرہ یکے بعد دیگرے کرو کیونکہ یہ دونوں تنگدستی اور گناہوں کو دور کرتے ہیں جس طرح بھٹی میں لوہے' سونے اور چاندی کا میل صاف ہو جاتا ہے اور حج مقبول کا ثواب جنت کے علاوہ اور کچھ نہیں۔ (ترمذی' نسائی)

حدیث ۸: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ یمن والوں کا یہ وطیرہ تھا کہ جب وہ حج کے لیے آتے تو اپنے ساتھ زادراہ نہ لاتے اور مکہ میں آکر بھیک مانگتے اور کہتے کہ ہم تو متوکل ہیں۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا کہ زادراہ لے کر چلو اور بہتر زادراہ تقویٰ ہے۔ (بخاری شریف)

حدیث ۹: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص' حج' عمرے یا جہاد کے ارادے سے گھر سے چلا اور راستہ میں اس کو موت آگئی تو اللہ تعالیٰ اس کو غازی' حاجی اور عمرہ کرنے والے کا ثواب عطا فرماتا ہے۔ (بیہقی)

حدیث ۱۰: حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کو حج کی ادائیگی میں نہ تو کوئی ظاہری حاجت مزاحم ہوئی نہ وہ بیماری یا حاکم کے جبر کی وجہ سے رکا' بلکہ بلاوجہ حج نہ کیا اب اس کو چاہیے کہ وہ یہودی ہو کر مرے یا نصرانی ہو کر۔ (دارمی شریف)

حدیث ۱۱: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جہاد کے لیے اجازت طلب کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارا جہاد حج ہے۔ (مسلم شریف)

حدیث ۱۲: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رمضان میں عمرہ کا ثواب حج کے برابر ہے۔ (بخاری شریف)

حدیث ۱۳: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے

معلوم کیا کہ عورتوں پر جہاد ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا ہاں! ایسا جہاد جس میں جنگ و جدل نہیں۔ وہ حج و عمرہ ہے۔ (ابن ماجہ)

حدیث ۱۴: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے آ کر رسول اللہ ﷺ نے عرض کیا۔ میری بہن نے حج کی نذر مانی تھی لیکن اس کا انتقال ہو گیا۔ نبی علیہ السلام نے فرمایا اگر اس پر قرض ہوتا تو کیا تم ادا کرتے؟ اس نے کہا ہاں! تو آپ ﷺ نے فرمایا اب اللہ کے قرض کو ادا کرو، اس کو ادا کرنے کی زیادہ ضرورت ہے۔ (بخاری شریف)

حدیث ۱۵: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ قبیلہ خثعم کی ایک عورت نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! رب تعالیٰ کے فرائض میں سے ایک فریضہ حج میرے والد پر لازم ہو گیا ہے لیکن وہ اتنے بوڑھے ہیں کہ وہ سواری پر بیٹھ نہیں سکتے' کیا میں ان کی طرف سے حج کروں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا ہاں! راوی کہتے ہیں کہ یہ واقعہ حجۃ الوداع کا ہے۔ (مسلم شریف)

حدیث ۱۶: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا لوگ غیر عورتوں کے ساتھ تخلیہ میں نہ بیٹھیں اور عورتیں محرم کے علاوہ کسی کے ساتھ سفر میں نہ جائیں۔ اس وقت ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے کہا میرا نام تو فلاں فلاں غزوہ کے لیے مقرر ہوا ہے اور میری بیوی حج کے لیے نکلی ہے تو نبی علیہ السلام نے فرمایا۔ تم جاؤ اور اپنی بیوی کے ساتھ حج کرو۔ (بخاری شریف)

حدیث ۱۷: حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے چار مرتبہ عمرہ کیا یہ تمام عمرے ذی القعدہ کے مہینے میں ہوئے' سوائے اس عمرے کے جو حج کے ساتھ کیا تھا۔ ایک عمرہ حدیبیہ کے موقع پر' دوسرا عمرہ اس سے اگلے سال' اور ایک عمرہ کے لیے جعرانہ سے جنگ حنین کے بعد اموال غنیمت کی تقسیم سے فارغ ہو کر روانہ ہوئے۔ یہ تین عمرے ذی القعدہ میں ایک عمرہ حج کے ساتھ ذی الحجہ میں کیا۔ (مسلم شریف)

۲۔ احکام حج

حج ہر صاحب استطاعت' مسلمان' بالغ' عاقل' تندرست' صحیح الاعضاء' آزاد' مرد و عورت پر جو بیت اللہ شریف پہنچ سکتے ہوں' عمر بھر میں صرف ایک بار فرض ہے۔ حج کی

فرضیت نص قطعی یعنی قرآن پاک سے ثابت ہے۔ حج کا منکر دائرہ اسلام سے خارج اور حج کا تارک اور بلا عذر شرعی دیر کرنیوالا سخت گناہگار ہے' فاسق و فاجر ہے۔ دکھلاوے کے حج کرنا اور مال حرام سے حج کو جانا حرام اور گناہ عظیم ہے۔ ماں باپ اگر خدمت کے محتاج ہوں تو ان کی اجازت کے بغیر حج فرض کو جانا مکروہ ہے۔ حج نفل میں والدین کی خدمت مقدم ہے ہاں! اگر وہ اجازت دیں تو جائے ورنہ نہ جائے۔

جب حج کو جانے پر قادر ہو اور تمام ضروری اخراجات مہیا ہو جائیں تو اسی سال حج فرض ہو گیا ہے۔ لہٰذا فوراً حج ادا کرنے کی کوشش کی جائے اب تاخیر گناہ ہے۔ اگر چند سال مزید تاخیر کی گئی تو ایسا شخص فاسق و مردود گواہی والا ہے مگر جب بھی حج کرے گا ادا ہی ہوگا' قضا نہیں کہلائے گا۔ مال و اخراجات حج مہیا تھے مگر سستی سے فریضۂ حج ادا نہ کیا پھر مال ضائع ہو گیا تو قرض لے کر حج ادا کیا جائے مگر نیت یہ ہو کہ بتوفیق الٰہی قرض ضرور ادا کر دوں گا۔ ایسی صورت میں اگر قرض ادا نہ بھی ہو سکے تو امید کامل ہے کہ اللہ تعالیٰ اس پر مواخذہ نہیں فرمائے گا۔ حج کے واجب ہونے اور اس کی صحیح ادائیگی کے مسائل مندرجہ ذیل ہیں:۔

مسئلہ ۱: حج فرض ہونے کی شرائط

حج واجب ہونے کی آٹھ شرطیں ہیں۔ جب تک وہ سب نہ پائی جائیں' حج فرض نہیں۔ (۱) مسلمان ہونا' کافر پر حج فرض نہیں (۲) دارالحرب میں ہو تو یہ بھی ضروری ہے کہ جانتا ہو کہ حج اسلام کے فرائض میں سے ہے۔ (۳) بالغ ہونا یعنی لونڈی نابالغ پر حج فرض نہیں (۴) عاقل ہونا' لہٰذا مجنون پر حج فرض نہیں (۵) آزاد ہونا یعنی لونڈی غلام پر حج فرض نہیں (۶) تندرست ہونا کہ حج کو جا سکے اس کے اعضاء سلامت ہوں۔ انکھیارا ہو۔ لہٰذا اپاہج اور فالج والے اور جس کے پاؤں کٹے ہوں اور اس بوڑھے پر کہ سواری پر خود نہ بیٹھ سکتا ہو' حج فرض نہیں ہے۔ یونہی اندھے پر بھی حج فرض نہیں اگرچہ ہاتھ پکڑ کر لے چلنے والا اسے ملے' ان سب پر بھی یہ ضروری نہیں کہ کسی کو بھیج کر اپنی طرف سے حج کرا دیں۔ (۷) سفر خرچ کا مالک ہونا اور سواری کی قدرت ہونا۔ چاہے سواری کا مالک ہو یا اس کے پاس اتنا مال ہو کہ سواری کرایہ پر لے سکے (۸) حج کا وقت یعنی حج کے مہینوں میں تمام شرائط پائی جائیں گی تو حج فرض ہو جائے گا۔ (فتاویٰ عالمگیری)

مسئلہ ۲: ادائیگی حج کی شرائط

حج فرض ہونے کے بعد ادائیگی حج کی کچھ شرائط ہیں جب یہ شرائط پائی جائیں تو خود کو حج کو جانا ضروری ہے اور اگر یہ سب شرطیں نہ پائی جائیں تو خود حج کو جانا ضروری نہیں بلکہ دوسرے سے حج کرا سکتا ہے یا وصیت کر جائے مگر اس میں یہ بھی ضروری ہے کہ حج کرانے کے بعد آخر عمر تک خود قادر نہ ہو ورنہ خود بھی حج کرنا ضروری گا۔وہ شرطیں یہ ہیں۔(۱) راستہ میں امن و امان ہونا یعنی اگر غالب گمان سلامتی کا ہو تو حج کے لیے جانا ضروری ہے اور غالب گمان یہ ہو کہ ڈاکہ یا لڑائی کی وجہ سے جان ضائع ہو جائے گی تو حج کے لئے جانا ضروری نہیں (۲) عورت کو مکہ تک جانے میں تین دن یا زیادہ کا راستہ ہو تو اس کے ہمراہ شوہر محرم کا ہونا شرط ہے خواہ وہ عورت جوان ہو یا بڑھیا اور اگر تین دن سے کم کا راستہ ہو تو عورت بغیر شوہر اور محرم کے بھی جا سکتی ہے۔محرم سے مراد وہ مرد ہے کہ جس سے ہمیشہ کے لیے اس عورت کا نکاح حرام ہو۔چاہے نسب کی وجہ سے نکاح حرام ہو جیسے بیٹا باپ بھائی وغیرہ' چاہے دودھ کے رشتہ سے نکاح حرام ہو جیسے رضاعی بھائی' رضاعی باپ' رضاعی بیٹا وغیرہ یا سسرال کے رشتہ سے نکاح حرام ہو جیسے خسر یا شوہر کا بیٹا' عورت شوہر یا محرم جس کے ساتھ سفر کر سکتی ہے اس کا عاقل' غیر فاسق ہونا شرط ہے۔(۳) حج کو جانے کے زمانے میں عورت عدت سے نہ ہو چاہے وفات کی عدت ہو یا طلاق کی ہو۔(۴) قید میں نہ ہو۔حاکم اگر حج کو جانے سے روکتا ہے تو اس عذر کا بھی یہی حکم ہے۔(فتاوٰی عالمگیری)

مسئلہ ۳: صحت ادا کی شرائط

صحت ادا کی نو شرطیں ہیں کہ اگر یہ نہ پائی جائیں تو حج صحیح نہیں ہوگا۔وہ شرائط یہ ہیں (۱) مسلمان ہونا (۲) احرام کہ بغیر احرام کے حج نہیں ہو سکتا (۳) حج کا وقت یعنی حج کے لیے جو وقت شریعت کی طرف سے معین ہے اس سے قبل حج کے افعال نہیں ہو سکتے۔(۴) افعال حج کی جگہوں پر افعال کرنا مثلاً طواف کی جگہ مسجد حرام ہے۔وقوف کی جگہ میدان عرفات و مزدلفہ ہے۔کنکری مارنے کی جگہ منیٰ ہے۔اگر یہ کام دوسری جگہ کرے گا تو حج صحیح نہیں۔(۵) تمیز کرنا' اتنا چھوٹا بچہ کہ جس میں کسی چیز کی تمیز ہی نہ ہو اس کا حج صحیح نہیں۔(۶) عقل والا ہونا کہ مجنون اور دیوانے کا حج صحیح نہیں (۷) حج کے فرائض کو ادا کرنا۔جس نے حج

کا کوئی فرض چھوڑ دیا اس کا حج صحیح نہیں (۸) احرام کے بعد اور عرفات میں وقوف سے پہلے جماع نہ ہوگا اگر ہوگا تو حج باطل ہو جائے گا (۹) جس سال احرام باندھا اسی سال حج کرنا اگر اس سال احرام باندھا اور چاہے کہ اسی احرام سے آئندہ سال حج کرے تو یہ حج صحیح نہیں ہوگا۔ (بہار شریعت ج۶)

مسئلہ ۴: فرائض حج

فریضہ حج ادا کرنے کی سعادت پانے والوں کے لیے ضروری بلکہ فرض ہے کہ وہ حج کے ان تمام مسائل و احکام سے پوری طرح باخبر ہوں تا کہ دین اسلام کا بنیادی اور آخری عظیم الشان رکن کما حقہ ادا ہو سکے۔ حج میں یہ افعال و امور فرض یا رکن ہیں۔ (۱) احرام کہ یہ شرط ہے۔ (۲) وقوف عرفہ یعنی نویں ذی الحجہ کے آفتاب ڈھلنے سے دسویں کی صبح صادق سے پہلے تک کسی وقت عرفات میں ٹھہرنا (۳) طواف زیارت کا اکثر حصہ یعنی چار پھیرے۔ یہ دونوں چیزیں یعنی عرفہ کا وقوف اور طواف زیارت حج کا رکن ہیں۔ (۴) نیت (۵) ترتیب یعنی پہلے احرام باندھنا پھر عرفہ میں ٹھہرنا' پھر طواف زیارت (۶) ہر فرض کا اپنے وقت پر ہونا (۷) مکان یعنی وقوف عرفہ میدان عرفات کی زمین میں ہونا سوا 'بطن عرنہ' کے اور طواف کا مکان مسجد الحرام شریف ہے۔ (درمختار)

مسئلہ ۵: واجبات حج

حج کے واجبات یہ ہیں۔ (۱) میقات سے احرام باندھنا یعنی میقات سے بغیر احرام باندھے آگے نہ گزرنا اور اگر میقات سے پہلے ہی احرام باندھ لیا جائے تو جائز ہے۔ (۲) صفا و مروہ کے درمیان دوڑنا اس کو ''سعی'' کہتے ہیں (۳) سعی کو صفا سے شروع کرنا (۴) اگر عذر نہ ہو تو پیدل سعی کرنا (۵) دن میں میدان عرفات کے اندر وقوف کیا ہے تو اتنی دیر تک وقوف کرے کہ آفتاب غروب ہو جائے خواہ آفتاب ڈھلتے ہی شروع کیا تھا یا بعد میں غرض غروب آفتاب تک وقوف میں مشغول رہے اور اگر رات میں میدان عرفات کے اندر وقوف کیا ہے تو اس کے لیے کسی خاص حد تک وقوف کرنا واجب نہیں مگر وہ اس واجب کا تارک ہوا کہ دن میں غروب آفتاب تک وقوف کرتا (۶) وقوف میں رات کا کچھ حصہ آجانا (۷) عرفات سے واپسی میں امام کی پیروی کرنا یعنی جب تک امام میدان عرفات سے نہ [illegible] یہ بھی نہ چلے ہاں اگر امام نے وقت سے تاخیر کی تو اسے امام سے پہلے میدان عرفات

سے روانہ ہو جانا جائز ہے اور اگر زبردست بھیڑ کی وجہ سے یا کسی دوسری ضرورت سے امام کے چلے جانے کے بعد میدان عرفات میں ٹھہرا رہا' امام کے ساتھ نہ گیا جب بھی جائز ہے۔ (۸) مزدلفہ میں ٹھہرنا (۹) مغرب و عشاء کی نماز کا عشا کے وقت میں مزدلفہ پہنچ کر پڑھنا (۱۰) تینوں جمروں پر دسویں' گیارہویں اور بارہویں تینوں دن کنکریاں مارنا (۱۱) جمرۃ العقبہ کی رمی پہلے دن سر منڈانے سے پہلے ہونا (۱۲) ہر روز کی رمی کا اسی دن ہونا (۱۳) احرام کھولنے کے لیے سر منڈانا یا بال کترانا (۱۴) یہ سر منڈانا یا بال کتروانا منیٰ یا حرم کی حدود کے اندر ہونا (۱۵) قرآن یا تمتع کرنے والے کا قربانی کرنا (۱۶) اور اس قربانی کا حدود حرم اور ایام نحر میں ہونا (۱۷) طواف زیارت کا اکثر حصہ ایام نحر میں ہو جانا۔ عرفات سے واپسی میں جو طواف کیا جاتا ہے اس کا نام طواف زیارت ہے اور اس طواف کو طواف افاضہ بھی کہتے ہیں۔ (۱۸) طواف' حطیم کے باہر ہونا (۱۹) داہنی طرف سے طواف کرنا یعنی کعبہ معظمہ طواف کرنے والے کے بائیں جانب ہو (۲۰) عذر نہ ہو تو پاؤں سے چل کر طواف کرنا ہاں عذر ہو تو سواری پر بھی طواف کرنا جائز ہے۔ (۲۱) طواف کرنے میں باوضو اور باغسل ہونا۔ اگر بے وضو یا جنابت کی حالت میں طواف کر لیا تو اس طواف کو دہرائے۔ (۲۲) طواف کرتے وقت ستر چھپانا (۲۳) طواف کے بعد دو رکعت نماز تحیۃ الطواف پڑھنا لیکن اگر نہ پڑھی جائے تو قربانی واجب نہیں (۲۴) کنکریاں مارنے اور قربانی کرنے اور طواف زیارت میں ترتیب یعنی پہلے کنکریاں مارے' پھر غیر مفرد قربانی کرے پھر سر منڈائے پھر طواف زیارت کرے۔ (۲۵) طواف صدر یعنی میقات سے باہر کے رہنے والوں کیلئے رخصت کا طواف کرنا (۲۶) وقوف عرفہ کے بعد سر منڈانے تک جماع نہ کرنا (۲۷) احرام کے ممنوعات مثلاً سلا ہوا کپڑا پہننے اور منہ یا سر چھپانے سے بچنا۔ (بہار شریعت ج ٦)

واجب کے چھوٹ جانے سے دم یعنی بکرا ذبح کرنا واجب ہوتا ہے۔ ہاں چند ایک واجبات ایسے ہیں جن کے ترک سے دم واجب نہیں ہوتا۔ ان کی اپنے مقام پر وضاحت کردی گئی ہے۔ واجب کے چھوٹ جانے سے حج باطل نہیں ہوتا۔ فرض یا رکن کے چھوٹ جانے سے حج باطل ہو جاتا ہے۔

مسئلہ ٦: حج کی سنتیں

حج کی سنتیں یہ ہیں۔ (۱) طواف قدوم یعنی میقات سے باہر آنے والا کہ مکہ معظمہ پہنچ

کر سب سے پہلا طواف کرے اس کو طواف قدوم کہتے ہیں۔ طواف قدوم مفرد اور قارن کے لیے سنت ہے۔ متمتع کے لیے نہیں۔ (۲) طواف کا حجر اسود سے شروع کرنا' طواف قدوم یا طواف زیارت میں رمل کرنا یعنی شانہ ہلا ہلا کر اور چھوٹے چھوٹے قدم رکھتے ہوئے اکڑ کر چلنا (۴) صفا اور مروہ کے درمیان دو سبز رنگ کے نشانوں کے درمیان دوڑنا (۵) امام کا مکہ میں ساتویں ذی الحجہ کو خطبہ پڑھنا (۶) اسی طرح میدان عرفات میں نویں ذی الحجہ کو خطبہ پڑھنا (۷) اس طرح منیٰ میں گیارہویں تاریخ کو خطبہ پڑھنا (۸) آٹھویں ذی الحجہ کو فجر کے بعد مکہ سے منیٰ کے لیے روانہ ہونا (۱۰) آفتاب نکلنے کے بعد منیٰ سے عرفات کو روانہ ہونا (۱۱) عرفات میں ٹھہرنے کے لیے غسل کرنا (۱۲) عرفات سے واپسی میں مزدلفہ کے اندر رات کو رہنا (۱۳) اور آفتاب نکلنے سے پہلے منیٰ سے مزدلفہ کو چلا جانا (۱۴) دس اور گیارہ کے بعد جو دونوں راتیں ہیں ان کو منیٰ میں گزارنا اور اگر تیرھویں کو بھی منیٰ میں رہا تو بارہویں کے بعد کی رات بھی منیٰ میں رہے۔ (۱۵) ابطح یعنی وادی محصب میں اترنا اگرچہ تھوڑی ہی دیر کے لیے ہو۔ (بہار شریعت)

۳۔ اقسام حج

حج اور عمرہ ایسی عبادت ہے جو بیت اللہ شریف اور مکہ کے علاوہ عام جگہوں پر سرانجام نہیں دی جا سکتی' حج کے تمام افعال تو ذی الحجہ کے پانچ دنوں میں ادا کیے جاتے ہیں یعنی دوسرے دنوں میں حج ادا ہی نہیں ہو سکتا اور عمرہ' حج کے ان پانچ دنوں کے علاوہ سال بھر میں ہر وقت ادا کیا جا سکتا ہے۔

کتاب و سنت کی رو سے حج و عمرہ ملا کر ادا کرنے کی بہت فضیلت و اہمیت ہے۔ اس لیے عمرہ کو حج کے ساتھ ملا کر ادا کرنے یا نہ کرنے کی تین صورتیں ہیں جنہیں حج کی اقسام کہا جاتا ہے اول حج قران' دوسرا حج تمتع اور تیسرا حج افراد۔ سب سے افضل حج قران ہے پھر حج تمتع اور پھر حج افراد ہے۔

ا۔ حج افراد

حج افراد صرف حج کرنے کو کہا جاتا ہے یعنی اس کے ساتھ حج کے مہینوں میں عمرہ نہ ملایا جائے۔ صرف حج کی نیت سے احرام باندھے اگر عمرہ حج کے مہینوں سے پہلے یا بعد کیا تب

بھی حج مفرد ہی کہلائے گا۔ یہ تیسرے درجے کا حج ہے اول درجہ کا قران ہے۔ دوسرے درجہ کا حج تمتع اور تیسرے درجہ کا یہ حج افراد ہے۔ جب یہ شخص میقات سے احرام باندھ کر مکہ میں داخل ہوگا اور طواف کرے گا تو یہ طواف' طواف قدوم ہوگا۔ اس ہی احرام سے یہ حج کرے گا اور یہ احرام حج سے فارغ ہوکر ہی کھلے گا۔

۲۔قران

قران ان دو چیزوں کے ملانے کو کہتے ہیں لیکن شریعت کی اصطلاح میں حج کے مہینوں میں عمرہ اور حج دونوں کو ایک احرام کے ساتھ ادا کرنے کو قران کہا جاتا ہے۔ عمرہ سے فارغ ہوکر قارن احرام میں رہے گا اور اسی احرام سے پھر حج ادا کرے گا۔ دونوں مناسک کو اسی ایک احرام سے ادا کرکے حج کی قربانی کے بعد حلق کرا کے احرام کھولے گا۔ اس حج کو قران کہتے ہیں اور اس حاجی کو قارن کہتے ہیں۔ بظاہر ایک احرام ہے مگر حکماً دو احرام ہیں لہٰذا اس حاجی سے اگر کوئی قصور ہو تو دو قصور شمار ہوں گے۔ دو جرموں کی سزا واجب ہوگی' اس کے برعکس تمتع اور افراد میں ایک جرم شمار ہوگا کیونکہ ایک ہی احرام ہے۔

قارن نے میقات سے احرام باندھتے وقت حج اور عمرہ کی نیت ایک ساتھ کی تو اس طرح اب وہ احرام میں داخل ہوگیا۔ احرام کی تمام قیود کی پابندی اس پر لازم ہوگی۔ اس احرام سے مکہ پہنچ کر طواف کرے جس میں اضطباع اور رمل دونوں ہوں گے۔ یہ طواف عمرہ کا ہوا۔ اس کے بعد ایک اور طواف کرے جو طواف قدوم ہے جو واجب ہے پھر اسی احرام میں رہے یہاں تک کہ حج کے تمام افعال اسی احرام سے ادا کرے۔ رمی جمرہ عقبہ کے بعد اس پر قربانی واجب ہے اور قربانی کے بعد سر منڈوائے اور احرام کھولے۔

قران کے عمرہ کے لیے شرط یہ ہے کہ یہ عمرہ اشہر حج میں واقع ہو اگر اس سے پہلے ہوگا تو قران نہ ہوگا۔ قران آفاقی کے لیے ہے مکہ میں رہنے والے کے لیے نہیں۔ لہٰذا مکی کو اشہر حج میں عمرہ کرنے کی اجازت نہیں بشرطیکہ اس سال حج کا ارادہ ہو' ورنہ عمرہ کے ساتھ قرآن جمع ہو جائے گا۔ جو مکہ والے کو جائز نہیں۔ ہاں اگر حج کا ارادہ نہ ہو تو مکہ والا فقط عمرہ کر سکتا ہے اور حج کا ارادہ ہو تو فقط حج کرے' عمرہ نہ کرے۔ حج کے مہینوں میں عمرہ اور حج دونوں کو جمع کرنے کی اجازت صرف آفاقی کو ہے یعنی باہر سے آنے والے کو ہے مکہ والوں کو نہیں۔ کیونکہ حج کے مہینوں میں عمرہ اور حج کا جمع ہو جانا قران اور تمتع ہے۔

۳۔ حج تمتع

تمتع کے لغوی معنی کچھ وقت کے لیے فائدہ اٹھانا ہے لیکن شرعاً تمتع کے معنی حج تمتع کرنا ہے۔ حج تمتع یہ ہے کہ آدمی عمرہ اور حج ساتھ ساتھ کرے لیکن اس طرح کہ دونوں کے احرام الگ الگ باندھے اور عمرہ کر لینے کے بعد احرام کھول کر ان ساری چیزوں سے فائدہ اٹھائے جو احرام کی حالت میں ممنوع ہو گئی تھیں اور پھر حج کا احرام باندھ کر حج ادا کرے۔ اس طرح کہ حج میں چونکہ عمرے اور حج کی درمیانی مدت میں احرام کھول کر حلال چیزوں سے فائدہ اٹھانے کا کچھ وقت مل جاتا ہے۔ اس کو حج تمتع کہتے ہیں چونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ اِلَى الْحَجِّ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ (البقرہ:۶)

پس جو شخص حج کے ایام تک اپنے عمرے سے فائدہ اٹھانا چاہے تو اس پر اس کی وسعت کے مطابق قربانی ہے۔

حج تمتع افراد سے افضل ہے اس لیے کہ اس میں دو عبادتیں ایک ساتھ جمع کرنے کا موقع مل جاتا ہے اور کچھ زیادہ مناسک ادا کرنے کی سعادت حاصل ہو جاتی ہے۔

حج تمتع کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ ہدی کا جانور اپنے ہمراہ لائے اور دوسری یہ کہ ہدی کا جانور اپنے ہمراہ نہ لائے۔ پہلی صورت دوسری سے افضل ہے۔ متمتع کیلئے ضروری ہے کہ وہ عمرے کا طواف زمانہ حج میں کرے۔ تمتع میں پہلے عمرے کا احرام باندھا جائے اور پھر حج کا احرام باندھنے سے پہلے عمرے کا طواف کر لیا جائے۔

متمتع کے لیے ضروری ہے کہ وہ عمرے اور حج کے درمیان المام نہ کرے۔ المام کے معنی ہیں اتر پڑنا' اور اصطلاح میں المام سے مراد یہ ہے کہ آدمی عمرے کا احرام کھولنے کے بعد اپنے گھر والوں میں جا کر اتر پڑے۔ ہاں اگر وہ قربانی کا جانور ہمراہ لایا ہے تو گھر اتر پڑنے پر بھی حج تمتع صحیح ہو گا۔

حج تمتع صرف ان لوگوں کے لیے ہے جو میقات سے باہر کے باشندے ہیں۔ جو لوگ مکے میں یا میقات کے داخلی علاقوں میں رہتے ہیں ان کے لیے تمتع اور قران مکروہ تحریمی ہے۔ حج تمتع کرنے والے کے لیے طواف قدوم کرنا مسنون نہیں ہے اور اس کو چاہیے کہ طواف زیارت میں رمل کرے۔ متمتع پر بھی قارن کی طرح قربانی واجب ہے اور

مقدور نہ ہو تو پھر دس روزے رکھے تین حج کے دوران یوم النحر سے پہلے رکھ لے اور سات اس وقت رکھے جب حج سے فارغ ہو جائے۔

۴۔ سفر حج

حج چونکہ دین اسلام کا بڑا اہم اور مقدس رکن ہے۔ اس لیے اس کا سفر بھی بڑا مقدس ہے حج کا سفر خالصۃً رضائے الٰہی کے لیے کرنا چاہیے۔ اس میں ریا اور دکھاوا بالکل نہیں ہونا چاہیے بہتر تو یہ ہے کہ حج کے سفر کا ارادہ کرتے ہی توبہ کر لیں اور اپنے آپ کو آئندہ ہر قسم کے گناہ سے بچانے کا عزم کر لینا چاہیے۔ پھر روانگی سے پہلے والدین سے اجازت لینا ضروری ہے اگر وہ خدمت کے محتاج ہوں تو فی الحال ان کی خدمت کو مقدم رکھے۔ جن حقوق العباد کی ادائیگی ممکن ہو انہیں فوراً ادا کیا جائے ورنہ حق دار سے معافی طلب کی جائے۔ قرض اور امانتیں ادا کی جائیں۔ حقوق الٰہی یعنی نماز' روزہ اور زکوٰۃ کی ادائیگی کا پختہ عہد کیا جائے۔ حج کے تمام اخراجات حلال و جائز مال سے لیے جائیں۔ اہل و عیال کے لیے حج سے واپسی تک کے جملہ اخراجات و ضروریات زندگی کا مکمل انتظام کرنا بھی ضروری ہے۔ گھر سے روانگی سے قبل عزیز و اقارب، دوستوں اور ہمسائیوں سے ملنا اور ان سے اپنی کوتاہیوں کی معافی طلب کرنی چاہیے اور ان سے اپنے لیے دعاء خیر اور خود بھی ان کے لیے سلامتی' جان و ایمان اور عافیت کے لیے دعا کرنا چاہیے۔ اس موقع پر اپنی وسعت کے مطابق صدقہ و خیرات کرنا بھی باعث برکت ہے۔ اگر سفر حج میں دو یا دو سے زیادہ افراد شریک ہوں تو ایک کو اپنا امیر بنانا مسنون ہے۔

افعال حج کی ادائیگی کے لیے حج کے فرائض و واجبات' آداب و مستحبات سے کماحقہ واقفیت حاصل کرنی چاہیے۔ نیز حج کے مفسدات' محرمات اور مکروہات کو بھی ذہن نشین رکھا جائے تاکہ فریضہ حج کی ادائیگی صحیح طور پر ہو سکے۔ سفر حج کے لیے جمعرات' جمعہ ہفتہ اور سوموار کے دن بہت ہی مبارک ہیں۔ اگر وقت مکروہ نہ ہو تو روانگی کے وقت گھر میں دو رکعت نفل پڑھے جائیں اور گھر سے باہر نکلتے وقت یہ دعا پڑھی جائے۔

اَللّٰهُمَّ بِكَ انْتَشَرْتُ وَاِلَيْكَ تَوَجَّهْتُ وَبِكَ اعْتَصَمْتُ وَعَلَيْكَ تَوَكَّلْتُ اَللّٰهُمَّ اَنْتَ ثِقَتِيْ وَاَنْتَ رَجَائِيْ اَللّٰهُمَّ اكْفِنِيْ مَا اَهَمَّنِيْ وَمَا لَا اَهْتَمُّ بِهٖ وَمَا اَنْتَ اَعْلَمُ بِهٖ مِنِّيْ عَزَّ جَارُكَ وَلَا اِلٰهَ غَيْرُكَ اَللّٰهُمَّ زَوِّدْنِي التَّقْوٰى وَاغْفِرْلِيْ ذُنُوْبِيْ

وَوَجِّهْنِیْ اِلَی الْخَیْرِ اَیْنَمَا تَوَجَّهْتُ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنْ وَعْثَاءِ السَّفَرِ وَکَاٰبَةِ الْمُنْقَلَبِ وَالْحَوْرِ بَعْدَ الْکَوْرِ وَسُوْءِ الْمَنْظَرِ فِی الْاَهْلِ وَالْمَالِ وَالْوَلَدِ ط بِسْمِ اللّٰهِ وَ بِاللّٰهِ تَوَکَّلْتُ عَلَی اللّٰهِ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ ط اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَعُوْذُ بِکَ مِنْ اَنْ نَزِلَّ اَوْ نَزِلَّ اَوْ نَضِلَّ اَوْ نَضِلَّ اَوْ نَظْلِمَ اَوْ نُظْلَمَ اَوْ نَجْهَلَ اَوْ یَجْهَلَ عَلَیْنَا اَحَدٌ"۔

گھر سے نکلتے وقت آیۃ الکرسی اذا جاء نصر اللہ اور چاروں قل مع بسم اللہ شریف' پھر آخر میں ایک بار بسم اللہ پڑھنا بھی باعث برکت ہے۔ پھر عموماً جس مسجد میں نماز پڑھتے ہوں اس میں دو رکعت نفل پڑھ کر رخصت ہوں بشرطیکہ وقت مکروہ نہ ہو۔ جب عزیزوں سے بوقت رخصت مصافحہ کریں تو یہ دعا پڑھیں۔

اَسْتَوْدِعُ اللّٰهَ دِیْنَکُمْ وَ اِیْمَانَکُمْ وَ خَوَاتِیْمَ اَعْمَالِکُمْ۔ — میں تمہارا دین و ایمان اور تمہارے اعمال کا انجام اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتا ہوں۔

اس کے بعد جب سواری پر سوار ہوں تو یہ دعا پڑھیں کیونکہ سواری پر سوار ہوتے وقت یہ دعا پڑھنا مسنون ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ سُبْحَانَ الَّذِیْ سَخَّرَلَنَا هٰذَا وَمَا کُنَّا لَهٗ مُقْرِنِیْنَ ○ وَاِنَّا اِلٰی رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ۔ — اللہ کے نام سے اور سب تعریفیں اللہ کیلئے ہیں پاک ہے وہ ذات جس نے اس کو ہمارے تابع کیا اور ہم اس کی توفیق کے بغیر اس کو قابو میں نہیں رکھ سکتے تھے اور یقیناً ہمیں اپنے رب کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔

ہوائی یا بحری سواری پر سوار ہوتے ہوئے اپنے آپ کو اللہ کے سپرد کر دیں اور منزل مقصود پر پہنچنے کے لیے اللہ کی مدد اور توفیق مانگیں اور یہ دعا پڑھیں:۔

بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرِهَا وَ مُرْسٰهَا اِنَّ رَبِّیْ لَغَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ط — اللہ کے نام سے ہی اس کا چلنا اور ٹھہرنا ہے۔ بلاشبہ میرا رب بخشنے والا مہربان ہے۔

تمام راستہ ذکر الٰہی میں مشغول رہنا چاہیے اور نمازیں پابندی سے ادا کرنی چاہیے۔

۵۔احرام

احرام حج کرنے کا مخصوص لباس ہے' احرام لغت میں حرام کرنے کو کہتے ہیں۔ کیونکہ احرام

پہننے سے کچھ چیزیں احرام پہننے والے پر حرام ہو جاتی ہے۔اس لیے اسے احرام کہا جاتا ہے۔

میقات یا محاذات میقات پر پہنچ کر حج وعمرہ کے لیے احرام باندھنا فرض ہے۔احرام باندھنے کے بعد چند چیزیں محرم سے حرام ہو جاتی ہیں۔ نیز احرام کی پابندیوں کی خلاف ورزی حرام ہو جاتی ہے اس لیے اس کو احرام کہتے ہیں۔احرام کی یہ پابندیاں حج وعمرہ کے بعد حلق یا قصر تک برقرار رہتی ہیں۔

احرام باندھنے سے قبل حجامت بنوانا، لبیں پست کروانا، ناخن کٹوانا، غیر ضروری بال صاف کرنا، خوب مل کر نہانا، اگر نہانا ممکن نہ ہو تو پھر وضو کرنا مستحب ہے۔عورتیں بھی غسل کریں۔ اگرچہ حیض ونفاس میں ہوں۔ غسل وطہارت کے بعد مرد سلے ہوئے کپڑے، دستانے اور موزے جرابیں وغیرہ اتار دیں اور احرام کی دو نئی یا دھلی ہوئی سفید چادریں استعمال میں لائیں۔ ایک کا تہ بند باندھیں اور دوسری چادر کو اوپر اوڑھا جائے۔سر اور منہ کھلا رہے اور کندھوں کو چھپایا جائے اور احرام باندھتے وقت چادر کو داہنی بغل کے نیچے سے نکال کر بائیں کندھے پر ڈالنا خلاف سنت ہے۔ یہ اضطباع ہے جو صرف طواف کے وقت مسنون ہے، پہلے نہیں۔ احرام کے لیے کمبل اور مخصوص تولیوں کا استعمال بھی جائز ہے۔ بشرطیکہ سلے ہوئے نہ ہوں۔ اس کے بعد اگر وقت مکروہ نہ ہو تو سر ڈھانک کر حرام کے دو رکعت نفل پڑھیں۔ سر اس لیے ڈھانکنا ہے کہ ابھی احرام شروع نہیں ہوا۔ احرام کے نفلوں کی پہلی رکعت میں قُلْ یٰاَیُّھَا الْکٰفِرُوْنَ اور دوسری میں سورہ اخلاص پڑھنا مستحب ہے۔ سلام پھیرنے کے بعد اسی جگہ سر برہنہ کر کے قبلہ رخ بیٹھ کر حج کی مذکورہ تین قسموں میں جس طرح کا حج کرنا مقصود ہو اس کی اس کی دل میں نیت کریں اور پھر زبان سے بھی۔ اس حج یا عمرہ کی نیت کے الفاظ ادا کریں۔ ہر قسم کی نیت کے الفاظ یہ ہیں۔

(۱) عمرہ کرنے کی نیت: اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اُرِیْدُ الْعُمْرَةَ فَیَسِّرْ ھَا لِیْ وَ تَقَبَّلْھَا مِنِّیْ.

(۲) حج افراد کی نیت: اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اُرِیْدُ الْحَجَّ فَیَسِّرْہُ لِیْ وَتَقَبَّلْهُ مِنِّیْ نَوَیْتُ الْحَجَّ وَ اَحْرَمْتُ بِهٖ مُخْلِصًا لِلّٰهِ تَعَالٰی.

(۳) حج تمتع کی نیت: اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اُرِیْدُ الْعُمْرَةَ فَیَسِّرْھَا لِیْ وَ تَقَبَّلْھَا مِنِّیْ نَوَیْتُ الْعُمْرَةَ وَاَحْرَمْتُ بِھَا مُخْلِصًا لِلّٰهِ تَعَالٰی.

(۴) حج قران کی نیت: اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اُرِیْدُ الْعُمْرَةَ وَالْحَجَّ فَیَسِّرْ ھُمَا لِیْ وَ

ھُمَا مِنِّی نَوَیْتُ الْعُمْرَۃَ وَالْحَجَّ وَ اَحْرَمْتُ بِھِمَا مخلصاً لِلّٰہِ تعالٰی۔

نیت کے فوراً بعد تلبیہ پڑھیں۔ نیت کے بعد تلبیہ پڑھتے ہی احرام شروع ہو جائے
محض نیت سے احرام شروع نہیں ہوتا۔ تلبیہ یہ ہے۔

تلبیہ یعنی لبیک کہنا: لَبَّیْکَ اللّٰھُمَّ لَبَّیْکَط لَبَّیْکَ لَا شَرِیْکَ لَکَ لَبَّیْکَ اَلْحَمْدُ وَالنِّعْمَۃَ لَکَ وَالْمُلْکَط لَا شَرِیْکَ لَکَ ط

احرام باندھنے کے بعد ایک تلبیہ کہنا فرض ہے اور ایک بار سے زیادہ کہنا سنت ہے۔
احرام باندھنے کے بعد دسویں تاریخ کو پہلے جمرے کی رمی تک برابر تلبیہ کا ورد رکھے' ہر نشیب میں اترتے وقت' ہر بلندی پر چڑھتے وقت ہر قافلے سے ملتے وقت' ہر نماز سے فارغ ہونے کے بعد اور ہر صبح و شام تلبیہ پڑھتا رہے۔ تلبیہ بلند آواز میں پڑھنا مسنون ہے۔

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کوئی مسلمان تلبیہ پڑھتا ہے تو اس کے دائیں بائیں کے شجر و حجر اور مٹی کے ڈھیلے بھی لبیک کہتے ہیں یہاں تک کہ زمین ادھر ادھر سے ختم ہوتی ہے۔ (یعنی جانبین میں کنارہ ہائے زمین تک) ترمذی۔ (ابن ماجہ)

حضرت خلاد بن سائب اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جبریل امین نے آ کر مجھے بتایا میں اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کو حکم دوں کہ وہ احرام باندھ کر بلند آواز سے تکبیر یا تلبیہ کہیں۔ (مالک' ترمذی' ابوداؤد' نسائی' ابن ماجہ' دارمی)

حضرت عمارہ بن خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ اپنے والد سے اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ جب نبی علیہ السلام تلبیہ سے فارغ ہوتے تو اللہ تعالیٰ سے اس کی رضا اور جنت کی دعا فرماتے اور اس کی رحمت سے آتش دوزخ سے پناہ مانگتے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مسجد ذی الحلیفہ کے پاس رکاب میں پیر رکھتے اور اونٹنی اٹھنے لگتی تو آپ تلبیہ شروع کر دیتے تھے۔ (بخاری)

عورتوں کا احرام

عورتوں کا احرام مردوں سے مختلف ہوتا ہے یعنی ان کا احرام سلے ہوئے کپڑے ہیں جو وہ روزہ مرہ زندگی میں استعمال کرتی ہیں۔ عورتیں شلوار قمیص پہنیں اور دوپٹہ سے سر ڈھانپیں اور چہرہ کھلا رکھیں۔ حیض و نفاس کی حالت میں بھی احرام باندھنا جائز ہے۔ مگر وہ

احرام کے لیے نفل نہیں پڑھ سکتیں۔ عورتیں احرام کی حالت میں جرابیں' دستانے اور زیور پہن سکتی ہیں۔ اس کے علاوہ احرام کے باقی تمام احکام اور احرام کی تمام پابندیاں ان پر بھی مردوں کی طرح لازم و فرض ہیں۔ مردوں کا احرام سر اور منہ دنوں کو کھلا رکھنے میں ہے اور عورتوں کا احرام سر چھپانے اور منہ کھلا رکھنے میں ہے۔

ممنوعات احرام

احرام کی حالت میں یہ باتیں حرام اور ممنوع ہیں۔ مردوں کو سلا ہوا کپڑا پہننا' سر یا منہ کو کسی کپڑے وغیرہ سے چھپانا' بدن یا کپڑوں میں خوشبو لگانا' کسی ایسے خوشبودار رنگ میں رنگے ہوئے کپڑے کا پہننا جس کی خوشبو باقی رہے۔ کوئی خوشبودار چیز کھانا جیسے زعفران' لونگ' الائچی وغیرہ یا ایسی کوئی چیز اپنے ساتھ رکھنا اور خوشبودار صابن استعمال کرنا۔ بالوں یا بدن وغیرہ پر تیل لگانا' وسمہ مہندی وغیرہ کا خضاب لگانا' جماع کرنا' عورت سے بوس و کنار کرنا' عورتوں سے جماع و شہوت (رفث) والی باتیں کرنا' فسق اور گناہ والے کام کرنا' لڑائی جھگڑا کرنا' شکار کرنا یا شکاری کی مدد کرنا' اپنا یا دوسرے کا ناخن کاٹنا' بدن کے کسی حصہ کا بال کاٹنا یا اکھیڑنا' کسی کے بال کاٹنا یا مونڈنا' ٹڈی مارنا' اپنے جسم یا کپڑے کی جوں مارنا' جوئیں مارنے کی غرض سے اپنے سر یا داڑھی کو کسی دوائی یا خوشبودار صابن سے دھونا وغیرہ منع ہے۔

مکروہات احرام

احرام کی حالت میں یہ باتیں مکروہ ہیں۔ بدن کی میل اتارنا یا میل اتارنے کی غرض سے نہانا اور جسم کو صابن سے دھونا' کنگھی کرنا' اس طرح سر کھجلانا کہ بال اکھڑنے یا جوں گرنے کا اندیشہ ہو' سلا ہوا کپڑا کرتا وغیرہ کندھوں پر ڈالنا' خوشبو میں بسا ہوا کپڑا اوڑھنا' قصداً خوشبو عطر وغیرہ یا کسی خوشبودار پھل پھول کا سونگھنا' ناک یا منہ کا کوئی حصہ کپڑے سے چھپانا' سر یا منہ پر پٹی باندھنا' اسی طرح بلا عذر جسم کے باقی حصہ پر پٹی باندھنا' غلاف کعبہ کو سر یا منہ سے لگنا' تکیہ پر منہ رکھ کر اوندھے لیٹنا وغیرہ مکروہ ہے۔

٦۔ آداب حرم شریف

شہر مکہ میں داخل ہو کر اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیے کہ جس نے اپنی رحمت سے اپنے شہر مکہ تک پہنچنے کی سعادت بخشی۔ لہٰذا جب حرم کے قریب پہنچیں تو نہایت خشوع و خضوع کے

ساتھ سر جھکائے پورے ادب واحترام سے اگر ممکن ہو تو پیادہ ننگے پاؤں داخل ہوں۔ تلبیہ اور دعا کی کثرت کریں۔ اب سرزمین حرم کے آداب کو ملحوظ رکھنا فرض ہے۔ حرم کی تر گھاس کاٹنا' درخت کاٹنا' وحشی جانوروں کو تکلیف دینا' وہاں کے پرندوں' کبوتروں کو اڑانا سخت حرام ہے۔ یہ زمین حرم کے خصوصی آداب ہیں' ان کی خلاف ورزی گناہ ہے۔ جب شہر مکہ مکرمہ نظر آئے تو وہیں ٹھہر کر درود شریف پڑھنے کے بعد یہ دعا پڑھیں۔

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ لِّیْ بِھَا قَرَارًا وَّارْزُقْنِیْ فِیْھَا رِزْقًا حَلَالًا ٥ اَللّٰھُمَّ اَنْتَ رَبِّیْ وَ اَنَا عَبْدُکَ وَالْبَلَدُ بَلَدُکَ جِئْتُکَ ھَارِبًا مِّنْکَ اِلَیْکَ لِاُؤَدِّیَ فَرَائِضَکَ اَطْلُبُ رَحْمَتَکَ وَاَلْتَمِسُ رِضْوَانَکَ اَسْئَلُکَ مَسْئَلَةَ الْمُضْطَرِّیْنَ اِلَیْکَ وَ الْخَائِفِیْنَ عُقُوْبَتَکَ اَسْئَلُکَ اَنْ تَقْبَلَنِیَ الْیَوْمَ بِعَفْوِکَ وَ تُدْخِلَنِیْ فِیْ رَحْمَتِکَ وَ تَتَجَاوَزَ عَنِّیْ بِمَغْفِرَتِکَ وَ تُعِیْنَنِیْ عَلٰی اَدَاءِ فَرَائِضِکَ اَللّٰھُمَّ نَجِّنِیْ مِنْ عَذَابِکَ وَافْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ رَحْمَتِکَ وَاَدْخِلْنِیْ فِیْھَا وَاَعِذْنِیْ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ ط

سرزمین حرم میں داخل ہونے کے بعد جب شہر مکہ میں آ جائیں تو اللہ کا احسان مند ہونا چاہیے کہ پروردگار نے آج تمہیں اس مقام تک پہنچا دیا ہے کہ جس کے لیے مدتوں سے دل بے تاب تھا۔ حرم شریف کے پاس پہنچ کر سب سے پہلے اپنی رہائش اور ٹھہرنے کا بندوبست کریں تاکہ پورے اطمینان وسکون قلب کے ساتھ بیت اللہ شریف کی زیارت وطواف کیا جا سکے۔ اس کے بعد سر جھکائے عجز وانکسار کیساتھ تلبیہ پڑھتے دعائیں مانگتے' درود شریف پڑھتے ہوئے مسجد حرام کی طرف چلیں اور باب السلام سے مسجد حرام میں درود شریف پڑھ کر مسجد میں داخل ہونے والی دعا پڑھتے ہوئے پہلے دایاں پاؤں رکھ کر داخل ہوں۔ بیت اللہ شریف پر جب پہلی نظر پڑے تو تین ''بار لا الہ الا اللہ واللہ اکبر'' اور درود شریف پڑھ کر یہ دعا مانگنا مستحب ہے۔

اَللّٰھُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْکَ السَّلَامُ وَ اِلَیْکَ یَرْجِعُ السَّلَامُ حَیِّنَا رَبَّنَا بِالسَّلَامِ وَاَدْخِلْنَا دَارَ السَّلَامِ تَبَارَکْتَ رَبَّنَا وَ تَعَالَیْتَ یَا ذَالْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ ط اَعُوْذُ بِاللّٰہِ الْعَظِیْمِ وَ بِوَجْھِہِ الْکَرِیْمِ وَ سُلْطَانِہِ الْقَدِیْمِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ ط بِسْمِ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ ط اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَاَزْوَاجِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ ط اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ ذُنُوْبِیْ وَافْتَحْ

لِیْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ ط

بیت اللہ شریف کو پہلی نظر دیکھتے ہی جو دعا مانگی جائے قبول ہوتی ہے اس لیے اب درود شریف پڑھ کر اپنا مستجاب الدعوات ہونا اور بلا حساب جنت کی دعا مانگو۔

اَللّٰھُمَّ اِیْمَانًا بِكَ وَ تَصْدِیْقًا بِکِتَابِكَ وَوَفَاءً بِعَھْدِكَ وَ اِتِّبَاعًا لِسُنَّةِ نَبِیِّكَ سَیِّدِنَا وَ مَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ط اَللّٰھُمَّ زِدْ بَیْتَكَ ھٰذَا تَعْظِیْمًا وَّ تَشْرِیْفًا وَّ مَھَابَةً وَزِدْ مِنْ تَعْظِیْمِهٖ وَ تَشْرِیْفِهٖ مَنْ حَجَّهٗ وَاعْتَمَرَهٗ تَعْظِیْمًا وَّ تَشْرِیْفًا وَّ مَھَابَةً ط اَللّٰھُمَّ ھٰذَا بَیْتُكَ وَ اِنَا عَبْدُكَ اَسْئَلُكَ الْعَفْوَ وَالْعَافِیَةَ فِی الدِّیْنِ وَالدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ لِیْ وَ لِوَالِدَیَّ وَ لِلْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَ لِعُبَیْدِكَ (اپنا نام لیں) ط اَللّٰھُمَّ انْصُرْنِیْ نَصْرًا عَزِیْزًا اٰمِیْنَ ط

اگر یہ دعا نہ پڑھ سکیں تو دین و دنیا پر مشتمل جو دعا بھی قرآن وحدیث سے یاد ہو وہی پڑھی جائے یا اس کا مفہوم اپنی زبان سے ادا کیا جائے۔ شرط توجہ الی اللہ، خشوع وخضوع اور رقت قلبی ہے۔ یہ مقصد جس دعا سے بھی حاصل ہو وہی دعا پڑھنا بہتر و افضل ہے۔ بیت اللہ شریف کی مسجد حرام میں حاضر ہونے کے وقت نفل تحیۃ المسجد نہیں پڑھے جاتے کیونکہ یہاں حج وعمرہ اور طواف کی نیت سے آنے والوں کا تحیۃ المسجد طواف ہے۔ اس لیے اگر حاضری کے وقت وہاں خطبہ پڑھا جا رہا ہو یا جماعت ہو رہی ہو تو اس کے ساتھ شریک ہو جائیں ورنہ سب سے پہلے طواف کا عمل ضروری ہے۔

۷۔ طواف

خانہ کعبہ کے اردگرد کھلا صحن ہے۔ اس کھلے صحن میں بیت اللہ کے چاروں طرف سات چکر لگانے کو طواف کہتے ہیں۔ شرعی اصطلاح میں ایک چکر کو شوط کہا جاتا ہے۔ بیت اللہ کی ایک طرف حطیم ہے جو کعبہ ہے اس لیے طواف کے دوران حطیم کے باہر سے گزرنا ضروری ہے۔ طواف کے بے شمار فضائل ہیں۔ فضیلت کی چند حدیثیں مندرجہ ذیل ہیں:۔

حدیث ۱: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے رسول اکرم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جس نے خانہ کعبہ کے گرد سات چکر لگائے یعنی طواف کیا اور اس کے پورے حقوق ادا کیے تو یہ ایک غلام آزاد کرنے کے برابر ہوگا۔

حدیث ۲: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حج کے لیے مکہ مکرمہ میں تشریف لائے۔ سب کاموں سے پہلے وضو کرکے بیت اللہ کا طواف کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجر اسود کے پاس آکر اس کو بوسہ دیا۔ پھر داہنے ہاتھ کو چلے اور طواف کے پہلے تین پھیروں میں رمل کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک میں چھڑی تھی۔ (طواف کے دوران میں) اس چھڑی کو حجر اسود سے لگا کر بوسہ دیتے تھے۔ (بخاری ومسلم)

حدیث ۳: حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس نے کامل وضو کیا۔ پھر حجر اسود کے پاس بوسہ دینے کو آیا۔ وہ رحمت میں داخل ہوا پھر جب بوسہ دیا اور یہ پڑھا "بِسْمِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ" اسے رحمت نے ڈھانک لیا گیا۔ پھر جب بیت اللہ کا طواف کیا تو ہر قدم کے بدلے ستر ہزار نیکیاں لکھی جائیں گی اور ستر ہزار گناہ مٹا دیے جائیں گے اور ستر ہزار درجے بلند کیے جائیں گے اور اپنے گھر والوں میں ستر کی شفاعت کرے گا۔ پھر جب مقام ابراہیم پر آیا اور وہاں دو رکعت نماز ایمان کی وجہ سے اور طلب ثواب کے لیے پڑھی تو اس کے لیے اولاد اسمٰعیل میں سے چار غلام آزاد کرنے کا ثواب لکھا جائے گا اور گناہوں سے ایسا نکل جائے گا جیسے آج اپنی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا۔ (بہار شریعت بحوالہ اصبہانی)

حدیث ٤: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں بیت الحرام کا حج کرنے والوں پر ہر روز اللہ تعالیٰ ایک سو بیس رحمتیں نازل فرماتا ہے۔ ساٹھ طواف کرنے والوں پر اور چالیس نماز پڑھنے والوں پر اور بیس کعبہ کو دیکھتے رہنے والوں پر۔ (بیہقی شعب الایمان)

حدیث ٥: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس نے پچاس طواف کیے وہ گناہوں سے ایسا پاک ہو گیا کہ آج ہی اپنی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہے۔ (ترمذی)

حدیث ٦: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ بے شک رسول خدا نے فرمایا۔ بیت اللہ کا طواف نماز کی طرح ہے۔ سوائے اس فرق کے کہ تم طواف کی حالت میں باتیں کرتے ہو لہٰذا جو بھی دوران طواف گفتگو کرے وہ کلمات خیر کہے۔ (نسائی، دارمی)

حجرِ اسود

حجرِ اسود ایک مقدس پتھر ہے جو بیت اللہ کے جنوب مشرقی کونے پر لگا ہوا ہے۔ طواف کے شروع میں یا ہر چکر کے آغاز میں اس کا بوسہ لینا بڑی رحمت کی دلیل ہے۔ اگر کوئی بوسہ نہ لے سکے تو اس کو چھڑی سے چھو کر اسے چوم لے یا اپنے ہاتھ کا اشارہ اس کی طرف کر کے ہاتھ کو چوم لے۔ حجرِ اسود کے بارے میں حضور ﷺ کے چند ارشادات مندرجہ ذیل ہیں:۔

حدیث ۱: حضرت عبید بن عمیر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے اصحاب رسول ﷺ میں کسی کو سوائے جناب ابن عمر رضی اللہ عنہما کے حجرِ اسود اور رکن یمانی کو بوسہ دینے میں اتنا اہتمام کرتے نہیں دیکھا وہ فرماتے تھے کہ میں ایسا اس لیے کرتا ہوں کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ان کو چھونا گناہوں کا کفارہ ہے۔ میں نے آپ سے یہ بھی سنا کہ جس نے اس گھر کا سات مرتبہ طواف کیا اور تمام شرائط کی پابندی کی تو اس کو ایک غلام آزاد کرنے کا ثواب ملے گا۔ آپ نے یہ بھی فرمایا تھا جو شخص ایک قدم رکھتا اور اٹھاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے ہر قدم پر ایک گناہ کو مٹاتا اور ایک نیکی لکھتا ہے۔ (ترمذی)

حدیث ۲: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول خدا ﷺ جب مکہ میں تشریف لائے تو حجرِ اسود کے پاس آ کر اس کو بوسہ دیا پھر خانہ کعبہ کا طواف کیا' پھر صفا آ کر اس پر چڑھے اور خانہ کعبہ کی طرف منہ کیا اور جب تک اللہ نے چاہا دعا کرتے رہے۔ (ابوداؤد)

حدیث ۳: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر اونٹ پر سوار ہو کر طواف کیا اور آپ ﷺ نے چھڑی کے اشارے سے استلام کیا۔ (بخاری)

حدیث ۴: حضرت ابو طفیل رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو میں نے دیکھا کہ دوران طواف آپ حجرِ اسود کی جانب اپنی چھڑی سے اشارہ کر کے اس کو چومتے تھے۔ (مسلم)

حدیث ۵: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ حجرِ اسود جب جنت سے اترا تو دودھ سے زیادہ سفید تھا۔ پھر بنی آدم کی خطاؤں نے اسے سیاہ کر دیا (ترمذی' احمد)

حدیث ۶: حضرت عبداللہ عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا ہے کہ حجرِ اسود اور مقام ابراہیم جنتی یاقوت ہے۔ اللہ نے ان کے نور کو مٹا دیا ورنہ مشرق اور مغرب تک

ہر چیز کو روشن کر دیتے۔ (ترمذی)

حدیث ۷: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ حجر اسود کو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس طرح اٹھائے گا کہ اس کی آنکھیں ہوں گی جن سے دیکھے گا زبان ہوگی جس سے بات کرے گا جس نے حق کے ساتھ اسے بوسہ دیا ہے یہ اس کے حق میں شہادت دے گا۔ (ترمذی، ابن ماجہ)

اضطباع

احرام کی چادر کو دائیں بغل کے نیچے سے نکال کر اس کے دونوں پلے بائیں کندھے پر اس طرح ڈال لینا کہ ایک کنارہ پشت پر رہے اور ایک کنارہ چھاتی پر رہے غرض یہ کہ دایاں شانہ ننگا رہے۔ ایسا کرنے کو اضطباع کہا جاتا ہے۔ اضطباع حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے کیونکہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم نے جعرانہ کے مقام سے عمرہ کیا اور طواف کے تین چکروں میں تیز چلے اور طواف میں چادر کو دائیں بغل سے نکال کر بائیں کندھے پر ڈال لیا۔ (ابوداؤد)

حضرت یعلی بن امیہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سبز چادر اوڑھ کر حالت اضطباع میں بیت اللہ کا طواف کیا۔ (ترمذی)

رمل

طواف کے تین چکروں میں اکڑ کر تیز چلنے کو رمل کہا جاتا ہے۔ رمل صرف اس طواف میں کیا جاتا ہے جس کے بعد سعی کی جاتی ہے۔ بڑھاپے یا مرض کی وجہ سے رمل نہ کر سکے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول یہ تھا کہ جب وہ حج یا عمرہ کا طواف کرتے تو تین پھیروں میں تیز چلتے اور بقیہ چار میں معمول کے مطابق چلتے تھے۔ پھر دو رکعت نماز پڑھ کر صفا و مروہ کے درمیان سعی کیا کرتے تھے۔ (بخاری شریف)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما ہی روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے طواف کے تین چکروں میں حجر اسود سے شروع کر کے حجر اسود پر ختم کرتے ہوئے رمل کیا اور بقیہ چار پھیرے معمول کی رفتار سے مکمل کیے اور سعی میں صفا و مروہ کے درمیان اس خطہ میں جہاں پانی بہتا تھا تیز چلے۔ (مسلم)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب مکہ آتے تو خانہ کعبہ میں آکر پہلے حجر اسود کو بوسہ دیتے پھر دائیں جانب چلتے اور تین پھیروں میں رمل کرتے اور بقیہ چار چکر معمول کے مطابق چلتے۔ (مسلم)

طواف کا سنت طریقہ

طواف شروع کرنے سے پہلے اضطباع کرلیں یعنی اپنے احرام کی چادر کو دائیں بغل کے نیچے سے نکال کر بائیں کندھے پر ڈال لیں اور دایاں کندھا ننگا رکھیں۔ اس کے بعد حجر اسود کے قریب قبلہ رو اس طرح کھڑے ہوں کہ پورا حجر اسود دائیں طرف رہے۔ اس کے بعد دل میں طواف کی نیت کریں اور ساتھ ہی نیت کے یہ الفاظ زبان سے ادا کریں۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اُرِیْدُ طَوَافَ بَیْتِكَ الْمُحَرَّمِ فَیَسِّرْهُ وَ تَقَبَّلْهُ مِنِّیْ.

الٰہی میں تیرے محترم گھر کا طواف کرنا چاہتا ہوں' اس کو میرے لئے آسان کر دے اور اس کو مجھ سے قبول فرما۔

حجر اسود کا اگر بوسہ لے سکتے ہوں تو لے لیں' اگر نہ لے سکتے ہوں تو حجر اسود کی طرف ہتھیلیاں کر کے ان کا بوسہ لے لیں اور کانوں تک ہاتھ اٹھا کر یہ پڑھیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَ لِلّٰهِ الْحَمْدُ وَ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ.

میں شروع کرتا ہوں اللہ کے نام کے ساتھ' اللہ بہت بڑا ہے۔ تمام تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں اور حضور رسول اکرم پر درود و سلام ہو

اس کے بعد چکر لگانے کے لیے چل پڑیں اور یہ دعا پڑھیں:۔

پہلے چکر کی دعا

سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ وَ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَللّٰهُمَّ اِیْمَانًا بِكَ وَ

اللہ تعالیٰ پاک ہے اور سب تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں اور اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور اللہ سب سے بڑا ہے اور (گناہوں سے پھرنے کی) طاقت اور (عبادت کی طرف راغب ہونے کی) قوت

تَصْدِيْقًام بِكِلِمَا تِكَ وَ وَفَآءً م بِعَهْدِكَ وَ اِتِّبَاعًا لِسُنَّةِ نَبِيِّكَ وَ حَبِيْبِكَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَللّٰهُمَّ اِنِّىْ اَسْئَلُكَ الْعَفْوَ وَ الْعَافِيَةَ وَالْمُعَافَاةَ الدَّائِمَةَ فِى الدِّيْنِ وَالدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَالْفَوْزَ بِالْجَنَّةِ وَالنَّجَاةَ مِنَ النَّارِ.

اللہ ہی کی طرف سے ہے جو بزرگی اور عظمت والا ہے اور اللہ کی رحمت اور سلام ہوا ے اللہ کے رسول ﷺ پر۔ اے اللہ! تجھ پر ایمان لاتے ہوئے اور تیرے احکام کو مانتے ہوئے اور تجھ سے کیا ہوا عہد پورا کرتے ہوئے اور تیرے نبی اور حبیب ﷺ کی سنت کی پیروی کرتے ہوئے (میں طواف شروع کرتا ہوں) اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں معافی کا اور سلامتی کا اور دائمی حفاظت کا' دین اور دنیا اور آخرت میں اور جنت سے متمتع ہونے اور دوزخ سے نجات پانے کا۔

رکن یمانی پر پہنچ کر یہ دعا ختم کر دیجئے اور اس سے آگے بڑھتے ہوئے یہ دعا پڑھیے۔

رَبَّنَآ اٰتِنَا فِى الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّ فِى الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ ط وَاَدْخِلْنَا الْجَنَّةَ مَعَ الْاَبْرَارِ يَا عَزِيْزُ يَا غَفَّارُ ط يَا رَبَّ الْعَالَمِيْنَ ط

اے پروردگار! ہمیں دنیا میں بھی بھلائی دے اور آخرت میں بھی اور ہم کو دوزخ کے عذاب سے بچا اور نیک لوگوں کے ساتھ ہمیں جنت میں داخل فرما' اے بڑی عزت والے بڑی بخشش والے اے تمام جہانوں کے پالنے والے۔

یہ دعا پڑھنے کے بعد حجر اسود پر پہنچ کر اسے بوسہ دیجئے اور اگر بوسہ نہ دے سکیں' تو دونوں ہاتھ یا صرف داہنا ہاتھ اس کو لگا کر چوم لیجئے اور اگر یہ بھی مشکل ہو تو وہیں سے کھڑے ہو کر اور اپنی ہتھیلیاں اس کی طرف کر کے اشارہ کر لیں اور کانوں تک ہاتھ نہ اٹھائیں، کانوں تک ہاتھ اٹھانا صرف شروع طواف میں ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُ اَكْبَرُ. وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ.

(شروع کرتا ہوں) اللہ کے نام سے اللہ سب سے بڑا ہے اور سب تعریفیں اللہ ہی کیلئے ہیں

پڑھتے ہوئے آگے بڑھیے اور دوسرے چکر کی دعا پڑھتے ہوئے دوسرا چکر شروع

کردیجئے

دوسرے چکر کی دعا

اَللّٰهُمَّ اِنَّ هٰذَا الْبَيْتَ بَيْتُكَ وَالْحَرَمُ حَرَمُكَ وَالْاَمْنُ اَمْنُكَ وَالْعَبْدُ عَبْدُكَ وَاَنَا عَبْدُكَ وَابْنُ عَبْدِكَ وَهٰذَا مَقَامُ الْعَائِذِ بِكَ مِنَ النَّارِ ط فَحَرِّمْ لُحُوْمَنَا وَبَشَرَتَنَا عَلَى النَّارِ ط اَللّٰهُمَّ حَبِّبْ اِلَيْنَا الْاِيْمَانَ وَزَيِّنْهُ فِيْ قُلُوْبِنَا وَكَرِّهْ اِلَيْنَا الْكُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْيَانَ وَاجْعَلْنَا مِنَ الرَّاشِدِيْنَ اَللّٰهُمَّ قِنِيْ عَذَابَكَ يَوْمَ تَبْعَثُ عِبَادَكَ ط اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنِي الْجَنَّةَ بِغَيْرِ حِسَابٍ.

اے اللہ! بیشک یہ گھر تیرا گھر ہے اور یہ حرم تیرا حرم ہے اور (یہاں کا) امن وامان تیرا ہی دیا ہوا ہے اور ہر بندہ تیرا ہی بندہ ہے اور میں بھی تیرا ہی بندہ ہوں اور تیرے ہی بندہ کا بیٹا ہوں اور یہ دوزخ کی آگ سے تیری پناہ پکڑنے والوں کی جگہ ہے۔ سو تو ہمارے گوشت اور کھال کو دوزخ پر حرام کردے۔ اے اللہ! ہمارے لئے ایمان کو محبوب بنادے اور ہمارے دلوں میں اس کی چاہ پیدا کردے اور ہمارے لئے کفر، بدکاری اور نافرمانی کو ناپسند بنادے اور ہمیں ہدایت پانے والوں میں شامل کرلے اے اللہ! جس دن تو اپنے بندوں کو دوبارہ زندہ کرکے اٹھائے، مجھے اپنے عذاب سے بچانا، اے اللہ! مجھے بغیر حساب کے جنت عطا فرما۔

رکن یمانی پر پہنچنے تک یہ دعا ختم کردیجئے اور آگے بڑھتے ہوئے یہ دعا پڑھیے:۔

رَبَّنَا اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ ط وَاَدْخِلْنَا الْجَنَّةَ مَعَ الْاَبْرَارِ يَا عَزِيْزُ يَا غَفَّارُ ط يَا رَبَّ الْعَالَمِيْنَ ط

اے پروردگار! ہمیں دنیا میں بھی بھلائی دے اور آخرت میں بھی اور ہم کو دوزخ کے عذاب سے بچا اور نیک لوگوں کے ساتھ ہمیں جنت میں داخل فرما، اے بڑی عزت والے بڑی بخشش والے، اے تمام جہانوں کے پالنے والے۔

یہ دعا پڑھنے کے بعد حجر اسود پر پہنچ کر اگر ممکن ہو تو بوسہ دیجئے ورنہ دور ہی سے استلام

کیجئے اور

بِسْمِ اللّٰہِ اَللّٰہُ اَکْبَرُ. وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ.	(شروع کرتا ہوں) اللہ کے نام سے اللہ سب سے بڑا ہے اور سب تعریفیں اللہ ہی کیلئے ہیں

پڑھتے ہوئے آگے بڑھیے اور تیسرے چکر کی دعا شروع کیجئے۔

تیسرے چکر کی دعا

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنَ الشَّکِّ وَالشِّرْکِ وَالشِّقَاقِ وَالنِّفَاقِ وَسُوْءِ الْاَخْلَاقِ وَسُوْءِ الْمَنْظَرِ وَالْمُنْقَلَبِ فِی الْمَالِ وَالْاَھْلِ وَالْوَلَدِ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ رِضَاکَ وَالْجَنَّۃَ وَاَعُوْذُبِکَ مِنْ سَخَطِکَ وَالنَّارِ ط اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنْ فِتْنَۃِ الْقَبْرِ وَ اَعُوْذُبِکَ مِنْ فِتْنَۃِ الْمَحْیَا وَ الْمَمَاتِ ط	اے اللہ! میں تیری پناہ چاہتا ہوں (تیرے احکام میں) شک سے اور (تیری ذات و صفات میں) شرک سے، اور اختلاف ونفاق سے اور برے اخلاق سے اور برے حال اور برے انجام سے مال میں اور اہل وعیال میں۔ اے اللہ! میں تجھ سے تیری رضامندی کی بھیک مانگتا ہوں اور جنت کی اور تیری پناہ پناہ مانگتا ہوں تیرے غضب سے اور دوزخ سے۔ اے اللہ! میں تیری پناہ مانگتا ہوں قبر کی آزمائش سے اور تیری پناہ چاہتا ہوں زندگی اور موت کی ہر مصیبت سے۔

رکن یمانی پر پہنچنے تک یہ دعا ختم کر دیجئے اور آگے بڑھتے ہوئے یہ دعا پڑھیے۔

رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّفِی الْاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ ط وَاَدْخِلْنَا الْجَنَّۃَ مَعَ الْاَبْرَارِ یَا عَزِیْزُ یَا غَفَّارُ ط یَا رَبَّ الْعَالَمِیْنَ ط	اے پروردگار! ہمیں دنیا میں بھی بھلائی دے اور آخرت میں بھی اور ہم کو دوزخ کے عذاب سے بچا اور نیک لوگوں کے ساتھ ہمیں جنت میں داخل فرما' اے بڑی عزت والے بڑی بخشش والے' اے تمام جہانوں کے پالنے والے۔

یہ دعا پڑھنے کے بعد حجر اسود پر پہنچ کر اگر ممکن ہو تو بوسہ دیجئے ورنہ دور ہی سے استلام

کہیے اور

بِسْمِ اللّٰہِ اَللّٰہُ اَکْبَرْ. وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ.

(شروع کرتا ہوں) اللہ کے نام سے اللہ سب سے بڑا ہے اور سب تعریفیں اللہ ہی کیلئے ہیں۔

پڑھتے ہوئے آگے بڑھیے اور چوتھے چکر کی دعا پڑھتے ہوئے چوتھا چکر شروع کر دیجئے۔

چوتھے چکر کی دعا

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْہُ حَجًّا مَّبْرُوْرًا وَّسَعْیًا مَّشْکُوْرًا وَّ ذَنْبًا مَّغْفُوْرًا وَّ عَمَلًا صَالِحًا مَّقْبُوْلًا وَّ تِجَارَۃً لَّنْ تَبُوْرَط یَا عَالِمَ مَا فِی الصُّدُوْرِ اَخْرِجْنِیْ یَا اَللّٰہُ مِنَ الظُّلُمَاتِ اِلَی النُّوْرِط اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ مُوْجِبَاتِ رَحْمَتِکَ وَ عَزَائِمِ مَغْفِرَتِکَ وَالسَّلَامَۃَ مِنْ کُلِّ اِثْمٍ وَّالْغَنِیْمَۃَ مِنْ کُلِّ بِرٍّ وَّالْفَوْزَ بِالْجَنَّۃِ وَالنَّجَاۃَ مِنَ النَّارِط رَبِّ قَنِّعْنِیْ بِمَارَزَقْتَنِیْ وَ بَارِکْ لِیْ فِیْمَا اَعْطَیْتَنِیْ وَاخْلُفْ عَلٰی کُلِّ غَائِبَۃٍ لِّیْ مِنْکَ بِخَیْرٍ.

اے اللہ! بنادے میرے اس حج کو حج مبرور اور کامیاب کوشش اور گناہوں کی مغفرت کا ذریعہ اور مقبول نیک عمل اور بے نقصان تجارت۔ اے دل کے حال کے جاننے والے۔ اللہ! مجھے (گناہ کی) اندھیریوں سے (ایمان وعمل صالح) کی روشنی کی طرف نکال۔ اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں تیری رحمت کے لازمی ذریعوں کا اور ان اسباب کا جو تیری مغفرت کو (میرے لیے) لازمی بنادیں اور ہر گناہ سے سلامتی کا اور ہر نیکی سے فائدہ اٹھانے کا اور جنت سے بہرہ ور ہونیکا اور دوزخ سے نجات پانے کا اور اے میرے پروردگار! تو نے جو کچھ مجھے رزق دیا ہے اس پر قناعت بھی عطا کر اور جو نعمتیں مجھے عطا فرمائی ہیں ان میں برکت بھی دے اور ہر نقصان کا اپنے کرم سے مجھے نعم البدل عطا کر۔

رکن یمانی پر پہنچ کر یہ دعا ختم کر دیجئے اور آگے بڑھتے ہوئے یہ دعا پڑھیے:۔

رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّ فِی الْاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً وَّقِنَا عَذَابَ

اے پروردگار! ہمیں دنیا میں بھی بھلائی دے اور آخرت میں بھی اور ہم کو دوزخ کے عذاب سے

النَّارِ ط وَاَدْخِلْنَا الْجَنَّةَ مَعَ الْاَبْرَارِ يَا عَزِيْزُ يَا غَفَّارُ ط يَا رَبَّ الْعَالَمِيْنَ ط

بچا اور نیک لوگوں کے ساتھ ہمیں جنت میں داخل فرما' اے بڑی عزت والے بڑی بخشش والے! اے تمام جہانوں کے پالنے والے۔

یہ دعا پڑھنے کے بعد حجر اسود پر پہنچ کر اگر ممکن ہو تو بوسہ دیجئے ورنہ دور ہی سے استلام کیجئے اور

بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُ اَكْبَرُ. وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ.

(شروع کرتا ہوں) اللہ کے نام سے اللہ سب سے بڑا ہے اور سب تعریفیں اللہ ہی کیلئے ہیں

پڑھتے ہوئے آگے بڑھیے اور پانچویں چکر کی دعا پڑھتے ہوئے پانچواں چکر شروع کیجئے

پانچویں چکر کی دعا

اَللّٰهُمَّ اَظِلَّنِيْ تَحْتَ ظِلِّ عَرْشِكَ يَوْمَ لَا ظِلَّ اِلَّا ظِلُّ عَرْشِكَ وَلَا بَاقِيَ اِلَّا وَجْهُكَ وَاسْقِنِيْ مِنْ حَوْضِ نَبِيِّكَ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَرْبَةً هَنِيْئَةً مَّرِيْئَةً لَّانَظْمَأُ بَعْدَ هَا اَبَدًا ط اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ مِنْ خَيْرِ مَا سَاَلَكَ مِنْهُ نَبِيُّكَ سَيِّدُنَا مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّمَا اسْتَعَاذَكَ مِنْهُ نَبِيُّكَ سَيِّدُنَا مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ الْجَنَّةَ وَنَعِيْمَهَا وَمَا يُقَرِّبُنِيْ اِلَيْهَا مِنْ قَوْلٍ اَوْ فِعْلٍ اَوْ عَمَلٍ ط وَاَعُوْذُبِكَ مِنَ النَّارِوَمَا يُقَرِّبُنِيْ اِلَيْهَا مِنْ قَوْلٍ اَوْ فِعْلٍ اَوْ عَمَلٍ.

اے اللہ! جس روز سوائے تیرے عرش کے سایہ کے کہیں سایہ نہیں ہوگا اور تیری ذات پاک کے سوا کوئی باقی نہ رہے گا' مجھے اپنے سایہ کے نیچے جگہ دینا اور اپنے نبی سیدنا محمد ﷺ کے حوض (کوثر) سے مجھے ایسا خوشگوار اور خوش ذائقہ گھونٹ پلانا کہ اس کے بعد کبھی ہمیں پیاس نہ لگے۔ اے اللہ! میں تجھ سے ان چیزوں کی بھلائی مانگتا ہوں جن کو تیرے نبی محمد ﷺ نے تجھ سے طلب کیا اور ان چیزوں کی برائی سے تیری پناہ چاہتا ہوں جن سے تیرے نبی سیدنا محمد ﷺ نے پناہ مانگی۔ اے اللہ! میں تجھ سے جنت اور اس کی نعمتوں کا سوال کرتا ہوں۔ اور ہر اس قول یا فعل یا عمل (کی توفیق) کا جو مجھے جنت سے قریب کردے اور میں دوزخ سے تیری پناہ چاہتا ہوں اور ہر اس قول یا فعل یا عمل سے جو

مجھے دوزخ سے قریب کردے۔

رکن یمانی پر پہنچ کر یہ دعا ختم کردیجئے اور آگے بڑھتے ہوئے یہ دعا پڑھیے۔

رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّ فِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ ط وَاَدْخِلْنَا الْجَنَّةَ مَعَ الْاَبْرَارِ یَا عَزِیْزُ یَا غَفَّارُ ط یَا رَبَّ الْعَالَمِیْنَ ط

اے پروردگار! ہمیں دنیا میں بھی بھلائی دے اور آخرت میں بھی اور ہم کو دوزخ کے عذاب سے بچا اور نیک لوگوں کے ساتھ ہمیں جنت میں داخل فرما' اے بڑی عزت والے بڑی بخشش والے! اے تمام جہانوں کے پالنے والے

یہ دعا پڑھنے کے بعد حجر اسود پر پہنچ کر اگر ممکن ہو تو بوسہ دیجئے ورنہ دور ہی سے استلام کیجئے اور

بِسْمِ اللّٰہِ اَللّٰہُ اَکْبَرُ. وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ.

(شروع کرتا ہوں) اللہ کے نام سے اللہ سب سے بڑا ہے اور سب تعریفیں اللہ ہی کیلئے ہیں

پڑھتے ہوئے آگے بڑھیے اور چھٹے چکر کی دعا پڑھتے ہوئے چھٹا چکر شروع کردیجئے۔

چھٹے چکر کی دعا

اَللّٰھُمَّ اِنَّ لَكَ عَلَیَّ حُقُوْقًا کَثِیْرَةً فِیْمَا بَیْنِیْ وَ بَیْنَكَ وَ حُقُوْقًا کَثِیْرَةً فِیْمَا بَیْنِیْ وَ بَیْنَ خَلْقِكَ اَللّٰھُمَّ مَا کَانَ لَكَ مِنْھَا فَاغْفِرْهُ لِیْ وَمَا کَانَ لِخَلْقِكَ فَتَحَمَّلْهُ عَنِّیْ اَغْنِنِیْ بِحَلَالِكَ عَنْ حَرَامِكَ وَ بِطَاعَتِكَ عَنْ مَّعْصِیَتِكَ وَ بِفَضْلِكَ عَنْ مَّنْ سِوَاكَ یَا وَاسِعَ الْمَغْفِرَةِ۔ اَللّٰھُمَّ اِنَّ بَیْتَكَ عَظِیْمٌ وَّوَجْھَكَ کَرِیْمٌ وَ اَنْتَ یَا اَللّٰہُ حَلِیْمٌ

اے اللہ! مجھ پر تیرے بہت سے حقوق ہیں ان معاملات میں جو میرے اور تیرے درمیان ہیں اور بہت سے حقوق ہیں جو میرے اور تیری مخلوق کے درمیان ہیں اے اللہ! ان (کی کوتاہی) کی مجھے معافی دے اور جن کا تعلق مخلوق سے (بھی) ہو ان (کی فروگذاشت کی معافی) کا تو ذمہ دار بن جا۔ اے اللہ مجھے (رزق) حلال عطا فرما کر حرام سے بچا اور فرمانبرداری کی توفیق عطا فرما کر نافرمانی سے اور اپنے فضل سے بہرہ مند فرما کر اپنے سوا دوسروں سے مستغنی کردے۔ اے وسیع

کَرِیْمٌ عَظِیْمٌ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّیْ.

مغفرت والے اے اللہ بے شک تیرا گھر بڑی عظمت والا ہے اور تیری ذات بڑی عزت والی اور تو اے اللہ! بڑا باوقار ہے' بڑا اکرم والا ہے اور بڑی عظمت والا ہے معافی کو پسند کرتا ہے سو میری خطاؤں کو بھی معاف فرمادے۔

رکن یمانی پر پہنچ کر یہ دعا ختم کر دیجئے اور آگے بڑھتے ہوئے یہ دعا پڑھیے:۔

رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّ فِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ ط وَاَدْخِلْنَا الْجَنَّةَ مَعَ الْاَبْرَارِ یَا عَزِیْزُ یَا غَفَّارُ ط یَا رَبَّ الْعَالَمِیْنَ ط

اے پروردگار! ہمیں دنیا میں بھی بھلائی دے اور آخرت میں بھی اور ہم کو دوزخ کے عذاب سے بچا اور نیک لوگوں کے ساتھ ہمیں جنت میں داخل فرما' اے بڑی عزت والے بڑی بخشش والے' اے تمام جہانوں کے پالنے والے

یہ دعا پڑھنے کے بعد حجر اسود پر پہنچ کر اگر ممکن ہو تو بوسہ دیجئے۔ ورنہ دور ہی سے استلام کیجئے اور

بِسْمِ اللّٰہِ اَللّٰہُ اَکْبَرُ.
وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ.

(شروع کرتا ہوں) اللہ کے نام سے اللہ سب سے بڑا ہے اور سب تعریفیں اللہ ہی کیلئے ہیں

پڑھتے ہوئے آگے بڑھیے اور ساتویں چکر کی دعا پڑھتے ہوئے ساتواں چکر شروع کر دیجئے۔

ساتویں چکر کی دعا

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ اِیْمَانًا کَامِلًا وَّ یَقِیْنًا صَادِقًا وَّ رِزْقًا وَّاسِعًا وَّ قَلْبًا خَاشِعًا وَّ لِسَانًا ذَاکِرًا وَّ رِزْقًا حَلَالًا طَیِّبًا وَّ تَوْبَةً نَّصُوْحًا وَ تَوْبَةً قَبْلَ الْمَوْتِ وَّرَاحَةً عِنْدَ

اے اللہ! میں تجھ سے مانگتا ہوں کامل ایمان اور سچا یقین اور کشادہ رزق' اور عاجزی کرنے والا دل اور (تیرا) ذکر کرنے والی زبان اور حلال اور پاک روزی اور سچے دل کی توبہ اور موت سے پہلے کی توبہ اور موت کے وقت

الْمَوْتِ وَ مَغْفِرَةً وَّرَحْمَةً بَعْدَ الْمَوْتِ وَالْعَفْوَعِنْدَ الْحِسَابِ وَالْفَوْزَ بِالْجَنَّةِ وَالنَّجَاةَ مِنَ النَّارِ بِرَحْمَتِكَ يَا عَزِيْزُ يَا غَفَّارُ ط رَبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا وَّ اَلْحِقْنِیْ بِالصّٰلِحِيْنَ.

کا آرام۔اور مرنے کے بعد مغفرت اور رحمت اور حساب کے وقت معافی اور جنت کا حصول اور دوزخ سے نجات (یہ سب کچھ میں مانگتا ہوں) تیری رحمت کے وسیلہ سے' اے بڑی عزت والے! اے بڑی مغفرت والے اے پروردگار میرے علم میں اضافہ کر اور مجھے نیک لوگوں میں شامل فرمادے۔

رکن یمانی پر پہنچ کر یہ دعا ختم کر دیجئے اور آگے بڑھتے ہوئے یہ دعا پڑھیے:۔

رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّ فِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ط وَاَدْخِلْنَا الْجَنَّةَ مَعَ الْاَبْرَارِ يَا عَزِيْزُ يَا غَفَّارُ ط يَا رَبَّ الْعَالَمِيْنَ ط

اے پروردگار! ہمیں دنیا میں بھی بھلائی دے اور آخرت میں بھی اور ہم کو دوزخ کے عذاب سے بچا اور نیک لوگوں کے ساتھ ہمیں جنت میں داخل فرما' اے بڑی عزت والے بڑی بخشش والے' اے تمام جہانوں کے پالنے والے

یہ دعا پڑھنے کے بعد حجر اسود پر پہنچ کر اگر ممکن ہو تو بوسہ دیجئے' ورنہ دور ہی سے استلام کیجئے اور

بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُ اَكْبَرُ. وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ.

(شروع کرتا ہوں) اللہ کے نام سے اللہ سب سے بڑا ہے اور سب تعریفیں اللہ ہی کیلئے ہیں

پڑھتے ہوئے اب ملتزم کے پاس آجایئے۔ یہ حجر اسود اور دروازہ کعبہ کے درمیان کعبہ شریف کی شرقی دیوار کا حصہ ہے۔ یہ قبولیت دعا کا مقام ہے۔ یہاں دیوار کعبہ سے چمٹ جاؤ اور اپنا پیٹ دیوار سے لگا دو اور داہنا رخسار دیوار پر رکھو اور کبھی بایاں رخسار دیوار لگاؤ اور اپنے ہاتھ اور ہتھیلیوں کو طول میں سر سے اونچا کر کے دیوار سے لگا کر پھیلاؤ اور بایاں ہاتھ حجر اسود کی طرف چسپاں کر دو۔ یہ ہاتھ عرض میں یا طول میں اس طرح رکھو دیوار کعبہ سے چسپاں ہوں۔ خوب رو رو کر جو بھی دل میں آئے مانگیے' جس زبان میں چاہے مانگیے اور یہ سمجھ کر مانگیے کہ رب کریم کے آستانے پر پہنچ گیا ہوں اور اس کی چوکھٹ سے لگا کھڑا ہوں اور وہ میرے حال کو دیکھ رہا ہے اور یہ دعا بھی پڑھیے۔

ملتزم پر پڑھنے کی دعا:

اللّٰهُمَّ یَا رَبَّ الْبَیْتِ الْعَتِیْقِ اَعْتِقْ رِقَابَنَا وَرِقَابَ اٰبَآئِنَا وَ اُمَّهَاتِنَا وَ اِخْوَانِنَا وَاَوْلَادِنَا مِنَ النَّارِ یَاذَا الْجُوْدِ وَالْکَرَمِ وَالْفَضْلِ وَالْمَنِّ وَالْعَطَآءِ وَالْاِحْسَانِ ط اَللّٰهُمَّ اَحْسِنْ عَاقِبَتَنَا فِی الْاُمُوْرِ کُلِّهَا وَاَجِرْنَا مِنْ خِزْیِ الدُّنْیَا وَ عَذَابِ الْاٰخِرَةِ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ عَبْدُکَ وَ ابْنُ عَبْدِکَ وَاقِفٌ" تَحْتَ بَابِکَ مُلْتَزِمٌ" بِاَعْتَابِکَ مُتَذَلِّلٌ" بَیْنَ یَدَیْکَ اَرْجُوْ رَحْمَتَکَ وَاَخْشٰی عَذَابَکَ مِنَ النَّارِ یَا قَدِیْمَ الْاِحْسَانِ ط اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْاَلُکَ اَنْ تَرْفَعَ ذِکْرِیْ وَ تَضَعَ وِزْرِیْ وَ تُصْلِحَ اَمْرِیْ وَ تُطَهِّرَ قَلْبِیْ ذَنْبِیْ وَ اَسْئَلُکَ الدَّرَجَاتِ الْعُلٰی مِنَ الْجَنَّةِ اٰمِیْنَ.

اے اللہ! اے اس قدیم گھر کے مالک۔ ہماری گردنوں کواور ہمارے باپ دادوں اور ماؤں (بہن) اور بھائیوں اور اولاد کی گردنوں کو دوزخ سے آزاد کردے۔ اے بخشش والے کرم والے فضل والے احسان والے عطا والے اے اللہ! تمام معاملات میں ہمارا انجام بخیر فرما اور ہمیں دنیا کی رسوائی اور آخرت کے عذاب سے محفوظ رکھ۔ اے اللہ! میں تیرا بندہ ہوں تیرا بندہ زادہ ہوں تیرے (مقدس گھر کے) دروازہ کے نیچے کھڑا ہوں تیرے دروازہ کی چوکھٹوں سے لپٹا ہوں تیرے سامنے عاجزی کا اظہار کرتا ہوں اور تیری رحمت کا طلبگار ہوں اور تیرے دوزخ کے عذاب سے ڈر رہا ہوں اے ہمیشہ کے محسن !(اب بھی احسان فرما) اے اللہ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ میرے ذکر کو بلندی عطا فرما اور میرے گناہوں کا بوجھ ہلکا کر اور میرے کاموں کو درست فرما اور میرے دل کو پاک کر اور میرے لیے قبر میں روشنی فرما اور میرے گناہ معاف فرما اور میں تجھ سے جنت کے اونچے درجوں کی بھیک مانگتا ہوں۔ (آمین)

مقام ابراہیم

طواف سے فارغ ہو کر مقام ابراہیم پر حاضر ہو کر وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهِیْمَ

مُصَلّٰی پڑھ کر دو رکعت نماز طواف واجب قُلْ یٰاَیُّهَا الْکٰفِرُوْنَ اور قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ سے پڑھو۔ بشرطیکہ وقت کراہت نہ ہو۔ یعنی طلوع آفتاب سے بلندی آفتاب تک یا دوپہر یا نماز عصر کے بعد سے غروب تک۔ ان اوقات میں نماز طواف ادا نہ کرو۔ ان اوقات میں نماز طواف مکروہ ہے۔ مگر خود طواف کسی وقت بھی مکروہ نہیں۔

اول یہ کہ چادر کو دائیں کندھے کے نیچے سے نکال کر اضطباعی حالت کو دور کرلو۔ یعنی دایاں شانہ کھلا نہ رہے بلکہ شانوں کو ڈھک کر نماز پڑھو۔ ورنہ نماز مکروہ ہوگی۔ اضطباعی حالت صرف طواف کے اندر ہے۔ طواف کے بعد یہ حالت نہیں ہونی چاہیے۔

دوسرے اس نماز کی ادائیگی کے وقت اس طرح کھڑے ہو کہ تمہارے اور کعبہ شریف کے درمیان مقام ابراہیم رہے۔

اس نماز کے پڑھنے کی بہترین جگہ تو خلف مقام یعنی مقام ابراہیم کے پیچھے ہے۔ ہجوم ہونے کے سبب یہاں جگہ نہ ملے تو کعبہ کے اندر ورنہ حطیم میں تحت میزاب یا پھر حطیم میں جہاں جگہ ملے یا پھر بیت اللہ کے قرب میں یا پھر بقیہ مسجد حرام میں یا پھر تمام مکہ میں یا پھر ارض حرم میں ادا کرو لیکن حرم کی سرزمین سے باہر ادا کرنا مکروہ ہے۔ خلف سے مراد عرف وعادت میں جس کو خلف یعنی پیچھے کہا جائے وہ مراد ہے۔ لہٰذا دور مسجد کے کنارے پر کھڑے ہونے والے کو افضلیت خلف یعنی مقام ابراہیم کے پیچھے کھڑے ہونے کی فضیلت حاصل نہ ہوگی۔

ہر طواف کے بعد دو رکعت نماز طواف پڑھنا واجب ہے۔ خواہ وہ طواف نفل ہو یا واجب ان رکعتوں کو طواف کے متصل ہی پڑھنا چاہیے۔ بلا عذر تاخیر مکروہ ہے یعنی کئی طواف کر کے سب طوافوں کی نمازیں اکٹھی جمع کر کے پڑھنا مکروہ ہے۔ ہاں اگر وقت مکروہ ہے تو طواف پر طواف کرلو۔ وقت مکروہ نکل جانے کے بعد ہر طواف کا دوگانہ الگ الگ ادا کرلو اور یہ دعا پڑھو:

اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ تَعْلَمُ سِرِّیْ وَعَلَانِیَتِیْ فَاقْبَلْ مَعْذِرَتِیْ وَ تَعْلَمُ حَاجَتِیْ فَاَعْطِنِیْ سُؤْلِیْ وَ تَعْلَمُ مَا فِیْ نَفْسِیْ فَاغْفِرْلِیْ ذُنُوْبِیْ ط اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ اِیْمَانًا یُّبَاشِرُ قَلْبِیْ وَیَقِیْنًا صَادِقًا حَتّٰی اَعْلَمَ اَنَّهٗ لَا یُصِیْبُنِیْ	اے اللہ! تو میری سب چھپی اور کھلی باتیں جانتا ہے لہٰذا میری معذرت قبول فرما اور میری خواہش کو پورا کر اور تو میرے دل کا حال جانتا ہے لہٰذا میرے گناہوں کو معاف فرما۔ اے اللہ! میں تجھ سے مانگتا ہوں ایمان جو میرے دل میں سما جائے اور

مَا كَتَبْتَ لِيْ وَرِضًا بِمَا مِنْكَ قَسَمْتَ لِيْ اَنْتَ وَلِيِّيْ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ط تَوَفَّنِيْ مُسْلِمًا وَّاَلْحِقْنِيْ بِالصّٰلِحِيْنَ اَللّٰهُمَّ لَا تَدَعْ لَنَا فِيْ مَقَامِنَا هٰذَا ذَنْبًا اِلَّا غَفَرْتَهٗ وَلَا هَمًّا اِلَّا فَرَّجْتَهٗ وَلَا حَاجَةً اِلَّا قَضَيْتَهَا وَيَسَّرْتَهَا فَيَسِّرْ اُمُوْرَنَا وَاشْرَحْ صُدُوْرَنَا وَ نَوِّرْ قُلُوْبَنَا وَاخْتِمْ بِالصّٰلِحٰتِ اَعْمَالَنَا ط اَللّٰهُمَّ تَوَفَّنَا مُسْلِمِيْنَ وَاَلْحِقْنَا بِالصّٰلِحِيْنَ غَيْرَ خَزَايَا وَّلَا مَفْتُوْنِيْنَ اٰمِيْنَ يَا رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ.

سچا یقین کہ میں جان لوں کہ جو کچھ تو نے میری تقدیر میں لکھ دیا ہے وہی مجھے پہنچے گا اور تیری طرف سے اپنی قسمت پر رضامندی۔ تو ہی میرا مددگار ہے دنیا اور آخرت میں۔ مجھے اسلام کی حالت میں وفات دے اور نیک لوگوں کے زمرہ میں شامل فرما۔ اے اللہ! اس مقدس مقام (کی حاضری کے موقع) پر ہمارا کوئی گناہ بغیر معاف کیے نہ چھوڑنا اور کوئی پریشانی دور کیے بغیر نہ چھوڑنا اور کوئی ضرورت پوری کیے بغیر نہ چھوڑنا اور کوئی ضرورت پوری کیے بغیر اور سہل کیے بغیر نہ چھوڑنا۔ سو ہمارے تمام کام آسان کر دے۔ اور ہمارے سینوں کو کھول دے اور ہمارے دلوں کو روشن کر دے اور ہمارے عملوں کو نیکیوں کے ساتھ ختم فرما۔ اے اللہ ہمیں اسلام کی حالت میں موت دے اور ہمیں نیک لوگوں میں شامل فرما کہ نہ ہم رسوا ہوں اور نہ آزمائش میں پڑیں۔ آمین' اے رب العالمین

مسائل طواف

یہ طواف' عمرہ اور حج تمتع والے کے لیے عمرہ کا طواف ہے جو واجب ہے۔ لہٰذا یہ طواف شروع کرتے وقت تلبیہ بند کر دیں۔ مفرد کے لیے یہ طواف قدوم" ہے جو سنت ہے اور حج قران والے کو پہلے عمرہ کرنا ہوگا اور پھر حج کا طواف قدوم کرنا ہوگا۔

طواف میں نیت فرض ہے بلا نیت طواف صحیح نہیں ہوگا۔ طواف میں رمل' اضطباع اور حجر اسود اور رکن یمانی کا استلام سنت ہے۔ رمل اور اضطباع مردوں کے لیے ہے اور رمل صرف اس طواف میں' ہے جس کے بعد سعی ہو۔ ہر پھیرا حجر اسود سے شروع ہو کر حجر اسود پر

ہی ختم ہوتا ہے۔ حجر اسود کا استلام' طواف کے شروع اور اختتام پر سنت موکدہ ہے۔ درمیان میں ہر پھیرے کے شروع میں مستحب ہے۔ طواف کے بعد مقام ابراہیم کے پاس دو نوافل پڑھنا واجب ہے۔

طواف کے دوران مسنون دعاؤں کے پڑھنے' تسبیح وتہلیل اور ذکر الٰہی میں مصروف رہنا چاہیے اگر کوئی دعا یاد نہ ہو تو درود شریف ہی پڑھتے رہنا چاہیے کہ یہ ہر اعتبار سے کامل دعا ہے۔ طواف کے دوران اگر وضو ٹوٹ جائے تو وضو کر کے دوبارہ طواف وہیں سے شروع کریں جہاں چھوڑا تھا۔ یہی حکم نماز کا ہے کہ نماز پڑھ کر طواف جہاں چھوڑا تھا اسی جگہ سے دوبارہ شروع کر دیں۔ طواف کے دوران دنیاوی گفتگو' بدنظری اور دوسروں کو ایذا رسانی سے مکمل پرہیز کرنا چاہیے ورنہ طواف کا ثواب جاتا رہے گا اور سخت گناہ بھی ہوگا۔ یہاں اگر ایک نیکی کا ثواب لاکھ نیکی کے برابر ہے تو ایک گناہ کا وبال بھی سخت تر ہے۔ عورتوں کو مردوں سے مزاحمت کے ساتھ حجر اسود کو بوسہ دینا' رکن یمانی کو چھونا اور کعبہ کے قریب ہونا ہرگز جائز نہیں۔

آب زمزم پینا

طواف کعبہ' نماز طواف اور ملتزم پر حاضری سے فارغ ہو کر زمزم شریف پر جانا مستحب ہے اور خوب پیٹ بھر کر زمزم کا پانی پینا چاہیے۔ زمزم کا پانی قبلہ رخ کھڑے' بسم اللہ پڑھ کر تین سانسوں میں پینا سنت ہے۔ جب بھی آب زمزم پینا ہو تو پیٹ بھر کر اس طرح پئیں اور آخر میں الحمد للہ پڑھیں۔ باقی بچا ہوا پانی چہرے اور بدن پر مل لیں۔ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ زمزم کا پانی جس مقصد کے لیے پیا جائے وہی مقصد پورا ہوگا۔ آب زمزم پیتے وقت یہ دعا پڑھنا مستحب ہے۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ عِلْمًا نَافِعًا وَّرِزْقًا وَّاسِعًا وَّ عَمَلًا مُتَقَبَّلًا وَّشِفَآءً مِّنْ كُلِّ دَآءٍ.

الٰہی میں تجھ سے نفع بخش علم' کشادہ رزق مقبول عمل اور ہر بیماری سے شفا کا سوال کرتا ہوں۔

محرمات طواف

طواف میں یہ باتیں حرام ہیں۔ بے وضو طواف کرنا۔ جنابت یا حیض ونفاس میں طواف کرنا۔ بلا ستر یا برہنہ طواف کرنا۔ بلا عذر سواری پر یا گھٹنوں کے بل طواف کرنا' خانہ کعبہ کو دائیں ہاتھ رکھ کر الٹا طواف کرنا' حطیم کے اندر سے طواف کرنا' سات پھیروں سے

طواف کرنا۔

مکروہات طواف

طواف میں یہ چیزیں مکروہ ہیں۔ ناپاک کپڑوں میں طواف کرنا' فضول باتیں کرنا' خرید و فروخت کرنا' دعائیں بلند آواز کے ساتھ پڑھنا' فضول اشعار پڑھنا' جس طواف میں رمل و اضطباع ہو تو ان کا ترک کرنا' حجر اسود کا استلام نہ کرنا' بلا وجہ طواف کے کچھ پھیروں کے بعد وقفہ کرنا' خطبہ یا فرض جماعت کے وقت طواف کرنا' ایک طواف کے نماز پڑھے بغیر دوسرا طواف شروع کر دینا' ہاں اگر وقت مکروہ ہو تو دونوں طوافوں کی نماز بعد میں صحیح وقت میں الگ الگ پڑھنا واجب ہے۔ اثنائے طواف میں کوئی چیز کھانا' پیشاب یا پاخانہ یا ہوا کی حاجت میں طواف کرنا۔

طواف کے دوران سلام کرنا' سلام کا جواب دینا کوئی مسئلہ پوچھنا یا کسی کو مسئلہ بتانا' حمد و ثناء اور نعت و منقبت والے اشعار پڑھنا جائز ہے۔

۸۔ سعی

سعی حج اور عمرہ کے واجبات سے ہے۔ سعی کا مطلب دوڑنا ہے مگر شرعی اصطلاح میں سعی سے مراد صفا اور مروہ کے درمیان سات چکر لگانے کو کہا جاتا ہے۔ صفا اور مروہ بیت اللہ کے قریب دو پہاڑیاں ہیں۔ سعی کی وجہ تسمیہ کچھ یوں ہے کہ اللہ کے حکم سے جب حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت ہاجرہ علیہا السلام کے پاس ایک مشکیزہ پانی رکھ کر چلے گئے اور جب وہ ختم ہو گیا تو حضرت ہاجرہ علیہا السلام اپنی اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی پیاس سے بیتاب ہو کر پانی کی تلاش میں دوڑیں اس سنسان جنگل میں دور دور تک پانی کا نام و نشان نہ تھا تو آپ اضطراب میں اپنے رب کی رحمت کی تلاش میں نکلیں۔ خدائے رب العالمین نے اپنی ربوبیت کا جلوہ دکھلایا اور غیبی چشمہ آب زمزم نمودار ہوا۔ حضرت ہاجرہ کی طلب رحمت کی سعی بارآور ہوئی۔ آج تک اللہ تعالیٰ نے ان کے دوڑنے کو زندہ و تابندہ کر دیا اور سعی کو اعمال حج و عمرہ سے قرار دے دیا۔

سعی کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث حسب ذیل ہیں۔

حدیث ۱: حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو خانہ کعبہ کی زیارت کی نیت سے آیا اور وہاں حاضر ہو کر طواف کیا۔ صفا مروہ کے درمیان سعی کی۔ پھر

سر منڈایا یا کترایا تو وہ گناہوں سے ایسا پاک ہو گیا۔ جیسا ماں کے پیٹ سے پیدا ہوتے وقت گناہوں سے پاک تھا۔ (بیہقی)

حدیث ۲: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے تو آپ نے حجر اسود کی طرف متوجہ ہو کر اسے بوسہ دیا۔ پھر طواف کیا (پھر نماز طواف پڑھنے کے بعد) صفا کے پاس آئے اور اس پر اتنا اوپر چڑھے کہ بیت اللہ نظر آنے لگا۔ پھر ہاتھ اٹھا کر ذکر الٰہی میں مشغول رہے جب تک اللہ نے چاہا آپ نے دعا فرمائی۔ اس کے بعد آپ نے صفا اور مروہ کے درمیان سعی فرمائی۔ (ابوداؤد، مسلم)

حدیث ۳: حضرت حبیبہ بنت ابی تجراۃ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اکرم ﷺ کو سعی کرتے دیکھا اور آپ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ سعی کرو، اللہ تعالیٰ نے سعی کو تمہارے لئے ضروری قرار دیا ہے۔ (احمد)

سعی کرنے کا سنت طریقہ

طواف کے بعد مقام ابراہیم پر نوافل پڑھ کر آب زمزم پی لینے کے بعد حجر اسود کے پاس آئیں اور اس کا بوسہ لیں، اگر بوسہ نہ لے سکیں تو ہاتھ کا اشارہ کر کے ہاتھ کو چوم کر صفا کی طرف آجائیں اور صفا کے اوپر چڑھ کر کعبہ کی طرف منہ کر کے سعی کی نیت کریں۔ نیت یہ ہے۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اُرِیْدُ السَّعْیَ بَیْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ سَبْعَةَ اَشْوَاطٍ لِوَجْهِكَ الْكَرِیْمِ فَیَسِّرْهُ لِیْ وَتَقَبَّلْهُ مِنِّیْ۔	اے اللہ! میں آپ کی رضا و خوشنودی کی خاطر صفا و مروہ کے درمیان سعی کے سات چکر کرنے کا ارادہ کر رہا ہوں۔ آپ اسے میرے لئے آسان فرما دیجئے اور قبول فرما لیجئے۔

پھر دعا کی طرح دونوں ہاتھ کندھوں تک اٹھا کر بلند آواز سے تکبیر و تہلیل پڑھے اور آہستہ آواز میں درود شریف پڑھ کر نہایت عاجزی و زاری سے دلی مقاصد کی دعائیں مانگے۔ یہ قبولیت دعا کا مقام ہے۔

تکبیر و تہلیل

اَللّٰهُ اَكْبَرُ ط اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ ط وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ ط اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰی مَا	اللہ ہی کی ذات بڑی ہے اللہ ہی کی ذات بڑی ہے اللہ ہی کی ذات بڑی ہے اور وہی

هَدَانَا ط اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى مَا اَوْلَانَا ط اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى مَا اَلْهَمَنَا ط اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِىْ هَدَانَا لِهٰذَا وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِىَ لَوْ لَا اَنْ هَدَانَا اللّٰهُ. لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ يُحْيِىْ وَ يُمِيْتُ وَهُوَ حَىٌّ" لَا يَمُوْتُ بِيَدِهِ الْخَيْرُط وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ" ط لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ وَ صَدَقَ وَعْدَهٗ وَنَصَرَ عَبْدَهٗ وَ اَعَزَّ جُنْدَهٗ وَهَزَمَ الْاَحْزَابَ وَحْدَهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَلَا نَعْبُدُ اِلَّا اِيَّاهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُوْنَ. اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ قُلْتَ وَ قَوْلُكَ الْحَقُّ اُدْعُوْنِىْ اَسْتَجِبْ لَكُمْ وَاِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيْعَادَط اَللّٰهُمَّ كَمَا هَدَيْتَنِىْ لِلْاِسْلَامِ اَسْئَلُكَ اَنْ لَّا تَنْزِعَهٗ مِنِّىْ حَتّٰى تَوَفَّانِىْ وَاَنَا مُسْلِمٌ" ط سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُط وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِىِّ الْعَظِيْمِ ط اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَاَزْوَاجِهٖ

تعریف کا مستحق ہے جس اللہ نے ہمیں ہدایت دی۔ وہی تعریف کا مستحق ہے اور جس نے ہمیں نعمت بخشی وہی خدا تعریف کے قابل ہے اور اسی کی ذات مستحق حمد ہے جس نے ہمیں بھلائی کی راہ بجھائی۔ تمام تعریفیں اسی خدا کو زیب دیتی ہیں جس نے ہمیں ہدایت نصیب فرمائی۔ اگر اللہ ہمیں ہدایت نہ دیتا تو ہم کبھی ہدایت نہ پا سکتے۔ اللہ ہی یکہ وتنہا معبود ہے۔ اس کا کوئی ساجھی نہیں۔ وہی مالک الملک ہے۔ وہی ہمہ قسم حمد کا اس کے لشکر کو سرخرو کیا اور اسی نے تنہا باطل کے سارے لشکروں کو پسپا کیا۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور ہم خلوص نیت کے ساتھ اس کے سوا کسی اور کی عبادت نہیں کرتے چاہے یہ بات کافروں کو گراں کیوں نہ گزرے۔ اے اللہ آپ کا فرمان ہے اور آپ کا فرمان ہی حق ہے کہ تم مجھے پکارو، میں تم کو جواب دوں گا اور آپ کا وعدہ ٹلتا نہیں تو اے اللہ جس طرح آپ نے مجھے اسلام کی دولت عطا فرمائی۔ اب میرا سوال ہے کہ مجھ سے یہ دولت نہ لیجئے۔ مجھے مرتے دم تک مسلمان ہی رکھیے۔ اللہ ہی کی ذات پاک ہے اور حمد کی مستحق بھی خدا ہی کی ذات ہے۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اللہ بہت ہی بڑا ہے۔ اللہ بزرگ و برتر کے علاوہ نہ کسی میں

وَذُرِّيَّاتِهٖ وَاَتْبَاعِهٖ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ ط اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِىْ وَلِوَالِدَىَّ وَلِجَمِيْعِ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ وَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ.

قوت ہے نہ طاقت۔ اے اللہ! ہمارے آقا و مولا محمد ﷺ پر اور آپ کی اولاد پر اور آپ کے صحابہ پر اور آپ کی ازواج مطہرات پر، آپ کی ذریت اور پیروکاروں پر قیامت تک درود سلام نازل فرما۔ اے اللہ! مجھے مستحق ہے۔ زندگی اور موت اسی کے ہاتھ میں ہے۔ وہ ایسا زندہ ہے کہ اس کے لئے موت نہیں۔ خیرو بھلائی اسی کے قبضہ میں ہے اور وہ ہر شے پر قادر ہے۔ وہی اکیلا معبود ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور اس کا وعدہ سچا ہے اور اس نیا اپنے بندے کی مدد فرمائی اور، میرے والدین کو اور سارے مسلمان مرد وعورت کو معاف فرما اور تمام پیغمبروں پر سلام پہنچا۔ جملہ تعریفوں کا سزاوار دونوں جہان کا رب ہی ہے۔

اس کے بعد صفا سے مروہ کی طرف چلیں۔ مرد جب میلین اخضرین (سبز رنگ کے دو ستونوں) کے قریب پہنچیں تو ذرا درمیانی چال سے دوڑنا شروع کر دیں لیکن خیال رکھیں کہ دوسروں کو تکلیف ہرگز نہ پہنچے اور دوسرے سبز ستونوں تک اسی طرح دوڑتے چلیں۔ میلین اخضرین کے درمیان دوڑتے وقت یہ دعا پڑھنا مستحب ہے۔

رَبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَتَجَاوَزْ عَمَّا تَعْلَمُ وَتَعْلَمُ مَالَا نَعْلَمُ اِنَّكَ اَنْتَ الْاَعَزُّ الْاَكْرَمُ ط اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ حَجًّا مَّبْرُوْرًا وَّسَعْيًا مَّشْكُوْرًا وَّذَنْبًا مَّغْفُوْرًا اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِىْ وَلِوَالِدَىَّ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ يَامُجِيْبَ الدَّعْوَاتِ ط رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ وَتُبْ عَلَيْنَا

میرے رب! بخش اور رحم فرما اور درگزر فرما ان گناہوں سے جن کو تو جانتا ہے اور تو وہ جانتا ہے جو ہم نہیں جانتے۔ بلاشبہ تو عزت و کرامت والا ہے۔ الٰہی! اس کو حج مبرور اور سعی مشکور بنا اور گناہ مغفور کر دے۔ الٰہی! مجھے اور میرے ماں باپ اور تمام مومنین و مومنات کو بخش دے۔ اے دعاؤں کے قبول کرنے والے ہمارے رب! ہم سے

اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ط رَبَّنَا اٰتِنَا فِى الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِى الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ ط

قبول فرما تو ہی توبہ قبول فرمانے والا ہے اور رحم کرنے والا ہے ہمارے رب! ہمیں دنیا میں بھلائی عطا کر اور آخرت میں بھی بھلائی عطا کر اور ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچا۔

سبز ستونوں سے آگے نکل کر پھر عام رفتار سے چلیں اور کلمہ توحید بار بار پڑھیں جب مروہ پر پہنچیں تو اس پر چڑھنے کے بعد قبلہ رخ کھڑے ہو جائیں اور تیسرا کلمہ پڑھیں۔ پھر درود پاک پڑھیں۔ اب یہ سعی کا ایک شوط (پھیرا) پورا ہو گیا۔

اس کے بعد یہاں (مروہ) سے صفا کی طرف ذکر الٰہی، درود پاک اور دعائیں پڑھتے واپس چلیں اور ہر دحسب سابق سبز ستونوں کے قریب پہنچ کر دوڑنا شروع کر دیں اور دوسرے سبز ستونوں سے آگے نکل کر عام رفتار سے چل کر صفا پر پہنچیں اور پہلے کی طرح قبلہ رخ کھڑے دونوں ہاتھ اٹھا کر تسبیح و تکبیر و حمد و ثناء و درود پاک اور دعائیں پڑھیں۔ اب یہ سعی کا دوسرا شوط (پھیرا) پورا ہو گیا۔ اسی طرح سعی کے سات پھیرے پورے کرے۔ ساتواں پھیرا مروہ پر ختم ہوگا۔ صفا و مروہ کی سعی کے بعد مسجد حرام میں آ کر مطاف کے نزدیک دو رکعت نماز پڑھنا سنت ہے۔

مسائل سعی: سعی سے متعلقہ شرعی مسائل مندرجہ ذیل ہیں۔

مسئلہ ۱: طواف کے بعد صفا و مروہ کی سعی میں بلا عذر دیر کرنا مکروہ اور خلاف سنت ہے۔ طواف حج اور طواف عمرہ دونوں میں سعی واجب ہے۔

مسئلہ ۲: سعی کا طواف کے بعد ہونا ضروری شرط ہے۔ خواہ سعی عمرہ کی ہو یا حج کی۔ ہاں حج کی سعی اگر وقوف عرفات کے بعد کی جائے تو اب احرام کھول کر سعی کرنا سنت ہے۔

مسئلہ ۳: اگر کوئی عذر نہ ہو تو پیدل سعی کرنا واجب ہے۔ پاک بدن، پاکیزہ لباس کے ساتھ باوضو سعی کرنا سنت ہے۔ طواف کے بعد اگر سعی کرنا ہو تو حجر اسود کا استلام کر کے باب الصفاء کے راستے سعی کو جانا مسنون و مستحب ہے۔

مسئلہ ٤: سعی کی ابتدا صفا سے کرنا اور پھر سعی کے ساتوں پھیرے بلا وقفہ پے در پے کرنا سنت ہے۔ ہاں سعی کے دوران اگر جماعت قائم ہو جائے یا جنازہ آ جائے تو سعی وہاں ہی چھوڑ کر نماز کے ساتھ شامل ہو جانا چاہیے۔ پھر نماز کے بعد جہاں سعی چھوڑی تھی وہیں سے شروع کر دیں۔

مسئلہ ۵: سعی کے دوران درود شریف اور مسنون دعاؤں کے پڑھنے، تکبیر و تہلیل توبہ و استغفار میں مشغول رہنا چاہئے۔ فضول باتوں، بدکلامی، بدنظری اور دوسروں کو تکلیف پہنچانے سے مکمل اجتناب کرنا چاہئے۔

مکروہات سعی

سعی کے دوران یہ باتیں مکروہ ہیں: طواف کے بعد سعی میں بلاعذر تاخیر کرنا، ستر فرض کا نہ ہونا، بلاعذر سواری پر بیٹھ کر سعی کرنا۔ صفا و مروہ پر نہ چڑھنا، مردوں کا میلین اخضرین کے درمیان سعی میں بلاعذر نہ دوڑنا، خرید و فروخت کرنا، دوسروں کو تکلیف پہنچانا، بدنظری و تلخ کلامی کرنا، فضول ادھر ادھر دیکھنا، پھیروں کے درمیان بلاوجہ وقفہ اور تاخیر کرنا، ہاں جماعت یا جنازہ کے ساتھ شامل ہونے، قضائے حاجت اور وضو کے لئے وقفہ جائز ہے۔ نیز کھانے پینے کے لئے بھی تھوڑا سا وقفہ کرنا جائز ہے، باقی جو باتیں طواف میں جائز ہیں وہ سعی میں بھی جائز ہیں۔

۹-طریقۂ حج

آٹھویں ذوالحجہ سے لے کر بارہ ذوالحجہ تک حج کے شرعی اعمال میں شامل ہونے سے حج مکمل ہوتا ہے۔ یہ پانچوں دن ایام حج کہلاتے ہیں۔ آٹھویں ذوالحجہ کو تمام حاجیوں نے مکہ مکرمہ سے منیٰ کو جانا ہے۔ مفرد اور قارن طریقہ سے حج کرنے والے تو پہلے ہی احرام میں ہیں۔ حج تمتع اور مکہ میں رہنے والوں کو چاہئے کہ وہ فجر کی نماز کے بعد سنت کے مطابق مسجد حرام میں احرام باندھیں اور طواف کریں اور پھر دو رکعت نماز طواف پڑھ کر دو رکعت نفل احرام بھی پڑھیں اور اس کے بعد حج کی یوں نیت کریں۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اُرِیْدُ الْحَجَّ فَیَسِّرْہُ لِیْ وَتَقَبَّلْہُ مِنِّیْ نَوَیْتُ الْحَجَّ مُخْلِصًا لِلّٰہِ تَعَالٰی لَبَّیْکَ بِحَجَّۃٍ.

اے اللہ! میرا حج کرنے کا ارادہ ہے۔ میرے لئے اس کو آسان کردے اور اس کو مجھ سے قبول فرما۔ خالصا لوجہ اللہ تعالیٰ میں نے حج کی نیت کی۔ میں حج کرنے کے لئے حاضر ہوں۔

۱-روانگی منیٰ

نیت کے بعد فوراً تلبیہ پڑھیں۔ تلبیہ پڑھتے ہی حج کا احرام شروع ہوگیا۔ لہٰذا اب احرام کی تمام پابندیاں شروع ہوگئیں لہٰذا انہیں ملحوظ خاطر رکھیں۔ اس کے بعد منیٰ کو روانہ

ہو جائیں۔ منیٰ کا میدان مکہ کے قریب دو پہاڑوں کے درمیان واقع ہے۔ راستے میں تلبیہ، درود شریف اور اللہ کی حمد و ثنا کی دعائیں پڑھتے جائیں۔ آٹھویں ذی الحجہ کو سورج نکلنے سے پہلے ہی اگر کوئی منیٰ میں چلا جائے تو بھی کوئی حرج نہیں۔ منیٰ میں پہنچتے ہی یہ دعا پڑھیں۔

اَللّٰهُمَّ هٰذَا مِنًى فَامْنُنْ عَلَيَّ بِمَا مَنَنْتَ بِهٖ عَلٰى اَوْلِيَائِكَ.
الٰہی! یہ منیٰ ہے۔ مجھ پر بھی وہ احسان کر جو تو نے اپنے دوستوں پر کیے۔

۲- قیام منیٰ

منیٰ میں پہنچنے کے بعد وہاں قیام کریں۔ بہتر یہ ہے کہ منیٰ شریف میں ظہر سے نویں کی صبح تک پانچ نمازیں مسجد خیف میں ادا کریں۔ یہ پانچ نمازیں منیٰ میں پڑھنا اور رات کو قیام و عبادت میں گزارنا سنت ہے۔ آنے والی رات "شب عرفہ" کو ذکر و عبادت میں بسر کریں اور سونا ہو تو باوضو سوئیں۔ یہ رات مکہ میں گزارنا یا اس سے پہلے عرفات میں چلا جانا خلاف سنت ہے اور مکروہ ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ جو عرفہ کی رات کو یہ دعا ایک ہزار مرتبہ پڑھے گا۔ وہ اللہ تعالیٰ سے قطع رحم اور گناہ کے سوا جو دعا کرے گا اللہ اس کو قبول فرمائے گا۔ کسی نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ آپ نے خود حضور اکرم ﷺ سے سنا ہے؟ تو آپ نے کہا ہاں!

سُبْحَانَ الَّذِيْ فِي السَّمَاءِ عَرْشُهٗ. سُبْحَانَ الَّذِيْ فِي الْاَرْضِ مَوْطِئُهٗ
سُبْحَانَ الَّذِيْ فِي الْبَحْرِ سَبِيْلُهٗ. سُبْحَانَ الَّذِيْ فِي النَّارِ سُلْطَانُهٗ
سُبْحَانَ الَّذِيْ فِي الْجَنَّةِ رَحْمَتُهٗ سُبْحَانَ الَّذِيْ فِي الْقَبْرِ قَضَاءُهٗ
سُبْحَانَ الَّذِيْ فِي الْهَوَاءِ رُوْحُهٗ. سُبْحَانَ الَّذِيْ رَفَعَ السَّمَاءَ
سُبْحَانَ الَّذِيْ وَضَعَ الْاَرْضَ سُبْحَانَ الَّذِيْ لَا مَلْجَاَ وَلَا مَنْجَا مِنْهُ اِلَّا اِلَيْهِ. (بیہقی-طبرانی)

منیٰ کے قیام کے دوران تلبیہ کثرت سے پڑھیں اور اللہ کا ذکر جتنا کر سکیں، کریں اور درود شریف بھی پڑھیں۔

۳- عرفات کو روانگی

نویں ذوالحجہ جو حج کا دوسرا دن ہے۔ اس روز منیٰ کی مسجد خیف میں نماز فجر باجماعت

پڑھ کر تلبیہ، ذکر الٰہی، تلاوت قرآن، درود شریف اور دعاؤں میں مشغول رہیں جب سورج مسجد خیف کے سامنے ثبیر پہاڑ پر چمکنے لگے تو عرفات روانہ ہو جائیں۔ عرفات یہاں سے تھوڑے سے فاصلے پر ہے۔ لہٰذا یہ سفر ذکر الٰہی، درود شریف اور دعاؤں میں طے کریں۔ فضول باتوں سے پرہیز کریں اور تلبیہ باربار بکثرت پڑھتے چلیں جب عرفات کا مشہور پہاڑ جبل رحمت نظر آئے تو لبیک اور ذکر الٰہی میں مزید کثرت کریں۔ یہ دعا پڑھنا بھی بہتر ہے۔

اَللّٰهُمَّ اِلَيْكَ تَوَجَّهْتُ وَعَلَيْكَ تَوَكَّلْتُ وَ بِوَجْهِكَ الْكَرِيْمِ اَرَدْتُّ فَاجْعَلْ ذَنْبِيْ مَغْفُوْرًا وَّحَجِّيْ مَبْرُوْرًا وَّارْحَمْنِيْ وَلَا تُخَيِّبْنِيْ وَ بَارِكْ لِيْ فِيْ سَفَرِيْ وَاقْضِ بِعَرَفَاتٍ حَاجَتِيْ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ط اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهَا اَقْرَبَ غَدْوَةٍ غَدَوْتُهَا مِنْ رِضْوَانِكَ وَاَبْعَدَهَا مِنْ سَخَطِكَ اَللّٰهُمَّ اِلَيْكَ غَدَوْتُ وَعَلَيْكَ اعْتَمَدْتُ وَوَجْهَكَ اَرَدْتُّ فَاجْعَلْنِيْ مِمَّنْ تُبَاهِيْ بِهِ الْيَوْمَ مَنْ هُوَ خَيْرٌ مِّنِّيْ وَاَفْضَلُ. اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْاَلُكَ الْعَفْوَ وَالْعَافِيَةَ وَالْمُعَافَاةَ الدَّآئِمَةَ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ.

۴۔ میدانِ عرفات

عرفات وہ عظیم الشان اور وسیع میدان ہے جہاں حضرت آدم علیہ السلام اور حواء علیہا السلام کی سالہا سال کی جدائی کے بعد باہم ملاقات ہوئی اور انہیں ایک دوسرے کا تعارف ہوا اسی لئے اس کا نام عرفات ہے یہاں حج کا سب سے بڑا رکن وقوف عرفہ ادا ہوتا ہے جس کے بغیر حج نہیں ہوتا۔ چاروں طرف سے عرفات کی حدود نشانات لگا کر واضح کر دی گئی ہیں تاکہ وقوف حدود عرفات کے اندر صحیح طور پر ادا کیا جاسکے جس طرف سے عرفات میں داخل ہوتے ہیں وہاں ایک بہت بڑی مسجد ہے جس کو مسجد نمرہ کہتے ہیں۔ یہ مسجد میدان عرفات کے ایک طرف کنارے پر ہے۔ اس کی مغربی دیوار کی جانب وادی بطن عرفہ عرفات سے خارج ہے۔ یہاں وقوف درست نہیں۔ یاد رکھیں وقوف کا وقت اگر کسی نے یہاں گزارا تو اس کا حج نہیں ہوگا۔ بطن عرفہ کے سوا عرفات کی حدود کے اندر جہاں چاہیں قیام کریں، جبل رحمت کے قریب ٹھہرنا مسنون اور افضل ہے۔ وقوف کیلئے غسل کرنا، دونوں خطبے سننا، ظہر وعصر کی دونوں نمازیں اکٹھی پڑھنا۔ نمازوں کے بعد فوراً موقف میں جانا۔ باوضو رہنا بہت بہتر ہے۔

۵-فضیلت وقوف عرفہ

نویں ذوالحجہ کو زوال کے بعد اور دسویں کی صبح صادق تک کے درمیانی اوقات میں کسی وقت بھی عرفات میں ٹھہرنے سے حج کا رکن اعظم وقوف عرفہ ادا ہو جاتا ہے اور نویں کے غروب آفتاب تک یہاں ٹھہرنا واجب ہے اس سے پہلے حدود عرفات سے باہر نکلنا سخت جرم ہے جس پر دم لازم آتا ہے۔ وقوف عرفہ کی فضیلت بے پناہ ہے۔ اس کے متعلق حضور ﷺ کے ارشادات مندرجہ ذیل ہیں۔

حدیث ۱: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے ایسا کوئی دن نہیں جس میں اللہ تعالیٰ یوم عرفہ سے زیادہ بندوں کو دوزخ سے آزاد کرتا ہو، پہلے رب کریم بندوں سے قریب ہوتا ہے پھر فرشتوں کے سامنے بندوں پر فخر کر کے فرماتا ہے کہ یہ لوگ کیا ارادہ کرتے ہیں۔ (مسلم)

حدیث ۲: حضرت طلحہ بن عبید اللہ بن کریز رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں بیشک رسول خدا ﷺ نے فرمایا۔ شیطان یوم العرفہ کے سوا اور کسی دن زیادہ ذلیل، حقیر اور غصہ کی حالت میں نہیں دیکھا گیا اور اس کا سبب رحمت الٰہی کا نزول اور کبیرہ گناہوں کی مغفرت ہے اور یہی اس نے جنگ بدر میں دیکھا تھا کہ جناب جبرئیل علیہ السلام ملائکہ کی صفوں کو ترتیب دے رہے ہیں۔ (مشکوٰۃ)

حدیث ۳: حضرت عمرو بن عبداللہ بن صفوان رضی اللہ عنہ اپنے ماموں یزید بن شیبان رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ہم میدان عرفات میں اس جگہ کھڑے ہوئے تھے جو موقف عمرو بن عبداللہ کے نام سے موسوم تھا۔ یہ (نبی علیہ السلام کی) قیام گاہ سے دور تھی۔ اس دوران ہمارے پاس ابن مربع انصاری آئے اور کہا کہ میں سرکار دوعالم ﷺ کا قاصد ہوں۔ آپ نے فرمایا ہے کہ تم لوگ اپنی عبادت کی جگہ ٹھہرے رہو کیونکہ تم اپنے جد اعلیٰ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے طریقے پر ہو۔ (ابن ماجہ)

حدیث ۴: حضرت جابر رضی اللہ عنہ کرتے ہیں کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا نویں ذی الحجہ کو اللہ تعالیٰ آسمان دنیا کی طرف نزول فرماتا ہے اور فرشتوں سے فخریہ طور پر فرماتا ہے۔ میرے بندوں کو دیکھو وہ میرے پاس پراگندہ حال، شوریدہ بال دور دور سے آتے ہیں۔ میں تمہیں گواہ کرتا ہوں کہ میں نے ان کی بخشش کردی ہے۔ فرشتے عرض کرتے ہیں خداوندا!

فلاں شخص مرتکب گناہ مشہور ہے اور فلاں مرد اور فلاں عورت بھی گناہوں میں آلودہ ہیں۔ رب کریم فرماتا ہے میں نے ان کو بھی معاف کر دیا۔ نبی ﷺ نے فرمایا۔ یوم العرفہ کے علاوہ اور کسی دن (اتنے زیادہ) نار دوزخ سے آزاد نہیں کیے جاتے۔ (شرح السنۃ)

حدیث ۵: حضرت عباس بن مرداس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں بیشک رسول خدا ﷺ نے نویں ذی الحجہ کی شام امت مسلمہ کی مغفرت کے لئے دعا فرمائی جس کو قبول کرتے ہوئے رب کریم نے فرمایا میں نے ان کی خطاؤں کو معاف کر دیا۔ سوائے ظالم کے کیونکہ میں ظالم سے مظلوم کا حق لوں گا۔ نبی ﷺ نے فرمایا۔ خداوندا اگر تو چاہے تو مظلوم کو جنت دے کر ظالم کو معاف فرما دے لیکن اس وقت یہ اضافہ منظور نہ ہوا مگر جب دوبارہ مزدلفہ میں دعا فرمائی تو قبول ہوگئی۔ راوی کہتے ہیں کہ اس وقت نبی ﷺ مسکرائے تو حضرات ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! ہمارے ماں باپ آپ پر قربان! رب کریم آپ کو مسکراتا رکھے اس وقت مسکراہٹ کا کیا سبب ہے؟ تو آپ نے فرمایا دشمن خدا ابلیس کو جب معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے میری دعا کو قبول فرمایا اور امت مسلمہ کی مغفرت فرما دی تو اس نے سر پر خاک بکھیر لی ہے اور ہلاکت ہلاکت پکار رہا ہے اس کی بے چینی دیکھ کر مسکرا رہا ہوں۔ (ابن ماجہ)

۶- وقوف کا سنت طریقہ

وقوف کا سنت طریقہ یہ ہے کہ جب دوپہر کا وقت قریب آجائے تو وقوف کے لئے غسل کریں، یہ نہ ہو تو وضو کریں اور مسجد نمرہ میں جائیں۔ زوال کے بعد ظہر کے وقت میں ظہر کی سنتیں پڑھیں۔ پھر حج کا خطبہ سن کر جماعت کے ساتھ ظہر پڑھیں۔ سلام پھیرتے ہی عصر کی تکبیر پڑھی جائے گی، نماز عصر ادا کریں۔ دونوں نمازوں کے درمیان کسی قسم کی بات کرنا تو کجا، سنتیں پڑھنا بھی جائز نہیں۔ یہاں ظہر و عصر اکٹھی پڑھنے کے لئے درج ذیل شرائط کا پایا جانا ضروری ہے۔

ذوالحجہ کی نویں تاریخ کا ہونا، حدود عرفات میں ہونا، حج کا احرام ہونا، جماعت کے ساتھ ہونا، حاکم وقت یا اس کے نائب کا موجود ہونا، پہلے ظہر پھر عصر کا پڑھنا۔ مقیم امام کا قصر نہ کرنا۔ مذکورہ شرائط سے کوئی شرط اگر نہ پائی جائے تو ظہر و عصر کو اپنے اپنے وقت میں پڑھنا چاہئے۔ یہاں ظہر و عصر نمازیں ملا کر ایک ہی وقت میں پڑھنے کا حکم اس لئے دیا جاتا ہے تاکہ غروب آفتاب تک وقوف اور دعا کے لئے کافی وقت مل سکے۔

نماز سے فراغت کے بعد فوراً موقف (وقوف کرنے کی جگہ) کو چلیں۔ جبل رحمت کے سیاہ پتھروں کے قریب نبی اکرم ﷺ کے موقف شریف پر یا اس کے نزدیک وقوف کرنا افضل ہے۔ ہجوم کے باعث یہاں اگر جگہ نہ مل سکے تو بطن عرفہ کے سوا عرفات کی حدود کے اندر ہر جگہ وقوف ادا ہو سکتا ہے۔

بہتر و افضل یہ ہے کہ قبلہ رو کھڑے وقوف کیا جائے۔ اگر سارا وقت کھڑے نہ ہو سکیں تو جتنی دیر ممکن ہو کھڑے رہیں پھر بیٹھ جائیں۔ کچھ دیر ستانے کے بعد پھر کھڑے ہو جائیں۔ اس طرح وقوف کا سارا وقت خشوع و خضوع اور نہایت ہی عاجزی و انکساری کے ساتھ ہاتھ پھیلائے تسبیح و تہلیل، تکبیر، حمد و ثناء، ذکر و دعا، توبہ و استغفار، تلاوت قرآن اور درود شریف پڑھنے میں گزار دیں، تلبیہ بار بار پڑھیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ کو دیکھا کہ آپ عرفات میں سینہ تک ہاتھ اٹھا کر اور ہاتھوں کو پھیلا کر اس طرح دعا مانگ رہے تھے جیسے کھانا مانگنے والا محتاج ہاتھ پھیلا کر کھانا مانگتا ہے۔ (فتح القدیر)

دعا مانگنے کا عاجزانہ اور صوفیانہ طریقہ یہ ہے کہ بوقت دعا ہاتھوں کو آسمان کی طرف سر سے اونچا پھیلائیں، آنکھیں بند کیے، گردن جھکائے، خشوع اور خضوع کے ساتھ جو مسجد نمرہ میں ہیں اور جو ڈیروں میں ہیں وہ سب ہمہ تن صدق دل سے اپنے مہربان رب کریم کی طرف متوجہ ہوں اور میدان قیامت میں حساب اعمال کے لئے اس کے حضور حاضری کا تصور کریں۔ اس وقت تسبیح تہلیل تکبیر، حمد، لبیک، ذکر و دعا، توبہ اور استغفار میں ڈوب جاؤ اور کوشش کرو کہ ایک قطرہ آنسوؤں کا ٹپکے کہ دلیل اجابت و سعادت ہے ورنہ رونے کا سا منہ بناؤ کہ اچھوں کی صورت بھی اچھی ہے۔ دعا اور ذکر کے دوران لبیک کی بار بار تکرار کرو۔ سب سے بہتر یہ ہے کہ سارا وقت رونے اور عاجزی میں گزارو اور اللہ کے عذاب سے پناہ مانگو۔ کبھی اس کے غضب کی یاد سے دل کانپ جائے۔ کبھی اس کی رحمت کی امید میں مرجھایا ہوا دل تازہ اور شگفتہ ہو جائے۔ یوں ہی تضرع اور زاری میں رہو۔ یہاں تک کہ آفتاب غروب ہو جائے اور رات کا ایک لطیف جز آ جائے۔ اس سے پہلے کوچ کرنا منع ہے۔ اللہ کے وعدے پر بھروسہ رکھو اور آج حاجی کے دل سے اٹھی ہوئی دعا بارگاہ رب العزت میں پہنچتا ہے اور وہ گناہوں سے اس طرح پاک ہو گیا جیسا کہ آج ہی ماں کے پیٹ سے پیدا

ہوا ہے اور اب اللہ سے توفیق مانگے کہ آئندہ اس سے گناہ سرزد نہ ہو۔

وقوف میں یہ باتیں مکروہ ہیں، نماز ظہر وعصر ملا کر پڑھنے کے بعد موقف کو جانے میں دیر کرنا۔ پھر اس وقت سے غروب آفتاب تک کھانے پینے میں یا وقوف کے سوا کسی اور کام میں مشغول رہنا دنیا کی باتیں کرنا۔ مزدلفہ روانگی کیلئے سورج ڈوبنے سے قبل وقوف چھوڑ دینا، غروب آفتاب کے بعد عرفات سے روانگی میں دیر کرنا، مغرب یا عشاء کی نماز عرفات میں پڑھنا۔

غروب آفتاب سے پہلے حدود عرفات سے باہر نکلنا حرام ہے جس نے ایسا کیا اس پر لازم ہے کہ واپس آئے اور غروب کے بعد عرفات سے باہر نکلے ورنہ اس پر دم واجب ہوگا۔ نویں کے زوال کے بعد سے دسویں کی صبح تک اگر کوئی وقوف نہ کرسکا تو اس کا حج فاسد ہوگیا اور اس پر آئندہ سال حج کرنا فرض ہے۔

وقوف کی مسنون دعا

اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ. وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ. لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ اَللّٰهُمَّ اهْدِنِىْ بِالْهُدٰى وَ نَقِّنِىْ وَاعْتَصِمْنِىْ بِالتَّقْوٰى وَاغْفِرْلِىْ فِى الْاٰخِرَةِ وَالْاُوْلٰى. اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ حَجًّا مَّبْرُوْرًا وَّذَنْبًا مَّغْفُوْرًا ط اَللّٰهُمَّ لَكَ صَلٰوتِىْ وَنُسُكِىْ وَمَحْيَاىَ وَمَمَاتِىْ وَاِلَيْكَ مَاٰلِىْ. اَللّٰهُمَّ اِنِّىْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَ وَسْوَسَةِ الصَّدْرِ وَشَتَاتِ الْاَمْرِ. اَللّٰهُمَّ اهْدِنَا بِالْهُدٰى وَزَيِّنَّا بِالتَّقْوٰى وَاغْفِرْلَنَا فِى الْاٰخِرَةِ وَالْاُوْلٰى. اَللّٰهُمَّ اِنِّىْ اَسْاَلُكَ رِزْقًا حَلَالًا طَيِّبًا مُّبَارَكًا. اَللّٰهُمَّ اَمَرْتَنِىْ بِالدُّعَاءِ وَلَكَ الْاِجَابَةُ وَاِنَّكَ لَا تُخْلِفُ وَعْدَكَ. اَللّٰهُمَّ مَا اَحْبَبْتَ مِنْ خَيْرٍ فَاَحِبَّهٗ اِلَيْنَا وَ يَسِّرْهُ لَنَا. وَمَا كَرِهْتَ مِنْ شَرٍّ فَكَرِّهْهُ اِلَيْنَا وَجَنِّبْنَا عَنْهُ وَلَا تَنْزِعْ مِنَّا الْاِسْلَامَ بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ يُحْيِىْ وَ يُمِيْتُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ". اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ فِىْ صَدْرِىْ نُوْرًا وَّفِىْ سَمْعِىْ نُوْرًا وَّفِىْ بَصَرِىْ نُوْرًا وَّفِىْ قَلْبِىْ نُوْرًا ط اَللّٰهُمَّ اشْرَحْ لِىْ صَدْرِىْ وَ يَسِّرْلِىْ اَمْرِىْ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ وَسَاوِسِ الصَّدْرِ وَتَشَتُّتِ الْاَمْرِ وَعَذَابِ الْقَبْرِ اَللّٰهُمَّ اِنِّىْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّ مَا يَلِجُ فِى اللَّيْلِ وَشَرِّ مَا يَلِجُ فِى النَّهَارِ وَشَرِّ مَا تَهُبُّ الرِّيَاحُ وَشَرِّ بَوَائِقِ

الدَّهْرِ. رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّفِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ. اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ مِنْ خَیْرِ مَا سَاَلَكَ بِهٖ نَبِیُّكَ وَ اَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّمَا اسْتَعَاذَ مِنْهُ نَبِیُّكَ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ. رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْلَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخَاسِرِیْنَ. رَبِّ اجْعَلْنِیْ مُقِیْمَ الصَّلٰوةِ وَمِنْ ذُرِّیَّتِیْ رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَآءِ رَبَّنَا اغْفِرْلِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ یَوْمَ یَقُوْمُ الْحِسَابُط رَبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّیٰنِیْ صَغِیْرًا. رَبَّنَا اغْفِرْلَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِیْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِیْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِیْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَا اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ. رَبَّنَا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ وَتُبْ عَلَیْنَا اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ. اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ تَعْلَمُ وَتَرٰی مَكَانِیْ وَتَسْمَعُ كَلَامِیْ وَتَعْلَمُ سِرِّیْ وَعَلَانِیَتِیْ وَلَا یَخْفٰی عَلَیْكَ شَیْءٌ مِّنْ اَمْرِیْ وَاَنَا الْبَآئِسُ الْفَقِیْرُ الْمُسْتَغِیْثُ الْمُسْتَجِیْرُ الْوَجِلُ الْمُشْفِقُ الْمُقِرُّ الْمُعْتَرِفُ بِذَنْبِهٖ اَسْئَلُكَ مَسْاَلَةَ الْمِسْكِیْنِ وَاَبْتَهِلُ اِلَیْكَ ابْتِهَالَ الْمُذْنِبِ الذَّلِیْلِ وَاَدْعُوْكَ دُعَاءَ الْخَآئِفِ الضَّرِیْرِ مَنْ خَضَعَتْ لَكَ رَقَبَتُهٗ وَفَاضَتْ عَیْنَاهُ وَنَحِلَ لَكَ جَسَدُهٗ وَرَغِمَ لَكَ اَنْفُهٗ. اَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلْنِیْ بِدُعَآئِكَ شَقِیًّا وَّكُنْ لِّیْ رَءُوْفًا رَّحِیْمًا یَا خَیْرَ الْمَسْئُوْلِیْنَ وَیَا خَیْرَ الْمُعْطِیْنَ یَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِیْنَ. وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ اٰمِیْنَ. یَامَنْ لَّا یُبْرِمُهٗ اِلْحَاحُ الْمُلِحِّیْنَ فِی الدُّعَآءِ وَلَا تُعْجِزُهٗ مَسْئَلَةُ السَّآئِلِیْنَ اَذِقْنَا بَرْدَ عَفْوِكَ وَحَلَاوَةَ مَغْفِرَتِكَ وَلَذَّةَ مُنَاجَاتِكَ وَرَحْمَتِكَ اِلٰهِیْ مَنْ مَدَحَ اِلَیْكَ نَفْسَهٗ فَاِنِّیْ لَآئِمٌ نَفْسِیْ اَخْرَسَتِ الْمَعَاصِیْ لِسَانِیْ فَمَالِیْ وَسِیْلَةٌ مِّنْ عَمَلٍ وَّلَا شَفِیْعٌ سِوَی الْاَمَلِ ط.

قیام مزدلفہ

میدان عرفات کے وقوف سے فارغ ہونے کے بعد غروب آفتاب کے بعد مزدلفہ میں پہنچنا ضروری ہے۔ اس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ:

لَیْسَ عَلَیْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ ط فَاِذَآ اَفَضْتُمْ

اس کا کچھ حرج نہیں کہ حج کے دنوں میں اپنے رب سے روزی مانگی جائے اور جب

مِنْ عَرَفَاتٍ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ ص وَاذْكُرُوْهُ كَمَا هَدٰىكُمْ ج (پ۲، بقرہ:۱۹۸)

عرفات سے واپس ہونے لگو تو مشعر حرام (مزدلفہ) میں خدا کا ذکر کرو اور اس طرح ذکر کرو جس طرح اس نے تمہیں سکھایا ہے۔

مزدلفہ پہنچ کر جہاں جگہ ملے، ٹھہر جاؤ لیکن قزح پہاڑی کے پاس ٹھہرنا زیادہ افضل ہے۔ اس مقام کو مشعر حرام بھی کہتے ہیں جہاں مسجد مشعر حرام ہے۔ مزدلفہ پہنچ کر مغرب اور عشاء کی نماز میں تاخیر نہ کرو۔ جلدی کرنا مستحب ہے۔ کوشش کرو کہ امام کے ساتھ نماز باجماعت ادا کرو۔ یہاں ایک اذان اور ایک اقامت کے ساتھ یکے بعد دیگرے دو جماعتیں ہوں گی۔ پہلے مغرب کی، پھر عشاء کی۔ مغرب کی یہ نماز قضا نہیں بلکہ اس میں ادا ہی کی نیت کرو۔ ان دونوں کے درمیان سنتیں نہ پڑھو، عشاء کی نماز کے بعد البتہ مغرب اور عشاء کی سنتیں اور وتر پڑھ لو۔

اگر امام کے ساتھ جماعت نہ ملے اور اپنی قیام گاہ پر جماعت کے ساتھ نماز پڑھو تو وہاں بھی اسی طرح دونوں وقتوں کی نمازوں کو جمع کر کے پڑھو۔ یہاں فجر تک رات گزارنا سنت مؤکدہ ہے۔ یہ رات بعض کے نزدیک شب قدر اور شب جمعہ سے بھی افضل ہے۔ یہ رات شرف مکان اور زمان کی جامع ہے۔ مکان کا شرف اس لئے ہے کہ سرزمین حرم ہے اور پھر مشعر حرام اور زمان کا شرف اس لئے کہ شب عید اور ماہ حج کی آخری شب ہے اور مناسب ہے کہ یہ رات تلاوت قرآن، نماز، درود شریف اور استغفار میں بسر ہو۔ آج کی عبادت کا ثواب لیلۃ القدر سے زیادہ ہے یہاں دعا مانگو کہ اللہ تعالیٰ تم سے حقوق العباد کو معاف فرمائے اور جن کے حقوق سلب ہوئے ہیں ان کو تم سے راضی کر دے۔

وقوف مزدلفہ

وقوف مزدلفہ واجب ہے اور اس کا وقت طلوع فجر سے سورج نکلنے سے تھوڑی دیر پہلے تک ہے اور سنت اور افضل یہ ہے کہ وقوف مزدلفہ کے لئے مشعر حرام یعنی قزح پہاڑ کے قریب راستہ سے ہٹ کر اتریں۔ اگر ہجوم کے باعث یہاں جگہ نہ ملے تو وادی محسر کے سوا مزدلفہ کے سارے میدان میں جہاں جگہ ملے، وقوف کریں۔ وادی محسر جسے آج کل وادی النار بھی کہتے ہیں یہاں وقوف جائز نہیں۔ اس جگہ کو نشان لگا کر واضح کر دیا گیا ہے تا کہ کوئی شخص بھول کر وہاں وقوف نہ کرے۔ یہ وہ مقام ہے جہاں اصحاب فیل پر عذاب نازل ہوا

تھا۔ طلوع فجر سے قبل ہی وضو وغیرہ کر کے وقوف کی تیاری کر لیں اور نماز فجر اول وقت اندھیرے میں ہی با جماعت ادا کریں۔ نماز کے بعد طلوع آفتاب سے تھوڑی دیر پہلے تک پورے خشوع و خضوع کے ساتھ وقوف عرفات کی طرح یہاں بھی ذکر الٰہی، تسبیح و تہلیل، حمد و ثناء، تلبیہ و درود اور دعاؤں کے ساتھ وقوف کریں اور یہاں خاص کر حقوق العباد معاف ہونے کی دعا کریں کیونکہ یہ وہ مقام ہے جہاں آنحضرت ﷺ کی دوسری دعا (حقوق العباد معاف ہونے کی) قبول ہوئی۔

حضرت عباس بن مرداس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے عرفہ کی شام کو اپنی امت (یعنی حج کرنے والوں) کے لئے دعائے مغفرت کی تو آپ کو جواب ملا کہ میں نے حقوق العباد کے سوا سب گناہ بخش دیئے۔ میں ضرور مظلوم کا حق لوں گا۔ عرض کیا، یا رب اگر آپ چاہیں تو مظلوم کو جنت دیں اور ظالم کو بخش دیں۔ شام تک اس کا کوئی جواب نہ ملا جب مزدلفہ میں حضور ﷺ نے صبح کی تو اس دعا کا پھر اعادہ کیا تو اللہ نے آپ کا یہ سوال بھی پورا کر دیا۔ راوی کہتے ہیں کہ نبی ﷺ ہنسے تو حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما نے عرض کی کہ ہمارے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔ یہ ساعت تو حضور کے ہنسنے کی نہیں۔ کس چیز نے حضور کو ہنسایا، اللہ تعالیٰ حضور ﷺ کو ہمیشہ ہنستا رکھے۔ آپ نے فرمایا اللہ کے دشمن ابلیس نے جب جانا کہ میری دعا اللہ نے قبول کر لی اور میری امت کی بخشش ہوگئی تو وہ مٹی لے کر اپنے سر پر ڈال رہا ہے اور پکار رہا ہے۔ ہائے ہلاکت اور وائے افسوس! اس کی جزع و فزع نے مجھ کو ہنسا دیا۔ یہ قبولیت دعا کا مقام ہے۔ تم بھی خشوع و خضوع کے ساتھ دنیا اور آخرت کی بھلائیوں کے لئے دعا کرو۔

وقوف مزدلفہ کا وقت صرف طلوع فجر سے روشنی پھیلنے تک ہے لہٰذا اس وقت جو مزدلفہ سے ہو کر گزر گیا اس کا وقوف ہو گیا۔ طلوع فجر سے پہلے جو یہاں سے چلا گیا اس پر دم واجب ہے ہاں بیمار یا عورت یا کمزور ناتواں بوڑھے اگر ہجوم میں ضرر کے خوف سے قبل از وقت چلے جائیں تو ان کو معاف ہے اور ان پر دم بھی نہیں۔ طلوع فجر کے بعد نماز سے پہلے یا طلوع آفتاب کے بعد مزدلفہ سے جانا خلاف سنت اور مکروہ ہے۔

منیٰ کو روانگی

سورج نکلنے سے تھوڑی دیر پہلے منیٰ کو روانہ ہو جانا چاہئے۔ سورج طلوع ہونے کا

انتظار کرنا خلاف سنت ہے۔ حضور اکرم ﷺ مازنین کے راستہ منٰی کو روانہ ہوئے تھے۔ مازنین دو ہیں۔ ایک عرفات سے مزدلفہ تک، دوسرا مزدلفہ سے منٰی تک۔ مازنین دو پہاڑوں کے درمیان تنگ راستہ کو کہتے ہیں۔ مزدلفہ سے جب چلو تو یہاں سے چھوٹی کنکریاں خرما کی گٹھلی کے برابر پاک جگہ سے اٹھالو، ان کو دھو کر اپنے پاس رکھو۔ آج دس تاریخ ذوالحجہ کی ہے۔ ان کنکریوں سے رمی جمرہ عقبٰی کرنا ہے۔ مزدلفہ سے کنکری اٹھانا مستحب ہے لیکن کسی پتھر کو توڑ کر کنکری بنانا مکروہ ہے۔ راستہ بھر دعا، ذکر و درود اور لبیک میں مصروف رہو۔ آخر منٰی میں پہنچ کر یہ دعا پڑھو۔

اَللّٰهُمَّ هٰذَا مِنٰى قَدْ اَتَيْتُهَا وَاَنَا عَبْدُكَ وَابْنُ عَبْدِكَ اَسْئَلُكَ اَنْ تَمُنَّ عَلَيَّ بِمَا مَنَنْتَ بِهٖ عَلٰى اَوْلِيَاءِكَ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْحِرْمَانِ وَالْمُصِيْبَةِ فِيْ دِيْنِيْ يَآ اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ بَلَّغَنِيْ مِنٰى سَالِمًا مُعَافًا.

الٰہی یہ منٰی ہے۔ میں یہاں آپہنچا ہوں۔ میں آپ کا بندہ ہوں اور آپ کے بندہ کا بیٹا ہوں۔ میں آپ سے یہاں وہ انعام واکرام مانگتا ہوں جو آپ نے یہاں اپنے اولیاء پر انعام واکرام کیا۔ الٰہی! میں آپ سے پناہ مانگتا ہوں محرومیوں سے اور دین میں مصیبت سے۔ اے سب رحم کرنے والوں میں زیادہ رحم کرنے والے۔ حمد ہے اس ذات کو جس نے مجھ کو منٰی سلامتی اور عافیت کے ساتھ پہنچایا۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حجۃ الوداع میں نبی اکرم ﷺ مزدلفہ سے روانہ ہوئے۔ جب آپ وادی محسر میں پہنچے تو یہاں سواریوں کو تیز کر دیا۔ پھر آپ درمیانی راستہ پر چلے جو جمرہ کبرٰی کو جاتا ہے۔ جب آپ منٰی میں جمرہ عقبٰی کے پاس پہنچے تو اس پر سات کنکریاں ماریں۔ ہر کنکری پر تکبیر کہتے۔ آپ نے یہ رمی بطن وادی سے کی۔ پھر منحر (قربان گاہ) میں آ کر تریسٹھ اونٹ اپنے ہاتھ سے قربان کیے۔ پھر آپ ﷺ کے ارشاد سے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے باقی اونٹ قربان کیے اور حضور ﷺ نے ان کو اپنی قربانی میں شریک کرلیا۔ پھر آپ ﷺ کے حکم سے ہر اونٹ سے گوشت کا ایک ایک ٹکڑا ہانڈی میں پکایا گیا جس سے دونوں نے گوشت کھایا اور شوربا نوش فرمایا۔ پھر حضور ﷺ سوار ہو کر طواف کے لئے بیت اللہ کو روانہ ہوئے اور ظہر کی نماز مکہ میں پڑھی۔ (مسلم)

عبادات ۱۰ ذوالحجہ

۱۰ ذوالحجہ کو منیٰ میں پہنچ کر جمرہ عقبیٰ کو رمی کرنا پھر قربانی کرنا اس کے بعد سر منڈوانا یا بال کتروانا واجب اور سنت ہے اور اسی تاریخ کو طواف زیارت کرنا بھی افضل ہے۔

رمی

کنکر یا پتھر مارنے کو رمی کہتے ہیں اور اصطلاح میں رمی سے مراد حج کا وہ عمل ہے جس میں حاجی تین ستونوں پر کنکریاں مارتا ہے۔ رمی جمرات واجب ہے۔ جمرات یا جمار جمرہ کی جمع ہے۔ جمرہ کنکری کو کہتے ہیں۔ منیٰ کے راستے میں کچھ کچھ فاصلے سے پتھر کے تین ستون قد آدم کے برابر کھڑے ہیں۔ ان پر چونکہ کنکریاں پھینکی جاتی ہیں اس لئے ان ستونوں کو ہی جمرات کہنے لگے اور یہ تین جمرات، جمرۂ اولیٰ، جمرۂ وسطیٰ اور جمرۂ عقبیٰ کے نام سے مشہور ہیں۔ ان میں سے جو مکہ مکرمہ کے قریب ہے اس کو جمرۂ عقبیٰ کہتے ہیں۔ بعد والے کو وسطیٰ اور اس کے بعد والے کو جو مسجد خیف کے قریب ہے، جمرۂ اولیٰ کہتے ہیں۔

آج منیٰ میں سب سے پہلا کام جمرہ عقبیٰ کی رمی ہے۔ اس رمی کا مسنون وقت طلوع آفتاب سے زوال آفتاب تک ہے اور زوال آفتاب سے غروب آفتاب تک بھی جائز ہے۔ عورتوں، بیماروں اور ضعیفوں کے علاوہ غروب آفتاب کے بعد رمی کرنا مکروہ ہے البتہ طلوع فجر سے پہلے پہلے رمی کرنے سے واجب ادا ہو جاتا ہے۔ جمرۂ عقبیٰ کی رمی کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ جمرہ سے تھوڑے سے فاصلے پر اس طرح کھڑے ہوں کہ منیٰ دائیں اور کعبہ بائیں اور جمرہ سامنے ہو۔ پھر مندرجہ ذیل الفاظ پڑھتے ہوئے دائیں ہاتھ میں ایک کنکری لے کر زور سے جمرہ پر ماریں اس طرح یکے بعد دیگرے سات پوری کریں۔ پہلی کنکری مارتے ہی تلبیہ بند کردیں اور ہر کنکری کے ساتھ بسم اللہ اللہ اکبر کہیں اور یہ دعا پڑھنا بھی مستحب ہے:

بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُ اَكْبَرُ رَغْمًا لِلشَّيْطٰنِ رِضًا لِلرَّحْمٰنِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ حَجًّا مَّبْرُوْرًا وَّسَعْيًا مَّشْكُوْرًا وَّذَنْبًا مَّغْفُوْرًا۔	اللہ کے نام سے، اللہ بہت بڑا ہے۔ شیطان کو ذلیل کرنے کے لئے اور رحمٰن کو راضی کرنے کے لئے رمی کرتا ہوں، الٰہی! حج کو قبول کوشش کو منظور اور گناہوں کو معاف فرما۔

آج کی رمی کے بعد دعا کے لئے وہاں ٹھہرنا خلاف سنت ہے۔ لہٰذا رمی کے بعد ذکرو دعا میں مشغول اپنی قیام گاہ میں آجائیں اور قربانی کا انتظام کریں۔ جمرہ عقبیٰ کی رمی سے ہی

تلبیہ بند ہو جائے گی۔

پتھر توڑ کر کنکریاں بنانا، مسجد سے یا کسی ناپاک جگہ سے کنکریاں اٹھانا مکروہ ہے۔ بڑے پتھر یا ناپاک کنکریوں سے رمی کرنا بھی مکروہ ہے۔ اس لئے احتیاطاً رمی سے پہلے کنکریوں کو دھو لینا بہتر اور مستحب ہے۔ جمرات کے قریب سے استعمال شدہ کنکریوں سے رمی کرنا بھی مکروہ ہے کیونکہ وہ مردود کنکریاں ہیں۔ حدیث پاک میں ہے جن کا حج قبول ہوتا ہے ان کی کنکریاں اٹھالی جاتی ہیں اور جن کا حج قبول نہیں ہوتا، وہ کنکریاں وہیں پڑی رہتی ہیں۔ ایسا نہ ہو تو وہاں کنکریوں کا پہاڑ ہو جائے۔

اگر دسویں تاریخ کی یہ رمی بعد والی رات میں بھی نہ کی تو اس کی قضا اور دم دونوں واجب ہیں۔ جمرہ کی جڑ پر کنکری مارنا مستحب ہے کنکری کا جمرہ کو لگنا لازمی شرط نہیں کنکری جمرہ کے گرد بنی ہوئی دیوار کے اندر گرے تو جائز ہے، باہر گرے تو اس کی جگہ دوسری مارنا چاہئے۔ ساتوں کنکریاں ایک ہی بار ماریں تو وہ ایک ہی بار شمار ہوں گی۔

بلا عذر شرعی، کسی کو اپنا نائب بنا کر رمی کروانا ہرگز جائز نہیں، شدید بیماری، بہت زیادہ بڑھاپا اور کمزوری یا ایسی بیماری کہ سواری پر بھی رمی کرنے سے زیادہ تکلیف و بیمار ہو جانے کا قوی اندیشہ ہو تو دوسرے کو نائب بنا کر رمی کروانا جائز ہے۔ نائب کے لئے مستحب یہ ہے کہ وہ پہلے اپنی رمی سے فارغ ہو کر پھر دوسرے کی طرف سے رمی کرے۔

قربانی

دس ذوالحجہ کو رمی سے فارغ ہو کر دوسرا کام قربانی ہے۔ قربانی کے جانور میں وہی شرائط ہیں جو عیدالاضحیٰ کی قربانی کے ہیں کہ اونٹ پانچ برس سے کم نہ ہو، پورے پانچ برس کا ہو۔ گائے پورے دو برس کی ہو۔ بھیڑ اور بکری پورے ایک سال کے ہوں۔ یہ قربانی عید کی قربانی نہیں جو صرف مقیم مالدار پر واجب ہوتی ہے۔ یہ قربانی تو حج کا شکرانہ ہے۔ امیر غریب ہر حاجی پر واجب ہے۔

ہاں اگر حاجی مفرد ہے تو یہ قربانی مستحب ہے اگرچہ غنی ہو، اگر حاجی متمتع یا قارن ہے تو یہ قربانی واجب ہے اگرچہ حاجی فقیر ہی ہو۔ لیکن اگر غنی حاجی مقیم ہو تو اس قربانی کے علاوہ عید کی قربانی بھی اس پر واجب ہے۔ عید اور حج کی قربانی میں صرف فرق یہ ہے کہ یہ سب پر واجب ہے اور عید کی قربانی فقط غنی پر واجب ہے۔

بہتر ہے کہ اپنے ہاتھوں سے خود قربانی کرو۔ جانور کو قبلہ رخ لٹاؤ اور خود بھی قبلہ رخ کھڑے ہو کر بسم اللہ، اللہ اکبر پڑھتے ہوئے اتنی قوت کے ساتھ چھری پھیرو کہ چاروں رگیں کٹ جائیں۔ اس سے زیادہ نہ کاٹو کہ بلاوجہ تکلیف دینا ہے جب تک جانور ٹھنڈا نہ ہو جائے، کھال اتارنا شروع نہ کرو۔ افضل یہ ہے کہ بھیڑ، بکری، گائے وغیرہ کو ذبح کرو اور اونٹ کو نحر کرو۔ نحر کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اس کو کھڑا کر کے سینہ میں گلے کی انتہا پر تکبیر کہہ کر نیزہ مارو کہ حضور ﷺ نے اسی طرح سے نحر کیا ہے۔ قربانی اچھی طرح سے خود کرو۔ یہ اللہ تعالیٰ سے قرب اور نزدیکی کا ایک فعل ہے۔

قارن اور متمتع اگر قربانی کی استطاعت نہ رکھتے ہوں تو اس کے بدلے وہ دس روزے رکھیں لیکن اس کے لئے یہ لازمی شرط ہے کہ تین روزے ۹ ذوالحجہ سے پہلے پہلے رکھ لئے جائیں اور باقی سات روزے ایام حج کے بعد رکھے جائیں۔ تلك عشرة كاملة (قرآن حکیم) یوم عرفہ سے پہلے اگر تین روزے نہ رکھے تو اب لازماً قربانی ہی کرنا واجب ہے لہٰذا وہ حلق یا قصر کروا کر احرام کھول دیں مگر اب ان پر دو دم واجب ہوں گے۔ ایک دم قربانی نہ کرنیکا اور دوسرا قربانی سے پہلے حلق یا قصر کروانے کا دم واجب ہوگا۔

حلق وقصر

دسویں ذوالحجہ کا تیسرا واجب، قربانی کے بعد حلق وقصر ہے یعنی مردوں کو سر کے بال منڈوانا یا کتروانا اور سر منڈوانا کتروانے سے افضل ہے۔ عورتوں کے لئے حلق یعنی سر کے بال منڈوانا حرام ہے بلکہ ان پر صرف قصر ہے یعنی کم از کم چوتھائی سر کے بال، لمبائی میں ایک ایک پورے کے برابر کترائے جائیں۔ اس سے کم میں مرد وعورت دونوں کے لئے قصر جائز نہیں۔

سر منڈوانے کے بعد احرام سے باہر ہو جائے گا اس لئے حلق سے پہلے ناخن اور لبیں وغیرہ نہ کتروانی چاہئیں۔ اگر حلق سے پہلے ناخن یا لبیں ترشوائیں تو دم لازم آئے گا۔ کیونکہ حلق سے پہلے احرام میں داخل ہے اور احرام میں لبیں تراشنا منع ہے البتہ حلق کے بعد احرام سے فارغ ہو جانے پر لبیں اور ناخن ترشوانے کی اجازت ہوگی۔

حلق اور قربانی منیٰ میں سنت ہے اور حدِ حرم میں واجب ہے۔ اگر حد حرم سے باہر حلق کرائے گا تو دم لازم آئے گا۔

حلق یا قصر کم از کم چوتھائی سر کا ہونا چاہیے۔ اگر کسی نے تین بال یا چوتھائی سر سے کم

کے بال حلق یا قصر کرائے تو اس کے ذریعہ احرام سے باہر نہیں ہوا۔ اگر تین بال کترا کر سلے ہوئے کپڑے پہن لے تو دم لازم ہوگا کیونکہ چوتھائی سر سے کم کا قصر یا حلق کافی نہیں ہوتا۔ کم از کم چوتھائی سر کا قصر یا حلق واجب ہے۔

حلق کے بعد حاجی کے لئے وہ تمام چیزیں حلال ہو جائیں گی جن چیزوں کو احرام نے حرام کر دیا تھا، البتہ طواف زیارت کے بعد عورت بھی حلال ہو جائے گی اور اگر عمرہ کا احرام ہے تو حلق کے بعد ہی عورت حلال ہو جائے گی۔

حج کا حلق منیٰ میں اور عمرہ کا حلق مکہ معظمہ میں سنت ہے اور حد حرم میں واجب ہے بہتر ہے کہ بالوں کو دفن کرا دو۔

حلق اور قصر کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ قبلہ رو بیٹھے۔ اپنی دائیں جانب سے حجامت شروع کروائی جائے۔ قربانی کے بعد محرم بھی ایک دوسرے کے بال مونڈ یا کتر سکتے ہیں۔ حجامت کرواتے وقت یہ تکبیر پڑھتے رہیں۔

اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ۔

حلق اور قصر کے بعد قبولیت دعا کا وقت ہے لہٰذا اس وقت ذکر و دعا میں مشغول رہنا چاہئے۔ رسول اکرم ﷺ کے متعلق کہا جاتا ہے کہ آپ ﷺ نے نحر کے بعد حجام کو طلب کیا جن کا نام معمر بن عبداللہ تھا۔ انہوں نے جب استرا ہاتھ میں لیا تو حضور اکرم ﷺ نے ان کے رخ کی طرف دیکھا اور فرمایا۔ اے معمر! اللہ کے رسول نے تجھے اس امر پر قدرت دی کہ انہوں نے (اپنے سر اور) اپنے کان کی لوؤں کو تیرے آگے کر دیا ہے۔ اس حال میں کہ تیرے ہاتھ میں استرا ہے۔ یعنی ہوشیار ہو کر اس نعمت کی قدر جان اور حلق کر۔ حضرت معمر رضی اللہ عنہ نے کہا بیشک اللہ کا یہ مجھ پر بہت بڑا احسان ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا بیشک ایسا ہی ہے۔ پھر آپ نے دائیں طرف اشارہ فرمایا کہ دائیں طرف سے ابتدا کرو جب وہ دائیں طرف کے حلق سے فارغ ہوئے تو آپ ﷺ نے حضرت ابوطلحہ انصاری رضی اللہ عنہ کو بلا کر یہ موئے مبارک ان کو عطا فرما دیئے تاکہ وہ اپنے پاس بطور تبرک رکھیں۔ پھر بائیں طرف کے بالوں کا حلق کرایا اور اس طرف کے بال بھی حضرت ابوطلحہ انصاری رضی اللہ عنہ کو دے دیئے اور فرمایا کہ ان کو لوگوں میں تقسیم کر دیں۔

طوافِ زیارت

دسویں تاریخ کا چوتھا کام طواف حج ہے۔ یہ طواف احرام کے بعد حج کا تیسرا اور آخری رکن ہے۔ جس کی ادائیگی سے حج مکمل ہو جاتا ہے۔ اس کو طواف زیارت، طواف رکن، طواف فرض، طواف افاضہ بھی کہتے ہیں۔ قرآن پاک میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

ثُمَّ لْيَقْضُوْا تَفَثَهُمْ وَلْيُوْفُوْا نُذُوْرَهُمْ وَلْيَطَّوَّفُوْا بِالْبَيْتِ الْعَتِيْقِ ط (حج)

پھر (قربانی کے بعد حلق وقصر کریں اور) اپنا میل کچیل اتاریں اور اپنی نذریں پوری کریں اور اس آزاد گھر کا طواف کریں۔

اس طواف کا مسنون اور افضل وقت تو دسویں ذوالحجہ کو جمرہ عقبیٰ کی رمی، قربانی اور حلق وقصر کے بعد ہے اور بارہویں کے غروب آفتاب سے پہلے پہلے ادا کرنا بھی بالکل جائز اور درست ہے۔ اس طواف سے فراغت کے بعد احرام کی تمام پابندیاں ختم ہو جاتی ہیں اور بارہویں کی شام تک اگر یہ طواف نہ کیا تو یہ طواف ادا کرنا بدستور فرض رہے گا لیکن حیض ونفاس والی عورت کے سوا دوسروں کو اس تاخیر کی وجہ سے دم دینا بھی واجب ہوگا اور جب تک یہ طواف نہ کرلیا جائے۔ بیوی سے مباشرت اور بوس وکنار حرام ونا جائز ہے اور ایسا کرنے سے دم واجب ہوگا۔

چونکہ عورت کو حیض ونفاس کی حالت میں طواف کرنا منع ہے لہٰذا جو عورت دسویں سے بارہویں تک مذکورہ عذر کی وجہ سے طواف نہ کرسکے، وہ انتظار کرے اور پاک ہونے کے بعد، طواف کرے، عورت پر اس تاخیر کی وجہ سے دم بھی واجب نہیں، اس لئے عورت جب تک پاک نہ ہو جائے، طواف نہ کرے اور جب تک طواف نہ کرے، وطن نہیں جاسکتی۔ اگر بلا طواف وطن آجائے تو پھر بھی اس کے ذمہ یہ طواف فرض ہی رہے گا کیونکہ یہ طواف نہ فوت ہوتا ہے نہ اس کا بدل دیا جاسکتا ہے۔ بلکہ عمر بھر اس کی ادائیگی کا فریضہ بدستور رہتا ہے۔

سنت یہ ہے کہ طواف حج دسویں کو قربانی، حلق اور قصر کے بعد احرام کھول کر کیا جائے اگر حج کی سعی اور رمل پہلے کر چکے ہوں تو پھر اس طواف میں رمل اور اس کے بعد صفا ومروہ کی سعی وغیرہ کچھ نہیں۔ اگر پہلے حج کی سعی ورمل نہ کیا ہو تو پھر اس طواف کے پہلے تین پھیروں میں رمل کرنا ہوگا اور طواف کے بعد صفا ومروہ کے درمیان حسب دستور سعی بھی لازم ہے۔

طوافِ حج کا سنت طریقہ

دسویں تاریخ کے افعال سے فارغ ہونے کے بعد نہا دھو کر، باطہارت، سلے کپڑے

پہنے عطر وخوشبو لگائے۔ قربانی کا گوشت کھا کر مکہ مکرمہ روانہ ہوں، سنت کے مطابق ذکر و دعا میں مشغول مسجد حرام میں داخل ہوں۔ حسب دستور طواف شروع کریں۔ حج کا رمل پہلے نہ کیا ہو تو پہلے تین پھیروں میں رمل کریں۔ سات پھیرے مکمل کرنے کے بعد مقام ابراہیم کے پاس دو رکعت نماز طواف پڑھیں۔ پھر ملتزم پر آ کر دعا مانگیں۔ پھر زمزم پئیں، حج کی سعی اگر پہلے نہ کی ہو تو اب دستور کے مطابق سعی کر کے مسجد حرام میں مطاف کے قریب دو رکعت نفل پڑھیں۔ اب صرف دو یا تین روز منٰی میں قیام کے دوران جمروں کی رمی باقی ہے کیونکہ آج رات منٰی ہی میں قیام کرنا ہے۔ منٰی کے علاوہ دوسری جگہ رات گزارنا مکروہ ہے۔ کل کی رات بھی یہیں گزارنی ہوگی اور پرسوں کی رات بھی، یعنی گیارہویں اور بارہویں کی راتیں منٰی میں گزارنا سنت ہے۔ تیرھویں تاریخ کی رات کا گزارنا اس شرط پر مشروط ہے کہ بارہویں تاریخ کو غروب سے پہلے کوچ نہ کرو۔

منٰی کے زمانہ قیام میں ہر نماز باجماعت مسجد خیف میں ادا کرنے کی کوشش کرنی چاہئے کیونکہ یہ محل انبیاء ہے۔ خصوصاً جہاں رسول اکرم ﷺ کا اس مسجد میں مصلّٰی ہے۔ وہاں زیادہ نمازیں پڑھو۔

المختصر یہ کہ یوم نحر یعنی دس تاریخ کو آنحضرت ﷺ نے چار عبادتیں ادا کی ہیں۔ اول رمی جمرۂ عقبٰی، دوسرے قربانی، تیسرے حلق، چوتھے طواف زیارت۔ یہ ترتیب واجب ہے۔ خلاف ترتیب میں دم واجب ہوگا۔

ایک مسئلہ یاد رہے کہ دسویں تاریخ کو جمرۂ عقبٰی کی رمی کے بعد قربانی، پھر حلق وقصر اور طواف حج اسی تاریخ کو کرنا ضروری نہیں بلکہ یہ امور بارہویں تک بھی کرنا جائز ہیں۔ لہٰذا ان تین دنوں میں آسانی وسہولت کے مطابق جب چاہیں ان امور کو ادا کرنا جائز و درست ہے۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ قارن اور متمتع قربانی سے قبل حلق وقصر نہیں کروا سکتے اور حلق وقصر کروائے بغیر انہیں احرام کھولنا بھی جائز نہیں ورنہ دم لازم ہوگا۔

گیارہ ذی الحجہ کو جمرات کی رمی

گیارہ تاریخ حج کا چوتھا دن ہے اس روز منٰی میں نماز ظہر پڑھ کر تینوں جمروں کی رمی کرنا واجب ہے۔ آج کی رمی کا افضل وقت زوال کے بعد سے غروب آفتاب تک ہے۔ عورتوں اور ضعیف وناتواں بوڑھوں کے سوا دوسروں کو بعد غروب رمی کرنا مکروہ ہے۔ ہاں

بارہویں کی فجر طلوع ہونے سے پہلے پہلے اگر رمی کر لی تو ادا ہو جائے گی۔ اس کے بعد رمی کا وقت فوت ہو جاتا ہے۔ ایسی صورت میں رمی کی قضا اور دم دونوں واجب ہیں۔

سب سے پہلے اس جمرہ پر جو مسجد خیف سے قریب ہے جس کو جمرۂ اولیٰ کہتے ہیں۔ رو بہ کعبہ کھڑے ہو کر سات کنکریاں یکے بعد دیگرے تکبیر پڑھ کر ہاتھ اٹھا کر مارو۔ بہتر یہ ہے کہ اپنے ساتھ زیادہ کنکریاں رکھو۔ اگر تین سے کم کنکریاں ماریں تو معتبر نہیں۔ اگر تین سے زیادہ ماریں تو معتبر ہے لیکن سات کی تعداد پوری ہونے میں جتنی کنکریاں باقی رہ گئیں تو ہر کنکری کے عوض صدقہ دینا ہوگا۔ ہر کنکری مارتے وقت یوں تکبیر کہو اور یہ دعا پڑھو۔

بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُ اَكْبَرُ رَغْمًا لِّلشَّيْطٰنِ وَ رِضًا لِّلرَّحْمٰنِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ حَجًّا مَّبْرُوْرًا وَّسَعْيًا مَّشْكُوْرًا وَّذَنْبًا مَّغْفُوْرًا.

(میں کنکری مارنا شروع کرتا ہوں) اللہ کے نام سے اللہ بہت بڑا ہے۔ کنکریا مارتا ہوں شیطان کو ذلیل کرنے کیلئے اور خدائے رحمٰن کی رضا اور رغبت کیلئے۔ اے اللہ! حج کو مبرور بنا اور سعی کو مشکور اور گناہ کو مغفور فرما۔

شرط یہ ہے کہ ہر کنکری جمرہ پر گرے یا اس سے ہٹ کر تین ہاتھ سے کم فاصلہ پر گرے۔ اگر تین ہاتھ سے کم فاصلے پر بھی گری تو معتبر نہ ہوگی۔ اس رمی سے فارغ ہو کر کچھ آگے بڑھ جاؤ اور بائیں طرف ہٹ کر قبلہ رو کھڑے ہو کر اور کندھوں تک ہاتھ اٹھا کر خشوع اور خضوع کے ساتھ اس طرح دعا مانگو کہ ہتھیلیاں قبلہ کی طرف رہیں، حمد، درود شریف، تسبیح و تہلیل اور استغفار میں مصروف ہو جاؤ۔ اس دعا میں سورہ بقرہ پڑھنے کی مقدار تک مشغول رہو۔ یہ نہ ہو سکے تو پون سیپارہ تک اور یہ بھی نہ ہو سکے تو کم از کم بیس آیتیں پڑھنے کی مقدار تک مشغول رہو۔

جمرۂ وسطیٰ

جمرۂ اولیٰ کی رمی اور دعا کے بعد جمرۂ وسطیٰ کے پاس آئیں اور حسب دستور اس جمرہ کو بھی رمی کریں۔ رمی کے بعد اس جگہ سے علیحدہ ہٹ کر پہلے کی طرح یہاں بھی کچھ دیر دعا میں مشغول رہیں۔

جمرۂ عقبیٰ

پہلے دو جمروں کی طرح یہاں جمرۂ عقبیٰ پر بھی یکے بعد دیگرے سات کنکریاں

ماریں۔اس جمرہ کی رمی کے بعد فوراً ذکر و دعا میں مشغول اپنی قیام گاہ کو واپس آ جائیں۔دعا کے بعد وہاں ٹھہرنا خلاف سنت ہے۔

بارہ ذی الحجہ کی رمی

آج بارہ تاریخ ہے۔اگر کسی نے طواف زیارت نہیں کیا تو مکہ مکرمہ جا کر طواف زیارت کرآئے،آج بھی موقع ہے آج کے بعد بلا عذر طواف زیارت میں تاخیر کرنا جائز نہیں۔

اس دن بھی نماز ظہر کے بعد تینوں جمروں پر سات سات کنکریاں مارنا واجب ہے۔پہلے دو جمروں کی رمی کے بعد حسب دستور دعا کے لئے ٹھہرنا اور آخری جمرہ عقبیٰ کی رمی کے بعد نہ ٹھہرنا بلکہ فوراً اپنی قیام گاہ کو آ جانا سنت ہے۔

ان تینوں جمروں پر رمی کا وقت مسنون زوال سے لے کر غروب آفتاب تک ہے اور غروب سے طلوع فجر تک وقت مکروہ ہے۔جب صبح نکل آئی تو ادا کا وقت فوت ہو گیا۔اب قضا اور دم دونوں اس پر لازم ہیں۔قضا کا وقت بھی تیرہ تاریخ کے غروب تک ہے۔پھر وہ بھی ختم ہے لیکن دم لازم رہے گا۔

بارہ ذوالحجہ کی رمی کے بعد غروب آفتاب سے پہلے پہلے مکہ مکرمہ چلے جانے کا اختیار ہے اور غروب کے بعد جانا مکروہ ہے۔اگر تیرہویں کی صبح منیٰ میں ہو گئی تو اب اس دن کی رمی بھی واجب ہو جائے گی۔لہٰذا اب بغیر رمی کیے جانا ہرگز جائز نہیں ورنہ دم لازم ہوگا۔

۱۳ ذی الحجہ کی رمی

سنت اور افضل ۱۳ تاریخ کو بعد زوال نماز ظہر پڑھنے اور پھر رمی کرنے کے بعد مکہ مکرمہ جانا ہے۔ہاں اگر آج کی صبح منیٰ میں طلوع ہو جائے تو پھر تیرہ تاریخ کی رمی واجب ہو جاتی ہے لہٰذا آج بھی حسب دستور اور سنت کے مطابق تینوں جمروں پر رمی کریں،جمرۂ اولیٰ اور جمرۂ وسطیٰ کی رمی کے بعد دعا کے لئے ٹھہریں اور جمرۂ عقبیٰ کی رمی کے بعد نہ ٹھہریں۔رمی سے فارغ ہونے کے بعد مکہ مکرمہ روانہ ہوں۔آج ۱۳ تاریخ کو غروب آفتاب کے بعد ہر طرح کی رمی قضا ہو یا ادا کا وقت ختم ہو جائے گا۔

مکہ مکرمہ کو واپسی

منیٰ کے افعال و قیام سے فارغ ہونے کے بعد مکہ مکرمہ کو واپس آ ئیں۔راستہ میں

جنت المعلی کے قریب محصب میں دعا کے لئے تھوڑی دیر ٹھہرنا سنت ہے۔ یہ بھی قبولیت دعا کا مقام ہے۔ افضل یہ ہے کہ یہاں نماز عشاء پڑھ کر تھوڑی دیر آرام کرنے کے بعد مکہ مکرمہ میں حاضری دیں۔ یہی سنت نبوی ہے۔ آفاقی یعنی وہ حضرات جو حدود میقات سے باہر کے رہنے والے ہیں ان کے ذمہ حج کا صرف ایک واجب طواف وداع اب باقی رہ گیا ہے جو مکہ سے بوقت رخصت ادا کیا جائے گا۔

اب ۱۳ ذوالحجہ کے بعد قیام مکہ کے دوران میں جتنے ہوسکیں اپنے آقا و مولیٰ نبی اکرم ﷺ اور اپنے لئے، والدین اور بھی جس کی طرف چاہیں جتنے چاہیں، عمرے ادا کرتے رہیں اور نفل طواف بھی بکثرت پڑھیں کیونکہ بیرونی حضرات کے لئے کعبہ شریف میں نفل نماز سے بھی زیادہ افضل نفل طواف ہے۔ علاوہ ازیں یہاں ایک ختم قرآن بھی ضرور کریں۔ خوب زمزم پئیں، حطیم کعبہ میں نفل پڑھیں، ملتزم کے ساتھ لپٹیں، دعائیں مانگیں، حجر اسود کو بوسہ دیں۔ بارش اور سخت گرمی اور تیز دھوپ میں طواف کرنا، اجر و ثواب کے اعتبار سے بہت ہی افضل ہے۔ کعبہ شریفہ کو بار بار دیکھیں اور رب کعبہ سے بار بار دعائیں مانگیں۔ ان عبادات کے علاوہ بوقت فرصت اس مقدس شہر کے متبرک مقامات کی زیارت بھی کریں۔ نہ معلوم یہ غنیمت و حاضری دوبارہ نصیب ہوگی یا نہیں۔ اس لئے قیام مکہ کا ایک ایک لمحہ غنیمت جانیں۔

طواف وداع

یہ طواف صرف اہل آفاق یعنی بیرون میقات رہنے والوں پر واجب ہے۔ اس کو طواف صدر بھی کہا جاتا ہے جو کعبہ معظمہ سے رخصت کے وقت ادا کرنا ہوتا ہے۔ چاہے کتنا عرصہ یہ یہاں قیام کیا جائے۔ جب بھی وطن روانگی ہو تو یہ طواف کر کے رخصت ہونا واجب ہے۔ اس طواف میں رمل و اضطباع، اس کے بعد سعی وغیرہ کچھ نہیں۔ یہ طواف کر لینے کے بعد اگر دوبارہ کسی وجہ سے مکہ شریف قیام کرنا پڑے تو بوقت رخصت دوبارہ طواف وداع کرنا مستحب ہے جو عورت بوقت رخصت حیض و نفاس میں ہو اس پر یہ طواف واجب نہیں۔ ایسی صورت حال میں وہ صرف مسجد حرام کے (باب الوداع) کے دروازے پر کھڑی ذکر و دعا میں مشغول اور اشکبار نظروں سے کعبہ شریف کی الوداعی زیارت کر کے رخصت ہو جائے، اگر ممکن ہو تو عورت پاک ہونے کا انتظار بھی کر سکتی ہے لیکن یہ ضروری نہیں۔

طوافِ وداع کا طریقہ

حسب دستور طواف وداع کی نیت کر کے حجر اسود کے استلام کے بعد طواف شروع کردیں۔ سات پھیرے مکمل کرنے کے بعد مقام ابراہیم پر دو رکعت نماز طواف پڑھیں۔ پھر خوب پیٹ بھر کر زمزم پئیں، چہرے اور بدن پر بھی ملیں، پیتے وقت بار بار کعبہ کی زیارت کریں۔ پھر دروازۂ کعبہ کے سامنے کھڑے ہو کر چوکھٹ کو بوسہ دیں اور بار بار حاضری کی دعا مانگیں۔ دعائے جامع اور یہ دعا بھی پڑھیں۔

اَلسَّآئِلُ بِبَابِكَ يَسْئَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ وَمَعْرُوْفِكَ وَيَرْجُوْ رَحْمَتَكَ.

الٰہی! یہ سوالی تیرے در پر کھڑا تیرے فضل و کرم کا سوال کرتا ہے اور تیری رحمت کا امیدوار ہے۔

اس کے بعد ملتزم پر حاضری دیں اور حسب دستور دیوار کعبہ سے لپٹ کر خوب روئیں۔ آنسو بہائیں، اللہ کی حمد و ثنا، تسبیح و تہلیل اور توبہ و استغفار، درود و دعا بکثرت پڑھیں۔ پھر حجر اسود کا استلام کریں اور بوسہ دیں اور یہ دعا پڑھ کر رخصت ہوں۔

يَا يَمِيْنَ اللّٰهِ فِيْ اَرْضِهٖ اِنِّيْ اُشْهِدُكَ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا اِنِّيْ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَاَنَا اُوْدِعُكَ هٰذِهِ الشَّهَادَةَ لِتَشْهَدَ لِيْ بِهَا عِنْدَ اللّٰهِ تَعَالٰى فِيْ يَوْمِ الْقِيَامَةِ يَوْمِ الْفَزَعِ الْاَكْبَرِ ط اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اُشْهِدُكَ عَلٰى ذٰلِكَ وَاُشْهِدُ مَلٰٓئِكَتَكَ الْكِرَامَ اَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلْهُ اٰخِرَ الْعَهْدِ مِنْ بَيْتِكَ الْحَرَامِ وَاِنْ جَعَلْتَ فَعَوِّضْنِيْ مِنْهُ الْجَنَّةَ.

اے یمین الٰہی! میں تجھے گواہ بناتا ہوں اور اللہ کی گواہی کافی ہے۔ میں یہ گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور میں تیرے پاس اس شہادت کو امانت رکھتا ہوں تا کہ قیامت کے دن جو بڑی گھبراہٹ کا دن ہے تو میرے لئے اس کی شہادت دے گا۔ الٰہی! میرے اس حج کو اپنے محترم گھر کی آخری حاضری نہ بنانا۔ اگر ایسا کردیا ہے تو پھر مجھے اس کے بدلہ میں جنت عطا فرمانا۔

جب بیت اللہ سے رخصت ہوں تو کعبہ کی طرف منہ کر کے الوداعی زیارت کرتے ہوئے الٹے پاؤں چلیں یا سیدھے چلتے ہوئے مڑ مڑ کر بیت اللہ کو حسرت و یاس بھری

نظروں سے دیکھتے، اس کے غم وفراق میں آنسو بہاتے رخصت ہوں۔ باب الوداع سے باہر نکلنا سنت ہے۔ باہر آ کر حسب وسعت وگنجائش صدقہ وخیرات کرنا بہتر وافضل ہے۔

طواف وداع کر کے چلا۔ پھر کسی وجہ سے ٹھہر گیا لیکن اقامت کی نیت نہیں کی تو یہی طواف کافی ہوگا۔ روانگی کے وقت پھر طواف کرے تو مستحب ہے تاکہ سب سے آخر طواف ہی رہے۔

اگر کوئی شخص بغیر طواف وداع چلا گیا اور ابھی میقات سے باہر نہیں ہوا تو واپس آ کر طواف کرے اور میقات سے باہر ہو گیا تو دم دے۔ واپس آنے کی ضرورت نہیں اور اگر واپس ہوتا ہے تو عمرہ کا احرام باندھ کر آئے۔ عمرہ ادا کرے، پھر طواف وداع کرے۔ اب اس پر کوئی دم نہیں۔

۱۰-احکام جنایت

جنایت سے مراد ایسا کام کرنا ہے جو حرم میں ہونے کی وجہ سے یا احرام باندھ لینے کی وجہ سے حرام ہو کر گناہ کے زمرے میں شامل ہو جائے، اس کی تلافی کے لئے شریعت نے کچھ عوضانہ مقرر کیا ہے جسے کفارہ کہا جاتا ہے۔ احرام اور حج میں یہ جرم یا گناہ ارادتاً ہو یا بھول کر ہو، عذر سے ہو یا بلا عذر، نیند میں ہو یا بیداری میں، ہوش میں ہو یا بے ہوشی میں، جرم کے جرم ہونے کا علم ہو یا نہ، الغرض کسی طرح بھی سرزد ہو۔ ہر حال میں اس کا کفارہ لازم ہے۔ ہاں اگر جرم غلطی یا بھول یا کسی شرعی عذر کی وجہ سے سرزد ہو تو اس میں گناہ نہیں، صرف کفارہ لازم ہوتا ہے اور دانستہ بلا عذر، جرم کے ارتکاب سے گناہ بھی ہوتا ہے۔ بلا عذر شرعی جان بوجھ کر اس نیت سے جنایت کا ارتکاب کرنا کہ جزا دے دوں گا، سخت گناہ ہے اور اس میں توبہ وکفارہ، دونوں ضروری ہیں۔

جنایت کے سلسلے میں عذر سے مراد بیماری، شدید گرمی یا سردی، پھوڑے اور جوئیں وغیرہ تکلیف دہ اور مشقت والے اسباب ہیں۔ ان کے علاوہ اور کوئی سبب ''شرعی عذر'' نہیں کہلاتا جو جرم مذکورہ عذر کے باعث سرزد ہو اس کو غیر اختیاری جنایت کہتے ہیں۔ ان کے علاوہ اور کسی سبب سے سرزد ہونے والے جرم کو اختیاری جنایت کہا جاتا ہے۔ اختیاری جنایت کی شریعت نے جو جزا مقرر کی ہے وہی ادا کرنا واجب ہے اور غیر اختیاری صورت میں اگر دم واجب ہو تو شرعاً یہ آسانی اور سہولت ہے کہ چاہیں تو دم دیں یا اس کے

بدلے میں چھ مسکینوں کو صدقہ فطر کی مقدار ہر ایک کو ایک ایک صدقہ دیں یا دو وقت ان کو پیٹ بھر کر کھانا کھلائیں یا اس کے بدلے میں تین روزے رکھے جائیں۔ روزوں میں وقت اور مقام کی پابندی نہیں، جہاں اور جب چاہیں رکھیں مگر زیادہ تاخیر جائز نہیں اور اگر یہ جنایت ایسی ہو جس کی جزا میں صدقہ واجب ہے تو اس میں بھی صدقہ دینے یا ایک روزہ رکھنے کا اختیار ہے۔

جنایت کے ارتکاب کی وجہ سے شریعت نے جو کفارے اور جزائیں مقرر کی ہیں۔ ان کی تفصیل یہ ہے۔

۱- بدنہ: اس سے مراد ایک اونٹ یا ایک گائے ہے۔

۲- دم: ایک بھیڑ بکری یا اونٹ اور گائے کا ساتواں حصہ ہے۔

۳- صدقہ: مطلق صدقہ سے مراد فطرانے کی مقدار صدقہ ہے اور کچھ صدقہ دینے کا حکم ہو تو وہاں مٹھی بھر گندم وغیرہ دینا مراد ہوتا ہے۔

۴- قیمت: بحالت احرام یا حدود حرم میں خشکی کے جنگلی جانوروں کو شکار وغیرہ کرنے سے جانور کی قیمت دینا واجب ہوتی ہے۔

احرام کی جنایت میں قارن پر دو کفارے واجب ہوں گے کیونکہ اس کے دو احرام ہیں۔ ایک حج کا اور دوسرا عمرے کا۔ ہاں بلا احرام میقات سے گزرنے کا اس پر ایک ہی کفارہ ہے۔ اس کے علاوہ حج وعمرہ کی باقی جنایتوں میں قارن پر ایک ہی کفارہ واجب ہوگا۔ بدنہ یا دم واجب ہونے کی صورت میں یہ لازمی شرط ہے کہ وہ جانور حدود حرم میں ذبح کیا جائے اور اس کا گوشت صرف محتاجوں کا حق ہے۔ خود کھانا یا امیروں کو کھلانا ہرگز جائز نہیں۔ نیز اس جانور کی قیمت کا صدقہ کرنا بھی جائز نہیں۔ علاوہ ازیں ان جانوروں کے بھی وہی احکام وشرائط ہیں جو قربانی کے جانوروں کے ہیں۔

۱- جنایات احرام

احرام کی جنایات مندرجہ ذیل ہیں۔

۱- بلا احرام میقات سے گزرنا

میقات کی حدود سے باہر رہنے والے کے لئے بغیر احرام باندھے میقات سے آگے

مکہ مکرمہ کی طرف جانا جائز نہیں ورنہ دم واجب ہوگا۔ اگر دانستہ ایسا کیا تو گنہگار بھی ہوگا۔ اگر کوئی شخص بلا احرام میقات سے آگے چلا گیا تو اس پر واجب ہے کہ واپس میقات پر آ کر احرام باندھے اب اس پر دم واجب نہیں رہے گا، اگر واپس نہ آیا اور وہیں سے حج یا عمرہ کا احرام باندھ لیا تو دم لازم ہوگا جو حضرات ہوائی جہاز پر سفر کرتے ہیں ان کو احرام باندھ کر سوار ہونا چاہئے یا جہاز کے جدہ اترنے سے ڈیڑھ دو گھنٹے پہلے جہاز کے اندر ہی احرام باندھ لینا چاہئے کیونکہ ہوائی جہاز حدود میقات پر سے گزر کر جدہ اترتا ہے ورنہ دم واجب ہوگا۔

۲-خوشبو لگانا

احرام کی حالت میں جسم یا لباس میں خوشبو وغیرہ لگانا حرام ہے۔ خوشبو خواہ تھوڑی ہو یا زیادہ، پورے جسم پر ہو یا کسی حصے پر جیسے سر، منہ وغیرہ تو دم واجب ہے۔ معمولی مقدار میں خوشبو تھوڑے سے حصے پر لگائی تو صدقہ لازم ہے۔ اگر خوشبو کا استعمال عذر شرعی کی وجہ سے ہوا تو پہلی صورت میں دم دینے یا چھ مسکینوں کو فطرانہ کی مقدار ایک ایک صدقہ دینے یا تین روزے رکھنے یا ان میں سے کوئی ایک کفارہ دینے کا اختیار ہے اور دوسری صورت میں صدقہ دینے یا ایک روزہ رکھنے کا اختیار ہے۔ اگر تھوڑی تھوڑی خوشبو چند اعضاء کو لگائی۔ اگر سب ملا کر بڑے عضو کے برابر ہو جائے تو دم واجب ہے ورنہ صدقہ ہے۔

ایسا کپڑا جس پر زیادہ مقدار میں خوشبو لگی ہو تو اگر ایسا کپڑا پورا ایک دن یا پوری ایک رات پہنے رکھا تو دم واجب ہے اور اس سے کم وقت میں صدقہ ہے۔ اگر خوشبو تھوڑی سی لگی ہو تو صرف صدقہ لازم ہے۔ وقت کی حد نہیں جس بستر یا کپڑے پر خوشبو لگائی گئی ہو، اس پر لیٹنے کا حکم بھی یہی ہے۔

ایسی چیز زیادہ مقدار میں کھانا پینا جس میں خوشبو ملائی گئی ہو مگر وہ پکائی نہ ہو اگر خوشبو غالب ہو تو دم ہے ورنہ صدقہ ہے۔ ایسا خوشبودار کھانا کھایا جس میں خوشبو پکائی گئی ہو اور خوشبو آ رہی ہو، مکروہ ہے، لہٰذا احرام کی حالت میں خوشبودار کھانے پینے کی چیزوں کے استعمال سے پرہیز کرنا چاہئے۔ حجر اسود پر اگر خوشبو لگی ہو تو بحالت احرام استلام کرتے وقت اسکا بوسہ لینا یا ہاتھوں سے چھونا جائز نہیں بلکہ صرف ہاتھوں سے اشارہ کر کے ہاتھوں کو بوسہ دینا چاہئے۔ اگر بوسہ دیا یا ہاتھوں سے چھوا اور منہ یا ہاتھوں پر خوشبو زیادہ مقدار میں لگ گئی تو دم واجب ہے۔ کم لگی تو صدقہ ہے۔

داڑھی یا سر پر مہندی پتلی لگائی کہ بال نہ چھپے تو ایک دم واجب ہے اور اگر خوب گاڑھی لگائی اور ۱۲ گھنٹے گزر گئے تو مرد پر دو دم واجب ہوں گے۔ ایک چہرہ یا سر چھپانے کا اور دوسرا خوشبو لگانے کا اور عورت کو سر پر مہندی لگانے کی وجہ سے صرف ایک دم واجب ہے کیونکہ اس کے لئے سر چھپانا جائز ہے، خوشبو لگانا حرام ہے۔ عورت نے اگر پوری ایک ہتھیلی یا ایک تلوے پر مہندی لگائی تو دم واجب ہے۔ اس سے کم میں صدقہ ہے۔ خوشبودار سرمہ ایک یا دو بار لگایا تو صدقہ واجب ہوگا اور دو بار سے زیادہ میں دم لازم ہے جس سرمہ میں خوشبو نہ ہو اس کے لگانے میں کوئی حرج نہیں مگر بلا ضرورت مکروہ ہے۔

۳-بال دور کرنا

سر یا داڑھی کے چوتھائی حصہ کے بال مونڈوائے یا کترائے تو دم واجب ہے اور اس سے کم میں صدقہ ہے۔ پوری گردن یا پوری ایک بغل یا زیر ناف کے بال صاف کرنے میں بھی ایک دم ہے اور کم میں صدقہ ہے۔ مونچھ اگر تھوڑی یا پوری منڈوائی یا کترائی جائے اس میں صدقہ لازم ہے۔ سر، داڑھی، بغلوں، زیر ناف یا سارے بدن کے بال اگر ایک ہی وقت اور ایک ہی جگہ میں صاف کیے تو ایک کفارہ ہے اور اگر علیحدہ علیحدہ جگہ اور وقت میں صاف کیے تو اتنے ہی کفارے لازم ہوں گے۔ مذکورہ اعضاء کے علاوہ باقی جسم کے بال مونڈنے میں صرف صدقہ لازم ہے۔ دو تین بال کاٹنے یا مونڈنے میں مٹھی بھر گندم یا روٹی کا ایک ٹکڑا صدقہ دینا چاہئے اور اس سے زائد بالوں میں صدقہ فطر کی مقدار صدقہ واجب ہے۔ یہی حکم وضو کرتے ہوئے یا کھجانے سے بال گرنے کا ہے۔

ہاتھ لگائے بغیر خود بخود اگر بال گر جائیں تو کچھ لازم نہیں۔ عورت نے سارے یا چوتھائی سر کے بال ایک پورے برابر اگر کترائے تو دم واجب ہے اور اس سے کم میں صدقہ ہے۔ محرم نے دوسرے محرم کا چوتھائی سر مونڈا تو مونڈنے والے پر صدقہ اور منڈوانے والے پر دم واجب ہوگا اگر غیر محرم نے محرم کے چوتھائی سر کے بال مونڈے تو اس کا بھی یہی حکم ہے۔

۴-سِلا کپڑا پہننا

احرام کی حالت میں مردوں کو سلے کپڑے پہننا حرام ہے۔ سلا کپڑا اگر پورا ایک دن (۱۲ گھنٹے) یا ایک رات پہنے رکھا تو دم واجب ہے اور اس سے کم وقت میں صدقہ ہے۔ اگر کسی عذر کی وجہ سے ایک سلا کپڑا پہنا مگر دوسرا بلا عذر، اور ضرورت والی جگہ سے اور جگہ پہنا

تو دودم واجب ہوں گے۔ مثلاً ضرورت کرتے کی تھی اور بلاضرورت پاجامہ بھی پہن لیا۔
مردوں کو بحالت احرام موزے، جرابیں، تسمے والے بوٹ اور ایسی جوتی پہننا جو پاؤں کی ابھری ہوئی ہڈی کو چھپالے، حرام ہے۔ اگر ایسا کوئی جوتا یا بوٹ وغیرہ ۱۲ گھنٹے لگا تار پہنے رکھا تو دم واجب ہے اور اس سے کم وقت میں صدقہ ہے۔

۵-سر یا منہ چھپانا

احرام کی حالت میں مرد کو سر، منہ اور عورت کو چہرہ ڈھانپنا حرام ہے۔ اگر مرد نے سر یا منہ اور عورت نے منہ متواتر ایک دن یا رات چھپائے رکھا تو دم واجب ہوگا اور اس سے کم وقت میں صدقہ ہے۔ سر یا منہ کا چوتھائی حصہ ڈھانپنا پورے سر اور پورے چہرہ کا حکم رکھتا ہے۔ لہٰذا چوتھائی حصہ سے کم سر یا منہ اگر ۱۲ گھنٹے لگا تار چھپائے رکھا تو صدقہ لازم ہوگا اور اس سے کم وقت میں کچھ واجب نہیں۔ ہاں گناہ ضرور ہے۔

۶-احرام کی حالت میں شکار کرنا

احرام کی حالت میں حلال وحرام ہر قسم کے خشکی کے جنگلی جانوروں کا شکار کرنا یا کسی دوسرے کو شکار مارنے کے لئے شکار کی طرف اشارہ کر کے بتانا یا ان کو ایذا دینا، زخمی کرنا، پرندوں کے انڈے توڑنا، ان کے پر اکھیڑنا حرام وممنوع ہے اگر ایسا کیا تو کفارہ واجب ہوگا اور وہ شکار کی وہ قیمت ہے جو دو عادل وبا اعتماد آدمی مقرر کریں گے۔ ہاں حرام جانور کے مارنے میں یہ لازمی شرط ہے کہ اس کا کفارہ ایک بھیڑ بکری سے زیادہ نہیں ہوگا اگرچہ وہ کتنا ہی قیمتی کیوں نہ ہو۔

شکار میں مذکورہ جانوروں کو زخمی کرنے، عضو کاٹنے، پر اکھیڑنے کا بھی بقدر نقصان کفارہ واجب ہوگا۔ شکار کی قیمت کا صدقہ کرنے میں یہ اختیار ہے کہ اس سے اگر بھیڑ بکری خریدی جاسکتی ہو تو خرید کر حرم میں ذبح کر کے گوشت محتاجوں میں تقسیم کر دیا جائے یا گندم وغیرہ خرید کر بقدر صدقہ فطر ہر مسکین کو دیا جائے یا وہ قیمت ہی فقراء میں بانٹ دی جائے۔
بحالت احرام ٹڈی مارنا بھی ناجائز ہے۔ دو تین ٹڈیاں مارنے میں کچھ صدقہ دینا چاہئے اور تین سے زیادہ ٹڈیاں مارنے میں پورا صدقہ واجب ہے۔

کوا، چیل، سانپ، بچھو، پسو، مچھر، مکھی، کاٹنے والی چیونٹی، چھپکلی، بھڑ وغیرہ اور حملہ آور درندوں کو مارنے میں کوئی کفارہ نہیں اور کبوتر کے سوا گھریلو اور پالتو جانور، بھیڑ، بکری،

اونٹ، گائے، بھینس، مرغی وغیرہ کا ذبح کرنا جائز ہے۔

۷- جوئیں مارنا

احرام کی حالت میں اپنے بدن کی جوں خود مارنا یا کسی دوسرے سے مروانا یا کسی اور طریقہ سے مارنا منع ہے۔ اگر ایسا کیا تو کفارہ واجب ہوگا۔ ایک جوں کسی بھی طریقہ سے مارنے کے بدلہ میں روٹی کا ایک ٹکڑا اور دو یا تین میں مٹھی بھر گندم صدقہ میں دینا لازم ہے اور تین سے زیادہ جوئیں مارنے کا کفارہ پورا ایک صدقہ ہے۔ کپڑا دھوکر دھوپ میں ڈالا یا ویسے ہی دھوپ میں ڈالا اور جوئیں مر گئیں۔ ایسی صورت میں اگر نیت جوئیں مارنے کی نہ ہوتو کفارہ واجب نہیں۔

۸- ناخن کاٹنا

چاروں ہاتھ پاؤں کے ناخن یا صرف ایک ہاتھ اور ایک پاؤں کے پانچ ناخن اگر ایک مجلس میں کاٹے تو دم اور پانچ ناخنوں سے کم میں ہر ناخن کے بدلے ایک صدقہ لازم ہوگا۔

۹- حالت احرام میں جماع کا کفارہ

محرم نے اگر بحالت احرام وقوف عرفہ سے پہلے جماع کیا تو حج فاسد ہو جائے گا اور ایسی صورت میں حج فاسد ہونے کے بعد بدستور اس حج کو پورا کر کے ایک دم دینا واجب ہے اور آئندہ سال یا اس کے بعد اس کی قضا فرض ہے۔ عورت بھی اگر احرام میں ہو تو اس پر بھی ایک دم واجب ہے اور حج کی قضا بھی فرض ہے۔ وقوف عرفہ کے بعد اور حلق اور طواف زیارت سے پہلے اگر جماع کیا تو ایک بدنہ یعنی سالم ایک گائے یا اونٹ ذبح کرنا واجب ہوگا اور اگر حلق کے بعد طواف زیارت سے پہلے جماع کیا تو دم واجب ہے اور بہتر بدنہ ہی دینا ہے۔

جماع کے علاوہ اگر صرف شہوت کے ساتھ مباشرت فاحشہ کی یا بوس و کنار کیا۔ یا شہوت کے ساتھ بدن کو ہاتھ لگایا تو دم واجب ہے اگر چہ انزال ہو یا نہ ہو۔

۲- حدود حرم کی جنایات

حدود حرم میں شکار کرنا محرم اور غیر محرم دونوں کے لئے حرام و ناجائز ہے۔ حرم کے پرندوں کے انڈے توڑنا یا حرم کے جانوروں کو بھون کھانا بھی جنایت ہے۔ اسی طرح حرم کی

ریاں مارنا بھی جنایت ہے۔ اگر کسی کے پاس کوئی شکار ہو اور وہ شخص حرم میں داخل ہو رہا ہو تو اس پر واجب ہے کہ اس شکار کو چھوڑ دے۔

حرم کی خودرو گھاس، پیڑ، پودے اور ہرا بھرا سبزہ کاٹنا یا اکھاڑنا جنایت ہے اگر یہ کسی کی ملکیت نہ ہوں تو اس کا کفارہ صرف یہ ہے کہ اس کی قیمت راہ خدا میں خرچ کر دی جائے اور اگر یہ کسی کی ملکیت ہوں تو پھر دوگنی قیمت ادا کرنا واجب ہے۔ صدقہ بھی کرنا ہے اور مالک کو بھی قیمت دینا پڑے گی۔

اِذخر کاٹنے یا اکھاڑنے کی اجازت ہے۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے مطالبے پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اِذخر کاٹنے کی اجازت دے دی تھی۔ خودرو پودے چاہے وہ جھاڑ جھنکار ہی کیوں نہ ہوں، ان کا کاٹنا یا اکھاڑنا بھی جنایت ہے۔

جو پیڑ پودے خودرو نہ ہوں بلکہ بوئے اور لگائے گئے ہوں ان کو توڑنا جنایت نہیں، اسی طرح کسی درخت کے چند پتے توڑنا بھی جنایت نہیں بشرطیکہ یہ کسی کی ملکیت نہ ہوں۔ اگر کسی کی ملکیت ہوں تو اس کی اجازت کے بغیر نہ توڑے جائیں۔ ہاں مالک خود توڑے تو جنایت نہیں ہے۔ حرم شریف کے درختوں پیلو، کیکر وغیرہ کی مسواک بنانا بھی ناجائز ہے۔ مکہ مکرمہ کے چاروں طرف نشان لگا کر حرم شریف کی حدود کو واضح کر دیا گیا ہے تاکہ کوئی شخص لاعلمی میں کسی غلطی کا ارتکاب نہ کر دے۔ منٰی اور مزدلفہ حدودِ حرم میں واقع ہیں۔ البتہ عرفات کا میدان حرم کی حدود سے باہر ہے۔

طواف کی جنایات

جنابت یا حیض ونفاس کی حالت میں طواف زیارت کیا تو بدنہ یعنی ایک گائے یا اونٹ ذبح کرنا واجب ہے۔ اگر طواف قدوم یا طواف وداع یا نفل طواف یا طواف عمرہ ناپاک حالت میں کیا تو دم واجب ہے اور اگر کامل طہارت کے ساتھ ان سب کا اعادہ کر لیا تو اب کفارہ ساقط ہو جائے گا۔ اگر طواف زیارت کے تمام یا کچھ چکر بے وضو کئے تو دم واجب ہے۔ اگر طواف وداع یا طواف قدوم یا نفل طواف یا طواف زیارت کے تین پھیرے بلا وضو کئے تو ہر پھیرے کے عوض ایک صدقہ لازم ہے۔ ہاں اگر ان تمام صورتوں میں وضو کر کے طواف دوبارہ کر لیا تو کفارہ ساقط ہو جائے گا۔ یاد رکھیں! جو طواف جنابت یا حیض ونفاس کی حالت میں کیا اس کا اعادہ واجب ہے اور جو بلا وضو کیا اس کا اعادہ مستحب ہے ورنہ اس کی

مقررہ جزادینا واجب ہوگی۔

پورا طواف وداع یا اس کا کچھ حصہ ترک کردیا تو دم لازم ہے اور چار پھیروں سے کم چھوڑا تو ہر پھیرے کے بدلہ میں ایک صدقہ ہے اور طواف عمرہ کا ایک پھیرا بھی چھوڑ دیا تو دم لازم ہوگا اور کل ترک کردینے کی صورت میں اس کا ادا کرنا ہی لازم ہے، کفارہ نہیں۔ طواف قدوم نہ کرنا اگرچہ معیوب ہے مگر اس کے ترک سے کفارہ لازم نہیں ہوتا۔ ناپاک کپڑوں میں طواف کرنا مکروہ ہے، کفارہ لازم نہیں۔

۳-سعی کی جنایات

تمام سعی یا سعی کے چار پھیرے بلاعذر چھوڑ دیئے یا بلاعذر سواری پر کیے تو دم واجب ہوگا اور اگر چار سے کم پھیرے چھوڑ دیئے یا بلاعذر سواری پر کیے تو ہر پھیرے کے بدلے میں ایک صدقہ لازم ہے۔ اگر ان تمام صورتوں میں سعی کا ارادہ کرلیا تو کفارہ ساقط ہوجائے گا۔ اگر کسی عذر کی وجہ سے سوار ہوکر سعی کی تو کفارہ واجب نہیں۔ سعی کا طواف کے بعد ہونا ضروری ہے۔ اگر طواف سے پہلے سعی کرلی اور پھر اس کا اعادہ نہ کیا تو دم واجب ہے۔ سعی کے لئے احرام اور زمانہ حج لازمی شرط نہیں جب بھی کی ادا ہوگی۔

۴-وقوف عرفہ اور مزدلفہ کی جنایات

غروب آفتاب سے پہلے حدود عرفات سے باہر نکلنے سے دم واجب ہوگا۔ ایک صورت میں غروب آفتاب سے پہلے پہلے عرفات میں پلٹ آنے سے کفارہ ساقط نہ ہوگا۔ عرفات سے نکلنا اختیار سے ہو یا بلا اختیار، دونوں صورتوں میں دم لازم ہے۔

مزدلفہ میں دسویں ذی الحجہ کی صبح کو وقوف مزدلفہ بلاعذر شرعی چھوڑ دیا تو دم واجب ہوگا۔ ہاں اگر کسی نے بہت زیادہ کمزوری یا بڑھاپے یا عورت نے ہجوم کے ڈر سے وقوف نہ کیا تو کفارہ لازم نہیں ہوگا۔

۵-رمی کی جنایات

اگر ایک دن کی رمی ساری چھوڑ دی یا ایک دن کی اکثر رمی نہ کی تو دم واجب ہے۔ یعنی دسویں کو تین کنکریاں ماریں اور باقی دنوں میں دس دس کنکریاں ماریں تو ان تمام صورتوں میں دم واجب ہوگا اور اگر اکثر رمی کرلی اور کچھ رمی چھوڑ دی تو ہر کنکری کے بدلہ میں ایک

صدقہ دینا واجب ہوگا۔ تیرہویں کی صبح اگر منٰی میں طلوع ہوگی تو اس دن کی رمی واجب ہے لہٰذا اس دن کی رمی ترک کرنے کا کفارہ بھی مذکورہ صورت میں دینا واجب ہے۔

۶-قربانی اور حلق کی جنایات

دسویں تاریخ کو منٰی میں پہلے جمرہ عقبیٰ کی رمی کرنا پھر قربانی دینا اور اس کے بعد حلق یا قصر کروانا ہے۔ یہ ترتیب قارن، متمتع حاجی پر واجب ہے اگر اس ترتیب سے یہ افعال ادا نہ کئے تو دم واجب ہوگا اور مفرد کے لئے رمی اور حلق یا قصر میں ترتیب واجب ہے اگر اس نے یہ دونوں افعال خلاف ترتیب کئے تو اس پر دم دینا ضروری ہوگا۔

۱۱-زیارت مدینہ منورہ

ہزار بار بشویم دہن زمشک و گلاب
ہنوز نام تو گفتن کمال بے ادبی است

مدینہ منورہ دنیا کے مقدس ترین مقامات سے ہے کیونکہ وہاں حضور ﷺ کا روضہ اقدس ہے۔ مدینہ منورہ کو حضور ﷺ کی نسبت کی وجہ سے شہروں میں سے بے پناہ فضیلت اور بزرگی حاصل ہے کیونکہ نبی اکرم ﷺ ہجرت کے بعد یہاں تشریف لائے اور تادم آخر وہیں رہے۔ مدینہ منورہ کی فضیلت کے بارے میں چند احادیث مندرجہ ذیل ہیں۔

حدیث ۱: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ جس کو یہ توفیق نصیب ہو کہ مدینہ میں اس کو موت آئے تو وہ اس کو ترجیح دے، مدینہ میں مرنے والوں کی میں شفاعت کروں گا۔ (احمد، ترمذی)

حدیث ۲: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے دعا فرمائی۔ خداوندا تو نے جتنی برکت مکہ کو عطا فرمائی ہے اس سے دگنی برکت مدینہ کو عطا فرما۔ (بخاری)

حدیث ۳: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مجھے ایسی بستی کی جانب ہجرت کا حکم دیا گیا ہے جو تمام بستیوں پر غالب آجائے گی جس کو لوگ یثرب کہتے ہیں لیکن وہ مدینہ ہے۔ وہ بستی برے لوگوں کو اسی طرح صاف کردے گی جس طرح بھٹی لوہے کے میل کو دور کر دیتی ہے۔ (بخاری شریف)

حدیث ۴: حضرت سفیان بن ابی زہیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم ﷺ

سے سنا۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔ یمن فتح ہوگا تو ایک قوم اپنے اہل وعیال اور متعلقین کو لے کر مدینہ سے چلی جائے گی اور اگر انہیں اس کا علم ہو تو مدینہ ان کے لئے بہتر ہے۔ اسی طرح شام فتح ہوگا اور ایک جماعت اپنے اہل وعیال اور متعلقین کو لے کر مدینہ سے شام کی جانب کوچ کرے گی۔ حالانکہ مدینہ ان کے لئے بہتر ہے اگر وہ اس کو جان لیں۔ اسی طرح عراق بھی فتح ہوگا۔ وہاں بھی لوگ اپنے خاندان اور متعلقین کو لے کر چلے جائیں گے حالانکہ مدینہ ان کے لئے بہتر ہے اگر وہ اس کو سمجھیں۔ (بخاری شریف)

حدیث ۵: حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے میری طرف وحی فرمائی ہے کہ ان تین بستیوں میں سے جس میں اترو، وہ تمہاری جائے ہجرت ہوگی۔ مدینہ، بحرین اور قنسرین۔ (ترمذی)

حدیث ٦: حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مدینہ کا نام طابہ رکھا ہے۔ (مسلم)

حدیث ۷: آلِ خطاب رضی اللہ عنہ کے ایک فرد سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جو مسلمان قصداً میری زیارت کو آتا ہے وہ قیامت کے دن میرے ہمراہیوں میں ہوگا اور مدینہ کے دورانِ قیام یہاں کے مصائب پر صبر کرے گا۔ میں قیامت کے دن اس کا گواہ ہوں گا اور اس کی شفاعت کروں گا اور جو مسلمان حرمین میں سے کسی جگہ فوت ہوا وہ قیامت کے دن امن یافتہ لوگوں کے ساتھ محشور ہوگا۔ (بیہقی)

حدیث ۸: حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔ جناب ابراہیم علیہ السلام نے سرزمین مکہ کو حرمت دی۔ میں مدینہ کو حرمت دیتا ہوں۔ اب اس کے دونوں کناروں کے درمیان نہ تو خونریزی کی جائے اور نہ یہاں جنگ کے لئے ہتھیار اٹھائے جائیں اور جانوروں کی غذا کے علاوہ یہاں کے درختوں کے پتے نہ جھاڑے جائیں۔ (مسلم)

حدیث ۹: حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے احد پہاڑ کو دیکھ کر فرمایا۔ یہ وہ پہاڑ ہے جو ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم اس کو محبوب رکھتے ہیں۔ جناب ابراہیم علیہ السلام نے مکہ کو حرمت دی اور میں ان دونوں پہاڑوں کے درمیان جو زمین (مدینہ) ہے اس کو حرمت دیتا ہوں۔ (بخاری)

حدیث ۱۰: حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں مدینہ کے

دونوں کناروں کو حرام کرتا ہوں۔ اس علاقہ میں نہ تو خاردار درخت کاٹا جائے نہ اس میں شکار کیا جائے۔ نبی ﷺ نے فرمایا مدینہ ان کے لئے بہتر ہے اگر وہ اس (کے تقدس) کو جانیں۔ اگر کوئی شخص مدینہ سے بے رغبتی نہ رکھتے ہوئے اس کو چھوڑ دے تو اللہ تعالیٰ اس کا نعم البدل مہیا فرما دے گا اور جو شخص مدینہ کی سختی اور تنگی محنت و مشقت پر ثابت قدم رہے گا۔ میں قیامت میں اس کا شفیع و شہید ہوں گا۔ (مسلم)

حدیث ۱۱: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ لوگ جب فصل کا نیا پھل دیکھتے تو اس کو لے کر رسول خدا کی خدمت میں حاضر ہوتے۔ جب نبی ﷺ اس پھل کو لیتے تو دعا فرماتے۔ خداوندا! ہمارے پھلوں اور ہمارے شہر کو برکت عطا فرما۔ خداوندا! جناب ابراہیم علیہ السلام تیرے بندے تیرے نبی و خلیل تھے۔ میں بھی تیرا بندہ اور نبی ہوں۔ انہوں نے مکہ مکرمہ کے لئے دعا کی تھی، میں مدینہ طیبہ کے لئے اسی کی مثل اور مزید اتنی ہی دعا کرتا ہوں۔ اس کے بعد خاندان میں سے چھوٹے بچے کو بلا کر وہ پھل عطا فرما دیتے تھے۔ (مسلم)

۱۲-روضہ اقدس کی حاضری

حضور ﷺ کا روضہ اقدس عاشقوں کے دل کی تسکین اور راحت کا باعث ہے۔ حج یا عمرہ کی سعادت پانے کے بعد حضور ﷺ کے روضہ اقدس کی زیارت دین و دنیا میں باعث فلاح ہے اور قیامت کے روز سرور عالم ﷺ کی شفاعت اور حمایت کا وسیلہ ہے۔ روضہ اقدس کی زیارت کے بغیر واپس آنا نہایت ہی بدبختی کی دلیل ہے۔ وہ احادیث جن کی رو سے بارگاہ رسالت کی حاضری بڑی لازم ہے۔ وہ حسب ذیل ہیں۔

حدیث ۱: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جس نے میری حیات ظاہری کے بعد حج کیا اور میری قبر کی زیارت کو آیا تو اس نے گویا میری ظاہری حیات میں میری زیارت کی۔ (بیہقی)

حدیث ۲: ایک اور روایت میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص نے میری قبر کی زیارت کی۔ اس کے لئے میری شفاعت ضروری ہے۔ (دار قطنی)

حدیث ۳: آل خطاب کے ایک آدمی سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا، جو

شخص ارادہ کر کے میری زیارت کرے وہ قیامت میں میرے پڑوس میں ہوگا اور جو شخص مدینہ میں قیام کرے اور وہاں کی تنگی پر صبر کرے، میں اس کے لئے قیامت میں گواہ اور سفارشی ہوں گا اور جو حرم مکہ یا حرم مدینہ میں مرجائے وہ قیامت میں امن والوں میں اٹھے گا۔(بیہقی)

حدیث ٤: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ جب مکہ شریف سے تشریف لائے تو وہاں کی ہر چیز پر اندھیرا چھا گیا اور جب مدینہ طیبہ پہنچے تو وہاں کی ہر چیز روشن ہوگئی۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ مدینہ میرا گھر ہے اور اسی میں میری قبر ہوگی اور ہر مسلمان پر حق ہے کہ اس کی زیارت کرے۔(بیہقی)

حدیث ٥: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص حج کے لئے مکہ مکرمہ جائے اس کے بعد میری مسجد میں آئے تو اس کے لئے دو مبرور حجوں کا ثواب ہوگا۔(الاتحاف)

حدیث ٦: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ جو شخص بھی میری قبر کے پاس آ کر مجھ پر درود اور سلام پیش کرے تو اللہ تعالیٰ میری روح تک پہنچا دیتا ہے اس کے سلام کا میں جواب دیتا ہوں۔

حدیث ٧: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ کا ارشاد ہے کہ جو شخص میری قبر کے پاس کھڑا ہو کر مجھ پر درود پڑھتا ہے میں اس کو خود سنتا ہوں اور جو کسی اور جگہ درود پڑھتا ہے تو اس کی دنیا و آخرت کی ضرورتیں پوری کی جاتی ہیں اور میں قیامت کے دن اس کا گواہ اور شفارشی ہوں گا۔(بیہقی)

حدیث ٨: حضرت ابن ابی فدیک کا بیان ہے کہ جو شخص حضور اقدس ﷺ کی قبر مبارک کے پاس کھڑے ہو کر یہ آیت پڑھے۔ **ان اللہ وملئکتہ یصلون علی النبی** اس کے بعد ستر مرتبہ **صلی اللہ علیک یامحمد** ﷺ کہے تو ایک فرشتہ کہتا ہے کہ اے شخص اللہ جل شانہٗ تجھ پر رحمت نازل کرتا ہے اور اس کی ہر حاجت پوری کر دی جاتی ہے۔(بیہقی)

معلوم ہوا ہے کہ سرزمین حجاز میں جا کر سب سے افضل و اعلیٰ نعمت و سعادت مدینہ منورہ کی حاضری ہے اور خصوصاً حج کے موقع پر روضہ رسول پر جانا ضروری ہے کیونکہ اس شہر میں وہ محبوب خدا جلوہ فرما ہیں جن کی وجہ سے یہ کارخانہ کائنات رواں دواں ہے اس شہر کے

گلی کوچوں کو محبوب خدا کی قدم بوسی کا شرف حاصل ہے بلکہ خاک طیبہ کے وہ ذرے جنہیں محبوب خدا کے جسم انور کا قرب خاص ملا ہے ان کی عظمت ورفعت پر تو عرش بریں بھی رشک کرتا ہے۔ لہٰذا حج کعبہ کے بعد یا پہلے جب بھی اس بارگاہ میں حاضری وزیارت کا موقع پائیں تو مدینہ طیبہ حاضر ہو جائیں۔ اس سعادت سے محرومی کا داغ لے کر نہ لوٹیں۔ ورنہ سر محشر پچھتائیں گے اور جب بھی یہ سنہری موقع پائیں تو خالص بارگاہ رسالت کی زیارت کی نیت سے مدینہ منورہ کا سفر کریں۔ اسی میں وہ تمام برکتیں اور سعادتیں شامل ہیں جن کو زبان رسالت نے ان عظمتوں سے ہمکنار فرمایا ہے۔

دربار حبیب ﷺ میں جانے والو! اب اس راہ جذب وشوق میں قدم قدم پر خداوند کریم کا لاکھ لاکھ شکر کرتے چلو کہ تمہیں محبوب رب العالمین کی بارگاہ میں حاضری کی سعادت مل رہی ہے اور اس پیارے محبوب آقا پر درود وسلام پڑھتے چلو جو تمہیں اپنی بارگاہ بے کس پناہ میں، آغوش رحمت وشفاعت میں گنبد خضریٰ کی ٹھنڈی چھاؤں میں بلا رہا ہے۔ جوں جوں مدینہ منورہ قریب آتا جائے ذوق وشوق کی حرارت وگرمی فزوں تر ہوتی چلی جائے۔ جب باغ طیبہ کی بلند کھجوریں اور شہر مدینہ کی عمارات نظر آئیں تو درود وسلام کا ورد بکثرت کریں جب سبز گنبد پر نگاہ پڑے تو صلوٰۃ وسلام پڑھنے میں مزید اضافہ کرتے چلے جائیں جب مدینہ منورہ میں پہنچو تو نہایت ادب و احترام کے ساتھ بارگاہ رسالت میں حاضری وباریابی کے حسین تصور میں ڈوبے شوق زیارت کے ساتھ یہ دعا پڑھتے ہوئے مدینہ شریف میں داخل ہوں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ط اَللّٰهُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْكَ السَّلَامُ وَاِلَيْكَ يَرْجِعُ السَّلَامِ فَحَيِّنَا رَبَّنَا بِالسَّلَامِ وَاَدْخِلْنَا دَارَ السَّلَامِ ط تَبَارَكْتَ رَبَّنَا وَتَعَالَيْتَ يَاذَا الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ ط رَبِّ اَدْخِلْنِيْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّاَخْرِجْنِيْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّاجْعَلْ لِّيْ مِنْ	شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔ الٰہی تو سلامتی والا ہے اور تیری طرف سے سلامتی ہے اور تیری طرف لوٹتی ہے سلامتی۔ پس زندہ رکھ ہمیں اے ہمارے رب سلامتی کے ساتھ اور داخل فرما ہمیں اپنے گھر میں جو سلامتی والا ہے بابرکت ہے تو اے ہمارے رب اور عالیشان، اے عظمت اور بزرگی والے پروردگار! داخل فرما

لَدُنْكَ سُلْطَانًا نَصِيرًا وَقُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ وَلَا يَزِيْدُ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا خَسَارًا

مجھے (مدینہ میں) داخل فرمانا سچا اور نکال مجھے (مدینہ سے) نکالنا سچا اور عطا کر مجھ کو اپنی جناب سے غلبہ یا فتح و نصرت۔ اور کہہ دیجئے آ گیا حق اور مٹ گیا باطل۔ بلاشبہ تھا باطل مٹنے ہی والا اور ہم اتارتے ہیں قرآن کو جو کہ شفا اور رحمت ہے ایمان والوں کیلئے اور نہیں بڑھتے ظالم مگر خسارے میں۔

مدینہ منورہ میں داخل ہونے کے بعد اول اپنے ساز و سامان کی حفاظت و رہائش کا انتظام کر لیں تا کہ دربار نبی ﷺ میں حاضری کے وقت سکون واطمینان حاصل رہے۔ پھر نہا دھو کر، مسواک وضو کر کے صاف ستھرا لباس پہنیں، سرمہ اور خوشبو وغیرہ لگائیں۔ پھر نہایت ادب واحترام کے ساتھ بارگاہ رسالت میں حاضری کے لئے چلیں۔

مسجد نبوی ﷺ میں داخلہ

مسجد نبوی میں داخل ہوتے وقت پہلے داہنا قدم رکھیں اور مسجد نبوی میں داخل ہوتے وقت یہ دعا پڑھیں۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ ذُنُوْبِيْ وَافْتَحْ لِيْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِي الْيَوْمَ مِنْ اَوْجَهِ مَنْ تَوَجَّهَ اِلَيْكَ وَاَقْرَبَ مَنْ تَقَرَّبَ اِلَيْكَ وَاَنْجَحَ مَنْ دَعَاكَ وَابْتَغٰى مَرْضَاتَكَ

اے اللہ! درود بھیج ہمارے سردار محمد ﷺ اور ان کی آل پر۔ اے اللہ! میرے گناہوں کو بخش دے اور میرے لئے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے۔ اے اللہ! آج کے دن مجھے تیری طرف متوجہ ہونے والوں میں سب سے زیادہ متوجہ بنا لے۔ تیرا قرب حاصل کرنے والوں میں سب سے زیادہ قریب بنا لے اور زیادہ فائز المرام کر، انہیں سے جنہوں نے تجھ سے دعا کی اور اپنی مرادیں مانگیں۔

حاضری و زیارت روضہ مبارک

دل بیتاب نے مسجد مصطفیٰ ﷺ میں بڑی بیقراری سے دو نفل ادا کیے۔ پھر ذوق وصل

نے جوش مارا اور پاؤں روضہ اطہر کی طرف چل دیئے۔ آخر غلام مواجہ شریف کے سامنے دربار رسالت میں حاضر ہو گیا۔ جہاں ذرا ادب و نیاز سے کھڑا ہو۔ اے آنکھ آج اس روضہ اطہر کو دیکھ جس کے ہجر میں تو گریہ زار ہے اور شب خیزی میں آنسو بہاتی رہی۔ آج سرور کونین ﷺ کی جلوہ گاہ ہے اور تو ہے۔ ذرا وصل میں خوشی کے آنسو بہا اور اس آقا کا شکر ادا کر جس نے تجھے یہاں تک بلایا۔ آج تیری خوش بختی کے کیا کہنے کہ تو محبوب کائنات کا مہمان بنا ہے۔ پھر اور تجھے کیا چاہئے کہ آج حضور ﷺ تیرے میزبان ہیں۔ یہ وہ در ہے جہاں فرشتے بھی ادب و نیاز سے آئیں جہاں قطب و ابدال اور اوتار و اغیاث بھی سرخم جبین نیاز سے آئیں۔ یہ منزل عشق ہے اس لئے اے دل! ذرا روح کی آنکھ کو کھول اور اپنے من میں ڈوب کر چشم باطن سے رخ رسول اللہ ﷺ کو دیکھ اور بصد احترام یہ سلام پیش کر کیونکہ گنہگاروں کی شفاعت کا یہی آخری مقام ہے۔

اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ السَّیِّدُ الْکَرِیْمُ وَالرَّسُوْلُ الْعَظِیْمُ الرَّؤُفُ الرَّحِیْمُ وَرَحْمَةُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ	سلام ہو آپ پر اے نبی ﷺ سردار سخی اور رسول! بہت بڑے شفیق مہربان اور رحمت اللہ کی اور اس کی برکتیں آپ پر نازل ہوں
اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا سَیِّدَنَا وَنَبِیَّنَا وَحَبِیْبَنَا وَقُرَّةَ اَعْیُنِنَا یَارَسُوْلَ اللّٰہِ ط	اور درود و سلام ہو آپ پر اے ہمارے آقا اور نبی اور محبوب اور ٹھنڈک آنکھوں کی، اے رسول اللہ ﷺ!
اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا نَبِیَّ اللّٰہِ ط	درود اور سلام ہو آپ پر۔ اے اللہ کے نبی!
اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَاجَمَالَ مُلْکِ اللّٰہِ ط	درود اور سلام ہو آپ پر۔ اے اللہ کے محبوب ﷺ!
اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا خَیْرَ خَلْقِ اللّٰہِ ط	درود اور سلام ہو آپ پر، اے زینت اللہ کے ملک کی!
اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا شَفِیْعَ الْمُذْنِبِیْنَ عِنْدَاللّٰہِ ط	درود اور سلام ہو آپ پر۔ اے سب سے بہتر اللہ کی مخلوق میں!
اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ یَا مَنْ اَرْسَلَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی رَحْمَةً لِّلْعَالَمِیْنَ ط اللّٰہ تَوَّاباً رَّحِیْماً ط	درود اور سلام ہو آپ پر۔ اے شفاعت کرنے والے گنہگاروں کے اللہ کے ہاں! درود اور سلام ہو آپ پر۔ اے وہ (مقدس) ہستی کہ بھیجا انہیں اللہ تعالیٰ نے رحمت بنا کر کل عالم کیلئے اور تحقیق فرمایا اللہ
اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ یَا مُحَمَّدَ بْنَ عَبْدِاللّٰہِ بْنِ	

عَبْدِالْمُطَّلِبِ بْنِ هَاشِمٍ يَا طٰهٰ يَا
يٰسٓ يَابَشِيْرُ يَا سِرَاجُ يَا مُنِيْرُ يَا
مُقَدَّمَ جَيْشِ الْاَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ
ط وَهَااَنَا يَا سَيِّدِيْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ
قَدْ جِئْتُكَ هَارِبًا مِنْ ذَنْبِيْ وَ مِنْ
عَمَلِيْ وَ مُسْتَشْفِعًا وَمُسْتَجِيْرًا م
بِكَ اِلٰى رَبِّيْ فَاشْفَعْ لِيْ يَا شَفِيْعَ
الْاُمَّةِ وَقَدْ قَالَ اللّٰهُ فِيْ حَقِّكَ
الْعَظِيْمِ ط وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْا
اَنْفُسَهُمْ جَاءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ
وَاسْتَغْفَرَلَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوْا
يَاكَاشِفَ الْغُمَّةِ يَا سِرَاجَ الظُّلْمَةِ
اَجِرْنِيْ بِهٖ يَا اَللّٰهُ مِنَ النَّارِ. يَا نَبِيَّ
الرَّحْمَةِ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَتَيْنٰكَ
زَائِرِيْنَ وَقَصَدْنَاكَ رَاغِبِيْنَ ط
وَعَلٰى بَابِكَ الْعَالِيْ وَاقِفِيْنَ
وَبِحَقِّكَ عَارِفِيْنَ فَلَا تَرُدَّنَا
خَائِبِيْنَ وَلَا عَنْ بَابِ شَفَاعَتِكَ
مَحْرُوْمِيْنَ يَاسَيِّدِيْ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ
تَعَالٰى لَكَ الْوَسِيْلَةَ وَالْفَضِيْلَةَ
وَالدَّرَجَةَ الرَّفِيْعَةَ وَالْمَقَامَ
الْمَحْمُوْدَ وَالْحَوْضَ الْمَوْرُوْدَ
الشَّفَاعَةَ الْعُظْمٰى فِي الْيَوْمِ
الْمَشْهُوْدِ اَنْتَ الْحَبِيْبُ يَا حَبِيْبَ
اللّٰهِ اَنْتَ الشَّفِيْعُ يَا شَفِيْعَ اللّٰهِ اَنْتَ

تعالیٰ نے آپ کے بلند مرتبہ کے بارے میں۔ "اور اگر وہ (گنہگار) جب ظلم کریں اپنی جانوں پر (پھر) آپ کے پاس آئیں اور وہ اللہ سے معافی چاہیں اور معافی چاہے ان کیلئے پیغمبر تو وہ پائیں گے اللہ کو بڑا توبہ قبول کرنے والا بڑا رحم فرمانے والا۔ درود اور سلام ہو آپ پر اے محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم، اے طٰہٰ اے یسین اے خوشخبری دینے والے، اے چراغ (ہدایت) اے منور کرنے والے، اے سالار گروہ انبیاء اور مرسلین کے اور دیکھئے اے میرے آقا اللہ کے رسول! میں حاضر ہوا ہوں آپ کے پاس بھاگ کر اپنے گناہوں اور (برے) اعمال سے اور شفاعت کی امید لے کر اور آپ کی پناہ میں آجانے کے لئے اپنے رب کے سامنے۔ پس شفاعت فرمائیے میری اے امت کے شفیع اے دور فرمانے والے ظلمت کے، اے چراغ اندھیرے کے، نجات دے مجھے آپ کے طفیل اے اللہ آگ سے، اے نبی رحمت اے اللہ کے رسول ﷺ! ہم حاضر ہوئے ہیں آپ کے پاس زیارت کی غرض سے اور ہم نے آپ کا قصد کیا ہے شوق سے اور آپ کی بارگاہ عالی میں کھڑے ہیں اور آپ کے حق کو (حق المقدور) پہچانتے ہیں۔ پس ہمیں نامراد نہ لوٹایئے اپنے شفاعت کے دروازے

اَلْمُشَفَّعُ اَنْتَ الَّذِیْ تُرْجٰی شَفَاعَتُكَ عِنْدَ الصِّرَاطِ مَازَلَّتِ الْقَدَمُ ط اَشْهَدُ اَنَّكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لَقَدْ بَلَّغْتَ الرِّسَالَةَ وَاَدَّیْتَ الْاَمَانَةَ وَنَصَحْتَ الْاُمَّةَ وَكَشَفْتَ الْغُمَّةَ وَجَلَیْتَ الظُّلْمَةَ وَجَاهَدْتَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ وَعَبَدْتَ رَبَّكَ حَتّٰی اَتٰكَ الْیَقِیْنُ ط جَزَاكَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنَّا وَعَنْ وَّالِدِیْنَا وَعَنِ الْاِسْلَامِ خَیْرَ الْجَزَآءِ وَنَسْاَلُكَ الشَّفَاعَةَ اَنْ تَشْفَعَ لَنَا عِنْدَ اللّٰهِ یَوْمَ الْعَرْضِ یَوْمَ الْفَزَعِ الْاَكْبَرِ یَوْمَ لَا یَنْفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُوْنَ اِلَّا مَنْ اَتَی اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِیْمٍ ط اِشْفَعْ لَنَا وَلِوَالِدِیْنَا وَلِجِیْرَانِنَا وَلِمَشَائِخِنَا وَلِاُسْتَاذِنَا وَلِمَنْ اَوْصَانَا وَقَلَّدَنَا عِنْدَكَ بِدُعَاءِ الْخَیْرِ عِنْدَ الزِّیَارَةِ ط اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا سُلْطَانَ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ.

ہے محروم نہ رکھئے اے میرے سردار اے رسول اللہ ﷺ میں آپ سے شفاعت کا خواستگار ہوں اور مانگتا ہوں اللہ تعالیٰ سے آپ کیلئے وسیلہ اور بزرگی اور درجہ بلند اور مقام محمود اور حوض (کوثر) جو جنتیوں کے اترنے کی جگہ ہے اور بڑی شفاعت روز قیامت میں، آپ ہی محبوب ہیں اے اللہ کے محبوب آپ ہی شفیع ہیں اے اللہ کے شفیع آپ مختار ہیں آپ وہ ہیں کہ آس ہے (ہم کو) آپ کی شفاعت کی، پل صراط پر جبکہ ڈگمگا جائیں گے قدم۔ میں گواہ ہوں کہ آپ نے اے اللہ کے پیغمبر! بیشک پہنچا دیا پیغام اور ادا کر دیا امانت کو اور نصیحت فرمائی امت کو اور دور فرما دیا ظلمت کو اور روشنی سے بدل دیا اندھیرے کو، اور کوشش کی راہ خدا میں اور کوشش کا حق ادا کر دیا اور عبادت کی اپنے رب کی حتیٰ کہ آ گئی آپ کے پاس یقینی چیز (موت) جزا دے اللہ تعالیٰ آپ کو ہماری اور ہمارے والدین اور اسلام کی طرف سے بہتر جزا اور درخواست کرتے ہیں ہم آپ سے شفاعت کی کہ شفاعت فرمائیں ہماری اللہ کے پاس قیامت کے دن، بڑی گھبراہٹ کے دن جس دن کام نہ آئے گا مال اور نہ اولاد، مگر جو حاضر ہوا اللہ کے پاس قلب سلیم لے کر، شفاعت فرمایئے ہماری اور ہمارے والدین اور ہمارے پڑوسیوں اور ہمارے پیروں اور استادوں کی اور جس نے ہمیں وصیت کی اور ہم پر لازم کی، آپ کے

ہاں یہ بہتر دعا پڑھنا زیارت کے وقت، درود او
سلام ہو آپ پر اے بادشاہ نبیوں اور رسولوں کے
اور رحمت اللہ کی اور اس کی برکتیں نازل ہوں۔

روضہ رسول اکرم ﷺ پر یہ دعا پڑھیں۔

اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ قُلْتَ وَقَوْلُكَ الْحَقُّ وَلَوْ
اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ
فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ
الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا.
لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ
عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ
عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ.
فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِيَ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا
هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ
الْعَظِيْمِ وَقَدْ جِئْنَاكَ سَامِعِيْنَ قَوْلَكَ
طَائِعِيْنَ اَمْرَكَ مُسْتَشْفِعِيْنَ نَبِيَّكَ
اِلَيْكَ اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا اغْفِرْلَنَا وَلِاِخْوَانِنَا
الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ
فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَا
اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ط اِنَّ اللّٰهَ
وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓاَيُّهَا
الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا
تَسْلِيْمًا اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ
عَلَيْهِ. اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ بِحُرْمَةِ
هٰذَا النَّبِيِّ الْكَرِيْمِ اَنْ تَرْزُقَنِيْ اِيْمَانًا
كَامِلًا

اے اللہ! بیشک آپ نے فرمایا ہے اور آپ
فرمانا سچا ہے اور اگر وہ گنہگار جبکہ انہوں
ظلم ڈھایا اپنی جانوں پر آئیں آپ کے پاس
پس معافی مانگیں اللہ سے اور معافی مانگتا ا
کے لئے رسول تو وہ پاتے اللہ کو توبہ قبول
کرنے والا اور رحم کرنے والا۔ بلاشبہ آ
تمہارے پاس ایک رسول جو تم ہی میں
ہیں، گراں ہے ان پر وہ چیز جو تمہیں مشقت
میں ڈالے تمہارے بھلائی کے آرزوم
مومنوں کے ساتھ شفیق اور رحیم ہے۔ پس ا
وہ روگردانی کریں تو فرما دیجئے کافی ہے مج
اللہ کوئی نہیں معبود جس کے سوا، اسی پر میں
بھروسہ کیا اور وہی مالک ہے عرش عظیم کا ا
تحقیق ہم آئے ہیں تیرے پاس سن کر
فرمانا، مان کر تیرا حکم، سفارشی لے کر تیر
نبی کو تیرے پاس اے اللہ! ہمارے رب بخ
دے ہمیں اور ہمارے ان بھائیوں کو جو
سے پہلے ایمان لا کر ہو گزرے اور نہ ج
ہمارے دلوں میں کدورت مومنوں کی طر
سے اے ہمارے رب بلاشبہ اللہ اور اس
فرشتے درود بھیجتے ہیں نبی ﷺ پر۔ ا

ثَابِتًا تُبَاشِرُ بِهٖ قَلْبِيْ وَيَقِيْنًا صَادِقًا حَتّٰى اَعْلَمَ اِنَّهٗ لَا يُصِيْبُنِيْ اِلَّا مَا كَتَبْتَ لِيْ وَعِلْمًا نَافِعًا وَّقَلْبًا خَاشِعًا وَّلِسَانًا ذَاكِرًا وَّ وَلَدًا صَالِحًا وَ رِزْقًا وَاسِعًا وَحَلَالًا طَيِّبًا وَّتَوْبَةً نَصُوْحًا وَّصَبْرًا جَمِيْلًا وَّاَجْرًا عَظِيْمًا وَّعَمَلًا صَالِحًا مَقْبُوْلًا وَتِجَارَةً لَنْ تَبُوْرَ يَا نُوْرَ النُّوْرِ يَا عَالِمَ مَا فِي الصُّدُوْرِ اَخْرِجْنِيْ وَجَمِيْعَ الْمُسْلِمِيْنَ مِنَ الظُّلُمَاتِ اِلَى النُّوْرِ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَتَوَفَّنِيْ مُسْلِمًا وَّ اَلْحِقْنِيْ بِالصّٰلِحِيْنَ بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ يَا رَبَّ الْعَالَمِيْنَ ط رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ ط سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ.

ایمان والو! درود بھیجو آپ پر اور سلام کثرت سے اے اللہ رحمت نازل فرما اور سلامتی اور برکتیں آپ پر! اے اللہ! میں سوال کرتا ہوں تجھ سے بطفیل اس نبی کریم کے کہ تو مجھے عطا فرمائے ایمان کامل اور محکم، مطمئن ہو جس کی وجہ سے میرا دل اور یقین سچا یہاں تک کہ میں جان لوں کہ مجھے وہی ملے گا جو تو نے میرے لئے لکھ دیا ہے اور علم نافع اور دل جھکنے اور زبان تیرا ذکر کرنے والی اور اولاد نیک اور رزق کشادہ اور حلال پاکیزہ اور توبہ سچی اور صبر جمیل اور اجر بڑا اور عمل نیک جو مقبول ہو اور تجارت جس میں گھاٹا نہ ہو۔ اے نور ہی نور، اے جاننے والے سینوں کے رازوں کے! نکال لے مجھے اور تمام مسلمانوں کو اندھیروں سے روشنی میں دنیا اور آخرت میں اور وفات دے مجھے حالت اسلام پر اور ملا مجھے نیک لوگوں کے ساتھ اپنی رحمت سے اے سب سے بڑھ کر رحم فرمانے والے اے پروردگار کل جہانوں کے اے ہمارے رب عطا فرما ہمیں دنیا میں بھلائی عذاب دوزخ سے۔ پاک ہے آپ کا پروردگار صاحب عزت ان چیزوں سے جو وہ (کافر) بیان کرتے ہیں اور سلام ہو رسولوں پر اور تمام تعریفیں اللہ کیلئے ہیں جو پروردگار ہے کل جہانوں کا اور آخرت میں بھی بھلائی اور بچا لے ہمیں۔

پھر قبلہ رخ ہو کر یہ دعا پڑھیں۔

اَللّٰھُمَّ لَا تَدَعْ لَنَا فِیْ مَقَامِنَا ھٰذَا الشَّرِیْفِ بَیْنَ یَدَیْ سَیِّدِنَا رَسُوْلِ اللّٰہِ ذَنْبًا اِلَّا غَفَرْتَہٗ وَلَا ھَمًّا یَا اَللّٰہُ اِلَّا فَرَّجْتَہٗ وَلَا عَیْبًا یَا اَللّٰہُ اِلَّا سَتَرْتَہٗ وَلَا مَرِیْضًا یَا اَللّٰہُ اِلَّا شَفَیْتَہٗ وَ عَافَیْتَہٗ وَلَا مُسَافِرًا یَا اَللّٰہُ اِلَّا نَجَّیْتَہٗ وَلَا غَائِبًا یَا اَللّٰہُ اِلَّا رَدَدْتَہٗ وَلَا عَدُوًّا یَا اَللّٰہُ اِلَّا خَذَلْتَہٗ وَدَمَّرْتَہٗ وَلَا فَقِیْرًا یَا اَللّٰہُ اِلَّا اَغْنَیْتَہٗ وَلَا حَاجَۃً یَا اَللّٰہُ مِنْ حَوَائِجِ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ لَنَا فِیْھَا صَلَاحٌ اِلَّا قَضَیْتَھَا وَیَسَّرْتَھَا اَللّٰھُمَّ اقْضِ حَوَائِجَنَا وَیَسِّرْ اُمُوْرَنَا وَاشْرَحْ صُدُوْرَنَا وَتَقَبَّلْ زِیَارَتَنَا وَاٰمِنْ خَوْفَنَا وَاسْتُرْ عُیُوْبَنَا وَاغْفِرْ ذُنُوْبَنَا وَاکْشِفْ کُرُوْبَنَا وَاخْتِمْ بِالصَّالِحَاتِ اَعْمَالَنَا وَرُدَّ غُرْبَتَنَا اِلٰی اَھْلِنَا وَاَوْلَادِنَا سَالِمِیْنَ غَانِمِیْنَ مَسْتُوْرِیْنَ مِنْ عِبَادِکَ الصَّالِحِیْنَ. مِنَ الَّذِیْنَ لَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ بِرَحْمَتِکَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ یَا رَبَّ الْعَالَمِیْنَ.

اے اللہ! نہ چھوڑ ہمارے لئے اس مبارک جگہ میں سامنے ہمارے آقا رسول اللہ ﷺ کے کوئی گناہ مگر اسے بخش دے اور نہ کوئی غم اے اللہ! مگر تو اسے مٹا دے اور نہ کوئی عیب اے اللہ! مگر تو اسے چھپا دے اور نہ کوئی مریض اے اللہ مگر تو اسے شفا اور عافیت دے اور نہ کوئی مسافر اے اللہ مگر اسے سفر کی تکلیف سے نجات دے دے اور نہ کوئی گمشدہ اے مولیٰ مگر اسے واپس فرما دے اور نہ کوئی دشمن اے مولیٰ مگر اسے رسوا فرما دے اور اس کو ہلاک کر دے، اور نہ کوئی فقیر اے مولیٰ مگر اسے غنی فرما دے اور نہ کوئی ضرورت الٰہی دنیا کی اور آخرت کی ضرورتوں سے جس میں ہماری بھلائی ہو مگر اسے پورا اور آسان فرما دے، اے اللہ! پوری فرما ہماری حاجتیں اور آسان فرما دے ہمارے کام اور کھول دے ہمارے سینے اور قبول فرما ہماری زیارت اور امن سے بدل دے ہمارے خوف کو اور پردہ ڈال ہمارے عیبوں پر اور بخش دے ہمارے گناہوں کو اور دور فرما دے ہماری تکالیف کو اور خاتمہ فرما نیکیوں پر ہمارے اعمال کا اور لوٹا دے ہمارے مسافروں کو ہمارے اہل و اولاد میں صحیح و سالم، خوشحال، پردہ پوشی کے ساتھ اپنے نیک بندوں سے ان لوگوں میں سے کہ نہیں کوئی خوف ان پر اور نہ وہ غمگین ہوں گے

اپنی رحمت سے اے سب سے بڑھ کر رحم فرمانے
والے اے پروردگار کل جہانوں کے۔

زیارت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا سَيِّدَنَا اَبَا بَكْرِ نِ الصِّدِّيْقِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا خَلِيْفَةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ عَلَى التَّحْقِيْقِ ط اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَاصَاحِبَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ثَانِيَ اثْنَيْنِ اِذْهُمَا فِي الْغَارِ ط اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا مَنْ اَنْفَقَ مَالَهٗ كُلَّهٗ فِيْ حُبِّ اللّٰهِ وَحُبِّ رَسُوْلِهٖ حَتّٰى تَخَلَّلَ بِالْعَبَارِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْكَ وَاَرْضَاكَ اَحْسَنَ الرِّضَا وَجَعَلَ الْجَنَّةَ مَنْزِلَكَ وَمَسْكَنَكَ وَمَحَلَّكَ وَمَاوٰكَ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا اَوَّلَ الْخُلَفَاءِ وَتَاجَ الْعُلَمَاءِ وَصِهْرَ النَّبِيِّ الْمُصْطَفٰى وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ.

سلام ہو آپ پر اے ہمارے سردار ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ! سلام ہو آپ پر اے رسول اللہ ﷺ کے حقیقی خلیفہ سلام ہو آپ پر اے ساتھی رسول اللہ ﷺ کے دوسرے دو میں کے جبکہ وہ غار میں تھے۔ سلام ہو آپ پر اے وہ ہستی کہ جس نے خرچ کیا اپنا مال سارا اللہ اور اس کے رسول کی محبت میں یہاں تک کہ اتار دیا اپنی عبا کو بھی، راضی ہوا اللہ تعالیٰ آپ سے اور راضی کرے آپ کو بہتر راضی کرنا اور بنا دے جنت کو آپ کا گھر اور مسکن اور رہنے کی جگہ اور ٹھکانا، سلام ہو آپ پر اے سب سے پہلے خلیفہ اور سرتاج علماء اور خسر نبی مصطفیٰ ﷺ کے اور رحمت اللہ کی ہو آپ پر اور اس کی برکتیں۔

زیارت حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ

اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا نَاطِقًا بِالْعَدْلِ وَالصَّوَابِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا حَفِيَّ الْمِحْرَابِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا مُكَسِّرَ الْاَصْنَامِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ

سلام ہو آپ پر اے (حضرت) عمر بن خطاب، سلام ہو آپ پر اے فرمانے والے انصاف اور ٹھیک بات کے سلام ہو آپ پر اے زینت دینے والے محراب کو، سلام ہو آپ پر اے غلبہ دینے والے دین اسلام

يَا اَبَا الْفُقَرَآءِ وَالضُّعَفَآءِ وَالْاَوْلَادَ اَمِلِ وَالْاَيْتَامِط اَنْتَ الَّذِىْ قَالَ فِىْ حَقِّكَ سَيِّدُ الْبَشَرِ لَوْ كَانَ نَبِىٌّ" مِنْ بَعْدِىْ لَكَانَ عُمَرَ بِنَ الْخَطَّابِ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْكَ وَاَرْضَاكَ اَحْسَنَ الرِّضَا وَجَعَلَ الْجَنَّةَ مَنْزِلَكَ وَ مَسْكَنَكَ وَمَحَلَّكَ وَمَاْوٰكَ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا ثَانِىَ الْخُلَفَآءِ وَتَاجَ الْعُلَمَآءِ وَصِهْرَ النَّبِىِّ الْمُصْطَفٰى وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ.

کے، سلام ہو آپ پر اے توڑنے والے بتوں کے، سلام ہو آپ پر اے مددگار فقیروں، ضعیفوں، بیواؤں اور یتیموں کے، آپ وہ ہیں کہ فرمایا آپ کے حق میں انسانوں کے سردار ﷺ نے کہ اگر ہوتا کوئی نبی میرے بعد والبتہ ہوتا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ! راضی ہو اللہ تعالیٰ آپ سے اور راضی فرمائے آپ کو بہتر راضی فرمانا اور بنادے جنت کو آپ کا گھر اور جائے سکونت اور رہنے کی جگہ اور ٹھکانا، سلام ہو آپ پر اے دوسرے خلیفہ، اور سر تاج علماء کے اور خسر نبی مصطفیٰ ﷺ کے اور اللہ کی رحمت ہو اور اس کی برکتیں نازل ہوں۔

۱۳- مسجد نبوی ﷺ

مسجد نبوی دنیا کی عظیم ترین مساجد میں سے ہے اور فضیلت کے لحاظ سے مسجد حرام کے بعد اس مسجد کا درجہ ہے کیونکہ اس کی نسبت حضور ﷺ سے وابستہ ہے کیونکہ اس مسجد کی بنیاد خود حضور ﷺ نے اپنے ہاتھ سے رکھی۔ الغرض اس مبارک مسجد کی بنیاد اور تعمیر کا کام شروع ہو گیا جس میں حضور اکرم ﷺ بھی بنفس نفیس شریک تھے۔ اینٹ پتھر اٹھاتے جاتے تھے اور دعا فرماتے تھے۔

اَللّٰهُمَّ لَا عَيْشَ اِلَّا عَيْشَ الْاٰخِرَةِ فَاغْفِرِ الْاَنْصَارَ وَالْمُهَاجِرَةِ ط

مسجد کیا تھی انتہائی سادگی کا نمونہ تھی۔ دیوار کچی اینٹ کی بنائی ہوئی، چھت کھجور کے پتوں کی اور ستون کھجور کے تنوں کے، اس وقت مسجد کا طول ۱۰۵ فٹ عرض ۹۰ فٹ اور بلندی ۱۰ فٹ تھی۔ مسجد کے مشرقی گوشہ میں ایک چبوترا چھت دار بنایا گیا جسے صفہ کہتے تھے۔

مسجد نبوی کی فضیلت کے متعلق حضور ﷺ کے چند ارشادات گرامی مندرجہ ذیل ہیں۔

حدیث ۱: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ میری

اس مسجد میں نماز دوسری مساجد کے مقابلہ میں ہزار گنا ثواب کی حامل ہے سوائے مسجد حرام کے (مسلم شریف)

حدیث ۲: حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین مسجدوں کے علاوہ اور کسی مسجد کی جانب سفر کا ارادہ نہ کرو۔ مسجد حرام، مسجد اقصیٰ اور میری یہ مسجد (مسجد نبوی)۔ (بخاری شریف)

حدیث ۳: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسلمان کو گھر میں نماز ادا کرنے کا ثواب ایک نماز کا ملتا ہے جبکہ محلہ کی مسجد میں پچیس نمازوں کا اور جامع مسجد میں پچاس نمازوں کا اور مسجد اقصیٰ میں پچاس ہزار نمازوں کا اور میری اس مسجد میں (مسجد نبوی میں) پچاس ہزار نمازوں کا اور مسجد حرام میں نماز ادا کرنے کا ایک لاکھ کا ثواب ہے۔ (ابن ماجہ)

حدیث ۴: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص میری مسجد میں چالیس نمازیں پڑھے کہ نہ فوت ہو اس سے کوئی نماز تو اللہ کے ہاں اس کے لئے جہنم کے عذاب اور نفاق سے نجات لکھ دی جاتی ہے۔ (مسند امام احمد، ترغیب)

حدیث ۵: حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص میری اس مسجد میں بہتری سیکھنے یا سکھانے کے لئے داخل ہوا تو اس کا مقام مجاہد فی سبیل اللہ جیسا ہے۔ (وفا الوفا ج ۱)

حدیث ۶: حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو پاک صاف ہو کر میری مسجد میں نماز کی ادائیگی کے ارادے سے نکلا اور یہاں آ کر اس نے نماز ادا کر لی تو اس کا ثواب حج کے برابر ہے۔ (وفاء الوفاء ج ۱)

مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی تاریخ

فتح خیبر کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد کی لمبائی میں ۴۵ فٹ اور چوڑائی میں ۶۰ فٹ کا اضافہ کروایا تو مسجد شریف ۱۵۰×۱۵۰ فٹ کی مربع عمارت بنائی گئی۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں اس مبارک مسجد میں کوئی تغیر و تبدل نہ ہوا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ۱۷ھ میں مسجد کی لمبائی ۲۱۰ فٹ اور چوڑائی ۱۸۰ فٹ اور چھ دروازے تعمیر کرائے۔ دو قبلہ کی داہنی طرف دو بائیں طرف اور دو پیچھے کی طرف۔ موجودہ باب السلام

اور باب النساء اسی دور فاروقی کی یادگار ہے البتہ مسجد کی سادگی جوں کی توں رکھی گئی۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ۲۳ھ میں خلیفہ ہوئے تب انہوں نے دیواروں اور ستونوں کو پتھر سے تیار کرا کے اس پر نقش و نگار کروایا۔ قبلہ کی جانب موجودہ دیوار تک بڑھایا اور اس دیوار میں ایک محراب بھی تعمیر فرمائی جو آج بھی محراب عثمان رضی اللہ عنہ کے نام سے مشہور ہے۔ یہ تعمیر ۲۹ھ میں شروع ہوئی اور ۳۰ھ میں اختتام کو پہنچی۔

اس کے بعد بنی امیہ کے دور خلافت میں عمر بن عبدالعزیز نے ۸۸ھ میں ولید بن عبدالملک کے دور میں مسجد کی وسعت اور خوشنمائی میں اضافہ کیا۔ انہوں نے مسجد کی لمبائی ۳۰۰ فٹ اور چوڑائی ۲۵۰ فٹ کروادی۔ ستون سنگ مرمر کے بنائے گئے چھت میں بھی سونے کا پانی چڑھا کر نقاشی کی گئی۔ یہ کام ۹۱ھ تک جاری رہا اور بڑے اہتمام سے پایہ تکمیل تک پہنچا۔

اس کے بعد خلفاء عباسیہ نے بھی اس مسجد کی وسعت میں کچھ حصہ لیا اور مسجد کا صحن بہت وسیع کروادیا۔ اس کے بعد تقریباً سات سو سال تک مسجد اسی حالت میں قائم رہی۔ مہدی عباسیہ نے یہ توسیع ۱۶۱ھ میں کی۔ ۶۷۸ھ میں قلاؤن صالحی نے تانبے کی جالیوں کے ساتھ قبہ خضراء بنوادیا جو حظیرہ شریفہ کے اوپر مسجد کی چھت سے بلند ہے اور اب تک اسی طرح موجود ہے۔

اس کے بعد سلطان سلیمان رومی نے دسویں صدی کے وسط میں روضہ متبرکہ میں سنگ مرمر کا فرش لگایا جو تا حال موجود ہے اور کچھ اضافہ بھی کیا۔

حجرہ شریف میں سرنگ لگانے کا واقعہ ۵۵۷ھ میں ہوا۔ یہ لوگ عیسائی تھے جو جسم مبارک کو سرنگ کے ذریعہ سے نقب لگا کر لے جانا چاہتے تھے جو کہ نصاریٰ کی حرکت تھی۔ چنانچہ اس کے بعد مصر کے بادشاہ نورالدین نے حجرہ کے چاروں طرف گہری خندق کھدوا کر اس میں سیسہ پگھلا کر اس خندق کو بھر دیا تا کہ کوئی مفسد ملعون قبر شریف تک نہ پہنچ سکے۔

ترکوں کے عہد میں مسجد مبارک میں خاصا اضافہ ہوا۔ ترک جو کہ اپنے آپ کو خدام کعبہ کہتے تھے، مسجد نبوی کے اندرونی حصہ کی شان آج تک ان کی یاد دلاتی ہے۔ سرخ رنگ کے ستون اور ان پر سنہرا نقش و نگار انہی کے زمانہ کی یادگار ہے۔

پھر سلطان عبدالعزیز بن سعود مرحوم نے ۱۳۶۸ھ میں مسجد نبوی کو دگنی توسیع دینے کا

حکم دیا۔ چنانچہ اسی دن گردونواح کے مکانات خریدنے اور گرانے کا کام شروع ہوگیا۔
۱۳۷۲ھ میں سلطان سعود بن عبدالعزیز نے مدینہ منورہ تشریف لا کر اس کام کی بسم اللہ کی اور حضور ﷺ کے روضہ پر حاضری دی۔

توسیع مسجد کی اس اسکیم میں ایک خاص بات یاد رکھنے والی ہے کہ اصل مسجد اور اس کے مقدس مقامات یعنی روضہ اقدس، گنبد خضرا، حجرہ مبارک، مقصورہ شریف، اصحاب صفہ کا چبوترہ وغیرہ تاریخی چیزوں کو اصل حالت میں رہنے دیا گیا ہے۔ اس میں ذرہ بھر تغیر و تبدل نہیں کیا گیا اس کے چاروں طرف باہر ایک نئی مسجد کی عمارت بنا دی گئی۔ اس طرح سلاطین عثمانیہ کی شاندار توسیع کو قائم رکھتے ہوئے سعودی حکومت نے اپنی استطاعت کے مطابق دلکش اضافہ کیا۔

تحویل کعبہ

ابتدا میں قبلہ کی سمت بیت المقدس یعنی شمال کی طرف تھی لہٰذا اس شمالی دیوار کو چھوڑ کر بقیہ مسجد کے تینوں طرف دیواروں میں تین دروازے نکالے گئے۔ سترہ مہینے تک بیت المقدس کی طرف نمازیں پڑھنے کے بعد ہجرت کے دوسرے سال میں بیت اللہ شریف کو قبلہ بنانے کا حکم الٰہی نازل ہوا، تب جنوبی دیوار کو بند کر کے شمال کی طرف ایک دروازہ کھول دیا گیا جو آج کل باب مجیدی کے نام سے موسوم ہے۔

ریاض الجنہ

یوں تو پوری مسجد نبوی بڑی اہمیت اور فضیلت کی حامل ہے مگر ریاض الجنہ کو خصوصی فضیلت حاصل ہے کیونکہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ میرے حجرہ اور منبر کا درمیانی حصہ جنت کے باغوں میں سے ہے اور میرا منبر میرے حوض پر ہے۔ (بخاری شریف)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ریاض الجنہ بہت ہی بابرکت مقام ہے اس حصہ کی حد بندی ظاہر کرنے کے لئے سفید ستون بنائے گئے ہیں۔

مبارک ستون ہائے

ریاض الجنہ میں بعض ستون بہت مشہور ہیں اور فضیلت کے اعتبار سے بڑے اہم ہیں۔ ان ستونوں کے قریب نوافل اور نماز پڑھنا بڑی برکت کا ذریعہ ہے۔ ستونوں کی

تفصیل مندرجہ ذیل ہے۔

(۱) استوانہ حنانہ: یہ ستون محراب النبی ﷺ کی پشت کے ساتھ ملا ہوا ہے اس جگہ کھجور کا ایک خشک تنا گڑا ہوا تھا جس کا سہارا لے کر حضور اکرم ﷺ خطبہ فرمایا کرتے تھے۔ جب آپ کے لئے منبر تیار ہوا تو آپ نے اس پر بیٹھ کر خطبہ ارشاد فرمایا تو یہ تنا آہ و بکا کرنے لگا۔ حضور ﷺ منبر سے نیچے تشریف لائے۔ اس پر دست شفقت رکھا تو اس کا رونا بند ہوا۔ (یہ تنا اسی جگہ مدفون ہے۔)

(۲) استوانہ عائشہ رضی اللہ عنہا: حضور ﷺ نے ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کہ اس ستون کے پاس ایک ٹکڑا ایسا ہے کہ اگر میں اس کو ظاہر کردوں تو (وہاں اتنا ہجوم ہو جائے کہ) وہاں نماز پڑھنے کے لئے قرعے پڑنے لگیں۔ کہتے ہیں کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو وہ معلوم تھی اور آپ نے اپنے بھانجے ابن زبیر رضی اللہ عنہ کو بتائی تھی جب دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ان کو دیکھا تو وہ ستون سے ذرا دائیں ہٹ کر نماز پڑھ رہے تھے۔

(۳) استوانہ ابی لبابہ رضی اللہ عنہ: استوانہ عائشہ کے بائیں طرف ہے اسے استوانہ توبہ بھی کہتے ہیں، ایک صحابی ابی لبابہ رضی اللہ عنہ نامی نے اپنی کسی لغزش کی بناء پر اپنے آپ کو اس ستون سے باندھ کر قسم کھائی تھی کہ جب تک حضور ﷺ اپنے دست مبارک سے نہ کھولیں گے، بندھا رہوں گا۔ اللہ تعالیٰ نے جب ان کی لغزش معاف فرمادی تو حضور ﷺ نے تشریف لاکر ان کو کھولا۔

(۴) استوانہ وفود: یہ وہ مقام ہے جہاں باہر سے آنے والے وفود سے حضور ﷺ ملاقات و گفتگو فرمایا کرتے تھے۔

(۵) استوانہ حرس: آیت حفاظت نازل ہونے سے پہلے اس جگہ کھڑے ہو کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضور ﷺ کا حفاظتی پہرہ دیا کرتے تھے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے بھی یہ خدمت انجام دی۔ اس لئے بعض لوگ اس کو استوانہ علی رضی اللہ عنہ بھی کہتے ہیں۔

(۶) استوانہ سریر: جب حضور ﷺ مسجد میں اعتکاف فرما ہوتے تو یہاں لیٹنے بیٹھنے کے لئے چٹائی بچھالیا کرتے اور یہیں بعض مرتبہ ایسی حالت میں حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا آپ کے سر پر تیل لگاتیں اور کنگھا فرمایا کرتیں کہ آپ کا جسدِ اطہر مسجد میں ہوتا۔

یہ تینوں ستون مقصودہ کے گرد کی آہنی جالیوں کی وجہ سے نصف کے قریب مقصودہ

مبارکہ کے اندر ہیں اور نصف باہر۔

(۷) استوانہ تہجد: یہ وہ جگہ ہے جہاں حضور اکرم ﷺ تہجد ادا فرمایا کرتے تھے۔

(۸) استوانہ جبریل: یہ وہ مقام ہے جہاں جبرائیل علیہ السلام سے ملاقات ہوتی۔ جب وصال سے پہلے والے رمضان میں حضور ﷺ نے جبرئیل علیہ السلام کے ساتھ قرآن شریف کا دور فرمایا تو اسی جگہ فرمایا تھا۔

یہ دونوں ستون بالکل روضہ مبارک کے اندر آ گئے ہیں اس لئے باہر سے نظر نہیں آتے۔ گنبد خضراء انہیں پر قائم کیا گیا ہے۔

ریاض الجنہ میں ترکوں کی بنائی ہوئی ایک محراب ہے اس پر محراب النبی ﷺ لکھا ہوا ہے اس کے متعلق مشہور ہے کہ یہاں کھڑے ہو کر حضور ﷺ امامت فرماتے تھے مگر یہ صحیح نہیں، اسی محراب کا دایاں ستون ہے جس کے اوپر لکھا ہے **ھذا مصلی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم**۔ دراصل حضور ﷺ کے امامت فرمانے کی جگہ یہی ہے۔ رمضان کے عشرۂ آخر میں تہجد کی نماز باجماعت کے وقت امام یہیں کھڑا ہوتا ہے۔

حضور ﷺ کے وصال کے بعد ادب و احترام کے تقاضوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے بجز قدمین شریفین کی جگہ کے پوری جگہ دیوار بنوا دی تھی تاکہ جہاں حضور ﷺ سجدہ فرماتے تھے وہ جگہ لوگوں کے قدموں سے محفوظ رہے۔ ترکوں نے بھی اسی دیوار کی حد تک محراب بنا دی۔ اب جو بھی مصلی نبی ﷺ کے سامنے کھڑا ہو کر نماز پڑھے گا، سجدہ میں اس کا سر عین اس جگہ ہوگا جہاں حضور ﷺ کے قدم مبارک ہوتے تھے۔

ریاض الجنہ کے دائیں کنارے پر منبر ہے۔ یہ منبر بھی ترکوں کا بنایا ہوا ہے۔ سنگ مرمر کا بہت سبک اور بہت خوبصورت یہ منبر اسی اصل جگہ پر ہے جہاں حضور اکرم ﷺ کے زمانہ میں آپ کا منبر تھا۔

اس منبر کے سامنے اونچائی پر مئذنہ بنا ہوا ہے جہاں سے اذان و تکبیر کہی جاتی ہے۔ کہتے ہیں کہ یہ وہی جگہ ہے جہاں خطبہ کے وقت حضرت بلال رضی اللہ عنہ اذان دیتے تھے۔

حضور ﷺ کے وقت مسجد نبوی کہاں تک تھی؟ کتنا حصہ مسقف تھا اور کتنا کھلا ہوا؟ یہ سب ترکوں نے ستونوں کے ذریعے واضح کیا ہے۔ مثلاً مسقف حصہ جہاں تک تھا وہاں ستون بنائے ہیں کہ ان پر دھاریاں کھود دی ہیں اور ان کو سنہرا کر دیا ہے اور جو صحن بغیر

چھت کے تھا وہاں سادہ ستون رکھے ہیں۔

ریاض الجنہ کے جنوبی سمت کا حصہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں مسجد نبوی میں شامل ہوا۔ موجودہ محراب بھی آپ رضی اللہ عنہ نے قائم فرمائی۔ اسی لئے محراب عثمانی کہلاتی ہے۔ اس طرف چھ امہات المومنین رضی اللہ عنہن کے مکانات تھے، اسے پیتل کا کٹہرا لگا کر جدا اور نمایاں کیا گیا ہے۔ جنوب کی طرف حد مسجد نبوی تک کی عمارت جو مسقف ہے، ترکوں کی یادگار ہے، مغرب کی طرف حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور دیگر خلفاء بنوامیہ عباس کے زمانہ میں اضافہ ہوا۔ اس طرف شمالاً جنوباً اصل مسجد نبوی کی آخری حد پر ستونوں کی جو قطار ہے اس کے ہر ستون پر سبز زمین پر سنہرے حروف سے حد مسجد نبوی علیہ السلام کندہ کر دیا گیا ہے۔

روضہ اقدس کی تفصیل

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد نبوی کی تعمیر سے فراغت کے بعد ازواج مطہرات کے لئے علیحدہ علیحدہ نو حجرے تعمیر اکرائے۔ یہ حجرے ۱۵ فٹ لمبے 10½ فٹ چوڑے اور ۶ فٹ اونچے تھے۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا حجرہ مبارکہ مسجد نبوی سے بالکل متصل تھا۔ اتنا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب مسجد میں معتکف ہوتے تھے تو ام المومنین رضی اللہ عنہا اپنے حجرہ میں بیٹھی ہوئی آپ کے بالوں میں کنگھا فرمادیا کرتیں۔

یہ حجرۂ مبارکہ کچی اینٹوں کا تھا۔ بیچ میں ایک دیوار کھڑی کر کے دو حصے کر دیئے تھے، ایک حصہ میں باہر سے آنے والے وفود سے آپ ملاقات فرماتے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد بھی یہی مبارک حجرہ آپ کی آخری آرام گاہ ہے اور اسی کو روضہ مقدسہ کہا جاتا ہے۔ سر مبارک جانب مغرب ہے۔ قدمین شریفین جانب مشرق اور روئے انور بجانب قبلہ (جنوب سمت)

جب ۱۳ھ میں آپ کے رفیق صادق حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ وصال فرما گئے تو آپ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر میں اسی طرح دفن کیا گیا کہ آپ رضی اللہ عنہ کا سر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سینہ مبارک کی سیدھ میں ہے۔

اور جب ۲۳ھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دوسرے جاں نثار حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ جام شہادت نوش فرما گئے تو ان کو بھی ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی اجازت خاص سے آپ کے سامنے ہی حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے آگے اس طرح دفن کیا گیا کہ آپ کا سر حضرت

صدیق رضی اللہ عنہ کے سینہ کے برابر ہے۔

حجرہ مبارکہ میں ایک قبر کی جگہ ابھی خالی ہے جوازوئے فرمان والاشان حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لئے ہے۔آپ نزول کے بعد مدت قیام پوری فرما کر جب واصل بحق ہوں گے تو یہاں مدفون ہوں گے۔صلی اللہ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں اس حجرہ شریف کی دیواریں اصل بنیادوں پر ہی کچی اینٹوں سے پھر تیار کی گئیں۔ولید بن عبدالملک کے زمانہ میں جب ازواج مطہرات کے دیگر حجروں کو شامل کیا گیا تب بھی حجرہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی اصل کچی دیواریں باقی رکھی گئیں اور اس کے چاروں طرف بہت ہی گہری بنیادیں کھود کر پنجگوشہ مضبوط پتھر کی گھڑی کی گئی جس کے اوپر کے حصہ کی شکل مثلث اور نیچے کی مربع ہے۔اس گوشہ دیوار اور حجرہ شریف کے درمیان تینوں طرف ایک ایک دو دو ہاتھ جگہ چھوڑی گئی مگر غربی جانب جدھر سر مبارک ہے وہاں درمیان میں ذرا بھی جگہ نہیں چھوٹ سکی،اسی لئے پنجگوشہ عمارت نظر آ رہی ہے اور اصلی تینوں مزارات مع حجرہ کے اس کے اندر آ گئے۔یہ تعمیر حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانہ گورنری مدینہ میں تیار کرائی اور پنجگوشہ اس لئے تعمیر کرائی تاکہ خانہ کعبہ کے ساتھ اس کی مشابہت نہ ہو اور کہیں جہال اس کا بھی طواف نہ شروع کر دیں۔

اس وقت تک روضہ مبارکہ پر گنبد نہ تھا۔۶۷۸ھ میں حجرہ مبارک کی دیواروں پر لکڑی کا پہلا قبہ بنایا گیا۔اس کے بعد ۸۹۲ھ میں سلطان ترکی قائتبائی نے پنج گوشہ دیوار پر ایک دوسرا قبہ بنایا اس پر سیسہ کی چادر کی طرح سبز رنگ لگایا گیا آخر میں سلطان محمود بن عبدالحمید عثمانی نے ۱۲۳۳ھ میں ازسرنو بنا کر اس پر گہرا سبز رنگ چڑھایا جس کی وجہ سے اس کا نام قبہ خضراء (سبز گنبد) پڑا۔موجودہ رنگ اسی سلطان ترکی سلطان محمود بن عبدالحمید کی یادگار ہے۔۱۳۹۰ھ میں سعودی حکومت نے گنبد شریف پر روغن کرایا۔

۵۵۷ھ میں ایک عیسائی بادشاہ نے سازش کے ذریعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جسد اطہر کو قبر شریف سے نکال لانے کے لئے دو عیسائی بھیجے جو مسلمانوں کے بھیس میں مدینہ منورہ آ کر مسجد نبوی کے قریب رباط عثمان میں ٹھہرے اور وہاں سرنگ کھودنی شروع کی۔سلطان نورالدین زنگی رحمۃ اللہ علیہ کو خواب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دو شخصوں کی صورت دکھا کر فرمایا مجھے ان کے شر سے بچاؤ۔سلطان یہ خواب دیکھ کر تیز رو اونٹوں پر اپنے چند ساتھیوں کے

ہمراہ ۱۶ دن میں مصر سے مدینہ پہنچا اور ان سازشیوں کو گرفتار کر کے واصل جہنم کیا۔ جب سلطان نے اس سرنگ میں جا کر دیکھا تو وہ سرنگ عین قدمین شریفین تک پہنچ گئی تھی، سلطان نے قدمین شریفین کو بوسہ دیا۔ سرنگ بند کرائی اور پنج گوشہ عمارت کے چاروں طرف زمین کو اتنا کھدوایا کہ پانی نکل آیا۔ پھر لاکھوں من سیسہ پگھلا کر اس میں ڈالا گیا اور اس طرح سطح آب سے زمین تک قبر مبارک کے اردگرد سیسہ کی ایک زائد دیوار قائم ہو گئی۔ یہ سیسہ جس مکان میں پگھلایا گیا وہ آج بھی ''دارالرصاص'' کے نام سے مشہور ہے جو باب السلام سے باہر جنوب مشرقی کونہ میں واقع ہے۔ روضہ مبارک کے گرد جو جالی ہے سیسہ کی دیوار وہاں تک ہے۔ پہلے یہ جالی لکڑی کی تھی، بعد میں پیتل اور تانبے کی جالی بنائی گئی جو اب تک موجود ہے۔

الغرض تینوں مزارات تین دیواروں کے اندر دو گنبدوں کے نیچے اور ایک جالی سے محیط ہے اور اس ساری عمارت کو مقصورہ شریف کہتے ہیں۔

چبوترہ اصحاب صفہ

اسی مقصورہ شریف کے شمال جانب ایک چبوترہ ۴۰ فٹ لمبا اور ۴۰ فٹ چوڑا اور زمین سے ۲ فٹ اونچا بنا ہوا ہے، یہ وہ جگہ ہے جہاں وہ مسکین ونادار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم قیام فرماتے تھے جن کے نہ گھر تھے نہ در، اور جو شب و روز ذکر و تلاوت اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت سے مستفیض ہوتے تھے۔ چبوترہ کے تین طرف پیتل کا خوبصورت کٹہرا لگا ہوا ہے۔ اس کے آگے خدام حرم نبوی بیٹھے رہتے تھے۔ مقصورہ شریف میں جالی کے اندر یہی خدام جا کر صفائی کرتے، دھونی دیتے اور خوشبو لگاتے ہیں۔ صفہ مبارکہ پر زائرین تلاوت قرآن کرتے اور نمازیں پڑھتے ہیں، آپ کو اگر موقع مل جائے تو وہاں بھی نوافل پڑھیے، تلاوت کیجئے اور درود شریف کا ورد کیجئے، دعائیں مانگئے۔

۱۴- زیارات جنت البقیع

جنت البقیع مدینہ منورہ کا مقدس قبرستان ہے۔ یہ مسجد نبوی کے مشرقی جانب واقع ہے۔ اس قبرستان میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی چند ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن آپ کی صاحبزادیاں، پھوپھیاں، آپ کے صاحبزادے ابراہیم، آپ کے چچا حضرت عثمان غنی اور دیگر بیشمار جلیل القدر صحابہ رضی اللہ عنہم دفن ہیں، ان مقدس ہستیوں کے علاوہ بیشمار صلحاء، اتقیاء اور مسلمان دفن ہیں۔

اسی وجہ سے اسلامی تاریخ میں یہ قبرستان بڑی اہمیت کا حامل ہے اس لئے اس کی زیارت کرنا سنت ہے کیونکہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بعض اوقات رات کے پچھلے حصہ میں جنت البقیع میں تشریف لے جاتے اور فرماتے۔ اے ایمان والو! تم پر سلام ہو انشاء اللہ ہم بھی تمہارے پاس آنے والے ہیں اے اللہ بقیع غرقد والوں کو معاف فرما دے۔ (مسلم شریف) معلوم ہوا کہ جنت البقیع نہایت ہی قابل قدر اور مقدس قبرستان ہے۔

جنت البقیع میں جن مشہور شخصیات کی قبروں کی نشاندہی ہوتی ہے۔ ان میں مندرجہ ذیل اسماء قابل ذکر ہیں۔

حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت عباس عم رسول اللہ، حضرت امام حسن بن علی، حضرت امام زین العابدین، حضرت امام محمد باقر، حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہم، ازواج مطہرات یعنی حضرت عائشہ صدیقہ، حضرت سودہ، حضرت حفصہ، حضرت زینب بنت خزیمہ، حضرت زینب بنت جحش، حضرت سلمٰی، حضرت ام حبیبہ، حضرت صفیہ رضی اللہ عنہن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیاں یعنی حضرت رقیہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھیاں، حضرت عقیل بن ابی طالب رضی اللہ عنہ، سیدنا ابراہیم ابن رسول اللہ، حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ، حضرت امام نافع، حضرت حلیمہ سعدیہ، حضرت عثمان غنی، حضرت فاطمہ بنت اسد والدہ ماجدہ حضرت علی، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف، حضرت ابوسعید خدری، حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہم، ان کے علاوہ شہدائے احد کے بھی ایک مقام پر مزارات ہیں۔

اس بارے میں علماء کی مختلف رائے ہیں کہ بقیع میں آ کر سلام و دعا کی ابتداء کس جگہ سے کرے۔ بعض حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ، بعض حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ، اور بعض حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے مزار سے شروع کرنے کے متعلق فرماتے ہیں جہاں سے بھی شروع کرے، اجازت ہے۔ جب بقیع میں داخل ہو (یا اس کے پاس سے گزرے) تو یہ کہے:

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ یَا اَھْلَ الْبَقِیْعِ یَا اَھْلَ الْجَنَابِ الرَّفِیْعِ اَنْتُمُ السَّابِقُوْنَ وَنَحْنُ اِنْشَاءَ اللّٰہُ بِکُمْ لَا حِقُوْنَط اَبْشِرُوْا بِاَنَّ السَّاعَۃَ اٰتِیَۃٌ لَا رَیْبَ فِیْھَا وَاَنَّ اللّٰہَ یَبْعَثُ مَنْ فِی الْقُبُوْرِط اٰنَسَکُمُ اللّٰہُ تَعَالٰی وَ شَرَّفَکُمُ اللّٰہُ تَعَالٰی بِقَوْلِ اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَاَشْھَدُ اَنَّ

مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ.

زیارت احد وشہداء احد

مدینہ طیبہ سے جانب شمال تین میل کے قریب یہ مقدس پہاڑ واقع ہے جس کے متعلق سرور عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ احد ہم سے محبت رکھتا ہے اور ہم احد سے محبت رکھتے ہیں۔ آپ جبل احد پر تشریف فرما ہوئے ہیں اور فرمایا ہے کہ جب تم احد پر آؤ تو اس کے درخت سے کچھ کھاؤ۔ اگر چہ خاردار درخت ہی ہو۔ اس لئے وہاں کے درخت، پودے، بوٹی وغیرہ کھالینا چاہئے۔ احد کی زیارت جمعرات کو افضل ہے۔

اب مدینہ کی آبادی احد کے قریب پہنچتی جا رہی ہے۔ احد پہاڑ کی تلہٹی میں ۳ھ کا معرکہ پیش آیا جہاں حضرت حمزہ اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جام شہادت نوش فرمایا۔

حضرت حمزہ اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مزارات ایک احاطہ میں ہیں۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کے محبوب چچا کا مزار احاطہ کے بیچ میں ہے۔ آپ کی قبر کے برابر ہی حضرت عبداللہ بن جحش اور حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہما مدفون ہیں اور کچھ آگے باقی اصحاب کرام رضی اللہ عنہم مدفون ہیں۔

اس احاطہ کے دروازہ کی طرف پشت کر کے کھڑے ہوں تو سامنے ہی وہ پہاڑی ہے جسے جبل رماۃ کہتے ہیں جہاں تیر انداز صحابہ متعین کئے گئے تھے۔ اسی کے قریب حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی اصل شہادت گاہ کی عمارت کے کھنڈر ہیں۔ سیلاب میں آپ کی قبر آ جانے کے سبب سے آپ کو موجودہ جگہ پر منتقل کیا گیا ہے۔ جب حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے مزار پر حاضر ہو تو یوں کہے۔

اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا سَيِّدَنَا حَمْزَةُ	سلام ہو آپ پر اے سیدنا حمزہ، سلام ہو
اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا عَمَّ رَسُوْلِ اللّٰهِ	آپ پر اے عم محترم رسول اللہ ﷺ کے، سلام ہو
اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا عَمَّ نَبِيِّ اللّٰهِ	آپ پر اے عم بزرگوار اللہ کے نبی کے، سلام ہو
اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا عَمَّ حَبِيْبِ اللّٰهِ	آپ پر اے چچا اللہ کے محبوب ﷺ کے، سلام ہو
اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا عَمَّ الْمُصْطَفٰى	آپ پر اے چچا مصطفیٰ کے، سلام ہو
اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا سَيِّدَ الشُّهَدَآءِ	آپ پر اے سردار شہیدوں کے
وَيَا اَسَدَ اللّٰهِ وَاَسَدَ رَسُوْلِهٖ	اور اے شیر اللہ کے اور شیر اس کے رسول کے
اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا سَيِّدَنَا عَبْدَاللّٰهِ	سلام ہو آپ پر اے سیدنا عبداللہ
اِبْنِ جَحْشٍ ط اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا	بن جحش۔ سلام ہو آپ پر اے مصعب بن

مُصْعَبَ بْنِ عُمَيْرٍ. اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ يَا شُهَدَآءِ اُحُدٍ كَافَّةً عَامَّةً وَّرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ.
عمیر۔ سلام ہو آپ پر اے شہدائے احد سب کے سب پر اور اللہ کی رحمت اور برکتیں نازل ہوں۔

۱۵- مدینہ منورہ کے کنویں

مدینہ منورہ میں کچھ کنویں ایسے ہیں جو حضور ﷺ کے وقت سے ہیں۔ ان کنوؤں میں سے کچھ تو موجود ہیں اور کچھ ناپید ہو گئے ہیں۔ یہ کنویں نہایت ہی بابرکت ہیں کیونکہ ان کنوؤں کی نسبت حضور ﷺ کی طرف ہے یعنی کسی کنویں کے پانی سے آپ نے وضو فرمایا کسی کا پانی نوش فرمایا۔ کسی میں اپنا لعاب دہن ڈالا لہٰذا ان کنوؤں کی زیارت کرنا بھی باعث سعادت ہے۔

بیر اَریس

یہ کنواں مسجد قبا کے قریب غربی جانب ہے اس کو بیر خاتم کہا جاتا ہے اس لئے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے مہر نبوت کی انگوٹھی اس کنویں میں گر گئی اور بڑی تلاش و جستجو کے باوجود نہیں ملی۔ اس کے نیچے کے حصہ میں دو دہانے کھلے ہوئے تھے جن سے پہاڑی چشموں کا پانی آتا تھا، تیسرا دہانہ نہر زرقا کا تھا کہ وہ کنویں میں شامل ہو کر آگے چلی جاتی تھی اس کا پانی نہایت صاف اور شیریں تھا۔ رسول اللہ ﷺ ایک مرتبہ تشریف لائے اور اس میں پاؤں لٹکا کر من پر بیٹھ گئے۔ اس کے بعد حضرت ابوبکر، عمر، عثمان رضی اللہ عنہم تشریف لائے اور آپ کے اتباع میں اسی طرح بیٹھ گئے۔ آپ ﷺ نے اس کا پانی پیا اور اسی سے وضو کیا اور لعاب مبارک بھی اس کنویں میں ڈالا۔ اس کنویں کا مالک اریس نامی شخص تھا۔ اس لئے اسے بیر اریس کہا جاتا ہے۔

بیر غرس

یہ کنواں مسجد قبا سے تقریباً ایک کلومیٹر کے فاصلے پر شمال مشرق کی طرف واقع ہے اس کے پانی سے حضور ﷺ نے وضو فرمایا ہے اور اس کا پانی پیا بھی ہے اور اس میں اپنا لعاب دہن اور شہد بھی ڈالا ہے۔

بیر بضاعہ

یہ کنواں شامی دروازہ سے باہر جمل اللیل باغ کے پاس ہے۔ اس میں بھی حضور ﷺ

نے اپنا لعاب دہن ڈالا اور برکت کی دعا فرمائی ہے۔

بیر حا

یہ کنواں باب مجیدی کے سامنے شمالی فصیل سے باہر تھا۔ یہ کنواں حضرت ابوطلحہ انصاری رضی اللہ عنہ کے باغ میں تھا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اکثر اس جگہ جلوہ افروز ہوتے تھے اور اس کا پانی نوش فرماتے تھے جب آیہ مبارکہ لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ ط نازل ہوئی تو چونکہ یہ کنواں حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کو بہت زیادہ محبوب تھا اس لئے انہوں نے اس کو خدا کی راہ میں صدقہ کر دیا۔

بیر بصہ

یہ کنواں قبا کے راستہ میں جنت البقیع کے متصل ہے۔ اس کنویں پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا سر مبارک دھویا اور غسل فرمایا اس جگہ دو کنوئیں ہیں۔ صحیح یہ ہے کہ بڑا کنواں بیر بصہ ہے اور بہتر یہ ہے کہ دونوں سے برکت حاصل کرے۔

بیر عہن

کنواں مسجد شمس کے قریب ہے۔ اس کنویں کے پانی سے بھی حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے وضو فرمایا ہے۔ اس کا پانی قدرے کھاری ہے۔ اس کو بیر الیسیرہ بھی کہا جاتا ہے۔

بیر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ

یہ کنواں وادی عقیق کے کنارے پر مدینہ منورہ سے تقریباً تین میل کے فاصلہ پر ایک باغ میں ہے۔ اس کنویں کو بیر رومہ بھی کہتے ہیں۔ یہ وہی کنواں ہے جس کا مالک ایک یہودی تھا اور مسلمانوں کو پانی کی تکلیف تھی تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے بیس ہزار درہم سے اس کنویں کو یہودی سے خرید کر مسلمانوں کے لئے وقف کر دیا۔

متفرق کنویں

ان کنوؤں کے علاوہ اور بھی کنویں ہیں جن کا پانی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے استعمال کیا ہے۔ ان کے نام یہ ہیں:

(۱) بیر آنا (۲) بیر اعواف (۳) بیر انس (۴) بیر العصابرم (۵) بیر السقیا (۶) بیر ابی ایوب (۷) بیر عرذہ (۸) بیر ذروان (جس میں لبید یہودی نے حضور علیہ السلام پر سحر کر کے بال کنگھے میں

باندھ کر دفن کیے تھے۔ (۹) بیر القویم (۱۰) بیر الصفیہ (۱۱) بیر بویطہ (۱۲) بیر فاطمہ۔

۱۶- زیارتِ مساجد

مدینہ منورہ میں مسجد نبوی کے علاوہ اور بھی بہت سی مساجد حضور ﷺ کے زمانہ میں تعمیر ہوگئیں تھیں جن میں حضور ﷺ نے نماز پڑھی ہے اس نسبت کی وجہ سے وہ مساجد بابرکت ہیں۔ بعض مساجد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نام سے بھی منسوب ہیں ان مشہور مساجد میں سے کچھ مساجد تو اب تک موجود ہیں' مگر بعض مساجد زمانہ کی گردش کی بنا پر دوبارہ تعمیر نہ ہوسکیں۔ جو مساجد موجود ہیں ان میں سے کوئی مسجد بھی زمانہ نبوی کے دور کی ماہیت پر موجود نہیں۔ طویل عرصے کی بنا پر یہ مساجد دوبارہ تعمیر ہوتی رہی ہیں۔ ان مساجد کی تعمیر کی جگہ وہی ہے اس لیے ان مساجد کی زیارت کرنا اور ان میں نوافل پڑھنا بھی باعث سعادت و ثواب ہے۔ مشہور مساجد کی تفصیل حسب ذیل ہے:

۱- مسجدِ قبا

مدینہ منورہ سے جنوب مغربی جانب مسجد نبوی ﷺ سے تقریباً دو میل کے فاصلہ پر ہے۔ یہ مسلمانوں کی سب سے پہلے مسجد ہے جس وقت رسول اللہ ﷺ مکہ مکرمہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لائے اور بنی عوف میں قیام فرمایا تو آپ نے مع صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اپنے دستِ مبارک سے اس کو تعمیر فرمایا۔ اور مسجد حرام' مسجد نبوی ﷺ اور مسجد اقصیٰ کے بعد یہ تمام مساجد سے افضل ہے' رسول اللہ ﷺ اکثر مدینہ منورہ سے مسجد قبا میں تشریف لایا کرتے' جس روز جی چاہے پیدل یا سواری پر مسجد قبا کی زیارت کی جائے مگر شنبہ کے روز افضل ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے ان صلوٰۃ رکعتین فیه کعمرۃ کہ مسجد قبا میں دو رکعت کا ثواب مثل عمرہ کے ہے۔

۲- مسجد جمعہ

یہ وہ مسجد ہے کہ جس میں نماز جمعہ سب سے پہلے ادا کی گئی تھی یعنی جب جمعہ فرض ہوا تو حضور ﷺ نے اس مسجد سے نماز جمعہ کا آغاز فرمایا۔ حضور کے وقت اس جگہ پر بنو سالم آباد تھے۔ مسجد جمعہ جس علاقے میں واقع ہے اسے وادی زانونا کہا جاتا تھا۔ مسجد کے قریب کسی زمانے میں باغ بستان الجزع تھا۔

۳- مسجد غمامہ

مسجد غمامہ کو گنبدوں والی مسجد بھی کہتے ہیں۔ یہ مسجد اسی جگہ پر تعمیر کی گئی جہاں پر حضور ﷺ عیدین کی نماز پڑھایا کرتے تھے۔ مسجد غمامہ مسجد نبوی سے قریب ہی ہے۔ اسی مسجد کے مقام پر نماز استسقاء بھی پڑھی گئی۔ غمامہ بادل کو کہا جاتا ہے۔ اسی مقام پر ایک مرتبہ گرمی کی شدت میں اللہ تعالیٰ نے آپ کے جسم اطہر پر ایک بادل کے ٹکڑے کا سایہ کر دیا۔ اسی نسبت سے یہ مسجد' مسجد غمامہ ہوئی۔

۴- مسجد سقیا

یہ مسجد مکہ مکرمہ کو جانے والے راستے پر ہے اس علاقے کو باب عنبریہ کہا جاتا ہے۔ دراصل سقیا یک کنواں تھا اور اس کنویں کی مناسبت سے یہ مسجد' مسجد سقیاء مشہور ہوئی۔ اس مسجد کی فضیلت کے متعلق عبداللہ بن دنیاوی کی روایت ہے کہ حضور ﷺ جب بدر کو روانہ ہوئے تو آپ ﷺ نے اس مسجد میں نماز ادا فرمائی اور اہل مدینہ کے لیے یوں دعا فرمائی کہ اے اللہ! ان کے پیمانے میں برکت دے اور انہیں رزق پہنچائے اور اسی روز سے آپ ﷺ نے مدینہ منورہ کو حرم بھی قرار دیا۔ (الوفاء)

۵- مسجدِ فتح

مسجدِ فتح کو مسجد احزاب بھی کہا جاتا ہے کیونکہ غزوہ خندق کے موقع پر مقابلہ کے لیے چونکہ خندق کھودی گئی اور عربی میں خندق کو احزاب کہا جاتا ہے لہٰذا اس جگہ پر تعمیر ہونے والی مسجد' مسجد احزاب کے نام سے مشہور ہوئی۔ غزوہ خندق کے موقع پر حضور ﷺ اس مقام پر تین دن دعا فرماتے رہے یعنی پیر' منگل اور بدھ اور آخری روز یعنی بدھ کے روز اللہ تعالیٰ نے فتح کی خوشخبری دی اور اس وجہ سے غزوہ خندق میں مسلمانوں کو فتح ہوئی۔ اس مسجد کے قبلہ رخ چار اور مساجد ہیں جو مسجد سلمان فارسی' مسجد ابوبکر' مسجد عمر' مسجد علی رضی اللہ عنہم کے نام سے مشہور ہیں۔ دراصل غزوۂ خندق کے موقع پر یہ ان حضرات کے پڑاؤ تھے اور حضور ﷺ نے یہاں تشریف لا کر نماز بھی پڑھی جن کو محفوظ و متعین کرنے کے لیے غالباً سب سے پہلے حضرت عمر ابن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے مساجد کی شکل دے دی۔ یہ مقام مساجد خمسہ کے نام سے مشہور ہے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ مجھے جب بھی کوئی اہم امر پیش آتا' میں مسجد فتح میں فوراً حاضر ہوتا اور دعا کرتا تھا اور مجھے دعا کی قبولیت کی بشارت مل جاتی تھی۔

۶۔ مسجد بنی حرام

سلع پہاڑی کی گھاٹی میں مسجد احزاب کو جاتے ہوئے داہنی طرف یہ مسجد واقع ہے۔ اس کی تاریخ یہ ہے کہ حضور ﷺ نے اس جگہ نماز پڑھی ہے اس کے قریب ایک غار ہے جس میں حضور ﷺ پر ایک مرتبہ وحی اتری تھی۔ اور جنگ خندق کے موقع پر رات کو اس غار میں آرام فرماتے تھے۔ اس غار کی زیارت بھی باعث شرف وسعادت ہے۔

۷۔ مسجدِ ذباب

یہ مسجد ذباب کی پہاڑی پر ہے جو جبل احد کے راستہ کے بائیں جانب ہے۔ جنگ خندق کے موقع پر اس جگہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا خیمہ گاڑا گیا تھا۔

۸۔ مسجد الفضیخ

عوالی (محلہ کا نام) کے شرق میں واقع ہے۔ یہودی قبیلہ بنونضیر کے محاصرہ کے وقت حضور ﷺ نے یہاں نماز ادا فرمائی تھی۔ فضیخ کھجور کی شراب کو کہتے ہیں۔ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ تحریم خمر سے پہلے ایک جماعت کے ساتھ مے نوشی میں مشغول تھے کہ شراب کی حرمت نازل ہوئی۔ جونہی انہیں اس کی اطلاع ملی تو انہوں نے شراب کے سارے مٹکے توڑ ڈالے اور شراب لنڈھا دی۔ غالباً یہ واقعہ اسی جگہ کا ہے اسی لئے اس کا نام مسجد فضیخ پڑ گیا۔

بعض حضرات نے اس کا نام مسجد شمس بتایا ہے اس لیے کہ اونچائی پر ہے اور دوسری جگہ کی نسبت یہاں سے طلوع پہلے نظر آتا ہے۔ مسجد قبا سے جانب شرق میل پون میل کے قریب ہے۔ بغیر چھت کی کالے پتھروں کی ایک چاردیواری ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی عصر کی نماز قضا ہوگئی۔ سورج غروب ہوگیا۔ حضور ﷺ کو علم ہوا تو آپ نے دعا فرمائی اور سورج پلٹ آیا اور یہ دعا اسی مقام پر فرمائی تھی جہاں مسجد شمس ہے اسی لیے اس کا نام مسجد شمس پڑ گیا لیکن یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ یہ واقعہ مقام صہبا کا ہے جو خیبر کے شہروں میں سے ایک شہر تھا البتہ سورج کے لوٹائے جانے کا واقعہ صحیح ہے۔

۹۔ مسجدِ بنی قریظہ

مسجد فضیخ سے جانب مشرق تھوڑے فاصلہ پر ہے۔ یہودی قبیلہ بنوقریظہ کے محاصرہ کے وقت اس جگہ حضور اکرم ﷺ نے قیام فرمایا تھا اور یہود کے مقرر کردہ حکم حضرت سعد بن

معاذ رضی اللہ عنہ نے یہیں وہ فیصلہ صادر کیا تھا جس کی رو سے یہودی مردوں کو قتل اور بچوں اور عورتوں کو قیدی بنایا تھا۔

۱۰- مسجد بنی ظفر

یہ مسجد بقیع سے مشرقی جانب حرہ واقم کے کنارے واقع ہے۔ یہاں قبیلہ بنوظفر نامی بود و باش رکھتا تھا۔ ایک مرتبہ سرکار دو عالم ﷺ یہاں تشریف فرما ہوئے اور نماز ادا فرمائی' نماز کے بعد وہیں پڑے ہوئے ایک پتھر پر آپ بیٹھ گئے۔ اہل مدینہ میں زمانہ قدیم سے یہ بات مشہور رہی ہے کہ جس عورت کے اولاد نہ ہوتی ہو وہ اس پتھر پر بیٹھ جائے تو انشاء اللہ صاحب اولاد ہو جاتی ہے۔ اس پتھر پر بیٹھ کر ایک صحابی نے آپ ﷺ کی فرمائش پر قرآن شریف کی تلاوت کی۔ ایک آیت کی تلاوت پر آپ ﷺ پر گریہ طاری ہو گیا۔

۱۱- مسجد الاجابہ

بقیع سے شمال جانب ''بستان سمان'' کے پاس ہے اب اس کے آس پاس بساتین کی جگہ عمارات ہیں اور کافی آبادی ہے' اس وقت بن معاویہ (ابن مالک بن عوف) یہاں مقیم تھے اس لیے اس کا نام مسجد بنی معاویہ بھی ہے' ایک مرتبہ حضور اکرم ﷺ اس جگہ تشریف لائے۔ نماز کے بعد دیر تک دعا میں مشغول رہے۔ فراغت کے بعد فرمایا میں نے اپنے رب سے تین درخواستیں کی تھیں:

۱- میری امت کو (اجتماعی) قحط سالی کے عذاب سے تباہ نہ فرمایئے۔
۲- اسے غرق عام سے ہلاک نہ فرمایئے۔
۳- ان میں باہمی اختلاف اور خانہ جنگی نہ ہو۔

اللہ تعالیٰ نے ان میں سے اول کی دو درخواستیں قبول فرمالیں۔ مگر تیسری منظور نہیں فرمائی۔ محمد بن طلحہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اس مسجد میں آپ کے نماز پڑھنے کی جگہ محراب سے دائیں جانب دو گز کے فاصلہ پر ہے۔

۱۲- مسجدِ قبلتین

مدینہ منورہ کے شمال مغرب میں وادی عقیق کے قریب اونچائی پر واقع ہے اس کی ایک دیوار میں محراب کا نشان بنا ہوا ہے جس کا رخ بیت المقدس کی طرف ہے اور دوسری دیوار

میں بجانب کعبہ باقاعدہ محراب ہے۔ کہتے ہیں کہ تحویل قبلہ کا حکم عین حالت نماز میں اسی مسجد میں نازل ہوا تھا اسی لیے اسے مسجد قبلتین کہتے ہیں۔

۱۳- مسجد سجدہ

بستان بجیری اور بساتین صدقہ کے درمیان واقع ہے اس جگہ حضور اکرم ﷺ نے دو رکعت نماز ادا فرمائی اور کافی طویل سجدہ فرمایا اس کو مسجد بجیرہ بھی کہتے ہیں۔ یہ مسجد حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے مقام شہادت کی طرف لے جانے والے راستہ پر شرقی جانب دائیں ہاتھ پر ہے اسے مسجد طریق السافلہ اور مسجد ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ بھی کہتے ہیں۔

۱۴- مسجدِ اُبی

بقیع کے متصل ہے یہاں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کا مکان تھا۔ حضور ﷺ اکثر یہاں تشریف لاتے اور نماز ادا فرماتے تھے۔

۱۵- مسجد ابو بکر رضی اللہ عنہ

یہ مسجد غمامہ کے قریب شمالی جانب واقع ہے۔

۱۶- مسجد عمر رضی اللہ عنہ

یہ بھی غمامہ کے قریب قبا جانے والی سڑک پر بائیں ہاتھ پر واقع ہے۔

۱۷- مسجد علی رضی اللہ عنہ

یہ بھی مسجدِ غمامہ کے شمالی جانب مسجد ابو بکر کی لائن میں تھوڑے فاصلہ پر ہے۔ کہتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے محاصرہ کے وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنا مکان چھوڑ کر یہاں فروکش ہو گئے تھے۔

۱۸- مسجد مشربہ اُم ابراہیم رضی اللہ عنہ

محلہ عوالی میں مسجد قریظہ سے شمالی جانب حرہ شرقیہ کے نزدیک واقع ہے۔ یہ جگہ سیدنا ابراہیم رضی اللہ عنہ کی جائے پیدائش ہے اور حضور ﷺ نے اس جگہ بھی نماز ادا فرمائی ہے۔ مشربہ کے معنی باغ کے ہیں۔ یہاں حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کے کچھ باغ تھے اور آنحضرت ﷺ کے کچھ صدقات تھے جو آپ ﷺ نے فقراء و مساکین پر وقف فرما دیے تھے۔

☆

حصہ ششم

نکاح وطلاق

نکاح

نکاح ایک اسلامی طریقہ ہے جس کی بنا پر ایک مرد اور عورت میں ازدواجی تعلقات پیدا ہو جاتے ہیں۔ علمی طور پر نکاح کی تعریف یوں کی جاتی ہے کہ نکاح ایک معاہدہ ہے جو مرد اور عورت میں ہوتا ہے جس کا مقصد نفسانی خواہشات کی تکمیل اور حصول اولاد ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے نکاح کو حصن یعنی قلعہ سے تعبیر کیا ہے۔ جس سے مراد میاں بیوی کی عفت وعصمت کا تحفظ ہے۔ بہر کیف جب لڑکا یا لڑکی جوان ہو جائیں تو ان کا نکاح کرنا ضروری ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

وَاَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ وَالصّٰلِحِيْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَاِمَآئِكُمْ اِنْ يَّكُوْنُوْا فُقَرَآءَ يُغْنِهِمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ. (نور۔32)

اور تم اپنے میں سے بے شوہر عورتوں کا نکاح کر دیا کرو اور اپنے نیک غلاموں اور لونڈیوں کا بھی اگر وہ مفلس ہوں تو اللہ انہیں غنی کر دے گا اپنے فضل سے اللہ وسعت والا جاننے والا ہے۔

ایک اور مقام پر ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكٰتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ ط وَلَاَمَةٌ مُّؤْمِنَةٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكَةٍ وَّلَوْ اَعْجَبَتْكُمْ ط وَلَا تُنْكِحُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَتّٰى يُؤْمِنُوْا وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ وَّلَوْ اَعْجَبَكُمْ ط اُولٰٓئِكَ يَدْعُوْنَ اِلَى النَّارِ ج وَاللّٰهُ يَدْعُوْٓا اِلَى الْجَنَّةِ وَالْمَغْفِرَةِ بِاِذْنِهٖ ج وَيُبَيِّنُ اٰيٰتِهٖ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ. (البقرہ:۲۲۱)

مشرک عورتوں سے نکاح نہ کرو حتیٰ کہ وہ ایمان لے آئیں بیشک مسلمان لونڈی آزاد مشرکہ سے بہتر ہے اگرچہ وہ تمہیں اچھی معلوم ہو۔ اسی طرح مشرک مرد جب تک ایمان نہ لائیں مؤمن عورتوں سے ان کا نکاح نہ کرو۔ مشرک مرد سے مؤمن غلام بہتر ہے۔ خواہ مشرک مرد کتنا ہی اچھا کیوں نہ ہو۔ مشرک دوسروں کو آگ کی طرف بلاتے ہیں اور اللہ اپنے حکم سے جنت اور مغفرت کی طرف بلاتا ہے اور اپنی آیات کی وضاحت کرتا ہے تاکہ

لوگ سمجھداری سے کام لیں۔

نکاح کے متعلق پروردگار عالم نے ایک اور مقام پر وضاحت کرتے ہوئے ترغیب دی ہے کہ تم زیادہ سے زیادہ چار عورتوں سے نکاح کر سکتے ہو۔

وَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا فِی الْيَتٰمٰى فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَ ثُلٰثَ وَرُبٰعَ ج (نساء :3)

اور اگر تم کو اس بات کا خوف ہو کہ یتیم لڑکیوں کے بارے میں انصاف نہ کر سکو گے تو ان کے سوا جو عورتیں تم کو پسند ہوں دو دو یا تین تین یا چار چار سے نکاح کر لو۔

ان احکام الٰہی سے معلوم ہوا کہ نکاح کرنا ہر عاقل بالغ مسلمان مرد اور عورت کے لیے ضروری ہے۔ اگر کسی جوان مرد یا عورت کے ورثاء نکاح نہ کرتے ہوں تو اسے خود بھی اپنا نکاح کروا لینے کا پورا حق حاصل ہے۔ نکاح کرنا انبیاء کی سنت ہے کیونکہ تمام انبیاء اور رسولوں نے تقریباً نکاح کیا ہے۔ حضور ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ چار چیزیں انبیاء کی سنت میں سے ہیں۔ حیاء، خوشبو، مسواک اور نکاح۔ (ترمذی) نیز آپ کا ارشاد ہے کہ نکاح میری سنت ہے جو میری اس سنت کو نہ اپنائے وہ مجھ میں سے نہیں (مسلم) گویا کہ نکاح اسلام میں ہر لحاظ سے ضروری ہے۔ نکاح کی فضیلت اور دیگر شرعی احکام مندرجہ ذیل ہیں:

ا-فضائل نکاح

اسلام میں نکاح یعنی شادی کی بڑی اہمیت اور فضیلت ہے کیونکہ نکاح کے ذریعے برائی کا راستہ بند ہو جاتا ہے انسانی زندگی میں آسانی پیدا ہو جاتی ہے کیونکہ معاشرتی زندگی میں عورت کے بغیر کوئی رعنائی نہیں۔ نکاح دین کا ایک ضروری حصہ ہے۔ جس طرح زندگی کے لیے دوسری اشیاء ضروری ہیں ویسے ہی نکاح بھی ضروری ہے۔ اس سے انسانی نسل کا سلسلہ آگے بڑھتا ہے۔ اس ضرورت کی بنا پر حضور ﷺ نے نکاح کی بہت تاکید فرمائی ہے۔ اس ضمن میں آپ ﷺ کے ارشادات عالیہ حسب ذیل ہیں:

حدیث ۱: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے نوجوانوں کی جماعت! جو تم میں سے عورت رکھنے کی طاقت رکھتا ہے تو اسے نکاح کرنا چاہیے کیونکہ یہ نظر کو جھکاتا اور شرمگاہ کو محفوظ رکھتا ہے اور جو اس کی طاقت نہ رکھتا ہو تو وہ روزے رکھے کیونکہ یہ اس کے لیے خصی کرنا ہے۔ (مسلم شریف)

حدیث ۲: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب بندے نے نکاح کرلیا تو نصف دین کو اس نے مکمل کرلیا اور باقی نصف کے لیے اللہ کا تقویٰ اختیار کرے۔ (مشکوٰۃ شریف)

حدیث ۳: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو اللہ تعالیٰ سے پاک صاف حالت میں ملنا چاہے تو اسے چاہیے کہ آزاد کنواری عورتوں سے نکاح کرے۔ (مشکوٰۃ شریف)

حدیث ۴: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تین آدمیوں کی مدد کرنا اللہ تعالیٰ کے ذمہ کرم پر ہے۔ مکاتب جو کتاب ادا کرنے کا ارادہ رکھتا ہے۔ نکاح کا خواہشمند جو عفت کو بچانا چاہے اور اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والا۔ (ترمذی' ابن ماجہ)

حدیث ۵: حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں نے اپنے بعد کوئی ایسا فتنہ نہیں چھوڑا جو مردوں کے لیے عورتوں سے زیادہ ضرر پہنچانے والا ہو۔ (بخاری شریف)

حدیث ۶: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا دنیا میٹھی اور سرسبز ہے اور اللہ تعالیٰ تمہیں اس میں خلافت دینے والا ہے پس دیکھو کہ تم کیسے عمل کرتے ہو۔ دنیا سے محتاط ہو اور عورتوں سے محتاط رہو کیونکہ بنی اسرائیل میں جو فتنہ سب سے پہلے آیا وہ عورتوں میں تھا۔ (مسلم شریف)

حدیث ۷: حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کے مجرد رہنے کو پسند نہیں فرمایا۔ اگر آپ انہیں اجازت مرحمت فرمادیتے تو ہم اپنے آپ کو خصی کرلیتے۔ (بخاری شریف)

حدیث ۸: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تمہیں کوئی نکاح کا پیغام دے جس کے دین اور اخلاق سے تم خوش ہو تو اس سے نکاح کرلو اگر تم ایسا نہیں کرو گے تو زمین میں فتنہ برپا ہوگا اور لمبا چوڑا فساد ہوگا۔ (ترمذی)

حدیث ۹: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ بدقسمتی عورت' گھر اور گھوڑے میں ہوتی ہے۔ (مسلم شریف) اور ایک روایت میں ہے کہ نحوست تین چیزوں میں ہوتی ہے۔ عورت' رہائش گاہ اور سواری میں۔ (مسلم شریف)

حدیث ۱۰: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم نے نکاح کی طرح دو محبت کرنے والے نہیں دیکھے ہوں گے۔ (مشکوۃ شریف)

۲-اچھی عورتوں کے خصائل

نکاح میں لانے کے لیے نیک سیرت اور خوبصورت کنواری عورتوں کو منتخب کرنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے اس لیے رشتہ تلاش کرتے وقت عورت میں یہ خوبیاں مدنظر رکھنی چاہئیں کہ عورت کا چال چلن درست ہو اچھی عقل اور صورت والی ہو اولاد جننے والی ہو یعنی بانجھ نہ ہو۔ کم مہر لینے والی ہو۔ مناسب خرچہ پر گزارہ کرنے والی ہو اور اپنے خاوند سے محبت کرنے والی ہو۔ یہ ایسی خوبیاں ہیں کہ جس عورت میں ہوں گی وہ اچھی بیوی ثابت ہوگی۔
نیک بیوی کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات مندرجہ ذیل ہیں:

حدیث ۱: حضرت عبداللہ بن عمر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ساری دنیا ہی دولت ہے اور دنیا کی بہترین دولت نیک بیوی ہے (مسلم شریف)

حدیث ۲: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عورتوں کے ساتھ چار وجہ سے نکاح کیا جاتا ہے۔ اس کے مال اس کے حسب نسب اس کے حسن و جمال اور اس کے دین کے باعث تیرے ہاتھ خاک آلود ہوں تو دین والی کو ترجیح دے۔ (بخاری شریف)

حدیث ۳: حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مؤمن نے اللہ کے تقویٰ کے بعد نیک بیوی سے بہتر کوئی بھلائی حاصل نہیں کی۔ اگر اسے حکم دے تو اطاعت کرتی ہے۔ اس کی طرف دیکھے تو خوش کرتی ہے اگر اس پر قسم ڈالے تو پورا کر دیتی ہے اور اگر وہ غائب ہو تو جان و مال میں اس کی خیر خواہی کرتی ہے۔ (ابن ماجہ)

حدیث ٤: عبدالرحمٰن بن سالم بن عتبہ بن عویم بن ساعدہ انصاری کے والد ماجد نے ان کے جد امجد سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کنواری لڑکیوں سے نکاح کیا کرو کیونکہ وہ منہ کی میٹھی زیادہ بچے جننے والی اور تھوڑی چیز پر راضی ہو جانے والی ہوتی ہیں۔ (ابن ماجہ)

حدیث ٥: حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا محبت کرنے والی عورت سے نکاح کیا کرو تاکہ میں تمہاری کثرت کے باعث دوسری امتوں پر فخر

کروں۔(ابوداؤد نسائی)

حدیث ٦: حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک غزوہ میں ہم نبی کریم ﷺ کے ہمراہ کے ہمراہ تھے جب ہم کہنے لگے کہ مدینہ منورہ کے قریب آ گئے تو میں عرض گزار ہوا یا رسول اللہ! مجھے نکاح کیے ہوئے چند روز ہوئے ہیں۔فرمایا کہ تم نے نکاح کر لیا؟ عرض کی ہاں! فرمایا کہ کنواری ہے یا شوہر دیدہ؟ عرض گزار ہوا کہ شوہر دیدہ۔فرمایا کہ کنواری سے کیوں نہ کی کہ تم اس سے دل بہلاتے اور وہ تم سے؟ جب ہم داخل ہونے ہی والے تھے تو فرمایا۔ذرا ٹھہرو کیونکہ ہم رات میں یا عشاء کے وقت داخل ہوں گے تا کہ بکھرے ہوئے بالوں والی کنگھی کر لے اور جن کے خاوند موجود نہ تھے وہ موئے زیر ناف کی صفائی کر لیں۔(بخاری شریف)

حدیث ٧: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بہترین عورتیں اونٹوں پر سوار ہونے والی ہیں' نیک قریش کی عورتیں ہیں جو اپنی اولاد پر ان کے بچپن میں شفیق اور خاوند کا جو مال ان کی تحویل میں ہو اس کی محافظ ہوتی ہیں۔(مسلم شریف)

٣-رشتہ دیکھنا

نکاح کرنے کے لیے ورثاء کے لیے ضروری ہے کہ جب بچہ یا بچی بالغ ہو جائیں تو رشتہ تلاش کریں کیونکہ بیٹا یا بیٹی جوان ہونے پر ان کی شادی نہ کرنا گناہ کے زمرے میں شامل ہو جاتا ہے۔اس لیے مناسب رشتہ دیکھ کر نکاح کر دینا ضروری ہے۔کیونکہ:

حدیث ١: حضرت عمر اور حضرت انس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا توریت میں لکھا ہوا ہے کہ جس کی بیٹی بارہ سال کی ہو گئی اور وہ اس کا نکاح نہ کرے اگر وہ گناہ میں مبتلا ہوئی تو گناہ باپ پر ہو گا۔(بیہقی)

حدیث ٢: حضرت ابوسعید اور حضرت عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس کے گھر لڑکا پیدا ہو تو اس کا اچھا نام رکھے اور اسے ادب سکھائے۔جب بالغ ہو جائے تو اس کا نکاح کر دے۔اگر بالغ ہونے پر اس کا نکاح نہ کرے اور اس نے گناہ کیا تو اس کا گناہ اس کے باپ پر ہو گا۔(بیہقی)

حدیث ٣: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔جب تم میں سے کوئی کسی عورت کو نکاح کا پیغام دے تو جس کو نکاح کا پیغام دیا ہے اگر اسے دیکھ سکتا ہے تو دیکھ لے۔(ابوداؤد)

حدیث ٤: حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے ایک عورت کو نکاح کا پیغام دیا تو رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا کیا تم نے اسے دیکھ لیا ہے؟ عرض گزار ہوا کہ نہیں۔ فرمایا کہ اسے دیکھ لو۔ کیونکہ دیکھنا تم دونوں کے درمیان محبت کا باعث ہوگا۔ (احمد' ترمذی' دارمی' نسائی' ابن ماجہ)

حدیث ٥: حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اچانک نظر کے بعد دوسری نظر نہ ڈالنا کیونکہ پہلی نظر معاف ہے اور دوسری معاف نہیں ہے۔ (ترمذی)

حدیث ٦: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک آدمی نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض گزار ہوا کہ میں ایک انصاری عورت سے نکاح کرنا چاہتا ہوں۔ فرمایا کہ اسے دیکھ لو کیونکہ انصار کی آنکھوں میں کچھ خرابی ہوتی ہے۔ (مسلم)

ان احادیث سے یہ بات بھی واضح ہوتی ہے کہ رشتہ کرنے والے طرفین رشتہ دیکھ کر سوچ سمجھ کر کریں۔ والدین جو مناسب سمجھیں کریں مگر رشتہ دیکھتے ہوئے لڑکے اور لڑکی کی رائے معلوم کر لینا بھی ضروری ہے۔

۴-ایجاب وقبول

ایجاب اور قبول نکاح کا لازمی حصہ ہے اپنے آپ کو دوسرے کی زوجیت میں دینے کا نام ایجاب ہے اور دوسرے کی طرف سے تسلیم کر لینے کا نام قبول ہے۔ ایجاب وقبول کا صحیح اور مسنون طریقہ یہ ہے کہ ولی عورت سے اجازت لے کر شوہر کو یوں کہے کہ بسم اللہ والحمد للہ میں نے فلاں عورت کو تیرے نکاح میں بعوض اتنے حق مہر کے وظیفہ زوجیت کے لیے دیا اور جواب میں دولہا کہے کہ میں نے قبول کیا۔ ایجاب وقبول نکاح کا رکن ہے' جو کہے وہ ایجاب ہے اور اس کے جواب میں دوسرے کے جواب کو قبول کہا جاتا ہے۔ اس کے متعلق شرعی مسائل مندرجہ ذیل ہیں:

مسئلہ ١: ایجاب وقبول میں ماضی کا صیغہ ہونا ضروری ہے مثلاً یوں کہے کہ میں نے اپنایا اپنی لڑکی یا اپنی مؤکلہ کا تجھ سے نکاح کیا یا ان کو تیرے نکاح میں دیا۔ وہ کہے میں نے اپنے لیے یا اپنے بیٹے یا مؤکل کے لیے قبول کیا یا ایک طرف سے امر کا صیغہ اور دوسری طرف سے ماضی کا۔ مثلاً یوں کہے کہ تو مجھ سے اپنا نکاح کر دے یا تو میری عورت ہو جا۔ اس نے کہا

میں نے قبول کیا یا زوجیت میں دیا' نکاح ہو جائے گا۔ ایک طرف سے حال کا صیغہ ہو' دوسری طرف سے ماضی کا۔ مثلاً کہے تو مجھ سے اپنا نکاح کرتی ہے؟ اس نے کہا کر دیا تو ہو گیا' یا یوں کہ میں تجھ سے نکاح کرتا ہوں۔ اس نے کہا میں نے قبول کیا تو ہو جائے گا۔ ان دونوں صورتوں میں پہلے شخص کو اس کی ضرورت نہیں کہ کہے کہ میں نے قبول کیا' اور اگر کہا تو نے اپنی لڑکی کا مجھ سے نکاح کیا؟ اس نے کہا کر دیا' یا کہا ہاں! تو جب تک پہلا شخص یہ نہ کہے کہ میں نے قبول کیا نکاح نہ ہوگا اور ان لفظوں سے کہ نکاح کروں گا یا قبول کروں گا' نکاح نہیں ہو سکتا۔ (عالمگیری)

مسئلہ ۲ : دونوں موجود ہیں۔ ایک نے ایک پرچہ پر لکھا میں نے تجھ سے نکاح کیا اور دوسرے نے بھی لکھ دیا یا زبان سے کہا۔ میں نے قبول کیا۔ نکاح نہ ہوا اور ایک اگر موجود ہے دوسرا غائب' اس غائب نے لکھ بھیجا' اس موجود نے گواہوں کے سامنے پڑھا یا کہا فلاں نے ایسا لکھا۔ میں نے اپنا نکاح اس سے کیا تو ہو گیا اور اگر اس کا لکھا ہوا نہ سنایا نہ بتایا۔ فقط اتنا کہہ دیا کہ میں نے اس سے اپنا نکاح کر دیا تو نہ ہوا۔ ہاں اگر اس میں امر کا لفظ تھا مثلاً تو مجھ سے نکاح کر تو گواہوں کو خط سنانے یا مضمون بتانے کی حاجت نہیں اور اگر موجود نے اس کے جواب میں زبان سے کچھ نہ کہا بلکہ وہ الفاظ لکھ دیے جب بھی نہ ہوا۔ عورت نے مرد سے ایجاب کے الفاظ کہے' مرد نے اس کے جواب میں قبول کے لفظ نہ کہے اور مہر کے روپے دے دیے' تو نکاح نہ ہوا۔ (ردالمختار)

مسئلہ ۳ : بعض ایسی صورتیں بھی ہیں جن میں ایک ہی لفظ سے نکاح ہو جائے گا۔ مثلاً چچا کی نابالغ لڑکی سے نکاح کرنا چاہتا ہے اور ولی یہی ہے تو دو گواہوں کے سامنے اتنا کہہ دینا کافی ہے کہ میں نے اس سے اپنا نکاح کیا۔ یا لڑکا لڑکی دونوں نابالغ ہیں اور ایک ہی شخص دونوں کا ولی ہے یا مرد و عورت دونوں نے ایک شخص کو وکیل کیا۔ اس ولی یا وکیل نے یہ کہا کہ میں نے فلاں کا فلاں کے ساتھ نکاح کر دیا' ہو گیا۔ ان سب صورتوں میں قبول کی کچھ حاجت نہیں۔ (جوہرہ نیرہ)

مسئلہ ٤ : یہ اقرار کہ یہ میری عورت ہے' نکاح نہیں یعنی اگر پیشتر سے نکاح نہ ہوا تو فقط یہ اقرار نکاح قرار نہ پائے گا۔ البتہ قاضی کے سامنے دونوں ایسا اقرار کریں تو وہ حکم دے دے گا کہ یہ میاں بیوی ہیں۔ اگر گواہوں کے سامنے اقرار کیا گواہوں نے کہا تم دونوں نے نکاح

کیا' کہا ہاں! تو ہو گیا۔ (درمختار)

مسئلہ ۵: عورت سے کہا کہ تو میری ہو گئی' اس نے کہا ہاں! میں تیری ہو گئی۔ یا عورت سے کہا بعوض اتنے کے تو میری عورت ہو جا۔ اس نے قبول کیا۔ یا عورت نے مرد سے کہا کہ میں نے تجھ سے اپنی شادی کی' مرد نے قبول کیا یا مرد نے عورت سے کہا تو نے اپنے کو میری عورت کہا اس نے کہا کیا' تو ان سب صورتوں میں نکاح ہو جائے گا۔ (بہار شریعت)

مسئلہ ٦: ایک شخص نے منگنی کا پیغام کسی کے پاس بھیجا۔ یہ پیغام لے جانے والوں نے وہاں جا کر کہا تو نے اپنی لڑکی ہمیں دی۔ اس نے کہا دی' نکاح نہ ہوا۔ (عالمگیری)

مسئلہ ۷: لڑکے کے باپ نے لڑکی کے باپ کے پاس پیغام دیا۔ اس نے کہا میں نے تو اس کا فلاں سے کر دیا ہے۔ اس نے کہا نہیں تو' اس نے کہا اگر میں نے اس سے نکاح نہ کیا ہو تو تیرے بیٹے سے کر دیا اس نے کہا میں نے قبول کیا' بعد کو معلوم ہوا کہ اس لڑکی کا نکاح کسی سے نہیں ہوا تھا تو یہ نکاح صحیح ہو گیا۔ (عالمگیری)

مسئلہ ۸: عورت نے مرد سے کہا۔ میں نے تجھ سے اپنا نکاح کیا اس شرط پر کہ مجھے اختیار ہے جب چاہوں اپنے کو طلاق دے لوں۔ مرد نے قبول کیا تو نکاح ہو گیا اور عورت کو اختیار رہا جب چاہے اپنے کو طلاق دے لے۔ (عالمگیری)

مسئلہ ۹: نکاح میں مہر کا ذکر ہو تو ایجاب پورا جب ہو گا کہ مہر بھی ذکر کر لے مثلاً یہ کہتا تھا کہ فلاں عورت تیرے نکاح میں دی بعوض ہزار روپے کے اور مہر بھی ذکر سے پیشتر اس نے کہا میں نے قبول کی' نکاح نہ ہوا کہ ابھی ایجاب پورا نہ ہوا تھا اور اگر مہر کا ذکر نہ ہوتا تو ہو جاتا۔ (درمختار' ردالمختار)

مسئلہ ۱۰: کسی نے لڑکی کے باپ سے کہا کہ میں تیرے پاس اس لیے آیا کہ تو اپنی لڑکی کا نکاح مجھ سے کر دے۔ اس نے کہا میں نے اس کو تیرے نکاح میں دیا' نکاح ہو گیا۔ قبول کی بھی حاجت نہیں' بلکہ اسے اب یہ اختیار نہیں کہ قبول نہ کرے۔ (ردالمختار)

۵- اجازتِ نکاح

نکاح کے لیے لڑکی کی اجازت اور رضامندی ضروری ہے۔ والدین کی رضامندی ایک طرح کی لڑکی کی طرف سے رضامندی کہلاتی ہے مگر اس کے باوجود جس لڑکی کا نکاح ہو' اسے آگاہ کرنا چاہیے۔ کیونکہ شرعاً عورت کی اجازت اور رضامندی کے بغیر نکاح کر دیا

جائے تو نکاح نہیں ہوگا' لڑکی کو جب یہ بتلایا جائے کہ تمہارا نکاح فلاں سے کیا جائے اگر وہ خاموش رہے تو اس کی خاموشی رضامندی کے مترادف تصور کی جائے گی۔ نکاح سے پہلے عورت کی رضامندی حاصل کرنے کے بارے میں حضور ﷺ کے ارشادات حسب ذیل ہیں:

حدیث ۱: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ بیوہ ولی کی نسبت اپنے نفس کی زیادہ حقدار ہے اور کنواری سے اس کی ذاتی رائے لی جائے گی اور خاموشی اس کی اجازت ہے۔ دوسری روایت میں ہے کہ شوہر دیدہ اپنے نفس کا ولی سے زیادہ حق رکھتی ہے اور کنواری سے اس کا باپ اس کی ذاتی رائے لے گا اور خاموش ہو جانا اس کا اجازت دینا ہے۔ (مسلم شریف)

حدیث ۲: حضرت خنساء بنت خزام رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ جب وہ بیوہ تھیں تو ان کے والد ماجد نے ان کا نکاح کر دیا اور وہ اسے ناپسند کرتی تھیں۔ پس وہ رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہو گئیں اور آپ ﷺ نے اس نکاح کو رد فرما دیا۔ (بخاری)

حدیث ۳: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ یتیم لڑکی سے اس کی مرضی دریافت کی جائے اگر وہ خاموش رہے تو یہ اس کی اجازت ہے اگر انکار کرے تو اس پر جبر کرنا جائز نہیں۔ (ترمذی۔ درمختار)

اجازت نکاح کے متعلق شرعی مسائل مندرجہ ذیل ہیں:

مسئلہ ۱: عورت بالغہ عاقلہ کا نکاح بغیر اس کی اجازت کے کوئی نہیں کر سکتا' نہ باپ نہ کوئی اور' کنواری ہو یا بیاہی۔ یونہی مرد عاقل بالغ آزاد کا نکاح اس کی مرضی کے برخلاف کوئی نہیں کر سکتا۔ (عالمگیری۔ درمختار)

مسئلہ ۲: کنواری عورت سے اس کے ولی کے وکیل یا قاصد نے اذن مانگا یا ولی نے بلا اجازت لیے نکاح کر دیا اور اب عورت کو اس کی خبر دی گئی اور عورت خاموش رہی یا ہنسی یا مسکرائی یا بغیر آواز کے روئی تو ان سب صورتوں میں اذن سمجھا جائے گا کہ پہلی صورت میں نکاح کر دینے کی اجازت ہے اور دوسری صورت میں نکاح کیا ہوا منظور ہے۔ (درمختار)

مسئلہ ۳: اذن طلب کرتے وقت اس نے سن کر کچھ جواب نہ دیا اس لیے کہ اسے کھانسی یا چھینک آ گئی یا کسی نے اس کا منہ بند کر دیا کہ بول نہ سکی تو ان صورتوں میں وہ چپ رہنا اجازت نہیں اس کے بعد وہ رد کر سکتی ہے اور ہنسنا اگر بطور مذاق اڑانے کے ہو یا رونا آواز

سے ہوتو اذن نہیں۔(عالمگیری)

مسئلہ ٤: ولی کسی عورت سے خود اپنا نکاح کرنا چاہتا ہے اور اجازت لینے گیا اور اس نے خاموشی اختیار کی تو یہ اجازت ہے اور نکاح کرنے کے بعد اسے خبر دی اور عورت نے خاموشی اختیار کی تو یہ اجازت نہ ہوگی۔(درمختار)

مسئلہ ٥: اذن لینے میں یہ ضروری ہے کہ جس سے نکاح کرتا ہو اس کا نام اس طرح لیا جائے کہ وہ عورت اس مرد کو پہچان سکے۔ اور بہتر یہ ہے کہ اذن لیتے وقت مہر کا بھی ذکر کر دیا جائے۔(درمختار)

مسئلہ ٦: ولی نے نکاح کر دیا عورت کو خبر پہنچی اس نے سکوت کیا مگر اس وقت شوہر مر چکا تھا تو یہ اذن نہیں اور اگر شوہر کے مر جانے کے بعد کہتی ہے کہ میرے اذن سے میرے باپ نے اس سے نکاح کیا اور شوہر کے ورثا انکار کریں تو میرے اذن کے بغیر نکاح ہوا مگر جب نکاح کی خبر پہنچی۔ میں نے نکاح کو جائز کیا تو اب ورثا کا قول معتبر ہے اب مہر نہ پائے گی نہ میراث رہا یہ کہ عدت گزارے گی یا نہیں۔ اگر واقع میں سچی ہے تو عدت گزارے ورنہ نہیں مگر نکاح کرنا چاہے تو عدت تک روکی جائے گی کہ جب اس نے اپنا نکاح ہونا بیان کیا تو اب بغیر عدت کیونکر نکاح کرے گی۔(عالمگیری، درمختار، ردالمختار)

مسئلہ ٧: کسی خاص کی نسبت عورت سے اذن مانگا اس نے انکار کر دیا مگر ولی نے اس سے نکاح کر دیا اب خبر پہنچی اور ساکت رہی تو یہ اذن ہو گیا اور اگر کہا کہ میں تو پہلے ہی سے اس سے نکاح نہیں چاہتی ہوں تو یہ رد ہے اور اگر جس وقت خبر پہنچی انکار کیا پھر بعد کو رضا ظاہر کی تو یہ نکاح جائز نہ ہوا۔(درمختار، ردالمختار)

مسئلہ ٨: عورت سے اذن لینے گئے اس نے کہا کسی اور سے ہوتا تو بہتر تھا تو یہ انکار ہے اور اگر نکاح کے بعد خبر دی گئی اور عورت نے وہی لفظ کہے تو قبول سمجھا جائے۔(درمختار)

مسئلہ ٩: اذن لینے میں یہ بھی ضروری ہے کہ جس سے نکاح کرنے کا ارادہ ہو اس کا نام اس طرح لیا جائے جس کو وہ عورت جان سکے۔ اگر یوں کہا کہ ایک مرد سے تیرا نکاح کر دوں یا یوں کہ فلاں قوم کے ایک شخص سے نکاح کر دوں تو یوں اذن نہیں ہو سکتا اور یوں کہا کہ فلاں یا فلاں سے تیرا نکاح کر دوں اور عورت نے سکوت کیا تو اذن ہوگا ان دونوں میں جس سے چاہے کر دے یا یوں کہا کہ پڑوس والوں میں سے کسی سے نکاح کر دوں یا یوں کہا

کہ چچازاد بھائیوں میں سے کسی سے نکاح کردوں اور سکوت کیا اور ان دونوں صورتوں میں ان سب کو جانتی بھی ہو تو اذن ہو گیا ان میں سے جس سے کرے گا ہو جائے گا اور سب کو جانتی نہ ہو تو اذن نہیں۔ (درمختار ردالمحتار)

مسئلہ ۱۰: اجازت جس طرح قول سے ہوتی ہے مثلاً عورت خبر نکاح سن کر کے میں نے جائز کیا یا اجازت دے دی یا راضی ہوئی یا مجھے قبول ہے یا اچھا کیا یا خدا مبارک کرے وغیرہا الفاظ رضا۔ یونہی اس فعل یا حال سے بھی ہو جاتی ہے جس سے رضامندی سمجھی جائے مثلاً عورت مبارک باد لے یا خبر نکاح سن کر خوشی سے ہنسے یا مسکرائے وغیرہ وغیرہ (فتاوی رضویہ)

٦۔ نکاح کا ولی

ولی سے مراد وہ شخص ہے جسے لڑکے یا لڑکی کا نکاح کرنے کا اختیار ہو۔ ولی کے لیے عاقل اور بالغ ہونا ضروری ہے اس لیے بچہ اور مجنون ولی نہیں ہو سکتا۔ مسلمان کے نکاح میں ولی کا مسلمان ہونا بھی ضروری ہے۔ کوئی غیر مسلم مسلمان کا ولی نہیں ہو سکتا۔ ولی بننے کے چار اسباب ہیں۔ جن میں پہلا سبب رشتہ داری ہے جیسا کہ باپ بیٹی کا نکاح کر سکتا ہے۔ دوسرا سبب ملک یعنی ملکیت ہے' تیسرا سبب ولا ہے اور چوتھا سبب حاکمیت ہے یعنی کوئی حاکم لاوارث کا نکاح کر دے۔ نکاح کے لیے ولی کو لازم قرار دیا گیا ہے۔ اس کے متعلق حضور ﷺ کے ارشادات حسب ذیل ہیں:

حدیث ۱: حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ولی کے بغیر نکاح نہیں۔ (احمد' ترمذی' ابوداؤد' ابن ماجہ' دارمی)

حدیث ۲: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس عورت نے اپنے ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کیا تو اس کا نکاح باطل ہے اس کا نکاح باطل ہے۔ اگر مرد نے اس سے صحبت کر لی تو عورت کو اتنا مہر ملے گا کہ جتنا اس کی شرمگاہ سے فائدہ اٹھایا ہے۔ اگر لوگ اختلاف کریں تو جس کا کوئی ولی نہ ہو اس کا ولی سلطان ہے۔ (احمد)

حدیث ۳: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ ایک کنواری لڑکی نے رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر ذکر کیا کہ اس کے والد ماجد نے اس کا نکاح کر دیا جس کو وہ ناپسند کرتی ہے۔ پس نبی کریم ﷺ نے اس کو اختیار دیا۔ (ابوداؤد)

حدیث ٤: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کوئی عورت دوسری عورت کا نکاح نہ کرے اور نہ کوئی عورت اپنا نکاح خود کرے کیونکہ زنا کار وہی ہے جو اپنا نکاح خود کرتی ہے۔ (ابن ماجہ)

حدیث ٥: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا جو غلام اپنے آقا کی اجازت کے بغیر نکاح کرے تو وہ بدکار ہے۔ (ترمذی' ابوداؤد' دارمی)

نکاح کی ولایت کے متعلق شرعی مسائل حسب ذیل ہیں:

مسئلہ ١: اولاد کا سب سے پہلا ولی ان کا والد ہے۔ اگر باپ نہ ہو تو دادا' وہ نہ ہو تو پردادا' اگر یہ لوگ کوئی نہ ہوں تو سگا بھائی۔ سگا بھائی نہ ہو تو سوتیلا بھائی یعنی باپ شریک بھائی' پھر بھتیجا پھر بھتیجے کا لڑکا' پھر بھتیجے کا پوتا' یہ لوگ نہ ہوں تو سگا چچا' پھر سوتیلا چچا یعنی باپ کا سوتیلا بھائی' پھر سگے چچا کا لڑکا پھر اس کا پوتا۔ پھر سوتیلے چچا کا لڑکا' پھر اس کا پوتا' یہ کوئی نہ ہوں تو باپ کا چچا ولی ہے' پھر اس کی اولاد' اگر باپ کا چچا پھر اس کے لڑکے' پوتے' پروتے کوئی نہ ہوں تو دادا کا چچا پھر اس کے لڑکے پوتے پروتے وغیرہ۔ یہ کوئی نہ ہو تب ماں ولی ہے' پھر دادی پھر نانی پھر حقیقی بہن پھر سوتیلی بہن جو شریک ہو پھر جو بھائی بہن ماں شریک ہوں۔ پھر پھوپی پھر ماموں پھر خالہ وغیرہ۔ (کتاب النکاح من الہدایہ)

مسئلہ ٢: نکاح کے سلسلے میں بالغ عورت پر ولی اپنی رائے زبردستی نہیں ٹھونس سکتا وہ خود مختار ہے جس سے چاہے نکاح کرے۔ اگر اس نے ولی کی اجازت کے بغیر اپنی مرضی سے کسی کے ساتھ نکاح کر لیا تو اس طرح نکاح تو ہو گیا لیکن اس کے ہونے کے لیے یہ شرط ہے کہ خاوند اس کا کفو ہو یعنی اس کی حیثیت سے کم حیثیت والا نہ ہو۔ نسب' چال چلن' سیرت میں اتنا کم نہ ہو کہ اس ساتھ اس کا نکاح ہو جانا عورت کے خاندان کے شایان شان نہ ہو اگر ایسا ہے تو نکاح درست نہ ہو گا۔ اگر نکاح تو اپنے کفو یعنی اپنی حیثیت کے مطابق والے سے کیا لیکن اس کے اپنے خاندان کے مطابق مہر مقرر نہیں کیا گیا تو اس نکاح کو ولی منسوخ کروا سکتا ہے۔ (درمختار)

مسئلہ ٣: نابالغ نے اپنا نکاح خود کیا اور نہ اس کا ولی ہے نہ وہاں حاکم تو یہ نکاح موقوف ہے۔ بالغ ہو کر اگر جائز کر دے گا ہو جائے گا اور اگر نابالغ نے بالغ عورت سے نکاح کیا پھر غائب ہو گیا پھر عورت نے دوسرا نکاح کیا اور نابالغ نے بلوغ کے وقت نکاح جائز کر دیا تھا اگر دوسرا نکاح اجازت سے پہلے کیا تو دوسرا ہو گیا اور بعد میں کیا تو نہیں بلکہ اب اس کی

جدید اجازت درکار ہے۔ (درمختار، ردالمحتار)

مسئلہ ٤: قریبی ولی غائب ہونے کی صورت میں دور والا ولی اگر نکاح کر دے تو نکاح صحیح ہوگا اور اگر اس کی موجودگی میں نکاح کیا تو اس کی اجازت پر موقوف ہے۔ محض اس کا سکوت کافی نہیں بلکہ صراحۃً یا دلالۃً اجازت کی ضرورت ہے یہاں تک کہ قریبی والی مجلس میں موجود ہو تو یہ بھی اجازت نہیں اور اگر قریبی ولی نے نہ اجازت دی تھی نہ رد کیا اور مر گیا یا غائب ہو گیا کہ اب ولایت اسی دور والے کو پہنچی تو وہ قبل میں اس کا نکاح کر دینا اجازت نہیں بلکہ اب اس کی جدید اجازت درکار ہے۔ (درمختار، ردالمحتار)

مسئلہ ٥: ولی کے غائب ہونے سے مراد یہ ہے کہ اگر اس کا انتظار کیا جائے تو وہ جس نے پیغام دیا ہے اور کفو بھی ہے ہاتھ سے جاتا رہے گا۔ اگر ولی قریب مفقود الخبر ہو یا کہیں دورہ کرتا ہو کہ اس کا پتہ معلوم نہ ہو یا وہ ولی اس شہر میں چھپا ہوا ہے مگر لوگوں کو اس کا حال معلوم نہیں اور دور کے ولی نے نکاح کر دیا اور اب ظاہر ہوا تو نکاح صحیح ہو گیا۔ (خانیہ وغیرہا)

مسئلہ ٦: نابالغہ کا انکار و اقرار کوئی چیز نہیں۔ ان کے حق میں مسنون طریقہ یہ ہے کہ اولیاء خود ایجاب و قبول کریں یا ان کی اجازت سے ان کے وکیل نابالغوں سے ایجاب و قبول کہلوانے کی ضرورت نہیں۔ اگر چہ وہ بات سمجھتے اور الفاظ و معنیٰ کا قصد کر سکتے ہوں تاہم اگر ولی کی اجازت سے ہے تو نافذ بھی ہے ورنہ اجازت ولی پر موقوف ہے جبکہ کوئی مانع شرعی نہ ہو۔ (فتاویٰ رضویہ وغیرہ)

مسئلہ ٧: نابالغ لڑکا اور لڑکی اگر چہ ثیب ہو ان کے نکاح پر ان کے ولی کو ولایت اجبار حاصل ہے یعنی اگر چہ لوگ نہ چاہیں ولی نے جب نکاح کر دیا تو ہو گیا۔ پھر اگر باپ دادا نے نکاح کر دیا تو اگر مہر مثل سے بہت کم یا بہت زیادہ پر کیا غیر کفو سے کیا جب بھی ہو جائے گا بلکہ لازم ہو جائے گا کہ ان کو بالغ ہونے کے بعد اس نکاح کو توڑنے کا اختیار نہیں اور اگر باپ دادا کے سوا کسی اور نے کیا ہے اور غیر کفو یا مہر مثل میں زیادہ کمی بیشی کے ساتھ ہو تو مطلقاً صحیح نہیں اور اگر کفو سے مہر مثل سے کیا ہے تو صحیح ہے مگر بالغ ہونے کے بعد فسخ کا اختیار رہے گا۔ اگر چہ خلوت بلکہ وطی ہو چکی ہو۔ (درمختار وغیرہ)

٧۔ گواہان نکاح

شریعت کے طریقہ نکاح میں دو آزاد عاقل بالغ اور مسلمان گواہوں کا ہونا ضروری ہے

ان کی گواہی کے بغیر نکاح نہ ہوگا۔ گواہی کے متعلق حضور ﷺ کے ارشادات حسب ذیل ہیں۔

حدیث ۱: حضور ﷺ نے فرمایا کہ جو عورتیں گواہوں کے بغیر نکاح کر لیتی ہیں وہ زنا کرنے والی ہیں۔ (ترمذی شریف)

حدیث ۲: حضور ﷺ نے فرمایا کہ ولی اور دو نیک سچے گواہوں کے بغیر نکاح نہیں ہو سکتا۔ (بیہقی)۔

حدیث ۳: حضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ نکاح میں چار چیزیں ہونا ضروری ہیں۔ ولی۔ زوج' ایجاب وقبول۔ (دار قطنی)

نکاح کی شہادت سے متعلقہ شرعی مسائل حسب ذیل ہیں:

مسئلہ ۱: نکاح کے لیے کم از کم دو عاقل بالغ گواہوں کی گواہی یا ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی ضروری ہے یعنی ان کے سامنے نکاح کیا جائے۔ گواہوں کا مسلمان ہونا بھی شرط ہے لہٰذا مسلمان عورت کا نکاح غیر مسلم گواہوں کی شہادت سے نہیں ہوگا۔ (عین الہدایہ)

مسئلہ ۲: اگر نکاح کے وقت مرد کوئی نہ ہو بلکہ عورتیں ہوں خواہ تعداد میں کتنی ہوں ان کی گواہی سے نکاح نہیں ہوگا۔ کیونکہ دو عورتوں کی گواہی کے ساتھ شریعت کی رو سے ایک مرد کی گواہی ضروری ہے اگر ان عورتوں میں صرف ایک مرد گواہی دیدے تو نکاح ہو جائے گا۔ (عین الہدایہ)

مسئلہ ۳: دو مسلمان گواہ تو موجود ہوں لیکن ایک ان میں بالغ اور ایک نابالغ ہو تو ان کی شہادت سے نکاح نہیں ہوگا۔ اسی طرح ایک مرد اور دو عورتوں کی موجودگی میں نکاح ہو مگر وہ عورتیں بالغ نہ ہوں تو ان کی گواہی قابل قبول نہ ہوگی اور نکاح درست نہ ہوگا۔ (عالمگیری)

مسئلہ ۴: اگر گواہ بیٹھے ہوئے یا لیٹے ہوئے سو رہے ہوں اور ان کی موجودگی میں نکاح ہوا تو نکاح نہ ہوگا کیونکہ گواہان کا ہوش اور عقل کے ساتھ نکاح کو ہوتے ہوئے دیکھنا' اور سننا ضروری ہے۔ ایسے ہی اگر گواہ بہرے ہوں اور ان کی موجودگی میں نکاح کیا گیا تو نکاح نہ ہو گا کیونکہ انہوں نے نکاح کے الفاظ نہیں سنے۔ ایسے ہی ایک گواہ سننے والا ہو اور ایک بہرا ہو بہرے نے نکاح کے الفاظ نہ سنے تو نکاح نہیں ہوگا۔ (بہار شریعت)

مسئلہ ۵: اگر گواہان ایسے ہوں جو زبان نہ جانتے ہوں یعنی غیر ملکی ہوں مگر مسلمان ہوں اور ان کی موجودگی میں نکاح ہوا اور ان کے شعور میں ہو کہ نکاح ہوا ہے اور انہوں نے نکاح

کے الفاظ بھی سن لیے تو اس صورت میں نکاح ہو جائے گا۔ (فتاویٰ عالمگیری)

مسئلہ ۶: ایک شخص نے کسی سے کہا کہ میری نابالغہ لڑکی کا نکاح فلاں سے کر دے اس نے ایک گواہ کے سامنے کر دیا۔ اگر لڑکی کا باپ بوقت نکاح موجود تھا تو نکاح ہو گیا کہ وہ دونوں گواہ ہو جائیں گے اور باپ عاقد اور موجود نہ تھا تو نہ ہوا۔ یونہی اگر بالغہ کا نکاح اس کی اجازت سے باپ نے ایک شخص کے سامنے پڑھایا اگر لڑکی وقت عقد موجود تھی ہو گیا۔ ورنہ نہیں۔ یونہی اگر عورت نے کسی کو اپنے نکاح کا وکیل کیا اس نے ایک شخص کے سامنے پڑھا دیا تو اگر مؤکلہ موجود ہے تو ہو گیا ورنہ نہیں۔ خلاصہ یہ کہ مؤکل اگر بوقت عقد موجود ہے تو اگرچہ وکیل عقد کر رہا ہے مگر مؤکل عاقد قرار پائے گا اور وکیل گواہ مگر یہ ضرور ہے کہ گواہی دیتے وقت اگر وکیل نے کہا کہ میں نے پڑھایا ہے تو شہادت نامقبول ہے کہ یہ خود اپنے فعل کی شہادت ہوئی۔ (درمختار)

مسئلہ ۷: کسی نے اپنی بالغہ لڑکی کا نکاح اس کی اجازت سے کر دیا اور اپنے بیٹوں کو گواہ بنایا اب لڑکی کہتی ہے کہ میں نے اذن نہیں دیا اور اس کا باپ کہتا ہے کہ دیا تو لڑکوں کی گواہی کہ اذن دیا تھا مقبول نہیں۔ (بہار شریعت)

مسئلہ ۸: گواہوں کا ایجاب و قبول کے وقت موجود ہونا شرط ہے لہٰذا اگر نکاح اجازت پر موقوف ہے اور ایجاب و قبول گواہوں کے سامنے ہوئے اور اجازت کے وقت نہ تھے تو ہو گیا اور اس کا عکس ہوا تو نہیں۔ (فتاویٰ عالمگیری)

مسئلہ ۹: عورت سے اذن لیتے وقت گواہوں کی ضرورت نہیں یعنی اس وقت اگر گواہ نہ بھی ہوں اور نکاح پڑھاتے وقت ہوں تو نکاح ہو گیا البتہ اذن کے لیے گواہوں کی یوں حاجت ہے کہ اگر اس نے انکار کر دیا اور یہ کہا کہ میں نے اذن نہیں دیا تھا تو اب گواہوں سے اس کا اذن دینا ثابت کیا جائے۔ (عالمگیری، ردالمختار)

مسئلہ ۱۰: گواہ اسی کو نہیں کہتے جو دو شخص مجلس عقد میں مقرر کر لیے جاتے ہیں۔ بلکہ وہ تمام حاضرین گواہ ہیں جنہوں نے ایجاب و قبول سنا اگر قابل شہادت ہوں۔ ایک گھر میں نکاح ہوا اور یہاں گواہ نہیں۔ دوسرے مکان میں کچھ لوگ ہیں جن کو انہوں نے گواہ نہیں بنایا مگر وہ وہاں سے سن رہے ہیں اگر وہ لوگ انہیں دیکھ بھی رہے ہوں تو ان کی گواہی مقبول ہے ورنہ نہیں۔ (فتاویٰ عالمگیری)

۸-وکالت نکاح

نکاح کے سلسلے میں جس شخص کو نکاح کر دینے کی اجازت دی جاتی ہے اسے وکیل کہا جاتا ہے' اجازت دینے والے کو مؤکل کہا جاتا ہے اگر عورت اجازت دے گی تو مؤکلہ کہلائے گی اور بغیر اجازت کے نکاح کر دینے والے کو فضولی کہا جاتا ہے۔ فضولی کا نکاح اجازت پر مبنی ہوتا ہے۔ البتہ وکیل کا کیا ہوا نکاح ہو جاتا ہے اس کے متعلق شرعی مسائل مندرجہ ذیل ہیں۔

مسئلہ ۱ : عورت نے کسی کو وکیل بنایا کہ تو جس سے چاہے میرا نکاح کر دے تو وکیل خود اپنے نکاح میں اسے نہیں لاسکتا۔ یونہی مرد نے عورت کو وکیل بنایا تو عورت اپنا نکاح اس سے نہیں کرسکتی۔ (عالمگیری)

مسئلہ ۲ : مرد نے عورت کو وکیل کیا کہ تو اپنے ساتھ میرا نکاح کر دے یا عورت نے مرد کو وکیل کیا میرا نکاح اپنے ساتھ کر دے اس نے کہا میں نے فلاں مرد (مؤکل کا نام لے کر) یا فلانی عورت (مؤکلہ کا نام لے کر) سے اپنا نکاح کیا تو نکاح ہو گیا قبول کی بھی حاجت نہیں۔ (عالمگیری)

مسئلہ ۳ : کسی کو وکیل کیا کہ فلانی عورت سے اپنے مہر پر میرا نکاح کر دے وکیل نے اس مہر پر اپنا نکاح اس عورت سے کر لیا تو اسی وکیل کا نکاح ہوا پھر وکیل نے اسے مہینے بھر رکھ کر دخول کے بعد اسے طلاق دے دی اور عدت گزرنے پر مؤکل نے نکاح کر دیا' تو مؤکل کا نکاح جائز ہوگا۔ (عالمگیری)

مسئلہ ٤ : عورت نے اپنے کاموں میں تصرفات کا کسی کو وکیل کیا اس نے اس وکالت کی بنا پر اپنا نکاح اس سے کر لیا عورت کہتی ہے کہ میں نے تو خرید و فروخت کے لیے وکیل بنایا تھا' نکاح کا وکیل نہیں کیا تھا تو یہ نکاح صحیح نہ ہوا کہ اگر نکاح کا وکیل ہوتا بھی تو اسے کب اختیار تھا کہ اپنے ساتھ نکاح کر لے۔ (عالمگیری)

مسئلہ ٥ : وکیل سے کہا کہ فلاں عورت سے میرا نکاح کر دے اس نے دوسری سے کر دیا۔ یا حرہ سے کرنے کو کہا تھا' باندی سے کر دیا' یا باندی سے کرنے کو کہا تھا آزاد عورت سے کیا۔ یا جتنا مہر بتا دیا تھا اس سے زیادہ باندھا یا عورت نے نکاح کا وکیل کر دیا تھا اس نے غیر کفو سے نکاح کر دیا ان سب صورتوں میں نکاح صحیح نہ ہوا۔ (درمختار' ردالمحتار)

مسئلہ ٦: عورت نے نکاح کا کسی کو وکیل بنایا پھر اس نے بطور خود نکاح کر لیا۔ تو وکیل کی وکالت جاتی رہی۔ وکیل کو اس کا علم ہوا یا نہ ہوا۔ اور اگر اس نے وکالت سے معزول کیا تو جب تک وکیل کو اس کا علم نہ ہو معزول نہ ہوگا۔ یہاں تک کہ معزول کرنے کے بعد وکیل کو علم نہ ہوا تھا اس سے نکاح کر دیا تو ہو گیا اور اگر مرد نے کسی عورت سے نکاح کا وکیل کیا تھا پھر مؤکل نے اس عورت کی ماں یا بیٹی سے نکاح کر لیا تو وکالت ختم ہو گئی۔ (عالمگیری)

مسئلہ ٧: جس کے نکاح میں چار عورتیں موجود ہیں اس نے نکاح کا وکیل کیا تو یہ وکالت معطل رہے گی۔ جب ان میں سے کوئی بائن ہو جائے اس وقت وکیل اپنی وکالت سے کام لے سکتا ہے۔ (عالمگیری)

٩- کفو یعنی معاشرتی حیثیت

کفو کا مطلب برابری اور مثل کے ہیں یعنی لڑکے اور لڑکی کی ذاتی اور معاشرتی حیثیت ایک دوسرے کے ہم پلہ ہو اس لیے نکاح کرتے وقت کفاءت یعنی برابری کے درجے کو ملحوظ رکھنے کو ضروری قرار دیا گیا ہے۔ حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ عورتوں کے نکاح ان کے جائز ولی ہی کریں مگر نکاح کرتے وقت کفو کا خیال رکھیں۔ (عین الہدایہ)

خوشحال ازدواجی زندگی اسی صورت میں ہو سکتی ہے جبکہ فریقین ہم کفو ہوں۔ شریف گھر کی عورت اپنے گھر جیسی حیثیت کے گھر میں جائے یعنی شادی کرتے وقت جوڑ کا خیال رکھنا بہت ضروری ہے کیونکہ بے جوڑ شادی عموماً بربادی کا پیش خیمہ ثابت ہوتی ہے کفو سے متعلقہ مسائل مندرجہ ذیل ہیں:

مسئلہ ١: کفاءت یعنی رشتہ کرنے میں برابری کے اختیار میں چھ خوبیوں کو مدنظر رکھنا ضروری ہے۔ (1) نسب (2) اسلام (3) حرفت (4) حریت (5) دیانت (6) مال یعنی نسب میں برابر ہونا' مسلمان ہونا' برسر روزگار ہونا' آزاد ہونا' مالدار ہونا اور دیندار ہونے کو ملحوظ خاطر رکھنا چاہیے۔ اس لیے لڑکی کا جس مرد سے نکاح کیا جائے وہ اپنے نسب' مذہب چال چلن اور مالی حیثیت میں اتنا کم نہ ہو کہ اس سے نکاح کے باعث عورت کے متعلقین کو دنیاوی اعتبار سے احساس کمتری پیدا ہو اور ان کے لیے باعزت رہنا مشکل ہو جائے بلکہ خود عورت کے حق میں اس کا خاوند پریشانی کا باعث بن جائے۔ (فتاویٰ عالمگیری)

(۱) نسب میں برابری

کفاءت میں سب سے پہلے نسب کا اعتبار کیا جاتا ہے کیونکہ نسب ہی فخر کا باعث بنتا ہے لہٰذا نسب میں برابری یہ ہے کہ قریشی' ہاشمی اور سید سب برابر نسب کے ہیں۔ کوئی غیر قریشی' قریش کا کفو نہیں۔ قریش کے علاوہ تمام قومیں ایک دوسرے کا کفو ہیں۔ انصار اور مہاجرین سب برابر ہیں' نسب میں اعتبار باپ کا ہے ماں کا نہیں' اگر باپ سید ہے تو بیٹا بھی سید ہے۔

(۲) اسلام میں برابری

جو خود مسلمان ہوا یعنی اس کے باپ دادا مسلمان نہ تھے وہ اس کا کفو نہیں جس کا باپ مسلمان ہوا اور جس کا صرف باپ مسلمان ہو وہ اس کو کفو نہیں جس کا دادا بھی مسلمان ہوا۔ اور باپ دادا' دو پشت سے اسلام ہو تو اب دوسری طرف اگرچہ زیادہ پشتوں سے اسلام ہو' کفو ہیں۔ مگر باپ دادا کے اسلام کا اعتبار غیر عرب میں ہے۔ عربی کے لیے خود مسلمان ہوا یا باپ دادا سے اسلام چلا آتا ہے سب برابر ہیں' مرتد اگر اسلام لایا تو وہ اس مسلمان کا کفو ہے جو مرتد نہ ہوا تھا۔ (درمختار)

(۳) پیشہ میں برابری

بعض پیشے اچھے تصور کیے جاتے ہیں اور بعض کم درجے کے خیال کیے جاتے ہیں۔ زراعت' تجارت' کارخانہ داری' ملازمت اچھے پیشے ہیں۔ ایسے ہی درس وتدریس کا پیشہ یا سکول کالج میں معلمی کا پیشہ' حکمت اور ڈاکٹری کا پیشہ وغیرہ۔ اس کے برعکس محنت مزدوری' نائی' دھوبی' تیلی' بڑھئی وغیرہ کے پیشے اچھے خیال نہیں کیے جاتے۔ بہر کیف رشتہ داری کرتے وقت پیشہ میں برابری کا خیال کرنا بھی ضروری ہے۔

(۴) آزادی میں برابری

غلامی کا تصور آج کل نہیں بلکہ ہر شخص آزاد ہی ہے لیکن اس کے باوجود بعض علاقے ایسے ہیں جہاں دوسری قوموں نے مسلمانوں کو ماتحت کر رکھا ہے۔ بہر کیف آزاد مرد کا نکاح آزاد عورت سے کرنا چاہیے' لہٰذا کوئی غلام آزاد عورت کا کفو نہیں۔ نو آزاد شدہ پشت در پشت آزاد آدمی کے برابر نہیں۔ بہر کیف حریت کا مطلب یہی ہے۔ مرد اور عورت آزاد ہوں یعنی کسی کے غلام نہ ہوں۔

(۵) دیانت میں برابری

دیانت سے مراد اچھا کردار اور سیرت ہے لہٰذا نیک متقی اور پرہیزگار لوگ بدکاروں کے کفو نہیں اور رشتہ داری کرتے وقت اس امر کا خاص خیال رکھنا چاہیے۔ برے لوگوں کے نکاح میں اچھی عورتیں نہ دی جائیں۔ اچھے کردار کی عورت کے لیے نیک سیرت رشتہ ہی تلاش کرنا چاہیے۔

(۶) مالداری میں برابری

مالداری میں برابری کے معنی یہ ہیں کہ بالکل مفلس' امیر عورت کے برابر نہیں۔ لہٰذا مال میں کفاءت کے یہ معنی ہیں کہ مرد کے پاس اتنا مال ہوں کہ مہر معجل اور نفقہ دینے پر قادر ہو اگر پیشہ نہ کرتا ہو تو ایک ماہ کا نفقہ دینے پر قادر ہو' ورنہ روز کی مزدوری اتنی ہو کہ عورت کے روزانہ کے ضروری مصارف روز دے سکے۔ اس کی ضرورت نہیں کہ مال میں اس کے برابر ہو۔ مرد کے پاس مال ہے مگر جتنا مہر سے اتنا ہی اس پر قرض ہے اور مال اتنا ہے کہ قرض ادا کرے یا دین مہر' تو کفو ہے۔ (ردالمختار)

عورت محتاج ہے اور اس باپ دادا بھی ایسے ہی ہیں تو اس کا کفو بھی بحیثیت مال وہی ہوگا کہ مہر معجل اور نفقہ دینے پر قادر ہو۔ مالدار شخص کا نابالغ لڑکا اگرچہ وہ خود مال کا مالک نہیں مگر مالدار قرار دیا جائے گا کہ چھوٹے بچے باپ دادا کے تمول سے غنی کہلاتے ہیں۔ (بہارشریعت)

مسئلہ ۲ : مرد اگر معمولی عورت سے شادی کرے جو اس کے برابر نہ ہو تو اس پر اعتراض نہ ہوگا کیونکہ خاوند کو شریعت نے بہرحال فوقیت دی ہے لہٰذا بیوی کا کم درجہ ہونا بھی اس کے لیے باعث نفرت نہیں ہوگا' اگر کوئی عورت غیر کفو مرد کے ساتھ نکاح کرے تو ولی کو حق حاصل ہے کہ دونوں میں فیصلہ کروادے۔

مسئلہ ۳: کفاءت میں شہری اور دیہاتی کا امتیاز نہیں اور نہ ہی حسن و جمال کا اعتبار ہے لیکن نکاح کرتے وقت والدین کو اس بات کا خیال بھی رکھنا چاہیے تاکہ بعد میں خرابی پیدا نہ ہو۔

مسئلہ ۴: کسی نے اپنا نسب چھپایا اور کوئی دوسرا نسب بتادیا۔ بعد میں معلوم ہوا کہ یہ تو کم درجے کا تھا تو عورت اور اس کے ورثاء کو حق پہنچتا ہے کہ نکاح کو منسوخ کروالیں۔

مسئلہ ۵: عورت نے شوہر کو دھوکا دیا اور اپنا نسب دوسرا بتایا تو شوہر کو حق فسخ ہے۔ چاہے رکھے چاہے طلاق دے دے۔

۱۰-مہر

نکاح کرنے پر جو خاص مقررہ مال یا رقم عورت کو دی جاتی ہے اسے مہر کہا جاتا ہے۔
مہر دراصل اس مال کا نام ہے جو عورت کو نکاح کے عوض میں دیا جاتا ہے۔ مہر میں ہر وہ جائز چیز دی جاسکتی ہے جو اپنے اندر مالیت رکھتی ہو چنانچہ نقدی' مال تجارت' جائداد' کمپنی کے حصص وغیرہ بھی مہر میں دیے جاسکتے ہیں۔ مہر کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اَنْ تَنْكِحُوْهُنَّ اِذَآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ

اور تم پر کچھ گناہ نہیں کہ ان عورتوں کو مہر دے کر ان سے نکاح کرلو۔ (الممتحنہ:10)

اِنْ تَبْتَغُوْا بِاَمْوَالِكُمْ مُّحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسٰفِحِيْنَ ط فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهٖ مِنْهُنَّ فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ فَرِيْضَةً ط (النساء:24)

اس طرح سے کہ مال خرچ کر کے ان سے نکاح کرلو بشرطیکہ اس سے شہوت رانی کی بجائے عفت مقصود ہو تو جن عورتوں سے تم فائدہ حاصل کرو ان کا مہر جو مقرر کیا ہو ادا کردو۔

حدیث ۱: حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان شرطوں میں جن کا پورا کیا جانا نہایت ضروری ہے وہ شرط ہے جس کے ذریعہ تم نے اپنے لیے عورتوں کی شرمگاہوں کو حلال کیا ہے (یعنی مہر)۔ (بخاری و مسلم)

حدیث ۲: حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا مہر کتنا تھا؟ انہوں نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا مہر آپ کی بیویوں کے لیے بارہ اوقیہ اور ایک نش تھا۔ پھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا نش کو جانتے ہو۔ میں نے کہا نہیں انہوں نے کہا نصف اوقیہ اور یہ سب ملا کر پانچ سو درہم ہوئے۔ (مسلم)

حدیث ۳: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا کہ عورتوں کے حق مہر میں مبالغہ نہ کرو۔ اگر زیادہ حق مہر باندھنا دنیا میں عزت والی چیز ہوتی اور اللہ کے نزدیک تقویٰ والی' تو اللہ کے نبی زیادہ لائق تھے کہ زیادہ حق مہر ادا کرتے۔ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں جانتا کہ آپ نے اپنی بیویوں سے نکاح کیا اور نیز اپنی بیٹیوں کا نکاح کیا بارہ اوقیہ سے زیادہ پر۔ (ترمذی)

حدیث ۴: سیدنا حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ حضور سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں مہر دس اوقیہ تھا۔ (نسائی شریف)

حدیث ۵: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے اپنی بیوی کے حق مہر میں اپنے دونوں ہاتھ بھر کر ستو یا کھجور دے دیئے تو اس نے اس عورت کو اپنے اوپر حلال کر لیا۔ (ابوداؤد)

شرعی مسائل

ان احادیث سے مندرجہ ذیل مسائل اخذ ہوتے ہیں:

مسئلہ ۱: مہر کی مقدار کم از کم دس درہم ہے اور زیادہ کی کوئی حد نہیں۔ جس قدر باندھا جائے گا لازم آئے گا۔ درہم چاندی کا ایک سکہ تھا جو اب رائج نہیں۔ دس درہم کی مقدار وزن کے اعتبار سے قریباً دو روپے تیرہ آنہ بھر یا دو تولہ سات ماشہ 4 رتی چاندی ہے۔ جس کی قیمت گھٹتی بڑھتی رہتی ہے۔ روپوں کی صورت میں مہر مقرر کریں تو اس کا خیال ضرور رکھیں کہ یہ رقم دس درہم چاندی کی قیمت سے کم نہ ہو۔ (بہار شریعت)

مسئلہ ۲: وطی یا خلوت صحیحہ یا زن وشوہر میں سے کسی کو موت کی صورت میں مہر مؤکد ہو جاتا ہے یعنی شوہر پر پورا مہر لازم آتا ہے کو جو مہر مقرر ہے اب اس میں کوئی کمی نہیں ہو سکتی ہاں اگر صاحب حق نے کل مہر یا اس کا کوئی حصہ معاف کر دیا تو معاف ہو جائے گا۔ اور مہر مؤکد نہ ہوا تھا مثلاً عورت کی رخصتی عمل میں نہ آئی تھی یا خلوت صحیحہ نہ پائی گئی اور شوہر نے طلاق دے دی تو نصف مہر واجب ہوگا۔ (درمختار)

مسئلہ ۳: شغار یعنی ایک شخص نے اپنی لڑکی یا بہن کا نکاح دوسرے سے کر دیا اور دوسرے نے اپنی لڑکی یا بہن کا نکاح اس سے کر دیا اور ہر ایک کا مہر دوسرا نکاح ہے تو ایسا کرنا گناہ اور منع ہے اور مہر مثل واجب ہوگا۔ (درمختار)

مسئلہ ٤: نکاح میں مہر کا ذکر ہی نہ ہوا یا مہر کی نفی کر دی یا بلا مہر نکاح کیا تو نکاح ہو جائے گا اور اگر خلوت صحیحہ ہوگئی یا دونوں میں سے کوئی مر گیا تو مہر مثل واجب ہے بشرطیکہ بعد عقد آپس میں کوئی مہر طے نہ پایا گیا ہو ورنہ وہی طے شدہ مہر ہے۔ (فتاویٰ عالمگیری)

مسئلہ ۵: عورت نابالغہ ہے اور اس کا باپ مہر مقرر معاف کرنا چاہے تو نہیں کر سکتا اور بالغہ ہے تو اس کی اجازت پر معافی موقوف ہے۔ (ردالمحتار)

مسئلہ ٦: خلوت صحیحہ یہ ہے کہ نکاح کے بعد عورت اور مرد تنہائی میں جمع ہوں اور کوئی چیز

جماع سے مانع نہ ہو تو یہ خلوت بھی جماع ہی کے حکم میں ہے اور اگر دونوں ایک جگہ تنہائی میں جمع ہوئے مگر کوئی مانع شرعی (مثلاً عورت کا حیض و نفاس میں ہونا یا ان میں سے کسی کا رمضان کا روزہ دار ہونا) یا مانع حسی (مثلاً مرد کا بیمار ہونا یا عورت کا اس حد تک بیماری میں مبتلا ہونا کہ وطی سے ضرر کا صحیح اندیشہ ہے) یا مانع طبعی (کہ وہاں کوئی تیسرا موجود ہے۔ غرض ان میں سے کوئی مانع) پایا جاتا ہے تو یہ خلوت فاسدہ ہے۔ خلوت صحیحہ کے احکام اس پر نافذ نہ ہوں گے۔ (بہار شریعت)

مسئلہ ۷: لڑکا جو اس قابل نہیں کہ وطی کر سکے اپنی عورت کے ساتھ تنہائی میں رہا یا زوجہ اتنی چھوٹی لڑکی ہے کہ اس قابل نہیں اور اس کا شوہر اس کے ساتھ تنہائی میں رہا، ان دونوں صورتوں میں خلوت صحیحہ نہ ہوئی۔ (عالمگیری)

مسئلہ ۸: عورت کے خاندان کی اس جیسی عورت کا (کہ عمر' جمال' عقل' تمیز' دیانت پارسائی' علم و ادب اور کنواری یا بیاہی ہونے میں یکساں ہوں) جو مہر ہو وہ اس کے لیے مہر مثل ہے۔ مثلاً اس کی بہن' پھوپھی' چچا کی بیٹی وغیرہا کا مہر' اس کی ماں کا مہر اس کے لیے مہر مثل نہیں۔ جبکہ وہ دوسرے گھرانے کی ہو اور اس کی ماں اسی خاندان کی ہو مثلاً اس کے باپ کی چچازاد بہن ہے تو اس کا مہر اس کے لیے مہر مثل ہے۔ شوہر کا حال میں ملحوظ ہوتا ہے مثلاً جوان اور بوڑھے کے مہر میں اختلاف ہوتا ہے۔ شہر اور زمانہ کا بھی لحاظ رکھا جاتا ہے۔ (درمختار)

مسئلہ ۹: مہر شرعی جو لوگ یہ سمجھ کر باندھتے ہیں کہ سب سے کم درجے کا مہر جو شریعت میں مقرر ہے تو اس صورت میں دو تولے سات ماشہ چار رتی چاندی دینی آ جائے گی اور جو یہ سمجھ کر باندھتے ہیں کہ جو مہر حضرت خاتون جنت کا تھا تو ڈیڑھ سو تولہ چاندی آئے گی اور جس کی سمجھ میں کچھ معنی نہیں خالی ایک لفظ بول دیتے ہیں تو وہاں مہر مثل لازم آتا ہے۔ (بہار شریعت)

مہر کی قسمیں

مہر تین قسم پر ہے۔ معجّل کہ رخصت ہونے سے پہلے دینا قرار پا لیا ہو۔ اس کے لیے عورت کو اختیار ہے کہ جب تک وصول نہ کرلے رخصت نہ ہو اور اگر رخصت ہوگئی تو اسے اب بھی اختیار ہے کہ جب چاہے مطالبہ کرے بلکہ مہر معجّل وصول کرنے کے لیے عورت اپنے کو شوہر سے روک سکتی ہے۔ اگرچہ اس سے پیشتر عورت کی رضامندی سے خلوت اور

وطی ہو چکی ہو۔ یعنی یہ حق عورت کو ہمیشہ حاصل ہے جب تک وصول نہ کر لے۔

دوسرا موجل جس کی میعاد قرار پائی ہو کہ دس برس یا بیس برس یا پانچ دن کے بعد ادا کیا جائے گا تو جب تک وہ میعاد نہ گزرے عورت کو مطالبہ کا اختیار نہیں اور میعاد گزرنے کے بعد ہر وقت مطالبہ کر سکتی ہے۔

تیسرا موخر کہ نہ پیشگی کی شرط ٹھہری ہو نہ کوئی میعاد مقرر کی گئی ہو۔ یونہی مطلق و مبہم طور پر باندھا ہو جیسا کہ آج کل عام طور پر یونہی باندھ دیتے ہیں اس میں تاوقتیکہ موت یا طلاق نہ ہو عورت کو مطالبہ کا حق نہیں (فتاویٰ رضویہ و عالمگیری وغیرہ) اور یہ جو عوام میں مشہور ہے کہ مہر ادا کیے بغیر عورت کو ہاتھ لگانا حرام ہے محض غلط ہے۔

۱۔ جس لڑکی سے منگنی ہوئی اس کے پاس لڑکے کے یہاں سے مٹھائی شکر اور میوے وغیرہ آئے پھر کسی وجہ سے نکاح نہ ہوا تو اگر وہ چیزیں تقسیم ہو گئیں اور بھیجنے والے نے تقسیم کی اجازت بھی دے دی تھی تو واپس نہیں لے سکتا۔ (عالمگیری)

۲۔ تقسیم کی اجازت صراحۃً ہو یا عرفاً مثلاً ان بلاد میں ایسے موقعوں پر ایسی چیزیں اسی لیے بھیجتے ہیں کہ لڑکی والا اپنے کنبہ اور رشتہ داروں میں بانٹے گا۔ یہ چیزیں اس لیے نہیں ہوتیں کہ رکھ لے گا یا خود کھا جائے گا۔ (بہار شریعت)

۳۔ لڑکی والوں نے نکاح یا رخصت کے وقت شوہر سے کچھ لیا ہو یعنی بغیر لیے نکاح یا رخصت سے انکار کرتے ہوں اور شوہر نے دے کر نکاح یا رخصت کرائی تو شوہر اس چیز کو واپس لے سکتا ہے اور وہ نہ رہی تو اس کی قیمت لے سکتا ہے کہ یہ رشوت ہے (بحر وغیرہ) اور رخصت کے وقت جو کپڑے بھیجے اگر بطور تملیک ہیں (کہ وہ چیزیں لڑکی والوں کے ملک میں دیدیں) جیسے ہندوستان میں عموماً رواج ہے کہ ڈال بری جوڑے بھیجے جاتے ہیں اور عرف یہی ہے کہ لڑکی کو مالک کر دیتے ہیں تو انہیں واپس نہیں لے سکتا اور تملیک نہ ہو تو لے سکتا ہے۔ (عالمگیری)

۴۔ لڑکی نے ماں باپ کے مال اور دستکاری سے کوئی چیز جہیز کے لیے تیار کی اور اس کی ماں مر گئی۔ باپ نے وہ چیز جہیز میں دے دی تو اس کے بھائیوں کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ اس چیز میں ماں کی طرف سے میراث کا دعویٰ کریں۔ یونہی اس کا باپ جو کپڑے لاتا رہا اس میں سے یہ اپنے جہیز کے لیے بنا کر رکھتی رہی اور بہت کچھ جمع کر لیا اور باپ مر گیا تو یہ اسباب سب لڑکی کا ہے۔ (عالمگیری)

۵۔ شادی وغیرہ تمام تقریبات میں طرح طرح کی چیزیں بھیجی جاتی ہیں۔ اس کے متعلق ان علاقوں میں مختلف قسم کی رسمیں ہیں۔ ہر شہر میں اور ہر قوم میں جدا جدا رسوم ہیں۔ ان کے متعلق ہدیہ اور ہبہ کا حکم ہے یا قرض کا۔ عموماً رواج سے جو بات ثابت ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ دینے والے یہ چیزیں بطور قرض دیتے ہیں اسی وجہ سے شادیوں میں اور ہر تقریب میں جو روپے دیے جاتے ہیں تو ہر شخص کا نام اور رقم تحریر کر لیتے ہیں۔ جب اس دینے والے کے ہاں تقریب ہوتی ہے تو یہ شخص جس کے یہاں دیا جا چکا ہے فہرست نکالتا ہے اور اتنے روپے ضرور دیتا ہے جو اس نے دیے تھے اور اس کے خلاف کرنے میں سخت بدنامی ہوتی ہے اور موقع پا کر کہتے بھی ہیں کہ نیوتے کا روپیہ نہیں دیا۔ اور اگر یہ قرض نہ سمجھے ہوتے تو ایسا عرف نہ ہوتا جو ان علاقوں میں ہے۔ (بہار شریعت)

۶۔ کوئی عورت عدت میں تھی اسے خرچ دیتا رہا اس امید پر کہ بعد عدت اس سے نکاح کرے گا اگر نکاح ہو گیا تو جو کچھ خرچ کیا ہے واپس نہیں لے سکتا اور عورت نے نکاح سے انکار کر دیا تو جو کچھ اسے بطور تملیک دیا ہے واپس لے سکتا ہے اور جو بطور اباحت دیا ہے (کہ اس کی ملکیت میں دیے بغیر اس کے برتنے یا کام میں لانے اور ضرورت پوری کرنے کو دیا) مثلاً اس کے یہاں کھانا کھاتی رہی تو یہ واپس نہیں لے سکتا ہے۔ (بہار شریعت تنویر)

۷۔ جس مرد کی دو یا تین چار عورتیں ہوں اس پر عدل فرض ہے یعنی جو چیزیں اختیاری ہوں ان میں سب عورتوں کا یکساں لحاظ کرے یعنی ہر ایک کو اس کا پورا حق دے۔ پوشاک اور نان نفقہ اور رہنے سہنے میں سب کے حقوق پورے ادا کرے۔ حدیث شریف میں ہے کہ جس کی دو عورتیں ہوں اگر ان دونوں میں عدل نہ کرے گا تو قیامت کے دن اس طرح پر حاضر ہو گا کہ اس کا آدھا دھڑ ساقط (بیکار) ہو گا۔ (ترمذی) اور جو بات اس کے اختیار میں نہیں اس میں مجبور و معذور ہے۔ مثلاً ایک کی زیادہ محبت ہے۔ دوسری کی کم۔ یونہی جماع سب کے ساتھ برابر ہونا بھی ضروری نہیں۔ (درمختار)

۸۔ ایک ہی بی بی ہے مگر مرد اس کے پاس نہیں رہتا بلکہ نماز روزہ میں مشغول رہتا ہے تو عورت شوہر سے مطالبہ کر سکتی ہے اور حکم دیا جائے گا کہ عورت کے پاس بھی رہا کرے کہ حدیث میں فرمایا وَاِنَّ لِزَوْجِكَ عَلَيْكَ حَقًّا (تیری بی بی کا تجھ پر حق ہے) روزمرہ شب بیداری اور روزے رکھنے میں اس کا حق تلف ہوتا ہے اسے چاہیے کہ عورت کا بھی لحاظ

رکھے اس کے لیے بھی کچھ وقت دے۔ (بہار شریعت)

۹۔ شوہر بناؤ سنگھار کو کہتا ہے یہ نہیں کرتی۔ (گھر میں میلی کچیلی پراگندہ حال رہتی ہے) یا وہ اپنے پاس بلاتا ہے اور یہ نہیں آتی۔ اس صورت میں شوہر کو مارنے کا بھی حق ہے اور نماز نہیں پڑھتی تو طلاق دے سکتا ہے۔ (عالمگیری)

۱۰۔ ایسی عورتیں جو آپس میں سوت ہیں ایک ہی مکان میں رہنے پر خود راضی ہوں تو رہ سکتی ہیں مگر ایک کے سامنے دوسری سے وطی نہ کرے۔ اگر ایسے موقع پر عورت نے انکار کر دیا تو نافرمان نہیں قرار دی جائے گی۔ (عالمگیری)

۱۱۔ محرمات

وہ عورتیں جن سے شریعت کی رو سے نکاح کرنا حرام ہے محرمات کہلاتی ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ اُمَّهٰتُكُمْ وَ بَنٰتُكُمْ وَ اَخَوٰتُكُمْ وَ عَمّٰتُكُمْ وَ خٰلٰتُكُمْ وَ بَنٰتُ الْاَخِ وَ بَنٰتُ الْاُخْتِ وَ اُمَّهٰتُكُمُ الّٰتِیْۤ اَرْضَعْنَكُمْ وَ اَخَوٰتُكُمْ مِّنَ الرَّضَاعَةِ وَ اُمَّهٰتُ نِسَآىٕكُمْ وَ رَبَآىٕبُكُمُ الّٰتِیْ فِیْ حُجُوْرِكُمْ مِّنْ نِّسَآىٕكُمُ الّٰتِیْ دَخَلْتُمْ بِهِنَّ٘ فَاِنْ لَّمْ تَكُوْنُوْا دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ٘ وَ حَلَآىٕلُ اَبْنَآىٕكُمُ الَّذِيْنَ مِنْ اَصْلَابِكُمْ وَ اَنْ تَجْمَعُوْا بَيْنَ الْاُخْتَيْنِ اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا. (نساء:۲۳)

تم پر تمہاری مائیں اور بیٹیاں اور بہنیں اور پھوپھیاں اور خالائیں اور بھتیجیاں اور بھانجیاں اور وہ مائیں جنہوں نے تم کو دودھ پلایا ہو اور رضاعی بہنیں اور ساسیں حرام کر دی گئی ہیں اور جن عورتوں سے تم مباشرت کر چکے ہو ان کی لڑکیاں جنہیں تم پرورش کرتے ہو (وہ بھی تم پر حرام ہیں) ہاں اگر ان کے ساتھ تم نے مباشرت نہ کی ہو تو (ان کی لڑکیوں کے ساتھ نکاح کر لینے میں) تم پر کچھ گناہ نہیں۔ اور تمہارے صلبی بیٹوں کی عورتیں بھی اور دو بہنوں کا اکٹھا کرنا بھی (حرام ہے) مگر جو ہو چکا (سو ہو چکا) بیشک خدا بخشنے والا (اور) رحم والا ہے۔

اس آیت کی رو سے ماں، بہن، بیٹی، پھوپھی، خالہ، بھتیجی، بھانجی، رضاعی بہن اور ساس کے ساتھ نکاح کرنا حرام ہے ان کی تفصیل مسائل میں بیان کی جائے گی۔ حرمت کے بارے میں حضور ﷺ کے چند ارشادات حسب ذیل ہیں:

حدیث ۱: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کسی عورت پر اس

کی پھوپھی سے نکاح کرنے سے منع فرمایا۔ یا پھوپھی پر بھتیجی کے ساتھ اور کسی عورت پر اس کی خالہ سے یا خالہ پر اس کی بھانجی سے نکاح نہ کیا جائے' بڑی پر چھوٹی اور نہ چھوٹی پر بڑی سے۔ (ترمذی)

حدیث ۲: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رضاعت سے بھی وہی رشتے حرام ہوتے ہیں جو ولادت سے حرام ہوتے ہیں۔ (بخاری)

حدیث ۳: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی عورت کو اور اس کی پھوپھی کو جمع نہ کیا جائے اور نہ کسی عورت اور اس کی خالہ کو۔ (مسلم شریف)

حدیث ۴: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت غیلان بن سلمہ رضی اللہ عنہ ثقفی مسلمان ہوئے تو ان کی دس بیویاں تھیں دور جاہلیت سے۔ وہ بھی ان کے ساتھ مسلمان ہوگئیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا چار کو رکھ لو اور باقی سب بیویوں کو جدا کر دو۔ (احمد' ترمذی' ابن ماجہ)

حدیث ۵: حضرت عمرو بن شعیب رضی اللہ عنہ کے والد ماجد نے ان کے جد امجد سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس آدمی نے کسی عورت سے نکاح کیا اور صحبت بھی کر لی تو اس عورت کی بیٹی سے نکاح کرنا اس کے لیے حلال نہیں ہے اور اگر صحبت نہیں کی ہے تو اس کی بیٹی سے نکاح کر سکتا ہے۔ جس نے کسی عورت سے نکاح کیا تو اس کے لیے حلال نہیں ہے کہ اس کی ماں سے نکاح کرے خواہ اس سے صحبت کر[illegible] یا نہ کی ہو۔ (ترمذی)

حدیث ۶: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ نسب کے ذریعے سات عورتیں حرام کی گئی ہیں اور سات ہی سسرال کے رشتے سے۔ پھر یہ آیت پڑھی: حرام کی گئیں ہیں تم پر تمہاری مائیں۔ الخ (بخاری)

شرعی مسائل

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ محرمات وہ عورتیں ہیں جن سے نکاح حرام و ناجائز ہے اور یہ دو قسم کی عورتیں ہیں ایک وہ جن سے نکاح ہمیشہ ہمیشہ کے لیے حرام ہے' دوسری وہ جو کسی خاص صورت یا مقررہ وقت میں حرام ہیں۔ حرمت کے اسباب مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ نسب

نسب کے اعتبار سے ماں' بیٹی' بہن' خالہ' پھوپھی' بھتیجی اور بھانجی سے شادی کرنا حرام ہے۔

۱۔ ماں سے مراد وہ عورت ہے جس کی اولاد میں سے وہ بلاواسطہ یا بالواسطہ ہے لہٰذا دادی' نانی' پرنانی اگرچہ کتنی ہی پشت اوپر کی ہوں سب حرام ہیں اور یہ سب ماں میں داخل ہیں۔ سوتیلی ماں بھی حقیقی ماں کی طرح قطعی حرام ہے۔ اور اس کی حرمت ویسی ہی ہے جیسی حقیقی ماں کی ہے۔

۲۔ بیٹی سے مراد وہ عورتیں ہیں جو اس کی اولاد ہیں لہٰذا پوتی' پرپوتی اور نواسی وغیرہ سب حرام ہیں۔

۳۔ بہن خواہ حقیقی ہو یعنی ایک ماں باپ سے ہو' یا سوتیلی کہ باپ دونوں کا ایک ہے اور مائیں دو۔ یا ماں ایک ہے اور باپ دو' سب حرام ہیں۔

۴۔ باپ کی بہنیں یا دادا کی بہنیں' ماں کی بہنیں یا نانی کی بہنیں' سب پھوپھی اور خالہ کے حکم میں ہیں خواہ حقیقی ہوں یا سوتیلی سب مثل ماں کے حرام قطعی ہیں۔

۵۔ بھتیجی اور بھانجی سے مراد بھائی اور بہن کی اولاد ہے ان کی پوتیاں' نواسیاں بھی اسی میں شمار ہیں۔ یونہی بھتیجی' بھانجی کی اولاد بھی اسی زمرے میں شمار ہوتی ہے۔

۲۔ مصاہرت

سسرالی رشتوں میں سے بیوی کی والدہ' دادی' نانی وغیرہ سے نکاح کرنا حرام ہے۔

۱۔ جس عورت سے نکاح کیا اور وطی نہ کی تھی کہ جدائی ہوگئی اس کی لڑکی اس پر حرام نہیں ہاں اگر خلوت صحیحہ عورت کے ساتھ ہوگئی تو اس کی لڑکی حرام ہوگئی کہ خلوت صحیحہ بھی وطی کے حکم میں ہے اور بیٹی سے نکاح کیا تو نکاح ہوتے ہی اس کی ماں اس مرد پر ہمیشہ کے لیے حرام ہوگئی' وطی شرط نہیں کہ زوجہ کی والدہ ہمیشہ اپنی ماں کی طرح ہے زوجہ کے مرنے یا طلاق ہو کر عدت گزارنے کے بعد کسی طرح حلال نہیں ہو سکتی۔ (عالمگیری' فتاویٰ رضویہ)

۲۔ حرمت مصاہرت جس طرح وطی سے ہوتی ہے یونہی بشہوت چھونے' بوسہ لینے' فرج داخل کی طرف نظر کرنے' گلے لگانے' دانت سے کاٹنے' چپٹانے' یہاں کہ سر پر جو بال ہوں انہیں چھونے سے بھی حرمت ثابت ہو جاتی ہے اگرچہ کوئی باریک کپڑا یا باریک نقاب بوسہ لینے میں حائل ہو۔ (بہار شریعت)

۳۔ عورت نے شہوت کے ساتھ مرد کو چھوا یا بوسہ لیا یا اس کے آلہ کی طرف نظر کی تو اس سے

بھی حرمت مصاہرت ثابت ہوگئی۔

۴۔ حرمت مصاہرت کے لیے شرط یہ ہے کہ عورت مشتہاۃ (قابل شہوت) ہو یعنی نو برس سے کم عمر کی نہ ہو تو اگر مرد نے نو سال سے کم عمر لڑکی کو بشہوت چھوایا اس کا بوسہ لیا تو حرمت ثابت نہ ہوئی۔

۵۔ یہ افعال قصداً ہوں یا بھول کر یا غلطی سے یا مجبوراً۔ بہر حال حرمت ثابت ہو جائے گی۔ مثلاً اندھیری رات میں مرد نے اپنی عورت کو جماع کے لیے اٹھانا چاہا۔ غلطی سے شہوت کے ساتھ مشتہاۃ لڑکی پر ہاتھ پڑ گیا۔ اس کی ماں ہمیشہ کے لیے حرام ہوگئی۔ یونہی اگر عورت نے شوہر کو اٹھانا چاہا اور شہوت کے ساتھ ہاتھ لڑکے پر پڑ گیا جو مراہق تھا (اس کی مقدار 12 برس کی عمر ہے) تو عورت ہمیشہ کے لیے اپنے اس شوہر پر حرام ہوگئی۔

۶۔ کسی نے ایک عورت سے نکاح کیا اور اس کے لڑکے نے اس عورت کی لڑکی سے کیا جو دوسرے شوہر سے ہے تو حرج نہیں۔ یونہی اگر لڑکے نے عورت کی ماں سے نکاح کیا جب بھی یہی حکم ہے۔

۷۔ سوتیلی ماں، ماں نہیں تو اس کی سگی بہن سے بھی نکاح جائز ہے۔

۸۔ جس نے اپنی منکوحہ کی حقیقی ماں سے وطی کی یا اسے بشہوت ہاتھ لگایا اس کی عورت اس پر ہمیشہ کے لیے حرام ہوگئی۔ نہ کبھی اسے رکھ سکتا ہے نہ کسی حال میں دوبارہ اس سے نکاح کر سکتا ہے۔ اس پر فرض ہے کہ عورت کو فوراً چھوڑ دے تاکہ وہ اس کے نکاح سے باہر ہو جائے۔

۹۔ ایک شخص نے اپنے حقیقی بیٹے کی بی بی سے زنا کیا جس کا اسے اقرار ہے اور بیٹا بھی مانتا ہے کہ ایسا ہوا تو وہ عورت بیٹے پر ہمیشہ کے لیے حرام ہوگئی اب کسی حیلہ سے اس کی زوجیت میں نہیں آ سکتی۔ اس پر فرض ہے کہ اسے فوراً چھوڑ دے۔ مثلاً کہہ دے کہ میں نے تجھے چھوڑا۔ اس کے بعد عورت عدت گزارے اور بعد عدت اپنے خسر کے علاوہ جس سے چاہے نکاح کر سکتی ہے۔

۳۔ جمع بین المحارم

جمع بین المحارم سے مراد ایسی دو عورتوں کو نکاح میں جمع کرنا ہے جو ایک دوسرے کے لیے محرم ہیں۔ وہ دو عورتیں کہ ان میں سے جس ایک کو مرد فرض کریں دوسری اس کے لیے حرام ہو۔ مثلاً دو بہنیں کہ ایک کو مرد فرض کریں تو بھائی بہن کا رشتہ ہوا یا پھوپھی بھتیجی کہ

پھوپھی کو مرد فرض کرو تو چچا بھتیجی کا رشتہ ہوا اور بھتیجی کو مرد فرض کریں تو پھوپھی بھتیجے کا رشتہ ہوا۔ یا خالہ بھانجی کہ خالہ کو مرد فرض کریں تو ماموں بھانجی کا رشتہ ہوا اور بھانجی کو مرد فرض کرو تو بھانجے خالہ کا رشتہ ہوا تو ایسی دو عورتوں کو نکاح میں جمع نہیں کر سکتا۔ یا یوں سمجھ لو کہ مثلاً ایک عورت نکاح میں ہے تو جب تک وہ نکاح میں رہے اس کی بہن پھوپھی خالہ بھتیجی بھانجی سے نکاح حرام ہے بلکہ اگر طلاق دے دی ہو اگرچہ تین طلاقیں تو جب تک عدت نہ گزرے دوسری سے نکاح نہیں کر سکتا۔

ایسی دو عورتیں جن میں اس قسم کا رشتہ موجود ہو جو اوپر مذکور ہوا۔ نسب کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ دودھ کے ایسے رشتے ہوں جب بھی دونوں کا جمع کرنا حرام ہے۔ مثلاً عورت اور اس کی رضاعی بہن یا خالہ پھوپھی وغیرہ۔

۴۔ غیر مسلمہ سے نکاح

مسلمان مرد کا نکاح کتابیہ یعنی یہودی و نصرانی عورت کے سوا مجوسیہ، آتش پرست، بت پرست، آفتاب پرست، غرض کسی کافرہ سے نہیں ہو سکتا اور مسلمان عورت کا نکاح مسلمان مرد کے سوا کسی اور مذہب والے سے نہیں ہو سکتا اگرچہ وہ اہل کتاب سے ہو۔ (عالمگیری وغیرہ)

یہودیہ اور نصرانیہ سے مسلمان کا نکاح ہو سکتا ہے بایں معنیٰ کہ نکاح کرلیں تو ہو جائے گا۔ یعنی اس میں جماع زنانہ ہوگا وطی حرام نہ کہلائے گی اور مسلمان قرار پائے گی مگر ایسا کرنے سے گریز کرنا چاہیے کیونکہ اس سے بہت سی برائیوں کا دروازہ کھلتا ہے۔ مثلاً اولاد پر اندیشہ کہ یہودیوں نصرانیوں کی عادت سیکھے۔ پھر یہ جواز اس وقت تک ہے جبکہ عورت اپنے مذہب یہودیت یا نصرانیت پر ہو اور اگر صرف نام کی یہودی یا نصرانی ہوں اور حقیقت میں دہریہ اور سوشلزم یا کیموزم کا عقیدہ رکھتی ہوں جیسے آج کل کے نصاریٰ کا عموماً کوئی مذہب ہی نہیں تو ان سے نکاح نہیں ہو سکتا۔ اور کر بھی لیا تو ایسی عورتوں سے نکاح اس حرام کو حلال نہیں کر سکتا۔

۵۔ عورت کا کسی اور نکاح یا عدت میں ہونا

قرآن کریم نے عقد نکاح کو محکم پیمان اور باہمی نبھاؤ کا مضبوط بندھن قرار دیا اور ساتھ ہی ارشاد فرمایا کہ نکاح کی اس بندش کی گرہ شوہر کے ہاتھ میں ہے۔ تو جب تک شوہر طلاق نہ دے عورت بدستور اس کے نکاح میں رہتی ہے۔ اگرچہ تعلقات بظاہر قائم نہ ہوں۔ اور اگر یہ دوسرے کی عدت میں ہو جب بھی نہیں ہو سکتا۔ عدت خواہ طلاق کی ہو یا موت کی

ہو۔ عدت میں نکاح قطعی حرام ہے بلکہ نکاح تو بڑی چیز ہے۔ قرآن کریم نے عدت میں صریح پیام کو بھی حرام فرمایا اور عدت گزرنے پر نکاح کر لینے کے وعدے کو بھی حرام فرمایا۔ صرف اس کی اجازت دی ہے کہ دل میں خیال رکھو یا کوئی ایسی پہلو دار بات کہو جس سے بعد عدت ارادہ نکاح کا اشارہ نکلتا ہو صاف صاف یہ ذکر نہ ہو کہ میں بعد عدت تجھ سے نکاح کرنا چاہتا ہوں' پھر پہلو دار بات بھی عدت وفات والی سے کہنا جائز ہے۔ عدت طلاق والی سے وہ بھی جائز نہیں۔

عورت کسی کے نکاح میں ہے مگر شوہر نے چھوڑ رکھا ہے نہ نان نفقہ دیتا ہے نہ اس کی خبر گیری کرتا ہے نہ طلاق دیتا ہے۔ اس حالت میں بھی جب تک موت یا طلاق نہ ہو کسی اور سے نکاح حرام ہے اور حالات زمانہ کو آڑ بنا کر نکاح کرنا اور بھی برا۔ کیا یہ نکاح حرام نہ ہوگا تو وہم آئندہ سے بچنے کے لیے قصداً حرام کاری کے کیا معنی؟

جس عورت کو زنا کا حمل ہے اس سے نکاح ہو سکتا ہے پھر اگر اسی کا وہ حمل ہے تو وطی بھی کر سکتا ہے اور اگر دوسرے کا ہے تو جب تک بچہ پیدا نہ ہو لے وطی جائز نہیں اور جس عورت کا حمل ثابت النسب ہے اس سے کسی کا نکاح نہیں ہو سکتا۔

عورت کا شوہر برسوں سے غائب ہے' کچھ پتہ نہیں کہ زندہ ہے یا مر گیا اور اب عورت اپنا دوسرا نکاح کرنا چاہتی ہے تو ہرگز نکاح نہیں کر سکتی۔ اس پر لازم ہے کہ صبر وانتظار کرے یہاں تک کہ اس کے شوہر کی ولادت کو ستر برس گزر جائیں۔ اس کے بعد اس کی موت کا حکم کیا جائے۔ اب عورت عدت گزار کر دوسرا عقد کر سکتی ہے۔ ضرورت اور جوانی کا عذر حرام کو حلال نہیں کر سکتا۔

۶۔ رضاعت

رضاع یعنی دودھ کا رشتہ' عورت کا دودھ پینے سے ثابت ہوتا ہے اور دودھ پینے سے مراد یہی معروف طریقہ نہیں بلکہ حلق اور ناک میں ٹپکایا جب بھی یہی حکم ہے اور تھوڑا سا پیا یا زیادہ' بہر حال حرمت ثابت ہوگی جبکہ اندر پہنچ جانا معلوم ہو۔ اور اگر چھاتی منہ میں لی مگر یہ نہیں معلوم کہ دودھ پیا تو حرمت ثابت نہیں۔ (جوہرہ نیرہ)

مسئلہ ۱: بچہ کو دودھ پلانا چھوڑ دیا گیا ہے مگر اس کو کسی عورت نے دودھ پلا دیا اگر ڈھائی برس کے اندر ہے تو رضاعت ثابت ہے ورنہ نہیں۔

مسئلہ ۲: بچہ نے جس عورت کا دودھ پیا وہ اس بچہ کی ماں ہو جائے گی اور اس کا شوہر (جس کی وطی سے بچہ پیدا ہوا جس سے عورت کو دودھ اترا) اس دودھ پینے والے بچے کا باپ ہو جائے گا اور اس عورت کے تمام بچے اس کے بھائی بہن خواہ اسی شوہر سے ہوں یا دوسرے شوہر سے۔ اس کے دودھ پینے سے پہلے کے ہوں یا بعد کے یا ساتھ کے اور عورت کے بھائی اس کے ماموں اس کی بہن اس کی خالہ یونہی اس شوہر کی اولاد اس کے بھائی بہن اس کے بھائی اس کے چچا اس کی بہنیں اس کی پھوپھیاں۔ خواہ شوہر کی یہ اولاد اسی عورت سے ہو یا دوسری سے۔ یونہی ہر ایک کے ماں باپ اس کے دادا دادی نانا نانی۔

مسئلہ ۳: جو نسب میں حرام ہے رضاع میں بھی حرام ہے ہاں کچھ مرد عورت اس کلیہ سے مستثنیٰ ہیں۔ وقت ضرورت علماء سے دریافت کریں۔ (بہار شریعت)

مسئلہ ۴: قدرت خداوندی سے کنواری لڑکی کے دودھ اتر آیا اور کسی بچہ نے مدت رضاع میں اس کا دودھ پی لیا یا مردہ عورت کا دودھ پی لیا جب بھی رضاعت ثابت ہو گئی۔ مگر نو برس سے کم عمر لڑکی کا دودھ پیا تو رضاع نہیں۔

مسئلہ ۵: ایک عورت کا دو بچوں نے دودھ پیا اور ان میں ایک لڑکا ایک لڑکی ہے تو یہ بھائی بہن ہیں اور ان میں نکاح حرام اگرچہ دونوں نے ایک وقت میں دودھ نہ پیا ہو۔ بلکہ دونوں میں برسوں کا فاصلہ ہو۔ اگرچہ ایک کے وقت میں ایک شوہر کا دودھ تھا اور دوسرے کے وقت میں دوسرے کا۔ (درمختار)

مسئلہ ۶: جس عورت سے زنا کیا اور بچہ پیدا ہوا اس عورت کا دودھ جس لڑکی نے پیا وہ زانی پر حرام ہے۔ (درمختار)

مسئلہ ۷: پانی یا دوا میں عورت کا دودھ ملا کر پلایا تو اگر دودھ غالب ہے یا برابر تو رضاع ثابت ہے مغلوب ہو تو نہیں۔ یونہی اگر بکری وغیرہ کسی جانور کے دودھ میں ملا کر دیا تو اگر یہ دودھ غالب ہے رضاع نہیں ورنہ ہے۔ (درمختار)

مسئلہ ۸: عورتوں کو چاہیے کہ بلا ضرورت ہر بچہ کو دودھ نہ پلا دیا کریں اور پلائیں تو خود بھی یاد رکھیں اور لوگوں سے یہ بات کہہ بھی دیں۔ عورت کو بغیر اجازت شوہر کسی بچہ کو دودھ پلانا مکروہ ہے البتہ اگر اس کے ہلاک کے اندیشہ ہے تو کراہت نہیں۔ مگر میعاد کے اندر رضاعت بہر صورت ثابت ہو جائے گی۔ (ردالمحتار)

مسئلہ ۹: بچہ کو دو برس تک دودھ پلایا جائے اس سے زیادہ کی اجازت نہیں۔ دودھ پینے والا بچہ لڑکا ہو یا لڑکی۔ اور یہ جو بعض عوام میں مشہور ہے کہ لڑکی کو دو برس اور لڑکے کو ڈھائی برس تک پلا سکتے ہیں، یہ صحیح نہیں۔ یہ حکم دودھ پلانے کا ہے اور نکاح حرام ہونے کے لیے ڈھائی برس کا زمانہ ہے یعنی دو برس کے بعد اگرچہ دودھ پلانا حرام ہے مگر ڈھائی برس کے اندر اگر دودھ پلائے گی تو حرمت نکاح ثابت ہو جائے گی اور اس کے بعد اگر پیا تو حرمت نکاح ثابت نہ ہوگی اگرچہ پلانا جائز نہیں۔ (بہار شریعت)

مسئلہ ۱۰: مدت پوری ہونے کے بعد بطور علاج بھی پینا یا پلانا جائز نہیں' دو برس کے اندر بچہ کا باپ اس کی ماں کو دودھ چھڑانے پر مجبور نہیں کر سکتا اور اس کے بعد کر سکتا ہے۔ (بہار شریعت)

طلاق

میاں بیوی کے ازدواجی تعلقات کو آئندہ کی زندگی میں توڑنے کا نام طلاق ہے۔ کیونکہ طلاق کا مطلب کھولنا اور توڑنا ہے لہٰذا نکاح کی پابندی سے میاں بیوی میں جو تعلق پیدا ہوا تھا اسے ختم کرنا طلاق ہے۔ اگر میاں بیوی میں خدانخواستہ ایسے حالات پیدا ہو جائیں جن سے نباہ مشکل ہو جائے تو اس صورت میں عورت سے علیحدگی کا احسن طریقہ طلاق ہی ہے۔ اسلام نے طلاق کو اچھا فعل قرار نہیں دیا بلکہ بہت برا فعل قرار دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے کہ:

اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ فَاِمْسَاكٌۢ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِیْحٌۢ بِاِحْسَانٍ

طلاق دو مرتبہ ہے پھر یا تو اچھے طریقے سے روکنا ہے یا احسان کے ساتھ چھوڑ دینا ہے۔ (بقرہ: ۲۲۹)

اس سے معلوم ہوا کہ اگر کسی صورت میں نباہ ممکن نہ رہے تو میاں بیوی کو نکاح توڑنے کا حق ہے مگر طلاق دینے سے پہلے طلاق کے نتائج پر بڑے تحمل سے غور کرنا چاہیے کیونکہ طلاق دے دینا تو بہت آسان ہے مگر اس کے اثرات سے دوچار ہونا سب سے بڑا صبر آزما کام ہے حضور ﷺ نے بھی اسے اچھا فعل قرار نہیں دیا۔ اور اس کی وضاحت کے متعلق چند احادیث حسب ذیل ہیں:

حدیث ۱: حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا اے معاذ! اللہ تعالیٰ نے روئے زمین پر کوئی چیز ایسی پیدا نہیں کی جو اسے غلام آزاد کرنے سے پیاری ہو' اور کوئی چیز روئے زمین پر اللہ تعالیٰ نے ایسی پیدا نہیں کی جو اسے طلاق سے زیادہ ناپسند ہو۔ (دار قطنی)

حدیث ۲: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کو حلال چیزوں میں طلاق سب سے ناپسند ہے۔ (ابوداؤد)

حدیث ۳: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تین چیزیں ایسی ہیں جن کا قصد بھی قصد ہے اور مذاق بھی قصد ہے۔ وہ نکاح' طلاق اور رجعت ہیں۔ (ترمذی' ابوداؤد)

حدیث ۴: حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کو یہ بات پہنچی کہ ایک آدمی نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے کہا کہ میں نے اپنی بیوی کو سو طلاقیں دیں۔ آپ کا میرے متعلق کیا حکم ہے؟ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا تین طلاقوں کے ساتھ وہ تم سے جدا ہو گئی اور ستانوے کے ساتھ تم نے اللہ کی آیتوں کا مذاق اڑایا۔ (مؤطا امام مالک)

حدیث ۵: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے اپنی بیوی کو حیض کی حالت میں طلاق دیدی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے ذکر کیا تو رسول اللہ ﷺ اس بات سے ناراض ہوئے اور فرمایا کہ اس سے رجوع کرے۔ پھر پاک ہونے تک اسے اپنے پاس رکھے۔ پھر حیض آئے اور پاک ہو جائے۔ اب اگر طلاق کا ارادہ ہے تو ہاتھ لگانے سے پہلے پاکی کی حالت میں طلاق دے۔ یہ وہ عدت ہے جس کا عورتوں کو طلاق دینے کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا ہے۔ دوسری روایت میں ہے کہ اس سے رجوع کرے اور پاکی یا حمل کی حالت میں طلاق دے۔ (بخاری شریف)

حدیث ۶: حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ جو عورت بغیر کسی وجہ سے اپنے خاوند سے طلاق کا سوال کرے تو اس پر جنت کی خوشبو بھی حرام ہے۔ (ابن ماجہ)

حدیث ۷: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا نہیں ہے طلاق نکاح سے پہلے' اور نہیں ہے آزاد کرنا مگر ملکیت کے بعد اور نہیں ہے روزوں کا ملا لینا اور نہیں ہے

یتیمی احتلام کے بعد اور نہیں ہے رضاعت دودھ چھڑانے کے بعد اور نہیں ہے دن کی خاموشی رات تک۔ (شرح السنۃ)

حدیث ۸: حضرت رکانہ بن عبد یزید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے اپنی بیوی حضرت سہیمہ رضی اللہ عنہا کو طلاق بتہ دی۔ پس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی خبر دیتے ہوئے عرض گزار ہوئے کہ میرا ارادہ صرف ایک طلاق کا تھا۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ ان کی طرف لوٹا دیں چنانچہ دوسری طلاق انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اور تیسری طلاق حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں دی۔ (ابوداؤد)

طلاق بائن ورجعی

کسی عورت کو طلاق دینے کے دو طریقے ہیں ایک طریقے کو بائن اور دوسرے کو رجعی کہا جاتا ہے۔ بائن طریقہ یہ ہے کہ یکدم عورت کو تین طلاق دے کر فارغ کر دیا اس طلاق کے بعد میاں بیوی کا کوئی تعلق نہ رہے گا بلکہ طلاق پر تعلق فوری ختم ہو جائے گا۔ یہ طریقہ اچھا تصور نہیں کیا جاتا۔ اس کے علاوہ جو دوسرا طریقہ ہے اسے رجعی کہا جاتا ہے۔ اس طرح کی طلاق دینے کا یہ طریقہ ہے کہ عورت جب حیض کی حالت میں نہ ہو جسے طہر کہا جاتا ہے اسے طلاق دی جائے اگر عورت حیض کی حالت میں ہو تو اس کے پاک ہونے تک انتظار کیا جائے پھر دوسرے طہر میں ایک اور طلاق دے دی جائے۔ اس صورت میں مرد کو یہ حق حاصل ہے کہ عدت گزرنے سے پہلے جب چاہے رجوع کر لے لیکن تیسرے طہر میں تیسری بار طلاق دینے کے بعد مرد کو رجوع کا حق نہ رہے گا اور طلاق مکمل طور پر ہو جائے گی۔ ایسی طلاق کو طلاق رجعی کہا جاتا ہے۔

اسلام میں شرعی نقطہ نظر سے طلاق دینا جائز ہے مگر بے وجہ شرعی ممنوع ہے اور وجہ شرعی ہو تو مباح بلکہ بعض صورتوں میں مستحب ہے مثلاً عورت اس کو یا اوروں کو ایذا دیتی ہے یا نماز نہیں پڑھتی ہے اور بعض صورتوں میں طلاق دینا واجب ہے مثلاً شوہر نامرد یا ہیجڑا ہے یا اس پر کسی نے جادو کا عمل کر دیا ہے کہ جماع کرنے پر قادر نہیں اس کے ازالے کی بھی کوئی صورت نظر نہیں آتی کہ ان صورتوں میں طلاق نہ دینا سخت تکلیف پہنچاتا ہے۔

طلاق دینے کا اختیار فقط مرد کو ہے جب مرد نے طلاق دے دی تو طلاق ہو جائے گی

عورت کا اس میں کچھ اختیار نہیں۔ چاہے منظور کرے چاہے نہ کرے ہر طرح طلاق ہو گئی۔ اور عورت اپنے مرد کو طلاق نہیں دے سکتی۔ مرد کو فقط تین طلاق دینے کا اختیار ہے اس سے زیادہ کا اختیار نہیں۔ تو اگر چار پانچ طلاق دیدیں تب بھی تین ہی طلاق ہوں گی۔

ا۔ طلاق کی صورتیں

شریعت کے اعتبار سے طلاق دینے کا جو طریقہ ہمیں حضور ﷺ کی تعلیمات سے ملتا ہے وہی درحقیقت بہتر اور عمدہ ہے۔ حضور ﷺ کے دور میں صحابہ رضی اللہ عنہم نے اسی کو اپنایا۔ اس طریقہ کے مطابق طلاق دینے کی تین صورتیں ہیں۔ (1) احسن (2) حسن (3) اور بدعی۔ ان کی وضاحت مندرجہ ذیل ہے:

۲۔ طلاق احسن

احسن طلاق دینے کا مطلب یہ ہے کہ مرد اپنی بیوی کو ایسے طہر یعنی حیض آنے کے بعد پاک حالت میں جس میں اس نے اس سے جماع نہ کیا ہو ایک طلاق دے۔ اور پھر اس کی عدت گزر جانے تک چھوڑے رکھے۔ ایسے طریقے کو احسن یعنی بہت بہتر قرار دیا گیا ہے۔

طلاق احسن میں اس بات کو پیش نظر رکھنا ضروری ہے کہ طلاق طہر ہو بشرطیکہ عورت مدخولہ ہو یعنی اس کے ساتھ علیحدگی گزری ہو اور طہر کے بعد عورت سے جماع نہ کیا ہو اور طلاق میں رجعت کی گنجائش رکھی ہو اور پھر عورت سے عدت کی مدت گزرنے تک علیحدگی اختیار کی ہو۔

طلاق احسن میں مرد کو عدت کے اندر رجوع کرنے کا اختیار باقی رہتا ہے۔ یا عدت گزر جانے کے بعد بھی وہ عورت اس شوہر کے ساتھ نکاح کر سکتی ہے مگر اب شوہر کو اس عورت پر دو طلاقوں کا اختیار باقی رہے گا۔ اس لیے کہ آزاد منکوحہ عورت پر مرد کو تین طلاقوں کا اختیار حاصل ہے۔ تو جب وہ ایک طلاق دے چکا تو اب دو کا اختیار باقی ہے تو اب نکاح کے بعد اگر مرد نے اسے دو طلاقیں دے دیں تو بدوں حلالہ وہ عورت اس مرد کے نکاح میں دوبارہ نہیں آسکتی۔

یہ طلاق دیگر اقسام طلاق کی نسبت قابل ترجیح اس لیے ہے کہ اس میں مرد کو بھی زیادہ نادم نہیں ہونا پڑتا اس لیے کہ وہ عدت کے اندر ہی رجوع کر سکتا ہے نیز عورت کے حق میں بھی نقصان دہ نہیں ہے کہ اس کو بھی عقل ٹھکانے آجائے اور وہ اپنے خاوند کے ساتھ ہی وقت گزارے۔

۳۔ طلاق حسن

طلاق حسن، طلاق دینے کا وہ طریقہ ہے جس میں خاوند اپنی مدخولہ بیوی کو ایسے طہر میں طلاق دے کہ جس میں اس سے صحبت نہ کی ہو۔ پھر دوسرے طہر میں دوسری اور تیسرے طہر میں تیسری طلاق دے یعنی تین طہروں میں تین طلاقیں دے۔

طلاق اگرچہ مباح ہے مگر اس کی اجازت انتہائی ناگزیر ضرورت کے وقت دی گئی ہے۔ تعلیم یہی ہے کہ حتی الوسع مصالحت ہی ہو جائے اس میں بھی شک نہیں کہ طلاق دینے کا اختیار بھی شوہر ہی کو حاصل ہے خواہ وہ بیک وقت ایک طلاق دے یا تین۔ مگر ظاہر ہے کہ جب وہ تین طلاقیں یکبارگی دے گا تو ممکن ہے کہ لوگ اسے اس کی زیادتی تصور کریں اور کہیں کہ اگر وہ بیوی کو مہلت دیتا تو شاید وہ اپنی اصلاح کر لیتی۔

ایک طلاق دینے سے اس امر کی توثیق ہو جاتی ہے کہ عورت ناقابل اصلاح ہے۔ اس کا خاوند کے عقد میں رہنا از حد مشکل اور ناممکن ہے اس لیے اس سے چھٹکارا پانا ہی بہتر ہے۔ نیز ہر طہر میں باوجود انتہائی جنسیاتی خواہش کے جب خاوند عورت کو طلاق دینے کو اس سے ازدواجی تعلقات قائم رکھنے پر ترجیح دیتا ہے تو گویا اس سے عورت کے نشوز کی پوری پوری توثیق ہو جاتی ہے۔ اگر زوجہ اس قابل ہو کہ زوجین کا رشتہ ٹوٹنے سے بچ جائے تو کوئی وجہ نہیں کہ پہلی ہی طلاق کے بعد رجعت نہ ہو جائے یا زیادہ سے زیادہ دوسری طلاق کے بعد نکاح کے ساتھ ساتھ خاوند ہی کے پاس رہتی۔

۴۔ طلاق بدعی

طلاق بدعی وہ طلاق ہے جس میں طلاق حسن یا احسن کا طریقہ اختیار نہ کیا گیا ہو یعنی بدعی وہ طلاق ہے جس میں بیک وقت ایک سے زائد طلاقیں دے دی جائیں یا عورت کو ایسے طہر میں طلاق دے دینا کہ جس میں عورت سے ہم بستری کی ہو یا حیض کی حالت میں طلاق دے دینا۔ شرعی لحاظ سے طلاق دینے کی یہ صورت ناپسندیدہ ہے۔ اس سے طلاق تو ہو جائے گی مگر طلاق دینے والا گنہگار ہوگا کیونکہ اس نے وہ طریقہ اختیار نہ کیا جسے اسلام میں بہتر کہا گیا ہے۔

رسول اکرم ﷺ نے حیض کی حالت میں طلاق دینے کو سخت ناپسند کیا ہے اگر کسی سے کوئی ایسی غلطی ہو جاتی تو حضور ﷺ فوراً رجوع کا حکم فرماتے۔ حیض کی حالت میں طلاق تو

جائے گی لیکن مرد گنہگار ہوگا۔

۲۔اقسام طلاق

طلاق کے نافذ العمل ہونے کے لحاظ سے طلاق کی تین قسمیں ہیں یعنی رجعی بائن اور مغلظہ ان کی تفصیل حسب ذیل ہے:

ا۔طلاق رجعی

وہ طلاق جس کی عدت کے دوران رجعت ہو سکے طلاق رجعی کہلاتی ہے رجعت اگرچہ دو طلاقوں تک ہوسکتی ہے مگر ایک طلاق کے بعد کرلینا ہی مناسب ہے۔ رجعت کا مطلب دراصل نکاح باقی رکھنا ہے۔

قرآن پاک میں رجعت کو امساک سے تعبیر کیا گیا ہے اور امساک کے معنی باقی رکھنا یا روکنا ہے قولہ تعالیٰ وَاِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَاَمْسِكُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ (جب عورتوں کو طلاق دو اور ان کی عدت پوری ہونے کے قریب ہو تو خوبی کے ساتھ ان کو روک لو) طلاق رجعی کے بعد شوہر کے لیے مستحب ہے کہ وہ رجوع کرلے اسی لیے طلاق رجعیہ کی عدت میں زینت بھی مشروع ہے لہٰذا شرع نے مرد کو اختیار دیا کہ وہ عدت میں رجعت کرسکتا ہے بشرطیکہ عورت مدخولہ ہو البتہ مدخولہ عورت تو فوراً بائنہ ہو جاتی ہے اور اس کی عدت بھی نہیں۔

رجعت کرنے میں عورت کی اجازت شرط نہیں۔ عورت راضی ہو یا نہ ہو رجعت ہوسکتی ہے البتہ رجعت کے لیے ضروری ہے کہ عدت گزرنے سے پہلے ہو۔ اس لیے عدت گزرنے کے بعد عورت نکاح کی ملک میں نہیں رہے گی۔ رجعت کرتے وقت یہ ضروری ہے کہ تو میری بیوی ہے جیسا کہ پہلے تھی۔ اس کے علاوہ رجعت کرتے وقت یہ کہنا ضروری ہے کہ تو میری بیوی ہے جیسا کہ پہلے تھی۔ اس کے علاوہ رجعت دو گواہوں کے سامنے کی جائے اور عورت کو بھی باخبر کردیا جائے کہ میں نے تجھ سے رجعت کرلی ہے اس کے متعلق تفصیلی احکام باب رجعت میں بیان کیے جائیں گے۔

۲۔طلاق بائن

طلاق بائن سے مراد ایسی طلاق ہے جس کے نتیجے میں عدت کی فرقت واقع ہو جاتی

ہے۔ مرد اور عورت کے درمیان رشتہ زوجیت منقطع ہو جاتا ہے۔ شوہر اپنی بیوی سے عدت کے دوران رجوع نہیں کر سکتا البتہ عدت کے بعد اگر فریقین باہم راضی ہوں تو از سر نو نکاح کر سکتے ہیں۔

امام محمد رحمۃ اللہ کا قول ہے کہ جس شخص نے طلاق بائن دی اس نے سنت سے خطا کی کیونکہ خلاص کرنے میں ایک صفت بڑھانے کی حاجت نہیں۔ طلاق بائن سے عورت اپنے خاوند کے نکاح سے نکل جاتی ہے۔ البتہ اسے اتنا حق دیا گیا ہے کہ وہ ایام عدت میں اس پر رجوع کر لے مگر بخلاف طلاق رجعی بائنہ کی صورت میں عقد نکاح کی تجدید کرنا پڑے گی۔ نکاح کے بغیر رجعت نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ حلت تیسری طلاق سے زائل ہوتی ہے اس لیے طلاق سے قبل عورت کو دوبارہ زوجیت میں لے آنا درست ہے۔

۳۔طلاق مغلظہ

طلاق مغلظہ سے مراد ایسی طلاق ہے جس کے نتیجہ میں مرد اس عورت سے اس وقت تک دوبارہ نکاح نہیں کر سکتا جب تک کہ اس کی مطلقہ بیوی کسی دوسرے سے نکاح کر کے بعد دخول طلاق حاصل نہ کرے یا وہ مرد فوت ہو جائے اس لیے کہ یہ طلاق واقع ہونے میں مذکورہ بالا دونوں طلاقوں (رجعی اور بائنہ) سے زیادہ سخت اور شدید ہے۔ اس لیے کہ اس طلاق کے بعد عورت خاوند کی ملک نکاح سے نکل جاتی ہے۔ حلت نکاح زائل ہو جاتی ہے اور دوسرے شوہر کے ساتھ نکاح کیے بغیر پہلے خاوند کے نکاح میں نہیں آ سکتی۔ بایں وجہ اس طلاق کو طلاق مغلظہ کہتے ہیں۔

آزاد عورت تین طلاقوں سے بائن ہو جاتی ہے جبکہ کنیز کے حق میں بیک وقت دو طلاقیں ہی طلاق مغلظہ کا حکم رکھتی ہیں۔ اس لیے طلاق کی اس قسم کو نہایت ناپسندیدگی کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے اور ایسا شخص عند اللہ گنہگار ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ان کے پاس ایک شخص آیا اور اس نے کہا کہ میں نے اپنی عورت کو تین طلاقیں دیں۔ آپ نے فرمایا کہ وہ عورت تجھ سے بائنہ ہو گئی اور تو نے اپنے رب کی نافرمانی کی۔

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ان کے باپ نے اپنی بیوی کو ہزار طلاقیں دیں حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم

سے دریافت کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ تین طلاق سے بائنہ ہو گئی اور نو سو ستانوے زیادتی اور ظلم ہے اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو اس پر عذاب کرے اور اگر چاہے تو بخش دے۔

اس طلاق کا شرعی حکم یہ ہے کہ اس سے عورت مرد پر حرام ہو جائے گی اور شوہر سابق کے پاس دوبارہ آنے کی ایک ہی صورت ہے جسے اصطلاح فقہ میں حلالہ کہتے ہیں اور اس کی صورت یہ ہے کہ عورت عدت گزرانے کے بعد دوسرے خاوند سے نکاح کرے۔ خاوند وطی کے بعد اسے طلاق دے۔ اس طلاق کی عدت گزارنے کے بعد عورت پہلے خاوند سے نکاح کر سکتی ہے اس کا ثبوت قرآن وحدیث میں موجود ہے۔ چنانچہ قرآن پاک میں ہے فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ. یعنی جب مرد عورت کو تیسری طلاق (یا تینوں طلاقیں بیک وقت دیدے) تو وہ اس کے لیے اس وقت تک حلال نہیں ہوگی جب تک کہ دوسرے خاوند کے ساتھ نکاح نہ کرلے۔

۳۔ تفویض طلاق

طلاق کے اختیار کو اگر مرد اپنی بیوی کے سپرد کر دے تو اس کا یہ فعل تفویض کہلائے گا۔ چنانچہ عورت کا مرد کا نکاح کے وقت یہ شرط کرنا کہ وہ طلاق کی مختار ہے شرعاً صحیح ہے اس طرح شوہر کا اپنی زوجہ کو قیام نکاح کے دوران حق طلاق تفویض کرنا بھی جائز ہوتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ جب مرد نے اپنی عورت کو اس کام کا مالک کیا۔ پھر کوئی بات پوری ہونے سے پہلے دونوں متفرق ہو گئے تو پھر عورت کو اختیار نہیں ہے۔ (طبرانی)

تفویض کے متعلق چند مسائل حسب ذیل ہیں:

مسئلہ ۱ : عورت سے کہا تجھے اختیار ہے یا تیرا معاملہ تیرے ہاتھ میں ہے اور اس سے مقصود طلاق کا اختیار دینا ہے تو عورت اس مجلس میں اسے طلاق دے سکتی ہے اگرچہ وہ مجلس کتنی ہی طویل ہو اور مجلس بدلنے کے بعد کچھ نہیں کر سکتی اور اگر عورت وہاں موجود نہ تھی یا موجود تھی مگر سنا نہیں اور اسے اختیار انہی لفظوں سے دیا تو جس مجلس میں اسے اس کا علم ہوا اس کا اعتبار ہے۔ ہاں اگر شوہر نے کوئی وقت مقرر کر دیا تھا مثلاً آج سے اختیار ہے اور وقت گزرنے کے بعد اسے علم ہوا تو اب کچھ نہیں کر سکتی اور اگر ان لفظوں سے شوہر نے طلاق کی نیت ہی نہ کی تو کچھ نہیں کہ یہ کنایہ ہیں اور کنایہ میں بے نیت طلاق نہیں۔ ہاں اگر غضب

کی حالت میں کہا یا اس وقت طلاق کی بات چیت تھی تو اب نیت نہیں دیکھی جائے گی۔ اور اگر عورت نے ابھی کچھ نہ کہا تھا کہ شوہر نے اپنا کلام واپس لیا تو جس مجلس کے اندر واپس نہ ہوگا یعنی بعد واپسی شوہر بھی عورت اپنے کو طلاق دے سکتی ہے اور شوہر اسے منع بھی نہیں کر سکتا اور اگر شوہر نے یہ لفظ کہے کہ تو اپنے کو طلاق دیدے یا تجھے اپنی طلاق کا اختیار ہے جب بھی یہی سب احکام ہیں مگر اس صورت میں عورت نے طلاق دیدی تو رجعی پڑے گی۔ ہاں اس صورت میں عورت نے تین طلاقیں دیں اور مرد نے تین کی نیت بھی کر لی ہے تو تین ہوں گی۔ اور مرد کہتا ہے میں نے ایک کی نیت کی تھی تو ایک بھی واقع نہ ہوگی اور اگر شوہر نے تین کی نیت کی یا یہ کہا تو اپنے کو تین طلاقیں دے لے۔ عورت نے ایک دی تو ایک پڑے گی اور اگر کہا تو چاہے تو اپنے کو تین طلاقیں دے۔ عورت نے ایک دی یا کہا تو اگر چاہے تو اپنے کو ایک طلاق دے، عورت نے تین دیں تو دونوں صورتوں میں کچھ نہیں مگر پہلی صورت میں اگر عورت نے کہا میں نے اپنے کو طلاق دی ایک اور ایک اور ایک تو تین پڑیں گی۔

مسئلہ ۲: اگر زوجہ نے بوقت نکاح شوہر سے حق طلاق حاصل کر لیا ہو یا وہ نکاح کے بعد اس حق کی مالک بن گئی تو وہ اس حق کو استعمال کر کے خود کو طلاق دے کر رشتۂ زوجیت قطع کر سکتی ہے اور اس طلاق کا اس طرح اعتبار کیا جائے گا جیسا کہ شوہر نے زوجہ کو وہ طلاق خود دی ہو۔

مسئلہ ۳: تفویض یا تملیک طلاق کے بعد شوہر زوجہ کے اس حق کو فسخ نہیں کر سکتا کیونکہ تفویض کے بعد زوجہ اس اختیار کی بنفسہ مالک ہو جاتی ہے خواہ اس حق کو استعمال کرے یا نہ کرے اور جب چاہے کرے۔ البتہ اگر تفویض طلاق معین مدت کے لیے ہو اور وہ مدت گزر جائے تو عورت کا حق باطل اور بے اثر ہو جائے گا۔

مسئلہ ۴: شوہر کے اپنی زوجہ کو حق طلاق تفویض کرنے کی صورت میں خود اس کا حق طلاق ساقط نہیں ہوتا۔ چنانچہ اگر شوہر نے اپنی زوجہ کو حق طلاق تفویض کر دیا اور پھر خود اس کو طلاق بائن دے دی تو عورت کا اختیار باطل اور غیر نافذ ہوگا۔

مسئلہ ۵: تفویض طلاق دراصل خیار طلاق ہے اور خیار دینا ایک فعل کے کرنے یا نہ کرنے کا مالک کرنا ہوتا ہے کیونکہ مخیّر (جس کو اختیار دیا گیا) اس فعل میں اپنی رائے سے تصرف کر سکتا ہے۔ لہٰذا اگر شوہر اپنی زوجہ کو یہ اختیار دیتا ہے کہ خود کو طلاق دے کر اس مرد کے رشتۂ زوجیت سے علیحدہ کر سکتی ہے اور ایسی صورت میں ظاہر ہے کہ عورت مالکہ ہو کر صاحب

تصرف ہے جس کا منشاء یہ ہے کہ مرد کی اس ملکیت میں عورت بھی تصرف کر سکتی ہے۔

۴۔ طلاق صریح

وہ طلاق جو واضح طور پر ایسے الفاظ میں دی جائے جو صرف عورت کو طلاق دینے کے لیے استعمال ہوتے ہیں طلاق صریح کہلاتی ہے جیسا کہ میں نے تجھے طلاق دی' تجھے طلاق ہے تو مطلقہ ہے تو طالق ہے۔ میں تجھے طلاق دیتا ہوں۔ ان سب الفاظ کی ادائیگی سے طلاق دینے کا مطلب لیا جائے گا۔ غرضیکہ صاف صاف طلاق دینے والے الفاظ کہہ دیے جن سے طلاق دینے کے سوا اور کوئی معنی نہیں نکل سکتے ایسی طلاق صریح کہلاتی ہے۔

مسئلہ ۱: طلاق صریح میں خواہ طلاق دینے کی نیت کی ہو یا نہ کی ہو زبان سے طلاق دینے کے واضح طور پر الفاظ نکالتے ہی طلاق ہو جائے گی مگر اس طرح صرف ایک رجعی طلاق واقع ہوگی یعنی عدت ختم ہونے تک عورت کو رکھنے یا نہ رکھنے کا اختیار ہوگا۔

مسئلہ ۲: طلاق کے بگڑے ہوئے الفاظ مثلاً طلاغ' طلاخ' طلاک' تلاک' تلاکھ' تلاکھ' تلاخ تلاخ' طلاق' بلکہ توتے کی زبان سے تلات' یہ سب صریح کے الفاظ ہیں۔ ان سب سے ایک طلاق رجعی ہوگی اگر چہ نیت نہ ہو یا نیت کچھ اور ہو طل اق کہا اور نیت طلاق ہو تو ایک رجعی ہوگی۔

مسئلہ ۳: لفظ طلاق غلط طور پر استعمال کرنے میں عالم جاہل برابر ہیں' بہرحال طلاق ہو جائے گی۔ اگر چہ وہ کہے کہ میں نے دھمکانے کے لیے غلط طور پر ادا کیا طلاق مقصود نہ تھی ورنہ صحیح طور پر بولتا۔ ہاں اگر لوگوں سے پہلے کہہ دیا تھا کہ میں دھمکانے کے لیے غلط بولوں گا طلاق مقصود نہ ہوگی تو اب اس کا کہا مان لیا جائے گا۔ (درمختار)

مسئلہ ۴: کسی نے پوچھا تو نے اپنی عورت کو طلاق دیدی اس نے کہا ہاں یا کیوں نہیں تو طلاق ہو گئی اگر چہ طلاق دینے کی نیت سے نہ کہا ہو مگر جبکہ ایسی سخت آواز اور ایسے لہجے سے کہا جس سے انکار سمجھا جاتا ہو تو نہیں۔ کسی نے کہا تیری عورت پر طلاق نہیں؟ کہا کیوں نہیں یا کہا کیوں تو طلاق ہو گئی اگر کہا نہیں یا ہاں تو نہیں۔ (فتاویٰ رضویہ)

مسئلہ ۵: عورت سے کہا اے مطلقہ' اے طلاق دی گئی' اے طلاقن' اے طلاق شدہ' اے طلاق یافتہ' اے طلاق کردہ' طلاق ہو گئی۔ اگر چہ کہے میرا مقصود گالی دینا نہ تھا اور اگر یہ کہے کہ میرا مقصود یہ تھا کہ وہ پہلے شوہر کی مطلقہ ہے اور حقیقت میں وہ ایسی ہی ہے یعنی شوہر اول

کی مطلقہ ہے تو دیانتاً اس کا قول مان لیا جائے گا اور اگر وہ عورت پہلے کسی کی منکوحہ تھی ہی نہیں یا تھی مگر اس نے طلاق نہیں دی تھی بلکہ مر گیا ہو تو یہ تاویل نہیں مانی جائے گی یونہی اگر کہا تیرے شوہر نے تجھے طلاق دی تو بھی وہی حکم ہے۔ (فتاویٰ عالمگیری)

مسئلہ ٦: اپنی عورت سے کہا تو مجھ پر حرام ہے تو بائن طلاق ہو گی اگرچہ نیت نہ کی ہو اور اگر وہ اس وقت کی عورت نہ ہو یمین ہے۔ حانث ہونے پر کفارہ واجب' یونہی اگر کہا میں تجھ پر حرام ہوں اور طلاق کی نیت کی تو واقع ہو گئی اور اگر صرف یہ کہ میں حرام ہوں تو واقع نہ ہو گی۔ (درمختار)

۵۔ اضافت

اضافت کا مطلب اضافہ کرنا ہے یعنی طلاق کے الفاظ کے ساتھ ایسے الفاظ کا اضافہ ہو جس سے مقصد واضح ہو کہ عورت ہی کو طلاق سمجھی جائے جسے طلاق دی جا رہی ہے اضافت سے متعلق چند مسائل حسب ذیل ہیں:

مسئلہ ۱: طلاق میں اضافت ضرور ہونی چاہیے' بغیر اضافت طلاق واقع نہ ہو گی خواہ حاضر کے صیغے سے بیان کرے مثلاً تجھے طلاق ہے یا اشارے کے ساتھ مثلاً اسے یا اسے یا نام لے کر کہے کہ فلانی کو طلاق ہے یا اس کے جسم و بدن یا روح کی طرف نسبت کرے یا اس کے کسی ایسے عضو کی طرف نسبت کرے جو کل کے قائم مقام تصور کیا جاتا ہو مثلاً گردن یا سر یا جزو شائع کی طرف نسبت کرے مثلاً نصف' تہائی' چوتھائی وغیرہ یہاں تک کہ اگر کہا کہ تیرے ہزار حصوں میں ایک حصہ کو طلاق ہے تو طلاق ہو جائے گی۔ (درمختار)

مسئلہ ۲: جسم کے کسی معمولی حصے کو کہنا کہ اس کو طلاق ہے تو اس طرح طلاق واقع نہیں ہوتی جیسا کہ سر یا گردن پر ہاتھ رکھ کر کہا تیرے اس سر یا اس گردن کو طلاق' تو واقع نہ ہو گی اور اگر ہاتھ نہ رکھا اور یوں کہ کہ اس سر کو طلاق اور عورت کے سر کی طرف اشارہ کیا تو واقع ہو جائے گی۔ البتہ اگر صرف ہاتھ یا انگلی یا ناخن یا پاؤں یا بال یا ناک یا پنڈلی یا ران یا پیٹھ یا پیٹ یا زبان یا کان یا منہ یا ٹھوڑی یا دانت یا سینہ کو کہا کہ اسے طلاق ہے تو واقع نہ ہو گی۔ (جوہرہ' درمختار)

مسئلہ ۳: جزو طلاق بھی پوری طلاق ہے۔ اگر ایک طلاق کا ہزارواں حصہ ہو مثلاً کہا تجھے آدھی یا چوتھائی طلاق ہے تو پوری ایک طلاق پڑے گی کہ طلاق کے حصے نہیں ہو سکتے۔ اگر

چند اجزاء ذکر کیے جن کا مجموعہ ایک سے زیادہ نہ ہو تو ایک ہو گی اور ایک سے زیادہ ہو تو دوسری بھی پڑ جائے گی۔ مثلاً ایک طلاق کا نصف اور اس کی تہائی اور چوتھائی کا نصف اور تہائی اور چوتھائی کا مجموعہ ایک سے زیادہ ہے لہٰذا دو واقع ہوئیں اور اگر اجزاء کا مجموعہ دو سے زیادہ ہے تو تین ہوں گی' یونہی ڈیڑھ میں دو اور ڈھائی میں تین اور اگر وہ طلاق کے تین نصف کہے تو تین ہوں گی اور ایک طلاق کے تین نصف میں دو۔ اور اگر ایک سے دو تک تو ایک' اور ایک سے تین تک تو دو۔ (درمختار وغیرہ)

مسئلہ ۴: صریح طلاق میں کسی مقام کی طرف نسبت کر کے کہنا کہ تجھے یہاں سے وہاں تک طلاق ہے تو اس طرح طلاق ہو جاتی ہے' اگر یوں کہا جائے کہ تجھے یہاں سے فلاں ملک تک طلاق ہے تو ایک رجعی طلاق ہو گی۔ اگر یہ کہا کہ تجھے فلاں جتنی لمبی اور چوڑی طلاق ہے تو اس طرح طلاق بائن واقع ہو گی۔

مسئلہ ۵: انگلیوں سے اشارہ کر کے کہا کہ تجھے اتنی طلاقیں' تو ایک دو تین جتنی انگلیوں سے اشارہ کیا اتنی طلاقیں ہوئیں یعنی جتنی انگلیاں اشارہ کے وقت کھلی ہوں۔ ان کا اعتبار ہے' بند کا اعتبار نہیں اور اگر وہ کہتا ہے کہ میری مراد بند انگلیاں یا ہتھیلی تھی تو یہ قول دیانتاً معتبر ہو گا قضاءً معتبر نہیں۔ اور اگر تین انگلیوں سے اشارہ کر کے کہا تجھے اس کی مثل طلاق اور نیت تین طلاق کی ہو تو تین ورنہ ایک بائن اور اگر اشارہ کر کے کہا تجھے اتنی اور نیت طلاق ہے اور لفظ طلاق نہ بولا جب بھی طلاق ہو جائے گی۔ (درمختار ردالمحتار)

مسئلہ ۶: طلاق میں اضافت زمانی سے بھی طلاق ہو جاتی ہے اگر کسی شخص نے کہا کہ تجھے کل کے روز طلاق ہے تو اسے کل ہوتے ہی طلاق ہو جائے گی۔ اگر کوئی وقت زمانی میں وقت کا نام بھی کہے جیسا کہ فلاں تاریخ کو اتنے بجے یا فلاں دن کو دوپہر یا سہ پہر سے اس طرح وہ وقت آنے پر طلاق ہو جائے گی۔

۶۔ غیر مدخولہ کو طلاق

نکاح کرنے کے بعد جس عورت کے ساتھ خلوت میں سویا نہ جائے اسے غیر مدخولہ کہا جاتا ہے غیر مدخولہ کو طلاق دینے سے طلاق ہو جائے گی۔

مسئلہ ۱: غیر مدخولہ کو کہا کہ تجھے تین طلاقیں تو تین ہوں گی اور اگر کہا تجھے طلاق' تجھے طلاق' تجھے طلاق' یا کہا تجھے طلاق' طلاق' طلاق' یا کہا تجھے طلاق ہے ایک اور ایک اور ایک۔ تو

دونوں صورتوں میں ایک بائن واقع ہوگی باقی لغو و بیکار ہیں یعنی چند لفظوں سے واقع کرنے میں صرف پہلے لفظ سے واقع ہوگی اور باقی کے لیے محل نہ رہے گی اور موطوء ہ میں بہر حال تین واقع ہوں گی کہا تجھے تین طلاق الگ الگ تو ایک ہوگی۔ یونہی اگر کہا تجھے دو طلاقیں اس طلاق کے ساتھ جو میں تمہیں دوں' پھر ایک طلاق دی تو ایک ہی ہوگی۔ (درمختار)

مسئلہ ۲: غیر مدخولہ کو طلاق دینے سے صرف طلاق بائن تصور کی جاتی ہے اور ایسی عورت کے لیے طلاق کی عدت بھی کچھ نہیں ہے۔ طلاق ملنے کے فوراً بعد دوسرے مرد سے نکاح کر سکتی ہے اور ایسی عورت کو ایک طلاق دینے کے بعد اب تیسری طلاق بھی دینے کا اختیار نہیں' اگر دیوے گا تو نہ ہوگی البتہ اگر پہلی ہی دفعہ یوں کہہ دے کہ تجھ کو دو طلاق یا تین طلاق' تو جتنی دی ہیں سب پڑ گئیں اور اگر یوں کہا کہ تجھے طلاق ہے طلاق ہے تب بھی ایسی عورت کو ایک ہی طلاق واقع ہوگی۔ (ہدایہ)

۷۔ طلاق کنایہ

الفاظ کی ادائیگی کے لحاظ سے طلاق کی دوسری قسم طلاق کنایہ ہے۔ طلاق کنایہ سے مراد طلاق کے ایسے الفاظ ہیں جن سے طلاق کا ہونا ظاہر نہ ہو مگر ان سے طلاق کا مفہوم نکل سکتا ہو ان کے علاوہ دوسرے معنی بھی مراد لیے جاسکتے ہوں۔ اس کی مثال یہ ہے کہ اگر کوئی اپنی بیوی کو یوں کہے کہ میں نے تجھ کو دور کیا تو اس کا ایک مطلب تو یہ ہے کہ میں نے تجھ کو طلاق دے دی۔ دوسرا مطلب یہ ہوسکتا ہے کہ طلاق تو نہیں دی لیکن اب تجھ کو اپنے پاس نہ رکھوں گا۔ ہمیشہ اپنے میکے میں پڑی رہ۔ تیری خبر نہ لوں گا۔ یا یوں کہے مجھ سے تیرا کچھ واسطہ نہیں' مجھ سے تیرا کچھ مطلب نہیں تو مجھ سے جدا ہوگئی میں نے تجھ کو الگ کیا' جدا کر دیا' میرے گھر سے چلی جا' نکل جا' ہٹ دور ہو' اپنے ماں باپ کے سر جا کر بیٹھ' اپنے گھر جا۔ میرا تیرا نباہ نہ ہوگا' اسی طرح کے اور الفاظ جن میں دونوں مطلب نکل سکتے ہیں ایسی طلاق کو کنایہ کہتے ہیں۔

مسئلہ ۱: کنایہ سے طلاق واقع ہونے میں یہ شرط ہے کہ نیت طلاق ہو یا حالت بتاتی ہو کہ طلاق مراد ہے یعنی پیشتر طلاق کا ذکر تھا یا غصہ میں کہا۔ کنایہ کے الفاظ تین طرح کے ہیں۔ بعض میں سوال رد کرنے کا احتمال ہے بعض میں گالی کا احتمال ہے اور بعض میں نہ یہ نہ وہ ہے بلکہ جواب کے لئے متعین ہیں اگر رد کا احتمال ہے تو مطلقاً ہر حال میں نیت کی حاجت ہے بغیر نیت طلاق نہیں اور جن میں گالی کا احتمال ہے ان سے طلاق ہونا خوشی اور

غضب میں نیت پر موقوف ہے اور طلاق کا ذکر تھا تو نیت کی ضرورت نہیں۔ (درمختار)

مسئلہ ۲ : کنایہ کے الفاظ جن سے طلاق مراد لیے جاتے ہیں حسب ذیل ہیں:

جا' نکل' چل' روانہ ہو' اٹھ' کھڑی ہو' پردہ کر' دوپٹہ اوڑھ' نقاب ڈال' ہٹ سرک' جگہ چھوڑ' گھر خالی کر' دور ہو' چل دور' اے خالی' اے بری' اے جدا' تو جدا ہے' تو مجھ سے جدا ہے' میں نے تجھے بے قید کیا' میں نے تجھ سے مفارقت کی' رستہ ناپ' اپنی راہ لے' کالا منہ کر' چال دکھا' چلتی' بن' چلتی نظر آ' دفع ہو' دل نے عین ہو' رفو چکر ہو' پنجرا خالی کر' ہٹ کے سڑ' اپنی صورت گما' بستر اٹھا' اپنا سوجھتا دیکھ' اپنی گٹھڑی باندھ' اپنی نجاست الگ پھیلا' تشریف لے جایئے' تشریف کا ٹوکرا لے جایئے' جہاں سینگ سمائے جا' اپنا مانگ کھا' بہت ہو چکی اب مہربانی فرمایئے' اے بے علاقہ' منہ چھپا' جہنم میں جا' چولہے میں جا' بھاڑ میں پڑ' میرے پاس سے چل' اپنی مراد پر فتح مند ہو' میں نے نکاح فسخ کیا' تو مجھ پر مثل مردار' سور' شراب کے ہے (نہ مثل بھنگ یا افیون یا مال فلاں یا زوجہ فلاں کے) تو مثل میری ماں یا بہن یا بیٹی ہے (اور یوں کہا تو ماں' بہن' بیٹی تو گناہ کے سوا کچھ نہیں) تو خلاص ہے' تیری گلوخلاصی ہوئی' تو خالص ہوئی' حلال خدایا حلال مسلماناں یا ہر حلال مجھ پر حرام' تو میرے ساتھ حرام میں ہے' میں نے تجھے تیرے ہاتھ بیچا اگرچہ کسی عوض کا ذکر نہ آئے اگرچہ عورت نے یہ نہ کہا کہ میں نے خریدا' میں تجھ سے باز آیا۔ میں تجھ سے درگزرا' تو میرے کام کی نہیں' میرے مطلب کی نہیں' میرے مصرف کی نہیں' مجھے تجھ پر کوئی راہ نہیں' کچھ قابو نہیں' ملک نہیں' میں نے تیری راہ خالی کر دی' میری ملک سے نکل گئی' میں نے تجھ سے خلا کیا' اپنے میکے بیٹھ' تیری باگ ڈھیلی کی' تیری رسی چھوڑ دی' تیری لگام اتار لی' اپنے رفیقوں سے جا مل' مجھے تجھ پر کچھ اختیار نہیں' میں تجھ سے لا دعویٰ ہوں' تجھ پر کچھ دعویٰ نہیں' خاوند تلاش کر' میں تجھ سے جدا ہوں یا ہوا (فقط میں جدا ہوں یا ہوا کافی نہیں اگرچہ بہ نیت طلاق کہا) میں نے تجھے جدا کر دیا۔ میں نے تجھ سے جدائی کی' تو خود مختار ہے' تو آزاد ہے' مجھ میں تجھ میں نکاح نہیں' مجھ میں تجھ میں نکاح باقی نہ رہا' میں نے تجھے تیرے گھر والوں یا باپ یا ماں یا خاوندوں کو دیا' یا خود تجھ کو دیا (اور تیرے بھائی یا ماموں یا چچا یا کسی اجنبی کو دینا کہا تو کچھ نہیں) مجھ میں تجھ میں کچھ معاملہ نہ رہا یا نہیں' میں تیرے نکاح سے بیزار ہوں' بری ہوں' مجھ سے دور ہو' مجھے صورت دکھا' کنارے ہو' تو نے مجھ سے نجات پائی' الگ ہو' میں نے پاؤں کھول دیا' میں نے تجھے آزاد

آزاد ہو جا' تیری بندگی' تو بے قید ہے' میں تجھ سے بری ہوں۔ اپنا نکاح کر' جس سے چاہے نکاح کر لے' میرے لیے تجھ پر نکاح نہیں' میں نے تیرا نکاح فسخ کیا وغیرہ سب کنایہ کے الفاظ ہیں۔

۱۔ رجعت

نکاح کا وہ تعلق جو طلاق رجعی کی صورت میں معطل ہو جاتا ہے اسے بحال کر لینے کو رجعت کہا جاتا ہے یعنی اگر کوئی شخص اپنی عورت کو ایک یا دو طلاق رجعی دے چکا ہو تو عدت ختم ہونے سے پہلے اسے اختیار حاصل ہے کہ وہ اس سے رجوع کر لے خواہ وہ راضی ہو یا نہ ہو کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

فَاِذَا بَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَاَمْسِكُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ فَارِقُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ وَّاَشْهِدُوْا ذَوَیْ عَدْلٍ مِّنْكُمْ وَاَقِیْمُوا الشَّهَادَةَ لِلّٰهِ ط ذٰلِكُمْ یُوْعَظُ بِهٖ مَنْ كَانَ یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ ط وَمَنْ یَّتَّقِ اللّٰهَ یَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا. (طلاق:۲)

پھر جب وہ اپنی عدت کو پہنچنے لگیں تو انہیں معروف طریقے سے روک لو یا انہیں احسن طریقے سے چھوڑ دو۔ اور اپنے لوگوں میں کے آدمیوں کو گواہ بنا لو اور اللہ کے لیے صحیح شہادت دو۔ یہ اس کو نصیحت کی جاتی ہے جو اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے اور جو اللہ سے ڈرے گا اس کے لئے بہتر صورت پیدا کر دے گا۔

اللہ کے اس حکم سے معلوم ہوا کہ امساک یعنی روکنے سے مراد رجوع کرنا ہے اور اگر عدت کا زمانہ ختم ہو جائے تو پھر شوہر کو رجوع کرنے کا اختیار باقی نہیں رہتا اور زوجہ سے شوہر کا رشتۂ ازدواج منقطع ہو جاتا ہے۔ چونکہ عدت گزر جانے کے سبب ملکیت نکاح ساقط ہو جاتی ہے اور جو شے ساقط ہو جائے پھر لوٹ کر نہیں آ سکتی۔ البتہ فریقین بعدہ باہمی رضامندی سے دوبارہ نکاح کر سکتے ہیں۔ رجوع کرنے یعنی روکنے کا طریقہ یہ ہے کہ اپنی بیوی کو صاف صاف لفظوں میں کہہ دے کہ میں تجھے رکھ لیتا ہوں۔ یا یہ کہہ دے کہ میں نے تجھ سے رجوع کر لیا' کسی اور سے جس سے اسے خبر مل جائے کہہ دے کہ میں نے اپنی بیوی کو رکھ لیا تو اس طرح رجوع ہو جائے گا۔

رجعت کے لیے کسی معاوضے کی ضرورت نہیں کیونکہ رجعت کے ذریعہ اسی چیز کو جو پہلے سے موجود ہے (یعنی نکاح) آئندہ برقرار رکھا جاتا ہے لہٰذا اس کے لیے معاوضہ کی

ضرورت نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ رجوع کرنے کے لیے عورت کی رضامندی بھی ضروری ہے۔ حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ کے نزدیک مرد کا اپنی بیوی سے عدت کے اندر جماع کر لینا رجوع کرنے کا حکم رکھتا ہے۔

بہرحال رجوع کرنے کی مستحسن صورت یہ ہے کہ مرد رجوع کرنے پر دو گواہ بنا لے۔ یہی ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول ہے کیونکہ جب ان سے ایسے شخص کے بارے میں فتویٰ لیا گیا جس نے اپنی بیوی سے مجامعت کر لی تو حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس شخص نے طلاق دینے اور رجوع کرنے دونوں کاموں میں سنت کی خلاف ورزی کی ہے کیونکہ مسنون طریقہ یہ تھا کہ پہلے دو گواہوں کے موجودگی میں وہ زبانی رجوع کرتا پھر مجامعت کرتا۔

شوہر کا اپنی زوجہ کو ایک یا دو طلاق بائن دینے سے رشتہ زوجیت ختم ہو جائے گا ایسے ہی طلاق رجعی کی جب عدت گزر جاتی ہے تو اس سے بھی رشتہ زوجیت ختم ہو جائے گا اور دونوں صورتوں میں رجعت نہیں ہو سکتی۔ اس کا تفصیلاً حکم یہ ہے کہ طلاق قبل دخول' طلاق بالعوض یعنی خلع اور تین طلاق اپنے اندر طلاق بائن کا حکم رکھتی ہیں اور مرد عدت کے دوران رجوع نہیں کر سکتا۔ اسی طرح رجعی طلاق عدت گزر جانے کے بعد بائن ہو جاتی ہے اور مرد بعد ازاں عورت سے رجوع نہیں کر سکتا البتہ فریقین باہمی رضامندی سے دوبارہ نکاح کر سکتے ہیں۔

اگر کوئی شخص اپنی زوجہ کو بیک وقت ایک کلمہ سے طلاق دے یا متفرق کلمات سے تین مرتبہ طلاق' طلاق' طلاق کہے تو اس وقت تین طلاق بائن (مغلظہ) واقع ہو جائیں گی اور وہ اپنی زوجہ سے رجوع نہ کر سکے گا۔ الا یہ کہ وہ عورت دوسرے مرد سے نکاح کرے اور اس سے طلاق مل جائے یا نکاح فسخ ہو جائے یا وہ مر جائے۔ ایسی صورت میں عدت ختم ہو جانے پر فریقین باہمی رضامندی سے نکاح جدید کر سکتے ہیں۔

اگر زوجہ غیر مدخولہ ہو یعنی اس سے محبت نہ ہوئی ہو اور اس کو ایک کلمہ سے تین طلاقیں دی جائیں تو تینوں طلاقیں ایک ساتھ واقع ہوں گی اور وہ عورت بدوں حلالہ اس مرد سے دوبارہ نکاح نہ کر سکے گی۔

البتہ اگر تین طلاقیں فرداً فرداً دی گئیں تو پہلی طلاق سے وہ زوجہ بائن ہو جائے گی۔ باقی دو طلاقیں بے اثر رہیں گی۔ اس صورت میں حلالہ کے بغیر مرد و عورت باہم نکاح جدید کر سکتے ہیں۔ یہ امر مسلمہ ہے کہ غیر مدخولہ زوجہ ایک طلاق سے بائن ہو جاتی ہے کیونکہ

غیر مدخولہ عورت کے لیے کوئی عدت نہیں ہوتی۔

رجعت اس وقت ہے کہ جب تک وہ پچھلے حیض سے پاک نہ ہوئی ہو۔ اس کے بعد رجعت نہیں ہو سکتی۔ جب تیسرے حیض کا خون دس دن کے بعد بند ہو جائے تو عدت گزر جانے کے باعث رجوع کا وقت جاتا رہا۔ اگرچہ عورت نے تا حال غسل نہ کیا ہو اور اگر دس دن سے کم میں خون بند ہو جائے تو جب تک غسل نہ کر لے یا ایک نماز کا کامل وقت نہ گزر جائے' رجوع کا وقت ختم نہ ہوگا کیونکہ حیض کی مدت زیادہ سے زیادہ دس دن ہے لہٰذا جب پوری مدت گزر کر بند ہوگا تو عورت حیض سے فارغ ہو گئی اور اس کی عدت گزر گئی اور رجوع کا وقت جاتا رہا اور دس دن سے کم کی صورت میں اس بات کا احتمال ہے کہ خون دوبارہ آ جائے گا اس لیے ضروری ہے کہ اس کا بند ہونا غسل کی حقیقت سے یا پاک عورتوں کے احکام میں سے کسی حکم کے لزوم سے پختہ ہو جائے لیکن عورت اگر اہل کتاب میں سے ہو تو اس کے حق میں چونکہ خون کا انقطاع پر کسی اور نشانی کی توقع نہیں ہو سکتی لہٰذا اس کے حق میں صرف خون کے بند ہونے پر اکتفا کیا جائے۔

جو شخص اپنی بیوی کو طلاق دے درآنحالیکہ وہ حاملہ ہو' یا اس نے بچہ جنا اور مرد نے اسے طلاق دے دی اور کہا میں نے اس سے مباشرت نہیں کی تھی تو اسے رجوع کا حق حاصل ہے۔ اور اس کے اس قول کا کوئی اعتبار نہیں کہ "میں نے مباشرت نہیں کی تھی" کیونکہ حمل جب اتنی مدت میں ظاہر ہوا کہ اس کا اس خاوند سے ہونا تصور میں آ سکے تو وہ اسی کا حمل شمار ہوگا۔

طلاق غیر مؤثرہ

بعض افراد کی دی ہوئی طلاق مؤثر نہیں یعنی ان کے طلاق دینے سے طلاق واقع نہ ہو گی وہ افراد حسب ذیل ہیں:

مسئلہ ۱ نابالغ کی طلاق: نابالغ کی طلاق بالاتفاق واقع نہیں ہوتی اگرچہ وہ قریب بلوغ ہو۔ اگر لڑکے نے صغرسنی کی حالت میں طلاق دی اور بلوغ کے بعد اس سابق طلاق کو بحال رکھا تب بھی وہ (سابق) طلاق واقع نہ ہو گی کیونکہ وہ ابتدا ہی سے طلاق دینے کا اہل نہ تھا البتہ وہ از سرنو طلاق دے سکتا ہے۔

مسئلہ ۲ پاگل کی طلاق: دیوانگی یا پاگل پن میں دی ہوئی طلاق واقع نہ ہو گی کیونکہ طلاق دیتے وقت عقل کا ہونا ضروری ہے' پاگل یا مجنون اس شخص کو کہتے ہیں جس کی عقل

زائل ہو چکی ہو۔ فقہاء کے نزدیک مجنون اس شخص کو کہتے ہیں جس کی قوت تمیز جنون کے سبب مختل ہو جائے' اچھے اور برے میں فرق نہ کر سکے اور اپنے افعال کے انجام کو سمجھنے کی قوت نہ رہے خواہ پیدائشی طور پر یا کسی آفت یا عارضہ کی بنا پر ہوا ہو۔

مسئلہ ۳ معتوہ کی طلاق: معتوہ یعنی جس کی عقل کام نہ کرے اس کے طلاق دینے سے بھی طلاق موثر نہیں ہوتی۔ معتوہ (مغلوب العقل) کا لفظ عتہ سے مشتق ہے اس کے لغوی معنی اختلال عقل کے ہیں' اصطلاحاً معتوہ اس شخص کو کہتے ہیں جو بے عقل ہو' بے ربط باتیں کرتا ہو جو منہ میں آئے بک جائے۔

مسئلہ ۴ مدہوش کی طلاق: مدہوشی کی حالت میں بھی دی ہوئی طلاق واقع نہ ہوگی مدہوش کا لفظ ''دہش'' سے مشتق ہے یعنی وہ شخص جس کی عقل جاتی رہے۔ فقہی اصطلاح میں مدہوش وہ شخص کہلاتا ہے جو کسی صدمہ' مصیبت یا اچانک حادثہ غمناک واقعہ یا خوفناک خبر کے معلوم ہونے کے سبب کھو بیٹھے۔

مدہوش کا ذہن ماؤف ہو جاتا اور قوت فکر زائل ہو جاتی ہے اس لیے وہ سوچنے سمجھنے کی صلاحیت سے وقتی طور پر محروم ہونے کے سبب اپنے قول و فعل پر اختیار نہیں رکھتا۔ بنابریں مدہوش کی طلاق بالاتفاق واقع نہیں ہوتی۔

مسئلہ ۵ مغشی کی طلاق: حالت غشی میں دی گئی طلاق واقع نہ ہوگی۔ مغشی کا لفظ غشی سے مشتق ہے جو محرک اور حسی قوتوں کے تعطل کا نام ہے۔ غشی ایک بے اختیار نیند کے مانند ہے جو بالعموم ضعف قلب کے سبب طاری ہوتی ہے۔ چونکہ ایسی حالت میں انسان کا دل و دماغ اپنے قابو میں نہیں ہوتا اس لیے اس شخص کو احکام شرع کا مکلف قرار نہیں دیا جا سکتا۔ بنابریں مغشی کی طلاق بالاتفاق واقع نہیں ہوتی۔

مسئلہ ۶ مغمیٰ علیہ کی طلاق: ایسی مرض جس سے عقل مغلوب ہو کر درست کام نہ کرے تو اس حالت میں بھی دی ہوئی طلاق واقع نہ ہوگی جیسا کہ بعض اوقات کسی مرض کے سبب دیوانوں جیسی حالت ہو جاتی ہے۔ مثلاً سرسام۔ چنانچہ سرسام زدہ شخص کی طلاق بالاتفاق واقع نہیں ہوتی کیونکہ مبرسم (جس شخص کو سرسام ہو گیا ہو) کو صحیح العقل قرار نہیں دیا جا سکتا۔ بلکہ اس وقت اس کی مثال ایک مجنون یا معتوہ غیر مسلسل کی سی ہے۔ اسی طرح بعض اوقات

قلب و دماغ پر ایسی کیفیت وارد ہوتی ہے کہ قوت مدد اپنا کام چھوڑ دیتی ہے۔ ایسے شخص کو فقہی اصطلاح میں مغمیٰ علیہ کہا جاتا ہے۔ ایسے شخص کی دی ہوئی طلاق بھی واقع نہیں ہوتی۔

مسئلہ ۷ خوابیدہ کی طلاق: سوئے ہوئے کی طلاق واقع نہیں ہوتی کیونکہ سوتے وقت کہی ہوئی بات قابل عمل نہیں ہوتی اس لیے اگر کوئی شخص اپنی عورت کو نیند کی حالت میں طلاق دیدے تو وہ طلاق واقع نہ ہوگی کیونکہ شرعاً سونے والے کی بات معتبر نہیں کی جاتی۔

مسئلہ ۷ خوابیدہ کی طلاق: سوئے ہوئے کی طلاق واقع نہیں ہوتی کیونکہ سوتے وقت کہی ہوئی بات قابل عمل نہیں ہوتی اس لیے اگر کوئی شخص اپنی عورت کو نیند کی حالت میں طلاق دیدے تو وہ طلاق واقع نہ ہوگی کیونکہ شرعاً سونے والے کی بات معتبر نہیں کی جاتی۔

۱۰-خلع

خلع کا لفظ خَلع سے ماخوذ ہے۔ خلع کے لغوی معنیٰ ایک شے سے دوسری شے نکالنے کے ہیں۔ اصطلاحاً خلع کے معنی باہر نکالنے یا اتارنے کے آتے ہیں۔ چونکہ خلع میں عورت مرد کے رشتۂ زوجیت سے باہر آ جاتی ہے اس لیے شرعاً خلع کا مفہوم یہ ہے کہ شوہر اپنی بیوی سے مال لے کر ملک نکاح سے دستبردار ہو جائے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

وَلَا يَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَاْخُذُوْا مِمَّآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ شَيْـًٔا اِلَّآ اَنْ يَّخَافَآ اَلَّا يُقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ ط فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا يُقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيْمَا افْتَدَتْ بِهٖ ط تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَعْتَدُوْهَا ج وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ○ (البقرۃ:۲۲۹)

اور یہ تمہارے لیے درست نہیں کہ جو تم نے عورتوں کو مہر کی صورت میں دیا ہے اس سے کچھ لو۔ اگر میاں بیوی کو خوف ہو کہ وہ اللہ کی حدود کو قائم نہ رکھ سکیں گے تو ان پر کوئی گناہ نہیں، عورت کچھ دے کر علیحدگی حاصل کر لے۔ یہ اللہ کی حدیں ہیں ان سے تجاوز نہ کرنا پس جو حدوں سے باہر نکلیں گے وہی ظالموں میں سے ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ کے اس حکم سے معلوم ہوا کہ جب شوہر اور بیوی میں باہمی جھگڑا ہو (اور صلح کی صورت نہ ہو) اور دونوں کو خوف ہو کہ ہم اللہ تعالیٰ کی مقرر کی ہوئی حدود پر قائم نہیں رہ سکیں گے تو عورت بعوض مال اپنی جان کو شوہر سے فدیہ کرے جس کے عوض شوہر اس کو خلع دے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کی زوجہ حبیبہ بنت سہل رضی اللہ عنہا، حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئی اور عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کے نیک برتاؤ اور خوبی دین میں کچھ عیب نہیں رکھتی۔ مگر مجھے ایمان کے ساتھ نفاق رکھنا ناگوار ہے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تو اس کو اس باغ (جو مہر میں لیا ہوا تھا) واپس کردے گی۔ اس نے عرض کیا جی ہاں! آپ نے ثابت بین قیس رضی اللہ عنہ کو بلا کر فرمایا کہ تو اپنا باغ قبول کرلے اور اس کو طلاق دے دے۔ (بخاری شریف)

میاں بیوی میں گھریلو تنازعے کا سبب عورت ہی کی طرف سے نہیں ہوتا بلکہ مرد کی طرف سے بھی ہوسکتا ہے جس سے عورت کا دلی سکون ختم ہو جائے اور اس کا زندگی گزارنا محال ہو جائے اور اسے محسوس ہو کہ اب خاوند سے کسی طرح چھٹکارا حاصل کر لینا ہی بہتر ہے تو ایسی صورت اسلام نے اس ناپسندیدہ شوہر سے گلوخلاصی کے لیے خلع کا حق دیا ہے مگر طلاق اور خلع کے اختیارات نہایت ناگزیر صورت میں آخری چارہ کار سمجھتے ہوئے استعمال کرنے کی اجازت دی ہے تو ناگزیر صورت یہی ہے کہ زوجین کے لیے رشتہ ازدواج ایک مصیبت بن جائے تو ایسی صورت میں میاں بیوی کا سلسلہ مناکحت میں ایک دوسرے کے ساتھ بندھے رہنا نہ صرف فطری تقاضوں کے منافی ہے بلکہ انصاف کا خون ہے۔ لہٰذا زوجین کے مابین مصالحت کی کوئی صورت نہ ہو اور ازدواجی زندگی شوہر اور بیوی دونوں کے لیے انتہائی تلخیوں اور پریشانیوں سے دوچار ہو جائے اور زیادتی بھی مرد کی طرف سے ہو۔ نہ تو وہ حقوق زوجیت ادا کرے اور نہ ہی طلاق دے الٹا بیوی کو تنگ کرے۔ تو ایسی صورت میں جبکہ نکاح کا مقصد ہی فوت ہو جائے اور حدود اللہ کے ٹوٹنے کا اندیشہ ہو تو عورت کی طرف سے مطالبہ اور کچھ مال کی پیشکش پر زوجین کو تفریق کر لینے کی اجازت ہے۔

مسئلہ ۱ : اگر شوہر کی طرف سے زیادتی ہو تو خلع پر مطلقاً عوض لینا مکروہ ہے۔ اور اگر عورت کی طرف سے ہو تو جتنا مہر دیا ہے اس سے زیادہ لینا مکروہ۔ پھر بھی اگر زیادہ لے لے گا تو قضاء جائز ہے۔ جو چیز مہر ہو سکتی ہے وہ بدل خلع بھی ہو سکتی ہے اور جو چیز مہر نہیں ہو سکتی ہے مثلاً دس درہم سے کم کو بدل خلع کر سکتے ہیں مگر مہر نہیں کر سکتے۔ (درمختار)

مسئلہ ۲ : مرد نے کہا میں نے تجھ سے خلع کیا' عورت نے کہا میں نے قبول کیا تو خلع ہو گیا۔ البتہ اگر عورت نے اسی جگہ جواب نہ دیا۔ وہاں سے کھڑی ہو گئی ہو یا عورت نے قبول ہی

نہیں کیا تو کچھ نہیں ہوا لیکن عورت اگر اپنی جگہ بیٹھی رہی اور مرد یہ کہہ کر کھڑا ہوا اور عورت نے اس کے اٹھنے کے بعد قبول کیا تب بھی خلع ہو گیا۔ (درمختار)

مسئلہ ۳: خلع عورت کی جانب میں اپنے کو مال کے بدلے میں چھڑانا ہے تو اگر عورت کی جانب سے ابتدا ہوئی مگر ابھی شوہر نے قبول نہیں کیا تو عورت رجوع کر سکتی ہے اور اپنے لیے اختیار بھی لے سکتی ہے اور یہاں تین دن سے زیادہ کا بھی اختیار لے سکتی ہے' بخلاف بیع کے کہ بیع میں تین دن سے زیادہ کا اختیار نہیں اور دونوں میں سے ایک کی مجلس بدلنے کے بعد عورت کا کلام باطل ہو جائے گا۔ خلع چونکہ معاوضہ ہے لہٰذا یہ شرط ہے کہ عورت کا قبول اس لفظ کے معنی سمجھ کر ہو بغیر معنی سمجھے اگر محض لفظ بول دے گی تو خلع نہ ہوگا۔ (درمختار)

مسئلہ ۴: چونکہ شوہر کی جانب سے خلع طلاق ہے لہٰذا شوہر کا عاقل بالغ ہونا شرط ہے۔ نابالغ یا مجنون خلع نہیں کر سکتا کہ اہل طلاق نہیں اور یہ بھی شرط ہے کہ عورت محل طلاق ہو۔ لہٰذا اگر عورت کو طلاق بائن دیدی ہے تو اگرچہ عدت میں ہو اس سے خلع نہیں ہو سکتا۔ یونہی اگر نکاح فاسد ہوا ہے یا عورت مرتدہ ہو گئی ہے جب بھی خلع نہیں ہو سکتا کہ نکاح ہی نہیں ہے خلع کس چیز کا ہوگا اور رجعی کی عدت میں ہے تو خلع ہو سکتا ہے۔ (درمختار ردالمختار)

مسئلہ ۵: مرد نے فقط اتنا کہا میں نے تجھ سے خلع کیا اور عورت نے قبول کر لیا' روپے پیسے کا ذکر نہ مرد نے کیا نہ عورت نے۔ تب بھی جو حق مرد کا عورت پر ہے اور جو حق عورت کا مرد پر ہے سب معاف ہوا۔ اگر مرد کے ذمے مہر باقی ہو تو وہ بھی معاف ہو گیا اور اگر عورت پا چکی ہے تو خیر اب اس کا پھیرنا واجب نہیں۔ البتہ عدت کے ختم ہونے تک روٹی کپڑا اور رہنے کا گھر دینا پڑے گا۔ ہاں اگر عورت نے کہہ دیا ہو کہ عدت کی روٹی کپڑا اور رہنے کا گھر بھی تجھ سے نہ لوں گی تو وہ بھی معاف ہو گیا۔ (فتاویٰ عالمگیری)

مسئلہ ۶: اگر ایک عورت خلع کرنے پر راضی نہ ہو لیکن اس کا شوہر اسے ڈانٹ ڈپٹ کر زبردستی خلع کرنے پر راضی کرے تو اس طرح طلاق ہو جائے گی اور مرد کے ذمے جو مہر واجب الا دا تھا وہ اسے لازمی ادا کرنا پڑے گا۔

مسئلہ ۷: شوہر نے کہا میں نے تجھ سے اتنے پر خلع کیا' عورت نے جواب میں کہا ہاں تو اس سے کچھ نہیں ہوگا۔ جب تک یہ نہ کہے کہ میں راضی ہوئی یا جائز کیا۔ یہ کہا تو صحیح ہو گیا۔ یونہی اگر عورت نے کہا کہ مجھے ہزار روپیہ بدلے میں طلاق دیدے تو مرد نے کہا ہاں تو یہ بھی

کچھ نہیں اور اگر عورت نے کہا مجھ کو ہزار روپے کے بدلے میں طلاق ہے۔ شوہر نے کہا ہاں تو ہوگئی۔ (عالمگیری)

مسئلہ ۸: نکاح کی وجہ سے جتنے حقوق ایک دوسرے پر تھے وہ خلع سے ساقط ہو جاتے ہیں اور جو حقوق کہ نکاح کے علاوہ ہیں وہ ساقط نہ ہوں گے۔ عدت کا نفقہ اگرچہ نکاح کے حقوق سے ہے مگر یہ ساقط نہ ہوگا ہاں اگر اس کے ساقط ہونے کی شرط کر دی گئی تو یہ بھی ساقط ہو جائے گا۔ یونہی عورت کے بچہ ہو تو اس کا نفقہ اور دودھ پلانے کے مصارف ساقط نہ ہوں گے اور اگر ان کے ساقط ہونے کی بھی شرط ہے اور اس کے لیے کوئی وقت معین کر دیا ہے تو ساقط ہو جائیں گے ورنہ نہیں اور بصورت وقت معین کرنے کے اگر اس وقت سے پیشتر بچے کا انتقال ہو گیا تو باقی مدت میں جو صرف ہوتا وہ عورت سے شوہر لے سکتا ہے اور اگر یہ ٹھہرا ہے کہ عورت اپنے مال سے دس برس تک بچے کی پرورش کرے گی تو بچے کے کپڑے کا عورت مطالبہ کر سکتی ہے اور اگر بچے کا کھانا کپڑا دونوں ٹھہرے ہیں تو کپڑے کا مطالبہ بھی نہیں کر سکتی اگرچہ یہ معین نہ کیا ہو کہ کس قسم کا کپڑا پہنائے گی اور بچہ کو چھوڑ کر عورت بھاگ گئی تو باقی نفقہ کی قیمت شوہر وصول کر سکتا ہے۔ اور اگر یہ ٹھہرا ہے کہ بلوغ تک اپنے پاس رکھے گی تو لڑکی میں ایسی شرط ہو سکتی ہے لڑکے میں نہیں۔ (عالمگیری)

۱۱-ظہار

خاوند کا اپنی بیوی کو کسی دائمی حرام النکاح عورت مثلاً ماں، بہن خالہ یا پھوپھی سے تشبیہ دینا ظہار کہلاتا ہے۔ ایسے ہی اپنی بیوی کے کسی عضو کو بھی کسی دائمی حرام عورت کے کسی عضو سے تشبیہ دینا بھی ظہار ہے بشرطیکہ یہ عضو ایسا ہو جس سے سارا جسم مراد لیا جائے اس کے متعلق ارشاد باری تعالیٰ یہ ہے کہ:

اَلَّذِیْنَ یُظٰهِرُوْنَ مِنْكُمْ مِّنْ نِّسَآىٕهِمْ مَّا هُنَّ اُمَّهٰتِهِمْ ؕ اِنْ اُمَّهٰتُهُمْ اِلَّا الّٰٓـِٔیْ وَلَدْنَهُمْ ؕ وَ اِنَّهُمْ لَیَقُوْلُوْنَ مُنْكَرًا مِّنَ الْقَوْلِ وَ زُوْرًا ؕ وَ اِنَّ اللّٰهَ لَعَفُوٌّ غَفُوْرٌ ". (مجادلہ:۲)

تم میں سے جو لوگ اپنی عورتوں سے ظہار کرتے ہوئے انہیں ماں کہہ بیٹھیں وہ ان کی مائیں نہیں ہیں' ان کی مائیں صرف وہی ہیں جنہوں نے انہیں جنم دیا ہے اور بیشک ایک غیر معقول بات کہتے ہیں۔ اور یہ بات جھوٹ ہے اور بیشک اللہ معاف کرنے والا بخشنے والا ہے۔

لفظ ظہار کی اصل ظہر ہے' ظہر عربی میں پیٹھ کو کہتے ہیں۔ یہ ایک فقہی اصطلاح ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ مرد اپنی زوجہ کو اپنی ماں کی پیٹھ سے تشبیہ دے۔ اسلام میں ایسی تشبیہ دینے کو حرام اس لیے قرار دیا گیا ہے کہ پیٹھ پر سواری کی جاتی ہے۔ عورت ایک طرح سے مرد کی سواری ہے تو اس سواری کو ایسی عورت کے ساتھ تشبیہ دی گئی جو دائمی حرام ہے۔ شرعی طور پر ظہار کے معنی میں والدہ کے سوا دیگر محرمات یعنی بہنیں' خالہ' پھوپھی وغیرہ خواہ نسبی ہوں یا رضاعی' سے بھی تشبیہ دینا ظہار ہوگا۔

ظہار کا رکن تشبیہ ہے اگر تشبیہ نہ ہو تو ظہار نہ ہوگا مثلاً کوئی اپنی زوجہ سے کہے تو میری ماں ہے تو یہ ظہار نہیں اگر ماں کے مثل کہے تو ظہار ہوگا۔ ظہار کے واقع ہونے کے لیے خاوند کا مسلمان ہونا ضروری ہے کیونکہ ظہار کے لیے اسلام' عقل اور بالغ ہونا شرط ہے اس لیے نابالغ' مجنون' مدہوش' ذہنی بیمار یا سونے والے نے ظہار کے الفاظ کہے تو یہ ظہار نہ ہوگا۔ البتہ ہنسی مذاق یا نشے کی حالت میں ظہار کا لفظ نکل گیا تو ظہار ہوگا۔ جس عورت سے ظہار کیا گیا ہو اس کا منکوحہ بیوی ہونا ضروری ہے۔ کنیز سے ظہار نہیں ہوگا۔

ظہار کا حکم یہ ہے کہ جب تک کفارہ ادا نہ کرلے اس وقت تک اپنی عورت کے ساتھ میاں بیوی والے تعلقات قائم کرنا درست نہیں۔ ظہار سے نکاح تو ختم نہیں ہوتا بلکہ باقی رہتا ہے مگر ظہار سے صحبت اور بوس و کنار حرام ہو جاتا ہے۔

ظہار کا کفارہ

ظہار کا کفارہ غلام آزاد کرنا' یا دو ماہ کے پے در پے روزے رکھنا یا ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانا ہے کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

وَالَّذِيْنَ يُظٰهِرُوْنَ مِنْ نِّسَآءِهِمْ ثُمَّ يَعُوْدُوْنَ لِمَا قَالُوْا فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّتَمَآسَّا ط ذٰلِكُمْ تُوْعَظُوْنَ بِهٖ ط وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ " فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّتَمَآسَّا ط فَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَاِطْعَامُ سِتِّيْنَ مِسْكِيْنًا ط ذٰلِكَ لِتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ط وَتِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ ط وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ " اَلِيْمٌ "

''وہ لوگ جو اپنی بیویوں سے ظہار کرتے ہیں پھر وہی بات کرنا چاہیں جس پر اتنی بڑی بات کہہ چکے تو ان پر لازم ہے کہ وہ ایک غلام آزاد کریں۔ پیشتر اس کے کہ وہ ایک دوسرے

کو ہاتھ لگائیں۔ اللہ تعالیٰ تمہیں یہ نصیحت فرماتا ہے اور وہ تمہارے کاموں سے خبردار ہے جسے غلام نہ ملے تو وہ پے درپے دو ماہ کے روزے رکھے قبل ان کے کہ وہ ایک دوسرے کو ہاتھ لگائیں۔ جو یہ بھی نہ کر سکے تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے۔ یہ اس لیے کہ تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھو۔ یہ اللہ کی حدود ہیں اور کافروں کے لیے دردناک عذاب ہے۔"

ظہار کی صورت میں کفارہ ادا کیے بغیر عورت سے ملاپ نہیں کرنا چاہیے اگر کسی شخص نے کفارہ ادا کرنے سے پہلے اپنی عورت سے جنسی ملاپ کر لیا تو اسے توبہ کرنی چاہیے اور اللہ سے استغفار کرنا چاہیے اور دوبارہ کفارہ ادا کیے بغیر عورت سے وطی نہ کرے۔

ظہار کے کفارہ میں غلام آزاد کرنے پر کوئی پابندی نہیں ہے کہ غلام ایسا ہو یا ایسا نہ ہو۔ چنانچہ غلام کافر ہو خواہ مسلمان' نر ہو یا مادہ بالغ ہو یا نابالغ' بلکہ شیر خوار بچہ ہی کیا جائے' آزاد کرنے سے کفارہ ادا ہو جائے گا۔ غلام پر قدرت نہ ہونے کی صورت میں ظہار کرنے والے کو اجازت ہے کہ وہ دو ماہ کے پے درپے روزے رکھ کر کفارہ ادا کرے۔ ظہار کرنے والے جس شخص میں نہ غلام آزاد کرنے کی طاقت ہو اور نہ روزے رکھنے کی' تو اسے ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانا چاہیے یہ کھانا صبح وشام کا ہونا چاہیے اگر ایک مسکین کو ساٹھ دن تک کھانا کھلا دیا تو بھی کفارہ ادا ہو جائے گا۔

ظہار کا کفارہ دینے والے کی اجازت سے دوسرا شخص بھی اس کی طرف سے کفارہ ادا کر سکتا ہے اس لیے کہ اس صورت میں یہ قرض لینے کا معاملہ ہو جائے گا جس کی شرعی طور پر اجازت ہے اگر کسی نے دو ظہار کیے تو اس کے بدل میں دو ہی کفارے ادا کرنے پڑیں گے۔

۱۰- ایلاء

اپنی بیوی سے صحبت نہ کرنے کی قسم کھانے کو ایلاء کہا جاتا ہے مگر شرط یہ ہے کہ چار ماہ کی مدت سے کم نہ ہو اس کی وضاحت قرآن کریم نے یوں فرمائی ہے:

لِلَّذِيْنَ يُؤْلُوْنَ مِنْ نِّسَآءِهِمْ تَرَبُّصُ اَرْبَعَةِ اَشْهُرٍ ج فَاِنْ فَآءُوْ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ وَاِنْ عَزَمُوا الطَّلَاقَ فَاِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ. (البقرہ ۲۲۶ تا ۲۲۷)

جو لوگ اپنی عورتوں کے پاس جانے کی قسم کھا لیں ان کو چار مہینے انتظار کرنا چاہیے اگر (اس عرصے میں قسم سے) رجوع کر لیں تو خدا بخشنے والا مہربان ہے۔ اور اگر طلاق کا ارادہ کر لیں تو بھی اللہ سنتا' اور جانتا ہے۔

فرمانِ الٰہی سے معلوم ہوا کہ جو شخص اپنی بیوی سے کہے کہ اللہ کی قسم! میں تیرے قریب نہ جاؤں گا یا یوں کہے کہ اللہ کی قسم! چار ماہ تک تجھ سے صحبت نہیں کروں گا' یا یہ کہے کہ اللہ کی قسم! میں تیرے ساتھ نہیں سوؤں گا۔ اس طرح کے الفاظ جن سے بیوی سے صحبت نہ کرنے کی قسم کھائی جائے' ایلاء کہلائے گا۔ پس اگر وہ چار مہینے کے اندر وطی کرے تو اس کی قسم ٹوٹ گئی اور اس پر کفارہ یمین واجب ہو گیا کیونکہ کفارہ قسم توڑنے کا موجب اور نتیجہ ہے اور ایلاء ساقط ہو گیا کیونکہ قسم حنث (توڑنے) سے جاتی رہتی ہے اور اگر وہ چار ماہ عورت کے قریب نہ گیا تو یہ مدت گزرنے پر وہ ایک طلاق سے اس سے جدا (بائن) ہو جائے گی۔

جدائی کی صورت میں اگر اس شخص نے چار ماہ کی قسم کھائی تھی تو ساقط ہو گئی کیونکہ وہ اس مدت کیساتھ مشروط و مقید تھی اور اگر اس نے ہمیشہ کی قسم کھائی تھی تو وہ باقی ہے کیونکہ قسم مطلق تھی اور حنث نہیں پایا گیا کہ وہ اس سے رفع ہو جاتی' لیکن یہ آدمی اگر پھر اس سے نکاح کرنا چاہے تو نکاح سے قبل طلاق مکرر نہیں ہوگی کیونکہ جب عورت بائن ہو چکی تو مرد کی طرف سے اس کے حق کو رکنا نہ پایا گیا۔

ہمیشہ کی قسم کی صورت میں اگر مرد نے پھر اس عورت سے نکاح کر لیا تو ایلاء پھر لوٹ آئے گا۔ اب اگر وہ چار ماہ کے اندر اس سے مباشرت کرے تو کفارہ یمین آئے گا ورنہ اس مدت کے گزرنے پر عورت پر دوسری طلاق واقع ہو جائے گی کیونکہ قسم مطلق تھی لہٰذا وہ ابھی باقی ہے اور نکاح سے عورت کا حق مرد پر ثابت ہو گیا جس کے روکنے کی وجہ سے ظلم متحقق ہو گیا۔ اور وہ طلاق بائن سے زائل ہو گا اور یہ دوسرا ایلاء اس وقت سے معتبر ہو گا جبکہ دوسری مرتبہ نکاح ہوا ہے اب اگر مرد نے پھر تیسری مرتبہ اس سے نکاح کر لیا تو ایلاء پھر لوٹ آئے گا جو چار ماہ کی مدت کے گزرنے سے ایک اور طلاق کی صورت میں ظاہر ہو گا' بشرطیکہ وہ اب بھی اس کے قریب نہ جائے۔ اب عورت کو طلاق مغلظہ ہو گئی اگر وہ کسی دوسرے شخص سے نکاح' مباشرت' طلاق اور عدت کے بعد پھر پہلے خاوند سے نکاح کر لے تو اب اس ایلاء کی وجہ سے طلاق واقع نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ وہ اس پہلے نکاح کی ملک کے ساتھ مقید تھا۔

اگر مرد نے چار ماہ سے کم کے لیے قسم کھائی تو یہ ایلاء نہیں ہے کیونکہ ابن ابی شیبہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ چار ماہ کی مدت سے مقید کیا ہے' تو باقی تین ماہ وہ بلا روک ٹوک اپنی بیوی سے مل سکتا ہے۔ ایک ماہ کی رکاوٹ سے حکم طلاق ثابت نہیں

ہوسکتا۔

اگر کوئی شخص اپنی بیوی سے کہے کہ واللہ میں تجھ سے دو ماہ اور اس کے بعد دو ماہ نہیں ملوں گا تو وہ ایلاء کرنے والا (مولی) ہے کیونکہ اس نے حرف جمع کے ساتھ دو مدتوں کو جمع کیا ہے۔ اور یونہی ہے جیسے وہ چار ماہ کا لفظ بولتا۔

ایلاء کو اگر کسی شرط کے ساتھ معلق کیا جائے تو بھی صحیح ہے ایلاء ہو جائے گا یعنی اگر شوہر نے حج، روزہ، صدقہ، غلام آزاد کرنا یا طلاق کی قسم کھائی تو وہ ایلاء کرنے والا ہوگا مثلاً بیوی سے یوں کہا کہ اگر میں تجھ سے قربت کروں تو مجھ پر حج کرنا لازم ہوگا یا ایک ماہ کے روزے واجب ہیں یا ایک سو روپیہ صدقہ کرنا لازم ہے یا غلام آزاد کرنا یا بیوی کو طلاق دینا لازم ہوگا۔ چونکہ ان تمام امور میں مرد کو مشقت اٹھانا پڑے گی اس لیے یہ قربت کو مانع ہوں گے اس لیے فقہاء نے فرمایا کہ ایلاء کی تعلیق معمولی سے کام سے نہیں ہوسکتی۔ مثلاً یوں کہا کہ اگر میں تجھ سے قربت کروں تو مجھ پر دو رکعت نفل واجب ہوں گے یا ایک دن کا روزہ لازم ہوگا۔ چونکہ اس قسم کے افعال باعث مشقت نہیں ہیں اور قربت کو مانع نہیں ہوں گے لہٰذا ان سے ایلاء نہیں ہوگا۔

۱۳۔ لعان

ایک دوسرے پر لعنت کرنے کو لعان کہا جاتا ہے۔ شرعی لحاظ سے میاں بیوی میں سے ہر ایک کی جانب سے دوسرے پر تہمت لگانے کی صورت میں قسم کے ساتھ اللہ کی لعنت اور غضب کی شہادت دینا لعان کہلاتا ہے لعان مرد کے حق میں زنا وغیرہ کی تہمت لگانے کے قائم مقام اور عورت کے حق میں زنا کی سزا کے قائم مقام ہوتا ہے لعان کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ اَزْوَاجَهُمْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ شُهَدَآءُ اِلَّآ اَنْفُسُهُمْ فَشَهَادَةُ اَحَدِهِمْ اَرْبَعُ شَهٰدٰتٍۭ بِاللّٰهِ ۙ اِنَّهٗ لَمِنَ الصّٰدِقِيْنَ ○ وَالْخَامِسَةُ اَنَّ لَعْنَتَ اللّٰهِ عَلَيْهِ اِنْ كَانَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ۔ وَيَدْرَؤُا عَنْهَا الْعَذَابَ اَنْ تَشْهَدَ اَرْبَعَ شَهٰدٰتٍۭ

اور جو لوگ اپنی عورتوں پر بدکاری کی تہمت لگائیں اور خود ان کے سوا ان کے گواہ نہ ہوں تو ہر ایک کی شہادت یہ ہے کہ پہلے تو چار بار خدا کی قسم کھائے کہ بیشک وہ سچا ہے۔ اور پانچویں (بار) یہ (کہے) کہ اگر وہ جھوٹا ہو تو اس پر خدا کی لعنت۔ اور عورت سے سزا کو یہ بات ٹال سکتی ہے کہ وہ پہلے چار بار خدا کی قسم

بِاللّٰہِ اِنَّہٗ لَمِنَ الْکٰذِبِیْنَ وَالْخَامِسَۃَ اَنَّ غَضَبَ اللّٰہِ عَلَیْھَا اِنْ کَانَ مِنَ الصّٰدِقِیْنَ.

کھائے کہ بیشک یہ جھوٹا ہے اور پانچویں (دفعہ) یوں (کہے) کہ اگر یہ سچا ہو تو مجھ پر خدا کا غضب (نازل) ہو۔ (نور 6 تا 9)

اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے معلوم ہوا کہ جب کوئی اپنی بیوی پر زنا کی تہمت لگائے یا لڑکا پیدا ہونے پر یہ کہے کہ یہ لڑکا میرا نہیں ہے کیا معلوم کس کا ہے؟ تو اس کا حکم یہ ہے کہ وہ عورت حاکم کے پاس اپنا مسئلہ پیش کرے تو حاکم دونوں سے قسم لے۔ پہلے شوہر سے حلفاً کہلائے کہ میں اللہ کو حاضر ناظر گواہ کر کے کہتا ہوں کہ جو تہمت میں نے اپنی بیوی پر لگائی ہے میں اس میں سچا ہوں۔ چار دفعہ یہی تکرار کرے۔ پھر پانچویں دفعہ کہے کہ اگر میں جھوٹا ہوں تو خدا مجھ پر لعنت کرے۔ اس کے بعد عورت حاکم کے سامنے یوں کہے کہ میں اللہ تعالیٰ کو حاضر ناظر سمجھتے ہوئے کہتی ہوں کہ اس نے جو تہمت مجھ پر لگائی ہے اس میں یہ جھوٹا ہے اور پانچویں مرتبہ یوں کہے کہ اگر یہ اس تہمت لگانے میں سچا ہے تو مجھ پر اللہ تعالیٰ لعنت کرے۔ جب دونوں قسم کھالیں تو حاکم دونوں میں علیحدگی کا حکم دے گا۔ اور اس طرح ایک طلاق بائن واقع ہو جائے گی۔ اس طرح قسمیں اٹھا کر لعنت کے اظہار کو لعان کہا جاتا ہے۔

عورت کو کہنا کہ تو زانیہ ہے یا کہنا کہ میں نے تجھے زنا کرتے دیکھا ہے یا تو نے زنا کیا ہے لعان ثابت کرنے کے صریح الفاظ ہیں۔ اس کے علاوہ دیگر قسم کے الفاظ کہنے سے لعان نہ ہوگا لعان کے معاملے میں مندرجہ ذیل شرائط پائی جائیں تو سمجھیں کہ لعان ہے ورنہ نہیں۔

(1) نکاح صحیح ہو نکاح فاسد میں عورت پر تہمت لگانے سے لعان نہیں ہوتا۔ (2) لعان کے وقت زوجیت قائم ہو دخول ہوا ہو یا نہ ہوا ہو۔ (3) دونوں آزاد ہوں۔ (4) دونوں عاقل ہوں (5) دونوں بالغ ہوں (6) دونوں مسلمان ہوں۔ (7) دونوں میں سے کوئی گونگا نہ ہو۔ (8) ان میں سے کسی پر حد قذف نہ لگی ہو۔ (9) مرد نے اپنے اس قول پر گواہ پیش نہ کیے ہوں۔ (10) عورت زنا سے انکار کرتی ہو اور اپنے کو پارسا کہتی ہو۔ (11) صریح زنا کی تہمت لگائی ہو یا اپنے نکاح سے پیدا شدہ بچے کو کہے کہ یہ میرا نہیں ہے یا عورت کا وہ بچہ جو دوسرے خاوند سے ہو اس کے متعلق یہ کہنا کہ اس کا نہیں۔ (12) تہمت دارالاسلام میں لگائی گئی ہو۔ (13) عورت قاضی کے پاس اس کا مطالبہ کرے۔ (14) شوہر تہمت لگانے کا اقرار کرے یا دو گواہوں سے اس کی تہمت ثابت ہو۔

تہمت لگانے کے بعد اگر مرد لعان کرنے سے انکار کرے تو اسے قید کر دیا جائے گا۔ حتیٰ کہ وہ لعان کرے یا جھوٹ کا اقرار کرے۔ جھوٹ کا اقرار کرنے پر اس پر حد قذف لگائی جائے گی۔ جو نص قرآنی کے مطابق 80 کوڑے ہیں۔ اگر مرد نے لعان کیا اور اس نے لعان کے مذکورہ الفاظ ادا کر دیے تو پھر عورت کو بھی لعان کے الفاظ ادا کرنے واجب ہوں گے' اگر وہ انکار کرے تو اسے قید کر دیا جائے گا۔ یہاں تک کہ لعان کا اقرار کرے اور اگر اس نے مرد کی تصدیق کی۔ مثلاً یوں کہا کہ مرد نے سچ کہا تو عورت پر زنا کی حد نہیں لگے گی البتہ اس نے خود اقرار کیا کہ میں نے زنا کیا تو پھر بشرائط اقرار زنا اس پر حد زنا قائم ہوگی۔

اگر دونوں میاں بیوی لعان کریں تو پھر دونوں کے درمیان تفریق کرائی جائے گی اور اس تفریق سے عورت مطلقہ بائنہ ہو جائے گی اگر قاضی نے تفریق نہ کی تو یہ عورت کو طلاق دے سکتا ہے۔ ایلاء یا ظہار کر سکتا ہے۔ دونوں میں سے کوئی مر جائے تو دوسرا اس کا ترکہ پائے گا اور لعان کے بعد اگر دونوں علیحدہ نہ بھی ہونا چاہیں تو پھر بھی ان میں تفریق کر دی جائے گی۔

لعان کے بعد اگر تفریق ہو گئی تو اس عدت کا نفقہ اور سکنیٰ (رہنے کا مکان) خاوند کے ذمہ ہوگا اور اس عدت میں جو بچہ پیدا ہوگا وہ بھی اسی شوہر ہی پر ہوگا۔ اگر شوہر نے اس بچہ کی نسبت جو اس کے نکاح میں پیدا ہوا' یہ کہا کہ یہ میرا نہیں اور لعان ہوا۔ تو قاضی یا حاکم اسلام اس بچے کا نسب شوہر سے منقطع کر کے عورت کی طرف منتسب کر دے گا۔

۱۴۔ عدت

عدت شریعت کی مقرر کردہ مدت ہے جو عورت کو مرد کا اپنے اوپر حق ختم ہونے کے بعد گزارنی پڑتی ہے بشرطیکہ مرد نے اس سے صحبت کرنے کے بعد طلاق دی ہو یا مر گیا ہو۔ اس کے متعلق ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

وَالْمُطَلَّقٰتُ يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ ؕ وَلَا يَحِلُّ لَهُنَّ اَنْ يَّكْتُمْنَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ فِيْٓ اَرْحَامِهِنَّ اِنْ كُنَّ يُؤْمِنَّ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ

اور طلاق والی عورتیں تین حیض تک اپنے آپ کو روکے رہیں۔ اور اگر وہ خدا اور روز قیامت پر ایمان رکھتی ہیں تو ان کو جائز نہیں کہ خدا نے جو کچھ ان کے شکم میں پیدا کیا ہے اس کو چھپائیں۔ (بقرہ:۲۲۸)

جب کسی عورت کا نکاح' طلاق' خلع یا شوہر کے مر جانے کی وجہ سے ٹوٹ جائے تو

شریعت کے مطابق اسے ایک مدت تک اپنے گھر میں رہنا پڑے گا۔ اس مدت میں نہ وہ کہیں جا سکتی ہے' اور نہ کسی اور سے نکاح کر سکتی ہے۔ ایسی مدت کے گزارنے کو عدت کہا جاتا ہے۔

مسئلہ ۱ : جب مرد اپنی بیوی کو بائن یا رجعی طلاق دے دے یا طلاق کے بغیر ان میں جدائی یعنی فرقت واقع ہو جائے اور وہ عورت آزاد ہو اور اسے حیض بھی آتا ہو تو اس کی عدت تین حیض ہے۔ بلا طلاق فرقت واقع ہونے کی کئی صورتیں ہیں مثلاً ایلاء' لعان' خلع' غیر کفو میں نکاح ہو جانا اور خیار بلوغ وغیرہ۔ یاد رہے کہ علیحدگی جب بلا طلاق ہو تو وہ بھی عدت کے سلسلے میں طلاق ہی کی طرح خیال کی جائے گی۔ بعض فقہاء نے تین حیض کی مدت کو تین ماہ قرار دیا ہے لیکن جسے حیض آتا ہو تو اسے تین حیض مکمل آنے تک عدت گزارنی چاہیے۔

مسئلہ ۲ : اگر عورت کو نابالغی کے باعث یا کبیر السن ہونے کی وجہ سے حیض نہ آتا ہو تو اس کی عدت تین ماہ ہے کیونکہ ارشاد الٰہی ہے کہ تمہاری عورتوں میں جو حیض سے ناامید ہوں اور تم کو شک ہو تو ان کی عدت کی مدت تین مہینے ہے اور یہ اللہ کا حکم ہے۔ اور اسی طرح وہ عورت جو عمر کے حساب سے تو بالغ ہو چکی ہے لیکن اسے حیض نہیں آتا اس کی عدت بھی تین ماہ ہے۔ اگر کسی لڑکی کو طلاق مل گئی اس نے مہینوں کے حساب سے عدت شروع کی پھر عدت کے اندر ہی ایک یا دو مہینے کے بعد حیض آ گیا تو پورے تین حیض آنے تک بیٹھی رہے۔ جب تک تین حیض پورے نہ ہوں' عدت ختم نہ ہوگی۔ (درمختار)

مسئلہ ۳ : اگر کسی نے حیض کے زمانہ میں طلاق دے دی تو جس حیض میں طلاق دی ہے اس حیض کا کچھ اعتبار نہیں ہے اس کو چھوڑ کر تین حیض اور پورے کرے۔ (عالمگیری)

مسئلہ ٤ : اگر عورت حاملہ ہو تو اس کی عدت یہ ہے کہ اس کے ہاں بچہ پیدا ہو جائے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ اگر عورت کو حمل ہو تو ان پر خرچ کرو' یہاں تک کہ وہ بچے کو جنم دے دیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر کسی کو حمل ہے اور اسی زمانہ میں طلاق مل گئی تو بچہ پیدا ہونے تک بیٹھی رہے' یہی اس کی عدت ہے جب بچہ پیدا ہو گیا تو عدت ختم ہو گئی اور طلاق ملنے کے بعد تھوڑی ہی دیر میں اگر بچہ پیدا ہو گیا تو اسی وقت عدت کی مدت ختم ہو جائے گی۔

مسئلہ ٥ : طلاق کی عدت اس عورت پر جس کی صحبت کے بعد طلاق ملی ہو یا صحبت تو ابھی نہیں ہوئی مگر میاں بیوی میں تنہائی و یکجائی ہو چکی ہے تب طلاق ملی' چاہے ویسی تنہائی ہوئی ہو جس سے پورا مہر دلایا جاتا ہے یا ویسی تنہائی ہوئی ہو جس سے پورا مہر واجب نہیں ہوتا۔

بہر حال عدت بیٹھنا واجب ہے اور اگر بالکل کسی قسم کی تنہائی نہ ہوئی تو عدت واجب نہیں۔ (عالمگیری)

مسئلہ ٦: کسی نے باقاعدہ نکاح کر لیا جیسے کسی عورت سے نکاح کیا تھا۔ پھر معلوم ہوا اس کا شوہر ابھی زندہ ہے اور اس نے طلاق نہیں دی۔ یا معلوم ہوا کہ اس مرد و عورت نے بچپن میں ایک عورت کا دودھ پیا ہے تو اس کا حکم یہ ہے کہ اس سے صحبت کر لی تو عدت بیٹھنا پڑے گی۔ جس وقت سے مرد نے توبہ کر کے جدائی اختیار کی اسی وقت سے عدت شروع ہوگئی اور اگر صحبت نہیں ہونے پائی تو عدت واجب نہیں بلکہ ایسی عورت سے اگر خوب تنہائی و یکجائی بھی ہو چکی تب بھی عدت واجب نہیں۔ (درمختار)

مسئلہ ۷: اگر طلاق دینے کے بعد مرد نے عدت کے اندر دھوکہ میں اس سے صحبت کر لی تو اب دو عدتیں واجب ہوگئیں۔ (ہدایہ)

مسئلہ ۸: جس عورت سے نکاح فاسد کیا گیا ہو یعنی نکاح بلا گواہ یا ایک بہن کی عدت میں دوسری سے نکاح یا چوتھی عورت کی عدت میں پانچویں سے نکاح یا جس عورت سے شبہ میں مباشرت کی گئی ہو (یعنی اسے ایسے مرد کے ساتھ خلوت میں جمع کیا گیا جو در اصل اس کا خاوند نہ تھا اور مباشرت ہوگئی) ان دونوں قسم کی عورتوں کی عدت تفریق اور موت دونوں صورتوں میں حیض کے حساب سے ہے کیونکہ ان کی عدت حق نکاح کو پورا کرنے کی خاطر نہیں بلکہ اس لیے ہے کہ ان کے پیٹ کا حمل سے خالی ہونا بطور یقین معلوم ہو جائے اور یہ چیز حیض سے ہی معلوم ہوتی ہے۔

مسئلہ ۹: اگر ایک کبیر السن حیض سے مایوس عورت کو طلاق ملی اور اس نے تین ماہ کے حساب سے عدت گزارنا شروع کی مگر اس دوران میں اسے خون آ گیا تو اس کی گزشتہ عدت کالعدم ہے اور اس پر از سر نو تین حیض کے حساب سے عدت واجب ہے۔ خون آنے سے مراد یہ ہے کہ ماہواری سے مایوسی سے قبل جو اس کی عادت تھی اس کے مطابق خون آیا ہو کیونکہ ماہواری ایام کا دوبارہ شروع ہو جانا یاس (مایوسی) کو صحیح روایت کے مطابق باطل کر دیتا ہے۔ اب نئے سرے سے ماہواری کے شروع ہو جانے سے ظاہر ہو گیا کہ اس عورت کے حق میں مہینے، حیض کا قائم مقام نہیں رہے۔ اگر مطلقہ عورت کو دو حیض آ چکے تھے اور پھر یہ سلسلہ بوجہ کبر سنی کے بند ہو گیا تو اب دو مہینوں کے حساب سے ساری عدت از سر نو گزارے

گی تاکہ بدل (مہینے) اور مبدل منہ (حیض) میں جمع کرنے سے احتراز ہو سکے۔

مسئلہ ۱۰: جب ام ولد (یعنی وہ لونڈی جس کے ہاں آقا سے اولاد پیدا ہو جائے) کا آقا فوت ہو جائے یا وہ اسے آزاد کر دے تو اس کی عدت تین حیض ہے اور اگر ام ولد کو بوجہ کبرسنی کے حیض نہ آتا ہو تو اس کی عدت تین ماہ ہے جیسا کہ نکاح میں بھی یہی حکم ہے کہ ایسی منکوحہ کی عدت تین ماہ ہے۔

مسئلہ ۱۱: اگر مرد بیوی کو حالت حیض میں طلاق دے دے تو گو یہ فعل ناجائز ہے' لیکن طلاق واقع ہو جائے گی اور عورت اس حیض کو عدت میں شمار نہ کرے گی جس میں اسے طلاق ہوئی ہے کیونکہ عدت کا شمار پورے تین حیض ہے اس سے کم نہیں ہو سکتا۔

مسئلہ ۱۲: خاوند کی وفات کی صورت میں آزاد عورت کی عدت چار ماہ دس دن ہے کیونکہ ارشاد خداوندی ہے کہ تم میں سے جو لوگ فوت ہو جائیں اور بیویاں چھوڑ جائیں تو ان کی عورتیں چار ماہ دس دن تک انتظار کریں۔ اس سے معلوم ہوا کہ بیوہ کی عدت چار ماہ دس دن ہے۔ بیوہ عورت شوہر کے ساتھ جس گھر میں رہا کرتی تھی اسی گھر میں رہنا چاہیے۔ باہر نکلنا درست نہیں البتہ اگر کوئی غریب عورت ہے اس کا جانا اور نکلنا درست ہے لیکن باقی وقت اپنے گھر ہی رہا کرے چاہے صحبت ہو چکی ہو یا نہ ہوئی ہو اور چاہے کسی قسم کی تنہائی و یکجائی ہوئی ہو یا نہ ہوئی ہو اور چاہے حیض آتا ہو یا نہ آتا ہو سب کا ایک حکم ہے۔ البتہ اگر عورت پیٹ سے تھی اس حالت میں شوہر مرا تو بچہ ہونے تک عدت بیٹھے۔ اب مہینوں کا اعتبار نہیں۔ مرنے سے کچھ دیر بعد بچہ پیدا ہو گیا تب بھی عدت ختم ہو گئی۔ (عالمگیری)

مسئلہ ۱۳: کسی نے اپنی بیماری میں طلاق بائن دے دی اور طلاق کی عدت کے دوران میں وہ مر گیا تو (طلاق یا موت) جس عدت میں زیادہ دن لگیں گے وہ عدت پوری کرے اور اگر بیماری میں طلاق رجعی دی ہے اور ابھی عدت طلاق کی نہ گزری تھی کہ شوہر مر گیا تو اس عورت پر وفات کی عدت لازم ہے۔ (درمختار)

مسئلہ ۱۴: عورت اپنے شوہر کی اجازت سے والدین کے گھر گئی اس کے پیچھے اس کے شوہر کا انتقال ہو گیا تو اس پر فرض ہے اپنے شوہر کی خبر مرگ سنتے ہی فوراً اس کے گھر یعنی جہاں وہ رہتا تھا چلی جائے اور ختم عدت تک وہیں رہے۔

مسئلہ ۱۵: کسی نے بے قاعدہ نکاح کر لیا تھا جیسے بے گواہوں کے نکاح کر لیا یا بہنوئی

سے نکاح ہو گیا اور اس کی بہن بھی اب تک اس کے نکاح میں ہے پھر وہ شوہر مر گیا تو ایسی عورت جس کا نکاح صحیح نہیں ہوا چار مہینے دس دن عدت نہ بیٹھے بلکہ تین حیض تک مدت بیٹھے۔ حیض نہ آتا ہو تو تین مہینے اور حمل سے ہو تو بچہ ہونے تک بیٹھے۔ (ہدایہ)

مسئلہ ۱۶: اگر کسی کا میاں چاند کی پہلی تاریخ کو مرا یا پہلی تاریخ کو طلاق ملی تو چاند کے حساب سے عدت کے مہینے پورے کرے اور اگر پہلی تاریخ کو نہیں مرا یا پہلی تاریخ کو طلاق نہیں ملی تو ہر مہینہ تیس تیس دن کا لگا کر عدت پوری کرے۔ چاہے انتیس کا چاند ہو یا تیس کا۔ (عالمگیری)

مسئلہ ۱۷: کسی کا میاں مر گیا مگر اس کی خبر نہیں ملی۔ چار مہینے دس دن گزر چکنے کے بعد خبر آئی تو اس کی عدت پوری ہو چکی۔ اسی طرح اگر طلاق کی خبر مدت گزرنے پر ملی تو اس کی بھی عدت پوری ہو گئی (ہدایہ و در مختار) البتہ اگر کچھ ایام باقی ہوں تو وہ پورے کرے۔

مسئلہ ۱۸: کسی عورت کو طلاق مل جائے یا اس کا شوہر مر جائے تو (دونوں صورتوں میں) اگر شوہر کے گھر میں بیوہ کے ساتھ رہنے والا کوئی محرم نہ ہو تو دیور وغیرہ جس سے نکاح جائز ہے اپنی عزت و عصمت کے خطرہ سے اس کے ساتھ نہ رہے اور اکیلی بھی نہ رہے بلکہ اپنے باپ کے گھر جا کر عدت گزارے یہ درست ہے۔ (شامی)

مسئلہ ۱۹: طلاق میں عدت طلاق کے بعد ہی سے شروع ہو جاتی ہے اور وفات میں خاوند کی وفات کے ساتھ ہی اس کی ابتدا ہو جاتی ہے۔ اگر بیوی کو طلاق یا خاوند کی وفات کا علم نہ ہوا حتیٰ کہ عدت کی مدت گزر گئی تو اب اس کی عدت گزر چکی ہے کیونکہ وجوب عدت کا سبب طلاق یا وفات ہے۔ پس عدت کی ابتداء کا اعتبار اس وقت سے ہو گا جب سے کہ سبب کا وجود پایا گیا ہے۔

مسئلہ ۲۰: جو بیمار مرض الموت میں اپنی بیوی کو طلاق مغلظہ یا بائنہ دے دے اسے فقہ کی اصطلاح میں فراری مریض کہتے ہیں جب بیوی کی عدت میں ہی وہ فوت ہو جائے تو ائمہ حنفیہ کے اتفاق سے عورت وارث ہو گی۔ ہاں اس عورت کی عدت کی مقدار میں حنفیہ کا اختلاف ہے۔ سو طرفین کے نزدیک اس عورت کی عدت ابعد الاجلین ہے یعنی تین حیض یا چار ماہ دس دن میں سے جو مدت زیادہ طویل ہو گی وہی اس کی عدت ہے۔

مسئلہ ۲۱: اگر نکاح مرد کی وجہ سے ٹوٹا تو عورت عدت میں روٹی' کپڑا اور مکان کی حقدار

ہے اور اگر عورت کی وجہ سے ٹوٹا جیسے سوتیلے لڑکے سے پھنس گئی یا جوانی کی خواہش سے اسے ہاتھ لگایا اس لیے مرد نے طلاق دے دی یا بد دین کافر ہوگئی اور اسلام سے پھر گئی اس لیے نکاح ٹوٹ گیا تو ان سب صورتوں میں عدت کے اندر اس کو روٹی کپڑا نہ ملے گا البتہ رہنے کا گھر ملے گا' ہاں اگر وہ خود ہی چلی جائے تو پھر نہ دیا جائے گا۔

مسئلہ ۲۲: رجعی اور بائن یا مغلظہ طلاق میں عورت کے لیے اس گھر سے نکلنا (دن کو یا رات کو) جائز نہیں جس میں فرقت کے وقت وہ تھی اور بیوہ دن کو گھر سے باہر رہ سکتی ہے اور رات کا کچھ حصہ بھی حسب ضرورت باہر گزار سکتی ہے لیکن وہ اپنے گھر کے علاوہ کہیں اور رات نہیں گزار سکتی۔

بیوہ عورت کے خروج کے جائز ہونے کی دلیل یہ ہے کہ اس کا نان ونفقہ کسی پر واجب نہیں لہٰذا وہ دن کو طلب معاش میں گھر سے باہر جا سکتی ہے اور بعض دفعہ رات گئے تک اسے باہر رہنا پڑتا ہے۔ مطلقہ کا یہ حال نہیں ہے کیونکہ اسکا نفقہ مقرر ہے جو اس کے خاوند کے مال سے اسے برابر ملتا رہتا ہے۔

مسئلہ ۲۳: اگر زوجین میں طلاق بائن سے یا طلاق ثلٰثہ سے فرقت واقع ہوگئی ہو تو اس گھر میں عدت گزارنے کے لیے ان دونوں کے درمیان ایک آڑ کا ہونا ضروری ہے پھر وہیں رہ کر عدت گزار سکتی ہے کیونکہ مرد حرمت کا قائل ہے اور حرام سے پرہیز کرے گا لیکن اگر وہ فاسق ہو اور عورت کو اس سے خدشہ ہو تو وہ وہاں سے نکل سکتی ہے کیونکہ یہ ایک عذر ہے اور جس دوسرے گھر میں جا کر وہ عدت گزارے پھر وہاں سے نہ نکلے اور بہتر تو یہ ہے کہ مرد وہاں سے نکل جائے۔ اور عدت گزارنے تک اسے وہاں رہنے دے۔

مسئلہ ۲۴: اور اگر عدت میں زوجین کسی قابل اعتبار عورت کو اپنے درمیان مقرر کر لیں جو انہیں جدا رکھنے پر قادر ہو تو یہ بہت اچھا ہے اور اگر وہ دونوں تنگی منزل کے باعث وہاں نہ رہ سکیں تو عورت وہاں سے چلی جائے اور بہتر یہی ہے کہ مرد نکل جائے۔

مسئلہ ۲۵: جب عورت اپنے خاوند کے ساتھ حج یا عمرہ کے لیے مکہ مکرمہ کو روانہ ہوئی پھر اس نے اسے راستہ میں طلاق ثلاثہ دے دی یا فوت ہو گیا اور یہ واقعہ کسی شہر میں پیش نہیں آیا تو اگر اس عورت اور اس کے شہر کے درمیان تین دن کی مسافت سے کم فاصلہ ہو تو وہ اپنے شہر کو لوٹ آئے کیونکہ یہ خروج ابتدائی طور پر نہیں ہے بلکہ معنوی لحاظ سے ایک نقصان کی

تلافی ہے۔

اگر طلاق یا خاوند کی وفات کے مقام اور اپنے وطن میں تین دن کی مسافت ہو تو اگر وہ چاہے تو گھر واپس آ جائے اور چاہے تو سفر جاری رکھے۔ خواہ اس کے ساتھ کوئی ولی ہو یا نہ ہو اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ جب اس کی منزل مقصود کی طرف بھی تین دن کی مسافت باقی ہو (یا زیادہ کی) تو یہ حکم ہے کیونکہ اس مقام پر ٹھہرے رہنا آگے جانے سے زیادہ خوفناک ہے لیکن پھر بھی واپسی ہی بہتر ہے تا کہ وہ خاوند کے گھر رہے۔

۱۵-عورت کا نفقہ

منکوحہ بیوی کی ضروریات زندگی' کھانا پینا' لباس اور رہائش وغیرہ کو نفقہ کہا جاتا ہے یعنی بیوی کے تمام جائز اخراجات کا مہیا کرنا مرد کے ذمے ہے۔ عورت خواہ کتنی مالدار کیوں نہ ہو عورت کا ہر طرح کا خرچ اور رہنے کے گھر دینا مرد پر واجب ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

وَعَلَى الْمَوْلُوْدِ لَهٗ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ط لَاتُكَلَّفُ نَفْسٌ اِلَّا وُسْعَهَا. (بقرہ:۲۳۳)

اور دودھ پلانے والی ماؤں کا کھانا اور کپڑا دستور کے مطابق باپ کے ذمے ہوگا۔ کسی شخص کو اس کی حیثیت سے زیادہ تکلیف نہیں دی جاتی۔

مزید ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

اَسْكِنُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنْتُمْ مِّنْ وُّجْدِكُمْ وَلَاتُضَآرُّوْهُنَّ لِتُضَيِّقُوْا عَلَيْهِنَّ ط وَاِنْ كُنَّ اُولَاتِ حَمْلٍ فَاَنْفِقُوْا عَلَيْهِنَّ حَتّٰى يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ج فَاِنْ اَرْضَعْنَ لَكُمْ فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّج وَاْتَمِرُوْا بَيْنَكُمْ بِمَعْرُوْفٍج وَاِنْ تَعَاسَرْتُمْ فَسَتُرْضِعُ لَهٗٓ اُخْرٰى ط (الطلاق:٦)

(مطلقہ) عورتوں کو (ایام عدت) اپنے مقدور کے مطابق وہیں رکھو جہاں خود رہتے ہو اور ان کو تنگ کرنے کے لیے تکلیف نہ دو اور اگر حمل سے ہوں تو بچہ جننے تک ان کا خرچ دیتے رہو پھر اگر وہ بچے کو تمہارے کہنے سے دودھ پلائیں تو ان کو اجرت دو۔ اور (بچے کے بارے میں) پسندیدہ طریق سے موافقت رکھو اور اگر باہم ضد (اور نا اتفاقی) کرو گے تو (بچے کو) اس کے (باپ کے) کہنے سے کوئی اور عورت دودھ پلائے گی۔

عورت کے نفقہ یعنی اخراجات دینے کے بارے میں حضور ﷺ کے ارشادات مندرجہ ذیل ہیں:

حدیث ۱: حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تم سے کسی کو اللہ تعالیٰ مال عطا فرمائے تو خرچ کی ابتدا اپنی جان اور اپنے گھر والوں سے کرے۔ (مسلم شریف)

حدیث ۲: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت ہند بنت عتبہ عرض گزار ہوئیں بیشک حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ بخیل آدمی ہیں جو اتنا خرچ نہیں دیتے کہ میری اولاد کے لیے کافی ہو سوائے اس کے جو انہیں بتائے بغیر میں خود لے لوں۔ فرمایا تم اتنا لے سکتی ہو جو دستور کے مطابق تمہاری اولاد کے لیے کافی ہو۔ (بخاری شریف)

حدیث ۳: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ آدمی کے گنہگار ہونے کے لیے اتنا کافی ہے کہ جس کا کھانا اس کے ذمے ہو اسے کھانے کو نہ دے۔ (مسلم شریف)

حدیث ۴: حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور سرور کائنات ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو خرچ کرے گا وہ تیرے لیے صدقہ ہے یہاں تک کہ وہ لقمہ جو بی بی کے منہ میں اٹھا کر دے دے۔ (بخاری شریف)

حدیث ۵: حضرت عمرو بن شعیب رضی اللہ عنہ عن ابیہ رضی اللہ عنہ عن جدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں عرض کی کہ میرے پاس مال ہے اور میرے مال کی میرے والد کو حاجت ہے۔ فرمایا تو اور تیرا مال تیرے والد کے لیے ہیں' تمہاری اولاد تمہاری عمدہ کمائی سے ہیں اپنی اولاد کی کمائی کھاؤ۔ (ابوداؤد)

حدیث ۶: حضرت ابومسعود انصاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مسلمان جو کچھ اپنے اہل پر خرچ کرے اور نیت ثواب کی ہو تو یہ اس کے لیے صدقہ ہے۔ (بخاری شریف)

عورت اور اولاد کے نفقہ کے بارے میں شرعی مسائل مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ بیوی مسلم ہو یا کافر اس کا نان ونفقہ خاوند کے ذمہ واجب ہے جبکہ وہ اپنے نفس کو خاوند کے گھر میں اس کے سپرد کر دے تو بیوی کا خرچ' لباس اور رہائش کی ذمہ داری خاوند پر پڑ

جاتی ہے۔عقد نکاح کے بعد ہی نان ونفقہ کی ذمہ داری خاوند پر ہے۔چاہے ابھی زوجہ خاوند کے گھر میں منتقل نہ ہوئی ہو۔اس سے معلوم ہوا کہ بیوی کا نفقہ خاوند پر واجب ہے۔

۲۔ زوجین دونوں مالدار ہوں تو مالداری (یسار) کا نفقہ واجب ہے اور اگر دونوں تنگدست ہوں تو تنگدستی کا نفقہ واجب ہے اور اگر زوجہ تنگدست ہو مگر خاوند مالدار ہو تو اس کا نفقہ دولتمندوں کے نفقہ سے کم ہوگا مگر تنگدستوں کے نفقہ سے زائد۔امام کرخی رحمۃ اللہ نے فرمایا ہے کہ نفقہ میں خاوند کے حال کا اعتبار ہے۔

۳۔ اگر عورت مہر وصول ہونے تک اپنے نفس کو خاوند کے سپرد کرنے سے انکار کردے تو بھی وہ نفقہ کی حقدار ہے کیونکہ اس نے ایک حق کی خاطر اپنے آپ کو خاوند سے روکا ہے لہٰذا اس رکاوٹ کا سبب خود خاوند کی جانب سے ہے۔پس گویا کہ عورت نے اپنے کو مرد کے سپرد کردیا ہے۔

۴۔ عورت خاوند کے گھر سے اس کی اجازت کے بغیر چلی جائے تو جب تک واپس نہ آئے اس کا نفقہ خاوند پر واجب نہیں کیونکہ اس صورت میں عورت نے اپنے نفس کو خود خاوند سے روک لیا ہے اور جب خاوند کے ہاں آجائے گی تو اس کے گھر رہنے کی پابندی کو قبول کرکے آئے گی لہٰذا نفقہ واجب ہوگا۔

۵۔ اگر زوجہ نابالغ ہو کہ اس سے خاوند تمتع حاصل نہیں کرسکتا تو چاہے وہ خاوند کے گھر میں ہو یا نہ اس کا نفقہ خاوند پر واجب نہیں۔کیونکہ تمتع کا امتناع عورت کی حالت کے باعث ہے اور نفقہ کو واجب کرنے والا احتباس وہ ہے جو نکاح کے باعث ثابت شدہ حق مقصود (مباشرت) کا وسیلہ ہو اور نابالغ کی صورت میں وہ موجود نہیں لیکن عورت اگر بیمار ہو اور مرض کے باعث مباشرت ممکن نہ ہو تو اس کا نفقہ واجب ہے۔

۶۔ اگر خاوند نابالغ ہو جو مباشرت پر قادر نہیں اور عورت بالغ ہو تو عورت کو نابالغ کے مال میں سے نفقہ دلوایا جائے گا۔کیونکہ عورت کی طرف سے سپردگی ثابت ہو چکی ہے اور عجز مرد کی طرف سے ہے لہٰذا وہ مقطوع الاعضاء اور نامرد کی مانند ہوا کہ ان پر بھی زوجہ کا نفقہ واجب ہوتا ہے۔

۷۔ اگر عورت قرض ادا نہ کرنے کے باعث قید ہو جائے تو اس کا نفقہ خاوند پر واجب نہیں ہے کیونکہ خاوند کے گھر رہنے کی شرط کا پورا نہ ہونا عورت کی جانب سے ہے کہ اس نے قرض

ادانہ کیا جس کی وجہ سے وہ محبوس ہو گئی لیکن اگر عورت قرض کی ادائیگی سے عاجز ہو تو بھی اس میں مرد کا تو قصور نہیں لہٰذا پھر بھی اس سے نفقہ کا مطالبہ نہیں کیا جا سکتا۔ اسی طرح اگر کوئی شخص زبردستی سے عورت کو نکال کر لے جائے تو اس کا نفقہ مرد پر واجب رہے گا۔ اس صورت میں چونکہ عورت کا قصور نہیں اور اس پر جبر ہوا لہٰذا نفقہ واجب ہے۔

۸۔ اگر عورت خاوند کے گھر میں بیمار ہو جائے تو اس کا نفقہ مرد پر واجب ہے۔ امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے فرمایا کہ جب عورت نے اپنا نفس خاوند کے سپرد کر دیا پھر بیمار ہو گئی تو سپردگی ثابت ہو جانے کے باعث نفقہ واجب ہے لیکن اگر وہ پہلے بیمار ہوئی پھر اس نے اپنے آپ کو خاوند کے سپرد کر دیا تو نفقہ واجب نہیں کیونکہ سپردگی صحیح نہیں ہوئی۔

۹۔ عورت حج کے لیے گئی اور شوہر ساتھ نہ ہو تو نفقہ واجب نہیں اگرچہ محرم کے ساتھ گئی ہو۔ اگرچہ حج فرض ہو' اگرچہ شوہر کے مکان پر رہتی تھی اور اگر شوہر کے ہمراہ ہے تو نفقہ واجب ہے حج فرض ہو یا نفل' مگر سفر کے مطابق نفقہ واجب نہیں بلکہ حضر کا نفقہ واجب ہے لہٰذا کرایہ وغیرہ مصارف سفر شوہر پر واجب نہیں۔ (جوہرہ' خانیہ)

۱۰۔ شوہر کے مکان میں رہتی ہے مگر اس کے قابو میں نہیں آتی' تو نفقہ ساقط نہیں اور اگر جس مکان میں رہتی ہے وہ عورت کی ملک ہے اور شوہر کا آنا وہاں بند کر دیا تو نفقہ نہیں پائے گی۔ ہاں اگر اس نے شوہر سے کہا کہ مجھے اپنے مکان میں لے چلو یا میرے لیے کرائے پر کوئی مکان لے دو اور شوہر نہ لے گیا تو قصور شوہر کا ہے لہٰذا نفقہ کی مستحق ہے۔ یونہی اگر شوہر نے پرایا مکان غصب کر لیا ہے اس میں رہتا ہے عورت وہاں رہنے سے انکار کرتی ہے تو نفقہ کی مستحق ہے۔ (عالمگیری)

۱۱۔ دولتمند خاوند پر عورت کے خادم کا اتنا نفقہ واجب ہے جتنا تنگدست آدمی پر اپنی بیوی کا نفقہ لازم ہے' اور اس کی حد یہ ہے کہ کم از کم اس کی تمام ضروریات پوری کر دے۔ خاوند کے مالدار ہونے کی شرط جو ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ جب خاوند تنگدست ہو تو اس پر نوکر کا خرچ واجب نہیں۔

۱۲۔ جب قاضی نے عورت کے لیے تنگدستی کا نفقہ مقرر کر دیا پھر خاوند مالدار ہو گیا اور عورت اس سے جھگڑ کر پھر عدالت سے رجوع کرے۔ قاضی اب اس کا فراخ دستی کا نفقہ مقرر کر دے گا۔ کیونکہ فراخی اور تنگدستی کے حالات سے نفقہ بدل جاتا ہے اور قاضی نے پہلے جس

نفقہ کا فیصلہ کیا تھا وہ بحالت مجبوری تھا' اصل واجب نفقہ وہ نہیں تھا۔ لہٰذا جب خاوند کا حال بدل جائے تو عورت اصل نفقے کا مطالبہ کرنے کا حق رکھتی ہے۔

۱۳۔ نفقہ کا ایک جز و سکنیٰ ہے یعنی رہنے کا مکان کہ شوہر جو مکان رہنے کے لیے دے وہ خالی ہو یعنی شوہر کے متعلقین وہاں نہ رہیں اور اگر اس مکان میں شوہر کے متعلقین رہتے ہوں اور عورت نے اسی کو اختیار کر لیا کہ سب کے ساتھ رہے تب بھی کوئی مضائقہ نہیں جیسا کہ عام طور پر ہمارے اطراف و بلاد میں دستور ہے۔ ہاں یہ لحاظ ضروری ہے کہ شوہر کے رشتہ دار اسے ناحق ایذا نہ دیں۔ (درمختار' ردالمختار)

۱۴۔ عورت اپنی سوت یا شوہر کے متعلقین کے ساتھ رہنا نہیں چاہتی تو اگر مکان میں کوئی ایسا دالان اس کو دیدے جس میں دروازہ ہو اور عورت اسے بند کر سکتی ہو کہ اس کا سامان محفوظ رہے تو اب دوسرا مکان طلب کرنے کا اسے اختیار نہیں۔ بشرطیکہ شوہر کے رشتہ دار' عورت کو تکلیف نہ پہنچاتے ہوں۔ عورت تنہا مکان چاہتی ہے اور شوہر مالدار ہے تو اسے ایسا مکان دے جس میں لیٹرین' غسل خانہ' باورچی خانہ وغیرہ ضروریات کی چیزیں علیحدہ ہوں۔

۱۵۔ نابالغ اولاد کا نفقہ باپ پر واجب ہے جبکہ اولاد کی ملک میں مال نہ ہو اور بالغ بیٹا اگر اپاہج یا مجنون یا نابینا ہو' کمانے سے عاجز ہو اور اس کے پاس مال نہ ہو تو اس کا نفقہ بھی باپ پر ہے اور لڑکی جبکہ مال نہ رکھتی ہو اور شادی شدہ بھی نہ ہو تو اس کا نفقہ بہر حال باپ پر ہے اگر چہ اس کے اعضاء سلامت ہوں اور لڑکی جب جوان ہو گئی اور اس کی شادی کر دی تو اب شوہر پر نفقہ ہے باپ سبکدوش ہو گیا۔ (عالمگیری وغیرہ)

۱۶۔ عورت کے والدین ہر ہفتہ میں ایک بار اپنی لڑکی کے یہاں آ سکتے ہیں شوہر منع نہیں کر سکتا۔ ہاں اگر رات میں وہاں رہنا چاہتے ہوں تو شوہر کو منع کرنے کا اختیار ہے۔ یونہی عورت اپنے والدین کے یہاں ہر ہفتہ میں ایک بار جا سکتی ہے مگر رات بغیر اجازت اپنے شوہر کے وہاں نہیں رہ سکتی اور غیروں کے یہاں جانے اور ان کی عیادت کرنے یا شادی وغیرہ تقریبوں کی شرکت سے منع کر دے' عورت بغیر اجازت جائے گی تو گناہگار ہو گی اور اجازت سے گئی اور وہاں پردہ کا خیال نہ رکھا اور شوہر کو یہ بات معلوم ہے تو دونوں گنہگار ہوئے۔ (درمختار وغیرہ)

۱۷۔ جس کام میں شوہر کی حق تلفی نہ ہوتی ہو نہ اس میں کوئی نقصان ہو۔ اگر عورت گھر میں وہ کام کر لیا کرے جیسے کپڑا سینا پرونا کاڑھنا یا ایسے ہی اور دوسرے کام جن کے لیے گھر سے

باہر نہ جانا پڑے تو ایسے کاموں سے منع کرنے کی حاجت نہیں۔ خصوصاً جبکہ شوہر گھر نہ ہو کہ ان کاموں سے جی بہلتا رہے گا اور بے کار بیٹھے گی تو وسوسے اور خطرے پیدا ہوتے رہیں گے اور لایعنی اور فضول باتوں میں مشغول ہو گی۔ (ردالمحتار)

۱۸۔ اگر باپ مفلس ہے تو کمائے اور بچوں کو کھلائے اور کمانے سے بھی عاجز ہے مثلاً اپاہج ہے تو دادا کے ذمہ نفقہ ہے کہ خود باپ کا نفقہ بھی اس صورت میں اسی کے ذمہ ہے۔ کسی شخص کے مثلاً دو بیٹے ہیں' ایک فقط مالک نصاب ہے اور دوسرا بہت مالدار ہے تو نفقہ دونوں پر برابر ہے۔ (درمختار)

۱۹۔ ماں کا نفقہ بھی بیٹے پر ہے اگرچہ اپاہج نہ ہو' اگرچہ بیٹا نادار ہو۔ یعنی جبکہ وہ بیوہ ہو اور اگر نکاح کر لیا ہے تو اس کا نفقہ شوہر پر ہے اور اگر اس کے باپ کے نکاح میں ہے اور باپ اور ماں دونوں محتاج ہوں تو دونوں کا نفقہ بیٹے پر ہے۔ (درمختار' ردالمحتار)

۲۰۔ باپ اگر تنگ دست ہو اور اس کے چھوٹے چھوٹے بچے ہوں اور یہ بچے محتاج ہوں اور بڑا بیٹا مالدار ہے تو باپ اور اس کی سب اولاد کا نفقہ اس پر واجب ہے۔ (عالمگیری)

۲۱۔ بیٹا اگر ماں باپ دونوں کا نفقہ نہیں دے سکتا مگر ایک کا دے سکتا ہے تو ماں زیادہ مستحق ہے اور اگر والدین میں سے کسی کا پورا نفقہ نہ دے سکتا ہو تو دونوں کو اپنے ساتھ کھلائے جو خود کھاتا پیتا پہنتا ہو اسی میں سے انہیں بھی کھلائے پلائے اور پہنائے۔

۲۲۔ باپ بیٹا دونوں نادار ہیں مگر بیٹا کمانے والا ہے تو بیٹے کو حکم دیا جائے گا کہ باپ کو بھی ہمراہ لے لے جبکہ تنہا ہو اور اگر بال بچوں والا ہے تو مجبور کیا جائے گا کہ باپ کو بھی ہمراہ لے لے۔ (عالمگیری)

۲۳۔ جو رشتہ دار محارم ہوں (یعنی وہ کہ ان سے نکاح ہمیشہ کے لیے حرام ہے) ان کا بھی نفقہ واجب ہے جبکہ وہ حاجت مند ہوں یا نابالغ یا عورت اور رشتہ دار بالغ مرد ہو تو یہ بھی شرط ہے کہ وہ کمانے سے عاجز ہو مثلاً دیوانہ ہے یا اس پر فالج گرا ہے یا اپاہج ہے یا نابینا اور اگر یہ عاجز نہ ہو تو واجب نہیں اگرچہ محتاج ہو اور عورت میں بالغہ نابالغہ کی قید نہیں بلکہ اگر کمانے پر قادر ہے جب بھی نفقہ واجب ہے۔ ہاں اگر وہ کوئی کام کرتی ہے جس سے اس کا خرچ چلتا ہے تو اس کا نفقہ رشتہ دار پر فرض نہیں۔ یونہی اندھا وغیرہ بھی کماتا ہو تو اب کسی اور پر اس کا نفقہ فرض نہیں۔ (ردالمحتار)

۱۶- ثبوت نسب

نسب کا ثبوت تو اصل اولاد کو جننے والی کی سچائی ہے لیکن عورت کا خاوند ہو جب اس کے گھر اولاد ہوگی تو وہ اسی خاوند کی کہلائے گی۔ کسی کی اولاد کو خواہ مخواہ حرام کا کہہ دینا جائز نہیں اس کے لیے شریعت نے چند اصول وضع فرمائے ہیں اگر ان کے مطابق بچہ یا بچی ہو تو وہ حلال اولاد ہوگی ورنہ حرام۔ اور اسے فقہ میں ثبوت نسب کہا جاتا ہے۔

مسئلہ ۱: حمل کی مدت کم سے کم چھ مہینے ہے اور زیادہ سے زیادہ دو سال۔ لہٰذا جو عورت طلاق رجعی کی عدت میں ہے اور عدت پوری ہونے کا اقرار نہ کیا ہو اور بچہ پیدا ہوا' تو نسب ثابت ہے اور اگر عدت پوری ہونے کا اقرار کیا اور وہ مدت اتنی ہے کہ اس میں عدت پوری ہو سکتی ہے اور وقت اقرار سے چھ مہینے کے اندر بچہ پیدا ہوا جب بھی نسب ثابت ہے کہ بچہ پیدا ہونے سے معلوم ہوا کہ عورت کا اقرار غلط تھا اور ان دونوں صورتوں میں ولادت سے ثابت ہوا کہ شوہر نے رجعت کر لی ہے جبکہ وقت طلاق سے پورے دو برس سے کم میں پیدا ہوا تو رجعت ثابت نہ ہوئی۔ ممکن ہے کہ طلاق دینے سے پہلے کا حمل ہو۔ اور اگر وقت اقرار سے چھ مہینے پر بچہ پیدا ہوا تو نسب ثابت نہیں۔ یونہی اگر طلاق بائن موت کی عدت پوری ہونے کا عورت نے اقرار کیا اور وقت اقرار سے چھ مہینے سے کم میں بچہ پیدا ہوا تو نسب ثابت ہے ورنہ نہیں۔ (درمختار)

مسئلہ ۲: جس عورت کو بائن طلاق دی اور وقت طلاق سے دو برس کے اندر بچہ پیدا ہوا تو نسب ثابت ہے اور دو برس کے بعد پیدا ہوا تو نہیں مگر جب کہ شوہر اس بچے کی نسبت کہے کہ یہ میرا ہے یا ایک بچہ دو برس کے اندر پیدا اور دوسرا بعد میں تو دونوں کا نسب ثابت ہو جائے گا۔ (درمختار)

مسئلہ ۳: نکاح کے بعد چھ مہینے سے کم میں بچہ پیدا ہوا تو وہ حرامی ہے اور چھ مہینے سے یا زیادہ میں پیدا ہوا تو وہ شوہر کا ہے اس پر شبہ کرنا گناہ ہے البتہ اگر شوہر انکار کرے تو لعان کا حکم ہوگا۔ نکاح ہو گیا لیکن ابھی رخصتی نہیں ہوئی تھی کہ بچہ پیدا ہو گیا تو وہ شوہر ہی کا ہے' حرامی نہیں۔ اگر شوہر کا نہ ہو تو انکار کرے اور انکار کرنے پر لعان کا حکم ہوگا۔ (عالمگیری)

۱۷- پرورش اولاد

پرورش اولاد کو حضانت کہا جاتا ہے اور اس کا حق صرف عورتوں کو ہے لہٰذا جب میاں

بیوی میں جدائی ہوگئی اور طلاق مل گئی تو جو بچہ اس وقت گود میں ہوگا اس کی پرورش کا حق ماں کو ہوگا کیونکہ حدیث میں آیا ہے کہ ایک عورت کو طلاق ہوگئی اور اس کے خاوند نے بچے پر قبضہ کرنا چاہا تو اس نے حضور سے شکایت کی کہ یارسول اللہ! میرا یہ بچہ میرے پیٹ میں رہا۔ میری گود میں پلا اور میرے پستان سے دودھ پیتا رہا۔ اب اس کا باپ کہتا ہے کہ وہ اسے مجھ سے چھین لے گا تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا کہ جب تک تو اور نکاح نہ کرلے تو ہی اس کی زیادہ حقدار ہے۔ (ابوداؤد)

اس سے معلوم ہوا کہ بچے کی پرورش کی زیادہ حقدار اس کی ماں ہی ہے کیونکہ ماں بچے پر اوروں سے زیادہ شفیق اور پرورش پر زیادہ قادر ہے لہٰذا بچہ کو اس کے حوالے کرنا اس کے حق میں زیادہ مفید ہے۔

مسئلہ ۱ : اگر بچے کی ماں نے نکاح کرلیا یا مرگئی یا بچہ لینے سے انکار کردیا تو پرورش کا حق نانی اور پرنانی کو ہے۔ ان کے بعد دادی اور پردادی کو' یہ بھی نہ ہوں تو سگی بہنوں کا حق ہے مگر نانی بچے کی پرورش کے لیے دادی سے زیادہ بہتر ہے گو اس کا رشتہ دادی سے بعید ہے کیونکہ پرورش کی ولایت ماؤں کی طرف سے حاصل کی جاتی ہے اس لیے کہ ان میں شفقت زیادہ ہوتی ہے۔

مسئلہ ۲ : اگر بچے کی نانی موجود نہ ہو تو دادی کا حق بہنوں سے زیادہ ہے۔ کیونکہ وہ بھی ماؤں میں سے ہے یہی وجہ ہے کہ اسے دادی کی میراث 1/4 حصہ ملتی ہے اور ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اوپر کا خون اور نسل ہونے کے باعث اس کی شفقت بہنوں سے زیادہ ہوتی ہے۔

مسئلہ ۳ : اگر دادی بھی موجود نہ ہو تو بہنیں' پھوپھی اور خالہ سے زیادہ اقرب اور بہتر ہیں کیونکہ بچے کے والدین کی بیٹیاں ہیں اور یہی وجہ ہے کہ انہیں میراث میں پھوپھی اور خالہ پر مقدم کیا جاتا ہے۔ ایک روایت کے مطابق خالہ صرف ماں شریک بہن سے بہتر ہے کیونکہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ خالہ بھی ماں ہے۔

مسئلہ ٤ : بہنوں میں سگی بہن دوسروں سے مقدم ہے کیونکہ وہ زیادہ شفیق ہے۔ پھر ماں شریک بہن اور پھر باپ شریک بہن۔ وجہ یہ ہے کہ بہنوں کا حق حصانت ماں کی وجہ سے ہے اس لیے اخیافی بہنوں کو علاتی پر مقدم کیا جائے گا۔ پھر خالائیں' پھوپھیوں سے زیادہ حصانت کی حقدار ہیں کیونکہ اس معاملے میں ماں کی قرابت کو ترجیح دی جاتی ہے اور سگی خالہ

سوتیلی سے اقرب ہے۔ یعنی جس کا رشتہ دونوں طرف سے ہو وہ صرف ماں کی قرابت والی سے اور صرف ماں کی قرابت والی باپ کی قرابت والی سے بہتر ہے۔ پھر پھوپھیوں میں بھی وہی ترتیب ہے جو بہنوں اور خالاؤں میں گزری اور ان عورتوں میں سے جس نے بھی نکاح کر لیا اس کا حق حضانت ساقط ہو جائے گا۔

مسئلہ ۵: اگر ماں نے کسی ایسے مرد سے نکاح کر لیا جو بچہ کا رشتہ دار نہیں تو اب اس بچہ کی پرورش کا حق نہیں رہا البتہ اگر اسی بچہ کے کسی ایسے رشتہ دار سے نکاح کیا جس سے (بچی کا) نکاح درست نہیں ہوتا جیسے اس کے چچا سے نکاح کر لیا تو ماں کا پرورش کا حق باقی ہے۔ (فتاویٰ ہندیہ)

مسئلہ ۶: ماں اور نانی لڑکے کی پرورش کی اس وقت تک زیادہ حقدار ہیں جب تک کہ وہ اپنے آپ کھانا کھانے' پانی پینے' لباس پہننے اور طہارت کرنے کے لیے یعنی بچہ دوسروں سے مستغنی ہو جائے اور بچے کو پورا استغناء اسی وقت حاصل ہوتا ہے جب تک وہ ازخود طہارت کرنے لگے۔ استغناء کی وجہ یہ ہے کہ جب لڑکا دوسروں کا محتاج نہ رہے گا تو ادب سیکھنے اور مردوں کے اخلاق سیکھنے کے لیے باپ کا محتاج ہوتا ہے اور باپ اس کی تادیب وتہذیب پر زیادہ قادر ہوتا ہے اس لیے فقہاء نے کہا ہے کہ بچہ جب تک سات برس کا نہ ہو اس کی پرورش کا حق کی ماں کو رہتا ہے اور اس کے بعد زبردستی باپ اس کو لے سکتا ہے۔ (درمختار)

مسئلہ ۷: ماں اور نانی لڑکی کی پرورش کی اس وقت تک زیادہ حقدار ہیں جب تک کہ اسے ماہواری نہ آنے لگے کیونکہ لڑکی دوسروں سے مستغنی ہونے کے بعد اس چیز کی محتاج ہوتی ہے کہ عورتوں کے آداب اور امور خانہ داری کی معرفت حاصل کرے اور عورت اس پر زیادہ قادر ہوتی ہے مگر بلوغت کے بعد وہ حفاظت اور بچاؤ کی زیادہ محتاج ہے اور باپ اس پر زیادہ قوی اور ہدایت یافتہ ہوتا ہے اس لیے جب لڑکی حد بلوغت کو پہنچ جائے تو حفاظت وصیانت کی ضرورت کے پیش نظر اسے باپ کے سپرد کر دیا جائے گا۔ (درمختار)

مسئلہ ۸: ماں اور نانی کے علاوہ اگر دوسرے پرورش کنندہ ہوں تو وہ لڑکی کے اس وقت تک زیادہ حقدار ہیں جب تک کہ وہ حد بلوغت کو نہ پہنچ جائے کیونکہ اس کے بعد بھی اگر اسے پرورش کنندہ کے پاس رہنے دیں تو اس میں ایک قسم کا استخدام یعنی خدمت لینا پایا جاتا ہے اور پرورش کرنے والی کو یہ حق نہیں ہے کہ وہ لڑکی سے خدمت لے یہی وجہ ہے کہ وہ لڑکی سے

ملازمت یا کسی اور قسم کی خدمت نہیں کرواسکتی۔(ہدایہ)

مسئلہ ۹: دوران پرورش ماں اگر مفت پرورش کرنا نہیں چاہتی اور باپ اجرت دے سکتا ہے تو اجرت دے اور تنگدست ہے تو ماں کے بعد جن کو حق پرورش ہے اگر ان میں سے کوئی مفت پرورش کرے تو اس کی پرورش میں دیا جائے بشرطیکہ بچے کے غیر محرم سے اس نے نکاح نہ کیا ہو اور ماں سے کہہ دیا جائے کہ یا مفت پرورش کر یا بچہ فلاں کو دیدے مگر ماں اگر بچے کو دیکھنا چاہے یا اس کی دیکھ بھال کرنا چاہے تو منع نہیں کر سکتے اور اگر کوئی دوسری عورت ایسی نہ ہو جس کو حق پرورش ہے مگر کوئی اجنبی شخص یا رشتے دار مرد مفت پرورش کرنا چاہتا ہے تو ماں ہی کو دیں گے اگرچہ اس نے اجنبی سے نکاح کیا ہو اگرچہ اجرت مانگتی ہو۔(درمختار، ردالمختار)

مسئلہ ۱۰: جس کے لیے حق پرورش ہے اگر وہ انکار کرے اور کوئی دوسری نہ ہو جو پرورش کرے تو پرورش کرنے پر مجبور کی جائے گی۔ یوں ہی اگر بچہ کی ماں دودھ پلانے سے انکار کرے اور بچہ دوسری عورت کا دودھ نہ لیتا ہو یا مفت کوئی دودھ نہ پلاتی ہو اور بچے یا اس کے باپ کے پاس مال نہیں تو ماں دودھ پلانے پر مجبور کی جائے گی۔(ردالمختار)

مسئلہ ۱۱: ماں کی پرورش میں بچہ ہو اور وہ اس کے باپ کے نکاح یا عدت میں ہو تو پرورش کا معاوضہ نہیں پائے گی ورنہ اس کا بھی حق لے سکتی ہے اور دودھ پلانے کی اجرت اور بچہ کا نفقہ بھی اور اگر اس کے پاس رہنے کا مکان نہ ہو تو یہ بھی بچے کے خادم کی ضرورت ہو تو یہ بھی اور یہ سب اخراجات اگر بچے کا مال ہو تو اس سے دیے جائیں ورنہ جس پر بچے کا نفقہ ہو اسی کے ذمے یہ سب چیزیں ہیں۔(درمختار)

۱۸- ترک زینت یعنی سوگ

عورت کو اپنے آپ کو زینت دینا یعنی سنوارنا' اچھا لباس اور زیورات پہننا وغیرہ جب کسی مدت کے لیے چھوڑ دیا جائے تو اس سوگ کہا جائے گا۔ جس عورت کا مرد فوت ہو جائے تو اس کے لیے ضروری ہے کہ جب چار ماہ دس دن کی عدت پوری کرے۔ تو وہ اس عدت کے دوران اپنے مرد کی جدائی میں گھر سے نہ نکلے اور نہ دوسرا نکاح کرے اور نہ کچھ بناؤ سنگار کرے کیونکہ ایسا کرنا اس کے لیے حرام ہے اس لیے روزمرہ کے عام لباس میں رہنے اور زینت کو ترک رکھنے کا نام سوگ ہے۔ اس کے متعلق حضور ﷺ کے چند ارشادات حسب ذیل ہیں:

حدیث ۱: حضرت ام المومنین ام حبیبہ اور ام المومنین حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو عورت اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتی ہے اسے حلال نہیں کہ کسی میت پر تین راتوں سے زیادہ سوگ کرے مگر شوہر پر کہ چار مہینے دس دن سوگ کرے۔

حدیث ۲: حضرت ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ایک عورت نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی کہ میری بیٹی کے شوہر کی وفات ہو گئی ہے (یعنی وہ عدت میں ہے) اور اس کی آنکھیں دکھتی ہیں کیا اسے سرمہ لگائیں؟ ارشاد فرمایا نہیں' دو یا تین بار یہی کہا کہ نہیں' پھر فرمایا کہ یہ تو یہی چار مہینے دس دن ہیں اور جاہلیت میں ایک سال گزرنے پر مینگنی پھینکا کرتی تھی۔ (بخاری شریف)

حدیث ۳: حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' کوئی عورت کسی کی میت پر تین دن سے زیادہ سوگ نہ کرے مگر شوہر پر چار مہینے دس دن سوگ کرے اور رنگا ہوا کپڑا نہ پہنے مگر وہ کپڑا کہ بننے سے پہلے اس کا سوت جگہ جگہ باندھ کر رنگتے ہیں اور سرمہ نہ لگائے اور نہ خوشبو چھوئے مگر جب حیض سے پاک ہو تو تھوڑا سا عود استعمال کر سکتی ہے اور مہندی نہ لگائے۔ (ابوداؤد)

حدیث ۴: حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب میرے شوہر حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے۔ اس وقت میں نے مصبر (ایلوہ) لگا رکھا تھا۔ فرمایا ام سلمہ رضی اللہ عنہا! یہ کیا ہے؟ میں نے عرض کی کہ یہ ایلوہ ہے اس میں خوشبو نہیں۔ فرمایا اس سے چہرے میں خوبصورتی پیدا ہوتی ہے اور لگانا تو رات کو لگایا کرو اور دن میں صاف کر ڈالا کرو اور خوشبو اور مہندی سے بال نہ سنوارو۔ میں نے عرض کی تو کنگھا کرنے کے لیے کیا چیز سر میں لگاؤں فرمایا بیری کے پتے سر میں تھوپ لیا کرو پھر کنگھا کرو۔ (نسائی شریف)

حدیث ۵: حضرت ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس عورت کا شوہر مر گیا ہے وہ نہ کسم کا رنگا ہوا کپڑا پہنے اور نہ گیرو کا رنگا ہوا اور نہ زیور پہنے اور نہ مہندی لگائے اور نہ سرمہ۔ (ابوداؤد)

ان احادیث کی روشنی میں سوگ کے متعلق چند شرعی مسائل حسب ذیل ہیں:

مسئلہ ۱: دوران عدت سوگ یہ ہے کہ نہ زینت کی چیزیں پہنے یعنی زیورات نہ پہنے عمدہ قسم

کے کپڑے نہ پہنے بلکہ سادہ کپڑے پہنے سرمہ نہ لگائے' خوشبو نہ لگائے اور نہ ہی مہندی لگائے غرضیکہ اپنے آپ کو سجانے والا کوئی ایسا کام نہ کرے جس سے اس کی کشش اور روپ میں اضافہ ہو۔ (درمختار)

مسئلہ ۲: عدت کے دوران کسی اور سے نکاح نہ کرنا سوگ میں شامل ہے اور نہ ہی رشتہ دیکھنا چاہیے اور نہ ہی رشتہ کرنے کا پیغام بھیجنا چاہیے کیونکہ عدت کے دوران نکاح کرنا اور نکاح کا پیغام دینا حرام ہے۔ (فتاویٰ عالمگیری)

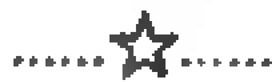
مسئلہ ۳: موت کی عدت میں اگر بقدر کفایت مال ہو تو عورت کو گھر سے باہر جانا درست نہیں اگر اسے اپنے گزارے کے لیے محنت مزدوری کے لیے گھر سے باہر جانا پڑے تو اس کی اجازت ہے مگر رات کو گھر پر رہنا ضروری ہے۔ ایک صورت یہ بھی ہے کہ خرچ بھی موجود ہے مگر باہر جانا اس غرض سے ضروری ہے کہ نہ جانے سے نقصان ہوگا مثلاً زراعت کو دیکھنے بھالنے والا کوئی نہیں اور نہ ہی کوئی اور ہے جس کے ذمے یہ کام لگایا جائے تو اس کے لیے بھی جاسکتی ہے مگر رات کو اسی گھر پر رہنا ہوگا۔ (درمختار)

مسئلہ ۴: جو عورت طلاق رجعی یا طلاق بائن کی عدت میں ہو یا خلع کی عدت میں ہو تو ایسی عورت کو بھی دوران عدت گھر سے نکلنے کی اجازت نہیں۔ اگر اپنے میکے عدت پوری کر رہی ہو تو وہاں اس کی پابندی کرے اور کسی غرض سے باہر نہ جائے۔ نابالغہ لڑکی پر سوگ واجب نہیں۔ البتہ نابالغ لڑکی طلاق رجعی کی عدت میں شوہر کی اجازت سے باہر جاسکتی ہے' بغیر اجازت نہیں جاسکتی۔ ایسے ہی نکاح فاسدہ کی عدت میں نکلنے کی اجازت ہے مگر شوہر منع کر سکتا ہے۔ (فتاویٰ عالمگیری)

مسئلہ ۵: جس مکان میں عدت گزارنا واجب ہے اس کو چھوڑ نہیں سکتی مگر اس وقت کہ اسے کوئی نکال دے مثلاً طلاق کی عدت میں شوہر نے گھر میں سے اس کو نکال دیا یا کرائے کا مکان ہے اور عدت عدت وفات ہے۔ مالک مکان کہتا ہے کہ کرایہ دے یا مکان خالی کر اور اس کے پاس کرایہ نہیں ہے یا وہ مکان شوہر کا ہے مگر اس کے حصہ میں جتنا پہنچتا ہے وہ قابل سکونت نہیں اور ورثاء اپنے حصے میں اسے رہنے نہیں دیتے یا کرایہ مانگتے ہیں اور اس کے پاس کرایہ نہیں یا مکان گر رہا ہو یا گرنے کا خوف ہو یا چوروں کا خوف ہو یا مال تلف ہو جانے کا اندیشہ ہو یا آبادی کے کنارے مکان ہے اور مال وغیرہ کا اندیشہ ہے تو ان صورتوں

میں مکان بدل سکتی ہے اور اگر کرائے کا مکان ہو اور کرایہ دے سکتی ہے یا ورثاء کو کرایہ دے کر رہ سکتی ہے تو اسی میں رہنا لازم ہے اور اگر حصہ اتنا ملا کہ اس کے رہنے کے لیے کافی ہے تو اسی میں رہے اور دیگر ورثائے شوہر جن سے پردہ فرض ہے ان سے پردہ کرے اور اگر اس مکان میں نہ چور کا خوف ہے نہ پڑوسیوں کا مگر اس میں کوئی اور نہیں ہے اور تنہا رہنے کا خوف کرتی ہے تو اگر خوف زیادہ ہو تو مکان بدلنے کی اجازت ہے ورنہ نہیں اور طلاق بائن کی عدت ہے اور شوہر فاسق ہے اور کوئی وہاں ایسا نہیں کہ اگر اس کی نیت بد ہو جائے تو روک سکے ایسی حالت میں مکان بدل دے۔ (عالمگیری' درمختار)

مسئلہ ٦: اگر کسی عورت کا خاوند سفر کے دوران انتقال کر جائے اور عورت بھی ساتھ ہو تو اس عورت کو چاہیے کہ اپنے سفر کو پورا کرے اور واپس اپنے گھر آ کر عدت پوری کرے اور وہ عرصہ سوگ میں گزارے۔ (درمختار)



حصہ ہفتم

حقوق العباد

۱۔ بہترین بیوی

اللہ تعالیٰ نے مردوں کو عورتوں کا حاکم بنایا ہے اور مرد کو بڑی فضیلت دی ہے اس لیے ہر عورت کا فرض ہے کہ وہ اپنے خاوند کا حکم مانے اور ہر شرعی مسئلے میں اس کی تابعداری کرے بلکہ عورت کے لیے اپنے خاوند کو راضی رکھنا بہت بڑی نیکی اور ثواب ہے۔ اس لیے بہترین بیوی وہ ہے جو ہر لحاظ سے خاوند کی اطاعت گزار اور اللہ کا خوف رکھنے والی ہو' جو تمام حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی نہ کرنے والی ہو' اچھی بیوی وہ ہے جو خود تکلیف اٹھا کر اپنے شوہر کو ہمیشہ آرام پہنچانے کی کوشش میں رہے۔ اور جو اپنے شوہر سے اس کی آمدنی سے زیادہ مطالبہ نہ کرے اور جو مل جائے اس پر صبر و قناعت کے ساتھ زندگی گزارے۔ یعنی جو اللہ تعالیٰ رزق پہنچا دے اس پر راضی رہے اور کبھی مفلسی اور تنگ دستی کا گلہ شکوہ نہ کرے' نیک سیرت وہ بیوی ہے جو اپنے شوہر کے سوا کسی اجنبی مرد پر نگاہ نہ ڈالے۔ اور کسی غیر مرد کی نگاہ کو اپنے اوپر پڑنے نہ دے۔ یعنی شرعی پردے کی پابندی کرے اور اپنے خاوند کی عزت و ناموس کی حفاظت کرے اور مشکل وقت میں اپنی جانی و مالی قربانی کے ساتھ اپنی وفاداری کا ثبوت دے۔ شوہر کے مال' مکان اور سامان اور خود اپنی ذات کو شوہر کی امانت سمجھ کر ہر چیز کی حفاظت و نگہبانی کرتی رہے۔ بہترین بیوی کی خوبیوں میں یہ بھی شامل ہے کہ اسے اسلام کی بنیادی تعلیم سے مکمل واقفیت حاصل ہو اور حقوق اللہ اور حقوق العباد کو احسن طریقے سے سرانجام دے۔ غرضیکہ بہترین بیوی وہ ہے جس سے مرد کو سکھ چین' اور دلی سکون حاصل ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مرد کو عورتوں پر جو فوقیت دے رکھی ہے اس کی بنا پر عورت کے لیے اپنے خاوند کی ہر جائز مطالبے میں اطاعت ضروری ہے۔ کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ وَّبِمَآ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ	مرد عورتوں پر حاکم ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ایک کو دوسرے پر فضیلت دی ہے اور اس وجہ سے کہ مردوں نے اپنے مال خرچ کیے ہیں پس نیک فرمانبردار عورتیں خاوند کی عدم

لِّلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰهُ ط وَالّٰتِیْ تَخَافُوْنَ نُشُوْزَهُنَّ فَعِظُوْهُنَّ وَاهْجُرُوْهُنَّ فِی الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوْهُنَّ فَاِنْ اَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوْا عَلَيْهِنَّ سَبِيْلًا ط اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيًّا كَبِيْرًا ○ (نساء:۳۴)

موجودگی میں اپنی حفاظت اور نگہداشت رکھنے والیاں ہیں اور جن عورتوں کی نافرمانی کا اندیشہ ہو تو انہیں سمجھاؤ اور ان سے الگ سوؤ۔ اور انہیں مار کی سزا دو۔ پھر اگر وہ تمہارے حکم میں آ جائیں تو ان پر کوئی راستہ تلاش نہ کرو۔ بیشک اللہ بڑا بلند اور بڑی بڑائی والا ہے۔

اس آیت میں مرد کی فضیلت کی وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ مرد اپنی کمائی سے عورت کی ہر لحاظ سے کفالت کرتا ہے اور اس پر بے دریغ اپنی دولت خرچ کرتا ہے اسے بیرونی طاقتوں کے ظلم و ستم سے بچاتا ہے اس لیے اسے برتری حاصل ہے۔

عورتیں دراصل انسانی جنس ہی سے پیدا کی گئی ہیں اور مردوں کی دلجوئی کے لیے بنائی گئی ہیں تاکہ مردوں کو ان سے محبت اور سکون حاصل ہو۔

وَمِنْ اٰيٰتِهٖۤ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْۤا اِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً ط

اور اس کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ اس نے تمہاری جنس سے بیویاں بنائیں تاکہ تم ان سے آرام پاؤ اور تم میں محبت و مہربانی پیدا کی۔ (روم:۲۱)

اچھی بیوی کی خوبیوں اور خصوصیات کے متعلق حضور ﷺ کے ارشادات حسب ذیل ہیں:

حدیث ۱: حضرت ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو عورت اس حال میں مری کہ شوہر راضی تھا وہ جنت میں داخل ہوگی۔ (ترمذی شریف)

حدیث ۲: حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ اگر میں کسی کو حکم کرتا کہ غیر خدا کے لیے سجدہ کرے تو حکم دیتا کہ عورت اپنے شوہر کو سجدہ کرے۔ قسم ہے اس کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے عورت اپنے پروردگار کا حق ادا نہ کرے گی جب تک شوہر کے کل حق ادا نہ کرے۔ (ابن ماجہ مسند امام احمد)

حدیث ۳: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ اگر آدمی کے لیے سجدہ کرنا درست ہوتا تو میں عورت کو حکم دیتا کہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے کہ اس کا اس

کے ذمہ بہت بڑا حق ہے۔ قسم ہے اس کی جس کے قبضۂ قدرت میں جان ہے اگر قدم سے سر تک شوہر کے تمام جسم پر زخم ہوں جن سے پیپ اور کچ لہو بہتا ہو پھر عورت اسے چاٹے تو بھی حق شوہر ادا نہ کیا۔ (مسند امام احمد)

حدیث ٤: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ شوہر نے عورت کو بلایا اس نے انکار کر دیا اور غصہ میں اس نے رات گزاری تو صبح تک اس عورت پر فرشتے لعنت بھیجتے رہے اور دوسری روایت میں ہے کہ جب تک شوہر اس سے راضی نہ ہو اللہ عزوجل اس عورت سے ناراض رہتا ہے۔ (مسلم شریف)

حدیث ٥: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عورت جب پانچوں نمازیں پڑھے اور ماہ رمضان کے روزے رکھے اور اپنی عفت کی محافظت کرے اور شوہر کی اطاعت کرے تو جنت کے جس دروازے سے چاہے داخل ہو۔ (حلیۃ الاولیاء ابونعیم)

حدیث ٦: حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ عورت جب اپنے شوہر کو دنیا میں ایذا دیتی ہے تو حور عین کہتی ہے خدا تجھے قتل کرے اسے ایذا نہ دے یہ تو تیرے پاس مہمان ہے عنقریب تجھ سے جدا ہو کر ہمارے پاس آئے گا۔ (ترمذی شریف)

حدیث ٧: حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ عورت پر شوہر کا حق یہ ہے کہ اس کے بچھونے کو نہ چھوڑے اور اس کی قسم کو سچا کرے اور بغیر اس کی اجازت کے باہر نہ جائے اور ایسے شخص کو مکان میں آنے نہ دے جس کا آنا شوہر کو پسند نہ ہو۔ (طبرانی)

حدیث ٨: حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ کوئی عورت اس وقت تک ایمان کا مزہ نہ پائے گی جب تک کہ وہ اپنے شوہر کا حق ادا نہ کرے (طبرانی)

حدیث ٩: حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اکرم علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو عورت خدا کی اطاعت کرے اور اسے نیک کام کی یاد دلائے اور اپنی عصمت اور اس کے مال میں خیانت نہ کرے تو اس کے اور شہیدوں کے درمیان جنت میں ایک درجہ کا فرق ہوگا پھر اس کا شوہر باایمان نیک خو ہے تو جنت میں وہ اس کی بی بی ہے ورنہ شہداء میں سے کوئی اس کا شوہر ہوگا۔ (طبرانی)

حدیث ۱۰: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ اے عورتو! خدا سے ڈرو اور شوہر کی رضامندی کی تلاش میں رہو۔ اس لیے کہ عورت کو اگر معلوم ہوتا کہ شوہر کا کیا حق ہے تو جب تک اس کے پاس کھانا حاضر رہتا یہ کھڑی رہتی۔ (حلیہ ابونعیم)

حدیث ۱۱: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ شوہر کا حق عورت پر یہ ہے کہ اپنے نفس کو اس سے نہ روکے اور فرض کے علاوہ کسی دن بغیر اس کی اجازت کے روزہ نہ رکھے۔ اگر ایسا کیا یعنی بغیر اجازت روزہ رکھ لیا تو شوہر کو ثواب اور اجازت کے بغیر اس کا کوئی عمل مقبول نہیں اگر عورت نے کر لیا تو شوہر کو ثواب ہے اور عورت پر گناہ اور بغیر اجازت اس کے گھر سے نہ جائے اگر ایسا کیا تو جب تک توبہ نہ کرے اللہ اور فرشتے اس پر لعنت کرتے ہیں عرض کی گئی اگر چہ شوہر ظالم ہو فرمایا اگر چہ ظالم ہو۔ (ابن عساکر)

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ عورت پر شوہر کے بہت حقوق ہیں اور ہر عورت کو چاہیے کہ انہیں بخوبی انجام دے۔

اچھی عورت کی خوبیاں

عورت کو اپنے گھر میں اچھا ماحول پیدا کرنے کے لیے اور خوشگوار زندگی گزارنے کے لیے مندرجہ ذیل اچھے اوصاف کو اپنانا چاہیے:

ا۔ مزاج شناسی

خاوند کے مزاج کو پہچاننے سے بے شمار تلخیوں کا ازالہ ہو جاتا ہے اس لیے ہر عورت کو چاہیے کہ وہ اپنے شوہر کے مزاج کو پہچان لے اور بغور دیکھتی رہے کہ اس کے شوہر کو کیا کیا چیزیں اور کون کون سی باتیں ناپسند ہیں اور وہ کن کن باتوں سے خوش ہوتا ہے اور کون کون سی باتوں سے ناراض ہوتا ہے اٹھنے بیٹھنے سونے جاگنے پہننے اوڑھنے اور بات چیت میں اس کی عادت اور اس کا ذوق کیا اور کیسا ہے۔ خوب اچھی طرح شوہر کا مزاج پہچان لینے کے بعد عورت کو لازم ہے کہ وہ ہر کام شوہر کے مزاج کے مطابق کرے۔ خواہ شوہر کا طرز عمل اور اس کا طریقہ صحیح ہو یا غلط عورت کو پسند ہو یا ناپسند۔ لیکن شوہر کی مرضی کے لیے عورت وہی کام کرے جو شوہر کے مزاج کے مطابق ہو۔ ہرگز ہرگز شوہر کے مزاج کے خلاف نہ کوئی بات کرے نہ کوئی کام۔ اور شوہر کے گھر میں قدم رکھتے ہی اپنے اوپر یہ لازم کر لے کہ وہ ہر دفعہ

اور ہر حال میں اپنے شوہر کا دل اپنے ہاتھ میں لیے رہے اور اس کے اشاروں پر چلتی رہے۔ اگر شوہر حکم دے کہ دن بھر دھوپ میں کھڑی رہو یا رات بھر جاگتی ہوئی مجھے پنکھا جھلتی رہو تو عورت کے لیے دنیا اور آخرت کی بھلائی اسی میں ہے کہ تھوڑی تکلیف اٹھا کر اور صبر کر کے اس حکم پر عمل کرے اور کسی وقت اور کسی حال میں بھی شوہر کے حکم کی نافرمانی نہ کرے۔

۲۔ غصے اور طعنہ زنی سے اجتناب

اچھی عورت کی ایک خوبی یہ بھی ہے کہ وہ ہمیشہ طعنہ زنی سے اجتناب کرے اس لیے شوہر کو کبھی جلی کٹی باتیں نہ سنائے نہ کبھی اس کے سامنے غصہ میں چلا چلا کر بولے نہ اس کی باتوں کا کڑوا تیکھا جواب دے۔ نہ کبھی اس کو طعنہ دے نہ کوسنے دے نہ اس کی لائی ہوئی چیزوں میں عیب نکالے نہ شوہر کے مکان وسامان وغیرہ کو حقیر بتائے نہ شوہر کے ماں باپ یا اس کے خاندان یا اس کی شکل وصورت کے بارے میں کوئی ایسی بات کہے جس سے شوہر کے دل کو ٹھیس لگے۔ اور خواہ مخواہ اس کو سن کر برا لگے۔ اس قسم کی باتوں سے شوہر کا دل دکھ جاتا ہے اور رفتہ رفتہ شوہر کو بیوی سے نفرت ہونے لگتی ہے جس کا انجام جھگڑے لڑائی کے سوا کچھ بھی نہیں ہوتا۔ یہاں تک کہ میاں بیوی میں زبردست بگاڑ ہو جاتا ہے جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ یا تو طلاق کی نوبت آجاتی ہے یا بیوی اپنے میکہ میں بیٹھ رہنے پر مجبور ہو جاتی ہے اور اپنی بھاوجوں کے طعنے سن سن کر کوفت اور گھٹن کی بھٹی میں جلتی رہتی ہے اور میکہ اور سسرال والوں کے دونوں خاندانوں میں بھی اس طرح اختلاف کی آگ بھڑک اٹھتی ہے کہ کبھی کورٹ کچہری کی نوبت آجاتی ہے اور کبھی مار پیٹ ہو کر مقدمات کا ایک نہ ختم ہونے والا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے اور میاں بیوی کی زندگی جہنم بن جاتی ہے اور دونوں خاندان لڑ بھڑ کر تباہ وبرباد ہو جاتے ہیں۔

اگر شوہر کو عورت کی کسی بات پر غصہ آجائے تو عورت کو لازم ہے کہ اس وقت خاموش ہو جائے اور اس وقت ہرگز کوئی ایسی بات نہ بولے جس سے شوہر کا غصہ اور زیادہ بڑھ جائے اور اگر عورت کی طرف سے کوئی قصور ہو جائے اور شوہر غصہ میں بھر کر عورت کو برا بھلا کہہ دے اور ناراض ہو جائے تو عورت کو چاہیے کہ خود روٹھ کر اور گال پھلا کر نہ بیٹھ جائے بلکہ عورت کو لازم ہے کہ فوراً ہی عاجزی اور خوشامد کر کے شوہر سے معافی مانگے اور ہاتھ جوڑ کر پاؤں پکڑ کر جس طرح وہ مان جائے اسے منا لے اگر عورت کا کوئی قصور نہ بلکہ شوہر ہی کا

قصور ہو پھر بھی عورت کو تن کر اور منہ بگاڑ کر بیٹھ رہنا نہیں چاہیے بلکہ شوہر کے سامنے عاجزی اور انکساری ظاہر کر کے شوہر کو خوش کر لینا چاہیے کیونکہ شوہر کا حق بہت بڑا ہے۔ اس کا مرتبہ بہت بلند ہے۔ اپنے شوہر سے معافی تلافی کرانے میں عورت کی کوئی ذلت نہیں ہے۔ بلکہ یہ عورت کے لیے عزت اور فخر کی بات ہے کہ وہ معافی مانگ کر اپنے شوہر کو راضی کر لے۔

عورت کو لازم ہے کہ اپنے شوہر کی صورت و سیرت پر نہ طعنہ مارے نہ کبھی شوہر کی تحقیر اور اس کی ناشکری کرے اور ہرگز ہرگز کبھی بھول کر بھی اس قسم کی جلی کٹی بولیاں نہ بولے کہ ہائے اللہ! میں کبھی اس گھر میں سکھی نہیں رہی۔ ہائے ہائے! میری ساری عمر مصیبت ہی کٹی۔ اس اجڑے گھر میں آ کر میں نے کیا دیکھا۔ میرے ماں باپ نے مجھے بھاڑ میں جھونک دیا کہ مجھے اس گھر میں بیاہ دیا۔ مجھ نگوڑی کو اس گھر میں کبھی آرام نصیب نہیں ہوا۔ ہائے میں کس کم ظرف سے بیاہی گئی۔ اس گھر میں تو ہمیشہ الو ہی بولتا رہا۔ اس قسم کے طعنوں اور کوسنوں سے شوہر کی دل شکنی یقینی طور پر ہو گی جو میاں بیوی کے نازک تعلقات کی گردن پر چھری پھیر دینے کے برابر ہے۔ ظاہر ہے شوہر اس قسم کے طعنوں کوسنوں کو سن سن کر عورت سے بیزار ہو جائے گا اور محبت کی جگہ نفرت و عداوت کا ایک ایسا خطرناک طوفان اٹھ کھڑا ہو گا کہ میاں بیوی کے خوشگوار تعلقات کی ناؤ ڈوب جائے گی جس پر تمام عمر پچھتانا پڑے گا۔ مگر افسوس کہ عورتوں کی یہ عادت بلکہ فطرت بن گئی ہے کہ وہ شوہروں کو طعنے اور کوسنے دیتی ہی رہتی ہیں اور اپنی دنیا و آخرت کو تباہ و برباد کرتی رہتی ہیں۔ حدیث شریف میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں نے جہنم میں عورتوں کو بکثرت دیکھا۔ یہ سن کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا کہ یارسول اللہ ﷺ! اس کی کیا وجہ ہے کہ عورتیں بکثرت جہنم میں نظر آئیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ عورتوں میں دو بری خصلتوں کی وجہ سے۔ ایک تو یہ کہ عورتیں اپنے شوہروں کی ناشکری کرتی رہتی ہیں۔ چنانچہ تم عمر بھر ان عورتوں کے ساتھ اچھے سلوک کرتے رہو لیکن اگر کبھی ایک ذرا سی کمی تمہاری طرف سے دیکھ لیں گی تو یہی کہیں گی کہ میں نے تم سے کوئی بھلائی دیکھی ہی نہیں۔ (بخاری شریف)

۳۔ خرچ میں قناعت و سلیقہ شعاری

عورت کو چاہیے کہ شوہر کی آمدنی سے زیادہ خرچ نہ مانگے بلکہ جو کچھ ملے اس پر صبر و شکر کے ساتھ اپنا گھر سمجھ کر ہنسی خوشی کے ساتھ زندگی بسر کرے۔ اگر کوئی زیور یا کپڑا یا

سامان پسند آ جائے اور شوہر کی مالی حالت ایسی نہیں ہے کہ اس کو لا سکے تو کبھی ہرگز ہرگز شوہر سے اس کی فرمائش نہ کرے اور اپنی پسند کی چیزیں نہ ملنے پر کبھی ہرگز کوئی شکوہ شکایت نہ کرے' نہ غصہ سے منہ پھلائے' نہ طعنہ مارے نہ افسوس ظاہر کرے بلکہ بہترین طریقہ یہ ہے کہ عورت شوہر سے کسی چیز کی فرمائش ہی نہ کرے کیونکہ بار بار کی فرمائشوں سے عورت کا وزن شوہر کی نگاہ میں گھٹ جاتا ہے۔ ہاں اگر شوہر خود ہی پوچھے کہ میں تمہارے لیے کیا لاؤں تو عورت کو چاہیے کہ شوہر کی مالی حیثیت دیکھ کر اپنی پسند کی چیز طلب کرے اور جب شوہر کوئی چیز لائے تو وہ پسند آئے یا نہ پسند آئے مگر عورت کو ہمیشہ یہی چاہیے کہ وہ اس پر خوشی کا اظہار کرے۔ ایسا کرنے سے شوہر کا دل بڑھ جائے گا اور اس کا حوصلہ بلند ہو جائے گا۔ اگر عورت نے شوہر کی لائی ہوئی چیز کو ٹھکرا دیا اور اس میں عیب نکالا یا اس کو حقیر سمجھا تو اس سے شوہر کا دل ٹوٹ جائے گا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ شوہر کے دل میں بیوی کی طرف سے نفرت پیدا ہو جائے گی اور آگے چل کر لڑائی جھگڑے کا بازار گرم ہو جائے گا۔ اور میاں بیوی کی شادمانی و مسرت کی زندگی خاک میں مل جائے گی۔

ہر بیوی کا یہ بھی فرض ہے کہ وہ اپنے شوہر کی آمدنی اور گھر کے اخراجات کو ہمیشہ مدنظر رکھے اور گھر کا خرچ اس طرح چلائے کہ عزت و آبرو سے زندگی بسر ہوتی رہے اگر شوہر کی آمدنی کم ہو تو ہرگز ہرگز شوہر پر بے جا فرمائشوں کا بوجھ نہ ڈالے اس لیے کہ اگر عورت نے شوہر کو مجبور کیا اور شوہر نے بیوی کی محبت میں قرض کا بوجھ اپنے سر پر اٹھا لیا اور خدا نہ کرے اس قرض کا ادا کرنا دشوار ہو گیا تو گھریلو زندگی میں پریشانیوں کا سامنا ہو جائے گا اور میاں بیوی دونوں کی زندگی تنگ ہو جائے گی اس لیے ہر عورت پر لازم ہے کہ صبر و قناعت کے ساتھ جو کچھ بھی ملے خدا کا شکر ادا کرے اور شوہر کی جتنی آمدنی ہو اسی کے مطابق خرچ کرے اور گھر کے اخراجات کو ہرگز ہرگز آمدنی سے نہ بڑھنے دے۔

عورت کو چاہیے کہ وہ اپنے شوہر سے اس کی آمدنی اور خرچ کا حساب نہ لیا کرے کیونکہ شوہروں کے خرچ پر عورتوں کے روک ٹوک لگانے سے عموماً شوہروں کو چڑ پیدا ہوتی ہے اور شوہروں پر غیرت سوار ہو جاتی ہے کہ میری بیوی ہو کر مجھ پر حکومت جتاتی ہے اور میری آمدنی و خرچ کا مجھ سے حساب طلب کرتی ہے۔ اس چڑ کا انجام یہ ہوتا ہے کہ رفتہ رفتہ میاں بیوی کے دلوں میں اختلاف پیدا ہو جایا کرتا ہے۔ اسی طرح عورت کو چاہیے کہ اپنے

شوہر کے کہیں آنے جانے پر روک ٹوک نہ کرے نہ شوہر کے چال چلن پر شبہ اور بدگمانی کرے کہ اس سے میاں بیوی کے تعلقات میں فساد وخرابی پیدا ہو جاتی ہے اور خواہ مخواہ شوہر کے دل میں نفرت پیدا ہو جاتی ہے۔

۴۔ دیگر گھر والوں کی تابعداری

جب تک ساس اور خسر زندہ ہیں' عورت کے لیے ضروری ہے کہ ان دونوں کی بھی تابعداری اور خدمت گزاری کرتی رہے اور جہاں تک ممکن ہو' ان دونوں کو راضی اور خوش رکھے ورنہ یاد رکھو کہ شوہر ان دونوں کا بیٹا ہے اگر ان دونوں نے اپنے بیٹے کو ڈانٹ ڈپٹ کر چاپ چڑھا دی تو یقیناً شوہر عورت سے ناراض ہو جائے گا اور میاں بیوی کے بجنا نہ تعلقات تہس نہس ہو جائیں گے۔ اسی طرح اپنے جیٹھوں' دیوروں اور نندوں' بھاوجوں کے ساتھ بھی خوش اخلاقی برتے اور ان سبھوں کی دلجوئی میں لگی رہے اور کبھی ہرگز ہرگز ان میں سے کسی کو ناراض نہ کرے۔ ورنہ دھیان رہے کہ ان لوگوں سے بگاڑ کا نتیجہ میاں بیوی کے تعلقات کی خرابی کے سوا کچھ بھی نہیں۔ عورت کے سسرال میں ساس اور خسر سے الگ تھلگ رہنے کی ہرگز کبھی کوشش نہ کرے بلکہ مل جل کر رہنے ہی میں بھلائی ہے کیونکہ ساس اور خسر سے بگاڑ اور جھگڑے کی جڑ یہی ہے اور یہ خود سوچنے کی بات ہے کہ ماں باپ نے لڑکے کو پالا پوسا اور اس امید پر اس کی شادی کی کہ بڑھاپے میں ہم کو بیٹے اور اس کی دلہن سے سہارا اور آرام ملے گا لیکن دلہن نے گھر میں قدم رکھتے ہی اس بات کی کوشش شروع کر دی کہ بیٹا اپنے ماں باپ سے الگ تھلگ ہو جائے تو تم خود ہی سوچو کہ دلہن کی اس حرکت سے ماں باپ کو کس قدر غصہ آئے گا اور کتنی جھلاہٹ پیدا ہو گی اس لیے گھر میں طرح طرح کی بدگمانیاں' اور قسم قسم کے فتنہ وفساد شروع ہو جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ میاں بیوی کے دلوں میں پھوٹ پیدا ہو جاتی ہے اور جھگڑے تکرار کی نوبت آ جاتی ہے اور پھر پورے گھر والوں کی زندگی تلخ اور تعلقات درہم برہم ہو جاتے ہیں لہٰذا بہتری اسی میں ہے کہ ساس اور خسر کی زندگی بھر ہرگز ہرگز کبھی عورت کو الگ رہنے کا خیال بھی نہیں کرنا چاہیے۔ ہاں اگر ساس اور خسر خود ہی اپنی خوشی سے بیٹے کو اپنے سے الگ کر دیں تو پھر الگ رہنے میں کوئی حرج نہیں لیکن الگ رہنے کی صورت میں بھی الفت ومحبت اور میل جول رکھنا انتہائی ضروری ہے تاکہ ہر مشکل میں پورے کنبے کو ایک دوسرے کی امداد کا سہارا ملتا رہے اور اتفاق واتحاد کے ساتھ

پورے کنبے کی زندگی جنت کا نمونہ بنی رہے۔

گھر کے اندر ساس' نندیں یا جٹھانی' دیورانی یا کوئی دوسری دو عورتیں آپس میں چپکے چپکے باتیں کر رہی ہوں تو عورت کو چاہیے کہ ایسے وقت میں ان کے قریب نہ جائے اور نہ یہ جستجو کرے کہ وہ آپس میں کیا باتیں کر رہیں ہیں اور بلاوجہ یہ بدگمانی بھی نہ کرے کو کچھ میرے ہی متعلق باتیں کر رہی ہوں گی کہ اس سے خواہ مخواہ دل میں ایک دوسرے کی طرف سے کینہ پیدا ہو جاتا ہے جو بہت بڑا گناہ ہونے کے ساتھ ساتھ بڑے بڑے فساد ہونے کا سبب بن جایا کرتا ہے۔

۵۔قابل مذمت باتوں سے اجتناب

عورت کو اگر سسرال میں کوئی تکلیف ہو یا کوئی بات ناگوار گزرے تو عورت کو لازم ہے کہ ہرگز ہرگز میکہ میں آ کر چغلی نہ کھائے کیونکہ سسرال کی چھوٹی چھوٹی سی باتوں کی شکایت میکہ میں آ کر ماں باپ سے کرنا' یہ بہت ہی خراب اور بری بات ہے۔ سسرال والوں کی عورت کی اس حرکت سے بیحد تکلیف پہنچتی ہے یہاں تک کہ دونوں گھروں میں بگاڑ اور لڑائی جھگڑے شروع ہو جاتے ہیں جس کا انجام یہ ہوتا ہے کہ عورت شوہر کی نظروں میں بھی قابل نفرت ہو جاتی ہے اور پھر میاں بیوی کی زندگی لڑائی جھگڑوں سے جہنم کا نمونہ بن جاتی ہے۔

۶۔گھریلو کام میں دلچسپی لینا

عورت کے فرائض میں یہ بھی ہے کہ اگر شوہر غریب ہو اور گھریلو کام کاج کے لیے نوکرانی رکھنے کی طاقت نہ ہو تو اپنے گھر کا کام کاج خود کر لیا کرے اس میں ہرگز ہرگز نہ عورت کی کوئی ذلت ہے نہ شرم۔ بخاری شریف کی بہت سی روایتوں سے پتہ چلتا ہے کہ خود رسول اللہ ﷺ کی مقدس صاحبزادی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا بھی یہی معمول تھا کہ وہ اپنے گھر کا سارا کام کاج خود اپنے ہاتھوں سے کیا کرتی تھیں۔ کنویں سے پانی بھر کر اور اپنی مقدس پیٹھ پر مشک لاد کر پانی لایا کرتی تھیں خود ہی چکی چلا کر آٹا پیس لیتی تھیں۔ اسی وجہ سے ان کے مبارک ہاتھوں میں کبھی کبھی چھالے پڑ جاتے تھے۔ اسی طرح امیر المومنین حضرت ابو بکر صدیق کی صاحبزادی حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کے متعلق بھی روایت ہے کہ وہ اپنے غریب شوہر

زبیر رضی اللہ عنہ کے یہاں اپنے گھر کا سارا کام کاج اپنے ہاتھوں سے کرلیا کرتی تھیں۔ یہاں تک کہ اونٹ کو کھلانے کے لیے باغوں میں سے کھجوروں کی گٹھلیاں چن چن کر اپنے سر پر لاتی تھیں اور گھوڑے کے لیے گھاس چارہ بھی لاتی تھیں اور گھوڑے کی مالش بھی کرتی تھیں۔

۷۔ زینت کا خیال رکھنا

عورت کو چاہیے کہ جہاں تک ہو سکے اپنے بدن اور کپڑوں کی صفائی ستھرائی کا خیال رکھے۔ میلی کچیلی اور پھوہڑ نہ بنی رہے بلکہ اپنے شوہر کی مرضی اور مزاج کے مطابق بناؤ سنگار بھی کرتی رہے۔ کم سے کم ہاتھ پاؤں میں مہندی، کنگھی چوٹی، سرمے کاجل وغیرہ کا اہتمام کرتی رہے۔ بال بکھرے اور میلے کچیلے نہ رکھے کہ عورت کی ناشائستگی عام طور پر شوہروں کی نفرت کا باعث ہوا کرتی ہے۔ خدا نہ کرے کہ شوہر عورت کے پھوہڑ پن کی وجہ سے متنفر ہو جائے اور دوسری عورتوں کی طرف تاک جھانک شروع کر دے تو پھر عورت کی زندگی تباہ و برباد ہو جائے گی اور پھر اس کو عمر بھر رونے دھونے اور سر پیٹنے کے سوا کوئی چارہ کار نہیں رہ جائے گا۔

۸۔ خاوند کا ادب کرنا

بیوی کو لازم ہے کہ ہمیشہ اٹھتے بیٹھتے بات چیت میں ہر حالت میں شوہر کے سامنے باادب رہے اور اس کے اعزاز و اکرام کا خیال رکھے۔ شوہر جب کبھی بھی باہر سے گھر میں آئے تو عورت کو چاہیے کہ سب کام چھوڑ کر اٹھ کھڑی ہو اور شوہر کی طرف متوجہ ہو جائے۔ اس کی مزاج پرسی کرے اور فوراً ہی اس کے آرام و راحت کا انتظام کر دے اور اس کے ساتھ دلجوئی کی باتیں کرے اور ہرگز ہرگز ایسی کوئی بات نہ سنائے نہ کوئی ایسا سوال کرے جس سے اس کا دل پریشان ہو۔

۲۔ اچھا خاوند

اچھا خاوند وہ ہوتا ہے جو اللہ کی حدود میں رہ کر اپنی بیوی کے حقوق کو بڑی خوبی کے ساتھ سرانجام دے اور شریعت نے عورت کو جو جائز حقوق عطا کیے ہیں ان کی حق تلفی نہ کرے اپنی بیوی کے حقوق کی ادائیگی اور اس سے اچھا سلوک کرنا اچھے خاوند کا وصف ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جس طرح مردوں کے حقوق پورا کرنا عورتوں کے ذمہ لگایا ہے اس

طرح عورتوں کے بھی کچھ حقوق ہیں جن کا ادا کرنا مردوں پر فرض ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ فَإِنْ كَرِهْتُمُوْهُنَّ فَعَسٰى أَنْ تَكْرَهُوْا شَيْئًا وَّيَجْعَلَ اللّٰهُ فِيْهِ خَيْرًا كَثِيْرًا. (نساء:۱۹)

اور عورتوں کے ساتھ اچھے طریقوں سے زندگی بسر کرو پھر اگر تم ان سے نفرت کرو تو شاید تمہیں کوئی چیز پسند نہ آئے اور اللہ نے اس میں بہت بھلائی رکھی ہو۔

اس فرمان خداوندی میں یہی تاکید کی گئی ہے کہ عورتوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کیا جائے خاوند پر بیوی کے حقوق حسب ذیل ہیں:

ا۔ حسن سلوک

مردوں کو چاہیے کہ اپنی بیویوں سے حسن سلوک سے پیش آئیں ان کی عقل کی کمزوری کو مدنظر رکھتے ہوئے ان سے مہربانی کا سلوک کریں اور ان کے دکھ درد کو دور کریں اور اللہ تعالیٰ نے ان کے حقوق کی عظمت میں فرمایا ہے:

وَّاَخَذْنَ مِنْكُمْ مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا. (نساء:۲۱)

وہ تم سے پختہ عہد لے چکی ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ایک اور مقام پر اس بات کو بڑے احسن انداز میں بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ:

هُنَّ لِبَاس " لَّكُمْ وَاَنْتُمْ لِبَاس " لَّهُنَّ ط

عورتیں تمہارے لیے لباس ہیں اور تم عورتوں کا لباس ہو۔

عورت سے اچھے سلوک کے متعلق رسول اکرم ﷺ نے بھی فرمایا ہے کہ سب سے زیادہ کامل ایمان والا شخص وہ ہے جو سب سے زیادہ با اخلاق ہو اور تم میں بہتر وہ ہے جس کا سلوک اپنی اہلیہ کے ساتھ سب سے اچھا ہو۔ (ترمذی)

بدکردار عورت کی اصلاح کے لیے اگرچہ اسے مارنا جائز ہے لیکن بلاوجہ بیوی کو مارنا اور ستانا درست نہیں۔ کیونکہ جو شخص بلاوجہ اپنی عورت کو مارتا رہے وہ اس امر کا جواز بن جاتا ہے کہ وہ خود اچھا نہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے بیوی سے بلاوجہ بدسلوکی کرنے سے منع فرمایا ہے۔

حضرت ایاس بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' اپنی بیویوں کو نہ مارا کرو۔ (اس کے بعد) حضرت عمر رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ عورتیں اپنے شوہروں پر غالب ہو گئی ہیں۔ ان کی جرأت و دلیری بڑھ گئی ہے۔ (یہ سن کر) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیویوں کو مارنے کی اجازت عطا فرما دی۔ اس کے بعد بہت سی عورتیں ازواج مطہرات کے پاس جمع ہوئیں' اور اپنے خاوندوں کی شکایتیں کیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرمایا۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں کے پاس بہت سی عورتیں اپنے شوہروں کی شکایت کرنے آئی ہیں۔ تم میں سے وہ شخص اچھا نہیں ہے جو اپنی بیوی کے ساتھ بدسلوکی کرے۔ (ابوداؤد)

اگر بیوی نافرمان ہو۔ خاوند کی اجازت کے بغیر جہاں چاہے چلی جائے' بدزبانی کرتی ہو اور گفتگو میں خاوند کے مقام کو مدنظر نہ رکھتے ہوئے بداخلاقی کرتی ہے۔ بات بات پر گالی نکالتی ہے تو اس صورت میں اسے زبانی کلامی سمجھانا چاہیے' اگر وہ نصیحت کرنے سے باز نہ آئے تو کچھ دنوں تک اس سے بیٹھنا اٹھنا چھوڑ دے اگر پھر بھی باز نہ آئے تو پھر اسے مار کر سمجھانا چاہیے مگر غلاموں کی طرح عورت کو نہیں مارنا چاہیے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اہل ایمان میں سب سے کامل ایمان والا وہ ہے جس کی عادت سب سے اچھی ہو اور اپنے گھر والوں پر سب سے زیادہ مہربان ہو۔ (ترمذی)

اپنی بیوی اور اہل و عیال کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اچھی عادت قرار دیا ہے اور اچھی عادت اہل ایمان کا خاصہ ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جس شخص نے اپنی بیوی کی بدخلقی پر صبر کیا' اللہ تعالیٰ اسے مصائب پر حضرت ایوب علیہ السلام کے صبر کے اجر کے برابر اجر دے گا اور جس عورت نے خاوند کی بدخلقی پر صبر کیا اللہ تعالیٰ اسے فرعون کی بیوی آسیہ کے ثواب کے مثل ثواب عطا فرمائے گا۔

۲۔ ایک سے زائد بیویوں میں عدل رکھنا

اگر کسی کے پاس دو یا اس سے زیادہ بیویاں ہوں تو اس پر فرض ہے کہ تمام بیویوں کے درمیان عدل اور برابری کا سلوک اور برتاؤ کرے' کھانے پینے' مکان' سامان' پوشش' بناؤ سنگھار کی چیزوں غرض تمام معاملات میں برابری برتے۔ اسی طرح ہر بیوی کے پاس رات

گزارنے کی باری مقرر کرنے میں بھی برابری کا خیال ملحوظ رکھے۔ یادرکھو کہ اگر کسی نے اپنی تمام بیویوں کے ساتھ یکساں اور برابر سلوک نہیں کیا تو وہ حق العباد میں گرفتار اور عذاب جہنم کا حقدار ہوگا۔

حدیث شریف میں ہے کہ جس شخص کے پاس دو بیویاں ہوں اور اس نے ان کے درمیان عدل اور برابری کا برتاؤ نہیں کیا تو وہ قیامت کے دن میدان محشر میں اس حالت میں اٹھایا جائے گا کہ اس کا آدھا بدن مفلوج (فالج لگا ہوا) ہوگا۔ (ترمذی)

۳۔ بیوی کے اخراجات مہیا کرنا

ہر خاوند کا یہ بنیادی فرض ہے کہ وہ اپنی بیوی کے اخراجات مہیا کرے یعنی اپنی بیوی کے کھانے پینے' پہننے' رہنے اور دوسری ضروریات زندگی کا اپنی حیثیت کے مطابق اور اپنی طاقت بھر انتظام کرے اور ہر وقت اسکا خیال رکھے کہ یہ اللہ کی بندی میرے نکاح کے بندھن میں بندھی ہوئی ہے اور یہ اپنے ماں باپ' بھائی بہن اور تمام عزیز و اقارب سے جدا ہوکر صرف میری ہوکر رہ گئی ہے' اور میری زندگی کے دکھ سکھ میں برابر کی شریک ہے اس لیے اس کی زندگی کی تمام ضروریات کا انتظام کرنا میرا فرض ہے کیونکہ بیوی کا نان نفقہ ہر لحاظ سے اس کے ذمے ہے۔ اس لیے مرد کے فرائض میں یہ بات شامل ہے کہ وہ محنت کرکے اپنے بیوی بچوں کے لیے حلال روزی کمائے اور نہیں کھلائے۔ یہی وجہ ہے کہ رزق حلال کمانے کو عبادت کا درجہ دیا گیا ہے۔

حضرت حکیم بن معاویہ قیشری رضی اللہ عنہ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! شوہر پر بیوی کا کیا حق ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تو کھاوے اس کو بھی کھلا اور جب تو پہنے تو اس کو بھی پہنا۔ اس کے منہ پر نہ مار' اس کو برا نہ کہہ اور اس سے علیحدگی اختیار نہ کر۔ مگر گھر کے اندر اگر چاہے تو کرسکتا ہے۔ (ابوداؤد)

اس حدیث میں یہ بات واضح کردی گئی ہے کہ بیوی کے لباس' خوراک' رہائش اور دیگر ضروریات زندگی کی تمام تر ذمہ داری مرد پر ہے۔ ایک اور روایت میں ہے کہ نبی کرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مشہور خطبہ حجۃ الوداع میں مردوں کو ان کے اس فریضہ کی طرف بدیں الفاظ متوجہ فرمایا کہ تم عورتوں کے بارے میں خوف خدا دل میں رکھو' تم نے انہیں اللہ کی امان کے ذریعہ حاصل کیا ہے ان کا کھانا پینا اور ان کی پوشاک دستور کے مطابق تمہارے ذمے

لازم ہے۔ (مسلم)

یادرکھو کہ جو مرد اپنی لاپروائی سے اپنی بیویوں کے نان ونفقہ اور اخراجات زندگی کا انتظام نہیں کرتے وہ بہت بڑے گنہگار' حقوق العباد میں گرفتار اور قہر قہار وعذاب نار کے سزاوار ہیں۔

عورت اگر بیمار ہوجائے تو شوہر کا یہ اخلاقی فریضہ ہے کہ عورت کی غم خواری اور تیمارداری میں ہرگز ہرگز کوئی کوتاہی نہ کرے۔ بلکہ اپنی دلداری ودلجوئی اور بھاگ دوڑ سے عورت کے دل پر یہ نقش بٹھادے کہ میرے شوہر کو مجھ سے بے حد محبت ہے اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ عورت شوہر کے اس احسان کو یادرکھے گی اور وہ بھی شوہر کی خدمت گزاری میں اپنی جان لڑادے گی۔

۴۔ بیوی کے جذبات کا خیال رکھنا

میاں بیوی کی خوشگوار زندگی بسر ہونے کے لیے جس طرح عورتوں کو مردوں کے جذبات کا لحاظ رکھنا ضروری ہے اسی طرح مردوں کو بھی لازم ہے کہ عورتوں کے جذبات کا خیال رکھیں ورنہ جس طرح مرد کی ناراضگی سے عورت کی زندگی جہنم بن جاتی ہے اسی طرح عورت کی ناراضگی بھی مردوں کے لیے وبال جان ہوجاتی ہے اس لیے مرد کو لازم ہے کہ عورت کی صورت وسیرت پر طعنہ نہ مارے۔ اور عورت کے میکہ والوں پر بھی طعنہ زنی اور نکتہ چینی نہ کرے نہ عورت کے ماں باپ اور عزیز واقارب کو عورت کے سامنے برا بھلا کہے کیونکہ ان باتوں سے عورت کے دل میں مرد کی طرف سے نفرت کا جذبہ پیدا ہوجاتا ہے جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ میاں بیوی کے درمیان ناچاکی پیدا ہوجاتی ہے۔ اور پھر دونوں کی زندگی دن رات کی جلن اور گھٹن سے تلخ بلکہ عذاب جان بن جاتی ہے۔

عورت کی ایک فطرت یہ ہے کہ وہ شدت جذبات سے مغلوب ہوتی ہے اس لیے اگر اس سے ہر کام سختی سے لیا جائے تو وہ اکڑ جائے گی اور اس شدت جذبات کے تحت گھر ویران کرڈالے گی۔ اس لیے عورتوں کے سلسلے میں اعتدال سے تعلقات رکھے جائیں اس کی فطرت کے بارے میں رسول اکرم ﷺ کی حدیث یہ ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا عورت پسلی سے پیدا کی گئی ہے تم سے ہرگز سیدھی نہ ہوگی ایک راہ پر' پس اگر تم اس سے فائدہ اٹھانا چاہتے ہو تو کجی ہی کی

حالت میں فائدہ اٹھالو اور اگر تم اسے سیدھا کرنے لگ گئے تو تم اسے توڑ ڈالو گے اور اس کا ٹوٹنا طلاق ہے۔ (مسلم شریف)

شوہر کو یہ بھی چاہیے کہ سفر میں جاتے وقت اپنی بیوی سے انتہائی پیار و محبت کے ساتھ ہنسی خوشی سے ملاقات کر کے مکان سے نکلے اور سفر سے واپس ہو کر کچھ نہ کچھ سامان بیوی کے لیے ضرور لائے۔ کچھ نہ ہو تو کچھ کھٹا میٹھا ہی لیتا آئے اور بیوی سے یہ کہے کہ یہ خاص تمہارے ہی لیے میں لایا ہوں۔ شوہر کو اس ادا سے عورت کا دل بڑھ جائے گا۔ اور وہ اس خیال سے بہت ہی خوش اور مگن رہے گی کہ میرے شوہر کو مجھ سے ایسی محبت ہے کہ وہ میری نظروں سے غائب رہنے کے بعد بھی مجھے یاد رکھتا ہے اور اس کو میرا خیال لگا رہتا ہے۔ ظاہر ہے کہ اس سے بیوی اپنے شوہر کے ساتھ کس قدر زیادہ محبت کرنے لگے گی۔

شوہر کو چاہیے کہ بیوی کے سامنے آئے تو میلے کچیلے گندے کپڑوں میں نہ آئے بلکہ بدن اور لباس و بستر وغیرہ کی صفائی ستھرائی کا خاص طور پر خیال رکھے۔ کیونکہ شوہر جس طرح یہ چاہتا ہے کہ اس کی بیوی بناؤ سنگھار کے ساتھ رہے اسی طرح عورت بھی یہ چاہتی ہے کہ میرا شوہر میلا کچیلا نہ رہے۔ لہٰذا میاں بیوی دونوں کو ہمیشہ ایک دوسرے کے جذبات و احساسات کا لحاظ رکھنا ضروری ہے۔ رسول اللہ ﷺ کو اس بات سے سخت نفرت تھی کہ آدمی میلا کچیلا بنا رہے اور اس کے بال الجھے رہیں۔ اس حدیث پر میاں بیوی دونوں کو عمل کرنا چاہیے۔

۵۔ اختلاف سے اجتناب کرنا

مرد بلاشبہ عورت پر حاکم ہے لہٰذا مرد کو یہ حق حاصل ہے کہ بیوی پر اپنا حکم چلائے۔ مگر پھر مرد کے لیے یہ ضروری ہے کہ اپنی بیوی سے کسی ایسے کام کی فرمائش نہ کرے جو اس کی طاقت سے باہر ہو۔ یا وہ کام جو اس کو انتہائی ناپسند ہو۔ کیونکہ اگرچہ عورت جبراً قہراً وہ کام کر دے گی۔ مگر اس کے دل میں ناگواری ضرور پیدا ہو جائے گی۔ جس سے میاں بیوی کی خوش مزاجی کی زندگی میں کچھ نہ کچھ تلخی ضرور پیدا ہو جائے گی جس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ رفتہ رفتہ میاں بیوی میں اختلاف پیدا ہو جائے گا۔

شوہر کو چاہیے کہ معمولی معمولی بے بنیاد باتوں پر اپنی بیوی کی طرف سے بدگمانی نہ کرے بلکہ اس معاملہ میں ہمیشہ احتیاط اور سمجھداری سے کام لے۔ یاد رکھو کہ معمولی شبہات

کی بنا پر بیوی کے اوپر الزام لگانا یا بدگمانی کرنا بہت بڑا گناہ ہے۔

حدیث شریف میں ہے کہ ایک دیہاتی نے رسول اللہ ﷺ کے دربار میں حاضر ہو کر کہا کہ میری بیوی کے شکم سے ایک بچہ پیدا ہوا ہے جو کالا ہے اور میرا ہم شکل نہیں ہے۔ اس لیے میرا خیال ہے کہ یہ بچہ میرا نہیں ہے۔ دیہاتی کی بات سن کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ کیا تیرے پاس کچھ اونٹ ہیں۔ اس نے عرض کیا کہ میرے پاس بہت زیادہ اونٹ ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا وہ تمہارے اونٹ کس رنگ کے ہیں۔ اس نے کہا کہ سرخ رنگ کے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ کیا ان میں کچھ خاکی رنگ کے بھی ہیں یا نہیں؟ اس نے کہا کہ جی ہاں! کچھ اونٹ خاکی رنگ کے بھی ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم بتاؤ کہ سرخ اونٹوں کی نسل میں خاکی رنگ کے اونٹ کیسے اور کہاں سے پیدا ہو گئے؟ دیہاتی نے جواب دیا کہ میرے سرخ رنگ کے اونٹوں کے باپ داداؤں میں کوئی خاکی رنگ کا اونٹ رہا ہوگا۔ اس کی رگ نے اس کو اپنے رنگ میں کھینچ لیا ہوگا۔ اس لیے سرخ اونٹوں کا بچہ خاکی رنگ کا ہو گیا۔ یہ سن کر حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ممکن ہے تمہارے باپ داداؤں میں بھی کوئی کالے رنگ کا ہو اور اس کی رگ نے تمہارے بچے کو کھینچ کر اپنے رنگ کا بنا لیا ہو اور یہ بچہ اس کا ہم شکل ہو گیا۔ (بخاری ج ۲)

اس حدیث سے صاف ظاہر ہے کہ محض اتنی سی بات پر کہ بچہ اپنے باپ کا ہم شکل نہیں ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس دیہاتی کو اس کی اجازت نہیں دی کہ وہ اپنے اس بچے کے بارے میں یہ کہہ سکے کہ یہ میرا بچہ نہیں ہے۔ لہٰذا اس حدیث سے ثابت ہوا کہ محض شبہ کی بنا پر اپنی بیوی کے اوپر الزام لگا دینا جائز نہیں ہے بلکہ بہت بڑا گناہ ہے۔

اگر میاں بیوی میں کوئی اختلاف یا کشیدگی پیدا ہو جائے تو شوہر پر لازم ہے کہ طلاق دینے میں ہرگز ہرگز جلدی نہ کرے بلکہ اپنے غصہ کو ضبط کرے اور غصہ اتر جانے کے بعد ٹھنڈے دماغ سے سوچ بچار کر اور لوگوں سے مشورہ لے کر یہ غور کرے کہ کیا میاں بیوی میں نباہ کی کوئی صورت ہو سکتی ہے یا نہیں۔ اگر بناؤ اور نباہ کی کوئی شکل نظر آئے تو ہرگز ہرگز طلاق نہ دے۔ کیونکہ طلاق کوئی اچھی چیز نہیں ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ حلال چیزوں میں سب سے زیادہ خدا کے نزدیک ناپسندیدہ چیز طلاق ہے۔ اگر خدانخواستہ ایسی سخت ضرورت پیش آ جائے کہ طلاق دینے کے سوا کوئی چارہ نہ رہے تو ایسی صورت میں طلاق دینے کی

اجازت ہے۔ ورنہ طلاق کوئی اچھی چیز نہیں ہے۔

بعض جاہل ذرا ذرا سی باتوں پر اپنی بیوی کو طلاق دیتے ہیں اور پھر پچھتاتے ہیں اور عالموں کے پاس جھوٹ بول بول کر مسئلہ پوچھتے پھرتے ہیں۔ کبھی کہتے ہیں کہ غصہ میں طلاق دی تھی' کبھی کہتے ہیں کہ طلاق دینے کی نیت نہیں تھی۔ غصہ میں بلا اختیار طلاق کا لفظ منہ سے نکل گیا' کبھی کہتے ہیں کہ عورت ماہواری کی حالت میں تھی' کبھی کہتے ہیں کہ میں نے طلاق دی مگر بیوی نے طلاق لی نہیں۔ حالانکہ ان گنواروں کو معلوم ہونا چاہیے کہ سب صورتوں میں طلاق ہو جاتی ہے۔ اور بعض تو ایسے بدنصیب ہیں کہ تین طلاق دے کر جھوٹ بولتے ہیں کہ میں نے ایک ہی بار کہا تھا اور یہ کہہ کر بیوی کو رکھ لیتے ہیں اور عمر بھر زنا کاری کے گناہ میں پڑے رہتے ہیں۔ ان ظالموں کو اس کا احساس ہی نہیں ہوتا کہ تین طلاق کے بعد عورت بیوی نہیں رہ جاتی بلکہ وہ ایک ایسی اجنبی عورت ہوتی ہے کہ بغیر حلالہ کرائے اس سے دوبارہ نکاح بھی نہیں ہو سکتا۔

۲۔ اعتماد اور بھروسہ

اعتماد اور بھروسہ اچھے تعلقات کا پیش خیمہ ہے اس لیے شوہر کو چاہیے کہ اپنی بیوی پر اعتماد اور بھروسہ کرے اور گھریلو معاملات اس کے سپرد کر دے تا کہ بیوی اپنی حیثیت کو پہچانے اور اس کا وقار اس میں خود اعتمادی پیدا کرے اور وہ نہایت ہی دلچسپی اور کوشش کے ساتھ گھریلو معاملات کے انتظام کو سنبھالے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ عورت اپنے شوہر کے گھر کی نگران اور محافظ ہے اور اس معاملہ میں عورت سے قیامت میں خداوند قدوس پوچھ گچھ فرمائے گا۔

بیوی پر اعتماد کرنے سے یہ فائدہ ہوگا کہ وہ اپنے آپ کو گھر کے انتظامی معاملات میں ایک شعبہ کی ذمہ دار خیال کرے گی اور شوہر کو بڑی حد تک گھریلو بکھیڑوں سے نجات مل جائے گی۔ اور سکون و اطمینان کی زندگی نصیب ہوگی۔

مرد کو چاہیے کہ کبھی بھی اپنی عورت کے سامنے کسی دوسری عورت کے حسن و جمال یا اس کی خوبیوں کا ذکر نہ کرے ورنہ بیوی کو فوراً ہی بدگمانی اور یہ شبہ ہو جائے گا کہ شاید میرے شوہر کا اس عورت سے کوئی سانٹھ گانٹھ ہے یا کم سے کم قلبی لگاؤ ہے اور یہ خیال عورت کے دل

کا ایک ایسا کانٹا ہے کہ عورت کو ایک لمحہ کے لیے بھی صبر وقرار نصیب نہیں ہو سکتا۔ یاد رکھو کہ جس طرح کوئی شوہر اس کو برداشت نہیں کر سکتا کہ اس کی بیوی کا کسی دوسرے مرد سے ساز باز ہو اسی طرح کوئی عورت بھی کبھی اس بات کی تاب نہیں لا سکتی کہ اس کے شوہر کا کسی دوسری عورت سے تعلق ہو بلکہ تجربہ شاہد ہے کہ اس معاملہ میں عورت کے جذبات مرد کے جذبات سے کہیں زیادہ بڑھ چڑھ کر ہوا کرتے ہیں لہٰذا اس معاملہ میں شوہر کو لازم ہے کہ بہت زیادہ احتیاط رکھے ورنہ بدگمانیوں کا طوفان میاں بیوی کی خوشگوار زندگی کو تباہ و برباد کر دے گا۔

عورت کا اس کے شوہر پر ایک حق یہ بھی ہے کہ شوہر عورت کے بستر کی راز والی باتوں کو دوسروں کے سامنے نہ بیان کرے بلکہ اس کو راز بنا کر اپنے دل ہی میں رکھے کیونکہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ خدا کے نزدیک بدترین شخص وہ ہے جو اپنی بیوی کے پاس جائے پھر اس کے پردہ کی باتوں کو لوگوں پر ظاہر کرے اور اپنی بیوی کو دوسروں کی نگاہوں میں رسوا کرے۔ (مسلم شریف)

۳۔ خدمتِ والدین

خاندانی زندگی میں والدین کا مقام بڑا بلند ہے ان کے بغیر خاندانی زندگی ناممکن ہے۔ والدین اپنی اولاد کے لیے اللہ تعالیٰ کی انمول نعمت ہیں۔ اولاد کو جو محبت، الفت اور اخلاص والدین سے میسر آتا ہے اور کسی سے نہیں آ سکتا۔ کیونکہ ان کی محبت و شفقت بالکل بے لوث ہوتی ہے اور والدین کی دلی تمنا ہوتی ہے کہ ... کی اولاد دنیاوی زندگی میں بلند سے بلند مقام حاصل کرے اس لیے اولاد کے سکھ کے لیے انہیں بذاتِ خود بیشار دکھ بھی برداشت کرنے پڑتے ہیں۔ اس لحاظ سے والدین کا درجہ بہت ہی بلند و بالا ہے اور وہ بے حد قابل احترام ہیں اس لیے اللہ تعالیٰ نے والدین کی اطاعت و خدمت کو ضروری قرار دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں والدین کے ساتھ حسن سلوک کی بہت تاکید فرمائی ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

لَا تَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ وَبِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا۔ (البقرہ:۸۳)

اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہیں کرو گے اور والدین کے ساتھ حسن سلوک کرو۔

ایک اور مقام پر ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًاط اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَا اَوْ كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَا اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا. وَ اخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا. (بنی اسرائیل: ۲۳ تا ۲۴)

والدین کے ساتھ نیک سلوک کرو۔ اگر تمہارے پاس ان میں سے کوئی ایک یا دونوں بڑھاپے کو پہنچیں تو انہیں اُف تک نہ کہو نہ ہی انہیں جھڑک کر جواب دو بلکہ ان سے احترام کے ساتھ بات کرو اور نرمی و رحم کے ساتھ ان کے سامنے جھک کر رہو اور دعا کیا کرو کہ پروردگار! ان پر رحم کر جس طرح انہوں نے مجھے بچپن میں پالا تھا۔

ان آیات میں یہ بتایا گیا ہے کہ والدین سے اچھا سلوک کرو اور اس کے ساتھ یہ حکم دیا گیا ہے کہ ان کے سامنے اُف تک کہنا جائز نہیں۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ والدین کو جھڑکنے کا تو تصور تک نہیں کیا جا سکتا اور صرف یہی کافی نہیں کہ اُف تک نہ کریں اور جھڑکنے سے احتراز کریں بلکہ والدین سے قولاً کریماً یعنی ادب سے بات کرنے کا حکم ہے۔

ایک اور مقام پر ارشاد ہوا:

وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ وَهْنًا عَلٰى وَهْنٍ وَّ فِصٰلُهٗ فِيْ عَامَيْنِ اَنِ اشْكُرْ لِيْ وَلِوَالِدَيْكَط اِلَيَّ الْمَصِيْرُo وَاِنْ جَاهَدٰكَ عَلٰى اَنْ تُشْرِكَ بِيْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ" فَلَا تُطِعْهُمَا وَصَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوْفًا. (لقمان: ۱۵)

اور ہم نے انسان کو تاکید کی کہ اپنے ماں باپ کے ساتھ نیکی کرو۔ اس کی ماں نے اس کو بے حد مشکل اٹھا کر پیٹ میں رکھا اور دو سال میں اس کا دودھ چھڑایا کہ وہ میرا اور اپنے ماں باپ کا احسان مانے' میرے ہی پاس لوٹ کر آنا ہے اگر وہ دونوں تجھ کو اس پر مجبور کریں کہ میرے ساتھ اس کو شریک کر جس کو تو نہیں جانتا تو ان کا کہنا نہ مان اور دنیا میں ان کے ساتھ اچھائی کر۔

اس آیت میں یہ بتایا گیا ہے کہ ماں حسن سلوک کی زیادہ مستحق ہے کیونکہ ماں تکلیف اٹھا کر نو مہینے بچے کو اپنے پیٹ میں رکھتی ہے اس کے بعد ناقابل برداشت تکلیف اٹھا کر جنتی ہے' اپنا دودھ پلاتی ہے پھر پرورش کے مراحل برداشت کرتی ہے۔ معلوم ہوا کہ

جب ماں اولاد کے لیے ہر طرح کی تکالیف برداشت کرتی ہے تو اللہ تعالیٰ نے اس کا مقام بلند کر رکھا ہے۔

والدین کے ساتھ حسن سلوک کے متعلق نبی اکرم ﷺ کے چند ارشادات حسب ذیل ہیں۔

ا۔ والدین سے اچھا سلوک

والدین سے اچھا سلوک کرنا اولاد کا اولین فریضہ ہے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ سے پوچھا۔ خدا کے نزدیک کونسا کام زیادہ پسندیدہ ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا۔ وقت پر نماز ادا کرنا۔ میں نے پوچھا پھر کونسا کام؟ آپ ﷺ نے فرمایا والدین کے ساتھ بھلائی کرنا۔ میں نے کہا پھر کونسا؟ آپ نے فرمایا اللہ کے راستہ میں جہاد کرنا۔ (بخاری شریف)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک شخص نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہا اور عرض کیا یارسول اللہ ﷺ! میرے اچھے سلوک کا کون زیادہ مستحق ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا تیری ماں۔ اس نے پوچھا پھر کون؟ آپ نے فرمایا تیری ،ں۔ اس نے پوچھا پھر کون؟ آپ ﷺ نے فرمایا تمہاری ماں۔ اس نے پوچھا پھر کن؟ آپ ﷺ نے فرمایا تمہارا باپ۔ اور ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا تیری ماں پھر تیری ماں' پھر تیرا باپ پھر تیرا اقریبی عزیز پھر اس کے بعد رشتہ دار۔ (بخاری و مسلم)

سب سے زیادہ عزت اور اچھے سلوک کی حقدار والدہ ہے اس کے بعد والد اور پھر درجہ بدرجہ دوسرے رشتہ دار لہٰذا اولاد کو چاہیے کہ وہ والدہ کا از حد احترام کرے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ نبی ﷺ کی خدمت میں ایک شخص جہاد میں شریک ہونے کی اجازت حاصل کرنے کے لیے حاضر ہوا آپ ﷺ نے اس سے پوچھا کیا تمہارے والدین زندہ ہیں؟ اس نے کہا ہاں! آپ ﷺ نے فرمایا ان ہی کی خدمت میں رہ کر جہاد کر۔ (بخاری و مسلم)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک ایسے شخص کا مجلس نبویؐ (کے قریب) سے گزر ہوا جس کا جسم دبلا پتلا تھا اس کو دیکھ کر حاضرین نے کہا' کاش یہ جسم اللہ کی راہ میں (یعنی جہاد میں) دبلا ہوتا۔ یہ سن کر حضور اقدس ﷺ نے فرمایا وہ شاید اپنے بوڑھے ماں

باپ پر محنت کرتا ہوا اور ان کی خدمت میں لگنے اور ان کے لیے روزی کمانے کی وجہ سے دبلا ہو گیا ہو۔ اگر ایسا ہے تو وہ فی سبیل اللہ ہے۔ (پھر فرمایا کہ) شاید وہ چھوٹے بچوں پر محنت کرتا ہو۔ یعنی ان کی خدمت پرورش اور ان کے لیے رزق مہیا کرنے میں دبلا ہو گیا ہو۔ اگر ایسا ہے تو وہ فی سبیل اللہ ہے۔ (پھر فرمایا کہ) شاید وہ اپنے نفس پر محنت کرتا ہوا اور اپنی جان کے لیے محنت کر کے روزی کماتا ہوتا کہ اپنے نفس کو لوگوں سے بے نیاز کر دے (اور مخلوق سے سوال نہ کرنا پڑے) اگر ایسا ہے تو وہ بھی فی سبیل اللہ ہے۔ (بیہقی)

حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ جس شخص نے اس حال میں صبح کی کہ اس کے والدین اس سے راضی ہوں اس کے لیے جنت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں اور جو اسی حالت میں شام کرتا ہے اس کے لیے بھی اسی طرح کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں' اگر والدین میں سے ایک زندہ ہو تو ایک دروازہ کھولا جاتا ہے۔ اگر چہ والدین زیادتی کریں۔ اگر چہ وہ زیادتی کریں۔ اگر چہ وہ زیادتی کریں۔ اور جس نے اس حال میں صبح کی کہ اس کے والدین اس پر ناراض ہوں تو اس کے لیے جہنم کے دو دروازے کھل جاتے ہیں۔ اگر والدین میں سے ایک ہو تو ایک دروازہ کھلتا ہے۔ اگر چہ وہ زیادتی کریں' اگر چہ وہ زیادتی کریں' اگر چہ وہ زیادتی کریں۔

طبرانی کی ایک روایت ہے کہ والد یا والدین کی اطاعت میں اللہ کی اطاعت ہے اور والد یا والدین کی نافرمانی میں اللہ کی نافرمانی ہے۔

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ باپ بہشت کے بہترین دروازوں میں سے ہے اب تو چاہے تو اس دروازہ کی حفاظت کر اور چاہے کھو دے۔ (ابن ماجہ)

اس حدیث میں باپ کو جنت کا دروازہ کہا گیا ہے یعنی باپ کی خدمت اولاد کو بہشت کا حقدار بنا دیتی ہے اس لیے اولاد کو اس دروازے کی حفاظت کی تاکید کی گئی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ باپ کی خدمت کی جائے اور اس سے عمدہ سلوک کیا جائے تا کہ اللہ راضی ہو اور جنت میں داخل ہونا واجب ہو جائے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا پروردگار کی رضامندی باپ کی رضامندی میں ہے اور پروردگار کی ناخوشی باپ کی ناخوشی میں ہے۔ (ترمذی)

۲۔ والدین کو گالی دینے کی ممانعت

دین اسلام نے والدین کے احترام کو اس حد تک ملحوظ خاطر رکھا ہے کہ کسی کے والدین کو بھی گالی دینے کی اجازت نہیں دی۔ یعنی دوسروں کے والدین کی بھی عزت کی جائے اور انہیں بھی احترام کی نگاہ سے دیکھا جائے۔ ماں باپ کو گالی دینا گناہِ کبیرہ ہے اور اس کی سزا جہنم ہوگی اس لیے ماں باپ کو گالی دینے سے منع فرمایا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے ماں باپ کو گالی دینا کبیرہ گناہوں میں سے ہے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا آدمی اپنے ماں باپ کو گالی دے سکتا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی شخص کسی کے ماں باپ کو گالی دیتا ہے اور وہ اس کے ماں باپ کو گالی دیتا ہے۔ (بخاری شریف)

۳۔ والدین کی نافرمانی کی مذمت

والدین کی نافرمانی بہت بری چیز ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی بہت مذمت فرمائی ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنت میں نہ تو وہ شخص داخل ہوگا جو بہت زیادہ احسان جتانے والا ہو اور نہ وہ شخص جو ماں باپ کی نافرمانی کرنے والا ہو۔ اور نہ شراب پینے والا۔ (نسائی)

اس حدیث میں بتایا گیا ہے کہ ماں باپ کی نافرمانی کرنے والا جنت میں داخل نہ ہوگا۔ یعنی ماں باپ کی نافرمانی آخرت میں جنت سے محرومی کا باعث بنے گی۔ اس لیے والدین کا ہر جائز حکم ماننا چاہیے۔

ایک روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا اے موسیٰ! جس نے والدین کی فرمانبرداری کی اور میری نافرمانی کی۔ میں نے اسے نیکوں میں لکھا ہے اور جو والدین کی نافرمانی کرتا ہے مگر میرا فرمانبردار ہوا ہے میں نے اسے نافرمانوں میں لکھ دیا ہے۔

حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکرہ رضی اللہ عنہما اپنے والد سے روایت کرتے ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا میں تمہیں کبیرہ گناہوں میں سب سے بڑا گناہ بتاؤں؟ ہم نے کہا ہاں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خدا کا شریک ٹھہرانا اور ماں باپ کی نافرانی کرنا۔ (بخاری)

فرمان نبوی ہے کہ جنت کی خوشبو پانچ سو سال کے سفر کی دوری سے پائی جاتی ہے مگر

والدین کا نافرمان اور قطع رحمی کرنے والا اس خوشبو کو نہیں پائے گا۔

والدین کو محبت کی نظر سے دیکھنا بھی ثواب ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کرنے والی اولاد جب بھی رحمت کی نظر سے ماں باپ کو دیکھے تو ہر نظر کے عوض اللہ جل شانہ اس کے لیے مقبول حج کا ثواب لکھ دیتے ہیں۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا اگرچہ روزانہ سو بار اسی طرح دیکھے۔ فرمایا ہاں! اللہ بہت بڑا ہے اور بہت پاک ہے۔ (بیہقی)

۴۔ مرحوم والدین کی بہتری

ماں باپ کے وصال کے بعد ان کے لیے حسن سلوک کی بہتر صورت یہ ہے کہ ان کے لیے مغفرت کی دعا کی جائے کیونکہ والدین کے لیے دعائے مغفرت سے انہیں فائدہ پہنچتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب انسان مر جاتا ہے تو اس کے سب اعمال ختم ہو جاتے ہیں لیکن تین چیزوں کا نفع اسے پہنچتا رہتا ہے۔ (1) صدقہ جاریہ (2) نفع بخش علم (3) نیک اولاد جو اس کے لیے دعا کرتی ہے۔

حضرت ابو اسید ساعدی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ قبیلہ بنو سلمہ کا ایک شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا ماں باپ کے ساتھ سلوک و نیکی کرنے کو میرے لیے کچھ باقی ہے کہ ان کے مرنے کے بعد اس کو کروں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان کے لیے دعا کرنا' استغفار کرنا اور ان کی وصیت پورا کرنا اور ان کے رشتہ داروں سے اچھا سلوک کرنا کہ وہ ان ہی کے سبب سے ہیں۔ اور ماں باپ کے دوستوں کی عزت کرنا۔ (ابن ماجہ)

فرمان نبوی ہے کہ جب کوئی شخص اپنے مسلمان والدین کی طرف سے صدقہ کرتا ہے تو اس کے والدین کو اس کا اجر ملتا ہے اور ان کے اجر میں کمی کیے بغیر اس آدمی کو بھی ان کے برابر اجر ملتا ہے۔ ابن حبان کی روایت میں اتنا اضافہ ہے کہ اس جوان نے کہا یہ کتنی عمدہ اور جامع بات ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جاؤ اور اس پر عمل کرو۔

۵۔ بوڑھے والدین کی خدمت کا اجر

بڑھاپا عمر کا ایک ایسا حصہ ہے جس میں جسمانی طاقت جواب دے جاتی ہے اور اس

وقت اولاد کے سہارے کی اشد ضرورت محسوس ہوتی ہے تاکہ بڑھاپے کے دن آسانی سے گزر جائیں۔ اس لیے بڑھاپے میں جو اولاد بوڑھے والدین کی خدمت کرے اللہ تعالیٰ اس پر جنت واجب کر دیتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ رسوا ہوا' رسوا ہوا' رسوا ہوا جس نے اپنے والدین کو دونوں کو یا کسی ایک کو بڑھاپے کی حالت میں پایا اور پھر جنت میں داخل نہ ہوا۔ (مسلم)

مسند احمد میں روایت ہے کہ جو درازی عمر اور فراخی رزق کی تمنا رکھتا ہو وہ والدین کے ساتھ حسن سلوک کرے اور صلہ رحمی کرے۔ ایسے ہی ابو یعلی اور حاکم کی روایت ہے' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے والدین سے حسن سلوک کیا اسے مبارک ہو کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی عمر بڑھا دی۔

ابن ماجہ' ابن حبان اور حاکم کی روایت ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آدمی گناہوں کے سبب رزق سے محروم ہو جاتا ہے۔ دعا تقدیر کو لوٹا دیتی ہے اور حسن خلق عمر کو درازی عطا کرتا ہے۔

۴۔ حقوقِ اولاد

اللہ تعالیٰ نے انسان کو بیشمار نعمتوں سے نوازا ہے انہی نعمتوں میں سے ایک نعمت اولاد بھی ہے اور اولاد کو بڑی خوش بختی سمجھا جاتا ہے مگر اولاد کا نیک ہونا بہت ضروری ہے۔ کیونکہ نیک اولاد والدین کی زندگی کا بڑا قیمتی سرمایہ ہے جہاں اللہ نے اولاد پر والدین کی خدمت کا فرض عائد کیا ہے وہاں اولاد کے کچھ حقوق بھی والدین کے ذمے لگائے ہیں تاکہ فطری تقاضے قائم رہیں اور کسی فریق کی حق تلفی نہ ہو۔

ایک شخص نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! نیکی کس سے کروں؟ فرمایا اپنے ماں باپ سے کرو۔ اس نے کہا وہ تو فوت ہو چکے۔ فرمایا پھر اولاد سے کرو کیونکہ جس طرح ماں باپ کے حقوق ہیں اسی طرح اولاد کے بھی تو حقوق ہیں اور اولاد کے حقوق میں سے ایک یہ ہے کہ اس کی بدخوئی کی وجہ سے ضروری نہیں کہ اسے عاق ہی کیا جائے اور فرمایا کہ خدا رحمت کرے اس باپ پر جو اپنے بیٹے کو نافرمانی کی راہ پر نہیں چلنے دیتا۔

اولاد کے حقوق کی تفصیل حسب ذیل ہے:

ا۔ پیدائش کی اسلامی رسم

مسلمانوں کے گھر میں پیدا ہونے والے بچے کے کانوں میں سب سے پہلے اذان دی جائے۔ نبی اکرم ﷺ کی بھی سنت ہے کیونکہ ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے بذات خود حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کے کان میں نماز والی اذان دی جب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ہاں ان کی ولادت ہوئی۔ (ترمذی' ابوداؤد)

ابویعلی کی ایک روایت میں ہے کہ ایک موقع پر حضور اکرم ﷺ نے فرمایا جس کے گھر بچہ پیدا ہوا اور وہ اس کے دائیں کان میں اذان اور بائیں کان میں تکبیر کہے وہ بچہ ام الصبیان بیماری سے محفوظ رہے گا۔

حضرت رسول مقبول ﷺ نے داہنے کان میں اذان اور بابائیں کان میں تکبیر اقامت پڑھنے کی تعلیم وترغیب دی ہے اور اس کی برکت بیان فرمائی ہے۔ (کنزالعمال)

۲۔ تحنیک

اذان کے بعد بچے کے منہ میں میٹھی چیز ڈالنا بھی سنت ہے جسے تحنیک کہا جاتا ہے۔ نبی اکرم ﷺ کے زمانے میں کھجور چبا کر بچے کے منہ میں لگادی جاتی یا تالو پر مل دی جاتی۔ اس بارے میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب رسول اکرم ﷺ کے پاس نومولود بچوں کو لایا جاتا تو آپ ان کے حق میں برکت کی دعا فرماتے اور ان کے تالو میں کھجور چبا کر لگادیتے۔ ہجرت کے بعد مدینہ منورہ میں مسلمانوں کے ہاں جو سب سے پہلا بچہ پیدا ہوا وہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما تھے۔ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ جب ابن زبیر پیدا ہوئے تو انہیں رسول اللہ ﷺ کی گود میں دیا گیا۔ آپ ﷺ نے خرما منگوایا' اسے چبا کر اپنا لعاب دہن بچہ کے منہ میں ڈالا اور خرما تالو میں ملا۔ نیز خیر وبرکت کی دعا دی۔

۳۔ عقیقہ

بچہ پیدا ہونے کے ساتویں روز بچے کے سر کے بالوں کو منڈا کر چاندی کے برابر تول کر اس چاندی کو صدقہ وخیرات کر دینا چاہیے اور اس کے بعد بچے کی طرف سے عقیقہ کیا جائے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہر بچہ اپنے عقیقہ کے بدلے میں گروی رکھا ہوا ہے ساتویں روز اس کی طرف سے کوئی جانور ذبح کیا جائے اور اسی دن اس کا نام رکھا جائے اور

اس کے بالوں کو مونڈ دیا جائے۔

حضرت سلمان بن عامر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ بیٹے کے لیے عقیقہ ہے۔ سو اس کی طرف سے جانور کی قربانی دو اور گندگی صاف کرو سر کے بالوں کو منڈوا دو۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے عقیقہ میں ایک بکری ذبح کی اور فرمایا اے فاطمہ رضی اللہ عنہا اس کا سر منڈاؤ اور اس کے بالوں کے وزن کے برابر چاندی صدقہ کر دو۔ سو انہوں نے بالوں کا وزن کیا تو وہ ایک درہم کے برابر یا کچھ کم نکلے جس کے برابر چاندی صدقہ کر دی گئی۔

حضرت عمرو بن شعیب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس گھر میں بچہ پیدا ہوا اور وہ اس کے عقیقہ کے طور پر قربانی کرنا چاہے تو عقیقے کی قربانی لڑکے کے لیے دو بکریاں اور دختر کے ایک بکری ہے۔ (ابوداؤد)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عقیقہ اس جانور کو کہتے ہیں جو نوزائیدہ بچے کی طرف سے خدا کے شکریہ میں ذبح کیا جاتا ہے لڑکے کی جانب سے دو جانور اور لڑکی کی طرف سے ایک ہے۔

اگر کسی وجہ سے ساتویں دن عقیقہ نہ ہو سکے تو چودھویں یا اکیس تاریخ یا جب ممکن ہو کر دینا چاہیے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ عقیقہ ساتویں یا چودھویں یا اکیسویں روز کیا جائے۔

۴۔ اچھا نام رکھنا

بچے کا اچھا سا نام رکھنا بھی والدین کا فرض ہے کیونکہ فرمان مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ آدمی سب سے پہلے اپنی اولاد کو جو تحفہ دیتا ہے وہ اس کا نام ہے لہٰذا نام اچھا رکھنا چاہیے کیونکہ تم قیامت کے دن اپنے باپ کے ناموں سے پکارے جاؤ گے اس لیے تم اچھا سا نام رکھو۔ (ترمذی)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے نزدیک تمہارے سب سے پیارے نام عبداللہ، عبدالرحمٰن اور اس جیسے ہیں۔ (صحیح بخاری)

ایک دوسری حدیث میں فرمایا۔ نبیوں کے ناموں پر نام رکھا کرو۔ (سنن ابوداؤد)
البتہ غلط قسم کے نام نہیں رکھنے چاہئیں۔
بچے کے ختنہ کرنا بھی سنت ہے کیونکہ رسول اکرم ﷺ نے ساتویں روز حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کا ختنہ کروایا۔

۵۔ رضاعت

بچے کو شیر خوارگی کے زمانہ میں دودھ پلانا بھی ضروری ہے کیونکہ ارشاد الٰہی ہے کہ:

وَالْوَالِدٰتُ یُرْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ حَوْلَیْنِ كَامِلَیْنِ لِمَنْ اَرَادَ اَنْ یُّتِمَّ الرَّضَاعَةَ ط وَعَلَى الْمَوْلُوْدِ لَهٗ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ. (البقرہ،۲۳۳)

جو باپ چاہتے ہیں کہ ان کی اولاد پوری مدت رضاعت تک دودھ پیئے تو مائیں اپنے بچوں کو کامل دوسال دودھ پلائیں۔ اس صورت میں اس کے باپ کو معروف طریقے سے انہیں کھانا کپڑا دینا ہوگا۔

اسلام نے یہ بھی اجازت دی ہے کہ والدہ کے علاوہ دوسری عورت بھی بچہ کو دودھ پلا سکتی ہے اور رضاعی ماں کا درجہ بھی تقریباً حقیقی ماں کے برابر ہے۔ ماں بیماری اور نقاہت کی صورت میں بچے کی عام دودھ سے نشوونما کر سکتی ہے۔ بہرحال مقصد بچے کو معینہ عرصہ تک دودھ پلانا ہے تاکہ اس کی مناسب نشوونما ہو۔

مندرجہ بالا آیت کی رو سے شیر خوارگی کی مدت دو سال ہے۔ اگر بچہ خدانخواستہ ماں اور باپ دونوں سے محروم ہو جائے تو اس کے ورثاء کو دودھ پلانے کا انتظام کرنا چاہیے۔

بچوں کو ہر دم گود میں نہ لیے رہو بلکہ جب تک وہ بیٹھنے کے قابل نہ ہوں' پالنے میں زیادہ تر سلائے رکھو اور جب وہ بیٹھنے کے قابل ہوں تو ان کی رفتہ رفتہ مسندوں اور تکیوں کا سہارا دیکر بٹھانے کی کوشش کرو ہر دم گود میں لیے رہنے سے بچے کمزور ہو جایا کرتے ہیں اور وہ گود میں رہنے کی عادت پڑ جانے سے بہت دیر میں چلتے اور بیٹھتے ہیں۔

۶۔ تعلیم وتہذیب

اولاد کی صالح خطوط پر پرورش کے ساتھ انہیں تعلیم سے آراستہ کرنا بھی والدین کا فرض ہے کیونکہ علم حاصل کرنا ہر مسلمان کا فرض ہے۔

ایک اور حدیث میں ہے ’’انہیں فرائض کی تعلیم دو اور قرآن کی اور لوگوں کو علم سکھاؤ۔ کیونکہ میں تو اٹھ جانے والا ہوں۔

حضرت ایوب بن موسیٰ رضی اللہ عنہ بواسطہ اپنے والد اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اچھی تعلیم وترتیب سے زیادہ ایک باپ کا اپنی اولاد کے لیے کوئی عطیہ نہیں ہے (ترمذی)

علم وہ دولت ہے کہ جس سے انسان کی صلاحیتیں اجاگر ہوتی ہیں۔ لہٰذا والدین پر فرض ہے کہ وہ خود علم حاصل کریں اور اپنی اولاد کو بھی دولت علم سے مالا مال کریں۔ والدہ کی گود بچے کی پہلی اور بہترین درس گاہ ہے۔ جہاں انسانی سیرت سنورتی ہے کیونکہ بچے کا سب سے زیادہ رابطہ ماں کے ساتھ ہوتا ہے اور وہ ماں اور اس کے ماحول کا اثر قبول کرتا ہے۔ لہٰذا والدہ کو بچے کی ابتدائی تعلیم کی طرف خصوصی توجہ دینی چاہیے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام میں علم کو بڑی اہمیت دی گئی ہے۔ تعلیم کی قدر وقیمت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس عمل سے ظاہر ہوتی ہے، کہ بدر کے قیدیوں کا فدیہ مقرر کرتے ہوئے فرمایا کہ جو قیدی پڑھے لکھے ہیں وہ مسلمانوں کے دس دس بچوں کو لکھنا پڑھنا سکھادیں تو انہیں آزاد کردیا جائے گا۔

تعلیم وتربیت پر خاص طور پر توجہ کریں اور تربیت کا دھیان رکھیں۔ کیونکہ بچے سادہ ورق کے مانند ہوتے ہیں۔ سادہ کاغذ پر جو نقش ونگار بنائے جائیں وہ بن جاتے ہیں اور بچوں بچیوں کا سب سے پہلا مدرسہ ماں کی گود ہے اس لیے ماں کی تعلیم وتربیت کا بچوں پر بہت گہرا اثر پڑتا ہے۔ لہٰذا ہر ماں کا فرض منصبی ہے کہ بچوں کو اسلامی تہذیب وتمدن کے سانچے میں ڈھال کر ان کی بہترین تربیت کرے۔ اگر ماں اپنے اس فرض کو ادا نہ کرے گی تو گنہگار ہوگی۔

بچے جب کچھ بولنے لگیں تو ماں کو چاہیے کہ انہیں بار بار اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا نام سنائے ان کے سامنے بار بار کلمہ پڑھے یہاں تک کہ وہ کلمہ پڑھنا سیکھ جائیں۔

جب بچے بچیاں تعلیم کے قابل ہو جائیں تو سب سے پہلے ان کو قرآن شریف اور دینیات کی تعلیم دلائیں۔

جب بچہ یا بچی سات برس کے ہو جائیں تو ان کو طہارت اور وضو و غسل کا طریقہ سکھائیں اور نماز کی تعلیم دے کر ان کو نمازی بنائیں اور پاکی وناپاکی اور حلال وحرام اور فرض

سنت وغیرہ کے مسائل ان کو بتائیں۔

حضور ﷺ کا ایک اور ارشاد ہے کہ جب بچہ سات سال کا ہو جائے' تو اسے نماز پڑھنے کا حکم دو اور جب دس برس کا ہو جائے اور نماز نہ پڑھے تو اسے مار کر نماز پڑھاؤ۔ اور اسے الگ سلایا کرو۔ (ابوداؤد)

اس ارشاد گرامی کے پیش نظر والدین کو چاہیے کہ وہ اپنے بچوں کو سات سال کی عمر تک نماز اور اخلاق کے بنیادی اصول سکھائیں۔

عام طور پر والدین کی تربیت کا عکس ان کی اولاد پر مرتب ہوتا ہے۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی شخصیت سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ حضور ﷺ نے ان کی کتنی بے مثال تربیت کی تھی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا سب عورتوں سے بڑھ کر دانا تھیں' انداز کلام' حسن اخلاق اور وقار و متانت میں آنحضرت ﷺ کے سوا ان کا کوئی ثانی نہ تھا۔

۷۔ بچوں سے شفقت کرنا

صالح تربیت کے ساتھ اولاد سے شفقت سے پیش آنا بھی والدین کے لیے ضروری ہے کیونکہ اولاد پر رحم کرنا مسلمان ہونے کی نشانی ہے۔ رسول اکرم ﷺ کا فرمان ہے کہ جو ہمارے چھوٹوں پر رحم نہ کرے اور ہمارے بڑوں کا احترام نہ کرے وہ ہم سے نہیں ہے۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ ایک دن ایک دیہاتی آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ بچوں کو پیار کرتے ہوئے دیکھ کر پوچھا کیا آپ ﷺ بچوں کو چومتے اور پیار کرتے ہیں ہم تو ایسا نہیں کرتے تو آپ ﷺ نے فرمایا کیا میں اس پر قادر ہوں کہ تیرے دل کو اللہ تعالیٰ نے پتھر بنا دیا ہے۔

پیار کرتے وقت ہر ایک سے ایک جیسا پیار کریں اور بچہ چھوٹا ہو تو اسے بوسہ دینا سنت ہے۔ رسول اللہ ﷺ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو چوما کرتے تھے۔ ایک دن اقرع بن حابس نے عرض کیا کہ میرے دس بچے ہیں لیکن میں نے ان میں کسی کو کبھی بوسہ نہیں دیا۔ فرمایا جو ان پر رحم نہیں کرتا (اسے یاد رہے کہ) خود اس پر بھی رحم نہیں کیا جائے گا۔

ایک مرتبہ آپ ﷺ منبر پر تشریف فرما تھے کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ اوندھے منہ گر پڑے آپ ﷺ نے فوراً منبر سے اتر کر ان کو گود میں اٹھا لیا اور یہ آیت پڑھی۔ "تمہارے اموال

اور اولاد بس تمہارے لیے فتنہ ہیں" (یعنی ایک آزمائش ہے اولاد بھی)۔ (تغابن:5)

ایک مرتبہ حضور ﷺ نماز ادا کر رہے تھے۔ سجدہ میں گئے تو حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے اپنا پاؤں آپ ﷺ کی گردن پر رکھ دیا۔ آپ ﷺ نے حالت سجدہ میں اس قدر توقف کیا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم سمجھے غالباً وحی آ گئی ہے جو سجدہ میں اتنی دیر کر دی ہے۔ نماز سے فارغ ہوئے تو صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا کہ حضور! وحی آئی ہے کیا؟ فرمایا (نہیں بلکہ) حسین رضی اللہ عنہ نے مجھے اونٹ جو بنا لیا تھا اور مجھے اچھا نہ لگا کہ اسے اپنے سے جدا کر دوں۔

۸۔ اولاد میں عدل وانصاف

اولاد کو کچھ دیتے وقت یا سلوک کرتے وقت بھی والدین کر چاہیے کہ عدل وانصاف کو مدنظر رکھیں۔ اسلام میں چھوٹے بڑے لڑکے اور لڑکی کے حقوق یکساں ہیں۔ اسلام لڑکوں کے ساتھ لڑکیوں کے مقابلہ میں ترجیحی سلوک کو روا نہیں رکھتا۔ لڑکے اور لڑکیوں کا جو حصہ وراثت میں مقرر ہے انہیں دینا چاہیے کیونکہ اسی سے انصاف کا تقاضا پورا ہوتا ہے۔ اولاد میں سے کسی کو کوئی چیز دے دینا اور دوسرے کو محروم رکھنا جائز نہیں بلکہ ایسا کرنا ظلم ہوگا جو خلاف اسلام ہے۔

ایک مرتبہ ایک صحابی نے اپنے ایک بیٹے کو ایک غلام دیا اور حضور ﷺ سے آ کر عرض کرنے لگا۔ آپ ﷺ اس کی گواہی دیں۔ آپ ﷺ نے پوچھا کیا دوسرے بچوں کو بھی ایک ایک غلام دیا ہے؟ اس نے عرض کیا نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا میں اس ظلم کا گواہ نہیں بننا چاہتا۔

اولاد سے ناانصافی کا سب سے بڑا نقصان یہ ہوتا ہے کہ بہن بھائیوں میں عداوت اور دشمنی کے جذبات پیدا ہو جاتے ہیں جس سے سکون ختم ہو جاتا ہے۔

۹۔ اولاد کی شادی کرنا

والدین کا فرض ہے کہ جب بچے جوان ہو جائیں تو ان کی شادی کر دیں لیکن شادی میں لڑکے اور لڑکی کا رضامند ہونا ضروری ہے کیونکہ اسلام میں زبردستی نہیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ بیوہ عورت کا اس وقت تک نکاح نہ کیا جائے جب تک اس کی اجازت حاصل نہ کر لی جائے۔ اسی طرح

کنواری عورت کا نکاح نہ کیا جائے جب تک اس سے دریافت نہ کیا جائے۔ غرض کہ اسلام نے شادی میں مرد اور عورت کا حق ایک جیسا رکھا ہے لیکن لڑکے کے لیے مزید بالا دستی یہ رکھی ہے کہ اگر وہ لڑکی کو ایک نظر دیکھ بھی لے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس گھر میں بچہ پیدا ہو وہ اسے اچھا نام دے۔ اس کی تربیت کرے جب بالغ ہو جائے اس کی شادی کرے اگر بالغ ہونے پر اس کی شادی نہ کی اور وہ گناہ میں پڑ گیا تو اس گناہ میں اس کا باپ بھی شریک ہوگا۔ (بیہقی)

اسی طرح لڑکی کے بارے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب لڑکی بارہ برس کی ہو جائے (عرب میں یہ بلوغت کی عمر تھی) اور اس کے والدین شادی نہ کریں تو اب اگر اس لڑکی سے کوئی گناہ ہو گیا تو اس گناہ کی ذمہ داری باپ اور ماں کی ہوگی۔ (بیہقی)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

(1) بچہ جب ایک ہفتہ کا ہو جائے تو اس کا عقیقہ کرو اور نام رکھو اور اسے پاک کرو۔

(2) چھ سال کا ہو جائے تو اسے آداب کی تعلیم دو۔

(3) نو سال کا ہو جائے تو بستر علیحدہ کر دو۔

(4) تیرہ سال کا ہو جائے تو نماز نہ پڑھنے پر اسے سزا دو (مارو پیٹو)

(5) سولہ سال کا ہو جائے تو اس کی شادی کر دو۔ تب اس کا ہاتھ پکڑ کر کہو کہ لو بیٹا! میں نے تجھے (پالا پوسا) ادب و تہذیب سے آراستہ کیا۔ جن چیزوں کی تعلیم لازمی تھی وہ تجھے دلوائی اور اب تیرا نکاح بھی کر دیا۔ بس اب اس دنیا میں تیرے فتنہ سے اور آخرت میں تیرے عذاب سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتا ہوں۔

۱۰۔ اخلاق تربیت

ہر ماں باپ کو یہ جان لینا چاہیے کہ بچپن میں جو اچھی یا بری عادتیں بچوں میں پختہ ہو جاتی ہیں وہ عمر بھر نہیں چھوٹتی ہیں اس لیے ماں باپ کو لازم ہے کہ بچوں کو بچپن ہی میں اچھی عادتیں سکھائیں اور بری عادتوں سے بچائیں جو لوگ یہ کہہ کر کہ ابھی بچہ ہے بڑا ہوگا تو ٹھیک

ہو جائے گا' بچوں کو شرارتوں اور غلط عادتوں سے نہیں روکتے' وہ لوگ درحقیقت بچوں کے مستقبل کو خراب کرتے ہیں اور بڑے ہونے کے بعد بچوں کے بڑے اخلاق اور گندی عادتوں پر روتے اور ماتم کرتے ہیں اس لیے نہایت ضروری ہے کہ بچپن ہی میں اگر بچوں کی کوئی شرارت یا بری عادت دیکھیں تو اس پر روک ٹوک کرتے رہیں بلکہ سختی کے ساتھ ڈانٹتے پھٹکارتے رہیں اور طرح طرح سے بری عادتوں کی برائیوں کو بچوں کے سامنے ظاہر کر کے بچوں کو ان خراب عادتوں سے نفرت دلاتے رہیں اور بچوں کی خوبیوں اور اچھی اچھی عادتوں پر خوب خوب شاباش کہہ کر ان کا من بڑھائیں بلکہ کچھ انعام دے کر ان کا حوصلہ بلند کریں۔ اس سے قبل بچوں کے حقوق کے بیان میں بچوں کے لیے بہت سے مفید باتیں ہم لکھ چکے ہیں۔ اب اس سے کچھ زائد باتیں بھی ہم لکھتے ہیں۔ ماں باپ پر لازم ہے کہ ان باتوں کا خاص طور پر دھیان رکھیں تاکہ بچوں اور بچیوں کا مستقبل روشن اور شاندار بن جائے۔

خراب لڑکوں اور لڑکیوں کی صحبت' ان کے ساتھ کھیلنے سے بچوں کو روکیں اور کھیل تماشوں کے دیکھنے سے' ناچ گانے' سینما' تھیٹر وغیرہ لغویات سے بچوں اور بچیوں کو خاص طور پر بچائیں۔ بچوں کو اسلامی آداب واخلاق اور دین و مذہب کی باتیں سکھائیں اچھی باتوں کی رغبت دلائیں اور بری باتوں سے نفرت دلائیں۔

اگر بچہ کہیں سے کسی کی کوئی چیز اٹھا لائے اگرچہ کتنی ہی چھوٹی چیز کیوں نہ ہو' اس پر سب گھر والے خفا ہو جائیں اور سب گھر والے بچے کو چور چور کہہ کر شرم دلائیں اور بچے کو مجبور کریں کہ وہ فوراً اس چیز کو جہاں سے وہ لایا ہے اسی جگہ اس کو رکھ آئے۔ پھر چوری سے نفرت دلانے کے لیے اس کا ہاتھ دھلائیں اور کان پکڑ کر اس سے توبہ کرائیں۔ تاکہ بچوں کے ذہن میں اچھی طرح یہ بات جم جائے کہ پرائی چیز لینا یہ چوری ہے اور چوری بہت ہی برا کام ہے۔

غصہ کرنا اور بات بات پر روٹھ کر منہ پھلانا بہت زیادہ اور بہت زور سے ہنسنا۔ خواہ مخواہ بھائی بہنوں سے لڑنا جھگڑنا' چغلی کرنا' گالی بکنا۔ ان حرکتوں پر لڑکوں اور خاص کر لڑکیوں کو بہت زیادہ تنبیہ کرو۔ ان بری عادتوں کا پڑ جانا عمر بھر کے لیے رسوائی کا سامان ہے۔ چلا کر بولنے اور جواب دینے سے ہمیشہ بچوں کو روکو۔ خاص کر بچیوں کو تو خوب خوب ڈانٹ پھٹکار کرو۔ ورنہ بڑی ہونے کے بعد بھی یہی عادت پڑی رہے گی تو میکے اور سسرال

دونوں جگہ سب کی نظروں میں ذلیل و خوار بنی رہے گی اور منہ پھٹ اور بدتمیز کہلائے گی۔

بچے غصہ میں اگر کوئی چیز توڑیں پھوڑیں یا کسی کو مار بیٹھیں تو بہت زیادہ ڈانٹو بلکہ مناسب سزا دو تا کہ بچے پھر ایسا نہ کریں۔ اس موقع پر لاڈ پیار نہ کرو۔

بچوں کو بچپن ہی سے اس بات کی عادت ڈالو کہ وہ اپنا کام خود اپنے ہاتھ سے کریں۔ وہ اپنا بچھونا خود اپنے ہاتھ سے بچھائیں اور صبح کو خود اپنے ہاتھ سے اپنا بستر لپیٹ کر اس کی جگہ پر رکھیں' اپنے کپڑوں اپنے زیوروں کو خود سنبھال کر رکھیں۔ لڑکیوں کو برتن دھونے اور کھانے پکانے گھروں اور سامانوں کی صفائی ستھرائی اور سجاوٹ' کپڑا دھونے' کپڑا رنگنے' سینے پرونے کا سب کام ماں کو لازم ہے کہ بچپن ہی سے سکھانا شروع کر دے اور لڑکیوں کو محنت مشقت اٹھانے کی عادت پڑ جائے۔ اس کی کوشش کرنی چاہیے۔ بچوں اور بچیوں کو کھانے' پہننے اور لوگوں سے ملنے ملانے اور محفلوں میں اٹھنے بیٹھنے کا طریقہ اور سلیقہ سکھانا ماں باپ کے لیے ضروری ہے۔

بچوں سے کوئی محنت کا کام لیا کرو مثلاً لڑکوں کے لیے لازم ہے کہ وہ کچھ دور دوڑ لیا کریں اور لڑکیاں چرخہ چلائیں یا چکی پیس لیں تا کہ ان کی تندرستی ٹھیک رہے۔ بچوں کے سامنے زیادہ کھانے کی برائی بیان کرتے رہو اور ہر وقت کھاتے پیتے رہنے سے بھی بچوں کو نفرت دلاتے رہو۔ مثلاً یوں کہا کرو کہ جو زیادہ کھاتا ہے وہ جنگلی اور بدو ہوتا ہے اور ہر وقت کھاتے پیتے رہنا یہ بندروں کی عادت ہے۔

بچوں کی ہر ضد پوری مت کرو کہ اس سے بچوں کا مزاج بگڑ جاتا ہے اور وہ ضدی ہو جاتے ہیں اور یہ عادت عمر بھر نہیں چھوٹتی۔

لڑکوں اور لڑکیوں کو ضرور کوئی ایسا ہنر سکھا دو جس سے ضرورت کے وقت وہ کچھ کما کر بسر اوقات کر سکیں۔ مثلاً سلائی کا طریقہ یا موزہ بنیان' سویٹر بننا یا رسی بٹنا یا چرخہ کاتنا۔ خبردار خبردار ان ہنر کی باتوں کو سکھانے میں شرم و عار محسوس نہ کرو۔ لڑکیوں کو لباس اور زیور سے آراستہ اور بناؤ سنگھار کے ساتھ رکھیں تا کہ لوگ رغبت کے ساتھ نکاح کا پیغام دیں۔ ہاں اس کا خیال رکھیں وہ زیورات پہن کر باہر نہ نکلیں کو چوروں ڈاکوؤں سے جان کا خطرہ ہے۔

بچیوں کو بالا خانوں پر نہ رہنے دیں کہ اس میں بے حیائی کا خطرہ ہے۔

بچے اور بچیاں کوئی کام چھپ چھپا کر کریں تو ان کی روک ٹوک کرو کہ یہ اچھی عادت

نہیں۔ بعض عورتیں اپنے بچوں کو مٹھائی کثرت سے کھلایا کرتی ہیں۔ یہ سخت مضر ہے مٹھائی کھانے سے دانت خراب اور معدہ کمزور اور بکثرت صفراوی بیماریاں اور پھوڑے پھنسی کا روگ بچوں کو لگ جاتا ہے۔ مٹھائیوں کی جگہ گلوکوز کے بسکٹ بچوں کے لیے اچھی غذا ہے۔ نیا میوہ نیا پھل پہلے بچوں کو کھلائیں پھر خود کھائیں کہ بچے بھی تازہ پھل ہیں۔ نئے پھل کو نیا پھل دینا اچھا ہے۔

۵۔ رشتہ داروں کے حقوق

رشتہ داروں سے ہمیشہ اچھا سلوک کرنا چاہیے کیونکہ اللہ کو یہی پسند ہے کہ عزیز و اقارب کی عزت کی جائے اور ان کے ساتھ ہمدردی اور شفقت کا رویہ اختیار کیا جائے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ:

قُلْ مَآ اَسْئَلُکُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى. (الشوریٰ:23)

اے نبی ﷺ! آپ کہہ دیجیے کہ میں تم سے کوئی مزدوری نہیں مانگتا۔ البتہ یہ چاہتا ہوں کہ تم رشتہ داری کی محبت قائم رکھو۔

اسلام نے اولاد اور والدین کے بعد دوسرے خونی رشتہ داروں کے درجہ بدرجہ حقوق کو ملحوظ رکھنے کی بڑی تاکید کی ہے۔ اہل قرابت کے ساتھ اچھے تعلقات رکھنے کا بڑا درجہ ہے۔ لہٰذا رشتہ داروں کے ساتھ نیک سلوک کرنا چاہیے ان سے ہمیشہ محبت و مروت سے پیش آنا چاہیے۔ ان سے ملتے رہنا چاہیے۔ بیماری کی حالت میں عزیز و اقارب کی تیمارداری میں دل و جان سے توجہ دینی چاہیے۔ ترکہ میں رشتہ داروں کو ان کا حصہ دینا چاہیے غرضیکہ ہر لحاظ سے ان کے دکھ درد اور خوشی میں شامل رہنا چاہیے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جسے اس کی خواہش ہو کہ اس کے رزق میں کشادگی کی جائے اور عمر میں زیادتی ہو تو وہ رشتہ داروں کے ساتھ اچھا سلوک کرے۔ (بخاری شریف)

ابوالشیخ ابن حبان اور بیہقی کی روایت ہے یارسول اللہ! سب سے بہترین انسان کون ہے؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے سوال کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا رب سے زیادہ ڈرنے والا۔ زیادہ صلہ رحمی کرنے والا اور نیکیوں کا حکم دینے والا برائیوں سے روکنے والا۔

ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کیا میں تمہیں اس چیز کی خبر نہ دوں جس سے اللہ تعالیٰ عزت دیتا ہے اور درجات بلند کرتا ہے؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا ضرور بتلایئے یا رسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ نے فرمایا جو تم سے اعراض کرے اس سے درگزر کرو، جس نے تم پر ظلم کیا اسے معاف کر دو، جس نے تم کو محروم کیا اسے عطا کرو اور جس نے تعلقات ختم کیے اس سے تعلقات استوار کرو۔ (طبرانی)

ابن حبان اور حاکم کی روایت ہے کہ حضور ﷺ کی بارگاہ میں ایک شخص حاضر ہوا۔ اور کہا کہ میں نے بہت بڑا گناہ کیا ہے، توبہ کی کوئی صورت بتلایئے۔ آپ نے پوچھا تیری ماں زندہ ہے؟ کہا نہیں، آپ ﷺ نے پھر فرمایا تمہاری خالہ زندہ ہے؟ عرض کی ہاں یا رسول اللہ! فرمایا جاؤ اس کی خدمت کرو۔ (یہی صلہ رحمی ہے)

رشتہ داروں کے ساتھ اچھے تعلقات قائم رکھنا اور ان کے حقوق ادا کرنے کو صلہ رحمی کہا جاتا ہے۔ کتاب و سنت میں صلہ رحمی کی تاکید اور قطع تعلق کی مذمت کی گئی ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا تم لوگ اپنے نسبوں کو یاد رکھو جس سے اپنے رشتہ داروں کے ساتھ اچھا سلوک کرتے رہو کیونکہ رشتہ داروں کے ساتھ اچھا سلوک کرنا خاندان میں محبت، مال میں کثرت اور عمر میں برکت پیدا کرتا ہے۔ (ترمذی)

اس حدیث میں صلہ رحمی کا یہ اجر بتایا گیا ہے کہ صلہ رحمی سے مال و دولت میں فراخی اور عمر میں زیادتی ہوتی ہے کیونکہ صلہ رحمی دو طرح کی ہے۔ ایک یہ کہ ضرورت مند رشتہ داروں کی مالی امداد کی جائے دوسری یہ کہ خدا کی دی ہوئی عمر کا کچھ حصہ ان کی خدمت میں صرف کیا جائے۔

ترمذی کی ایک روایت ہے، ان لوگوں سے نہ بنو جو کہتے ہیں اگر لوگ ہمارے ساتھ بھلائی کریں گے تو ہم بھی بھلائی کریں گے اور اگر وہ ہم پر زیادتی کریں گے تو ہم بھی زیادتی کریں گے بلکہ تم اس بات کے عادی بنو کہ اگر لوگ تمہارے ساتھ بھلائی کریں تو بھلائی کرو اور اگر وہ زیادتی کریں، تو تم زیادتی نہ کرو۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا۔ رشتہ داری کا برتاؤ برتنے والا وہ نہیں ہے جو رشتہ داروں کا بدلہ دے بلکہ وہ ہے جو ٹوٹے ہوئے رشتہ کو

جوڑے۔(بخاری)

طبرانی کی روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا لوگو! میں تم کو دنیا اور آخرت کی بہترین عادتیں بتلاتا ہوں' تم تعلقات منقطع کرنے والے رشتہ داروں سے صلہ رحمی کرتے رہو۔ جو تم کو محروم رکھے اسے دیتے رہو اور جو زیادتی کرے اسے معاف کرتے رہو۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا رحم رحمٰن سے نکلا ہے۔ لہٰذا خدا نے اس کو کہہ دیا ہے جو تجھے جوڑے گا میں اس سے لگاؤ رکھوں گا اور جو تجھے توڑے گا میں اسے چھوڑوں گا۔ (بخاری شریف)

طبرانی کی روایت ہے جھوٹ' قطع رحمی اور خیانت کا مرتکب اس لائق ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے دنیا میں بھی عذاب دے اور آخرت میں بھی سزا کا مستحق گردانے اور سب اعمال سے جلدی اجر صلہ رحمی کا ملتا ہے اگرچہ اس گھر کے لوگ گنہگار ہوتے ہیں مگر صلہ رحمی کی وجہ سے ان کا مال بھی خوب بڑھتا ہے اور ان کی اولاد بھی بکثرت ہوتی ہے۔

رشتہ داروں کے بعض لوگ امیر اور بعض غریب اور محتاج ہوتے ہیں' امیر لوگوں کی دولت' عزت اور مقام اللہ کا عطا کردہ ہے لہٰذا اللہ چاہتا ہے کہ اللہ کے دیے ہوئے سے اس کی مخلوق کی بہتری کے لیے خرچ کیا جائے اور مصرف کی بہترین صورت غریب اور محتاج عزیز واقارب پر خرچ کرنا ہے۔ رشتہ داروں کی مالی امداد خفیہ طریقے سے کرنی چاہیے تاکہ سفید پوشی کا بھرم قائم رہے رشتہ داروں کی مالی امداد کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ:

قُلْ مَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ خَيْرٍ فَلِلْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ. (البقرہ:۲۱۵)

اے نبی ﷺ! آپ فرما دیجیے کہ فائدہ کی جو چیز تم خرچ کرو تو وہ ماں باپ' قرابت والوں اور یتیموں' اور غریبوں کو دو۔

قُلْ مَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ خَيْرٍ فَلِلْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ (البقرہ:۲۱۵)

فائدہ کی جو چیز بھی تم خرچ کرو تو وہ ماں باپ اور رشتہ داروں کے لیے ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِيْتَآئِ ذِى الْقُرْبٰى. (النحل)

بیشک اللہ تعالیٰ انصاف اور حسن سلوک اور قرابت داروں کو دینے کا حکم کرتا ہے۔

وَلَا يَاْتَلِ اُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ اَنْ يُّؤْتُوْٓا اُولِى الْقُرْبٰى

جو لوگ تم میں زیادہ کشائش والے ہیں وہ قرابت داروں اور محتاجوں کو نہ دینے کی قسم نہ

وَالْمَسَاكِيْنَ. (النور) کھائیں۔

حضرت سلیمان بن عامر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسکین پر صدقہ کرنا ایک اجر ہے اور رشتہ دار کو صدقہ دینا دوہرے اجر کا سبب ہوتا ہے۔ ایک صدقہ کا ثواب اور دوسرا صلہ رحمی کا۔ (ترمذی)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا میرے پاس ایک دینار ہے (میں اس کا کیا کروں) نبی علیہ السلام نے فرمایا اپنے اوپر خرچ کرو تو اس نے کہا کہ ایک دینار اور بھی ہے تو آپ نے فرمایا اپنی اولاد پر خرچ کرو۔ سائل نے کہا کہ دو دینار کے علاوہ بھی ہے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رشتہ داروں پر خرچ کرو تو وہ کہنے لگا کہ تین سے ایک اور زیادہ بھی ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کو اپنے خادم پر خرچ کرو۔ یہ سن کر اس نے کہا کہ ایک اور بھی ہے۔ تب سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اب تمہیں اختیار ہے اور تم بہتر جان سکتے ہو۔ (ابوداؤد نسائی)

صحیحین کی روایت ہے ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیے بغیر اپنی لونڈی آزاد کردی۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کے یہاں تشریف لائے تو انہوں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کو معلوم ہے کہ میں نے اپنی لونڈی کو آزاد کر دیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا واقعی؟ عرض کی جی ہاں! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تم وہ لونڈی اپنے خالہ زاد کو دے دیتیں تو تمہیں بہت زیادہ ثواب ملتا۔

احسان کا مطلب نیکی اور بھلائی کرنا ہے۔ رشتہ داروں کا یہ حق ہے کہ ان کے ساتھ زندگی کے ہر شعبے میں احسان کیا جائے۔ قرآن مجید میں مختلف مقامات پر اس کی یوں تاکید کی گئی ہے۔

وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّبِذِي الْقُرْبٰى.

اللہ ہی کی عبادت کرو اور کسی چیز کو اس کا شریک نہ بناؤ اور ماں باپ اور قرابتداروں سے نیک سلوک کرو۔

وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ

تو قرابت دار کو اس کا حق دے دے۔

وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّه

تم قرابتداری کے حق کو ادا کرو۔

وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِى الْقُرْبٰى. (البقرہ)

مال کی محبت کے باوجود اپنے قریبیوں کو دے دینا بہتر ہے۔

طبرانی کی روایت ہے کہ سب سے بہترین صدقہ کینہ پرور رشتہ دار کو کچھ دینا ہے حضور ﷺ کے اس فرمان کا بھی یہی مطلب ہے کہ جو رشتہ دار تجھ سے تعلق منقطع کرے تو اس سے تعلق جوڑ لو۔

رشتہ داروں کے ساتھ نیک سلوک کرنے کا کتنا بڑا اجر وثواب ہے اور دنیا و آخرت میں اس کے فوائد و منافع کس قدر زیادہ ہیں اور رشتہ داروں کے ساتھ بدسلوکی اور ان سے تعلق کاٹ لینے کا گناہ کتنا بھیانک اور خوفناک ہے اور دونوں جہان میں اس کا نقصان اور وبال کس قدر زیادہ خطرناک ہے اس لیے ہر مسلمان مرد وعورت پر لازم ہے کہ اپنے رشتہ داروں کے حقوق ادا کرنے اور ان کے ساتھ اچھا برتاؤ اور نیک سلوک کرنے کا خاص طور پر دھیان رکھے۔ یاد رکھو کہ شریعت کے احکام پر عمل کرنا ہی مسلمان کے لیے دونوں جہان میں صلاح وفلاح کا سامان ہے۔ شریعت کو چھوڑ کر کبھی بھی کوئی مسلمان دونوں جہان میں پنپ نہیں سکتا۔

جو لوگ ذرا ذرا سی باتوں پر اپنی بہنوں، بیٹیوں، پھوپھیوں، خالاؤں، ماموؤں، چچاؤں، بھتیجوں، بھانجوں وغیرہ سے یہ کہہ کر قطع تعلق کر لیتے ہیں کہ آج سے میں تیرا رشتہ دار نہیں اور تو بھی میرا رشتہ دار نہیں، اور پھر سلام، کلام، ملنا جلنا بند کر دیتے ہیں، یہاں تک کہ رشتہ داروں کی شادی وغمی کی تقریبات میں شامل نہیں ہوتے بلکہ اپنے قریبی رشتہ داروں کے جنازہ اور کفن ودفن میں بھی شریک نہیں ہوتے۔ ان تمام بری سوچوں کو بالائے طاق رکھ کر رشتہ داروں سے حسن سلوک کرنا چاہیے تاکہ اللہ اور ان کا حبیب ﷺ راضی رہے۔

۶۔ ہمسایہ سے حسن سلوک

انسانی زندگی میں والدین اور رشتہ داروں کے بعد سب سے زیادہ قریبی تعلق ہمسایوں سے ہوتا ہے کیونکہ وہ قریب میں رہتے ہیں کیونکہ وہ دکھ درد تکلیف کے وقت ان رشتہ داروں کی نسبت جلد پہنچ جانے والا ہوتا ہے جو رشتہ دار دور ہوتے ہیں۔ ہمسائے کا لفظی

مطلب ہی یہ ہے کہ اتنا قریب کہ دونوں کا سایہ ایک ہو جائے اس لیے جہاں جو بھی رہتا ہے اس کے دائیں بائیں' آمنے سامنے رہنے والے ہمسایہ کہلاتے ہیں۔ اسلام میں ہمدردی اور اخوت کے پیش نظر ہمسایہ سے اچھے سلوک کی تلقین کی گئی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

وَاعْبُدُوا اللّٰہَ وَلَا تُشْرِکُوْا بِہٖ شَیْئًا وَّبِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا وَّبِذِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰکِیْنِ وَالْجَارِ ذِی الْقُرْبٰی وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْبِ وَابْنِ السَّبِیْلِ وَمَا مَلَکَتْ اَیْمَانُکُمْ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ مَنْ کَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرًا o

اور اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ۔ ماں باپ اور قریبی رشتہ داروں اور یتیموں اور محتاجوں اور رشتہ دار ہمسایوں اور اجنبی ہمسایوں اور پاس بیٹھنے والوں اور مسافروں اور جو لوگ تمہاری ملکیت میں ہوں سب کے ساتھ احسان کرو کیونکہ اللہ متکبر اور شیخی مارنے والے کو پسند نہیں کرتا۔ (نساء:36)

ہمسایہ تین طرح کا ہوتا ہے' ایک رشتہ دار ہمسایہ' دوسرا اجنبی ہمسایہ' اور تیسرے عارضی ہمسایہ' ان تینوں سے ایک جیسا سلوک کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ ہمسایہ نہ صرف ساتھ والی دیوار کے ساتھ رہنے والا ہوتا ہے بلکہ چالیس گھر تک رہنے والا ہمسایہ کہلاتا ہے۔ ہمسایہ کے حقوق مندرجہ ذیل ہیں:

ا۔ حقوق کی تفصیل

ہمسایہ کے حقوق کیا ہیں؟ اس کے متعلق حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ جانتے ہو کہ ہمسایہ کے حقوق کیا ہیں؟ پھر آپ ﷺ نے خود ہی ان کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ ہمسایہ کا حق یہ ہے کہ اگر اسے مدد کی ضرورت ہو تو اس کی مدد کی جائے۔ اگر وہ قرض یا ادھار مانگے تو اسے دو۔ اگر وہ غریب ہو تو اس کی حاجت روائی کرو اور بیمار ہو تو اس کی تیمارداری کرو اور اگر مر جائے تو اس کے جنازے کے ساتھ جاؤ' اپنے گھر کی دیوار اتنی اونچی نہ لے جاؤ کہ اس کے گھر میں ہوا کی آمدورفت بند ہو جائے۔ اگر اسے کوئی خوشی نصیب ہو تو اس کی مسرت و شادمانی میں شریک ہو کر اسے مبارکباد دو اور اگر اس پر کوئی مصیبت پڑ جائے تو اس کے رنج و غم میں بھی شریک رہو۔ اگر کوئی میوہ ترکاری اپنے ہاں لاؤ تو اس کے ہاں بھی بھجواؤ اور ایسا

نہ کرسکو تو یہ ان سے پوشیدہ رکھو۔ اپنے بچوں کو اس چیز کی اجازت نہ دیں کہ وہ باہر ہمسائے کے دروازے کے سامنے جا کر ان کے بچوں کو تنگ کریں کہ اس سے خواہ مخواہ بڑوں کے درمیان رنجش پیدا ہونے کا امکان ہے۔ آپ کے باورچی خانہ کا دھواں ہمسائے کی پریشانی کا باعث نہیں ہونا چاہیے۔ ہاں اگر اسے بھی کھانے کی کوئی چیز بھیجتے رہو تو ایک اچھی بات ہے۔ (معجم کبیر)

اس حدیث کی روشنی میں ہمسایہ کے حقوق کا خلاصہ یہ ہے کہ اسے دیکھتے ہی سلام کریں۔ اس سے طویل گفتگو نہ کریں۔ اس سے اکثر مانگتے نہ رہیں' مرض میں اس کی عیادت کریں۔ مصیبت میں اسے تسلی دیں۔ اگر اس کے یہاں موت ہو جائے تو اس کے ساتھ رہیں' خوشی میں اسے مبارکباد کہیں اور اس کی خوشی میں برابر کے شریک رہیں۔ اس کی غلطی سے درگزر کریں۔ چھت سے اس کے گھر نہ جھانکیں۔ اس کے گھر کے صحن میں مٹی نہ پھینکیں۔ اس کے گھر کے راستہ کو تنگ نہ کریں' وہ گھر کی طرف جو کچھ لے جا رہا ہو اسے نہ گھوریں۔ اس کے عیوب کی پردہ پوشی کریں۔ جب اسے کوئی مصیبت لاحق ہو تو اس کی مدد کریں اس کی عدم موجودگی میں اس کے گھر کی دیکھ بھال سے غافل نہ ہوں۔ اس کی غیبت نہ سنیں' اس کی عزت کا خیال رکھیں۔ اس کی اولاد سے نرمی سے گفتگو کریں۔ جن دینی اور دنیاوی امور سے وہ ناواقف ہوں ان میں اس کی راہنمائی کریں گویا ہر طرح سے ہمسایہ گیری کے لحاظ کو مدنظر رکھیں۔

۲۔ ہمسایہ کی دلجوئی

ہمسایہ یا پڑوسی وہ ہے جو قریب میں رہتا ہو۔ حدیث پاک میں ہمسایہ کی تعریف یوں کی گئی ہے۔

اَلَا اِنَّ اَرْبَعِیْنَ دَارًا جَارٌ.

چالیس گھروں تک ہمسایہ ہے۔ (طبرانی)

سنن ابوداؤد میں ہے کہ ہمسائیگی کا حق چالیس گھروں تک ہے پھر نبی پاک ﷺ نے سامنے پیچھے' دائیں بائیں کی طرف اشارہ کیا یعنی ہمسائیگی کا حق ہر طرف ہے۔

زہری رحمۃ اللہ علیہ کہتے کہ چالیس گھروں سے مراد چالیس آگے کے' چالیس پچھواڑے

کے اور چالیس بائیں طرف اور چالیس دائیں طرف کے گھر ہوتے ہیں اور فرمایا کہ ہمسایہ کا حق فقط اسی چیز تک محدود نہیں کہ اسے ایذا نہ پہنچائیں اور ستایا نہ کریں بلکہ یہ کہ اس کے ساتھ نیکی کریں۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ایک ہمسایہ وہ ہے جس کا ایک حق ہوتا ہے۔ اور وہ ہے کافر ہمسایہ اور ایک ہمسایہ وہ ہے جس کا دوہرا حق ہے اور وہ ہے مسلمان ہمسایہ۔ اور ایک ہمسایہ وہ ہوتا ہے جس کے حقوق تین گنا ہوتے ہیں اور یہ وہ ہمسایہ ہے جو قرابتدار بھی ہوتا ہے۔

فرمان نبوی ﷺ ہے کہ عورت، گھر اور گھوڑے میں برکت اور نحوست ہے۔ عورت کی برکت تھوڑا مہر، آسان نکاح اور اس کا حسن خلق والا ہونا ہے۔ اس کی نحوست بھاری مہر، مشکل نکاح اور بدخلقی ہے، گھر کی برکت اس کا کھلا ہونا اور اس کے ہمسایوں کا اچھا ہونا ہے اور اس کی نحوست اس کا تنگ ہونا اور اس کے ہمسایوں کا برا ہونا ہے۔ گھوڑے کی برکت اس کی فرمانبرداری اور اچھی عادتیں ہیں اور اس کی نحوست اس کی بری عادتیں اور سوار نہ ہونے دینا ہے۔

ہمسایہ کا حق صرف یہ نہیں کہ آپ اس سے اس کی تکلیفیں دور کریں بلکہ ایسی چیزیں بھی اس سے دور کرنی چاہئیں کہ جن سے اسے دکھ پہنچنے کا احتمال ہو۔ ہمسایہ سے دکھ دور کرنا اسے دکھ دینے والی چیزوں سے دور رکھنے کے علاوہ کچھ اور بھی حقوق ہیں۔ اس سے نرمی اور حسن سلوک سے پیش آئے اس سے نیکی اور بھلائی کرتا رہے۔

ابن المقفع رحمۃ اللہ سے کسی نے کہا کہ تمہارا ہمسایہ سواری کے قرض کی وجہ سے اپنا گھر بیچ رہا ہے ابن المقفع اس شخص کی دیوار کے سایہ میں بیٹھتا تھا۔ اس نے یہ سن کر کہا کہ اگر اس نے تنگدستی کی وجہ سے اپنا گھر بیچ دیا تو گویا میں نے اس کی دیوار کے سایہ کی عزت نہیں کی چنانچہ اس کے پاس رقم بھیجی اور کہلا بھیجا کہ گھر نہ بیچو۔

۳۔ ہمسایہ کی ضرورت کو پورا کرنا

ہمسایہ کی جائز ضرورت کو مدنظر رکھتے ہوئے ہر ممکن طریقے سے اس کو پورا کرنے کی کوشش کرنی چاہیے اگر اپنا معمولی نقصان بھی ہوتا ہے تو پھر جذبہ ایثار کو مدنظر رکھتے ہوئے ہمسایہ کے ساتھ تعاون کرنا چاہیے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کوئی شخص اپنے

پڑوسی کو دیوار میں لکڑی گاڑنے سے منع نہ کرے پھر حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے کیا بات ہے کہ میں تمہیں اس بات سے اعراض کرتے ہوئے دیکھتا ہوں۔ میں ضرور بالضرور یہ مسئلہ تمہاری گردنوں پر دے ماروں گا۔ (مسلم شریف)

کھانے پینے کی چیزوں میں ہمسایوں کا خیال رکھنا چاہیے تاکہ کوئی ہمسایہ بھوکا نہ رہے اس بات کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑے احسن طریقے سے سمجھایا ہے کہ سالن پکاتے وقت تھوڑا سا پانی زیادہ ڈال لو تاکہ ہمسایہ کی ضرورت بھی پوری ہو جائے۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابوذر رضی اللہ عنہ جب شوربا پکاؤ تو پانی زیادہ ڈالا کرو اور اپنے پڑوسیوں کا خیال رکھو۔ (مسلم شریف)

طبرانی کی ایک روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ کامل مومن نہیں جو خود آسودہ حال ہو اور اس کا پڑوسی بھوکا ہو۔

ہمسایہ کی ضرورت کے بارے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تمہارا ہمسایہ تمہارے تنور میں روٹی پکانا چاہے یا تمہارے پاس اپنا سامان ایک دن یا نصف دن کے لیے رکھنا چاہے تو اسے منع نہ کرو۔

۴۔ ہمسایہ سے اچھا سلوک کرنا

ہمسایہ سے حسن سلوک سے پیش آنا اسلامی اخلاق کا لازمی حصہ ہے کیونکہ دوسروں سے اچھا سلوک ہی انسانی عظمت کا مظہر ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے بندہ اس وقت تک پورا مومن نہیں ہوتا جب تک اپنے بھائی کے لیے بھی اسی چیز کو پسند نہ کرے جس کو اپنے لیے پسند کرتا ہے۔ (بخاری و مسلم)

اس حدیث میں بلند اخلاق کا ایک عام اصول بیان کیا گیا ہے کہ جو چیز اپنے لیے پسند کرتے ہو ویسی چیز ہی دوسروں کے لیے پسند کرو یعنی اگر تم یہ توقع رکھتے ہو کہ تمہارے ہمسائے تمہارے ساتھ اچھا سلوک کریں تو تمہیں بھی چاہیے کہ تم ان کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔

حضرت ابوشریح خزاعی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اللہ اور قیامت پر یقین رکھتا ہے اسے چاہیے کہ اپنے پڑوسی کے ساتھ اچھا سلوک کرے۔ (بخاری)

حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ پڑوسیوں کا یہ بنیادی حق ہے کہ ان کے ساتھ اچھا اور نیک سلوک کیا جائے۔

۵۔ستانے اور دل آزاری کی ممانعت

اپنے ہمسایوں کو ستانا درست نہیں اس لیے اپنے پڑوسیوں کو بلاوجہ گالیاں دینا یا تنگ کرنا یا آوازیں کسنا یا بلاوجہ نفرت کرنا ناجائز اور خلاف اسلام ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مندرجہ ذیل الفاظ میں ہمسایہ کو ستانے سے منع فرمایا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اللہ اور قیامت پر یقین رکھتا ہے وہ اپنے پڑوسی کو نہ ستائے۔ (بخاری شریف)

اللہ کے نیک بندوں کا ہمیشہ یہی طرز عمل ہوتا ہے کہ وہ کسی کو ستاتے نہیں بلکہ اگر کوئی انہیں ستائے تو صبر کرتے ہیں اور اپنے آرام کو قربان کر کے دوسروں کو راحت پہنچاتے ہیں۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ایک بزرگ چوہوں کی وجہ سے بہت پریشان رہتے تھے۔ کسی نے کہا آپ بلی کیوں نہیں رکھ لیتے (کہ یہ کم بخت آپ کے گھر سے بھاگ جائیں) بزرگ نے جواب دیا کہ بلی اس لیے نہیں رکھتا کہ اس سے ڈر کر چوہے ہمسایہ کے گھر میں جا گھسیں گے تو اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ جس چیز کو میں اپنے لیے پسند نہیں کرتا اسے ہمسایہ کے لیے پسند کرتا ہوں۔

۶۔ہمسایوں کی ایذارسانی کی ممانعت

ہمسایوں کو مارنا پیٹنا یا کسی اور طریقے سے دکھ اور تکلیف پہنچانا گناہ ہے کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمسایوں کو ایذارسانی سے منع فرمایا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خدا کی قسم وہ مومن نہیں خدا کی قسم وہ مومن نہیں خدا کی قسم وہ مومن نہیں۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کون یارسول اللہ؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کی ایذارسانی سے اس کا پڑوسی مامون نہ ہو۔ (بخاری شریف)

اس حدیث میں یہ بتایا گیا ہے کہ ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ کسی ہمسایہ کو ایذا نہ دی جائے بلکہ حقیقت میں اہل ایمان وہی ہیں جن کے پڑوسی ان سے راضی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ہمسایوں کی عزت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ قیامت کے دن درویش ہمسایہ اپنے امیر ہمسایہ سے الجھے گا اور خدا سے فریاد کرے گا اے پروردگار! اس سے مواخذہ کیا جائے کہ یہ میرے ساتھ نیکی کرنے سے کیوں گریز کرتا رہا اور اس کے گھر کا دروازہ مجھ پر ہمیشہ بند کیوں رہا۔

ایک اور روایت میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر عرض کیا کہ فلاں عورت زیادہ نماز پڑھتی ہے اور صدقہ خیرات کرتی ہے اور زیادہ روزے رکھتی ہے لیکن وہ اپنے ہمسایہ کو زبان سے تکلیف پہنچاتی ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ عورت جہنمی ہے۔ (ترغیب)

ایک روایت میں ہے کہ ایک آدمی نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے آ کر کہا کہ میرا ایک ہمسایہ ہے جو مجھے تکلیف دیتا ہے' گالیاں دیتا ہے اور تنگ کرتا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے یہ سن کر فرمایا جاؤ اگر وہ تمہارے متعلق اللہ کی نافرمانی کرتا ہے تو اس کے بارے میں اللہ کی اطاعت کرو۔

ایک شخص نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اپنے ہمسائے کا شکوہ کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا صبر کر' تیسری یا چوتھی بار آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنا سامان راستہ میں پھینک دے راوی کہتے ہیں کہ لوگوں نے جب اس کے سامان کو باہر راستہ پر پڑا دیکھا تو پوچھا کیا بات ہے اس نے کہا مجھے ہمسایہ ستاتا ہے۔ لوگ وہاں سے گزرتے رہے' پوچھتے رہے اور کہتے رہے اللہ تعالیٰ اس ہمسایہ پر لعنت کرے۔ جب اس نے یہ بات سنی تو آیا اور اسے کہا اپنا سامان واپس لے آ' بخدا میں پھر تمہیں کبھی تکلیف نہ دوں گا۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اپنے پڑوسی اور ہمسایہ کو تکلیف پہنچانا حرام ہے اور جو پڑوسی کو تکلیف پہنچاتا ہے تو وہ گویا خدا اور رسول کو تکلیف پہنچاتا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے اپنے پڑوسی کو ایذا پہنچائی اس نے مجھے تکلیف دی اور جس نے مجھے تکلیف دی اس نے خدا کو تکلیف دی اور جس نے اپنے پڑوسی سے لڑائی کی اس نے مجھ سے لڑائی کی اور جس نے مجھ سے لڑائی کی اس نے خدا سے لڑائی کی۔ (ترغیب)

اس سے معلوم ہوا کہ پڑوسی کو ستانا حرام ہے' پڑوسی کو ستانے والا جنت میں نہیں جائے گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ بندہ جنت میں داخل نہیں ہوگا جس کا پڑوسی اس کی ایذاؤں سے امن میں نہ ہو۔ (مسند امام احمد)

ہمسایہ کے حقوق کی ادائیگی بڑی اہم ہے کیونکہ ہمسایوں کا تعلق رشتہ داروں کے قریب پہنچ جاتا ہے نبی اکرم ﷺ نے اس بات کا اظہار یوں فرمایا ہے:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا مجھے جبریل علیہ السلام پڑوسی کے حقوق کے بارے میں تاکید کرتے رہے یہاں تک کہ میں نے گمان کیا وہ اسے وراثت میں شریک کر دیں گے۔ (بخاری و مسلم)

اپنے ہمسایوں سے نیک سلوک کرنا اللہ کی دوستی کی علامت ہے کیونکہ اللہ کے نیک بندے رضائے الٰہی کے پیش نظر ہمیشہ ہر ایک سے اچھا سلوک کرتے ہیں لہٰذا اللہ کے بندوں کی پہچان کا ایک نمایاں وصف یہ ہے کہ اللہ کے دوست وہی ہیں جو دوسروں کو اپنے دوست بناتے ہیں۔ ایسے ہی بہترین پڑوسی وہ ہے جسے تمام ہمسائے اچھا سمجھیں۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بہترین دوست خدا کے نزدیک وہ ہیں جو اپنے دوستوں کے لیے بہترین ہیں اور بہترین پڑوسی خدا کے نزدیک وہ ہیں جو اپنے پڑوسیوں کے حق میں بہتر ہیں۔ (ترمذی)

۷۔ ہمسایہ کی رائے کی اہمیت

اسلام نے اچھائی اور برائی کو پرکھنے کے لیے ہمسایہ کی رائے کو بڑی اہمیت دی ہے کہ جس قدر قریبی ہمسایہ اپنے ہمسائے کے بارے میں علم رکھتا ہے دوسرا آدمی نہیں رکھ سکتا۔ نبی اکرم ﷺ نے اس کو یوں بیان فرمایا ہے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں ایک شخص نے نبی ﷺ سے پوچھا یا رسول اللہ! مجھے کیونکر معلوم ہو کہ میں اب اچھا کام کیا ہے اور اب برا؟ آپ ﷺ نے فرمایا جب تم پڑوسیوں کو کہتے سنو کہ تم نے اچھا کام کیا ہے تو تم سمجھ لو کہ تم نے اچھا کام کیا ہے اور جب انہیں کہتے سنو کہ تم نے برا کام کیا ہے تو سمجھ لو کہ تم نے برا کام کیا ہے۔ (ابن ماجہ)

اس حدیث میں ایک عام اصول بیان کیا گیا ہے کہ جب ہم نے کسی کے بارے میں جاننا ہو کہ وہ آدمی کیسا ہے تو اس کے ہمسایوں سے دریافت کرنا چاہیے۔ اگر ہمسایوں کی رائے اس کے حق میں ہو تو سمجھے کہ وہ آدمی اخلاق اور کردار کے لحاظ سے اچھا ہے۔ اگر ان کی رائے برعکس ہو تو سمجھ لینا چاہیے کہ آدمی اچھا نہیں۔ اس کو پرکھنے کا معیار ہمسایوں کی

رائے پر موقوف کر دیا گیا ہے۔

۸۔ ہمسایہ کی عزت کی حفاظت

اپنے ہمسایوں کی عزت اور ناموس کی حفاظت کرنا فرض ہے اس لیے ہمسایہ کی بیوی کے ناموس کو مقدم سمجھنا چاہیے۔ دوسرے کی بیوی کی عزت پر ہاتھ ڈالنا بہت بڑا جرم ہے کیونکہ برائی جس جگہ بھی کی جائے برائی ہوگی لیکن اگر اس جگہ پر گناہ کیا جائے جہاں لازمی طور پر نیکی کرنی چاہیے تھی تو ظاہر ہے کہ اس گناہ اور برائی کا درجہ عام گناہوں اور برائیوں سے زیادہ ہوگا۔ بدقسمت انسان اگر کسی پڑوس کی چوری کرے تو بہت برا کرے گا۔ ایسی حرکات بہت شرمناک ہوتی ہیں نبی کریم ﷺ نے اس کی بہت مذمت کی ہے لہٰذا ہمسایہ کی بیوی پر نہ خود دست درازی کرے اور نہ کسی اور کو کرنے دے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ! سب سے بڑا گناہ کیا ہے آپ نے فرمایا کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک کرنا جب کہ اس نے تجھے پیدا کیا ہے۔ اس نے عرض کیا پھر کونسا گناہ ہے؟ فرمایا تو اپنی اولاد کو اس خوف سے قتل کرے کہ وہ تیرے کھانے میں شریک ہوگی اس نے کہا پھر کونسا؟ آپ ﷺ نے فرمایا اپنے پڑوسی کی بیوی سے بدکاری کرنا بہت بڑا گناہ ہے۔

ایسے ہی ایک مرتبہ آپ ﷺ نے ایک سوال کے جواب میں فرمایا کہ زنا حرام ہے خدا اور رسول نے اس کو حرام کیا ہے لیکن دس بدکاریوں سے بڑھ کر بدکاری یہ ہے کہ کوئی اپنے پڑوسی کی بیوی سے بدکاری کرے۔ چوری حرام ہے خدا اور رسول نے اس کو حرام کیا ہے لیکن دس گھروں میں چوری کرنے سے بڑھ کر یہ ہے کہ کوئی اپنے پڑوسی کے گھر سے کچھ چرا لے۔

۷۔ یتیموں پر شفقت

یتیم کا مطلب ہے اکیلے اور تنہا رہ جانا۔ اس لیے ایسی اولاد جن کے سر سے باپ کی شفقت کا سایہ اٹھ جاتا ہے وہ یتیم کہلاتی ہے۔ اولاد کے لیے باپ کا سایہ ایک انمول نعمت ہے جس کا بدل نہیں کیونکہ بچوں کی صحیح تربیت اور پرورش کے لیے والدین کی آغوش محبت ضروری ہے چونکہ اولاد کا جو درد والدین کو ہوتا ہے کسی اور کو نہیں ہوسکتا اس لیے جو بچہ اپنے

بچپن میں باپ کے سایہ شفقت سے محروم ہو جائے یتیم کہلاتا ہے۔ لڑکے کے لیے یتیمی کا عرصہ باپ مرنے سے بالغ ہونے تک اور لڑکی کے لیے شادی ہونے تک ہے۔

(1) فَأَمَّا الْيَتِيمَ فَلَا تَقْهَرْ. (الضحیٰ:9)

پس یتیم پر دباؤ نہ ڈالو۔

(2) وَيَسْئَلُونَكَ مَاذَا يُنْفِقُونَ ط قُلْ مَآ أَنْفَقْتُمْ مِّنْ خَيْرٍ فَلِلْوَالِدَيْنِ وَالْأَقْرَبِينَ وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِينِ وَابْنِ السَّبِيلِ ط وَمَا تَفْعَلُوا مِنْ خَيْرٍ فَإِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيمٌ. (بقرہ:۲۱۵)

اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم! آپ سے پوچھتے ہیں کہ اللہ کی راہ میں کیا خرچ کریں۔ فرما دیجیے جو چاہو خرچ کرو۔ لیکن ماں باپ اور قریب کے رشتہ داروں اور یتیموں اور محتاجوں اور مسافروں کو دو اور جو بھلائی تم کرو گے خدا اس کو جانتا ہے۔

(3) فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ ط وَيَسْئَلُونَكَ عَنِ الْيَتٰمٰى ط قُلْ إِصْلَاحٌ لَّهُمْ خَيْرٌ وَإِنْ تُخَالِطُوهُمْ فَإِخْوَانُكُمْ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ الْمُفْسِدَ مِنَ الْمُصْلِحِ ط وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَأَعْنَتَكُمْ ط إِنَّ اللّٰهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ۝ (بقرہ:۲۲۰)

دنیا اور آخرت کے کام سوچ کر کرو۔ اور آپ سے یتیموں کے بارے میں دریافت کرتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایئے کہ ان کی اصلاح کرنا بہتر ہے اور تم اگر ان کا خرچ دینے میں ملا لو تو وہ تمہارے بھائی ہیں اور خدا خوب جانتا ہے کہ خرابی کرنے والا کون ہے اور اصلاح کرنے والا کون اور اگر خدا چاہتا تو تمہیں مشقت میں ڈال دیتا۔ بیشک خدا غالب اور حکمت والا ہے۔

(4) وَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تُقْسِطُوا فِي الْيَتٰمٰى فَانْكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ ج فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تَعْدِلُوا فَوَاحِدَةً أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ ط ذٰلِكَ أَدْنٰى أَلَّا تَعُولُوا. (نساء:3)

اور اگر تم کو اس بات کا خوف ہو کہ یتیم لڑکیوں کے ساتھ انصاف نہ کر سکو گے تو ان کے سوا جو عورتیں تمہیں پسند ہوں دو دو یا تین تین یا چار چار سے نکاح کر لو۔ اور اگر اس بات کا ڈر ہو کہ برابر کا سلوک نہ کر سکو گے تو ایک عورت کافی ہے یا کنیزیں جن کے تم مالک ہو۔ اس سے تم بے انصافی سے بچ جاؤ گے۔

(5) وَاٰتُوا الْیَتٰمٰٓی اَمْوَالَھُمْ وَلَا تَتَبَدَّلُوا الْخَبِیْثَ بِالطَّیِّبِ وَلَا تَاْکُلُوْٓا اَمْوَالَھُمْ اِلٰٓی اَمْوَالِکُمْ اِنَّہٗ کَانَ حُوْبًا کَبِیْرًا o (نساء:2)

اور یتیموں کا مال ان کے حوالے کردو اور ان کے پاکیزہ مال کو اپنے برے مال سے نہ بدلو۔ اور نہ ان کا مال اپنے مال میں ملا کر کھاؤ۔ کہ یہ بڑا سخت گناہ ہے۔

(6) اِنَّ الَّذِیْنَ یَاْکُلُوْنَ اَمْوَالَ الْیَتٰمٰی ظُلْمًا اِنَّمَا یَاْکُلُوْنَ فِیْ بُطُوْنِھِمْ نَارًا ط وَسَیَصْلَوْنَ سَعِیْرًا. (نساء:10)

بیشک جو لوگ ظلم کر کے یتیموں کا مال کھاتے ہیں وہ اپنے پیٹوں میں آگ ڈالتے ہیں اور عنقریب وہ دوزخ میں ڈالے جائیں گے۔

یتیموں سے حسن سلوک اور شفقت کے متعلق حضور ﷺ کے ارشادات مندرجہ ذیل ہیں:

حدیث ۱: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مسلمانوں کا بہترین گھر وہ ہے جس گھر میں یتیم ہو اور اس کے ساتھ نیکی کی جاتی ہو اور مسلمانوں کا برا گھر وہ ہے جس میں یتیم ہو اور اس کے ساتھ برا سلوک کیا جاتا ہو۔ (ابن ماجہ)

حدیث ۲: حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو کسی یتیم کے سر پر ہاتھ پھیرے تو اللہ تعالیٰ ہر اس بال کے بدلے جس پر اس کا ہاتھ پھرے نیکیاں لکھ دیتا ہے اور جو کسی یتیم لڑکی یا لڑکے کے ساتھ اچھا سلوک کرے جو اس کے پاس ہو تو میں اور وہ جنت میں اس طرح ہوں گے اور آپ نے اپنی دو انگلیاں ملائیں۔ (ترمذی)

حدیث ۳: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے نبی کریم ﷺ سے اپنی قساوت قلبی کی شکایت کی۔ فرمایا یتیم کے سر پر ہاتھ پھیرو اور مسکین کو کھانا کھلاؤ۔ (احمد)

حدیث ۴: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو اپنے کھانے اور پینے میں یتیم کو شامل کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت واجب فرما دیتا ہے مگر جبکہ ایسا گناہ کرے جو بخشا نہ جائے اور جو تین بیٹیوں یا تین بہنوں کی پرورش کرے انہیں ادب سکھائے اور ان پر شفقت رکھے یہاں تک کہ انہیں ضرورت نہ رہے تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت واجب فرما دیتا ہے۔ ایک شخص عرض گزار ہوا کہ یا رسول اللہ ﷺ! اگر دو ہوں؟ فرمایا اگرچہ دو ہوں۔ یہاں تک کہ لوگ عرض گزار ہوئے کہ اگر ایک ہو؟ فرمایا اگرچہ ایک ہو۔ اللہ تعالیٰ جس کی دو پیاری چیزیں چھین لے اس کے لیے جنت واجب ہو گئی۔

عرض کی گئی یارسول اللہ ﷺ! دو پیاری چیزیں کیا ہیں؟ فرمایا کہ دو آنکھیں۔ (شرح السنۃ)

حدیث ۵: حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں اور یتیم کی کفالت کرنے والا خواہ یتیم اپنا ہو یا غیر' جنت میں اس طرح ہوں گے اور اپنی شہادت والی اور درمیانی انگشت مبارک سے اشارہ فرمایا اور ان کے درمیان تھوڑا سے فاصلہ رکھا۔ (بخاری شریف)

حدیث ٦: حضور ﷺ نے فرمایا۔ چار شخص ایسے ہیں کہ یہ اللہ کا عدل ہوگا کہ انہیں جنت میں داخل نہ کرے اور نہ ہی انہیں جنت کی نعمتوں سے لطف اندوز ہونے دے' شرابی سود خوار' ناحق یتیموں کا مال کھانے والا اور والدین کا نافرمان۔ (مستدرک حاکم)

حدیث ۷: حضور ﷺ نے فرمایا اے ابوذر! میں تجھے کمزور سمجھتا ہوں اور میں تیرے لیے وہی کچھ پسند کرتا ہوں جو اپنے لیے پسند کرتا ہوں۔ کبھی دو پر حکمران نہ بن اور مال یتیم کا اچھا نہ سمجھ۔ (مسلم شریف)

حدیث ۸: حضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ اس ذات کی قسم جس نے مجھے حق کے ساتھ دنیا میں بھیجا۔ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اسے عذاب نہیں کرے گا جو یتیم پر رحم کرے اور نرمی سے گفتگو کرے۔ (طبرانی)

قرآن وحدیث سے یہ واضح ہوا کہ یتیموں کے حقوق تین طرح کے ہیں' ایک تو ان سے حسن سلوک کیا جائے اور دوسرے ان کی کفالت کی جائے اور تیسرے ان کے مال کی حفاظت کی جائے۔ ان کی تفصیل حسب ذیل ہے:

ا۔ حسن سلوک

یتیموں سے اچھا سلوک کرنا چاہیے تا کہ وہ اپنے مرحوم والد کی شفقت کا نعم البدل محسوس کریں۔ کیونکہ والدین کے دل میں اولاد کے لیے فطری طور پر ایک ایسا پیار اور محبت بھرا جذبہ ہوتا ہے جس سے اولاد فرحت اور راحت محسوس کرتی ہے اس لیے یتیموں سے ایسا مشفقانہ رویہ اختیار کرنا چاہیے کہ جس شفقت سے وہ اپنے آپ کو محروم سمجھتے ہوں انہیں وہ میسر رہے۔ اس لیے یتیم کو گود میں لینا' ان کا بوسہ لینا' ان کے سر پر دست شفقت پھیرنا' انہیں بات بات پر جھڑکی نہ دینا' اگر ان سے کوئی غلطی یا نقصان ہو جائے تو انہیں محبت بھرے

لہجے سے سمجھانا سب حسن سلوک کے زمرے میں شمار ہوگا۔

۲۔ بہتر کفالت

یتیموں کا دوسرا حق یہ ہے کہ ان کی بہتر طریقے سے پرورش کی جائے اپنی اولاد اور ان میں ذرا فرق نہ رکھا جائے۔ پھر کفالت کے ساتھ ان کی تعلیم و تربیت کی طرف خصوصی توجہ دی جائے' انہیں اپنی حیثیت کے مطابق لکھایا پڑھایا جائے اور ان کی تعلیم کے اخراجات برداشت کیے جائیں۔ تعلیم کے ساتھ ہی انہیں اچھے اخلاق و آداب بھی سکھائے جائیں۔ تاکہ وہ جوان ہو کر معاشرے کے اچھے فرد بن سکیں۔ جوان ہونے پر ان کی شادی کا بندوبست بھی کیا جائے اور بالخصوص اگر یتیم بچیاں ہوں تو وقت پر ان کی شادی کر دی جائے۔

۳۔ مال کی حفاظت

یتیموں کے مال کو جو اس کی سرپرستی میں ہیں ایسے خرچ کرے جیسے وہ اپنی اولاد کے مال میں ان کے یتیم ہونے کی صورت میں ان کے سرپرست سے خرچ کرنے کی امید رکھتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کی طرف وحی کی کہ اے داؤد! یتیم کے لیے مہربان باپ کی طرح اور مفلس بیوہ کے لیے مہربان شوہر کی طرح ہو جا اور جان لے کہ جیسا بوئے گا ویسا ہی کاٹے گا یعنی تو جیسا کرے گا ویسا ہی تجھ سے کیا جائے گا کیونکہ آخر ایک دن مرنا ہے۔ تیری اولاد کو یتیم اور بیوی کو بیوہ ہونا ہے۔

صحیح ابن حبان میں روایت ہے کہ ان باتوں میں جو آپ ﷺ نے حضرت عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ کے توسط سے یمن والوں کو جو احکام بھیجے تھے ان میں یہ بھی تھا کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سب سے بڑا گناہ اللہ کا شریک ٹھہرانا' ناحق کسی مومن کو قتل کرنا' جنگ کے دن میدان سے جہاد فی سبیل اللہ سے فرار' والدین کی نافرمانی' پاکباز عورتوں پر اتہام لگانا' جادو سیکھنا' سود کھانا اور یتیم کا مال کھانا ہے۔

بخاری و مسلم وغیرہ میں حضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ سات مہلک باتوں سے بچو۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ (ﷺ) وہ کونسی ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا اللہ کے ساتھ شریک بنانا' جادو' ناحق کسی کو قتل کرنا' سود کھانا' اور یتیم کا مال کھانا وغیرہ۔

مسلم کی روایت سے معراج شریف کی حدیث میں ہے' پس میں اچانک ایسے

آدمیوں کے پاس آیا جن پر کچھ لوگ مقرر تھے جو ان کی داڑھیاں نوچ رہے تھے اور کچھ لوگ جہنم کے پتھر لا کر ان کے منہ میں ڈال رہے تھے جو ان کے پیچھے سے نکل رہے تھے۔ میں نے کہا اے جبریل علیہ السلام یہ کون ہیں؟ جبریل علیہ السلام نے کہا جو لوگ ناحق یتیموں کا مال کھاتے ہیں وہ اپنے پیٹ میں آگ کھا رہے ہیں پس اس کے سوا اور کچھ نہیں (یہ وہی لوگ ہیں)......(مکاشفۃ القلوب)

۸۔ جانوروں کے حقوق

انسانوں کی طرح جانور بھی ایک مخلوق ہے اور اللہ تعالیٰ نے انہیں انسانوں کے فائدے اور عزت کے لیے پیدا فرمایا ہے بلکہ بعض جانور تو ایسے ہیں کہ جن کا انسانی زندگی میں خاصا دخل ہے ان سے کئی قسم کی حیواناتی خوراک حاصل ہوتی ہے یا ان سے بار برداری کا کام لیا جاتا ہے پھر کھیتی باڑی کا دارومدار کسی حد تک پالتوں جانوروں پر ہے۔ جانور خواہ کیسی نوعیت کا ہو اس پر رحم کرنا چاہیے کیونکہ اسلام نے ہمیں یہی درس دیا ہے۔ اللہ رحمٰن ہے اس لیے وہ چاہتا ہے کہ انسان بھی اپنے ماتحتوں پر جذبہ رحم فرمائے۔ جانورں پر رحم کرنے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات حسب ذیل ہیں۔

ا۔ جانوروں پر رحم کرنا

پالتوں جانور جیسے اونٹ' بیل' گائے' بھینس' بھیڑ' بکری' گھوڑا' خچر وغیرہ کی خوراک کا بندوبست کرنا جانور رکھنے والے کے ذمے ہے لہٰذا جانوروں کو ضرورت کے وقت گھاس اور پانی پلانا فرض ہے۔

حدیث ۱: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اگر کوئی مسلمان درخت لگائے یا کھیتی اگائے اور اس سے کسی انسان کو خوراک حاصل ہو یا پرندہ دانہ چنے یا کوئی جانور چارہ حاصل کرے تو اس کے لیے یہ صدقہ بن جائے گا۔ (بخاری و مسلم)

حدیث ۲: حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں' ایک مرتبہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک انصاری کے باغ میں تشریف لے گئے۔ وہاں ایک اونٹ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر بلبلانے لگا۔ اس نے درد بھری آواز نکالی اور اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر دست شفقت پھیرا تو اونٹ خاموش ہو گیا۔ آپ نے دریافت کیا اونٹ کس کا

ہے؟ ایک انصاری نے عرض کیا میرا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا تم اس بیچارے جانور کے بارہ میں اللہ سے نہیں ڈرتے جس نے تمہیں اس کا مالک بنایا ہے۔ اس نے شکایت کی ہے کہ تم اسے بھوکا رکھتے ہو زیادہ کام لے کر اسے دکھ دیتے ہو۔ (سنن ابوداؤد)

حدیث ۳: ایک صحابی نے حضور ﷺ سے دریافت کیا کہ میں نے خاص اپنے اونٹوں کے لیے پانی کے جو حوض بنائے ہیں ان پر بھولے بھٹکے اونٹ بھی آ جاتے ہیں۔ اگر میں ان کو پانی پلا دوں تو کیا مجھ کو اس پر ثواب ملے گا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ پیاسے ذی حیات کے ساتھ سلوک کرنے پر ثواب ملتا ہے۔ (ابن ماجہ)

حدیث ۴: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ایک شخص سفر پر جا رہا تھا اسے شدت کی پیاس لگی۔ راستہ میں ایک کنواں ملا اس نے اس میں اتر کر پانی پیا۔ باہر نکل کر دیکھا ایک کتا ہے اس کی زبان باہر نکلی ہوئی ہے۔ پیاس کے مارے کیچڑ چاٹ رہا ہے۔ اس نے خیال کیا کتے کو بھی ویسی ہی تکلیف ہے جیسے مجھے تھی۔ وہ ترس کھا کر پھر کنویں میں اترا اپنے چمڑہ کے موزہ میں پانی بھر لایا اور کتے کے منہ سے لگایا۔ اللہ کریم نے اس کی نیکی کو پسند کیا اور اس کی بخشش کا فیصلہ کر دیا۔ میں نے دریافت کیا کیا جانوروں کو پانی پلانے کا بھی ہمیں اجر ملتا ہے؟ حضور ﷺ نے جواب دیا کہ ہاں ہر جگہ تر رکھنے والے جانور کو پانی پلانے پر اجر ملے گا۔ (مسلم شریف)

حدیث ۵: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ایک بدچلن عورت اس عمل پر بخش دی گئی کہ وہ ایک کنویں کے قریب سے گزری' اس نے دیکھا کہ ایک کتا یوں زبان نکالے ہوئے ہے کہ گویا پیاس سے مر ہی جائے گا۔ اس نے اپنا چمڑہ کا موزہ پاؤں سے نکالا اس کو اپنے سر کی اوڑھنی سے باندھا اور یوں پانی نکال کر اسے پلایا۔ وہ عورت اس عمل نیک سے بخش دی گئی۔ کسی نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! کیا جانوروں کے کھلانے پلانے میں بھی ثواب ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں! ہر ذی حس جانور کو کھلانے پلانے کا اجر ہے۔ (بخاری شریف)

۲۔ پرندوں پر رحم کرنا

پرندوں کے بچوں کو گھونسلوں سے نکال لینا یا پرندوں کو پنجروں میں بند کر دینا اور

بلا ضرورت ان پرندوں کے ماں باپ اور جوڑے کو دکھ پہنچانا بہت بڑی بے رحمی اور ظلم ہے جو کسی مسلمان کے لیے جائز نہیں۔

حضرت ام کرز رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ آپ فرما رہے تھے' پرندوں کو ان کے گھونسلوں میں رہنے دو۔ (ابوداؤد)

معلوم ہوا کہ پرندوں کو گھونسلوں سے اور ان کے رہنے سہنے کی جگہ سے ہٹانا اور اڑانا درست نہیں ہے۔

بعض لوگ کسی جاندار کو باندھ رلٹکا دیتے ہیں اور اس پر غلیل یا بندوق سے نشانہ بازی کی مشق کرتے ہیں۔ یہ بھی اعلیٰ درجہ کی بے رحمی اور ظلم ہے جو ہر مسلمان کے لیے حرام ہے۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے بیٹے جناب عبداللہ رضی اللہ عنہ نے قریش کے چند نوجوانوں کو دیکھا کہ انہوں نے تختہ مشق بنانے کے لیے ایک پرندہ کو لٹکا رکھا ہے اور اس پر تیر مار رہے ہیں۔ پرندہ کے مالک نے یہ شرط لگا رکھی تھی کہ جو تیر خطا گیا وہ اس کا ہوگا۔ نوجوان انہیں دیکھ کر ادھر ادھر ہو گئے۔ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا جس شخص نے ایسا کیا اس پر اللہ نے لعنت کی جس نے تختہ مشق بنانے کے لیے کسی جاندار کو پکڑا اس پر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی ہے۔

حضرت انس سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تیراندازی وغیرہ کے لیے جانوروں کو باندھنے کی ممانعت فرمائی ہے۔ (بخاری ومسلم)

زمانہ جاہلیت میں عربوں میں جانوروں کی لڑائی کا بہت رواج تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس فعل قبیح کی ممانعت فرمادی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جانوروں میں لڑائی کرانے سے منع فرمایا ہے۔

مرغ بازی' بٹیر بازی اور مینڈھے لڑانا اسی طرح کسی اور جانور کا لڑانا سب اس ممانعت میں داخل ہیں اور حرام ہیں۔ یہاں تک کہ بچوں کو کھیلنے کے لیے پرندہ دینا بھی منع ہے۔ اس سے پرندہ کو ایذا پہنچتی ہے۔ اس ضمن میں ایک مشہور حدیث ہے کہ کوئی شخص کمبل میں کسی مادہ پرندہ اور اس کے بچوں کو لپیٹ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لایا۔ جب اس نے کمبل کھولا تو مادہ بچوں پر گر پڑی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ڈانٹتے ہوئے فرمایا کہ اس کے بچوں کی

وجہ سے اس کو کس نے دکھ دیا ہے۔ انہیں واپس جا کر چھوڑ دو۔

۳۔ جانوروں پر تشدد کی ممانعت

اونٹ' گھوڑے' گدھے یقیناً سواری کے جانور ہیں لیکن اس میں بھی ان کی راحت کا خیال رکھنا ضروری ہے۔ حضور ﷺ نے سواری کے جانوروں کے ساتھ ظلم کرنے سے سختی سے منع فرمایا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں حج کے موقع پر حضور ﷺ کے ساتھ تھا کہ آپ نے پیچھے سے اونٹوں کو مارنے اور ہانکنے کی آواز سنی لہٰذا آپ نے (پیچھے مڑ کر) لوگوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا۔ اے لوگو! آرام سے کام لو۔ کیونکہ سواری کا دوڑانا نیکی کا کام نہیں ہے۔

معلوم ہوا کہ جانوروں کو بلاضرورت دوڑانا اور خواہ مخواہ ایک دوسرے سے آگے نکلنے کی کوشش کر کے جانور کو پریشان کرنا (جیسا کہ تانگہ والے اور بیل گاڑی والے کیا کرتے ہیں) منع اور نادرست ہے۔

بعض اوقات ہم جانوروں کو قابو میں رکھنے کے لیے ظالمانہ رویہ رکھتے ہیں۔ حضور ﷺ نے اسے سختی سے روکا ہے۔ اس طرح اونٹ کے گلے میں تانت ڈالنا بھی منع ہے کیونکہ اس سے اونٹ کو تکلیف ہوتی ہے۔

حضرت ابوبشیر انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں ایک سفر میں حضور ﷺ کے ساتھ تھا اس سفر میں ایک یہ واقعہ پیش آیا کہ آپ ﷺ نے (قافلہ والوں میں اعلان کرنے کے لیے ایک قاصد بھیجا) جو یہ منادی کر دے کہ کسی اونٹ کے گلے میں تانت بندھا ہوا نہ ہو۔

چونکہ تانت سخت ہوتا ہے اور بسا اوقات کھال کاٹ کر اس کا گوشت میں گڑ جانے کا امکان ہوتا ہے اس لیے اس کے باندھنے سے منع فرمایا ہے۔ الختصر رحمت اللعالمین ﷺ نے جانوروں کی ایذا رسانی ہر طریقے سے منع فرمائی ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک سفر کے دوران راستہ میں چیونٹیوں کی کثرت تھی ہم نے انہیں آگ لگا دی۔ یہ دیکھ کر حضور پرنور ﷺ نے فرمایا آگ

پیدا کرنے والے اللہ کے سوا کسی کو سزا وار نہیں کہ وہ کسی جاندار کو آگ کا عذاب دے۔ (ابوداؤد)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تک ہرا بھرا جنگل ہونے کے زمانہ میں سفر کرو تو اونٹوں کو ان کا حق زمین سے دیا کرو (یعنی تھوڑی دیر ان جگہ کو چرنے کے لیے چھوڑ دیا کرو) اور جب قحط سالی میں سفر کرو تو ان پر سفر جلدی سے طے کرلیا کرو۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم جب کسی منزل پر اترتے تھے تو نماز نہیں پڑھتے تھے جب تک کجاووں کو کھول نہیں لیتے تھے۔

مندرجہ بالا احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ جانوروں کی تکلیف کا احساس ہونا چاہیے اور ہر ذریعہ سے انہیں آرام پہنچانا چاہیے۔ منزل پر پہنچ کر ان کے چارہ کا بندوست کرنا چاہیے اور ان کی طاقت اور استطاعت کے مطابق ان سے کام لینا چاہیے۔

۴۔ اچھی طرح ذبح کرنے کا حکم

جن جانوروں کو ذبح کرنا ہو یا موذی ہونے کی وجہ سے قتل کرنا ہو تو مسلمان کے لیے لازم ہے کہ اس کو تیز ہتھیار سے بہت جلد ذبح یا قتل کردے۔ کسی جانور کو تڑپا تڑپا کر یا بھوکا پیاسا رکھ کر مار ڈالنا یہ بھی بہت بڑی بے رحمی ہے جو ہرگز ہرگز اسلام میں جائز نہیں ہے۔

جن جانوروں کا گوشت کھانا حرام ہے جب تک وہ اذانہ پہنچائیں بلاضرورت ان کو قتل کرنا منع ہے' جن جانوروں کا گوشت حلال ہے ان کو بھی جبکہ کھانے کے لیے نہ ہو بلکہ محض تفریح کے لیے قتل کرنا بلاضرورت منع ہے جیسا کہ بعض شکاری لوگ کھانے یا کوئی فائدہ اٹھانے کے لیے نہیں شکار کرتے بلکہ شکار کھیلتے ہیں یعنی محض کھیل کود کے طور پر جانوروں کا خون کر کے ان کو ضائع کر دیتے ہیں یہ شریعت میں جائز نہیں ہے۔

حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کے ساتھ احسان کرنے کو ضروری قرار دیا ہے۔ سنو جب تم (کسی مجرم کو) قتل کیا کرو تو اچھے طریقے سے قتل کیا کرو اور جب تم کسی جانور کو ذبح کیا کرو تو اچھے طریقے سے ذبح کیا کرو۔ اس میں یہ بھی شامل ہے کہ تم میں سے جو شخص بھی اس کام کا کرنے والا ہو

وہ اپنے چاقو کو تیز کر دیا کرے اور اپنے ذبیحہ کو راحت دے۔

اس کا اہتمام ہونا چاہیے کہ جانور کو ذبح کرنے کا چاقو کند نہ ہو اور ذبح کرنے سے پہلے جانور کو بھوکا پیاسا نہ رکھا جائے۔ جیسا کہ اکثر قصاب کرتے ہیں۔ یہ سب امور ایذا رسانی کے زمرہ میں آتے ہیں اور ان کی ممانعت فرمائی گئی ہے۔

بے ضرورت اور بے کار مارنا بھی منع ہے وہ جانور جو نہ موذی ہے اور نہ اس کا گوشت کھایا جاتا ہے تو اس کا مارنا بالکل جائز نہیں بلکہ فضول ہے۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ جو شخص کسی چڑیا کو یا اس سے بڑے جانور کو اس کے حق کے خلاف قتل کرے تو اللہ تعالیٰ اس قتل کے متعلق باز پرس فرمائیں گے۔ عرض کیا گیا کہ اس کا حق کیا ہے؟ فرمایا حق یہ ہے کہ اس کو کھانے کے لیے ذبح کرے اور اس کا سر جدا کر کے پھینک نہ دے۔

۹۔ ملازموں کے حقوق

اسلام نے مالک اور ملازم میں اخوت ہمدردی اور اعتدال کو فروغ دینے کا درس دیا ہے یہ نظام فطرت ہے کہ کوئی حاکم ہے اور کوئی اس کا ماتحت، کوئی مالک ہے اور کوئی نوکر' لیکن دونوں میں حقوق کی ایک حد ہے تا کہ کسی کی حق تلفی نہ ہو اس لیے ملازموں اور نوکروں سے نرمی کا سلوک کرنا چاہیے اس کے متعلق حضور ﷺ کے ارشادات حسب ذیل ہیں:

حدیث ۱ : حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' کھانا اور پہننا مملوک کا حق ہے اور اسے طاقت سے باہر کام کی تکلیف نہ دی جائے۔ (مسلم شریف)

حدیث ۲ : حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ جس تمہارے بھائی کو اللہ تعالیٰ تمہارا ماتحت کر دے تو جس کو اللہ تعالیٰ تمہارا مملوک بنا دے اسے وہی کھلاؤ جو تم کھاتے ہو اور اسے وہی پہناؤ جو تم پہنتے ہو اور ایسے کام کی اسے تکلیف نہ دو جو اس پر غالب آ جائے۔ اگر غالب آنے والے کام کی تکلیف دو تو اس کی مدد کرو۔ (بخاری شریف)

حدیث ۳ : حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ جب تم میں سے کسی کے لیے اس کا خادم کھانا تیار کرے پھر اسے لے آئے جس کی خاطر وہ گرمی اور دھواں برداشت کر چکا ہے تو اسے اپنے ساتھ بٹھا کر کھلانا چاہیے۔ اگر کھانا تھوڑا ہو تو ایک دو لقمے اس میں سے اس کے ہاتھ پر رکھ دے۔ (مسلم شریف)

حدیث ٤: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ان کا خزانچی ان کی خدمت میں حاضر ہوا تو انہوں نے فرمایا کیا لونڈی غلاموں کو ان کا کھانا دے دیا ہے؟ عرض گزار ہوا کہ نہیں۔ فرمایا کہ جاؤ ان کا کھانا دو کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے انسان کی بربادی کے لیے یہی گناہ کافی ہے کہ جن کی روزی اس کے ذمے ہو اسے روکے۔ دوسری روایت میں ہے کہ آدمی کے تباہ ہونے کے لیے یہی گناہ کافی ہے کہ جو روزی دی جاتی ہو اسے ضائع کر دے۔ (مسلم شریف)

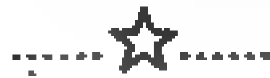
حدیث٥: حضرت رافع بن مکیث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا غلام سے اچھا سلوک کرنا خوش بختی ہے اور بد خلقی سے پیش آنا بد بختی ہے۔ (ابوداؤد)

حدیث٦: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ ایک آدمی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض گزار ہوا یا رسول اللہ! ہم خادم کو کہاں تک معاف کر سکتے ہیں؟ آپ خاموش رہے دوبارہ یہی بات پوچھی تب بھی آپ خاموش رہے۔ جب تیسری مرتبہ پوچھا تو فرمایا روزانہ اس سے ستر 70 دفعہ درگزر کرو۔ (ابوداؤد)

حدیث ٧: حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم سے کوئی اپنے خادم کو پیٹے اور وہ اللہ کو یاد کرے تو اس سے اپنے ہاتھوں کو اٹھا لو۔ (ترمذی)

حدیث٨: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ جس نے اپنے غلام پر تہمت لگائی اور وہ اس کے الزام سے بری ہو تو قیامت کے روز آقا کو کوڑے لگائے جائیں گے مگر جبکہ وہ اس کے کہنے کے مطابق ہو۔ (بخاری)

حدیث٩: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' اپنے غلام سے برا سلوک کرنے والا جنت میں داخل نہیں ہوگا۔ (ترمذی' ابن ماجہ)



حصہ ہشتم

اخلاق

ا۔ حُسنِ اخلاق

اچھے اخلاق کو حسن اخلاق کہا جاتا ہے اور شریعت کے عائد کردہ فرائض اور حقوق کی ادائیگی کو اخلاق کہا جاتا ہے۔ اچھے معاشرے کے لیے اخلاق کا اچھا ہونا بہت ضروری ہے کیونکہ اچھائی اخلاق ہی سے پہچانی جاتی ہے۔ اس لیے اسلام نے حسن اخلاق پر بہت زور دیا ہے تا کہ ہر انسان کو دوسرے کے رویے سے سکون اور راحت ملے اور کسی قسم کی تلخی نہ ملے۔ اس چیز کے پیش نظر ہر انسان کو چاہیے کہ وہ اپنی زندگی کے ہر پہلو میں خوش اخلاقی کو مدنظر رکھے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام میں اخلاقی تعلیمات پر بہت زور دیا گیا ہے۔ حسن اخلاق ہر انسان میں عظمت پیدا کرتا ہے اس لیے ہر شخص کو چاہیے کہ وہ اپنی ذات کو اور اولاد کو اس زیور سے آراستہ کرے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے نزدیک تمہاری سب سے پسندیدہ چیز تمہارا اچھا اخلاق ہے۔ (بخاری شریف)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے بہتر وہ ہیں جو اخلاق کے لحاظ سے اچھے ہیں۔ (مسلم شریف)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا۔ بیشک مومن اپنے حسن اخلاق سے راتوں کو قیام کرنے والے اور دنوں کو روزہ رکھنے والے کا درجہ حاصل کر لیتا ہے۔ (ابوداؤد)

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا اللہ سے ڈرو خواہ تم کسی جگہ ہو۔ برائی کے بعد نیکی کرو جو اسے مٹا دے اور لوگوں سے اچھے اخلاق کے ساتھ برتاؤ کرو۔ (احمد' ترمذی' دارمی)

حضرت نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے نیکی اور گناہ کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا تو فرمایا۔ نیکی حسن اخلاق ہے اور گناہ وہ ہے جو تمہارے سینے میں

کھٹکے اور لوگوں کا اس پر مطلع ہونا تمہیں ناپسند ہو۔ (مسلم)

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مومن کی سب سے بھاری چیز جو قیامت کے روز میزان میں رکھی جائے گی وہ حسن اخلاق ہے اور اللہ تعالیٰ فحش کلامی کرنے والے بداخلاق سے ناراض ہوتا ہے۔ (ترمذی)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مومن بھولا بھالا اور باعزت ہوتا ہے اور فاسق چالاک اور بدخلق ہوتا ہے۔ (احمد' ترمذی' ابوداؤد)

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے آخری وصیت جو فرمائی جبکہ میں نے رکاب میں پاؤں رکھا تو فرمایا اے معاذ رضی اللہ عنہ! لوگوں کے لیے اپنے خلق کو سنوار لینا۔ (مالک)

۲۔ صدق

صدق یعنی سچائی اسلامی اخلاق کی بنیاد ہے کیونکہ عمل کی درستی کے لیے سچائی لازم ہے۔ صدق کا مطلب سچ بولنا ہے۔ سچائی میں انسانی دل اور زبان کا تعلق ہے لہٰذا دل اور زبان کا ایک جیسا ہونا ضروری ہے کیونکہ ان دونوں کے ایک ہونے ہی سے سچی بات زبان پر آئے گی۔ صدق نیک اعمال کی بنیاد ہے کیونکہ جس کے قول اور فعل میں سچائی ہوگی اس کا ہر عمل درست ہوگا۔ عموماً دیکھا گیا ہے کہ برائی دل میں جنم لیتی ہے اور جو سچ نہ بولے وہ جھوٹ بولنے کے لیے الٹی سیدھی باتیں سوچتا رہتا ہے۔ جس سے اس کی زبان اور عمل میں برائی آ جاتی ہے اس لیے اپنے اعمال کو درست رکھنے کے لیے سچ کو اپنانا چاہیے۔ سچائی اللہ کے بندوں کا خاصا ہے۔ اس کے بغیر قرب الٰہی حاصل نہیں ہوسکتا۔ اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سچائی کو اپنانے کی بہت تاکید فرمائی ہے اور صدق کے متعلق آپ کی احادیث مندرجہ ذیل ہیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم پر سچائی لازم ہے کیونکہ سچائی نیکی کی طرف لے جاتی ہے اور نیکی جنت کی طرف لے جاتی ہے۔ آدمی برابر سچ بولتا رہتا ہے اور سچائی کا متلاشی رہتا ہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک صدیق لکھ لیا جاتا ہے۔ اور جھوٹ سے پرہیز کرو کیونکہ جھوٹ بدی کی طرف لے جاتا ہے اور بدی جہنم میں لے جاتی ہے۔ آدمی برابر جھوٹ بولتا رہتا ہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک

کذاب لکھ لیا جاتا ہے۔ (بخاری شریف)

حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بندہ اللہ تعالیٰ کی رضامندی کا کوئی لفظ کہہ دیتا ہے جس کو اس نے اہمیت نہیں دی ہوتی لیکن اس کے باعث اللہ تعالیٰ اس کا درجہ بلند کر دیتا ہے اور بندہ اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا ایک لفظ کہہ دیتا ہے جس کی اسے پروانہیں ہوتی لیکن وہ اسے جہنم میں لے جاتا ہے۔ (بخاری شریف)

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کامیاب ہوا جس نے اپنے دل کو ایمان کے لیے مخصوص کر دیا اور اپنے دل کو اطاعت والا بنایا اور اپنی زبان کو سچ بولنے والی اور اپنے نفس کو اطمینان والا اور اپنی ...... کو سیدھے راستے پر چلنے والی اور اپنے کانوں کو حق بات سننے والے اور اپنی آنکھ کر حق دیکھنے والی کان قیف اور آنکھ راستہ اس چیز کا ہیں جو دل نگاہ میں رکھتا ہے اور وہ کامیاب ہو گیا جس نے اپنے دل کو نگاہ رکھنے والا بنایا۔ (احمد بیہقی)

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے غزوہ حنین کے روز فرمایا کہ ابوسفیان بن حارث رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خچر کی لگام تھامی ہوئی تھی جب مشرکین نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نرغے میں لے لیا تو آپ نیچے اتر آئے اور فرمانے لگے۔ نبی میں ہوں یہ جھوٹ نہیں میں ہی عبدالمطلب کا بیٹا ہوں۔ راوی کا بیان ہے کہ اس روز کسی شخص کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ بہادر نہیں دیکھا گیا۔ (بخاری)

حفاظتِ زبان

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض گزار ہوا کہ نجات کس چیز میں ہے؟ فرمایا کہ اپنی زبان قبضے میں رکھو۔ تمہارے لیے تمہارا گھر کافی رہے۔ اور اپنی خطاؤں پر رویا کرو۔ (احمد ترمذی)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے مرفوعاً فرمایا کہ جب آدمی کے لیے صبح ہوتی ہے تو تمام اعضاء زبان کی خوشامد کرتے اور کہتے ہیں کہ ہمارے بارے میں اللہ سے ڈرنا کیونکہ ہم تیرے ساتھ ہیں اگر تو سیدھی رہے تو ہم بھی سیدھے رہیں گے اور اگر تو ٹیڑھی ہو گئی تو ہم بھی ٹیڑھے ہو جائیں گے۔ (ترمذی)

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں ایک وفات پا گئے تو ایک شخص نے کہا آپ کو جنت مبارک ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہیں کیا معلوم کہ اس نے کوئی بیکار بات کی ہو یا ایسی چیز میں بخل کیا ہو جو کم نہیں ہوتی۔ (ترمذی)

حضرت سفیان بن عبداللہ ثقفی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں عرض گزار ہوا یا رسول اللہ! سب سے خوفناک چیز کیا ہے جس سے آپ مجھے ڈراتے ہیں؟ راوی کا بیان ہے کہ آپ نے اپنی زبان مبارک پکڑ کر فرمایا "یہ"۔ (ترمذی۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب کوئی کہے کہ لوگ ہلاک ہو گئے تو ان سب سے زیادہ ہلاک ہونے والا وہی ہے۔ (مسلم)

حضرت علی بن حسین رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آدمی کے اسلام کی خوبیوں سے بیکار باتوں کا چھوڑ دینا ہے۔ (مالک۔ احمد)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم جانتے ہو کہ کیا چیز لوگوں کو کثرت سے جنت میں داخل کرے گی؟ وہ اللہ کا تقویٰ اور خوش خلقی ہے۔ کیا تم جانتے ہو کہ کیا چیز لوگوں کو کثرت سے جہنم میں داخل کرے گی؟ وہ دو خالی چیزیں منہ اور شرمگاہ ہیں۔ (ترمذی)

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو مجھے اس کی ضمانت دے جو دونوں جبڑوں کے درمیان ہے اور اس کی ضمانت دے جو دونوں ٹانگوں کے درمیان ہے۔ میں اس کو جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔ (بخاری)

اسلم سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک روز حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور وہ اپنی زبان کو کھینچ رہے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو معاف فرمائے۔ ٹھہریئے! حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا کہ یہ مجھے ہلاکت کی جگہوں میں پہنچا دیتی ہے۔ (مؤطا امام مالک)

۳۔ امانت

امانت کی حفاظت کر کے اسے امانت والے کے پاس پہنچا دینا بہت اچھا اخلاقی وصف ہے کیونکہ امانت پر دنیاوی معاملات کا بہت زیادہ دارومدار ہے۔ اس لیے پروردگار

نے امانت کی حفاظت اور ادائیگی پر بہت زور دیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ بیشک اللہ تعالیٰ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتیں امانت والوں کے سپرد کر دو۔ (نساء: 58) اس سے معلوم ہوا کہ امانت کی حفاظت کرنا بہت ضروری ہے' اگر کسی سے امانت ضائع ہو جائے تو اس کے لیے اسے پورا کرنا ضروری ہے۔ امانت ادا کرنے کے بارے میں مزید ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ پس اگر تم میں سے بعض نے بعض کو امین جانا تو چاہیے کہ وہ شخص جس کو امین جانا گیا ہے۔ اس کی امانت ادا کرے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرے۔ (البقرہ: 283)

امانت کے بارے میں حضور ﷺ کے ارشادات مندرجہ ذیل ہیں:

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔ تم مجھے اپنی چھ چیزوں کی ضمانت دو تو میں تمہیں جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔ جب بات کرو تو سچ بولو۔ جب وعدہ کرو تو پورا کرو۔ جب تمہارے پاس امانت رکھی جائے تو اسے ادا کرو۔ اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرو۔ اپنی نگاہیں نیچی رکھو اور اپنے ہاتھ روکے رکھو۔ (بیہقی' احمد)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ جب تم میں چار باتیں ہوں تو دنیا میں باقی چیزیں نہ ملنے کا کوئی مضائقہ نہیں۔ امانت کی حفاظت' بات کی سچائی' اخلاق کی خوبی اور خوراک کی پاکیزگی۔ (احمد' بیہقی)

حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ مجھے یہ بات پہنچی کہ لقمان حکیم سے کہا گیا کہ ہم جو دیکھتے ہیں اس مقام پر آپ کو کس چیز نے پہنچایا؟ فرمایا کہ سچی بات کرنے' امانت ادا کرنے اور بے کار گفتگو چھوڑ دینے نے۔ (موطا امام مالک)

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ہم سے دو حدیثیں بیان فرمائیں۔ میں ان میں سے ایک کو دیکھ چکا ہوں اور دوسری کا انتظار ہے۔ ہم سے بیان فرمایا کہ امانت لوگوں کے دلوں کے درمیان نازل ہوئی۔ پھر قرآن نازل ہوا۔ پس لوگوں نے کچھ قرآن سے جانا اور کچھ سنت سے معلوم ہوا۔ پھر ہم سے امانت کا اٹھ جانا۔ بیان فرمایا۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ آدمی سوئے گا تو اس کے دل سے امانت نکال لی جائے گی تو اس کا معمولی سا اثر باقی رہے گا پھر سوئے گا تو اس کے دل سے امانت نکال لی جائے گی تو آبلہ کی مثل رہ جائے گا۔ جیسا کہ تو اپنے پاؤں پر چنگاری لڑھکائے تو

اس سے چھالا پڑ جائے وہ ابھرا ہوا نظر آتا ہے لیکن اس کے اندر کچھ نہیں۔ پھر آنحضرت ﷺ نے کنکریاں لے کر اپنے پاؤں مبارک پر لڑھائیں۔ فرمایا۔ (لوگوں کی حالت یوں ہوگی کہ) خرید و فروخت کریں گے لیکن کوئی امانت کی ادائیگی کرنے والا نہ ہوگا۔ یہاں تک کہ کہا جائے گا کہ فلاں قبیلے میں ایک امانت دار شخص ہے (اسی طرح) ایک آدمی کے بارے میں کہا جائے گا کہ وہ کس قدر مضبوط ہوشیار اور عقلمند ہے لیکن اس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان نہ ہوگا۔ (حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ) مجھ پر ایسا وقت بھی آیا کہ میں یہ پروا نہیں کرتا تھا کہ میں کس قسم کے آدمی سے خرید و فروخت کر رہا ہوں۔ (کیونکہ) اگر وہ مسلمان ہے تو اپنی دینداری کے سبب مجھے ضرور واپس کر دے گا اور اگر عیسائی یا یہودی ہے تو اس کا حکمران میرا حق مجھے واپس پہنچا دے گا۔ لیکن آج تو میں فلاں فلاں کے سوا کسی کے ساتھ خرید و فروخت نہیں کرتا۔ (مسلم شریف)

حضرت عبدالرحمٰن بن قراد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ ایک روز وضو فرما رہے تھے تو آپ ﷺ کے اصحاب وضو کے پانی کو ملنے لگے۔ نبی کریم ﷺ نے ان سے فرمایا کہ تم ایسا کیوں کر رہے ہو؟ عرض گزار ہوئے کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت رکھتے ہوئے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔ جس کو یہ چیز اچھی لگتی ہے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرے یا اللہ اور اس کا رسول اس سے محبت کریں تو جب بات کرے تو سچ بولے۔ جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو ادا کرے اور جب کسی کا ہمسایہ بنے تو حسن سلوک کرے۔ (بیہقی)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا۔ جب کوئی شخص کوئی بات کہے پھر وہ چلا جائے تو اس کی بات امانت ہے۔ (ترمذی' ابوداؤد)

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا۔ مسلمان امانتدار خازن جو اس بات کو پورا کرتا ہے جس کا اسے حکم دیا گیا اسے دل کی خوشی سے کامل اور پوری مقدار میں دیتا ہے تو یہ بھی صدقہ دینے والوں میں شمار کیا جاتا ہے۔ (بخاری)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جب آدمی

کوئی بات کرے پھر ادھر اُدھر دیکھے تو وہ امانت ہے۔(ترمذی' ابوداؤد)

۴۔حیاء

حیاء ایک فطری جوہر ہے۔جو ہر انسان میں قدرتی طور پر ہوتا ہے۔مگر نیک صحبت اور نیک اعمال اس حیاء کو پروان چڑھاتے ہیں۔اور یہ ایسا وصف ہے جو انسان کو برائیوں سے روکتا ہے۔اور ایمان میں حسن و جمال پیدا کرتا ہے۔حیاءدار آدمی کے کردار میں دوسروں کا احترام پیدا ہوتا ہے اور وہ کسی کے حقوق کو اپنے لیے استعمال کرتا ہوا ڈرتا ہے اور اسی بنا پر غیر اخلاقی حرکات کرتے ہوئے اس کا ضمیر اسے ملامت کرنے لگتا ہے اور اس حیاء کے وصف کی بنا پر وہ ہر قسم کی برائی اور غیر اخلاقی حرکات سے بچ جاتا ہے۔اس لیے یہ ایک ایسی خوبی ہے جو انسان کو فضائل اور محاسن کے زیور سے آراستہ کرتی ہے۔خصوصاً عورت کے لیے حیاء تو یک انمول زیور ہے۔کیونکہ حیاء ہی اس کے کردار کا آئینہ ہے۔اس لیے حضور ﷺ نے اس وصف کو بہت اچھا قرار دیا ہے۔

حضرت انس سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' نہیں ہوتی کسی چیز میں بے حیائی مگر اسے داغدار کر دیتی ہے اور نہیں ہوتی کسی چیز میں حیاء مگر اسے زینت بخشتی ہے۔(ترمذی)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ ایک انصاری کے پاس سے گزرے جو اپنے بھائی کو حیاء کی نصیحت کر رہا تھا۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ حیاء ایمان کا ایک حصہ ہے۔(بخاری)

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔حیاء نہیں لاتی مگر بھلائی۔اور ایک روایت میں ہے۔حیاء ساری ہی بھلائی ہے۔(مسلم)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔پہلی نبوت کی باتوں سے جو بات لوگوں کو ملی وہ یہ ہے کہ جب تجھے حیاء نہ رہے تو جو چاہے کر۔(بخاری)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔حیاء ایمان سے ہے اور ایمان جنت سے ہے۔فحش گوئی سنگدلی سے ہے اور سنگدلی جہنم سے ہے۔(ترمذی)

حضرت زید بن طلحہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہر دین کا ایک

خلق ہوتا ہے اور اسلام کا خلق حیاء ہے۔ (مؤطا امام مالک)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ حیاء اور ایمان دونوں کو ایک دوسرے سے ملا دیا گیا ہے۔ جب ان میں سے ایک کو اٹھا لیا جاتا ہے تو دوسری چیز بھی اٹھ جاتی ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت میں ہے کہ جب ان میں سے ایک چیز چھین لی جاتی ہے تو دوسری بھی اس کے پیچھے چلی جاتی ہے۔ (بیہقی فی شعب الایمان)

۵۔ تواضع

تواضع کا مطلب عاجزی اور انکساری ہے اپنی ذات اور حیثیت کو دوسروں سے کم درجہ سمجھتے ہوئے ان کی عزت اور تعظیم کرنا اور اپنی ذات پر دوسروں کو ترجیح دینا تواضع و انکساری کہلاتا ہے۔ تواضع اخلاقی لحاظ سے بہت اچھی خوبی ہے کیونکہ جو شخص اپنی حیثیت کو دوسروں سے کم سمجھے گا وہ ہمیشہ تکبر، غرور، فخر اور گھمنڈ سے بچا رہے گا۔ اور عاجزی کی بنا پر اسے عزت و عظمت حاصل ہوگی تواضع کی عادت سے اللہ تعالیٰ بہت خوش ہوتا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص بندوں کا وصف یہی بتایا ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ ''رحمٰن کے بندے وہ ہیں جو زمین پر عاجزی سے چلتے ہیں اور جب نادان لوگ ان سے نادانی کی باتیں کرتے ہیں تو ان کو سلام کہہ دیتے ہیں۔'' (الفرقان)

غرضیکہ اللہ کی معرفت کو پانے کے لیے تواضع بہت ضروری ہے کیونکہ اپنی عادات میں عاجزی پیدا کرنے والا راہ ہدایت پر گامزن رہنے میں جلدی کامیاب ہوتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بذات خود بہت متواضع تھے اور انہوں نے انکساری اختیار کرنے کی بہت تاکید کی ہے۔

حضرت عیاض بن حمار مجاشعی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے میری طرف وحی فرمائی ہے کہ تم تواضع اختیار کرو۔ یہاں تک کہ کوئی دوسرے پر فخر نہ کرے اور نہ کوئی دوسرے پر ظلم کرے۔ (مسلم شریف)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، مجھے اتنا نہ بڑھانا جتنا کہ نصاریٰ نے حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کو بڑھایا۔ کیونکہ میں تو اس کا بندہ ہوں لہٰذا اس کا بندہ اور اس کا رسول کہا کرو۔ (بخاری شریف)

حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہو کر کہا اے ساری مخلوق سے بہتر صلی اللہ علیہ وسلم! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ تو حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں۔ (مسلم شریف)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ کونسا آدمی زیادہ معزز ہے؟ فرمایا کہ اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ معزز وہ ہے جو زیادہ متقی ہو۔ عرض گزار ہوئے کہ ہم اس کے متعلق نہیں پوچھتے۔ فرمایا تو لوگوں میں سب سے زیادہ معزز حضرت یوسف نبی اللہ ابن نبی اللہ ابن نبی اللہ ابن خلیل اللہ ہیں۔ عرض گزار ہوئے کہ ہم اس بارے میں نہیں پوچھتے۔ فرمایا تو قبائل عرب کے متعلق پوچھتے ہو؟ عرض کی ہاں! فرمایا جو تم میں دور جاہلیت کے اندر بہتر تھے وہی دور اسلام میں بہتر ہیں جبکہ دین کی سوجھ بوجھ حاصل کر لیں۔ (بخاری شریف)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ معزز ولد معزز ولد معزز ولد معزز تو یوسف بن یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم علیہم السلام۔ (بخاری شریف)

حضرت مطرف بن عبداللہ بن شخیر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں بنی عامر کے وفد کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا۔ ہم عرض گزار ہوئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے سید (سردار) ہیں۔ فرمایا سید تو اللہ تعالیٰ ہے۔ ہم عرض گزار ہوئے کہ آپ ہم میں بڑی بزرگی اور عطا والے ہیں۔ فرمایا کہ اپنی بات کر دیا کوئی اور بات کرو۔ مبادا شیطان تمہیں بے لگام کر دے۔ (ابوداؤد)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' لوگ اپنے آباؤ اجداد پر فخر کرنے سے باز رہیں جو مر چکے۔ بیشک وہ جہنم کے کوئلے ہیں یا اللہ تعالیٰ کے لیے بالکل آسان ہے کہ وہ گبریلہ ہو جائیں جو نجاست کو اپنی ناک سے دھکیلتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تم سے جاہلیت کا غرور اور آباؤ اجداد کا فخر کرنا دور فرما دیا ہے۔ اب خواہ کوئی مومن پرہیزگار ہو یا فاسق بدبخت سب حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں اور حضرت آدم علیہ السلام مٹی سے بنائے گئے تھے۔ (ترمذی' ابوداؤد)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا صدقہ مال سے کچھ کم نہیں کرتا۔ کسی کو معاف کر دینے میں اللہ تعالیٰ کے ہاں عزت ہی بڑھتی ہے اور جو شخص اللہ

تعالیٰ کے سامنے تواضع اختیار کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے رفعت عطا فرماتا ہے۔ (مسلم شریف)

۵۔ عفوودرگزر

کسی شخص کے ظلم زیادتی اور ایذا رسانی کے جواب میں اس سے بدلہ یا انتقام لینے کے بجائے اسے معاف کر دینا عفو کہلاتا ہے اور انتقام کی پیروی نہ کرنے کو درگزر کہا جاتا ہے۔ عفوودرگزر اخلاق حسنہ میں نہایت بہترین اوصاف ہیں۔ دوسروں کی خطاؤں سے درگزر کرنا اللہ تعالیٰ کا شیوہ ہے اور ہر کسی کی زیادتی کو معاف کر دینا حضور ﷺ کے اوصاف نبوت سے ہے۔ حضور ﷺ نے ایسے ایسے لوگوں کی زیادتیوں کو بھی معاف فرمادیا جنہوں نے حضور ﷺ کو ساری عمر دکھ پہنچانے میں کسی قسم کی کسر نہ اٹھا رکھی تھی اور آپ نے کبھی کسی سے انتقام نہ لیا لہٰذا حضور ﷺ کی اتباع میں عفو کی اخلاقی خوبی کو اپنانا چاہیے اور اگر کسی سے زیادتی ہو جائے تو اس سے درگزر کرنا چاہیے۔ اس طرح لوگوں کی نظر میں تمہارا وقار بڑھ جائے گا اور اللہ مہربان ہو کر خطاؤں کو معاف کر دے گا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا صدقہ دینا مال کے اندر کمی نہیں کرتا اور بندہ کی درگزر اور معافی سے سوائے عزت کے اللہ تعالیٰ کچھ اور زیادہ نہیں کرتا اور جو شخص تواضع کرتا ہے اللہ اس کے درجے بلند کرتا ہے۔ (مسلم)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ گویا میں رسول اللہ ﷺ کی طرف دیکھ رہا ہوں۔ آپ انبیاء میں سے کسی نبی کا تذکرہ کر رہے تھے کہ ان کی قوم نے ان کو مارا یہاں تک کہ ان کو زخمی کر دیا اور وہ اس حالت میں خون کو اپنے چہرے سے صاف کر رہے تھے اور فرمار ہے تھے اے اللہ! میری قوم کی مغفرت فرما اس لیے کہ یہ جانتے نہیں ہیں۔ (مسلم)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اِدْفَعْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں، بھلائی سے مراد غصہ کے وقت صبر اور برائی کے بدلہ میں معافی ہے۔ اگر لوگ ایسا کریں تو خدا انہیں محفوظ رکھے۔ ان کے دشمن کو نیچا کرے گویا کہ وہ ان کا مخلص قریبی دوست ہے۔ (بخاری)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں آنحضرت ﷺ کے ہمراہ جارہا تھا اور آپ پر موٹے کناروں والی نجرانی چادر تھی۔ ایک اعرابی آیا اور اس نے چادر سے پکڑ کر آپ ﷺ

کو اپنی طرف زور سے کھینچا۔ میں نے دیکھا کہ شدت کے ساتھ کھینچنے کی وجہ سے آپ کی گردن پر نشان پڑ چکے تھے، پھر کہا اے محمد ﷺ! اللہ تعالیٰ کے اس مال میں سے جو آپ کے پاس ہے میرے لیے حکم دیں۔ آپ ﷺ نے اس کی طرف دیکھا تو مسکرا پڑے اور پھر اسے کچھ عطا کرنے کا حکم دیا۔ (بخاری)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے کسی چیز کو ہاتھ نہیں مارا' نہ کسی عورت کو اور نہ ہی کسی خدام کو۔ مگر آپ اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد فرماتے رہے اور اگر کبھی آپ کو کسی سے گزند پہنچی تو آپ ﷺ نے اس سے بدلہ نہیں لیا البتہ اگر اللہ تعالیٰ کے محارم میں سے کسی کی بے حرمتی ہوتی تو اللہ تعالیٰ کے لیے بدلہ لیتے۔ (مسلم)

٦۔احسان

نیک کاموں کو اس طرح کیا جائے کہ ان میں حسن اور رعنائی پیدا ہو جانے کو احسان کہا جاتا ہے۔ احسان دراصل وہ نیک عمل ہے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے نیک بندوں کو بہت پسند آ جائے۔ اس لیے اعمال کو عمدہ' خوشنما اور دل پسند طریقے سے کرنا ہی احسان ہے۔ دوسروں سے اچھا سلوک کرنا' خوش خلقی سے پیش آنا' دوسروں کو ان کے حق سے زیادہ دینا اور خود کم لینا' سب احسان میں شامل ہیں۔ ہماری زندگی کے ہر پہلو میں احسان کا جذبہ شامل نظر آتا ہے۔ گھر والوں سے اچھا سلوک کرنا احسان ہے۔ ایسے ہی حاجت مندوں کی مال سے امداد کرنا' کسی غریب آدمی کی لڑکی کی شادی کر دینا' کسی کو قرض معاف کر دینا احسان کہلائے گا۔ کسی کو مصیبت سے نجات دلانا اور قصوروار سے درگزر کرنا بھی احسان ہے۔ احسان سے اللہ راضی ہوتا ہے۔ یہ ایک ایسا وصف ہے کہ اس سے باہمی خلوص' محبت' اخوت اور بھائی چارے کی فضا پروان چڑھتی ہے۔ ایک دوسرے کے لیے ایثار اور قربانی کے جذبات پیدا ہوتے ہیں۔ حتیٰ کہ دشمن بھی دوست بن جاتے ہیں۔ احسان کرنے کے بعد اسے جتلانا اخلاقی تقاضوں کے خلاف ہے۔ کیونکہ نیکی کرنے کے بعد جتلانے سے اس کا اجر کم ہو جاتا ہے۔ غرضیکہ احسان' اللہ اور اس کے محبوب ﷺ کو بہت پسند ہے اس لیے زندگی کے ہر شعبے میں اسے اپنانے کی کوشش کرنی چاہیے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا' بیواؤں' اور محتاجوں

پر خرچ کرنے والا اللہ کے راستے میں جہاد کرنے والے کی طرح ہے۔ راوی کہتے ہیں میرا خیال ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا' اس شخص کی طرح ہے جو (عبادت کے لیے) کھڑا ہونے میں سستی نہیں کرتا اور اس روزہ دار کی طرح ہے جو افطار نہیں کرتا۔ (مسلم)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جو شخص دو لڑکیوں کی پرورش کرے یہاں تک وہ بالغ ہو جائیں تو وہ شخص اور میں قیامت کے دن ان دو انگلیوں کی طرح (قریب قریب) آئیں گے۔ (یہ فرما کر) آپ نے اپنی انگلیوں کو ملایا۔ (مسلم)

حضرت ابو شریح خویلد بن عمرو خزاعی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا یا اللہ! بیشک میں دو کمزوروں یعنی یتیم اور عورت کے حق کے بارے میں ڈراتا ہوں۔ (نسائی)

حضرت مصعب بن سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کا خیال تھا کہ انہیں نچلے درجے والوں پر فضیلت حاصل ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا تمہیں مدد اور رزق کمزور لوگوں کی بدولت ہی تو دی جاتی ہے۔ (بخاری)

حضرت ابو درداء عویمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اکرم ﷺ سے سنا' آپ نے فرمایا' مجھے کمزور لوگوں میں تلاش کرو۔ بیشک کمزور لوگوں کے سبب تمہاری مدد کی جاتی ہے اور تمہیں رزق دیا جاتا ہے۔ (ابوداؤد)

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا۔ میں اور یتیم کا کفیل جنت میں اس طرح ہوں گے۔ آپ ﷺ نے انگشت شہادت اور درمیانی انگلی سے اشارہ کیا اور دونوں انگلیوں کے درمیان کچھ فاصلہ رکھا۔ (بخاری)

۷۔ سخاوت

سخاوت سے مراد اللہ کی راہ میں اللہ کی رضا کے لیے خرچ کرنا ہے اسے انفاق فی سبیل اللہ بھی کہا جاتا ہے۔ سخاوت اللہ کو بہت پسند ہے کیونکہ سخاوت کی عادت بہت ہی اچھی صفت ہے بلکہ اللہ کے خاص بندوں کی پہچان ہے کہ وہ اللہ کی راہ میں دل کھول کر خرچ کرتے ہیں اور ان کا یہی وصف ان کے ہدایت یافتہ ہونے کی دلیل ہے۔ سخاوت کا اجر دنیا میں بھی ملتا ہے اور آخرت میں تو بہت زیادہ ملے گا۔ دنیا میں سخاوت کی اجر کی صورت یہ ہوتی ہے کہ اللہ کی راہ میں دینے والوں کے مال میں اضافہ ہوا ہے' ان کے رزق کے ذرائع فراخ

ہو جاتے ہیں۔ مال کے علاوہ علم اور جان کی بھی سخاوت یہ ہے کہ اللہ کی خاطر دوسرے دینی بھائیوں کی قوت اور طاقت سے مدد کی جائے۔ بہر کیف سخاوت اسلام کے معاشی نظام میں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتی ہے اس لیے حضور ﷺ نے اس کی بہت تاکید فرمائی ہے۔

حضرت ابوامامہ ہدی بن عجلان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اکرم ﷺ نے فرمایا۔ اے انسان! زائد مال خرچ کرنا تیرے لیے بہتر ہے۔ اس کا روکنا تیرے لیے برا ہے۔ بقدر ضرورت روکنے پر تجھے ملامت نہیں کی جائے گی۔ مال خرچ کرنے کی ابتداء اپنے گھر والوں سے کرا اور اوپر والا ہاتھ نچلے ہاتھ سے بہتر ہے۔ (مسلم)

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بے حساب خرچ کرو اللہ تعالیٰ تمہیں بے حساب عطا فرمائے گا۔ اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے سے گریز نہ کرو ورنہ اللہ تعالیٰ تم پر روک کرے گا۔ جہاں تک ممکن ہو خیرات کرو۔ (متفق علیہ)

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ دیوار کعبہ کے سائے میں بیٹھے تھے۔ جب آپ ﷺ نے مجھے دیکھا تو فرمایا رب کعبہ کی قسم! وہ لوگ خسارے میں ہیں۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں وہ کون لوگ ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا وہ بہت زیادہ مال رکھنے والے جو اپنے مالوں کو اس طرح اور اس طرح یعنی دائیں بائیں' آگے اور پیچھے خرچ کرتے ہیں اور ایسے بہت کم ہیں۔ (متفق علیہ)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم میں سے کس کو اپنے مال کی بہ نسبت اپنے وارث کا مال زیادہ محبوب ہے؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہم میں سے ہر ایک کو اپنا ہی مال زیادہ محبوب ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اس کا مال تو وہ ہے جو آگے بھیج دیا اور وارث کا مال وہ ہے جو پیچھے چھوڑا (یعنی اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ نہ کیا) (بخاری)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا دو قسم کے آدمیوں پر رشک جائز ہے۔ ایک وہ شخص جسے اللہ تعالیٰ نے مال عطا فرمایا اور اسے صحیح راستے میں خرچ پر قدرت دی اور دوسرا وہ شخص جسے علم و حکمت عطا فرمائی۔ وہ اس کے ساتھ فیصلہ کرتا اور اس کی تعلیم دیتا ہے۔ (بخاری و مسلم)

حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (جہنم کی) آگ سے بچو اگرچہ کھجور کے ایک ٹکڑے (کے صدقہ) سے ہی ہو۔ (بخاری)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی چیز کے سوال پر ''لا'' (یعنی نہیں) نہیں فرمایا۔ (مسلم شریف)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر صبح جب بندگان خدا بیدار ہوتے ہیں تو دو فرشتے اترتے ہیں ان میں سے ایک کہتا ہے یا اللہ خرچ کرنے والے کو اس کا بدل عطا فرما اور دوسرا کہتا ہے یا اللہ! بخیل کا مال تباہ و برباد کردے۔ (بخاری)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرمایا ہے اے انسان! خرچ کرتا کہ تجھ پر خرچ کیا جائے۔ (بخاری)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں' ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کونسا اسلام بہتر ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کھانا کھلانا۔ واقف اور ناواقف (سب) کو سلام کہنا۔ (مسلم شریف)

حضرت اسماء بنت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا مال نہ روکو۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھی رکاوٹ ہوجائے گی۔ ایک روائت میں ہے خرچ کرو گن گن نہ رکھو۔ اللہ تعالیٰ بھی تم سے حساب کرے گا اور مال محفوظ نہ رکھو اللہ تعالیٰ بھی تم سے روک رکھے گا۔ (یعنی خرچ کرنے کی بجائے جمع کرکے محفوظ نہ رکھو۔) (مسلم شریف)

۸۔ ایثار

دوسرے کی ضرورت کو اپنی ذاتی ضرورت پر ترجیح دینے کو ایثار کہا جاتا ہے یعنی اپنی ضروریات کو پس پشت ڈال کر دوسرے کی ضرورت کو پورا کردینا درحقیقت بہت بڑی فیاضی اور قربانی ہوتی ہے اور ایسے فعل کا درجہ اللہ کے ہاں بہت بلند اور بڑا ہے کیونکہ ایثار میں انسان دوسروں کو اپنے سے بہتر سمجھتا ہے۔ خود بھوکا رہ کر دوسروں کو کھلاتا ہے خود تکلیف اٹھا کر دوسروں کو آرام پہنچاتا ہے۔ خود تواضع اختیار کرکے دوسرے کی عزت افزائی کرتا ہے۔ خود قناعت کرکے رضائے الٰہی کی خاطر مال و دولت کو نچھاور کرتا ہے۔ غرضیکہ ہر لحاظ سے وہ

ایسا کام سرانجام دینے کی کوشش کرتا ہے جس سے دوسرے کا حق ادا ہو جائے تا کہ اللہ راضی ہو۔ یہ وصف اللہ کے خاص بندوں یعنی انبیاء اور اولیاء میں بہت زیادہ ہوتا ہے اور ان کی زندگیوں میں قدم قدم پر ایثار کی روشن مثالیں ہیں جو ہمارے لیے مشعل راہ ہیں۔ ایثار کی اہمیت اور فضیلت کے پیش نظر حضور ﷺ نے ایثار کو اپنانے کی بے پناہ تاکید فرمائی ہے۔

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا اشعری قبیلہ کے لوگوں کی یہ عادت ہے کہ جب جنگ میں ان کا زادراہ ختم ہو جاتا ہے یا مدینہ طیبہ میں ان کے اہل وعیال کی خوراک کم رہ جاتی ہے تو جو کچھ ان کے پاس ہوتا ہے اسے ایک کپڑے میں جمع کرتے ہیں پھر ایک برتن میں باہم تقسیم کر لیتے ہیں' پس یہ مجھ سے ہیں اور میں ان سے ہوں۔ (مسلم شریف)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص آنحضرت ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور عرض کیا میں سخت مشقت میں ہوں۔ آپ ﷺ نے اپنی ایک زوجہ مطہرہ رضی اللہ عنہا کی طرف پیغام بھیجا تو انہوں نے عرض کیا اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا۔ میرے پاس صرف پانی ہے۔ آپ نے دوسری کی طرف پیغام بھیجا' انہوں نے بھی اسی طرح کا پیغام عرض کیا یہاں تک کہ تمام ازواج مطہرات نے یہی جواب دیا کہ اس ذات کی قسم جس نے آپ کو رسول برحق بنایا۔ ہمارے پاس صرف پانی ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے) فرمایا کون شخص آج رات اس کی مہمان نوازی کرتا ہے؟ ایک انصاری نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں کرتا ہوں۔ پس وہ اپنی قیام گاہ کی طرف گیا اور بیوی سے کہا کہ رسول اکرم ﷺ کے مہمان کی عزت کرنا۔

ایک روایت میں ہے کہ انہوں نے اپنی بیوی سے پوچھا کہ تمہارے پاس کچھ ہے؟ انہوں نے عرض کیا نہیں صرف بچوں کی خوراک ہے۔ انصاری نے کہا بچوں کو کسی چیز کے ساتھ بہلائے رکھنا جب شام کو کھانا مانگیں تو سلا دینا اور جب مہمان داخل ہو تو چراغ بجھا دینا اور اسے یہ باور کرانا کہ ہم بھی کھا رہے ہیں۔ چنانچہ وہ بیٹھ گئے۔ مہمان نے کھانا کھایا لیکن یہ دونوں رات بھر بھوکے رہے۔ صبح کے وقت بارگاہ نبوی میں حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا آج رات تم نے اپنے مہمان سے جو سلوک کیا اللہ تعالیٰ اس پر راضی ہوا۔ (بخاری شریف)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا دو آدمیوں کا کھانا تین

کو کافی ہے اور تین کا کھانا چار کو کفایت کرتا ہے۔ (مسلم شریف)

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک عورت ایک بنی ہوئی چادر لے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا میں نے اسے اپنے ہاتھ سے بنا ہے تا کہ آپ کو پہناؤں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی ضرورت محسوس کرتے ہوئے اسے لے لیا پھر ہمارے پاس تشریف لائے تو وہی چادر پہن رکھی تھی۔ ایک آدمی نے عرض کیا یہ کس قدر خوبصورت ہے مجھے عنایت فرمائیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں۔ آپ مجلس میں تشریف فرما رہے۔ پھر واپس تشریف لے گئے اس کو لپیٹا اور اس آدمی کی طرف بھیج دیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا تو نے اچھا نہیں کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ضرورتاً اسے پہنا تھا پھر تو نے مانگ لی۔ حالانکہ تجھے علوم ہے کہ آپ سائل (کے سوال) کو رد نہیں فرماتے۔ اس نے کہا اللہ کی قسم! میں نے اسے پہننے کے لیے نہیں مانگا بلکہ اپنے کفن کے لیے مانگا ہے۔ حضرت سہل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ چنانچہ وہ چادر اس کا کفن بنی۔ (بخاری شریف)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم ایک سفر کے دوران آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے کہ ایک آدمی اپنی سواری پر آیا۔ اس نے دائیں بائیں دیکھنا شروع کر دیا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کے پاس زائد سواری ہو وہ اس شخص کو دے جس کے پاس سواری نہیں اور جس کے پاس زائد زادِ راہ ہو وہ اس آدمی کو دے جس کے پاس زادِ راہ نہیں' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف اقسام کے مال کا ذکر فرمایا۔ یہاں تک کہ ہم نے خیال کیا کہ زائد چیز میں ہمارا کوئی حق نہیں۔ (مسلم شریف)

۹۔ قناعت

رزق حاصل کرنے کے لیے محنت کرنے سے جو مل جائے اس پر اکتفا کر لینے کو قناعت کہا جاتا ہے۔ قناعت کی عادت اللہ تعالیٰ کو بہت پسند ہے۔ قناعت انسان میں سکون اور اطمینان قلبی پیدا کرتی ہے۔ قناعت لالچ کی ضد ہے۔ لالچ انسان کو ہمیشہ پریشانی میں مبتلا کرتا ہے۔ قناعت ایک نہ ایک دن انسان کو مالدار بنا دیتی ہے۔ کیونکہ قناعت میں اللہ کی مدد شامل حال رہتی ہے اور اس سے اضافہ رزق ہو جاتا ہے اس لیے رزق کے سلسلے میں جو پروردگار کی رحمت سے مل جائے اسے راضی خوشی قبول کرنا چاہیے۔ اور کبھی اللہ کا گلہ شکوہ نہ کرنا چاہیے۔ اس طرح زندگی انشاءاللہ بہت سکھ اور سکون کے ساتھ بسر ہوگی۔ اور کبھی مالی

پریشانی نہ ہوگی۔ یعنی جتنا کماؤ اتنا کھاؤ کے اصول پر چلنے سے کبھی کمی واقع نہ ہوگی۔
حضور ﷺ کی زندگی قناعت کا بہترین عملی نمونہ ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ جو کی روٹیاں اور بودار چربی لے کر نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور نبی کریم ﷺ نے مدینہ منورہ میں اپنی زرہ ایک یہودی کے پاس رہن رکھی ہوئی تھی۔ اور اس سے اپنے گھر والوں کے لیے جو لیے تھے اور میں نے آپ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ آل محمد ﷺ نے اس حال میں شام نہیں کی کہ ان کے پاس ایک صاع گندم یا ایک صاع کوئی غلہ ہو۔ جبکہ آپ ﷺ کی نو ازواج مطہرات تھیں۔ (بخاری)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ آل محمد ﷺ نے کبھی متواتر دو روز جو کی روٹی پیٹ بھر کر نہیں کھائی۔ یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ نے وفات پائی۔ (مسلم شریف)

حضرت ابو طلحہ نے فرمایا کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ سے بھوک کی شکایت کی اور اپنے پیٹوں پر سے ایک ایک پتھر اٹھایا۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے شکم مبارک سے دو پتھر اٹھائے۔ (ترمذی)

حضرت عمرو بن شعیب رضی اللہ عنہ ان کے والد ماجد ان کے جد امجد سے روایت کرتے ہیں، کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا دو عادتیں جس کے اندر ہوں تو اللہ تعالیٰ اسے شاکر و صابر لکھ لیتا ہے۔ جو دینی لحاظ سے اسے دیکھے جو اس سے بڑھ کر ہو۔ اور دنیاوی لحاظ سے اسے دیکھے جو اس سے کمتر ہو اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کرے کہ اسے اللہ تعالیٰ نے اس پر فضیلت دی تو اللہ تعالیٰ اسے شاکر و صابر لکھ لیتا ہے اور جو دینی لحاظ سے اس شخص کی طرف دیکھے جو اس سے کمتر ہو اور دنیاوی لحاظ سے اس شخص کی طرف دیکھے جو اس سے بڑھ کر ہو اور اس پر افسوس کرے جو اسے حاصل نہیں ہوا تو اللہ تعالیٰ اسے شاکر و صابر نہیں لکھے گا۔ (ترمذی)

سعید مقبری نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ وہ ایک قوم کے پاس سے گزرے جن کے پاس بھنی ہوئی بکری رکھی تھی۔ انہوں نے آپ کو کھانے کے لیے بلایا تو آپ نے انکار کر دیا اور فرمایا کہ نبی کریم ﷺ دنیا سے تشریف لے گئے اور آپ ﷺ نے شکم سیر ہو کر جو کی روٹی نہیں کھائی۔ (بخاری)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو اپنی بھوک یا

احتیاج کو لوگوں سے چھپائے تو اللہ تعالیٰ کے ذمہ کرم پر ہے کہ اسے ایک سال کی حلال روزی عطا فرمائے۔ (بیہقی)

حضرت محمود بن لبید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آدمی دو چیزوں کو ناپسند کرتا ہے۔ وہ موت کو ناپسند کرتا ہے جبکہ موت مومن کے لیے فتنہ سے بہتر ہے دوسرے مال کی کمی کو ناپسند کرتا ہے جبکہ مال کی کمی میں حساب کی آسانی ہے۔ (احمد)

حضرت ابوہاشم بن عتبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تاکید کرتے ہوئے مجھ سے فرمایا۔ تمام مال میں سے تمہیں ایک خادم اور ایک گھوڑا جہاد کے لیے کافی ہے۔ (احمد' ترمذی' نسائی' ابن ماجہ)

حضرت قتادہ بن نعمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب اللہ تعالیٰ اپنے کسی بندے سے محبت کرے تو اسے دنیا سے بچاتا ہے۔ جیسے تم میں سے کوئی اپنے بیمار کو پانی سے بچاتا ہے۔ (احمد ترمذی)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے رب نے میرے لیے مکہ مکرمہ کی سنگستان کو سونا بنا دینے کے لیے فرمایا۔ میں عرض گزار ہوا کہ اے رب! ایسا نہ کر بلکہ میں ایک روز بھوکا رہوں اور ایک روز شکم سیر تا کہ جس روز بھوکا رہوں تو تیرے حضور عاجزی پیش کروں اور تیرا ذکر کروں۔ جس روز شکم سیر ہوں تو تیری حمد و ثنا بیان کروں اور تیرا شکر ادا کروں۔ (احمد' ترمذی)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دنیا مومن کا قید خانہ اور قحط ہے۔ جب وہ دنیا سے جدا ہوتا ہے تو قید خانے اور قحط سے جدا ہو جاتا ہے۔ (شرح السنۃ)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب انہیں یمن کی طرف بھیجا تو فرمایا۔ عیش پسندی سے بچنا کیونکہ اللہ تعالیٰ کے بندے عیش پسند نہیں ہوا کرتے۔ (احمد)

۱۰۔ رحم و شفقت

مخلوق خدا پر رحم کرنا اخلاق حسنہ کا لازمی حصہ ہے۔ اللہ چونکہ رحمٰن ہے اس لیے وہ

چاہتا ہے کہ اس کے بندے بھی آپس میں رحم کریں کیونکہ مخلوق کے ساتھ مہربانی کرنا اور شفقت سے پیش آنا اور چھوٹوں پر رحم کرنا اخلاقی لحاظ سے بہت عمدہ عادت ہے۔ دنیا اور آخرت میں رحم کا بے پناہ اجر ہے۔ رحم اور شفقت کی بہت سی صورتیں ہیں۔ رحم کی پہلی صورت تو یہ ہے کہ عام انسانوں پر ترس کھانا' کسی غریب یا کمزور یا ضرورتمند پر شفقت کی نظر کرنا ہے۔ دوسری صورت چھوٹے بچوں پر رحم کرنا اور ان سے شفقت کا سلوک کرنا ہے۔ رحم کی تیسری صورت جانوروں پر رحم کرنا ہے۔ رحم کرنے سے مسلمانوں میں ہمدردی' محبت اور اعانت کے اوصاف نشوونما پاتے ہیں۔ اسلام نے جس رحمدلی کا درس دیا ہے وہ صرف مسلمانی کی حد تک نہیں بلکہ کا اس کا دائرہ بہت وسیع ہے اور اس رحم کے دائرے میں ہر انسان شامل ہے۔ حضور ﷺ بذات خود بڑے رحم دل تھے اور یہی وجہ ہے کہ انہوں نے رحم کرنے کی بہت تاکید کی ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ رحم کرنے والوں پر رحمٰن بھی رحم فرماتا ہے۔ لہٰذا تم زمین والوں پر رحم کرو کہ آسمان والا تم پر رحم فرمائے۔ (ابوداؤد' ترمذی)

حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے بروایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ اس پر رحم نہیں فرمائے گا جو لوگوں پر رحم نہیں کرتا۔ (مسلم)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا وہ ہم میں سے نہیں جو ہمارے چھوٹوں پر رحم نہ کرے اور ہمارے بڑوں کی عزت نہ کرے اور نیک باتوں کا حکم نہ دے اور بری باتوں سے نہ روکے۔ (ترمذی)

روایت ہے کہ میرے پاس ایک عورت مانگنے آئی جس کے ساتھ اس کی بیٹیاں تھیں۔ مجھے ایک کھجور کے سوا کچھ نہ ملا تو میں نے وہی اسے دے دی۔ اس نے وہ دونوں بیٹیوں کو تقسیم کر کے دے دی اور خود اس میں سے نہ کھایا۔ پھر وہ کھڑی ہوئی اور چلی گئی۔ پس نبی کریم ﷺ تشریف لائے اور میں نے آپ کو بتایا تو فرمایا۔ جوان لڑکیوں کے ذریعے آزمایا گیا اور وہ ان کے ساتھ نیکی کرے تو وہ اس کے لیے جہنم سے آڑ ہوں گی۔ (بخاری)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے ابوالقاسم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا جو سچے اور تصدیق کیے گئے تھے کہ رحمت نہیں نکالی جاتی مگر بدبخت آدمی سے۔ (احمد' ترمذی)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک اعرابی نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض گزار ہوا۔ کیا آپ بچوں کو بوسہ دیتے ہیں جبکہ ہم تو بوسہ نہیں دیتے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ میرے کیا اختیار میں ہے جبکہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے دل سے شفقت نکال دی ہے۔ (مسلم)

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کی تعظیم و توقیر کا حصہ ہے کہ بوڑھے مسلمان اور قرآن جاننے والے کی عزت کی جائے جبکہ وہ اس میں زیادتی نہ کرے اور نہ اس سے دور ہے۔ نیز انصاف کرنے والے حکمران کی۔ (ابوداؤد، بیہقی)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرایا کہ کوئی نوجوان کسی بوڑھے کی اس کی عمر کے باعث عزت کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے ایسا شخص مقرر فرما دیتا ہے جو بڑھاپے میں اس کی عزت کرے۔ (ترمذی)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا آدمی کا اپنے بیٹے کو ادب سکھانا ایک صاع خیرات کرنے سے بہتر ہے۔ (ترمذی)

ایوب بن موسیٰ رضی اللہ عنہ ان کے والد ماجد ان کے جدِ امجد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کسی باپ نے اپنے بیٹے کو اچھا ادب سکھانے سے بڑھ کر کوئی عطیہ نہیں دیا۔ (ترمذی)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس کی بیٹی ہو اور وہ اسے زندہ درگور نہ کرے نہ اسے ذلیل کرے اور نہ اپنے بیٹے کو اس پر ترجیح دے تو اللہ تعالیٰ اسے جنت میں داخل فرمائے گا۔ (ابوداؤد)

حضرت جندب رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک اعرابی آیا اس نے اپنے اونٹ کو بٹھایا اور اس کا گھٹنا باندھنا۔ پھر مسجد میں داخل ہوا اور رسول اللہ ﷺ کے پیچھے نماز پڑھی۔ جب سلام پھیر دیا تو اپنی سواری کے پاس آیا اسے کھولا اور پھر سوار ہو گیا اور پکارا۔ اے اللہ! مجھ پر اور محمد مصطفیٰ ﷺ پر رحم فرما اور ہماری رحمت میں کسی کو شریک نہ کرنا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم کیا کہتے ہو کہ یہ زیادہ بے خبر ہے یا اس کا اونٹ؟ کیا تم نے سنا جو اس نے کہا تھا؟ لوگ عرض گزار ہوئے کیوں نہیں۔ (ابوداؤد)

۱۱۔اخوت

دینی برادری اور بھائی چارے کو اخوت کہا جاتا ہے۔اسلامی نقطہ نظر سے ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے یعنی کلمہ طیبہ پڑھنے سے اسلامی برادری میں شامل ہونے کے اعلان کے بعد وہ انسان پہلے سے موجود مسلمانوں کا بھائی بن جاتا ہے خواہ مسلمان ہونے والا کسی قوم سے تعلق رکھتا ہو کیونکہ اسلام میں شامل ہونے کے لیے رنگ' نسل' امارت' غربت' حاکم یا محکوم ہونے کا کوئی دخل نہیں۔اسلامی اخوت کا رشتہ بہت مضبوط ہے کیونکہ حضور ﷺ نے مدینہ طیبہ میں پہنچنے کے بعد جو سب سے پہلا کام کیا تھا وہ یہی اخوت کا رشتہ قائم کیا تھا تا کہ آپس میں مسلمانوں کا اتحاد اور اتفاق پیدا ہو جائے۔اخوت مسلمانوں کے دلوں میں ہمدردی اور محبت پیدا کرتی ہے جس کی بنا پر مصیبت کے وقت ایک مسلمان دوسرے مسلمان کے کام آتا ہے۔خصوصاً اخوت کے ذریعے ایک دوسرے کی اصلاح بھی ہوتی ہے۔اس لیے اخوت اسلام میں ہر لحاظ سے بڑی اہمیت اور فضیلت کی حامل ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا مسلمان مسلمان کا بھائی ہے نہ اس پر ظلم کرے اور نہ اسے (دشمن کے) سپرد کرے جو شخص اپنے (مسلمان) بھائی کی ضرورت پوری کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی حاجت برآری فرماتا ہے اور جو شخص کسی مسلمان سے سختی دور کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس سے قیامت کی سختیوں سے ایک سختی دور فرمائے گا۔ اور جو آدمی کسی مسلمان کی پردہ پوشی کرتا ہے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی پردہ پوشی فرمائے گا۔(بخاری و مسلم)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قسم اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے کوئی بندہ مومن نہیں ہو سکتا یہاں تک کہ اپنے بھائی کے لیے وہی چاہے جو اپنے لیے چاہتا ہے۔(متفق علیہ)

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا مومن (دوسرے مومن کے لیے مکان کی مثل ہے جس کا ایک حصہ دوسرے حصے کو مضبوط کرتا ہے (یہ بیان فرماتے ہوئے) آپ نے ایک ہاتھ کی انگلیاں دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں ڈالیں۔(مسلم)

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ باہمی مودت' رحمت اور شفقت میں مسلمان ایک جسم کی مانند ہیں۔ جب کسی ایک عضو کو تکلیف ہوتی ہے تو پورا جسم بے خوابی اور بخار کی سی کیفیت میں مبتلا ہو جاتا ہے۔(بخاری)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسلمان مسلمان کا بھائی ہے نہ وہ اس کی خیانت کرے نہ اس سے جھوٹ بولے اور نہ اسے رسوا کرے۔ ہر مسلمان کی عزت' مال اور خون دوسرے پر حرام ہیں۔ تقویٰ یہاں ہے (دل کی طرف اشارہ فرمایا) کسی آدمی کے لیے اتنی برائی کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو حقارت کی نگاہ سے دیکھے۔(ترمذی)

۱۲۔ میانہ روی

ہر کام میں توازن اور تناسب سے چلنے کو میانہ روی کہا جاتا ہے۔ میانہ روی کے لیے اعتدال کا لفظ بھی استعمال ہوتا ہے۔ کسی عمل یا کام میں تین چیزیں ظاہر ہیں۔ پستی' درمیان اور بلندی۔ ابتدا یعنی پستی اور انتہا یعنی بلندی ہمیشہ قائم نہیں رہتیں۔ ان دونوں کا درمیانی راستہ اعتدال ہے۔ اعتدال ہمیشہ قائم رہتا ہے۔ اعتدال تقاضائے فطرت ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی ہر بنائی ہوئی چیز میں اعتدال ہے اور اس کارخانہ حیات کا نظام میانہ روی پر ہی قائم دائم ہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کے لیے بھی اعتدال کی راہ پسند فرمائی ہے کیونکہ اعتدال سے ہر کام میں استحکام پیدا ہوتا ہے۔ دنیا و آخرت کی بھلائی حاصل ہوتی ہے۔ خوشحالی اور سکون کی دولت ہمیشہ میسر رہتی ہے۔ اعتدال سے بیشمار تکالیف سے نجات ملتی ہے۔ اس لیے زندگی کے ہر کام میں میانہ روی کو اپنانا چاہیے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا راستہ یہی ہے اور اسی راستے کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر مسلمان کے لیے پسند فرمایا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نیک سیرت' خوش خلقی اور میانہ روی نبوت کا پچیسواں حصہ ہے۔(ابوداؤد)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' دین آسان ہے اور جو شخص سختی (کی راہ) اختیار کرتا ہے مغلوب ہو جاتا ہے۔ پس سیدھی راہ چلو۔ میانہ روی اختیار کرو خوش رہو۔ صبح و شام اور رات کے کچھ حصہ میں (عبادت کے ذریعے) مدد

مانگو۔ (بخاری)

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں کہ میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ نمازیں پڑھا کرتا تھا آپ ﷺ کی نماز بھی درمیانی ہوتی اور خطبہ بھی درمیانہ ہوتا۔ (مسلم)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے تین مرتبہ فرمایا تکلف کرنے والے ہلاک ہوئے۔ (مسلم)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ مسجد میں داخل ہوئے تو دو ستونوں کے درمیان ایک رسی بندھی ہوئی دیکھی۔ آپ ﷺ نے پوچھا یہ رسی کیسی ہے؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یہ رسی حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی ہے جب وہ (عبادت کرتے کرتے) تھک جاتی ہیں تو اس کے ساتھ ٹیک لگاتی ہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا اسے کھول دو۔ تم ہشاش بشاش ہو کر نماز پڑھا کرو جب تھک جاؤ تو آرام کرو۔ (بخاری)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ ان کے پاس تشریف لائے (اس وقت) ان کے پاس ایک عورت تھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا یہ عورت کون ہے؟ ام المومنین رضی اللہ عنہا نے عرض کیا یہ فلاں عورت ہے جس کی نماز کا چرچا رہتا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔ رک جاؤ۔ حسب طاقت عبادت کرو۔ اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ نہیں تھکتا لیکن تم تھک جاؤ گی اور نبی اکرم ﷺ کو عبادت سب سے زیادہ پسند تھی جسے کرنے والا ہمیشہ کرے۔ (بخاری و مسلم)

حضرت وہب بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے حضرت سلمان اور ابوالدرداء رضی اللہ عنہما کے درمیان بھائی چارہ قائم فرمایا۔ (ایک مرتبہ) حضرت سلمان رضی اللہ عنہ حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ کے ہاں گئے تو ام الدرداء کو پھٹے پرانے کپڑوں کو دیکھا۔ فرمایا یہ کیا حالت ہے؟ ام الدرداء رضی اللہ عنہا نے جواب دیا بھائی! ابودرداء کو دنیا کی کچھ حاجت نہیں۔ (پھر جب) ابودرداء رضی اللہ عنہ آئے تو ان (سلمان) کے لیے کھانا تیار کیا اور فرمایا کھایئے میں روزہ دار ہوں۔ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا جب تک تم نہیں کھاؤ گے۔ میں نہیں کھاؤں گا۔ چنانچہ انہوں نے بھی کھایا۔ جب رات ہوئی تو ابودرداء رضی اللہ عنہ عبادت کے لیے چل پڑے۔ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا سو جاؤ۔ وہ سو گئے پھر اٹھ کر چل دیے۔ سلمان رضی اللہ عنہ نے کہا سو

جاؤ۔ رات کا آخری حصہ ہوا تو حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا اب اٹھو۔ چنانچہ دونوں نے اکٹھے نماز ادا کی۔ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا بیشک تمہارے پروردگار کا تم پر حق ہے' تمہارے نفس کا تم پر حق ہے' تمہارے گھر والوں کا تم پر حق ہے۔ لہٰذا ہر حقدار کو اس کا حق دو۔ حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر سارا واقعہ عرض کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سلمان رضی اللہ عنہ نے سچ کہا (بخاری)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے لوگو! کوئی چیز ایسی نہیں جو تمہیں جنت سے قریب اور دوزخ سے دور کرے مگر وہی چیزیں جنکا تمہیں حکم دیا گیا ہے اور کوئی چیز ایسی نہیں جو تمہیں دوزخ سے قریب اور جنت سے دور کردے مگر وہی چیزیں جن سے تمہیں منع کیا گیا ہے۔ بیشک روح الامین اور دسری روایت میں ہے کہ روح القدس نے میرے دل میں یہ بات ڈالی کہ کوئی شخص اپنا رزق پورا کیے بغیر نہیں مرتا۔ آگاہ ہو جاؤ اور اللہ سے ڈرو اور تلاش رزق میں درمیانی راستہ اختیار کرو اور رزق کی تاخیر تمہیں اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ اس کو اللہ کی نافرانی سے حاصل کرنے لگو۔ کیونکہ جو اللہ کے پاس ہے وہ نہیں حاصل کیا جاسکتا مگر اس کی اطاعت سے۔ (بیہقی' شرح السنۃ)

۱۴۔ صبر

کسی چیز کی محرومی کی تکالیف کو برداشت کرنا صبر کہلاتا ہے۔ زندگی کے شب و روز میں قدم قدم پر مصائب اور رکاوٹیں ہیں اور ان مشکلات میں راہ حق قائم رہنے کے لیے ثابت قدمی' استقامت' جرأت اور دل کو مضبوط رکھنا صبر ہے۔ صبر کرنے سے بہت سی دیگر خوبیاں بھی پیدا ہو جاتی ہیں۔ ایمان اور توکل میں استقامت پیدا ہوتی ہے' صبر نیک اعمال کا منبع ہے۔ صبر کا تقاضا ہے کہ کامیابی کے لیے مناسب وقت کا انتظار کیا جائے اور بے قراری کا اظہار نہ کیا جائے اور جن فرائض کی ادائیگی ذمے ہو ان کو ہمیشہ ادا کیا جائے اور اللہ پر ہر دم بھروسا رکھا جائے۔ کہ وہ اس کے لیے بہتر کرے گا۔ صبر سے مشکلات میں آسانی پیدا ہو جاتی ہے۔ صبر سے اطمینان پیدا ہوتا ہے۔ صبر کا اجر بے پناہ ہے' صبر گناہوں کی مغفرت کا ذریعہ بنتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی مدد اور توفیق ہمیشہ صبر کرنے والوں کے ساتھ رہتی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ صبر ہر لحاظ سے فائدہ بخش ہے اور اسے اپنانا چاہیے۔

حضرت صہیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مومن کے کاموں پر تعجب ہے کہ اس کے ہر کام میں بھلائی ہے اور یہ بات مومن کے سوا کسی کو حاصل نہیں اگر اسے خوشی پہنچے اور شکر ادا کرے تو اس کے لیے بھلائی ہے اور اگر اس کو تکلیف پہنچے اور صبر کرے تو اس کے لیے بھلائی ہے۔ (مسلم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا طاقتور مومن بہتر ہے اور اللہ تعالیٰ کو ضعیف مومن سے زیادہ پسند ہے۔ اور ہر بھلائی میں حرص کرو جو تمہیں نفع دے۔ اور اللہ سے مدد مانگو اور عاجز نہ بنو اگر تمہیں کوئی تکلیف پہنچے تو یہ نہ کہو کہ میں ایسا کرتا تو یوں ہو جاتا۔ بلکہ یوں کہو کہ جو اللہ تعالیٰ نے مقدر کیا اور جو اس نے چاہا کیا کیونکہ اگر کا لفظ شیطان کے کام کھولتا ہے۔ (مسلم)

جب سعد بن مالک رضی اللہ عنہ ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انصار کے کچھ لوگوں نے رسول اکرم ﷺ سے کچھ مانگا۔ آپ ﷺ نے انہیں عطا فرما دیا پھر مانگا آپ ﷺ نے دے دیا۔ یہاں تک کہ آپ ﷺ کے پاس جو مال تھا ختم ہو گیا۔ جب آپ ﷺ دست مبارک سے سب مال دے چکے تو ان سے فرمایا میرے پاس جو مال ہوتا ہے اسے تم سے روک کر جمع نہیں کرتا۔ جو دست سوال دراز کرنے سے بچتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو بچاتا ہے اور جو مستغنی ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اسے غنی کر دیتا ہے اور جو صبر کی سعی کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے صبر کی توفیق عطا فرماتا ہے اور کوئی شخص صبر سے بہتر اور وسیع تر عطیہ نہیں دیا گیا۔ (بخاری و مسلم)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ ایک عورت کے پاس سے گزرے وہ ایک قبر کے قریب رو رہی تھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔ خدا سے ڈرو اور صبر کرو اس نے کہا' آپ اپنا کام کریں کیونکہ آپ کو میری طرح مصیبت کا سامنا نہیں ہوا۔ عورت نے آپ ﷺ کو پہچانا نہیں تھا۔ اسے بتایا گیا کہ آپ تو نبی اکرم ﷺ ہیں۔ (یہ سن کر) وہ در اقدس پر حاضر ہوئی۔ وہاں کوئی دربان نہ تھا۔ اس نے عرض کیا میں نے آپ کو پہچانا نہیں تھا اس لیے معذرت خواہ ہوں' آپ ﷺ نے فرمایا۔ صبر تو پہلے صدمہ کے وقت ہوتا ہے (بخاری و مسلم) مسلم شریف میں ہے کہ وہ اپنے بچے پر رو رہی تھی۔

حضرت صہیب بن سنان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا مومن کس قدر اچھا ہے اس کے جملہ امور خیر و برکت کا باعث ہیں اور یہ بات صرف ایمان والوں

کو ہی حاصل ہے اگر اسے باعث مسرت بات پہنچے تو شکر کرتا ہے اور یہ اس کے لیے بہتر ہے اور اگر اسے کوئی ضرر رساں بات پہنچتی ہے تو صبر کرتا ہے یہ بھی اس کے حق میں بہتر ہے۔ (مسلم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے میرے ہاں بندۂ مومن کے لیے جب اس کی دنیوی محبوب کو لے لیتا ہوں' جنت کے سوا کوئی بدلہ نہیں۔ (بخاری)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے انہوں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے طاعون کے بارے میں پوچھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ ایک عذاب تھا اللہ تعالیٰ جس پر چاہتا بھیجتا۔ اب اللہ تعالیٰ نے اسے ایمانداروں کے لیے رحمت بنا دیا ہے۔ اب جو شخص طاعون میں مبتلا ہو اور صبر اور طلب ثواب کی نیت سے اپنے شہر ہی میں ٹھہرا رہے اور یقین رکھتا ہو کہ اسے وہی تکلیف پہنچے گی جو اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے لکھ دی۔ ایسے آدمی کو شہید کا ثواب ملے گا۔ (بخاری)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب میں کسی بندے کو اس کی دو محبوب چیزوں میں مبتلا کر دوں اور وہ ان پر صبر کرے تو میں ان کے عوض اسے جنت عطا کروں گا۔ دو چیزوں سے مراد آنکھیں ہیں (یعنی وہ نابینا ہو کر صبر کرے) (بخاری)

حضرت عطاء بن ابی رباح سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں مجھے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کیا تمہیں جنتی عورت نہ دکھاؤں۔ میں نے کہا ہاں کیوں نہیں۔ فرمایا یہ سیاہ فام عورت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کرنے لگی' مجھے مرگی کا دورہ پڑتا ہے' جس کی وجہ سے میں بے پردہ ہو جاتی ہوں۔ اللہ تعالیٰ سے میرے لیے دعا کیجئے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر صبر کر سکو تو تمہارے لیے جنت ہے اور اگر چاہو تو میں تمہاری صحت کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا کروں۔ اس نے کہا میں صبر کرتی ہوں' پھر عرض کیا میں بے پردہ ہو جاتی ہوں اس کے لیے دعا کیجئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لیے دعا فرمائی۔ (بخاری و مسلم)

۱۴۔توکل

انسانی زندگی کوشش اور تدابیر کا حسین امتزاج ہے۔کوشش اور تدبیر کا انعام تو ملتا ہے مگر تدبیر انسانی تقدیر میں آسانی تو پیدا کر سکتی ہے لیکن بدل نہیں سکتی۔اس لیے اپنی تدابیر کے انجام کو اللہ کے سپرد کر دینا توکل کہلاتا ہے۔توکل درحقیقت دلی جذبے کی ایک کیفیت کا نام ہے جس کی بنا پر انسان اپنے مالی وسائل اور دیگر ضروریات زندگی کے لیے اللہ پر بھروسہ کر لیتا ہے اور جو شخص اللہ پر حد سے زیادہ بھروسہ کر لیتا ہے تو اللہ اس کی کفایت کرنے لگتا ہے۔دنیا میں جو کچھ ہو رہا ہے وہ اللہ کے حکم سے ہو رہا ہے اور اسی کی رحمت سے یہ کارخانہ حیات سرگرم عمل ہے۔لہٰذا فضل الٰہی پر دل کی گہرائیوں سے بھروسہ کر لینے سے توکل پیدا ہو جاتا ہے۔توکل کی راہ بہت عمدہ ہے اور یہ اللہ کے خاص بندوں کا راستہ ہے کیونکہ جو شخص سچے دل سے اللہ پر بھروسہ کر لیتا ہے اللہ اسے کسی چیز کی کمی نہیں رہنے دیتا۔توکل کی راہ بظاہر تو بڑی مشکل ہے مگر اللہ کے جن بندوں نے یہ راستہ اختیار کیا اللہ تعالیٰ نے انہیں ہر نعمت سے نوازا۔توکل کی حقیقت کے متعلق حضور ﷺ کے ارشادات مندرجہ ذیل ہیں:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا اگر تم اللہ تعالیٰ پر اسی طرح بھروسہ کرو جیسے بھروسہ کرنے کا حق ہے تو تمہیں پرندوں کی طرح روزی دی جائے کہ صبح کو بھوکے نکلتے ہیں اور شام کو سیر ہو کر واپس آتے ہیں۔(ابن ماجہ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔میری امت کے ستر ہزار افراد حساب کے بغیر جنت میں داخل ہوں گے۔وہ نہ جاہلانہ جھاڑ پھونک کرتے ہوں گے اور نہ شگون لیتے ہوں گے بلکہ اپنے رب پر بھروسہ کرتے ہوں گے۔(متفق علیہ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک روز باہر تشریف لائے اور فرمایا مجھ پر امتیں پیش کی گئیں تو میرے سامنے سے ایک نبی علیہ السلام گزرے جن کے ساتھ ایک آدمی تھا' دوسرے نبی علیہ السلام کے ساتھ دو آدمی تھے۔ایک نبی علیہ السلام کے ساتھ پوری جماعت تھی۔ایک نبی علیہ السلام کے ساتھ ایک بھی آدمی نہیں تھا۔پھر ایک بہت بڑی جماعت دیکھی جو حد نظر تک تھی' مجھے آرزو ہوئی کہ یہ میری امت ہو۔مجھ سے کہا گیا کہ یہ حضرت

موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم میں ہیں۔ پھر مجھ سے کہا گیا کہ دیکھئے۔ میں نے ایک بہت بڑی جماعت دیکھی جو آسمان کے کناروں تک پھیلی ہوئی تھی۔ مجھ سے کہا گیا کہ ادھر بھی دیکھیے۔ میں نے آسمان کے کناروں تک بہت بڑی جماعت دیکھی۔ کہا گیا کہ یہ آپ کی امت ہے اور ان کے ساتھ ستر ہزار افراد ہیں جو ان کے آگے آگے بغیر حساب جنت میں داخل ہوں گے۔ وہ شگون نہیں لیتے جاہلانہ جھاڑ پھونک نہیں کرتے اور داغ نہیں لگواتے بلکہ اپنے رب پر بھروسہ رکھتے ہیں۔ حضرت عکاشہ بن محصن رضی اللہ عنہ کھڑے ہوکر عرض گزار ہوئے اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے مجھے ان میں شامل فرمالے۔ کہا اے اللہ! اسے ان میں شامل فرمالے۔ پھر دوسرا آدمی اٹھ کر عرض گزار ہوا اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ مجھے بھی ان میں شامل فرمالے۔ فرمایا کہ عکاشہ تم پر سبقت لے گئے۔ (متفق علیہ)

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ دنیا میں زہد یہ نہیں کہ حلال کو اپنے اوپر حرام کرلیا جائے اور نہ یہ کہ مال ضائع کیا جائے۔ بلکہ دنیا میں زہد یہ ہے کہ جو تیرے قبضے میں ہے اس پر اس سے زیادہ بھروسہ نہ کر جو اللہ کے قبضے میں ہے اور تو مصیبت میں ثواب حاصل کر جبکہ وہ تجھے پہنچے اور ادھر راغب ہو کہ کاش! وہ تیرے لیے باقی رکھی جاتی۔ (ترمذی ابن ماجہ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک روز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے تھا کہ فرمایا اے لڑکے! اللہ کے حقوق کی حفاظت کرو کہ وہ تمہارے حقوق کی حفاظت کرے گا۔ اور تم اُسے سامنے پاؤ گے اور جب کچھ مانگنا ہو تو اللہ سے مانگو اور جب مدد درکار ہو تو اللہ سے مدد لو اور جان لو کہ تمام امت اگر اس بات پر تل جائے کہ کسی چیز کے ساتھ تمہیں نفع پہنچانا ہے تو نفع نہیں پہنچا سکیں گے مگر وہی جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے لکھ دیا ہے اور اگر سارے تمہیں کسی چیز کے ساتھ نقصان پہنچانے پر تل جائیں تو نقصان نہیں پہنچا سکیں گے' مگر وہی جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے لکھ دیا ہے۔ قلم اٹھا لیے گئے اور دفتر خشک ہو چکے ہیں۔ (احمد' ترمذی)

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رزق بندے کو اس طرح تلاش کرتا ہے جیسے اس کی موت اسے تلاش کرتی ہے۔ (ابونعیم فی الحلیہ)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے آیت پڑھائی: بیشک میں بہت رزق دینے والا' طاقت والا اور قدرت والا ہوں (۵۸:۵۱) (ترمذی' ابوداؤد)

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ کے عہد مبارک میں دو بھائی تھے ایک ان میں سے نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا کرتا اور دوسرا دستکاری کرتا تھا۔ دستکاری کرنے والے نے نبی کریم ﷺ سے اپنے بھائی کی شکایت کی۔ آپ ﷺ نے فرمایا شاید تمہیں اسی کی وجہ سے روزی دی جاتی ہو۔ (ترمذی)

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ آدمی کے دل کی ہر ایک جنگل میں ایک شاخ ہے جو اپنے دل کی کسی شاخ کے پیچھے لگا تو اللہ تعالیٰ کو کوئی پروا نہیں کہ وہ کسی بھی جنگل میں ہلاک ہو جائے اور جو اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرے تو وہ تمام شاخوں کی طرف سے کفایت کرتا ہے۔ (ابن ماجہ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر میرے بندے میری اطاعت کریں تو میں رات کو ان پر بارش برساؤں اور دن میں ان پر سورج طلوع کرتا رہوں اور انہیں گرج کی آواز نہ سناؤں۔ (مسند امام احمد)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی اپنے گھر والوں کے پاس گیا جب ان کی احتیاج دیکھی تو لوگوں کی طرف باہر نکل گیا۔ جب اس کی بیوی نے یہ بات دیکھی تو اٹھی، چکی رکھی اور تنور کو گرم کیا اور کہا اے اللہ! ہمیں رزق دے۔ اس نے دیکھا کہ چکی کا احاطہ آٹے سے بھرا ہوا ہے اور تنور کی طرف گئی تو وہ بھی بھرا ہوا تھا۔ خاوند واپس آیا تو کہا میرے بعد تمہیں کوئی چیز ملی ہے؟ عورت نے کہا ہاں! ہمارے رب کی طرف سے۔ وہ چکی کی طرف گیا اور نبی کریم ﷺ سے اس بات کا ذکر کیا تو فرمایا اگر تم اسے نہ اٹھاتے وہ قیامت تک گھومتی ہی رہتی۔ (مسند امام احمد)

۱۶۔ تدبر

کسی چیز کے انجام اور نتیجے کو اپنے ذہن میں رکھتے ہوئے اپنی عقل کو اعلیٰ ترین صورت میں استعمال کرنے کو تدبر کہا جاتا ہے تاکہ جس کام کا جو مقصد پیش نظر ہو وہ احسن طریقے سے حاصل ہو جائے۔ تدبر اور تفکر اعلیٰ ترین عادات سے ہیں۔ تدبر سے قرب الٰہی پیدا ہوتا ہے اس لیے مسلمان کی توجہ اس امر کی طرف مبذول کرائی گئی ہے تاکہ ہر خاص و عام صفات الٰہی میں تدبر کرے۔ کلام الٰہی پر غور و فکر کر کے اس کی حقانیت کو تسلیم کرے۔ اللہ

کی بنائی ہوئی چیزوں پر غور وفکر کرے۔ انسانی نشات پر تدبر کرے اور انسانی تاریخ پر غور وفکر کرے۔ غرضیکہ زندگی کے ہر پہلو پر غور وفکر رکھتے ہوئے جو قدم بھی اٹھائے اس میں سمجھ اور عقل سے کام لے اور رضائے الٰہی کے تقاضوں کو پورا کرے۔ اس کے متعلق حضور ﷺ کے ارشادات مندرجہ ذیل ہیں:

حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے عبدالقیس کے سردار سے فرمایا تم میں دو عادتیں ایسی ہیں جن کو اللہ تعالیٰ پسند فرماتا ہے یعنی بردباری اور وقار (بخاری)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مومن ایک سوراخ سے دو دفعہ نہیں ڈسا جاتا۔ (مسلم)

حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔ اطمینان اللہ کی طرف سے اور جلد بازی شیطان کی طرف سے ہے۔ (ترمذی)

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ بردبار نہیں ہوتا مگر لغزشوں والا اور حکیم نہیں ہوتا مگر تجربوں والا۔ (احمد' ترمذی)

حضرت عبداللہ بن سرجس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا' خوش خلقی' تدبر اور میانہ روی نبوت کا چوبیسواں حصہ ہے۔ (ترمذی)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ آدمی نمازی' روزہ' زکوٰۃ دینے والا اور حج وعمرہ کرنے والا ہوتا ہے یہاں تک کہ آپ ﷺ نے سارے نیک کام گنائے۔ لیکن قیامت میں اسے اس کی عقل کے مطابق ہی جزا دیجائے گی۔ (بیہقی)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جب اللہ تعالیٰ نے عقل کو پیدا کیا تو اس سے فرمایا کھڑی ہو جا۔ وہ کھڑی ہوگئی۔ پھر اس سے فرمایا پیٹھ پھیر' اس نے پیٹھ پھیر لی۔ پھر اس سے فرمایا ادھر منہ کر' اس نے ادھر منہ کرلیا۔ پھر اس سے فرمایا بیٹھ جا۔ وہ بیٹھ گئی۔ پھر اس سے فرمایا میں نے کوئی مخلوق تجھ سے بہتر' افضل اور خوبصورت پیدا نہیں کی۔ میں تیرے سبب لوں گا' تیرے سبب دوں گا۔ تیرے سبب پہچانا جاؤں گا۔ تیرے سبب ناراض ہوں گا۔ تیرے سبب ثواب ہوگا اور تجھ پر ہی عذاب ہوگا۔ بعض علماء نے اس میں کلام کیا ہے (بیہقی)

۱۷۔خدمتِ خلق

اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشی کے پیش نظر مخلوق کی مدد اور معاونت کرنا خدمت خلق ہے یعنی مخلوق خدا کے حقوق کو اچھے طریقے سے ادا کرنا ہی دراصل خدمتِ خلق ہے۔اسلام نے خدمتِ خلق پر بہت زور دیا ہے۔بھوکے کو کھانا کھلانا' رفاہ عامہ کے کام کرنا' پیاسے کو پانی پلانا' محتاجوں کی ضروریات پوری کرنا' ضرور تمندوں کو کپڑے پہنانا' کسی کو بازار سے سودا سلف لا دینا' کسی کی بیماری میں خدمت کرنا' غرضیکہ ہر وہ کام جس سے دوسرے کی بھلائی مقصود ہو' خدمت خلق ہے۔خدمت خلق کے مختلف طریقے ہیں ان میں مالی خدمت' جسمانی خدمت اور روحانی قابل ذکر ہے۔خدمت خلق سے بیشمار فوائد حاصل ہوتے ہیں۔خدمتِ خلق انسان کے گناہوں کا کفارہ بن جاتی ہے' خدمت خلق سے انسان کی عاقبت سنور جاتی ہے اور خاص کر اللہ بہت راضی ہوتا ہے۔خدمتِ خلق کے متعلق حضور ﷺ کے ارشادات مندرجہ ذیل ہیں:

حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔فرماتے ہیں۔میں نے نبی اکرم ﷺ کے دست مبارک پر نماز قائم کرنے' زکوٰۃ ادا کرنے اور ہر مسلمان کی خیر خواہی کی بیعت کی۔(بخاری)

حضرت تمیم بن اوس داری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا دین خیر خواہی کا نام ہے۔ہم نے پوچھا کس کے لیے؟ فرمایا اللہ تعالیٰ' اس کی کتاب' اس کے رسول ﷺ اور ائمہ اسلام اور عام مسلمانوں کے لیے۔(مسلم)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا۔تم میں سے کوئی اس وقت تک (کامل) مؤمن نہیں ہوسکتا جب تک اپنے (مسلمان) بھائی کے لیے وہ چیز پسند نہ کرے جو اپنے لیے پسند کرتا ہے۔(بخاری ومسلم)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا مؤمن دین کی طرف سے ہمیشہ کشادگی و وسعت میں رہتا ہے جب تک کہ حرام خون نہ گرائے۔(بخاری)

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جو شخص ہماری مساجد یا بازاروں سے تیر لے کر گزرے تو اسے چاہیے کہ اس کے پیکان (اگلے تیز حصے) کو روک

لے یا ہاتھ میں کر لے۔ کہیں اس سے کسی مسلمان کو تکلیف نہ پہنچ جائے۔ (مسلم)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسلمان مسلمان کا بھائی ہے نہ وہ اس پر ظلم کرتا ہے نہ اسے دوسرے کے حوالے کرتا ہے جو شخص اپنے (مسلمان) بھائی کی حاجت برآری میں ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی حاجت پوری کرتا ہے۔ جو شخص کسی مسلمان سے تکلیف دور کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے بدلے اس کی قیامت کی تکالیف دور کرتا ہے۔ جو آدمی کسی مسلمان کی ستر پوشی کرتا ہے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی پردہ پوشی فرمائے گا۔ (مسلم)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے بھائی کی مدد کر خواہ وہ ظالم ہو یا مظلوم۔ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مظلوم کی مدد تو میں کروں لیکن ظالم کی مدد کیسے کروں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسے ظلم سے روک دے۔ یہی اس کی مدد ہے۔ (بخاری)

۱۸۔ خاموشی

فضول اور بیجا باتوں سے اجتناب کرنا خاموشی کہلاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو جو بولنے کی طاقت دی ہے اسے استعمال کرنے کے لیے شریعت نے حدود مقرر کی ہیں کہ قوت گویائی سے اللہ کی حمد و ثنا کی جائے۔ ضرورت کے مطابق زندگی میں لین دین کی بات کی جائے غرضیکہ زبان کو نیکی اور اچھائی کے لیے استعمال کیا جائے اور زبان سے بری باتیں نہ نکالی جائیں اور نہ کوئی ایسی بات کی جائے جس سے دوسرے کی دل آزاری ہو۔ کیونکہ جو فضول یا بے ضرورت بات زبان سے نکالی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فرشتے اسے انسان کے اعمال نامہ میں لکھ لیتے ہیں۔ اور قیامت کے روز ان برے الفاظ کی بنا پر انسان کو سزا دی جائے گی۔ اور سزا سے بچنے کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خاموشی کو ترجیح دی ہے اور اس بات کی ترغیب دی ہے کہ فضول باتوں کی بجائے خاموشی اختیار کر لینا بہتر ہے۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ ضرورت کے مطابق بھی بات چیت نہ کی جائے بلکہ ضرورت کے مطابق بات چیت کر کے اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیے۔ کیونکہ زبان کی قوت گویائی اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمتوں سے ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو خاموش رہا وہ نجات پا گیا۔ (احمد، ترمذی، دارمی، بیہقی)

عمران بن حطان کا بیان ہے کہ میں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو انہیں ایک سیاہ کمبل لپیٹے ہوئے مسجد میں تنہا بیٹھے ہوئے پایا۔ میں عرض گزار ہوا کہ اے ابوذر رضی اللہ عنہ! یہ تنہائی کیسی؟ فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ برے ساتھی سے تنہائی بہتر ہے اور خاموش رہنا بری بات کہنے سے بہتر ہے۔ (بیہقی)

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آدمی کا خاموشی پر قائم رہنا ساٹھ سال کی عبادت سے بہتر ہے۔ (بیہقی)

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا پھر لمبی حدیث بیان کرتے ہوئے کہا کہ میں عرض گزار ہوا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے وصیت فرمائیے۔ فرمایا کہ میں تمہیں اللہ کا تقویٰ اختیار کرنے کی وصیت کرتا ہوں کیونکہ یہ تمہارے کاموں کو زینت دے گا۔ میں عرض گزار ہوا کہ اور زیادہ۔ فرمایا کہ قرآن مجید کی تلاوت اور اللہ تعالیٰ کے ذکر کو اپنے اوپر لازم کرلو تو آسمانوں میں تمہارا چرچا اور زمین میں تمہارے لیے نور ہوگا۔ عرض گزار ہوا کہ اور زیادہ۔ فرمایا کہ لمبی خاموشی کو اپنے اوپر لازم کرلو کیونکہ یہ شیطان کو بھگانے والی اور دینی کاموں میں تمہاری مددگار ہوگی۔ میں عرض گزار ہوا کہ اور زیادہ فرمایا کہ زیادہ ہنسنے سے بچنا کیونکہ یہ دل کو مردہ کرتا اور چہرے کے نور کو دور کردیتا ہے۔ عرض گزار ہوا کہ اور زیادہ۔ فرمایا حق بات کہنا اگرچہ وہ کڑوی ہو۔ عرض گزار ہوا کہ اور زیادہ۔ فرمایا کہ وہ برائی تمہیں لوگوں سے روکے جس کو تم جانتے ہو کہ تمہارے اندر موجود ہے۔ (بیہقی)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے ابودرداء رضی اللہ عنہ! کیا میں تمہیں ایسی دو عادتیں نہ بتاؤں جو پیٹھ پر ہلکی اور میزان میں بھاری ہیں؟ میں عرض گزار ہوا کہ کیوں نہیں فرمایا کہ لمبی خاموشی اور حسن اخلاق۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے۔ مخلوق نے ان جیسا کوئی عمل نہیں کیا۔ (بیہقی)

۱۹۔ نرمی

نرمی بھی اچھے اخلاق کا لازمی حصہ ہے۔ نرمی سے مراد گفتگو اور رویے میں نرمی ہے۔ نرمی سے آپس میں مروت اور محبت پیدا ہوتی ہے جس سے تعلقات کی راہ ہموار رہتی ہے اور روزمرہ کی زندگی کی راہ و رسم میں آسانی پیدا ہوتی ہے اور عملی زندگی میں راحت اور سکون کا ذریعہ بنتا ہے یہی وجہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں معاملات اور بات چیت میں سخت گیری کی

بجائے نرمی کا درس دیا ہے اللہ کے نیک بندوں نے نرمی کو عملی طور پر اپنایا اور دوسروں کو تاکید فرمائی کہ وہ بھی حضور ﷺ کی اتباع میں نرم لہجہ اور رویہ اختیار کریں۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کیا میں تمہیں وہ شخص نہ بتاؤں جو آگ پر حرام ہوتا ہے اور آگ اس پر حرام ہوتی ہے۔ وہ نرم طبیعت، نرم زبان، گھل مل کر رہنے والا اور درگزر کرنے والا ہے۔ روایت کیا اسے احمد اور ترمذی نے اور کہا کہ یہ حدیث حسن غریب ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نرمی کرنے والا ہے، نرمی کو پسند کرتا ہے، نرمی پر دیتا ہے جو سختی پر نہیں دیتا اور نہ نرمی کے سوا کسی اور بات پر دیتا ہے۔ (مسلم)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ تم پر نرمی لازم ہے اور سختی و فحش گوئی سے بچو۔ نہیں ہوگی نرمی کسی چیز میں مگر اسے زینت بخشے گی اور جس چیز سے اسے دور کر دیا جائے اسے عیب ناک کر دیتی ہے۔ (مسلم)

حضرت جریر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جو نرمی سے محروم رکھا گیا وہ بھلائی سے محروم رکھا گیا۔ (مسلم)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جس کو نرمی سے کچھ حصہ دیا گیا اسے دنیا اور آخرت کی بھلائی سے حصہ دیا گیا اور جو نرمی سے محروم رکھا گیا وہ دنیا اور آخرت کی بھلائی سے محروم رکھا گیا۔ (شرح السنۃ)

مکحول رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ مؤمن نکیل والے اونٹ کی طرح نرم دل ہوتا ہے اگر اسے کھینچا جائے تو کھنچ آتا ہے اور پتھر پر بھی بٹھایا جائے تو بیٹھ جاتا ہے۔ (ترمذی)

حضرت حارثہ بن وہب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ سخت دل اور سخت کلام کرنے والا جنت میں داخل نہیں ہوگا۔ کہا کہ "الجواظ" سے مراد گندے لفظ بولنے والا ہے۔ (ابوداؤد)

۲۰۔ پردہ پوشی

اللہ ستار العیوب ہے یعنی وہ لوگوں کے عیبوں کو اپنی رحمت سے ڈھانپے رکھتا ہے اس

لیے وہ مخلوق سے بھی یہی چاہتا ہے کہ اگر کوئی کسی شخص میں کم عقلی والا فعل دیکھے تو اس پر پردہ ڈال دے اور اللہ کے حضور اس کی اصلاح کی دعا کرے اس طرح معاشرہ میں محبت اور الفت کو فروغ ملے گا اس کے برعکس اگر کوئی دوسرے کے عیب نہ چھپائے گا تو کل کو وہ بھی اس کے عیب تلاش کر کے اس کی تشہیر کرے گا جس سے بے سکونی اور بدامنی پیدا ہوگی جو اسلامی معاشرہ کو تباہ و برباد کرے گی اس لیے پردہ پوشی کی عادت کو اپنانا چاہیے البتہ اگر کسی شخص کی برائی اس حد تک پہنچ چکی ہو کہ دوسرے بھی زد میں آ سکتے ہوں تو لوگوں کو اس کی برائی سے مطلع کر دینے میں کوئی حرج نہیں تا کہ دوسرے لوگ اس کی برائی سے بچ جائیں۔

پردہ پوشی کے بارے میں حضور ﷺ کے ارشادات مندرجہ ذیل ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ میری تمام امت عافیت سے رہے گی سوائے علانیہ گناہ کرنے والوں کے اور یہ بھی اعلان کرتا ہے کہ آدمی رات کو ایک کام کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس پر پردہ ڈالا ہے لیکن صبح کے وقت وہ کہے کہ اے فلاں! رات میں نے فلاں کام کیا حالانکہ رات کو اس کے رب نے پردہ ڈالے رکھا لیکن صبح کو اس نے اپنے رب کا پردہ ہٹا دیا۔

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے کسی کا پوشیدہ عیب دیکھ کر چھپایا یہ ایسا ہے گویا اس نے زندہ درگور لڑکی کو زندہ کیا۔ (ترمذی)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے نہ اس پر ظلم کرتا ہے اور نہ اسے بے یار و مددگار چھوڑتا ہے اور جو اپنے بھائی کی حاجت پوری کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی حاجت پوری کرتا ہے اور جو کسی مسلمان کی تکلیف دور کرے تو اللہ تعالیٰ قیامت کی تکلیفوں میں سے اس کی ایک تکلیف دور فرمائے گا اور جو کسی مسلمان کی پردہ پوشی کرے تو اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اس کی پردہ پوشی کرے گا۔ (مسلم شریف)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جو بندہ دنیا میں کسی کی پردہ پوشی کرتا ہے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی پردہ پوشی کرے گا۔ (مسلم شریف)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اکرم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا

(اپنے عیب کا) اظہار کرنے والوں کے علاوہ میری تمام امت کے لیے معافی ہے۔ اظہار کی صورت یہ ہے کہ کوئی شخص رات کو ایک عمل کرتا ہے پھر صبح کے وقت' جبکہ اللہ تعالیٰ نے اس کی پردہ پوشی فرمائی کہتا ہے میں نے گذشتہ رات فلاں فلاں کام کیا حالانکہ رات کے وقت اس کے رب نے پردہ ڈالا تھا لیکن بوقت صبح وہ اللہ تعالیٰ کے پردہ کو چاک کر دیتا ہے۔ (بخاری شریف)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ان کے پاس ایک آدمی لایا گیا اس کے بارے میں بتایا گیا کہ یہ فلاں شخص ہے جس کی داڑھی سے شراب کے قطرے گر رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا ہم کو تجسس سے منع کیا گیا ہے البتہ اگر کوئی بات ہمارے سامنے ظاہر ہو جائے تو ہم گرفت کریں گے۔

۲۱۔ جھوٹ

بات کرتے ہوئے کسی حقیقت کو چھپا کر غلط بیانی کرنے کو جھوٹ کہا جاتا ہے۔ جھوٹ بہت ہی برا فعل ہے۔ جس شخص میں یہ بری عادت پائی جائے وہ اللہ کے نزدیک بہت برا ہے کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ بیشک اللہ تعالیٰ جھوٹے کو راہ ہدایت نہیں دکھاتا۔ (سورہ زمر:1) جھوٹ سے بے شمار برائیاں جنم لیتی ہیں اس لیے اس سے منع کیا گیا ہے۔ جھوٹ بولنے سے کسی قسم کا فائدہ نہیں ہوتا۔ بلکہ دین و دنیا کا نقصان ہی ہوتا ہے۔ جھوٹ بولنے سے اللہ کی رحمت سے دوری ہو جاتی ہے اور اللہ کی لعنت پڑتی ہے۔ جھوٹ بولنے والے کا دل سیاہ ہو جاتا ہے۔ جھوٹ بولنے والے کی روزی میں برکت ختم ہو جاتی ہے۔ جھوٹ سے نفاق پیدا ہوتا ہے گویا کہ جھوٹ ام الخبائث ہے۔ جھوٹ ہر صورت میں جھوٹ ہی رہتا ہے خواہ مذاق کے طور پر ہی کیوں نہ بولا جائے یا کسی بچے کو ڈرانے یا بہلانے کے لیے ہی کیوں نہ جھوٹی باتیں سنائی جائیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جھوٹ کی بہت مذمت فرمائی ہے اس لیے جھوٹ سے ہر ممکن طریقے سے بچنا چاہیے۔

بہز بن حکیم' ان کے والد ماجد ان کے جد امجد سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کے لیے خرابی ہے جو جھوٹی بات کرے کہ اس کے ذریعے لوگ ہنسیں۔ اس کے لیے خرابی ہے اس کے لیے خرابی ہے۔ (احمد' ترمذی' ابوداؤد' دارمی)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب بندہ جھوٹ بولتا ہے تو اس کی بدبو کے باعث فرشتہ اس سے ایک میل پرے ہٹ جاتا ہے۔ (ترمذی)

حضرت سفیان بن اسید حضرمی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا یہ بڑی خیانت ہے کہ تم اپنے بھائی سے کوئی بات کہو اور وہ تمہیں سچا جانتا ہو اور تم جھوٹ بول رہے ہو۔ (ابوداؤد)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آدمی ایک لفظ کہتا ہے اور لوگوں کو ہنسانے کے لیے کہتا ہے تو اس کے باعث وہ اتنا نیچے جا گرتا ہے جتنا زمین و آسمان کے درمیان فاصلہ ہے اور زبان کے ذریعے آدمی قدموں کی نسبت زیادہ پھسل جاتا ہے۔ (بیہقی)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جھوٹ کو چھوڑ دے جبکہ وہ غلطی پر ہو تو اس کے لیے جنت کے کنارے پر مکان بنایا جائے گا اور جو حق پر ہوتے ہوئے جھگڑے کو چھوڑ دے تو اس کے لیے جنت کے درمیان مکان بنایا جائے گا اور جس کا اخلاق اچھا ہو اس کے لیے جنت کے بالائی حصے میں مکان بنایا جائے گا۔ (ترمذی)

حضرت بلال بن حارث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آدمی ایک بھلائی کا لفظ منہ سے نکالتا ہے اور اس کی قدر و قیمت نہیں جانتا تو اس کے باعث اللہ تعالیٰ اس کے لیے قیامت تک کی رضامندی لکھ دیتا ہے۔ ایک آدمی برا لفظ منہ سے نکالتا ہے اور اس کی حقیقت کو نہیں جانتا تو اس کے باعث اللہ تعالیٰ اس کے لیے ملاقات کے دن تک کی ناراضگی لکھ دیتا ہے۔ (ابن ماجہ)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے اپنے بھائی سے کافر کہا تو دونوں میں ایک طرف لوٹے گا۔ (بخاری شریف)

ان ہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے کسی کے کفر کا دعویٰ کیا یا اللہ کا دشمن کہا اور وہ ایسا نہ ہو تو کہنے والے پر لوٹے گا۔ (مسلم)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ شیطان آدمی کی صورت اختیار کر کے لوگوں کے پاس آتا ہے اور انہیں جھوٹی حدیث سناتا ہے۔ لوگ متفرق ہو جاتے ہیں تو ان میں سے ایک آدمی کہتا ہے کہ میں نے ایک آدمی سے خود سنا جس کو میں چہرے سے پہچانتا ہوں

اگرچہ اس کا نام نہیں جانتا' جو یوں حدیث بیان کرتا ہے۔ (مسلم)

صفوان بن سلیم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے عرض کی گئی کہ کیا مومن بزدل ہوسکتا ہے؟ فرمایا ہاں! عرض کی گئی کہ کیا مومن بخیل ہوسکتا ہے؟ فرمایا ہاں! عرض کی گئی کہ کیا مومن کذاب ہوسکتا ہے؟ فرمایا نہیں۔ (مالک' بیہقی)

۲۲۔ وعدہ خلافی

وعدہ کرنے کے بعد اسے پورا کرنا اسلام کی اخلاقی تعلیمات کا لازمی جزو ہے کیونکہ اسلامی نقطہ نظر سے اس امر کو ضروری قرار دیا گیا ہے کہ جس شخص کے ساتھ وعدہ کیا جائے اسے پورا کیا جائے ایسا کرنے سے بھائی چارے کو فروغ ملتا ہے اور وعدہ خلافی سے نفرت جنم لیتی ہے اس لیے وعدہ خلافی سے منع کیا گیا ہے۔ وعدہ خلافی بھی ایک طرح کا جھوٹ ہے اور گناہ کبیرہ میں شمار ہوتی ہے۔ اس لیے اس سے بچنا بہت ضروری ہے اللہ تعالیٰ نے وعدہ پورا کرنے کی بہت تاکید کی ہے کیونکہ وعدہ کے بارے میں آخرت میں باز پرس ہو گی۔ وعدہ کے متعلق یہ بھی تاکید کی گئی ہے کہ انسان جب وعدہ کرے تو تو انشاء اللہ کہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی توفیق اور مرضی کے بغیر کوئی شخص وعدہ پورا نہیں کرسکتا۔ حضور ﷺ نے بھی وعدہ کی پابندی پر بہت زور دیا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا چار خصلتیں جس شخص میں ہوں وہ پکا منافق ہے اور جس میں ان میں سے ایک عادت ہو اس میں منافقت کی ایک علامت ہے یہاں تک کہ اسے چھوڑ دے۔ (1) جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو خیانت کرے۔ (2) بات کرے تو جھوٹ بولے۔ (3) وعدہ کرے تو پورا نہ کرے (4) اور جب جھگڑے تو گالی گلوچ کرے۔ (بخاری شریف)

حضرت عبداللہ بن مسعود' حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت انس رضی اللہ عنہم کا بیان ہے نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہر وعدہ شکن کے لیے قیامت کے دن ایک جھنڈا ہوگا کہا جائے گا یہ فلاں شخص کی عہد شکنی (کا جھنڈا) ہے۔ (مسلم شریف)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ میں قیامت کے دن تین آدمیوں سے جھگڑا کروں گا۔ وہ شخص جس نے میرے نام پر

وعدہ کر کے توڑ دیا وہ آدمی جس نے کسی آزاد آدمی کو بیچا اور اس کی قیمت کھا گیا۔ تیسرا وہ شخص جس نے کسی کو اجرت پر رکھا (مزدور بنایا) اور اس سے پورا کام لیا لیکن اس کی مزدوری نہ دی۔ (بخاری)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر عہد شکن کے لیے قیامت کے دن اس کی سرین کے پاس ایک جھنڈا ہوگا جو اس کی وعدہ خلافی کے مطابق بلند کیا جائے گا۔ خبردار! امیر عام سے بڑھ کر وعدہ خلاف کوئی نہیں۔ (مسلم شریف)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو مسلمان عہد شکنی اور وعدہ خلافی کرے اس پر اللہ اور فرشتوں اور تمام انسانوں کی لعنت ہے اور اس کا نہ کوئی فرض قبول ہوگا نہ نفل۔ (بخاری)

کسی شخص کو کوئی چیز تحفے کے طور پر دے دینا یا کسی کے ہاتھ فروخت کر دینا یا صدقہ خیرات کے طور پر دے دینا بھی ایک طرح کا وعدہ ہے کیونکہ کوئی چیز دینے یا فروخت کرنے کے بعد اسے واپس لینا درست نہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کرنے سے منع فرمایا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اپنے ہبہ کو واپس کرتا ہے وہ اس کتے کی طرح ہے جو اپنی قے کو واپس لیتا ہے۔ (بخاری شریف)

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے ایک گھوڑا اللہ تعالیٰ کی راہ میں سواری کے لیے دیا تو جس کے پاس تھا اس نے اسے ضائع کر دیا۔ میں نے اسے خریدنے کا ارادہ کیا۔ میرا خیال تھا کہ وہ اسے سستے داموں بیچ دے گا۔ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسے نہ خریدو اور نہ ہی اپنے صدقہ میں لوٹو اگرچہ وہ تمہیں ایک درہم میں دے کیونکہ صدقہ کو واپس لینے والا قے چاٹنے والے کی طرح ہے۔ (مسلم شریف)

۲۳۔ حسد

اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے اپنی نعمتوں سے مالا مال کر دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے بے پناہ رزق کشادہ کر دیتا ہے اور ہر لحاظ سے آسودہ حال کر دیتا ہے۔ آئے دن اس کے ہر کام میں ترقی ہوتی ہے مگر اللہ تعالیٰ کی عنایت پر اپنے دل میں یہ بات پیدا کرنا کہ اس کی نعمتیں چھن

جائیں۔ دوسرے کو کھاتا پیتا دیکھ کر اپنے دل کو جلانا حسد کہلاتا ہے۔ حسد کا جذبہ بہت ہی برا ہے اور ایسا کرنا رضائے الٰہی کی خلاف ورزی ہے کہ جسے اللہ دینا چاہ رہا ہے اس کے متعلق یہ خیال کرنا کہ اسے نہ ملے۔ ایسا کرنا اللہ تعالیٰ کو قطعاً پسند نہیں۔ حسد بہت خبیث عادت ہے اور گناہ کبیرہ ہے۔ حضور ﷺ نے اس کی بے پناہ مذمت کی ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا حسد سے بچو کیونکہ حسد نیکیوں کو ایسے کھاتا ہے جیسے آگ لکڑی کو۔ (ابوداؤد)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قریب ہے کہ تنگ دستی کفر ہو جائے اور قریب ہے کہ حسد تقدیر پر غالب آ جائے۔ (بیہقی)

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا پہلی امتوں کی بیماریوں سے حسد اور بغض کی بیماری تم میں بھی سرایت کر گئی ہے حالانکہ یہ مونڈنے والی ہے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ سر مونڈنے والی بلکہ دین مونڈنے والی بیماریاں ہیں۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ تم لوگ اس وقت تک جنت میں داخل نہ ہو گے جب تک کہ مومن نہ بن جاؤ گے اور تم اس وقت تک مومن نہ بن سکو گے جب تک کہ آپس میں ایک دوسرے سے محبت نہ کرو گے۔ کیا میں تمہیں وہ کام نہ بتاؤں کہ جب تک تم اس کو کرتے رہو گے تو ایک دوسرے سے محبت کرنے لگو گے وہ کام یہ ہے کہ تم آپس میں سلام کا چرچا کیا کرو۔ (کنزالعمال)

حضرت ضمرہ بن ثعلبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ لوگ اس وقت تک ہمیشہ خیریت اور اچھی حالت میں رہیں گے جب تک کہ ایک دوسرے پر حسد نہیں کریں گے (کنزالعمال)

حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا حسد کرنے والے اور چغلی کھانے والے اور کاہن (نجومی) مجھ کو ان لوگوں سے اور ان لوگوں کو مجھ سے کوئی تعلق نہیں۔ (کنزالعمال)

حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ حسد قلب کی بیماریوں میں سے ایک بہت بڑی بیماری ہے اور اس کا علاج یہ ہے کہ حسد کرنے والا ٹھنڈے دل سے یہ سوچ لے کہ میرے حسد کرنے سے ہرگز ہرگز کسی کی دولت و نعمت برباد نہیں ہو سکتی اور میں جس پر حسد کر رہا ہوں

میرے حسد سے اس کا کچھ نہیں بگڑ سکتا بلکہ میرے حسد کا نقصان دین و دنیا میں مجھ کو ہی پہنچ رہا ہے کہ میں خواہ مخواہ دل کی جلن میں مبتلا ہوں اور ہر وقت حسد کی آگ میں جلتا رہتا ہوں اور میری نیکیاں برباد ہو رہی ہیں اور میں جس پر حسد کر رہا ہوں میری نیکیاں قیامت میں اس کو مل جائیں گی۔ پھر یہ بھی سوچے کہ میں جس پر حسد کر رہا ہوں اس کو خداوند کریم نے یہ نعمتیں دی ہیں اور میں اس پر ناراض ہو کر حسد میں جل رہا ہوں تو میں گویا خداوند تعالیٰ کے فعل پر اعتراض کر کے اپنا دین و ایمان خراب کر رہا ہوں۔ یہ سوچ کر پھر اپنے دل میں اس خیال کو جمائے کہ اللہ تعالیٰ علیم و حکیم ہے جو شخص جس چیز کا اہل ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو وہی چیز عطا فرماتا ہے۔ میں جس پر حسد کر رہا ہوں اللہ کے نزدیک چونکہ وہ ان نعمتوں کا اہل تھا اس لیے اللہ تعالیٰ نے اس کو یہ نعمتیں عطا فرمائی ہیں اور میں چونکہ ان نعمتوں کا اہل نہیں تھا اس لیے اللہ تعالیٰ نے مجھے نہیں دیں۔ اس طرح حسد کا مرض دل سے نکل جائے گا اور حاسد کو حسد کی جلن سے نجات مل جائے گی۔ (احیاء العلوم)

۴۴۔ ریا کاری

کوئی کام خاص کر نیک عمل دوسروں کے دکھاوے اور شہرت کے لیے کرنا ریا کاری ہے کیونکہ نیک کاموں میں اخلاص نیت کا ہونا ضروری ہے یعنی ہر نیک عمل اللہ کی رضا اور خوشنودی حاصل کرنے کے لیے کیا جائے مگر جب نیک اعمال کے پیش نظر کوئی ذاتی اور نفسانی غرض ہو گی تو وہ نیک اعمال ریا کاری کا شکار ہو جائیں گے اور اصل مقصد سے دور ہو جائیں گے کیونکہ بعض لوگوں کی یہ عادت ہوتی ہے کہ وہ دین و دنیا کا جو کام بھی کرتے ہیں اس میں دنیا کے دوسرے لوگوں کے لیے دکھلاوا موجود ہوتا ہے۔ ایسا کرنا گناہ کبیرہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسے بالکل پسند نہیں کیا بلکہ ریا کاری کو شیطانی اعمال قرار دیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَالَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ رِئَآءَ النَّاسِ وَلَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَمَنْ يَّكُنِ الشَّيْطٰنُ لَهٗ قَرِيْنًا فَسَآءَ قَرِيْنًا۔ (النساء ع5)

اور وہ لوگ جو اپنے مالوں کو لوگوں کو دکھاوے کے لیے خرچ کرتے ہیں اور ایمان نہیں لاتے اللہ پر اور نہ قیامت پر۔ اور جس کا ساتھی شیطان ہوا تو وہ کتنا برا ساتھی ہے۔

حضرت جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جو سنانے کے لیے

کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ سناوا کرے گا اور جو دکھاوا کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ دکھاوا کرے گا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جن کو شریک کیا جائے اور ایسے جملہ شرکاء سے میں بے نیاز ہوں بلکہ جو اپنے عمل میں کسی کو میرے ساتھ شریک کرے تو میں اسے اور جس کو شریک کیا دونوں کو چھوڑ دیتا ہوں۔ دوسری روایت میں ہے کہ میں اس سے لاتعلق ہوں وہ اسی لیے ہے جس کے لیے کیا۔ (مسلم)

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں عرض کی گئی کہ اس کے متعلق کیا ارشاد ہے جو نیکی کا کام کرے اور اس کے باعث لوگ اس کی تعریف کریں؟ دوسری روایت میں ہے کہ اس کے باعث لوگ اس سے محبت کریں۔ فرمایا کہ یہ مومن کی جلد ملنے والی خوشخبری ہے۔ (مسلم)

حضرت ابوسعید بن فضالہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب لوگ قیامت کے روز جمع ہوں گے جس میں شک نہیں تو ایک منادی کرنے والا ندا کرے گا جس نے شرک کیا کسی کام میں جو اس نے اللہ کے لیے کیا ہو تو اس کا ثواب خدا کے سوا اسی سے طلب کرے کیونکہ اللہ تعالیٰ شرک کیے جانے والے تمام شرکاء سے بے نیاز ہے۔ (احمد)

حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ رونے لگے تو لوگوں نے ان سے کہا کہ کیا چیز آپ رضی اللہ عنہ کو رلاتی ہے تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک بات فرماتے ہوئے سنا تھا اسی کو یاد کر کے رو رہا ہوں۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ مجھ کو اپنی امت پر شرک اور چھپی ہوئی شہوت کا خوف ہے تو میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد شرک کرے گی؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں! لیکن سن لو کہ وہ سورج' یا چاند اور پتھر اور بت کی عبادت نہیں کریں گے لیکن وہ اعمال میں ریاکاری کریں گے' اور چھپی ہوئی شہوت یہ ہے کہ ان میں سے آدمی صبح کو روزہ دار رہے گا۔ پھر اس کی شہوتوں میں سے کوئی شہوت اس کے ساتھ آ جائے گی تو وہ روزہ چھوڑ دے گا۔ (احمد' بیہقی)

حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جس نے ریاکاری کرتے ہوئے نماز پڑھی تو یقیناً اس نے شرک کا کام کیا اور جس نے ریاکاری سے روزہ رکھا اس نے بیشک شرک کا کام کیا اور جس نے ریاکاری کرتے ہوئے صدقہ دیا اس نے بلاشبہ شرک کا کام کیا۔ (احمد)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آخری زمانے میں کچھ ایسے لوگ نکلیں گے جو دنیا کو دین کے ذریعے طلب کریں گے۔ وہ لوگوں کے لیے بھیڑ کی کھال پہنیں گے اپنی نرم دلی ظاہر کرنے کے لیے' ان کی زبانیں شکر سے زیادہ میٹھی ہوں گی اور ان کے دل بھیڑیوں کے دل ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ ان (ریاکاروں) سے فرمائے گا کہ کیا یہ لوگ میرے مہلت دینے سے بے خوف ہو گئے ہیں؟ کیا یہ لوگ مجھ پر جری ہو گئے ہیں؟ تو مجھ کو میری ہی قسم ہے کہ میں ضرور ضرور ان لوگوں پر ایسا فتنہ بھیجوں گا جو عقلمند آدمی کو حیرانی میں ڈال دے گا۔ (احمد)

حضرت محمود بن لبید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے سب سے زیادہ جس چیز کا تم لوگوں پر خوف ہے وہ چھوٹا شرک ہے۔ تو لوگوں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! چھوٹا شرک کیا ہے؟ تو فرمایا ریاکاری۔ اور بیہقی میں یہ بھی ہے کہ جس دن اللہ تعالیٰ لوگوں کو ان کے اعمال کا بدلہ دے گا تو ریاکاروں سے فرمائے گا کہ تم لوگ اس کے پاس جاؤ جس کو تم دنیا میں اپنا عمل دکھا کر کیا کرتے تھے پھر تم دیکھ لو کہ کیا تم اس کے پاس کوئی جزا اور بھلائی پاتے ہو۔ (احمد' بیہقی)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس اس حال میں تشریف لائے کہ ہم لوگ دجال کا تذکرہ کر رہے تھے۔ تو آپ نے فرمایا کہ کیا میں تم لوگوں کو اس چیز کی خبر نہ دوں جو میرے نزدیک دجال سے بھی زیادہ خوفناک ہے۔ تو ہم لوگوں نے عرض کیا کہ کیوں نہیں یارسول اللہ! ضرور ہم لوگوں کو خبر دیجیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ وہ چھپا ہوا شرک ہے اور وہ یہ ہے کہ آدمی نماز پڑھنے کھڑا ہو وہ یہ دیکھ کر اپنی نماز زیادہ لمبی کر دے کہ کوئی آدمی اسے دیکھ رہا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ قیامت

کے دن جس آدمی کا سب سے پہلے فیصلہ ہوگا یہ وہ شخص ہوگا جو شہید ہوا تھا اسے لایا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ اپنی نعمتوں کی پہچان کرائے گا وہ پہچان لے گا (اعتراف کرے گا) اللہ تعالیٰ فرمائے گا تو نے ان میں کیا عمل کیا۔ وہ کہے گا میں تیرے راستے میں لڑا حتیٰ کہ شہید ہوا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا تو نے جھوٹ کہا بلکہ تو اس لیے لڑا کہ تجھے بہادر کہا جائے چنانچہ تجھے کہا گیا ہے پھر اس کے بارے میں حکم دیا جائے گا تو اسے منہ کے بل گھسیٹ کر جہنم میں ڈالا جائے گا۔ ایک شخص وہ ہوگا جس نے قرآن سیکھا اور سکھایا اور پڑھا۔ اسے لاکر نعمتیں یاد دلائے گا وہ انہیں معلوم کرلے گا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا تو نے اس میں کیا عمل کیا۔ وہ عرض کرے گا میں نے علم حاصل کیا دوسروں کو سکھایا اور تیری راہ میں قرآن پڑھا اللہ تعالیٰ فرمائے گا تو نے جھوٹ کہا۔ تو نے تو صرف اس لیے علم حاصل کیا کہ تجھے عالم کہا جائے گا۔ اور قرآن پڑھا تاکہ تجھے قاری کہا جائے۔ پس کہا گیا۔ پھر حکم الٰہی سے اسے گھسیٹ کر جہنم میں ڈالا جائے گا۔ ایک شخص وہ ہوگا جس کو اللہ تعالیٰ نے فراخی عطا فرمائی اور طرح طرح کا مال دیا' اسے لایا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ اسے (عطا کی گئی) نعمتیں یاد دلائے گا۔ وہ معلوم کرلے گا اللہ تعالیٰ فرمائے گا تو نے ان میں کیا عمل کیا؟ وہ کہے گا جس جگہ مال کا خرچ کرنا تجھے پسند ہے میں نے تیری رضا کے لیے ایسی جگہ خرچ کیا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا تو نے جھوٹ کہا بلکہ تیرا مطلب یہ تھا کہ تجھے سخی کہا جائے۔ پس کہا گیا پھر اس کے بارے میں حکم دیا جائے گا تو اسے گھسیٹ کر جہنم میں ڈالا جائے گا۔ (مسلم شریف)

۲۵۔ ظلم

ظلم کا مطلب ناجائز سختی اور زیادتی کرنا ہے۔ اسلام نے مخلوق خدا کے ساتھ ظلم کی بجائے رحم کا درس دیا ہے۔ ظالم دوسرے پر بلاوجہ سختی کرتا ہے اور اس کی حق تلفی کرتا ہے اس لیے اس سے منع کیا گیا ہے اور اسے گناہ قرار دیا گیا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ ظلم کرنے والے کو بالکل پسند نہیں کرتا اور نہ ہی ظالموں کو نجات دے گا۔ قیامت کے روز ظالموں کا نہ کوئی دوست ہوگا اور نہ ہی کوئی مددگار۔

صابروں کو آزمانے کے لیے اللہ تعالیٰ ظالموں کو ڈھیل دے دیتا ہے مگر جب کسی کا ظلم حد سے بڑھ جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے فوراً اپنی گرفت میں لے لیتا ہے اور اسے نیست و نابود

کر دیتا ہے گویا کہ ظلم کرنے کے لیے دنیا میں بھی ہلاکت اور بربادی ہے اور آخرت میں بھی ان کے لیے دردناک عذاب ہے اس لیے ظلم سے ہر ممکن طریقے سے بچنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ حضور ﷺ نے اس گناہ کبیرہ سے بچنے کے لیے بہت تاکید کی ہے۔ ظلم کی مذمت کے متعلق آپ ﷺ کے کچھ ارشادات حسب ذیل ہیں:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔ ظلم قیامت کے روز اندھیرا ہوگا۔ (مسلم شریف)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ جب حجر کے پاس سے گزرے تو فرمایا نہ داخل ہونا ان لوگوں کے گھروں میں جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا۔ مبادا تمہیں بھی وہی پہنچے جو عذاب انہیں پہنچا تھا۔ پھر آپ ﷺ نے سر کو جھکا لیا' تیزی سے چلنے لگے اور وادی سے گزر گئے۔ (بخاری)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے اپنے بھائی پر ظلم کیا ہو۔ آبروریزی کر کے یا کسی اور طرح تو اس روز سے پہلے اسے معاف کرا لے جبکہ اس کے پاس دینار ہوگا نہ درہم۔ اگر اس کے پاس نیک اعمال ہوئے تو اس ظلم کے برابر اس سے لے لیے جائیں گے اور اگر اس کے پاس نیکیاں نہ ہوئیں تو مظلوم کے گناہ لے کر اس پر ڈال دیے جائیں گے۔ (بخاری)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کیا تم جانتے ہو کہ مفلس کون ہے؟ عرض گزار ہوئے کہ ہم میں سے مفلس وہ ہے جس کے پاس درہم و دینار اور مال و متاع نہ ہو فرمایا کہ میری امت میں سے مفلس وہ ہے جو قیامت کے روز نماز' روزے اور زکوٰۃ کے ساتھ آئے گا۔ لیکن اس کو گالی دی ہوگی' اس پر تہمت لگائی ہوگی۔ اس کا مال کھایا ہوگا اس کا خون بہایا ہوگا۔ اور اس کو پیٹا ہوگا۔ پس اس کو نیکیوں میں سے اسے اور اسے دی جائیں گی۔ اگر اس کی نیکیاں سب کے حقوق پورے ہونے سے پہلے ختم ہوگئیں تو باقی لوگوں کے گناہ لے کر اس پر ڈال دیے جائیں گے۔ پھر اسے جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔ (مسلم)

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ ظالم کو مہلت دیتا ہے یہاں تک کہ جب پکڑتا ہے تو چھوڑتا نہیں۔ پھر یہ آیت تلاوت کی۔ اور

تمہارے رب کی پکڑ اسی طرح کی ہے جبکہ اس نے بستی والوں کو پکڑا اور وہ ظالم تھے۔ (مسلم)

حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہوئے سنا' برا بندہ وہ بندہ ہے جو اپنے آپ کو اونچا سمجھے۔ اکڑ دکھائے اور خدائے بزرگ و برتر کو بھول جائے برا بندہ وہ بندہ ہے جو ظلم و زیادتی کرے اور خدائے جبار و اعلیٰ کو بھول جائے۔ لہو و لعب میں پھنسا رہے اور قبروں کو اور گل جانے کو بھول جائے۔ برا بندہ وہ بندہ ہے جو غرور کرے اور حد سے بڑھ جائے اور اپنی ابتداء و انتہا کو بھول جائے۔ برا بندہ وہ ہے جو دنیا کو دین کے ذریعے دھوکا دے۔ برا بندہ وہ ہے جو دین کو شبہات سے بگاڑے۔ برا بندہ وہ ہے جس کو طمع کھینچتی پھرے' برا بندہ وہ ہے جس کو نفسانی خواہش گمراہ کرے' برا بندہ وہ ہے جس کو خواہشات ذلیل کر دیں۔ (ترمذی)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا گناہوں کے دفتر تین قسم کے ہیں۔ ایک دفتر والوں کو نہیں بخشے گا۔ وہ اللہ کے ساتھ شریک کرنا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے بیشک اللہ تعالیٰ نہیں بخشے گا کہ اس کے ساتھ شریک کیا جائے۔ (48:4) دوسرے دفتر والوں کو اللہ تعالیٰ نہیں چھوڑے گا جنہوں نے بندوں پر ظلم کیا ہوگا یہاں تک کہ ایک کا دوسرے سے بدلہ لیا جائے گا۔ تیسرا وہ جس کی اللہ تعالیٰ کو پروا نہیں کہ وہ بندوں کا ظلم ہے اور وہ بندوں اور اللہ کے درمیان ہے پس یہ اللہ تعالیٰ کی مرضی پر ہے کہ چاہے اسے عذاب دے اور چاہے تو اس سے درگزر کرے۔ (بیہقی)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے ایک آدمی کو کہتے ہوئے سنا۔ ظالم نہیں نقصان کرتا مگر اپنی جان کا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیوں نہیں۔ خدا کی قسم! ظالم کے ظلم کے باعث تو بٹیریں بھی اپنے گھونسلوں میں دبلی ہو کر مر جاتی ہیں۔ (بیہقی)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مظلوم کی بددعا سے بچو کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ سے اپنا حق مانگتا ہے اور اللہ تعالیٰ کسی حقدار کو اس کا حق لینے سے نہیں روکتا۔ (بیہقی)

حضرت اوس بن شرجیل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا' جو ظالم کے ساتھ اسے تقویت دینے کے لیے چلا اور یہ جانتے ہوئے کہ

وہ ظالم ہے تو اسلام سے نکل گیا۔ (بیہقی)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی۔ "جو ایمان لائے اور وہ اپنے ایمانوں میں ظلم کو نہیں ملاتے۔" (82:6) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب رضی اللہ عنہم اس پر بہت سٹپٹائے اور عرض گزار ہوئے کہ یا رسول اللہ! ہم میں سے کون ہے جو اپنی جان پر ظلم نہیں کرتا۔ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بات یوں نہیں ہے۔ کیا تم لقمان کا قول نہیں سنتے کہ اپنے بیٹے سے کہا: اے بیٹے اللہ کے ساتھ شرک نہ کر۔ بیشک شرک بہت بڑا ظلم ہے۔ (13:31) اور اس روایت میں وہ بات نہیں جو تمہارا خیال ہے بلکہ وہ بات ہے جو لقمان نے اپنے بیٹے سے کہی تھی۔ (متفق علیہ)

۲۶۔ غیبت

کسی کو غائبانہ طور پر برا کہنا جبکہ اس میں برائی نہ ہو تو غیبت کہلاتی ہے ایسے ہی کسی کی پیٹھ پیچھے برائی یا عیب بیان کرنا غیبت ہے۔ یہ عادت اچھی نہیں کیونکہ ایسا کرنے سے دلوں میں بغض اور کینہ جنم لیتا ہے۔ پروردگار عالم نے غیبت سے سختی سے منع فرمایا ہے چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ "ایک دوسرے کی غیبت نہ کیا کرو۔ کیا تم میں سے کوئی پسند کرے گا کہ وہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھائے تو یہ تمہیں گوارا نہ ہوگا۔" اس کا مطلب یہ ہے کہ غیبت بہت ہی برا گناہ ہے۔ اس لیے اس سے بچنے کے لیے بہت سخت تاکید کی گئی۔ کسی کے خاندان، حسب نسب، لباس، رہائش، اقوال و افعال، چال ڈھال، گفتگو غرض یہ کہ انسان میں ظاہری یا باطنی طور پر عیب نکالنا جس سے انسان کو دلی دکھ ہو غیبت کے زمرے میں شامل ہے اس لیے غیبت کے گناہ سے ہر مسلمان مرد عورت اور چھوٹے بڑے کو بچنا چاہیے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے غیبت سے بچنے کے لیے مختلف انداز میں بہت تاکید فرمائی ہے۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا۔ چغل خور جنت میں داخل نہیں ہوگا۔ (مسلم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم جانتے ہو کہ غیبت کیا ہے؟ لوگ عرض گزار ہوئے کہ اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔ فرمایا کہ اپنے بھائی کا ایسا ذکر کرنا جو اسے ناپسند ہو۔ عرض کی گئی کہ اگر وہ برائی میرے بھائی میں موجود ہو

جو میں کہہ رہا ہوں؟ فرمایا کہ جو تم کہہ رہے ہو اگر اس میں وہ برائی ہے تو غیبت ہوئی اور جو تم کہہ رہے ہو اگر وہ اس میں نہیں تو یہ اس پر بہتان ہے۔ (مسلم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک اور روایت میں ہے کہ جب تم اپنے بھائی کی وہ بات کہو جو اس میں ہے تو تم نے اس کی غیبت کی اور جب وہ بات کہی جو اس میں نہیں تو تم نے اس پر بہتان باندھا۔ (مسلم)

حضرت عبدالرحمٰن بن غنم اور حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ کے بندوں میں سے بہترین وہ ہیں کہ جب انہیں دیکھا جائے تو اللہ یاد آ جائے۔ اور اللہ کے بندوں میں سے برے وہ ہیں جو چغلی کے لیے چلنے والے دوستوں میں جدائی ڈالنے والے اور پاکباز لوگوں کے عیوب ڈھونڈنے والے ہیں۔ (بیہقی)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ دو آدمیوں نے ظہر یا عصر کی نماز پڑھی اور دونوں روزہ دار تھے۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا۔ اپنا وضو اور اپنی نماز دہراؤ اور اپنے اس روزے کے بدلے کسی اور دن کا روزہ رکھنا۔ عرض گزار ہوئے کہ یا رسول اللہ یہ کیوں؟ فرمایا کہ تم نے فلاں کی غیبت کی ہے۔ (بیہقی)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا غیبت کا کفارہ یہ ہے کہ جس کی غیبت کی ہے اس کیلئے استغفار کرے اور کہے کہ اللہ! ہمیں اور اسے بخش دے۔ (بیہقی)

حضرت ابو سعید اور حضرت جابر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ غیبت زنا سے بھی سخت ہے۔ لوگ عرض گزار ہوئے کہ یا رسول اللہ! غیبت زنا سے سخت تر کس طرح ہے؟ فرمایا کہ زانی اللہ تعالیٰ سے توبہ کر لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے معاف فرما دیتا ہے لیکن غیبت کرنے والے کو معاف نہیں کیا جاتا جب تک وہ معاف نہ کرے جس کی غیبت کی ہے۔ (بیہقی)

۲۷۔ بخل

مال اور وسائل کے ہوتے ہوئے ضرورت کے مطابق نہ خرچ کرنا بخل ہے اور بخیل وہ شخص ہوتا ہے جو مال کو جمع کرتا جاتا ہے مگر خرچ نہیں کرتا۔ بخل بہت بری اخلاقی برائی ہے کیونکہ اس سے اور برائیاں جنم لیتی ہیں۔ بغض، عناد، بددیانتی اور تنگ نظری جیسی برائیاں اسی

وجہ سے پیدا ہوتی ہیں۔ اور خاص کر جو حقوق اس کے ذمے واجب الادا ہوتے ہیں وہ انہیں بھی ادا نہیں کرتا اور دولت کو جمع رکھتا ہے۔ قیامت کے روز وہی دولت اس کے لیے عذاب کا باعث بنے گی۔ کیونکہ ارشاد الٰہی ہے کہ "جو لوگ بخل کرتے ہیں اس چیز سے جو اللہ نے انہیں دی ہے ہرگز وہ اپنے لیے اسے اچھا نہ سمجھیں۔ عنقریب ان کے گلے میں طوق پہنایا جائے گا اس چیز سے جو انہوں نے بخل کے ذریعے جمع کی ہوگی۔" (آل عمران)

بخیل اللہ کے نزدیک بدترین انسان ہے۔ قارون بڑا مالدار تھا لیکن بخیل ہونے کی وجہ سے زمین میں دھنسا دیا گیا اور اس کا سارا مال تباہ و برباد ہو گیا۔ بخیل انسان طرح طرح کی مصیبتوں میں پھنسا رہتا ہے۔ سب کچھ ہونے کے باوجود اسے اچھا کھانا پینا میسر نہیں آتا اس لیے ہر کوئی اسے ذلیل و خوار جانتا ہے لہٰذا اللہ تعالیٰ ہر کسی کو بخل سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔ بخل کی مذمت کے بارے میں حضور ﷺ کے ارشادات حسب ذیل ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بخیل اور صدقہ کرنے والے کی مثال ان دو آدمیوں کی سی ہے جن کے جسم پر لوہے کی زرہیں ہیں۔ ان کے ہاتھ چھاتیوں اور گردنوں کے ساتھ باندھ دیے گئے پس صدقہ کرنے والا جب صدقہ کراتا ہے تو اس کے ہاتھ کھل جاتے ہیں اور بخیل جب صدقہ کا ارادہ کرتا ہے تو زرہ سکڑ جاتی ہے اور اس کے حلقے اپنی اپنی جگہ تنگ ہو جاتے ہیں۔ (بخاری شریف)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا سخی شخص اللہ تعالیٰ سے قریب، جنت سے قریب اور لوگوں کے قریب اور دوزخ سے دور ہے جبکہ بخیل اللہ سے دور جنت سے دور اور بندگان خدا سے دور ہے اور دوزخ سے قریب ہے اور سخی جاہل اللہ کو عابد بخیل سے زیادہ محبوب ہے۔ (ترمذی)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ﷺ نے فرمایا جنت میں مکار بخیل اور احسان جتانے والے داخل نہ ہوں گے۔

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا دو خصلتیں ایک مرد مومن میں جمع نہیں ہوتیں۔ بخل اور بد خلقی۔ (ترمذی)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں تمہیں لوگوں میں سے بدتر آدمی کا پتہ نہ دوں؟ لوگوں نے عرض کیا بتائیں تو آپ ﷺ نے فرمایا

جس سے اللہ کے نام پر کچھ مانگا جائے اور وہ اس کو نہ دے۔ (احمد)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ اس امت کے اگلے لوگ یقین اور زہد کی وجہ سے نجات پا جائیں گے اور اس امت کے پچھلے لوگ بخل اور حرص کی وجہ سے ہلاک ہوں گے۔ (کنز العمال)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب بندے صبح کرتے ہیں تو دو فرشتے نازل ہوتے ہیں۔ ان میں ایک کہتا ہے کہ اے اللہ! اپنی راہ میں خرچ کرنے والے کو اس کا اجر عطا فرما اور دوسرا کہتا ہے کہ اے اللہ! بخیل کے مال کو تلف فرما دے (بخاری شریف)

۲۸۔ تکبر

دوسروں کو حقیر سمجھتے ہوئے اپنے آپ کو سب سے بڑا اور اعلیٰ تصور کرنا تکبر ہے۔ سب سے بڑا اللہ تعالیٰ ہے کیونکہ یہ صرف اس کی خوبی ہے کہ وہ کبیر ہے۔ اس لیے انسان میں تکبر کا پایا جانا شان کبریائی کے منافی ہے۔ اس لیے اسلام میں تکبر منع کیا گیا ہے۔ یہی جذبہ شیطان میں پیدا ہوا اور اس نے تکبر کی بنا پر حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے سے انکار کیا اس لیے یاد رکھو کہ تکبر شیطانی وصف ہے اور اسے اختیار کرنے سے انسان دین و دنیا میں ذلیل و خوار ہو جاتا ہے۔ سورۂ نساء میں ارشاد الٰہی ہے کہ "اللہ غرور کرنے والے اور تکبر کرنے والے کو پسند نہیں کرتا۔" سورۂ زمر میں ہے کہ "کیا جہنم متکبروں کا ٹھکانا نہیں" ضرور ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ تکبر برا اخلاق ہے لہٰذا اسے ہر ممکن طریقے سے دور کر کے عاجزی اختیار کرنی چاہیے۔ تکبر کی مذمت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات مندرجہ ذیل ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ بڑائی میری چادر ہے اور عظمت میری ازار ہے۔ جو ان میں سے کوئی چیز مجھ سے چھینے گا' تو اسے جہنم میں داخل کروں گا۔ دوسری روایت میں ہے کہ اسے جہنم میں پھینک دوں گا۔ (مسلم)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا جبکہ وہ منبر پر تھے۔ اے لوگو! تواضع اختیار کرو کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو اللہ کے لیے تواضع اختیار کرے تو اللہ تعالیٰ

اسے بلند فرما دیتا ہے۔ وہ اگر فی نفسہ چھوٹا ہو لیکن لوگوں کی نگاہوں میں بڑا ہو جاتا ہے اور جو تکبر کرے تو اللہ تعالیٰ اسے گرا دیتا ہے وہ لوگوں کی نظروں میں چھوٹا ہو جاتا ہے اگرچہ فی نفسہ بڑا ہو۔ یہاں تک کہ وہ لوگوں کی نظر میں کتے اور خنزیر سے بھی ذلیل ہوتا ہے۔ (بیہقی)

حضرت حارثہ بن وہب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا میں تمہیں اہل جنت کے بارے میں نہ بتاؤں؟ ہر کمزور جس کو کمزور سمجھا جائے لیکن اگر وہ اللہ کے بھروسے پر قسم کھائے تو وہ اسے سچا کر دے۔ کیا میں تمہیں جہنمیوں کے متعلق نہ بتاؤں؟ ہر بدزبان، بدکار اور متکبر۔ (مسلم)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین آدمی ایسے ہیں جن سے اللہ تعالیٰ قیامت کے روز کلام نہیں فرمائے گا اور نہ انہیں پاک کرے گا۔ دوسری روایت میں ہے کہ ان کی طرف نظر نہیں فرمائے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے یعنی بوڑھا زانی، جھوٹا بادشاہ اور مفلس متکبر۔ (مسلم)

حضرت عمرو بن شعیب رضی اللہ عنہ ان کے والد ان کے جد امجد سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا متکبرین کو آدمیوں کی شکل میں چیونٹیوں کی طرح قیامت کے روز جمع کیا جائے گا۔ ذلت ان پر ہر طرف سے چھائے گی اور انہیں جہنم کے اس قید خانے کی طرف ہانکا جائے گا۔ ان کے اوپر آگ ہی آگ ہوگی۔ وہ طینۃ الخبال نامی جہنمیوں کی گندگیوں کا نچوڑ پلائے جائیں گے (ترمذی)

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آدمی برابر اپنے نفس کے ساتھ جاتا رہتا ہے یہاں تک کہ اسے متکبرین میں لکھ لیا جاتا ہے اور پھر ان کے انجام تک پہنچ جاتا ہے۔ (ترمذی)

۲۹۔ لالچ

دنیا کی ہر چیز خصوصاً مال و دولت کو ضرورت سے بہت زیادہ حاصل کرنے کی خواہش رکھنے کو لالچ کہا جاتا ہے، کھانے پینے، رہائش، اہل و عیال غرض یہ کہ جتنی بھی اہم ضروریات ہیں ان کے لیے رزق حلال سے دولت حاصل کرنا لالچ نہیں۔ کیونکہ شریعت نے مال و دولت حاصل کرنے کی ایک حد مقرر کی ہے۔ اس حد کو بالائے طاق رکھ کر ہر وقت یہی تمنا

کرتے رہنا کہ زیادہ سے زیادہ دولت حاصل کرلوں۔ یہ خواہش لالچ میں آئے گی۔ ایسا کرنا عاقبت کے لیے درست نہیں کیونکہ زیادہ لالچ انسان کو یاد الٰہی سے غافل کر دیتا ہے۔ حرص ولالچ انسان کو بیشمار مصائب میں مبتلا کرتا ہے کیونکہ لالچی شخص کسی مقام پر بھی مطمئن نہیں ہوتا۔ لالچ بے شمار گناہوں کا سرچشمہ ہے۔ اس لیے یہ بہت ہی بری خصلت ہے۔ حضور ﷺ نے مختلف انداز میں لالچ کو تقویٰ کی حد تک کم کرنے کی ترغیب دی ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا آدمی بوڑھا ہو جاتا ہے اور اس کی دو چیزیں جوان رہتی ہیں مال کی حرص اور عمر کی حرص۔ (بخاری شریف)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا بوڑھے کا دل دو چیزوں میں ہمیشہ جوان رہتا ہے۔ دنیا کی محبت اور لمبی عمر میں۔ (مسلم شریف)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اپنے سامنے ایک لکڑی گاڑی اور دوسری لکڑی اس کے پہلو میں اور تیسری بہت دور۔ فرمایا جانتے ہو یہ کیا ہے؟ لوگ عرض گزار ہوئے کہ اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں۔ فرمایا کہ یہ انسان ہے اور یہ انسان کی موت ہے یا میرے خیال میں یہ امید ہے وہ امید کی طرف دوڑتا ہے لیکن امید سے پہلے موت آ پہنچتی ہے۔ (شرح السنۃ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے اس کا عذر ختم کر دیا جس کی موت ہٹا دی یہاں تک کہ عمر ساٹھ سال تک پہنچ گئی۔ (بخاری)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا اگر آدمی کے لیے مال سے بھری ہوئی دو وادیاں ہوں تو تیسری کی تلاش کرے گا اور آدمی کے پیٹ کو نہیں بھرتی مگر مٹی اور توبہ کرنے والے کی اللہ تعالیٰ توبہ قبول نہیں فرماتا۔ (مسلم شریف)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا یہ آدمی ہے اور یہ اس کی موت ہے اور دست مبارک کو گدی کے پاس رکھا پھر دراز کیا اور فرمایا یہ اس کی امید ہے۔ (ترمذی)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے خطوط کھینچے اور فرمایا یہ امید ہے اور یہ اس کی موت ہے آدمی اسی حالت میں ہوتا ہے کہ اسے قریب والا خط آ لیتا ہے۔ (بخاری)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ وہ چکنی اور پھسلا دینے والی چیز کہ جس پر علماء کے قدم ٹھہر نہیں سکتے وہ لالچ ہے۔ (کنز العمال)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مرتبے کے لحاظ سے قیامت کے روز سب انسانوں سے بدتر وہ بندہ ہوگا جس نے دوسرے کی دنیا کی خاطر اپنی عاقبت برباد کرلی۔ (ابن ماجہ)

لالچ کا علاج صبر اور قناعت ہے یعنی جو کچھ کمانے سے میسر آجائے اس پر اللہ کا شکر ادا کرے۔ کیونکہ اللہ کے بندوں نے ہمیشہ قناعت ہی سے کام لیا ہے اور لالچ کو اللہ کی رضا کے تابع کیا ہے اگر کوئی انسان اس ارشاد کے مطابق یہ سوچ پیدا کرے کہ انسان جب ماں کے پیٹ میں رہتا ہے اسی وقت فرشتہ خدا کے حکم سے انسان کی چار چیزیں لکھ دیتا ہے۔ انسان کی عمر' انسان کی روزی' انسان کی نیک نصیبی' انسان کی بدنصیبی' یہی انسان کا نوشتۂ تقدیر ہے۔ لاکھ سر مارو مگر وہی ملے گا جو تقدیر میں لکھ دیا گیا ہے۔ اس کے بعد یہ سمجھ کر کہ خدا کی رضا اور اس کی عطا پر راضی ہو جاؤ اور یہ کہہ کر لالچ کے قلعے کو ڈھا دو کہ جو میری تقدیر میں تھا وہ مجھے ملا اور جو میری تقدیر میں ہوگا وہ آئندہ ملے گا اور اگر کچھ کمی کی وجہ سے قلب میں تکلیف ہو اور نفس ادھر ادھر لپکے تو صبر کر کے نفس کی لگام کھینچ لو۔ اس طرح رفتہ رفتہ قلب میں قناعت پیدا ہو جائے گی اور لالچ شرعی حد تک محدود ہو جائے گا۔

۳۰۔ دھوکہ بازی

دھوکہ بازی اور فریب سے دوسرے کا حق تلف ہوتا ہے اس لیے اسلام میں دھوکہ بازی کو قطعاً حرام اور گناہ کبیرہ قرار دیا ہے جس کی سزا جہنم کا عذاب عظیم ہوگا۔ اصلی چیز کو نقلی کے ساتھ ملا کر فروخت کرنا اسلام اقدار کے بالکل منافی ہے۔ دھوکہ اور فریب بھی ایک طرح کا جھوٹ ہی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ سچ کو جھوٹ سے نہ ملاؤ اور جان بوجھ کر حق کو نہ چھپاؤ (بقرہ) مزید ارشاد فرمایا ہے کہ اے ایمان والو! تم آپس میں ایک دوسرے کا مال ناجائز طریقے سے مت کھاؤ۔ غرضیکہ دھوکہ بازی سے کسی چیز کا حاصل کرنا سخت گناہ ہے اس لیے زندگی کے کسی شعبے میں بھی دھوکے کے راستہ اختیار نہیں کرنا چاہیے کیونکہ اللہ اور اس کے رسول کی ناراضگی مول لینا کہاں کی دانش مندی ہے۔ دھوکہ بازی سراسر اللہ کو ناراض

کرنے والا فعل ہے اس لیے ہر ممکن کوشش کر کے دھوکہ بازی سے اجتناب کرنا چاہیے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے جو ہمارے ساتھ دھوکہ بازی کرے وہ ہم میں سے نہیں ہے اور مکر و دھوکہ بازی جہنم میں ہے۔ (کنزالعمال)

امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو کسی مسلمان کے ساتھ مکر کرے یا نقصان پہنچائے یا دھوکہ دے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ (کنزالعمال)

امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ تین شخص جنت میں داخل نہیں ہوں گے۔ 1- دھوکہ باز 2- بخیل 3- احسان جتانے والا۔ (کنزل العمال)

امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی ﷺ نے فرمایا کہ جو مسلمان کو ضرر پہنچائے۔ اللہ تعالیٰ ضرور اس کو ضرر پہنچائے گا اور جو مسلمانوں کو مشقت میں ڈالے اللہ تعالیٰ اس کو مشقت میں ڈالے گا۔ (کنزالعمال)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مسلمان عزیز و محترم ہے مگر فاسق اور دھوکے باز مکار اور بدبخت ہے۔ (اخلاق محمدیہ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا جس نے کسی کی بیوی یا غلام کو (دھوکہ دیا اور) خراب کیا وہ ہم میں سے نہیں۔ (ابوداؤد)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول کریم ﷺ نے فرمایا جس نے ہم پر ہتھیار اٹھایا وہ ہم میں سے نہیں اور جس نے ہمیں دھوکہ دیا وہ بھی ہم میں سے نہیں۔ (مسلم شریف)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ غلہ کے ایک ڈھیر کے پاس سے گزرے تو اپنا ہاتھ اس میں ڈالا آپ ﷺ کی انگلیاں تر ہو گئیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا اے غلہ والے! یہ کیا ہے؟ اس نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ اس پر بارش ہو گئی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا تو نے اسے غلہ کے اوپر کیوں نہیں کیا تا کہ لوگ اسے دیکھتے۔ جس نے ہمیں دھوکہ دیا وہ ہم میں سے نہیں۔ (مسلم شریف)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دھوکہ بازی سے منع فرمایا۔ (بخاری شریف)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک شخص نے بارگاہ نبوی میں عرض کیا یارسول اللہ! مجھے خرید وفروخت میں دھوکہ دیا جاتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس سے سودا کرو اسے کہہ دو کہ دھوکہ بازی نہ ہو۔ (مسلم شریف)

۳۱۔ مذمتِ لعنت

لعنت کا مطلب اللہ کی رحمت سے دوری ہے اس لیے جو شخص کسی دوسرے پر لعنت کرتا ہے تو گویا کہ وہ ایک لحاظ سے دوسرے کے لیے اللہ کی رحمت سے دوری کی بددعا کرتا ہے اور دوسروں کے لیے بددعا کرنا تو اچھا نہیں اس لیے دوسروں پر لعن طعن کرنے سے منع کیا گیا ہے کیونکہ جس کے اوپر لعنت کی جاتی ہے اگر وہ لعنت کی بددعا کا مستحق نہ ہو تو وہی لعنت لوٹ کر لعنت کرنے والے پر پڑتی ہے۔ جس سے لعنت کرنے والا ہی اللہ کی رحمت سے دور ہو جاتا ہے تو اسی طرح لعنت کرنے والا کسی نہ کسی صورت میں نقصان ہی کی طرف جاتا ہے۔ اس لیے دوسروں کو برا کہنے سے منع کیا گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات بیشمار میں لعنت کرنے کی مذمت کی گئی ہے تا کہ لوگ اس بری حرکت سے باز رہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ہوا نے ایک آدمی کی چادر اڑائی تو اس نے ہوا پر لعنت کی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس پر لعنت نہ کرو کیونکہ یہ تو حکم کی پابند ہے۔ اور جو کسی چیز پر لعنت کرے اور وہ اس کی مستحق نہ ہو تو لعنت اسی پر لوٹتی ہے۔ (ترمذی' ابوداؤد)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بہت سچے کے لیے مناسب نہیں کہ بہت لعنت کرنے والا بنے۔ (مسلم)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مومن لعنت کرنے والا نہیں ہوتا ایک اور روایت ہے کہ مومن کے لیے مناسب نہیں ہے کہ وہ لعنت کرنے والا بنے۔ (ترمذی)

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے

سنا بہت لعنت کرنے والا قیامت کے روز نہ گواہ ہوں گے اور نہ شفاعت کرنے والے۔(مسلم)

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ کی لعنت اور اس کے غضب کے ساتھ کسی پر لعنت نہ کیا کرو اور نہ جہنم کے ساتھ۔ایک روایت میں ولا بالنار ہے۔(ترمذی' ابوداؤد)

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ جب آدمی کسی چیز پر لعنت کرتا ہے تو لعنت آسمان کی طرف چڑھتی ہے تو اس کے سامنے آسمان کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں۔ پھر وہ زمین کی طرف اترتی ہے تو اس کے دروازے بھی اس کے سامنے بند کر دیے جاتے ہیں پھر وہ دائیں بائیں پھرتی ہے جب کوئی ٹھکانا نہیں پاتی تو اس شخص کی طرف لوٹتی ہے جس پر لعنت کی گئی تھی۔ اگر وہ اس کا اہل ہو تو اس پر پڑتی ہے ورنہ اپنے کہنے والے کی طرف لوٹتی ہے۔(ابوداؤد)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس سے گزرے جو اپنے کسی غلام کو لعنت ملامت کر رہے تھے ان کی جانب متوجہ ہو کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔صدیق رضی اللہ عنہ ہو کر لعنت ملامت کرنا' خدا کی قسم یہ نہیں ہو سکتا۔ پس اس روز حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنے بعض غلام آزاد کر دیے۔ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض گزار ہوئے کہ آئندہ ایسا نہیں کروں گا۔(بیہقی)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے یہ پسند نہیں کہ کسی کی نقل اتاروں اگرچہ مجھے اتنا کچھ ملے۔(ترمذی)

خالد بن معدان نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو اپنے بھائی کو کسی گناہ کی وجہ سے ملامت کرے تو اس وقت تک وہ نہیں مرے گا جب تک اس گناہ کو کر نہ لے جبکہ اس نے توبہ کر لی ہو۔(ترمذی)

۳۲۔ بغض و کینہ

کسی کے خلاف دل میں انتقامی جذبہ رکھنا جبکہ وہ قصور وار نہ ہو' بغض اور کینہ کہلاتا ہے۔ایسے ہی کسی دشمنی اور عداوت کا دل میں دیرپا رکھنا بھی بغض و کینہ کہلاتا ہے۔ بغض اور

کینہ ایسی بداخلاقی بیماری ہے کہ اس سے دین اور ایمان خراب ہو جاتا ہے اور نیکی برباد ہو جاتی ہے۔ بغض اور کینے سے دل کی پاکیزگی قائم نہیں ہوتی جس سے نیک اعمال میں رکاوٹ پیدا ہو جاتی ہے اس لیے اللہ سے دعا مانگنی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ دل کو بغض سے پاک رکھے اور خود پروردگار عالم نے فرمایا ہے کہ "اے مومنو! یوں مجھ سے دعا مانگو کہ اے ہمارے پروردگار! ہم کو اور ہمارے بھائیوں کو جو ہم سے پہلے صاحب ایمان ہوئے معاف کر اور ہمارے دلوں میں بغض اور کینہ پیدا نہ ہونے دے۔ اے ہمارے رب بیشک تو نرمی والا ہے۔" (سورہ حشر) حضور ﷺ نے بھی اس برائی سے بچنے کی بہت تاکید فرمائی ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جنت کے دروازے پیر اور جمعرات کے روز کھولے جاتے ہیں پس ہر ایک آدمی کو بخش دیا جاتا ہے جو اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنے ماسوائے اس شخص کے جس کا اپنے بھائی کے ساتھ کینہ ہو۔ کہا جاتا ہے کہ ان دونوں کو صلح کرنے تک رہنے دو۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا لوگوں کے اعمال ہر ہفتے میں دو دفعہ پیش کیے جاتے ہیں پیر اور جمعرات کے روز۔ پس ہر مومن بندے کو بخش دیا جاتا ہے ماسوائے اس آدمی کے جس کا اپنے بھائی کے ساتھ کینہ ہو۔ پس کہا جاتا ہے ان دونوں کو چھوڑ دو یہاں تک کہ مل جائیں۔ (مسلم شریف)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم لوگ ایک دوسرے سے بغض نہ رکھو اور ایک دوسرے سے قطع تعلق نہ کرو اور تم لوگ بھائی بھائی بن کر رہو۔ (بخاری شریف)

حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ شب برأت میں اللہ تعالیٰ تمام بخشش مانگنے والوں کی مغفرت فرما دیتا ہے اور رحمت طلب کرنے والوں پر رحمت نازل فرما دیتا ہے لیکن کینہ رکھنے والے کے معاملہ کو مؤخر اور ملتوی فرما دیتا ہے۔ (کنز العمال)

حضرت واثلہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' اپنے بھائی کو مصیبت میں مبتلا دیکھ کر خوشی کا اظہار نہ کرو۔ مبادا اللہ تعالیٰ اس پر رحم فرمائے اور تمہیں مبتلا کر دے۔ (ترمذی شریف)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی مسلمان کے لیے جائز نہیں کہ اپنے بھائی کو تین دن سے زیادہ چھوڑے۔ جس نے تین دن سے زیادہ چھوڑا اور مر گیا تو جہنم میں داخل ہوا۔ (احمد، ابوداؤد)

حضرت ابوخراش سلمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا، جس نے اپنے بھائی کو سال بھر چھوڑے رکھا تو یہ اس کا خون بہانے کی طرح ہے۔ (احمد، ابوداؤد)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کسی مؤمن کے لیے جائز نہیں ہے کہ دوسرے مؤمن کو تین دن سے زیادہ چھوڑے رہے۔ اگر تین دن گزر جائیں اور اس سے ملاقات ہو تو سلام کرے۔ اگر وہ جواب دے تو ثواب میں دونوں شریک ہو گئے اور اگر جواب نہ دے تو وہ گناہ لے کر لوٹا اور یہ مسلمان چھوڑنے کے گناہ سے نکل گیا۔ (ابوداؤد)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی مسلمان کے لیے مناسب نہیں کہ تین دن سے زیادہ دوسرے مسلمان کو چھوڑے رہے۔ جب اسے ملے تو تین دفعہ تک سلام کرے۔ اگر وہ ہر دفعہ جواب نہ دے تو گناہ لے کر لوٹا۔ (ابوداؤد)

۳۴۔ عیب جوئی

دوسروں کی برائیوں کو تلاش کرنے کو عیب جوئی کہا جاتا ہے۔ یہ بہت بری عادت ہے۔ اکثر دیکھا گیا ہے کہ بداعتادی کے نتیجہ میں باطنی طور پر آدمی بدگمانی میں مبتلا ہو جاتا ہے اور ظاہری طور پر تجسس کرنے لگتا ہے لیکن اسلام معاشرہ کے ظاہر اور باطن دونوں کو پاک صاف رکھنا چاہتا ہے اس لیے بدگمانی کی ممانعت کے ساتھ تجسس کی بھی ممانعت کر دی گئی ہے۔ اکثر ایک چیز دوسری کا سبب بنتی ہے۔

لوگوں کی حرمت کو تجسس کے ذریعے زائل کرنا اور ان کی مخفی باتوں کے پیچھے پڑنا ہرگز جائز نہیں اگرچہ وہ ذاتی طور پر گناہ کے مرتکب ہو رہے ہیں۔ جب تک کہ وہ اسے چھپاتے رہیں اور کھلے بندوں گناہ کا ارتکاب نہ کریں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بدگمانی سے بچو۔

کیونکہ بدگمانی نہایت جھوٹی بات ہے۔ نہ عیب تلاش کرو نہ جاسوسی کرو نہ حرص کرو اور نہ ایک دوسرے سے حسد کرو نہ باہم بغض رکھو اور نہ دشمنی کرو۔ اللہ کے بندو! بھائی بھائی بن جاؤ جیسا کہ اس نے تم کو حکم دیا۔ مسلمان مسلمان کا بھائی ہے نہ اس پر ظلم کرے اور نہ اسے ذلیل و رسوا کرے۔ سینہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے (دو مرتبہ) فرمایا۔ تقویٰ یہاں ہے کسی انسان کے لیے اتنی برائی ہی کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو حقیر جانے۔ ہر مسلمان کا خون' اس کی عزت اور مال دوسرے مسلمان پر حرام ہے۔ اللہ تعالیٰ تمہارے جسموں' صورتوں اور اعمال کو نہیں دیکھتا بلکہ وہ تمہارے دلوں کی طرف دیکھتا ہے۔ ایک روایت میں ہے نہ ایک دوسرے سے حسد کرو نہ بغض رکھو نہ جاسوسی کرو نہ عیب جوئی کرو اور نہ دھوکہ دو۔ اللہ کے بندو! بھائی بھائی بن جاؤ۔ ایک روایت میں ہے نہ قطع تعلق کرو نہ ایک دوسرے سے دشمنی رکھو نہ بغض رکھو اور نہ ایک دوسرے سے حسد کرو۔ اللہ کے بندو! بھائی بھائی بن جاؤ۔ ایک روایت میں ہے ایک دوسرے کو نہ چھوڑ دو اور تم میں سے کوئی دوسرے بھائی کے سودے پر سودا نہ کرے۔ (مسلم شریف)

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا' اگر تو مسلمانوں کی عیب جوئی کرے گا تو ان کو فساد میں مبتلا کرے گا۔ یا فرمایا قریب ہے کہ تو ان کو فساد میں مبتلا کرے۔ (ابوداؤد)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ ان کے پاس ایک آدمی لایا گیا اس کے بارے میں بتایا گیا یہ فلاں شخص ہے جس کی داڑھی سے شراب کے قطرے گر رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا ہم کو تجسس سے منع کیا گیا ہے البتہ کوئی بات اگر ہمارے سامنے ظاہر ہو جائے تو ہم گرفت کریں گے۔ (ابوداؤد)

۳۴۔ خیانت

امانت میں خیانت بھی ایک بڑا اخلاقی جرم ہے۔ بغیر مالک کی اجازت کے کسی کی چیز کو اپنے تصرف میں لے آنا خیانت ہے یہ بھی ایک طرح کی چوری ہے کیونکہ جو حق واجب الادا ہوا سے ایمانداری سے ادا نہ کرنا خیانت ہے۔ ایسے ہی ہر حقدار کا حق ادا نہ کرنا خیانت ہے۔ ایسے ہی میاں کے ذمے جو حقوق بیوی سے متعلقہ واجب الادا ہوتے ہیں ان کا غلط

استعمال خیانت ہے۔ خیانت جسم کے ہر عضو سے ہو سکتی ہے۔ لہٰذا دل' زبان' ہاتھ پاؤں کو احکام الٰہی کے خلاف استعمال کرنا بھی خیانت ہے۔ کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ اللہ تمہاری آنکھوں کی خیانت اور سینے میں چھپے ہوئے راز کو جانتا ہے۔ (المؤمن) ایک اور مقام پر ارشاد ہے کہ اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی خیانت نہ کرو اور نہ آپس کی امانتوں میں جان بوجھ کر خیانت کرو۔ (الانفال) اللہ کے حبیب ﷺ خیانت یہ ہے کہ جو فریضہ مسلمانوں کے ذمے لگایا گیا ہے اسے صحیح طریقے سے ادا نہ کیا جائے گویا کہ خیانت کی خواہ کوئی صورت ہو وہ نہایت ہی بری ہے۔ اس لیے خیانت سے بچنے کی ہر ممکن کوشش کرنی چاہیے۔

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ مؤمن ہر قسم کی خصلتوں پر پیدا کیا جاتا ہے ماسوائے خیانت اور جھوٹ کے۔ (احمد' بیہقی)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اکرم ﷺ نے فرمایا۔ منافق کی تین نشانیاں ہیں۔ جب بات کرتا ہے جھوٹ بولتا ہے۔ جب وعدہ کرتا ہے تو اس کی خلاف ورزی کرتا ہے اور جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو خیانت کرتا ہے۔ (بخاری شریف)

۴۵۔ بدگمانی

کسی کے بارے میں اچھا گمان نہ رکھنے کو بدگمانی کہا جاتا ہے۔ بغیر کسی تحقیق کے اپنے دل میں طرح طرح کے خیالات پیدا کرتے رہنا کوئی اچھی عادت نہیں۔ جہاں کسی دو شخصوں کو دیکھا کہ وہ کوئی بات چیت کر رہے ہیں تو اپنے دل میں یہ سوچ پیدا کر لینا کہ وہ میرے خلاف ہی کچھ کر رہے ہیں' بدگمانی کے زمرے میں شمار ہوگا۔ یہ عادت بہت بری ہے اور اللہ تعالیٰ نے اسے گناہ قرار دیا ہے لہٰذا جب تک واضح دلیل سے کسی بات کا یقین نہ ہو جائے ہرگز ہرگز بے بنیاد گمان سے کوئی رائے قائم نہیں کرنی چاہیے کیونکہ حضور ﷺ نے بدگمانی سے منع فرمایا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بدگمانی سے بچو۔ کیونکہ بدگمانی سب سے جھوٹی بات ہے اور ایک دوسرے کی عیب جوئی نہ کرو۔ باتیں چھپ

کرنہ سنو برتری نہ جتاؤ۔ حسد نہ کرو عداوت نہ رکھو اور پیٹھ پیچھے برائی نہ کرو اور اللہ کے بندو! آپس میں بھائی بن جاؤ۔ (بخاری شریف)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ بدگمانی سے بچو۔ کیونکہ بدگمانی سراسر جھوٹ ہے اور نہ جاسوسی کرو اور نہ کسی کو جاسوسی کرنے دو۔ (ابن ماجہ)

۳۶۔ مذمتِ جادو

اسلام میں جادو کرنا حرام اور گناہ کبیرہ ہے اور اگر کسی منتر سے اسلام کی توہین ہوتی ہو تو ایسا جادو کفر ہے کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ شیطانوں نے کفر کیا کہ وہ لوگوں کو جادو سکھاتے تھے۔ (بقرہ) اس سے معلوم ہوا کہ جادو کرنا' کروانا' سیکھنا اور سکھلانا سب حرام ہے لہٰذا جادو کے تعویذات اور عملیات کرنا سخت گناہ کبیرہ ہے۔ اللہ ہر ایک کو ایسی بری حرکت سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ سات مہلک چیزوں سے بچو۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یارسول اللہ! وہ کیا ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی کو اللہ تعالیٰ کا شریک کرنا' جادو کرنا' اس نفس کو ناحق قتل کرنا جسے اللہ تعالیٰ نے حرام ٹھہرایا' سود کھانا' یتیم کا مال کھانا' لڑائی کے وقت بھاگ جانا' مؤمن پاکدامن غافل عورتوں پر تہمت لگانا۔ (مسلم شریف)

عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم چند روز اسی حالت میں رہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خیال گزرتا کہ میں فلاں بیوی کے پاس سے آیا ہوں حالانکہ ان کے پاس سے آئے نہ ہوتے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ ایک روز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ اے عائشہ رضی اللہ عنہا! جو بات میں پوچھنا چاہتا تھا وہ مجھے اللہ تعالیٰ نے بتادی ہے یعنی میرے پاس دو آدمی آئے تو ان میں سے ایک میرے پیروں کے پاس بیٹھ گیا اور دوسرا میرے سر کے پاس یعنی جو پیروں کے پاس تھا وہ اس سے کہنے لگا جو سر کے پاس تھا کہ اس آدمی کا کیا حال ہے؟ جواب دیا کہ اس پر جادو کیا گیا ہے۔ پوچھا کس نے جادو کیا ہے؟ کہا کہ لبید بن اعصم نے کیا ہے۔ پوچھا کہ کس چیز پر؟ جواب دیا کہ سر کے بالوں کو نر کھجور کے چھلکے میں جو کنگھی اور کتان کے تار میں ہیں' انہیں ذروان کنویں میں ایک

پتھر کے نیچے دبایا ہے۔ پس نبی کریم ﷺ اس کنویں کے پاس تشریف لے گئے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہی کنواں ہے جو مجھے خواب میں دکھایا گیا ہے۔ اس کی کھجوریں ایسی ہیں جیسے شیاطین کے سر اور اس کا پانی مہندی کے دھوون جیسا ہے۔ پس نبی کریم ﷺ نے حکم فرمایا تو وہ چیزیں نکال لی گئیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں عرض گزار ہوئی یا رسول اللہ! اس کے باوجود آپ ﷺ نے اس بات کا چرچا کیوں نہیں فرمایا؟ پس نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے مجھے شفاعطا فرما دی تو میں اسے ناپسند کرتا ہوں کہ لوگوں کی برائی کو شہرت دوں۔ حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ لبید ابن اعصم کا تعلق بنی زریق سے تھا جو یہودیوں کے حلیف تھے۔ (بخاری شریف)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا جس نے علم نجوم سیکھا اس نے جادو کا ایک حصہ سیکھا اسے جتنا زیادہ سیکھے گا اتنا ہی جادو کا علم بڑھے گا۔ (ابوداؤد)

۳۷۔ دورُخی

دورخاپن چغلخوری کی بدترین صورت ہے۔ دورخے پن کا مطلب یہ ہے کہ ایک شخص کو یہ کہنا کہ فلاں تمہارے خلاف ہے اور دوسری طرف دوسرے سے یہ کہنا کہ وہ تمہارے خلاف ہے اور یوں یوں کہتا ہے۔ اس طرح دو دوستوں میں بدگمانی پیدا کر کے ان میں لڑائی جھگڑا کروا دینا' ایسے لوگوں کی عادت ہوتی ہے کہ ایک شخص کے سامنے اگر آپ کی تعریف کر رہا ہے تو تھوڑی دیر کے بعد دوسرے کے سامنے بد تعریفی کرنے لگے گا۔ یہ ایک طرح کی منافقت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ایسا کرنے کو بہت برا فعل قرار دیا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ جب ان لوگوں سے ملتے ہیں جو ایمان لا چکے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم بھی ایمان لے آئے ہیں اور جب خلوت میں شیطان صفت لوگوں سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم تمہارے ساتھ ہیں۔ ہم تو صرف مسلمانوں کا مذاق اڑا رہے تھے۔ (البقرہ) غرضیکہ ایسے لوگ بہت خطرناک ہوتے ہیں۔ اگر کسی شخص میں ایسی عادت ہو تو بھی اسے ترک دینا چاہیے۔ حضور ﷺ نے بھی دورخی کی بہت مذمت فرمائی ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ تم قیامت میں

سب سے برا دو منہ والے آدمی کو دیکھو گے جو ایک کے منہ پر کچھ کہتا ہے اور دوسرے کے منہ پر کچھ۔ (مسلم)

حضرت عمار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس شخص میں دنیا میں دو رخاپن ہوگا' قیامت کے دن اس کی دو زبانیں آگ کی ہوں گی۔ (ابوداؤد)

۳۸۔ مذمت فحش گوئی

زبان سے برے الفاظ یعنی گالی گلوچ کرنے کو فحش گوئی کہا جاتا ہے۔ فحش گوئی اچھے لوگوں کا کام نہیں کیونکہ گالی گلوچ شرعاً حرام اور گناہ ہے۔ بعض لوگ اسے بے تکلفی کی دلیل سمجھتے ہیں ان کا یہ خیال بالکل غلط ہے۔ فحش گوئی سے عام طور پر لڑائی جھگڑا جنم لیتا ہے اور بعض اوقات خونریزی تک نوبت پہنچ جاتی ہے لہٰذا ایسی بری عادت کو بالکل نہ اپنائیں۔ جو اپنے لیے اور دوسروں کے لیے نفرت پیدا کرنے کا ذریعہ بنے۔ اگر کوئی ان سے الجھنے کی کوشش کرتا ہے تو وہ کسی نہ کسی طریقے سے اپنے دامن کو بچا لیتے ہیں۔ فحش گوئی ہر حال میں بری ہے کیونکہ بدزبان دین و دنیا میں فحش گوئی کی بنا پر نیکیوں سے محروم رہتا ہے۔ اس لیے اپنے بچوں کو تربیت کرتے ہوئے انہیں اس بری عادت سے بچانے کی ہر ممکن کوشش کرنی چاہیے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مومن طعنہ دینے والا' لعنت کرنے والا' فحش گو اور بے غیرت نہیں ہوتا۔ (ترمذی) اور بیہقی کی روایت میں فحش گو بے غیرت ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دو گالی گلوچ کرنے والوں میں مجرم پہل کرنے والا ہے۔ جب تک مظلوم زیادتی نہ کرے۔ (مسلم)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مسلمان کو گالی دینا فسق اور اسے قتل کرنا کفر ہے۔ (بخاری شریف)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت طلب کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسے اجازت دے دو اور یہ خاندان کا برا آدمی ہے۔ جب وہ بیٹھ گیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خندہ پیشانی سے ملے اور کھل کر کلام فرمایا۔ جب وہ آدمی چلا گیا تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا عرض گزار ہوئیں۔ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ نے تو ایسا

فرمایا تھا پھر اس سے خندہ پیشانی سے ملے اور کھل کر کلام فرمایا؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم نے مجھے فحش گو کب پایا؟ بیشک قیامت میں مرتبے کے لحاظ سے اللہ تعالیٰ کے نزدیک برا آدمی وہ ہوگا جس کو اس کی برائی کے باعث لوگ چھوڑ دیں اور ایک روایت میں ہے کہ اس کی فحش گوئی کے باعث چھوڑ دیں۔ (مسلم شریف)

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کوئی آدمی دوسرے پر فسق یا کفر کی تہمت نہ لگائے ورنہ وہ اسی پر لوٹتی ہے جبکہ اس کا ساتھی ایسا نہ ہو۔ (بخاری شریف)

۳۹۔ غصہ

شدت جذبات کے اظہار کا نام غصہ ہے۔ غصے کا جذبہ ہر انسان میں قدرتی طور پر موجود ہے مگر عام معمولات زندگی میں غصہ اچھی چیز نہیں۔ ایسے ہی بات بات پر غصہ کرنا اچھا نہیں۔ غصہ کرنے والا شخص بھائی چارے میں اچھا انسان ثابت نہیں ہوتا بلکہ غصے کی حالت میں بہت سے بنے ہوئے کام بھی بگڑ جاتے ہیں اور بعض اوقات تو غصہ ایمان پر اثر انداز ہو جاتا ہے کیونکہ غصے کی حالت میں انسان اکثر اوقات اپنے آپ سے باہر ہو جاتا ہے اور عقل کے تقاضوں کو بھی پس پشت ڈال دیتا ہے۔ اس طرح شیطان کو راہ راست سے گمراہ کرنے کا موقع مل جاتا ہے۔ اس لیے غصہ کرنے سے منع فرمایا گیا ہے بلکہ حضور ﷺ نے اس کی بے پناہ مذمت کی ہے۔ تاکہ لوگ غصہ کو چھوڑ کر نرمی کا لہجہ اختیار کریں کیونکہ نرمی سے جو بات بنتی ہے وہ غصے سے نہیں بنتی۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر تم میں سے کسی کو غصہ آئے اور وہ کھڑا ہو تو بیٹھ جائے۔ اگر غصہ چلا جائے تو فبہا ورنہ لیٹ جائے۔ (ترمذی)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے زبان کو روکا تو اللہ تعالیٰ اس کے عیوب پر پردہ ڈالے گا۔ جس نے غصہ کو روکا تو قیامت کے روز اللہ تعالیٰ اس سے اپنے عذاب کو روک لے گا اور جس نے اللہ کے لیے عذر قبول کیا تو اللہ تعالیٰ اس کا عذر قبول فرمائے گا۔ (بیہقی)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کسی بندے نے اللہ تعالیٰ کے نزدیک غصے کے گھونٹ سے افضل کوئی گھونٹ نہیں پیا۔ جس کو وہ رضائے الٰہی کے

لیے پیئے۔ (احمد)

حضرت عطیہ بن عروہ سعدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا غصہ شیطان کی طرف سے ہے اور شیطان کو آگ سے پیدا کیا گیا ہے اور پانی ہی آگ کو بجھاتا ہے لہٰذا جب تم میں کسی کو غصہ آئے تو وضو کر لیا کرے۔ (ابوداؤد)

بہز بن حکیم ان کے والد ماجد ان کے جد امجد سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا غصہ ایمان کو ایسے خراب کر دیتا ہے جیسے ایلوا شہد کو خراب کر دیتا ہے۔ (بیہقی)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں عرض گزار ہوا کہ مجھے وصیت فرمائیے۔ فرمایا کہ غصے میں نہ آیا کرو اور اسی کو بار بار دہرایا کہ غصے میں نہ آیا کرو۔ (بخاری)

سہل بن معاذ نے اپنے والد ماجد سے روایت کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو اپنے غصے کو پی جائے حالانکہ وہ اس کے مطابق کرنے پر قدرت رکھتا ہو تو قیامت کے روز اللہ تعالیٰ اسے مخلوق کے سرداروں میں بلائے گا۔ اور اسے اختیار دے گا کہ جس حور کو چاہے پسند کر لے۔ (ترمذی' ابوداؤد)

۴۰۔ مذمت خوشامد

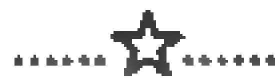
کسی کی حد سے زیادہ تعریف کرنا جس کے لائق وہ نہ ہوتا کہ تعریف کرنے والے سے کوئی کام نکالا جا سکے۔ خوشامد کہلاتا ہے۔ خوشامد بھی ایک طرح کا جھوٹ ہے اس لیے یہ اخلاق کے تقاضے کے برعکس ہے کیونکہ بعض مرد اور عورتیں ایسی خوش فہمی کا شکار ہوتے ہیں کہ ان کے منہ پر تعریف کرنے سے وہ خوش ہو جاتے ہیں۔ یہ ایک نفسیاتی مرض ہے جس سے بچنے کی بہت تاکید کی گئی ہے خوشامد کرنے کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ خوشامد کے ذریعے کسی نہ کسی طرح فائدہ حاصل کر لیا جائے اس سے دوسروں کی حق تلفی ہو گی اور دوسرے یہ کہ جس کی خوشامد کی جاتی ہے وہ احساس برتری کا شکار ہو جاتا ہے۔ اس طرح خوشامد کرنے والا اور کروانے والا دونوں ہی اسلام کے اخلاقی تقاضے کی خلاف ورزی کرتے ہیں۔ جس سے دوسری برائیاں جنم لینے کا راستہ کھلتا ہے۔ اس لیے دوسرے کی حد سے زیادہ تعریف کرنے سے منع کیا گیا ہے اس کی مذمت کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات حسب ذیل ہیں:

حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تم بہت تعریف کرنے والوں کو دیکھو تو ان کے منہ میں مٹی ڈال دیا کرو۔ (مسلم شریف)

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں ایک آدمی نے دوسرے کی تعریف کی۔ آپ ﷺ نے تین دفعہ فرمایا۔ تم پر افسوس! تم نے اپنے بھائی کی گردن کاٹ دی۔ اگر تم میں سے کسی کو تعریف کرنی ہی پڑے تو کہے۔ میں فلاں کو ایسا سمجھتا ہوں اور حساب لینے والا اللہ تعالیٰ ہے۔ جبکہ وہ اس کی نظر میں ایسا ہو۔ اور اللہ تعالیٰ کے مقابلے پر کسی کی صفائی بیان نہ کرے۔ (بخاری شریف)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میری ویسی تعریف نہ کرو جیسا کہ عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعریف میں مبالغہ کیا ہے۔ میں صرف اللہ کا بندہ اور رسول ہوں۔ (مشکوٰۃ شریف)

ایک دفعہ حضور ﷺ مسجد میں تشریف لائے تو دیکھا کہ ایک شخص نماز پڑھ رہا ہے آپ ﷺ نے کسی سے پوچھا کہ یہ کون ہے' تو اس نے اس کی بڑی مبالغہ آمیز تعریف شروع کر دی تو اس پر حضور ﷺ نے فرمایا کہ اس کو سنا کر مت کہو کہ اس طرح اس کو برباد ہی کر دو۔ (ادب المفرد)



حصہ نہم

کسبِ مُعاش

ا۔تجارت

اشیاء کی خرید وفروخت کا نام تجارت ہے یہ نہایت ہی عمدہ پیشہ ہے۔اس کے ذریعے اسلامی معیشت کو بہت فروغ ملتا ہے۔حضور ﷺ کے ارشادات گرامی میں اس کی یوں ترغیب دی گئی ہے۔

حدیث ۱ : حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' پہلے زمانے کے ایک آدمی کے پاس فرشتہ اس کی روح قبض کرنے کے لیے آیا۔اس سے کہا گیا کہ تو نے کوئی نیکی کی ہے؟ کہا میرے علم میں تو کوئی نہیں۔کہا گیا غور کر' کہا کہ میرے علم میں ایسی کوئی چیز نہیں سوائے اس کے کہ میں لوگوں کے ساتھ تجارت کیا کرتا تھا تو مالدار آدمی کو ڈھیل دیتا اور تنگدست سے درگزر کیا کرتا تھا پس اللہ تعالیٰ نے اسے جنت میں داخل کر دیا۔(مسلم شریف)

حدیث ۲ : حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔سچا اور امانتدار تاجر نبیوں' صدیقوں اور شہیدوں کے ساتھ ہوگا۔(ترمذی' دارمی)

حدیث ۳ : حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے فرماتے ہوئے سنا کہ قسم مال کے رواج کا باعث اور برکت کو مٹانے والی ہے۔(بخاری شریف)

حدیث ٤ : حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا تین شخص ایسے ہیں کہ قیامت کے روز اللہ تعالیٰ ان سے کلام نہیں فرمائے گا' نہ ان کی طرف دیکھے گا' نہ انہیں پاک کرے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ عرض گزار ہوئے کہ یارسول اللہ ﷺ! وہ محروم اور خسارہ پانے والے کون ہیں؟ فرمایا کہ ازار لٹکانے والا' احسان جتانے والا اور جھوٹی قسم سے اپنے مال کو پھیلانے والا۔(مسلم شریف)

حدیث ۵ : حضرت قیس بن ابوغزرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں ہمیں سماسرہ کہا جاتا تھا۔چنانچہ رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس سے گزرے تو آپ ﷺ نے ہمارا اس سے اچھا نام لیتے ہوئے فرمایا اے تاجروں کے گروہ! تجارت فضول بات اور

قسم کو بلا لیتی ہے تو تم اس میں صدقہ کو ملا لیا کرو۔ (ابوداؤد ترمذی)

حدیث ۶: حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تجارت میں زیادہ قسم کھانے سے بچو کہ رواج ہو جاتا ہے پھر برکت ختم کر ڈالتی ہے۔ (مسلم شریف)

حدیث ۷: حضرت عبید بن رفاعہ رضی اللہ عنہ نے اپنے والد ماجد سے روایت کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تاجر قیامت کے روز نافرمان اٹھائے جائیں گے ماسوائے اس کے جس نے تقویٰ نیکی اور سچائی کو اختیار کیا۔ (ترمذی)

فروخت کرنے کو بیع کہا جاتا ہے مگر شرعی اصطلاح میں بیع سے مراد دو شخصوں کے درمیان مال کو زر یا مال سے بدل لینا ہے۔ اسلامی تجارت کا تمام تر دارومدار بیع پر ہے اس کے متعلق شرعی مسائل مندرجہ ذیل ہیں:

مسئلہ ۱: جب ایک شخص یہ کہے کہ فلاں چیز میں نے اتنی قیمت کے بدلے میں فروخت کر دی اور دوسرا یہ کہے کہ میں نے خرید لی تو یہ چیز ہو گئی جس نے خریدی وہی اس کا مالک ہو گیا اب اگر فروخت کرنے والا یہ چاہے کہ میں فروخت نہ کروں تو یہ اسلامی معاہدہ کے خلاف ہوگا۔ فروخت کرنے والے کو چیز دینی پڑے گی اور لینے والے کو لینی پڑے گی۔ (جواہرہ نیرہ)

مسئلہ ۲: بیع کبھی قول سے ہوتی ہے اور کبھی فعل سے۔ اگر قول سے ہو تو اس کے ارکان ایجاب و قبول ہیں مثلاً ایک نے کہا میں نے بیچا' دوسرے نے کہا میں نے خریدا' اور فعل سے ہو تو چیز کا لینا اور دے دینا اس کے ارکان ہیں اور یہ فعل ایجاب و قبول کے قائم مقام ہو جاتا ہے۔ مثلاً ترکاری وغیرہ کی گڈیاں بنا کر اکثر بیچنے والے رکھ دیتے ہیں اور ظاہر کر دیتے ہیں کہ روپے روپے کی گڈی ہے۔ خریدار آتا ہے' مقررہ قیمت دے دیتا ہے اور ایک گڈی اٹھا لیتا ہے۔ طرفین باہم کوئی بات نہیں کرتے مگر دونوں کے فعل ایجاب و قبول کے قائم مقام شمار ہوتے ہیں۔ شریعت میں اس قسم کی بیع کو بیع تعاطی کہتے ہیں۔

مسئلہ ۳: خریدنے اور بیچنے کے الفاظ کا کہنا ضروری نہیں اگر یہ مطلب کسی اور لفظ سے بھی ادا ہوتا ہو تو تب بھی بیع ہو جائے گی یعنی اگر کوئی کسی سے دریافت کرے کہ یہ چیز کتنے کی دو گے؟ اس نے کہا اتنے کی' اور جواب میں لینے والے نے کہا نہیں اتنے کی دے دو اور دینے والے نے اتنے دام قبول کر لیے تو بیع ہو جائے گی۔ (فتاویٰ عالمگیری)

مسئلہ ۴: اگر کوئی کسی چیز کی قیمت کر کے اتنی قیمت اس کے ہاتھ پر رکھے اور وہ چیز اٹھا

لے اور اس نے خوشی سے وہ قیمت لے لی مگر نہ تو اس نے زبان سے کہا کہ میں نے اتنے داموں پر یہ چیز بیچی' نہ اس نے کہا میں نے خریدی تو اس طرح لین دین ہو جانے سے بھی چیز بک جاتی ہے اور بیع درست ہوگی۔ (درمختار)

مسئلہ ۵: جو چیز موجود ہی نہ ہو بلکہ اس کے موجود نہ ہونے کا اندیشہ ہو۔ اس کی بیع نہیں ہو سکتی۔ مثلاً تھن میں جو دودھ ہے اس کی بیع جائز نہیں ہے کیونکہ ہو سکتا ہے اس میں سے دودھ نہ نکلے۔ (فتاویٰ عالمگیری)

مسئلہ ۶: جو چیز بیچ یا خریدی جائے اس کی قیمت صاف صاف اس طرح معلوم ہو کہ نزاع اور جھگڑا نہ ہو۔ اور اگر بات مجہوم یعنی گول مول رہی کہ نزاع ہو سکتا ہے تو یہ بیع صحیح نہیں۔ مثلاً اس ریوڑ میں سے ایک بکری بیچی اور یہ معلوم نہیں کہ کونسی بیچی' یا کہا میں نے اس چیز کو واجبی قیمت میں بیچا یا خریدار نے کہا کہ جو کچھ میری مٹھی میں ہے اس کے بدلے میں نے فلاں چیز خریدی اور معلوم نہیں کہ مٹھی میں ہے کیا تو یہ بیع درست نہ ہوئی۔ (بہار شریعت)

مسئلہ ۷: اگر کوئی بیچنے والا خریدنے والے سے یہ کہے کہ جاؤ یہ سامان لے جاؤ اگر پسند ہو تو اس کی اتنی قیمت دے دینا۔ لینے والا لے گیا اور اس نے لے جا کر چیز کو پسند کر لیا تو بیع صحیح ہو جائے گی۔ (درمختار)

۲۔ خیار یعنی اختیار

دو کاموں میں سے کسی اچھے کو پسند کرنے کو خیار کہا جاتا ہے۔ خرید و فروخت میں اس کی عام ضرورت پڑتی ہے۔ خیار سے مراد دراصل سودا طے کرنے کا اختیار ہے۔ اس کے متعلق حضور ﷺ کی احادیث مندرجہ ذیل ہیں۔

حدیث ۱: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب بائع اور مشتری نے سودا کر لیا تو ہر ایک کو ان دونوں سے اپنے سودے کا اختیار ہے جب تک ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں سوائے اختیار والی بیع کے۔ (بخاری شریف)

حدیث ۲: حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب بائع اور مشتری نے سوا د کر لیا تو ہر ایک کو ان دونوں سے اپنے سودے کا اختیار ہے جب تک جدا نہ ہوں یا ان دونوں کا سودا اختیار والا ہو۔ جب ان کا سودا اختیار والا ہو تو اسی طرح واجب ہو گیا۔ (مسلم شریف)

حدیث ۳: حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا سودا کرنے والے دونوں کو اختیار ہے جب تک جدا نہ ہوں۔ اگر دونوں نے سچائی اور صاف گوئی سے کام لیا تو ان کے سودے میں برکت ڈال دی جاتی ہے اور اگر انہوں نے چھپایا اور غلط بیانی کی تو ان کی تجارت سے برکت مٹادی جاتی ہے۔ (بخاری شریف)

حدیث ٤: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت عرض گزار ہوا کہ تجارت میں مجھے دھوکا دیا جاتا ہے۔ فرمایا کہ جب تم سودا کرو تو یہ کہہ دیا کرو دھوکا مناسب نہیں ہے پس وہ آدمی یہی کہہ دیا کرتا۔ (مسلم شریف)

حدیث ٥: حضرت عمرو بن شعیب رضی اللہ عنہ کے والد ماجد نے ان کے جد امجد سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ بائع اور مشتری دونوں کو اختیار ہے جب تک جدا نہ ہوں مگر جب اختیار کی شرط کی ہو اور اس کے لیے جائز نہیں ہے کہ اپنے ساتھی سے اقالہ کے مطالبہ سے ڈرتا ہوا جدا ہو جائے۔ (ترمذی ابوداؤد نسائی)

حدیث ٦: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا دونوں جدا نہ ہوں مگر رضامندی کے ساتھ۔ (ابوداؤد)

خیار سے متعلقہ شرعی مسائل مندرجہ ذیل ہیں:

مسئلہ ۱: بائع (بیچنے والا) اور مشتری (خریدنے والے) کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ قطعی طور پر بیع نہ کریں بلکہ عقد میں یعنی بیچتے خریدتے وقت یہ شرط کر دیں کہ اگر منظور نہ ہو یا چیز پسند نہ آئی تو بیع باقی نہ رہے گی' اسے خیار شرط کہتے ہیں اور اس کی ضرورت طرفین کو ہوا کرتی ہے۔ کیونکہ کبھی بائع اپنی ناواقفیت سے کم داموں میں چیز بیچ دیتا ہے یا مشتری اپنی نادانی سے زیادہ داموں میں خرید لیتا ہے یا چیز کی اس شناخت نہیں ہے۔ ضرورت ہے کہ دوسرے سے مشورہ کر کے صحیح رائے قائم کرے اور اس وقت نہ خریدے تو چیز جاتی رہے گی یا بائع کو اندیشہ ہے کہ گاہک ہاتھ سے نکل جائے گا۔ ایسی صورت میں شرع مطہر نے دونوں کو یہ موقع دیا ہے کہ غور کر لیں۔ اگر نامنظور ہو تو خیار کی بنا پر بیع کو نامنظور کر دیں۔ (بہار شریعت)

مسئلہ ۲: خیار شرط بائع و مشتری دونوں اپنے اپنے لیے کریں یا صرف ایک کرے یا کسی اور کے لیے اس کی شرط کریں یہ سب صورتیں درست ہیں اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ عقد میں خیار شرط کا ذکر نہ ہو مگر عقد کے بعد ایک نے دوسرے کو یا ہر ایک نے دوسرے کو یا کسی غیر کو

خیار دے دیا۔ عقد سے پہلے خیار شرط نہیں ہو سکتا یعنی اگر پہلے خیار کا ذکر آیا مگر عقد میں ذکر نہ آیا نہ بعد عقد اس کی شرط کی مثلاً بیع سے پہلے یہ کہہ دیا کہ جو بیع تم سے کروں گا اس میں میں نے تم کو خیار دیا مگر عقد کے وقت بیع مطلق واقع ہوئی تو خیار حاصل نہ ہوا۔ (درمختار)

مسئلہ ۳: خیار کی مدت زیادہ سے زیادہ تین دن ہے۔ اس سے کم ہو سکتی ہے زیادہ نہیں۔ اگر کوئی ایسی چیز خریدی ہے جو جلد خراب ہو جانے والی ہے اور مشتری (خریدار) کو تین دن کا خیار تھا تو اس سے کہا جائے گا کہ بیع کو فسخ کر دے یا بیع کو جائز کر دے اور اگر خراب ہونے والی چیز کسی نے بلا خیار خریدی اور بغیر قبضہ کیے اور ثمن (قیمت جو طے پائی) ادا کیے چل دیا اور غائب ہو گیا تو بائع اس چیز کو دوسرے کے ہاتھ بیع کر سکتا ہے اور اس دوسرے خریدار کو یہ معلوم ہوتے ہوئے بھی خریدنا جائز ہے۔ (درمختار، ردالمحتار)

مسئلہ ٤: اگر خیار کی کوئی مدت مقرر نہیں کی صرف اتنا کہا کہ مجھے خیار ہے یا مدت مجہول ہے مثلاً چند دن کا خیار ہے یا ہمیشہ کے لیے خیار رکھا تو ان سب صورتوں میں خیار فاسد ہے۔ یہ اس صورت میں ہے کہ نفس عقد میں خیار مذکور ہوا اور تین دن کے اندر صاحب خیار نے جائز نہ کیا ہو اور اگر تین دن کے اندر جائز کر دیا تو بیع صحیح ہو گی اور اگر عقد میں خیار نہ تھا بعد عقد ایک نے دوسرے سے کہا تمہیں اختیار ہے تو اس مجلس تک خیار ہے۔ مجلس ختم ہو گئی اور اس نے کچھ نہ کہا تو خیار جاتا رہا اب کچھ نہیں کر سکتا۔ (فتاویٰ عالمگیری)

مسئلہ ٥: تین دن سے زیادہ کی مدت مقرر کی مگر ابھی تین دن پورے نہیں ہوئے تھے کہ صاحب خیار نے بیع کو جائز کر دیا تو اب یہ بیع درست ہے اور اگر تین دن پورے ہو گئے اور جائز نہ کیا تو بیع فاسد ہو گئی۔ (عین الہدایہ)

مسئلہ ٦: مشتری نے بائع سے کہا کہ اگر تین دن تک رقم ادا نہ کروں تو میرے اور تمہارے درمیان بیع نہیں یہ بھی خیار شرط کے حکم میں ہے یعنی اگر اس مدت تک رقم ادا کر دی تو بیع درست ہو گئی ورنہ جاتی رہی اور اگر تین دن سے زیادہ مدت ذکر کر کے یہی لفظ کہے اور تین دن کے اندر رقم ادا کر دی تو بیع صحیح ہو گئی اور تین دن پورے ہو گئے تو بیع جاتی رہی۔ (درمختار)

۳۔ بے دیکھی چیز خریدنے کے اسلامی اصول

اسلامی شریعت کی رو سے بے دیکھی چیز کو خرید لینا درست ہے اور اسے فقہی طور پر

خیار روایت کہا جاتا ہے۔ بے دیکھی چیز خریدنے والے کو اختیار ہے کہ اگر چیز پسند ہو تو رکھ لے ورنہ اسے واپس کر دے اگرچہ اس میں کوئی عیب نہ ہو۔ خیار رویت کے متعلق شرعی مسائل مندرجہ ذیل ہیں:

مسئلہ ۱ : بائع نے ایسی چیز بیچی جس کو اس نے دیکھا نہیں مثلاً اسے میراث میں کوئی شے ملی ہے اور بن دیکھے بیچ ڈالی تو بیع صحیح ہے مگر اس کو یہ اختیار نہیں کہ دیکھنے کے بعد بیع کو فسخ کر دے۔ (بہار شریعت)

مسئلہ ۲ : خیار رویت کے لیے کسی وقت کی حد شرعاً مقرر نہیں کہ اس کے گزرنے کے بعد خیار باقی نہ رہے بلکہ یہ خیار دیکھنے پر ہے اور دیکھنے کے بعد فسخ کا حق اس وقت تک باقی رہتا ہے جب تک صراحتہً یا کسی اور طور پر رضامندی نہ پائی جائے۔ (درمختار)

مسئلہ ۳ : کسی نے بے دیکھے اپنی چیز بیچ ڈالی تو اس بیچنے والے کو دیکھنے کے بعد پھیر لینے کا اختیار نہیں ہے۔ دیکھنے کے بعد اختیار فقط لینے والے کو ہوتا ہے۔ (درمختار)

مسئلہ ۴ : بن دیکھے چیز خریدی ہے تو دیکھنے سے پہلے بھی اس کی بیع فسخ کر سکتا ہے کیونکہ یہ بیع مشتری (خریدنے والے) کے ذمہ لازم نہیں۔ (درمختار)

مسئلہ ۵ : اگر مشتری نے مبیع (خریدی ہوئی چیز) پر قبضہ کر لیا اور دیکھنے کے بعد اپنی رضامندی ظاہر کر دی یا اس میں کوئی عیب پیدا ہو گیا یا اس میں ایسا تصرف کر دیا جو قابل فسخ نہیں ہے تو ان سب صورتوں میں خیار رویت جاتا رہا اب بیع کو فسخ نہیں کر سکتا۔ (فتاویٰ عالمگیری)

مسئلہ ۶ : بائع کہتا ہے یہ چیز ویسی ہی ہے جیسی تو نے دیکھی تھی اس میں تغیر نہیں آیا اور مشتری کہتا ہے کہ تغیر آ گیا تو مشتری کو گواہ سے ثابت کرنا پڑے گا کہ تغیر آ گیا ہے' گواہ پیش نہ کرے تو قسم کے ساتھ بائع کا قول معتبر ہوگا۔ یہ اس صورت میں ہے کہ مشتری کے دیکھے کو زیادہ زمانہ نہ گزرا ہو اور معلوم ہو کہ اتنے زمانہ میں عموماً ایسی چیز میں تغیر نہیں ہوتا اور اگر اتنا زیادہ زمانہ گزر گیا ہے کہ عادتاً تغیر ایسی چیز میں ہو ہی جاتا ہے مثلاً لونڈی جس کو دیکھے ہوئے بیس برس کا زمانہ گزر چکا ہے اور وہ اس وقت جوان تھی تو مشتری کی بات مانی جائے گی۔ بائع کہتا ہے کہ خریدنے کے وقت تو نے دیکھ لیا تھا' مشتری کہتا ہے نہیں دیکھا تھا تو قسم کے ساتھ مشتری کی بات مانی جائے گی۔ (فتاویٰ عالمگیری)

مسئلہ ۷: دو شخصوں نے ایک چیز خریدی۔ دونوں نے اسے دیکھا نہیں تھا اب دیکھ کر ایک نے رضا مندی ظاہر کر دی کہ دوسرا واپس کرنا چاہتا ہے تو وہ تنہا واپس نہیں کر سکتا۔ دونوں متفق ہو کر واپس کرنا چاہیں تو واپس کر سکتے ہیں اور اگر ایک نے دیکھا تھا ایک نے نہیں تو جس نے دیکھا تھا دیکھ کر واپس کرنا چاہتا ہے جب بھی دونوں متفق ہو کر واپس کر سکتے ہیں اور اگر کے دیکھنے سے پہلے ہی دیکھنے والے نے کہہ دیا کہ میں راضی ہوں میں نے بیع کو نافذ کر دیا تو دوسرے کا خیار باطل نہیں ہوگا مگر پوری مبیع واپس کرنا ہوگی۔ (عالمگیری)

مسئلہ ۸: بہت زمانہ ہو گیا کہ کوئی چیز دیکھی تھی اب آج اس کو خرید لیا لیکن ابھی دیکھا نہیں۔ پھر جب گھر لا کر دیکھا تو جیسی دیکھی تھی ویسی ہی اس کو پایا تو اب دیکھنے کے بعد پھیر دینے کا اختیار نہیں ہے۔ ہاں اگر اتنے دنوں میں کچھ فرق ہو گیا ہو تو دیکھنے کے بعد اس کے لینے یا نہ لینے کا اختیار ہوگا۔ (فتاویٰ عالمگیری)

سودے میں عیب نکل آنے کے مسائل

سودے میں عیب نکل آنے کو فقہی زبان میں خیار عیب کہا جاتا ہے اسلامی نقطہ نظر سے بیچنے والے پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ جب چیز کو فروخت کرے تو اس کا عیب خریدنے والے پر ظاہر کر دے۔ عیب نہ بتلانا اور دھوکے سے بیچ ڈالنا حرام اور گناہ ہے۔ حضور ﷺ کے ارشادات میں عیب ظاہر کرنے کے بارے میں بہت تکید فرمائی گئی ہے۔ چند احادیث مندرجہ ذیل ہیں:

حدیث ۱: حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا ہے کہ ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے اور جب مسلمان اپنے بھائی کے ہاتھ کوئی چیز بیچے جس میں عیب ہو تو جب تک بیان نہ کرے اسے بیچنا حلال نہیں۔ (ابن ماجہ)

حدیث ۲: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ ایک مرتبہ غلہ کی ڈھیری کے پاس سے گزرے تو آپ ﷺ نے اس میں ہاتھ ڈال دیا۔ حضور ﷺ کی انگلیوں میں تری محسوس ہوئی تو ارشاد فرمایا اے غلہ والے! یہ کیا ہے؟ اس نے عرض کیا یا رسول اللہ! اس پر بارش کا پانی پڑ گیا تھا۔ ارشاد فرمایا کہ تو نے بھیگے ہوئے کو اوپر کیوں نہیں کر دیا تا کہ لوگ دیکھ لیں۔ جو دھوکا دے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ (مسلم شریف)

حدیث ۳ : حضرت واثلہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے عیب والی چیز کی بیع کی اور اس کو ظاہر نہ کیا وہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی ناراضی میں ہے یا فرمایا کو ہمیشہ فرشتے اس پر لعنت کرتے ہیں۔ (ابن ماجہ)

حدیث ٤ : حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ نہ خود کو کوئی نقصان پہنچائے اور نہ کسی اور کو نقصان پہنچائے۔ جو دوسروں کو نقصان پہنچائے گا اللہ تعالیٰ اسے نقصان پہنچائے گا اور جو دوسروں کو مشقت میں ڈالے گا اللہ تعالیٰ اسے مشقت میں میں ڈالے گا۔ (بیہقی)

ان احادیث کی روشنی میں سودے میں عیب نکل آنے کے متعلق شرعی احکام مندرجہ ذیل ہیں:

مسئلہ ۱ : خیارِ عیب کے لیے سودا طے کرتے وقت یہ کہنا ضروری نہیں کہ اگر سودے میں عیب ہوگا تو واپس کر دیں گے' کہا ہو یا نہ کہا ہو' بہرحال عیب معلوم ہونے پر مشتری کو واپس کرنے کا حق حاصل ہوگا' لہٰذا اگر مشتری کو نہ خریدنے سے پہلے عیب پر اطلاع تھی نہ وقت خریداری اس کے علم میں یہ بات آئی۔ بعد میں معلوم ہوا کہ اس میں عیب ہے' تھوڑا عیب ہو یا زیادہ' خیارِ عیب حاصل ہے کہ مبیع کو لینا چاہے تو پورے دام واپس کر دینے چاہئیں۔ یہ نہیں ہوسکتا کہ واپس نہ کرے بلکہ دام کم کر دے۔ ہاں بائع خود قیمت کم کر دے تو اور بات ہے۔ (فتاویٰ عالمگیری)

مسئلہ ۲ : عیب پر مشتری کو اطلاع قبضہ سے پہلے ہی ہوگئی تو مشتری بطور خود عقد کو فسخ کرسکتا ہے۔ اس کی ضرورت نہیں کہ قاضی فسخ کا حکم دے تو فسخ ہوسکے۔ بائع کے سامنے اتنا کہہ دینا کافی ہے کہ میں نے عقد کو فسخ کر دیا یا رد کر دیا یا باطل کر دیا۔ بائع راضی ہو یا نہ ہو' عقد فسخ ہو جائے گا اور اگر مبیع پر قبضہ کر چکا ہے تو بائع کی رضامندی یا قضائے قاضی کے بغیر عقد فسخ نہیں ہوسکتا۔ (ہدایہ' عالمگیری)

مسئلہ ۳ : مشتری نے مبیع پر قبضہ کرلیا تھا پھر عیب معلوم ہوا اور بائع کی رضامندی سے عقد فسخ ہوا تو ان دونوں کے حق میں فسخ ہے مگر تیسرے کے حق میں یہ فسخ نہیں بلکہ بیع جدید ہے کہ اس فسخ کے بعد اگر مبیع مکان یا زمین ہے تو شفعہ کرنے والا شفعہ کرسکتا ہے اور اگر قضائے قاضی سے فسخ ہوا تو سب کے حق میں فسخ ہی ہے۔ شفعہ کا حق نہیں پہنچے گا۔ (ہدایہ)

مسئلہ ٤: گائے، بھینس، بکری دودھ نہیں دیتی یا اپنا دودھ خود پی جاتی ہے یہ عیب ہے اور جانور کا کم کھانا بھی عیب ہے۔ بیل کام کے وقت سو جاتا ہے یہ عیب ہے۔ گدھا خریدا وہ سست چلتا ہے واپس نہیں کرسکتا مگر جبکہ تیز رفتاری کی شرط کرلی ہو۔ گدھے کا نہ بولنا عیب ہے۔ مرغ خریدا جو بے وقت بولتا ہے واپس کرسکتا ہے۔ (فتاویٰ عالمگیری)

مسئلہ ٥: گھوڑا خریدا دیکھا کہ اس کی عمر زیادہ ہے خیار عیب کی وجہ سے اسے واپس نہیں کرسکتا۔ ہاں اگر کم عمر کی شرط کرلی ہے تو واپس کرسکتا ہے۔ گائے خریدی وہ مشتری کے یہاں سے بھاگ کر بائع کے یہاں چلی جاتی ہے یہ عیب نہیں۔ (فتاویٰ عالمگیری)

مسئلہ ٦: موزے یا جوتے خریدے وہ اس کے پاؤں میں نہیں آئے واپس کرسکتا ہے اگرچہ خریدتے وقت یہ نہ کہا ہو کہ پہننے کے لیے خریدتا ہوں کیونکہ عادتاً ایک جوڑا جوتا یا موزہ پہننے کے لیے ہی خریدا جاتا ہے۔ جوتا خریدا جو تنگ تھا۔ بائع نے کہہ دیا پہنو ٹھیک ہو جائے گا۔ ایک دن پہنا گر ٹھیک نہ ہوا اب واپس نہیں کرسکتا۔ (فتاویٰ عالمگیری)

مسئلہ ٧: بکری خریدی تو اس کے کان کٹے ہوئے ہیں یہ عیب ہے۔ یونہی قربانی کے لیے کوئی جانور خریدا جس کے کان کٹے ہوئے ہیں یا اس میں کوئی عیب ایسا ہے جس کی وجہ سے قربانی نہیں ہوسکتی اسے واپس کرسکتا ہے اور اگر قربانی کے لیے نہ ہو تو واپس نہیں کرسکتا مگر جبکہ عرف میں وہ عیب قرار دیا جائے اگر بائع و مشتری میں اختلاف ہوا۔ مشتری کہتا ہے میں نے قربانی کے لیے خریدا ہے بائع انکار کرتا ہے اگر وہ زمانہ قربانی کا ہو اور مشتری اہل قربانی سے ہو تو مشتری کا قول معتبر ہے۔ (فتاویٰ خانیہ)

مسئلہ ٨: غلہ خریدا اس میں سے کچھ کھالیا یا بیچ دیا پھر عیب پر مطلع ہوا۔ جو کھا چکا ہے اس کا نقصان لے اور باقی کا واپس کرسکتا ہے جو بیچ چکا ہے اس کا نقصان نہیں لے سکتا آٹا خریدا اس میں سے کچھ گوندھ کر روٹی پکائی تو معلوم ہوا کہ کڑوا ہے۔ جو پکا چکا ہے اس کا نقصان لے سکتا ہے اور باقی کو واپس کرسکتا ہے۔ (فتاویٰ خانیہ)

مسئلہ ٩: گیہوں وغیرہ غلہ خریدا اس میں خاک ملی ہوئی نکلی اگر خاک اتنی ہی ہے جتنی عادتاً ہوا کرتی ہے تو واپس نہیں کرسکتا اور عادت سے زیادہ ہے تو کل واپس کردے اور اگر گیہوں رکھنا چاہتا ہے تو خاک کو الگ کر کے واپس کرنا چاہتا ہے یہ نہیں کرسکتا۔ گیہوں میں کچھ خاک ملی تھی اڑ گئی اور وزن کم ہوگیا یا گیہوں میں نمی تھی خشک ہو کر وزن کم ہوگیا تو واپس

نہیں کرسکتا۔ (فتاویٰ عالمگیری)

مسئلہ ۱۰: کپڑا خریدا اسے قطع کرایا اور ابھی سلا نہیں اس میں عیب معلوم ہوا اسے واپس نہیں کرسکتا بلکہ نقصان لے سکتا ہے۔ ہاں اگر بائع قطع کیے ہوئے کو واپس لینے پر راضی ہے تو اب نقصان نہیں لے سکتا اور خرید کر بیع کر دیا تو کچھ نہیں کرسکتا۔ اور اگر قطع کے بعد سل بھی گیا اور عیب معلوم ہوا تو نقصان لے سکتا ہے۔ ہاں اگر بائع قطع کئے ہوئے کو بجائے نقصان دینے کے واپس لیتا ہے تو واپس نہیں لے سکتا۔ کپڑا خرید کر اپنے نابالغ بچے کے لیے قطع کرایا اور عیب معلوم ہوا تو نہ واپس کرسکتا ہے نہ نقصان لے سکتا ہے اور اگر بالغ لڑکے کے لیے قطع کرایا تو نقصان لے سکتا ہے۔ (ہدایہ، ردالمختار)

مسئلہ ۱۱: کوئی چیز بیع کی اور بائع نے کہہ دیا کہ میں ہر عیب سے بری الذمہ ہوں یہ بیع صحیح ہے اور اس مبیع کے واپس کرنے کا حق باقی نہیں رہتا۔ یوں ہی اگر بائع نے کہہ دیا کہ لینا ہو تو لو اس میں سو طرح کے عیب ہیں یا یہ مٹی ہے یا اسے خوب دیکھ لو کیسی بھی ہو میں واپس نہیں کروں گا۔ یہ عیب سے براءت ہے۔ جب ہر عیب سے براءت کرلے تو جو عیب وقت عقد موجود ہے یا عقد کے بعد قبضہ سے پہلے پیدا ہوا تو سب سے براءت ہوگی۔ (درمختار، ردالمختار)

مسئلہ ۱۲: کوئی چیز خریدی، اس کا کوئی خریدار آیا اس سے کہا اسے لے لو اس میں کوئی عیب نہیں ہے اور اتفاق سے اس نے نہیں خریدی پھر مشتری نے اس میں کوئی عیب دیکھا تو واپس کرسکتا ہے اور اس کا پہلے یہ کہنا کہ اس میں کوئی عیب نہیں ہے۔ معتبر نہیں کہ اس سے مقصود ترغیب ہے اور اگر اس نے کسی عیب کا نام لے کر کہا کہ یہ عیب اس میں نہیں ہے اور بعد میں وہی عیب اس میں موجود ملا تو واپس نہیں کرسکتا۔ ہاں اگر ایسے عیب کا نام لیا جو اس دوران میں پیدا نہیں ہوسکتا جیسے انگلی کا زائد ہونا تو واپس کرسکتا ہے۔ (درمختار)

۵۔ بیع باطل و بیع فاسد

بیع باطل سے مراد ایسی فروخت ہے جو حقیقت میں فروخت نہ ہوئی ہو، ایسی بیع غیر معتبر ہوتی ہے کیونکہ ایسے بیع میں بیچنے والے نے نہ بیچا ہوتا ہے اور نہ خریدنے والے نے خریدا ہوتا ہے اور جو بیع ہوگئی ہو مگر اس میں خرابی آ جائے تو ایسی بیع کو فاسد بیع کہتے ہیں۔ بیع باطل، اور فاسد کے متعلق حضور ﷺ کے ارشادات مندرجہ ذیل ہیں:

حدیث ۱: حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کتے کی

قیمت لینے اور زانیہ کی اجرت اور کاہن کی اجرت سے منع فرمایا۔ (مسلم شریف)

حدیث ۲ : حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا ہے کہ بیشک اللہ تعالیٰ نے شراب اور اس کے ثمن کو حرام کیا اور مردہ کو حرام کیا اور اس کے ثمن کو اور خنزیر کو اور اس کے ثمن کو بھی حرام قرار دیا ہے۔ (ابن ماجہ)

حدیث ۳: حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا۔ کتے کا ثمن خبیث ہے اور زانیہ کی اجرت خبیث ہے اور پچھنا لگانے والے کی کمائی خبیث ہے (یعنی مکروہ ہے کیونکہ اس کو نجاست میں آلودہ رہنا پڑتا ہے اس کو حرام نہیں کہہ سکتے اس لیے کہ خود حضور اقدس ﷺ نے پچھنے لگوائے اور اس کی اجرت عطا فرمائی ہے۔ (مسلم شریف)

حدیث ٤ : حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو فتح مکہ کے سال جبکہ آپ مکہ معظمہ میں تشریف فرما تھے۔ یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ اور اس کے رسول نے شراب اور مردار و خنزیر اور بتوں کی بیع کو حرام قرار دیا۔ کسی نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ! مردار کی چربی کے بارے میں کیا ارشاد ہے کیونکہ یہ کشتیوں میں لگائی جاتی ہے اور کھال میں لگاتے ہیں اور لوگ چراغ میں جلاتے ہیں (یعنی کھانے کے علاوہ دوسرے طریق پر اس کا استعمال جائز ہے یا نہیں) فرمایا نہیں وہ حرام ہے۔ پھر فرمایا اللہ تعالیٰ یہودیوں کو قتل کرے۔ اللہ تعالیٰ نے جب چربیوں کو ان پر حرام فرما دیا تو انہوں نے پگھلا کر بیچ ڈالی اور اس کی قیمت کھالی۔ (بخاری شریف)

حدیث ٥ : حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے شراب کے بارے میں دس شخصوں پر لعنت فرمائی۔ نچوڑنے والے اور نچڑوانے والے اور پینے والے اور اٹھانے والے اور جس کے پاس اٹھا کر لائی گئی اس پر اور پلانے والے اور بیچنے والے اور اس کا ثمن کھانے والے اور خریدنے والے پر اور اس پر جس کے لیے خریدی گئی۔ (ترمذی' ابن ماجہ)

حدیث ٦ : حضرت ابوجحیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے خون کے ثمن اور کتے کے ثمن اور زانیہ کی اجرت سے منع فرمایا اور سود کھانے والے اور کھلانے والے اور بال گودنے والی اور گودوانے والی اور تصویر بنانے والے پر لعنت فرمائی ہے۔ (بخاری شریف)

حدیث ۷ : حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مزابنہ سے منع

فرمایا۔ مزابنہ یہ ہے کہ کھجور کا باغ ہو تو جو کھجوریں درخت میں ہیں ان کو خشک کھجوروں کے بدلے میں بیع کرے اور انگور کا باغ ہو تو درخت کے انگور کو منقیٰ کے بدلے میں ماپ سے بیع کرے اور کھیت میں جو غلہ ہے اسے غلے کے بدلے میں ماپ سے بیچے۔ ان سب سے منع فرمایا ہے۔ (مسلم شریف)

۶۔ مکروہ بیع

اسلام میں بیع کی بعض صورتوں کو ناپسند کیا گیا ہے ایسی بیع کو مکروہ بیع کہا جاتا ہے۔ احادیث کے مطابق اس کی مختلف صورتیں مندرجہ ذیل ہیں:

حدیث ۱ : حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا خرید نے کے لیے قافلے سے جا کر نہ ملو اور کوئی دوسرے کے سودے پر سودا نہ کرے اور ملاوٹ نہ کیا کرو اور شہری دیہاتی کے لیے نہ بیچے اور اونٹنی یا بکری کا دودھ تھنوں میں نہ روکا کرو۔ جس نے کوئی ایسا جانور خرید لیا تو دو راستے ہیں کہ دوہنے کے بعد اگر اسے پسند کرے تو رکھ لے اور ناپسند کرے تو لوٹا دے اور ایک صاع کھجوریں بھی دے۔ (مسلم شریف)

حدیث ۲ : حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قافلے سے آگے جا کر نہ ملو۔ جو آگے جا کر ملا اور اس سے کوئی چیز خریدی تو جب بازار میں اس کا آقا آئے تو اسے اختیار ہوگا۔ (مسلم شریف)

حدیث ۳ : حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ آگے جا کر مال نہ خریدو یہاں تک کہ وہ بازار میں اتار لیا جائے۔ (بخاری شریف)

حدیث ۴ : حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا آدمی اپنے بھائی کے سودے پر سودا نہ کرے اور نہ اپنے بھائی کے پیغام نکاح پر اپنا پیغام بھیجے مگر جبکہ وہ اسے اجازت دے۔ (مسلم)

حدیث ۵ : حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ کوئی شخص تم میں سے اپنے مسلمان بھائی کے سودے پر سودا نہ کرے۔ (مسلم)

حدیث ۶ : حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا شہری دیہاتی کے ہاتھوں فروخت نہ کرے۔ لوگوں کو آزاد چھوڑ دو کیونکہ اللہ تعالیٰ بعض کے ذریعے بعض کو رزق دیتا ہے۔ (مسلم)

حدیث ۷: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو لباسوں اور دو قسم کی بیع سے منع فرمایا ہے یعنی تجارت میں ملامسہ اور منابذہ سے۔ ملامسہ یہ ہے کہ ایک آدمی رات یا دن میں دوسرے کے کپڑے کو ہاتھ لگاتا ہے اور اسے الٹتا نہیں ہے مگر ہاتھ لگاتا ہے۔ منابذہ یہ ہے کہ ایک آدمی دوسرے کی طرف اپنا کپڑا پھینکتا ہے اور دوسرا اپنا کپڑا پھینکتا ہے اور یہ ان کی بغیر دیکھے اور بغیر رضامندی کے تجارت ہوتی ہے اور دو لباسوں میں سے ایک اشتمال الصماء ہے کہ آدمی اپنے ایک کندھے پر ڈالے اور ایک حصہ ننگا رکھے اس پر کپڑا نہ ہو اور دوسرا لباس یہ ہے کہ بیٹھے ہوئے اپنے کپڑے میں یوں لپٹ جانا کہ اس کی شرمگاہ پر کچھ نہ ہو۔ (بخاری شریف)

مکروہ بیع کے متعلق شرعی مسائل مندرجہ ذیل ہیں:

مسئلہ ۱: اذان جمعہ کے شروع سے ختم نماز تک بیع مکروہ تحریمی ہے اور اذان سے مراد پہلی اذان ہے کہ اسی وقت سعی واجب ہوتی ہے مگر وہ لوگ جن پر جمعہ واجب نہیں مثلاً عورتیں یا مریض ان کی بیع میں کراہت نہیں۔ (درمختار)

مسئلہ ۲: نجش مکروہ ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے۔ نجش یہ ہے کہ مبیع کی قیمت بڑھائے اور خود خریدنے کا ارادہ نہ رکھتا ہو۔ اس سے مقصود یہ ہوتا ہے کہ دوسرے گاہک کو رغبت پیدا ہو اور وہ قیمت زیادہ دے کر خرید لے اور یہ درحقیقت خریدار کو دھوکہ دینا ہے جیسا کہ بعض دکانداروں کے یہاں اس قسم کے آدمی لگے رہتے ہیں۔ گاہک کو دیکھ کر چیز کے خریدار بن کر دام بڑھا دیا کرتے ہیں اور ان کی اس حرکت سے گاہک دھوکا کھا جاتے ہیں۔ گاہک کے سامنے مبیع کی تعریف کرنا اور اس کے ایسے اوصاف بیان کرنا جو موجود نہ ہوں تاکہ خریدار دھوکا کھا جائے یہ بھی نجش ہے۔ جس طرح ایسا کرنا بیع میں ممنوع ہے۔ نکاح اجارہ وغیرہ میں بھی ممنوع ہے اس کی ممانعت اس وقت ہے جب خریدار واجبی قیمت دینے کے لیے تیار ہے اور یہ دھوکا دے کر زیادہ کرنا چاہیے اور اگر خریدار واجبی قیمت سے کم دے کر لینا چاہے اور ایک شخص غیر خریدار اس لیے دام بڑھا رہا ہے کہ اصلی قیمت تک خریدار پہنچ جائے یہ ممنوع نہیں کہ ایک مسلمان کو نفع پہنچاتا ہے بغیر اس کے کہ دوسرے کو نقصان پہنچائے۔ (ہدایہ، درمختار، فتح القدیر)

مسئلہ ۳: ایک شخص کے دام چکا لینے کے بعد دوسرے کو دام چکانا ممنوع ہے۔ ان کی

صورت یہ ہے کہ بائع و مشتری ایک ثمن پر راضی ہو گئے۔ صرف ایجاب و قبول ہی یا مبیع کو اٹھا کر دام دے دینا ہی باقی رہ گیا ہے دوسرا شخص دام بڑھا کر لینا چاہتا ہے یا دام اتنے ہی دے گا مگر دکاندار سے اس کا میل ہے یا یہ ذی وجاہت شخص ہے۔ دکاندار اسے چھوڑ کر پہلے شخص کو نہیں دے گا۔ اور اگر اب تک دام طے نہیں ہوا ایک ثمن پر دونوں کی رضامندی نہیں ہوئی ہے۔ تو دوسرے کو دام چکانا منع نہیں جیسا کہ نیلام میں ہوتا ہے اس کو بیع من یزید کہتے ہیں یعنی بیچنے والا کہتا ہے کہ جو زیادہ دے وہ لے لے۔ اس قسم کی بیع حدیث سے ثابت ہے۔ جس طرح بیع میں اس کی ممانعت ہے اجارے میں بھی ممنوع ہے۔ مثلاً کسی مزدور سے مزدوری طے ہونے کے بعد یا ملازم سے تنخواہ طے ہونے کے بعد دوسرے شخص کا مزدوری یا تنخواہ بڑھا کر یا اتنی ہی دے کر مقرر کرنا' یونہی نکاح میں ایک شخص کی منگنی ہو جانے کے بعد دوسرے کو پیغام دینا منع ہے خواہ مہر بڑھا نکاح کرنا چاہتا ہو یا اس کی عزت و وجاہت کے سامنے پہلے کو جواب دے دیا جائے گا بہر صورت پیغام دینا ممنوع ہے۔ جس طرح خریدار کے لیے یہ صورت ممنوع ہے بائع کے لیے بھی ممانعت ہے۔ مثلاً ایک دکاندار سے دام طے ہو گئے' دوسرا کہتا ہے میں اس سے کم میں دوں گا یا دہ اس کا ملاقاتی ہے' کہتا ہے میرے یہاں سے لو میں بھی اتنے میں دوں گا یا اجارے میں ایک مزدور سے اجرت طے ہونے کے بعد دوسرا کہتا ہے کہ میں کم مزدوری لوں گا یا میں بھی اتنی ہی لوں گا یہ سب ممنوع ہیں۔ (ہدایہ' فتح القدیر' درمختار)

مسئلہ ۴: حضور اقدس ﷺ نے تلقی جلب سے ممانعت فرمائی یعنی باہر سے تاجر جو غلہ لا رہے ہیں ان کے شہر میں پہنچنے سے قبل باہر جا کر خرید لینا۔ اس کی دو صورتیں ہیں' ایک یہ کہ اہل شہر کو غلے کی ضرورت ہے اور یہ اس لیے ایسا کرتا ہے کہ غلہ ہمارے قبضے میں ہو گا' نرخ زیادہ کر کے بیچیں گے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ غلہ لانے والے تجار کو شہر کا نرخ غلط بتا کر خریدے مثلاً شہر میں پندرہ سیر روپے کے گیہوں بکتے ہیں اس نے کہہ دیا اٹھارہ سیر روپے ہیں۔ دھوکا دے کر خریدنا چاہتا ہے اور اگر یہ دونوں باتیں نہ ہوں تو ممانعت نہیں۔ (ہدایہ' فتح)

مسئلہ ۵: جو شخص راستے پر خرید و فروخت کرتا ہے اگر راستہ کشادہ ہے کہ اس کے بیٹھنے سے راہگیروں پر تنگی نہیں ہوتی تو حرج نہیں اور اگر گزرنے والوں کو اس کی وجہ سے تکلیف ہو

جائے تو اس سے سودا خریدنا نہ چاہیے کہ گناہ پر مدد دینا ہے کیونکہ جب کوئی خریدے گا نہیں تو وہ بیٹھے گا کیوں۔ (عالمگیری)

۷۔ قرض

بوقت ضرورت اپنی جائز ضرورت کو پورا کرنے کے لیے قرض لے لینا اسلامی نقطہ نظر سے درست ہے کیونکہ بھائی چارے کے پیش نظر دوسرے مسلمان بھائیوں کے کام آنا ہر مسلمان کا اولین فرض ہے اس لیے حضور ﷺ نے بوقت ضرورت دوسروں کو قرض دینے کی بہت ترغیب دی ہے اور قرض لین والے پر فرض عائد ہوتا ہے کہ قرض کو جلد از جلد واپس کرنے کی کوشش کرے۔ قرض کے احکامات کے متعلق حضور ﷺ کے چند ارشادات مندرجہ ذیل ہیں:

حدیث ۱: حضرت عبداللہ بن ابی ربیعہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم ﷺ نے مجھ سے بطور چالیس ہزار درہم لیے۔ جب آپ ﷺ کے پاس مال آیا تو ادا کر دیے اور دعا فرمائی اللہ تعالیٰ تمہارے اہل وعیال اور مال میں برکت دے۔ بیشک ادھار کا بدلہ شکریہ ادا کرنا اور دعا کرنا ہے۔ (نسائی)

حدیث ۲: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ جب تم میں سے کوئی کسی کو قرض دے اور مقروض اس کے لیے ہدیہ بھیجے یا جانور پر اسے سوار کرے تو سوار نہ ہو اور نہ وہ ہدیہ قبول کرے مگر جبکہ ان دونوں کے درمیان پہلے سے ایسا لین دین جاری ہو (ابن ماجہ، بیہقی)

حدیث ۳: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب آدمی قرض دے تو اس کا ہدیہ نہ لے۔ (بخاری شریف)

حدیث ٤: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ایک آدمی لوگوں کو قرض دیا کرتا تھا وہ اپنے نوکر سے کہتا کہ جب تمہارے پاس کوئی غریب آئے تو اس سے درگزر کرنا کہ شاید اللہ تعالیٰ ہم سے درگزر فرمائے۔ فرمایا کہ جب اس نے وفات پائی اللہ تعالیٰ نے اسے بخش دیا۔ (مسلم شریف)

حدیث ٥: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ سے قرض کا تقاضا کیا اور تلخ کلامی کی۔ آپ کے اصحاب رضی اللہ عنہم اس پر ٹوٹنے لگے تو فرمایا جانے

کیونکہ حقدار کو بولنے کا حق ہے۔ اس کے لیے ایک اونٹ خرید دو اور اسے دے دو۔ عرض گزار ہوئے کہ ہمیں نہیں ملتا مگر اس سے کمتر عمر والا۔ فرمایا کہ وہی خرید کر دیدو کیونکہ تم میں اچھا آدمی وہ ہے جو قرض ادا کرنے میں اچھا ہے۔ (بخاری شریف)

حدیث ٦ : حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت بڑا گناہ یہ ہے کہ جس کے ساتھ بندہ خدا کی بارگاہ میں حاضر ہو۔ کبیرہ گناہوں کے بعد جن سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے کہ آدمی اس حالت میں مرے کہ اس پر قرض ہو اور ادا کرنے کے لیے مال نہ چھوڑے۔ (احمد' ابوداؤد)

حدیث ۷ : حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو اس حالت میں فوت ہوا کہ تکبر' خیانت اور قرض سے بچا ہوا تھا تو وہ جنت میں داخل ہو گیا (ترمذی' ابن ماجہ)

قرض لینے اور دینے کے متعلق شرعی مسائل مندرجہ ذیل ہیں:

مسئلہ ١ : جو چیز قرض دی جائے یا لی جائے اس کا مثلی ہونا ضرور ہے یعنی ماپ کی چیز ہو یا تول کی ہو یا گنتی کی چیز میں شرط یہ ہے کہ اس کے افراد میں زیادہ تفاوت نہ ہو۔ جیسے انڈے' اخروٹ' بادام اور اگر گنتی کی چیز میں تفاوت زیادہ ہو جس کی وجہ سے قیمت میں اختلاف ہو جیسے آم' امرود ان کو قرض نہیں دے سکتے یونہی ہر قیمتی چیز جیسے جانور' مکان' زمین ان کو قرض دینا صحیح نہیں۔ (درمختار' ردالمحتار)

مسئلہ ۲ : قرض کا حکم یہ ہے کہ جو چیز لی گئی ہے اس کی مثل ادا کی جائے لہٰذا جس کی مثل نہیں قرض دینا صحیح نہیں۔ جس چیز کا قرض دینا لینا جائز نہیں اگر اس کو کسی نے قرض لیا اس پر قبضہ کرنے سے مالک ہو جائے گا مگر اس سے نفع اٹھانا حلال نہیں مگر اس کو بیچ کرے گا تو بیع صحیح ہو جائے گی۔ اس کا حکم ویسا ہی ہے جیسے بیع فاسد میں مبیع پر قبضہ کر لیا کہ واپس کرنا ضروری ہے مگر بیع کر دے گا تو بیع صحیح ہے۔ (درمختار' ردالمحتار' عالمگیری)

مسئلہ ۳ : کرنسی نوٹ قرض لیے تھے مگر وہ چلنا بند ہو گئے تو وہی کرنسی اسی تعداد میں دیدینے سے قرض ادا نہ ہو گا بلکہ ان کی قیمت کا اعتبار ہے۔ (درمختار)

مسئلہ ٤ : ایک شہر میں مثلاً غلہ قرض لیا اور دوسرے شہر میں قرض خواہ نے مطالبہ کیا تو جہاں قرض لیا تھا وہاں جو قیمت تھی وہ دیدی جائے۔ قرضدار اس پر مجبور نہیں کر سکتا کہ میں یہاں

نہیں دوں گا وہاں چل کر وہ چیز لے لو۔ایک شہر میں غلہ قرض لیا دوسرے شہر میں جہاں غلہ گراں ہے' قرض خواہ اس سے غلے کا مطالبہ کرتا ہے تو قرضدار سے کہا جائے گا کہ اس بات کا ضامن دے دو کہ اپنے شہر میں جا کر غلہ ادا کر دوں گا۔(درمختار)

مسئلہ ۵: ادائے قرض میں چیز سے سستے مہنگے ہونے کا اعتبار نہیں مثلاً دس سیر گیہوں قرض لیے تھے ان کی قیمت ایک روپیہ تھی اور ادا کرنے کے دن ایک روپیہ سے کم یا زیادہ ہے اس کا بالکل لحاظ نہیں کیا جائے گا وہی دس سیر گیہوں دینے ہوں گے۔(درمختار)

مسئلہ ۶: میوے قرض لیے مگر ابھی ادا نہیں کیے کہ یہ میوے ختم ہو چکے' بازار میں ملتے نہیں۔قرض خواہ کو انتظار کرنا پڑے گا کہ نئے پھل آ جائیں اس وقت قرض ادا کیا جائے اور اگر دونوں قیمت لینے دینے پر راضی ہو جائیں تو قیمت ادا کر دی جائے۔(درمختار)

مسئلہ ۷: قرضدار نے قرض پر قبضہ کر لیا اس چیز کا مالک ہو گیا۔فرض کرو کہ ایک چیز قرض لی تھی اور ابھی خرچ نہیں کی ہے کہ اپنی چیز آ گئی مثلاً روپیہ لیا تھا اور روپیہ آ گیا یا آٹا قرض لیا تھا۔پکنے سے پہلے آٹا پس کر آ گیا۔اب قرضدار کو یہ اختیار ہے کہ اس کی چیز رہنے دے اور اپنی چیز سے قرض ادا کرے یا اس کی ہی چیز دیدے جس نے قرض دیا ہے وہ نہیں کہہ سکتا کہ میں نے جو چیز دی تھی وہ تمہارے پاس موجود ہے میں وہی لوں گا۔(درمختار'عالمگیری)

مسئلہ ۸: قرض کی چیز قرضدار کے پاس موجود ہے۔قرضدار اس کو خود قرضخواہ کے ہاتھ بیع کرے یہ صحیح ہے کہ وہ مالک ہے اور قرضخواہ بیع کرے یہ صحیح نہیں کہ یہ مالک نہیں۔ایک شخص نے دوسرے سے غلہ قرض لیا۔قرضدار نے قرضخواہ سے روپے کے بدلے اس کو خرید لیا یعنی اس دین کو خریدا جو اس کے ذمے ہے۔مگر قرضخواہ نے رپے پر ابھی قبضہ نہیں کیا تھا کہ دونوں جدا ہو گئے بیع باطل ہو گئی۔(درمختار)

مسئلہ ۹: قرضدار قرض ادا نہیں کرتا اگر قرضخواہ کو اس کی چیز اسی جنس کی جو قرض میں دی ہے مل جائے تو بغیر اجازت لیے لے سکتا ہے بلکہ زبردستی چھین لے جب بھی قرض ادا ہو جائے گا۔دوسری جنس کی چیز بغیر اس کی اجازت کے نہیں لے سکتا۔مثلاً روپیہ قرض لیا تھا تو روپیہ یا چاندی کی کوئی چیز ملے لے سکتا ہے اور اشرفی یا سونے کی چیز نہیں لے سکتا۔(عالمگیری)

۸۔بیع سلم

بیع سلم وہ بیع ہے جس میں مال خریدنے والا فروخت کرنے والے سے بھاؤ طے

کر کے یہ وعدہ کرے کہ آپ کا فلاں سودا میں اتنے عرصے کے بعد لے لوں گا اور فروخت کرنے والا رقم کو قبول کرلے۔ اسلامی شریعت کی رو سے بیع کی چار صورتیں ہیں۔ دونوں طرف عین ہو۔ یا دونوں طرف ثمن۔ یا ایک طرف عین اور دوسری طرف ثمن۔ اگر دونوں طرف عین ہو اس کو مقایضہ کہتے ہیں اور دونوں طرف ثمن ہو تو بیع صرف کہتے ہیں اور تیسری صورت میں یہ کہ ایک طرف عین ہو اور ایک طرف ثمن۔ اس کی دو صورتیں ہیں اگر بیع کا موجود ہونا ضروری ہو تو بیع مطلق ہے اور ثمن کا فوراً دینا ضروری ہو تو بیع سلم ہے لہٰذا سلم میں جس کو خریدا جاتا ہے وہ بائع کے ذمے دین ہے اور مشتری ثمن کو فی الحال ادا کرتا ہے جو روپیہ دیتا ہے اس کو رب السلم اور مسلم کہتے ہیں اور دوسرے کو مسلم الیہ اور مبیع کو مسلم فیہ اور ثمن کو راس المال۔ یہ بیع مطلق کے جو ارکان ہیں وہ اس کے بھی ہیں اس کے لیے بھی ایجاب و قبول ضروری ہے۔ ایک کہے میں نے تجھ سے سلم کیا دوسرا کہے میں نے قبول کیا اور بیع کا لفظ بولنے سے بھی سلم کا انعقاد ہوتا ہے۔ اس کے متعلق حضور ﷺ کی احادیث مندرجہ ذیل ہیں:

حدیث ۱ : حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کی مدینہ منورہ میں جلوہ گری ہوئی تو وہ لوگ پھلوں میں سال' دو سال اور تین سال کی بیع سلم کیا کرتے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جو کسی چیز میں سلم کرے تو تول' وزن اور قیمت مقرر ہونی چاہیے۔ (مسلم شریف)

حدیث ۲ : حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔ ماپ مدینہ منورہ والوں کی ہے اور تول مکہ مکرمہ والوں کی۔ (ابوداؤد' نسائی)

حدیث ۳ : حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ماپنے اور تولنے والوں سے فرمایا تمہارے سپرد دو ایسے کام کیے گئے ہیں جن دونوں کے باعث تم سے پہلی امتیں ہلاک ہوئیں۔ (ترمذی)

حدیث ٤ : حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو کسی چیز میں سلم کرے تو قبضہ کرنے سے پہلے اسے کسی دوسرے کی طرف نہ پھیرے۔ (ابن ماجہ)

بیع سلم اس چیز کی ہوسکتی ہے جس کی صفت کا انضباط ہوسکے اور اس کی مقدار معلوم ہوسکے وہ چیز کیلی ہو جیسے جو' گیہوں یا وزنی جیسے لوہا تانبا' پیتل یا عددی متقارب جیسے اخروٹ' انڈا' پیسہ' ناشپاتی' نارنگی' انجیر وغیرہ۔ خام اینٹ اور پختہ اینٹوں میں سلم صحیح ہے جبکہ

سانچا مقرر ہو جائے۔ جیسے اس زمانے میں عموماً دس انچ طول اور پانچ پانچ عرض کی ہوتی ہیں۔ یہ بیان بھی کافی ہے۔

زرعی چیز میں بھی سلم جائز ہے جیسے کپڑا اس کے لیے ضروری ہے کہ طول وعرض معلوم ہو اور یہ کہ وہ سوتی ہے۔ یا تسری یا ریشمی یا مرکب اور کیسا بنا ہوا ہوگا مثلاً فلاں کارخانہ کا فلاں شخص کا اس کی بناوٹ کیسی ہوگی۔ باریک ہوگا موٹا ہوگا۔ اس کا وزن کیا ہوگا جبکہ بیع میں وزن کا اعتبار ہوتا ہو یعنی بعض کپڑے ایسے ہوتے ہیں کہ ان کا وزن میں کم ہونا خوبی ہے اور بعض میں وزن کا زیادہ ہونا۔ (درمختار) بچھونے، چٹائیاں، دریاں، ٹاٹ، کمبل جبکہ ان کا طول وعرض وصفت سب چیزوں کی وضاحت ہو جائے تو ان میں بھی سلم ہو سکتا ہے۔ سلم کے متعلق شرعی مسائل مندرجہ ذیل ہیں:

مسئلہ ۱: دودھ دہی میں بھی بیع سلم ہو سکتی ہے۔ ناپ یا وزن جس طرح سے چاہیں اس کی مقدار معین کر لیں گھی، تیل میں بھی درست ہے۔ وزن سے یا ناپ سے۔ بھوسے میں سلم درست ہے اس کی مقدار وزن سے مقرر کریں جیسا کہ آج کل اکثر شہروں میں وزن کے ساتھ بھس بکا کرتا ہے یا بوریوں کی ناپ مقرر ہو جبکہ اس سے تعین ہو جائے ورنہ جائز نہیں۔ (عالمگیری)

مسئلہ ۲: جواہرات میں سلم درست نہیں کہ یہ چیزیں عددی متفاوت ہیں۔ ہاں چھوٹے موتی جو وزن سے فروخت ہوتے ہیں ان میں اگر وزن کے ساتھ سلم کیا جائے تو جائز ہے۔ گوشت کی نوع وصفت بیان کر دی ہو تو اس میں سلم جائز ہے۔ چربی اور دنبہ کی چکی میں بھی سلم درست ہے۔ (درمختار)

مسئلہ ۳: تیل میں سلم درست ہے جبکہ اس کی قسم بیان کر دی گئی ہو مثلاً تل کا تیل، سرسوں کا تیل اور خوشبودار تیل میں بھی جائز ہے مگر اس میں بھی قسم بیان کرنا ضرور ہے۔ مثلاً روغن گل، چمبیلی جوہی وغیرہ۔ (عالمگیری)

مسئلہ ٤: پنیر اور مکھن میں سلم درست ہے جبکہ اس طرح بیان کر دیا گیا کہ اہل صنعت کے نزدیک اشتباہ باقی نہ رہے۔ شہ تیر اور کڑیوں اور ساکھو، شیشم وغیرہ کے بنے ہوئے سامان میں بھی درست ہے جبکہ لمبائی، چوڑائی اور موٹائی اور لکڑی کی قسم وغیرہ تمام وہ باتیں بیان کر دی جائیں جن کے بیان نہ کرنے سے نزاع واقع ہو۔ (عالمگیری)

مسئلہ ۵: رب اسلم نے مسلم الیہ سے کہا اسے اپنی بوریوں میں تول کر رکھ دو یا اپنے مکان میں تول کر علیحدہ کر کے رکھ دو۔ اس سے رب السلم کا قبضہ نہیں ہوا یعنی جبکہ بوریوں میں رب السلم کی عدم موجودگی میں بھرا ہو۔ یا رب السلم نے اپنی بوریاں دیں اور یہ کہہ کر چلا گیا کہ ان میں بھر دو اس نے ناپ کر یا تول کر بھر دیا۔ اب بھی رب اسلم کا قبضہ نہیں ہوا کہ اگر ہلاک ہوگا تو مسلم الیہ کا ہلاک ہوگا۔ رب السلم سے کوئی تعلق نہ ہوگا اور اگر اس کی موجودگی میں بوریوں میں غلہ بھرا گیا تو چاہے بوریاں اس کی ہوں یا مسلم الیہ کی رب السلم قابض ہو گیا۔ اگر بوری میں رب السلم کا غلہ موجود ہو اس میں سلم کا غلہ بھی مسلم الیہ نے ڈال دیا یا تو رب السلم کا قبضہ ہو گیا اور بیع مطلق میں اپنی بوریاں دیتا اور کہتا اس میں ناپ کر بھر دو اور وہ بھر دیتا تو اس کا قبضہ ہو جاتا اس کی موجودگی میں بھرتا یا عدم موجودگی میں۔ یونہی اگر رب السلم نے مسلم الیہ سے کہا اس کا آٹا پسوا دے اس نے پسوا دیا تو آٹا مسلم الیہ کا ہے۔ رب السلم کا نہیں اور بیع مطلق میں مشتری کا ہوتا اور اس نے کہا اسے پانی میں پھینک دے اس نے پھینک دیا تو مسلم الیہ کا نقصان ہوا' رب السلم سے تعلق نہیں اور بیع مطلق میں مشتری کا نقصان ہوا۔ (ہدایہ فتح القدیر)

مسئلہ ۶: زید نے عمرو سے ایک من گیہوں میں سلم کیا تھا جب میعاد پوری ہوئی تو عمرو نے کسی سے ایک من گیہوں خریدے تا کہ زید کو دے دے اور زید سے کہہ د' کہ تم اس سے جا کر لے لو۔ زید نے اس سے لے لیے تو زید کا مالکانہ قبضہ نہیں ہوا اور اگر عمرو یہ کہے کہ تم میرے نائب ہو کر وصول کر و پھر اپنے لیے قبضہ کرو اور زید ایک مرتبہ عمرو کے لیے ان کو تو لے پھر دوبارہ اپنے لیے تو لے اب سلم کی وصولی ہوگی۔ اور اگر عمرو نے خریدا نہیں بلکہ قرض لیا ہے اور زید سے کہہ دیا کہ جا کر اس سے سلم کے گیہوں لے لو تو اس کا لینا صحیح ہے یعنی قبضہ ہو جائے گا۔ (ہدایہ)

مسئلہ ۷: بیع سلیم میں یہ شرط ٹھہری کہ فلاں جگہ وہ چیز دے آ۔ مسلم الیہ نے دوسری جگہ وہ چیز دی اور کہا کہ یہاں سے وہاں کی مزدوری میں دوں گا۔ رب السلم نے چیز لے لی یہ قبضہ درست ہے مگر مزدوری لینا جائز نہیں۔ مزدوری جو لے چکا ہے واپس کرے ہاں اگر اس کو پسند نہیں کرتا کہ مزدوری اپنے پاس سے خرچ کرے تو چیز واپس کر دے اور اس سے کہہ دے کہ جہاں پہنچانا ٹھہرا ہے وہ خود مزدور کر کے یا جیسے چاہے پہنچائے۔ (عالمگیری) یہ طے ہوا

ہے کہ رب السلم کے مکان پر پہنچائے گا اور مسلم الیہ کو اپنے مکان کا پورا پتہ بتا دیا ہے تو درست ہے۔

۹۔ عاریت

ضرورت کے وقت کسی دوسرے سے کوئی چیز مانگ لینے کو عاریت کہا جاتا ہے۔ شریعت نے ایسا کرنے کو جائز قرار دیا ہے کہ کسی سے چیز مانگ لی جائے اور اس سے غرض پوری کرنے کے بعد اسے واپس کردی جائے۔ حضور ﷺ کے دور میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ضرورت کے وقت اشیاء عاریۃً لے لیا کرتے تھے اور پھر واپس لوٹا دیتے۔ عاریت شدہ چیز کا حکم امانت کی طرح ہے۔ اس کی حفاظت کرنا اور اسے واپس کرنا عاریۃً لینے والے کا فرض ہے۔ عاریت کے متعلق چند احادیث مندرجہ ذیل ہیں:

حدیث ۱ : حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ ایک مرتبہ مدینہ منورہ میں کچھ گھبراہٹ پیدا ہوئی نبی ﷺ نے ابوطلحہ رضی اللہ عنہ سے اسکا گھوڑا عاریۃً لیا اس کا نام مندوب تھا آپ ﷺ سوار ہوئے اور خبر معلوم کرنے کے لیے نکلے جب واپس لوٹے تو فرمایا ہم نے خوف والی کوئی بات نہیں دیکھی اور تحقیق ہم نے اس گھوڑے کو کشادہ قدم پایا ہے۔ (بخاری شریف)

حدیث ۲ : حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ اپنے باپ سے وہ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں۔ فرمایا کوئی شخص ہنسی ہنسی میں اپنے بھائی کی لاٹھی رکھنے کے قصد سے نہ لے۔ جو شخص اپنے بھائی کی لاٹھی پکڑے وہ اس کو واپس کردے۔ (ترمذی)

حدیث ۳ : حضرت امیہ بن صفوان اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے حنین کے دن ان سے عاریۃً زرہیں لیں۔ صفوان نے کہا' مجھ سے چھینتے ہوا اے محمد ﷺ (فرمایا نہیں بلکہ عاریۃً لیتا ہوں کہ واپس کردی جائیں گی۔ (ابوداؤد)

حدیث ٤ : حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا فرماتے تھے عاریۃً لی ہوئی چیز واپس کی جائے۔ منحہ (دودھ پینے کے لیے کسی دوسرے شخص کو گائے بھینس وغیرہ دینا) کو واپس کیا جائے' قرض ادا کیا جائے اور ضامن ضمانت بھرنے والا ہے۔ (ترمذی)

ان احادیث سے واضح ہوا کہ دوسرے شخص کو چیز کی منفعت کا بغیر عوض مالک کردینا

عاریت ہے۔ جس کی چیز ہے اسے معیر کہتے ہیں اور جس کو دی گئی مستعیر کہتے ہیں اور چیز کو مستعار کہتے ہیں عاریت کے لیے ایجاب وقبول ہونا ضروری ہے۔ اگر کوئی فعل ایسا کیا جس سے قبول معلوم ہوتا ہو تو یہ فعل ہی قبول ہے مثلاً کسی سے کوئی چیز مانگی اس نے لاکر دے دی اور کچھ نہ کہا عاریت ہوگئی اور اگر وہ شخص خاموش رہا کچھ نہیں بولا تو عاریت نہیں۔

عاریت کا حکم یہ ہے کہ چیز مستعیر کے پاس امانت ہوتی ہے اگر مستعیر نے تعدی نہیں کی ہے اور چیز ہلاک ہوگئی تو ضمان واجب نہیں اور اس کے لیے شرط یہ ہے کہ شے مستعار انتفاع کے قابل ہو اور عوض لینے کی اس میں شرط نہ ہو۔ اگر معاوضہ شرط ہو تو اجارہ ہو جائے گا اگرچہ عاریت ہی کا لفظ بولا ہو۔ منافع کی جہالت اس کو فاسد نہیں کرتی اور عین مستعار کی جہالت سے عاریت فاسد ہے۔ مثلاً ایک شخص سے سواری کے لیے گھوڑا مانگا اس نے کہا اصطبل میں دو گھوڑے بندھے ہیں ان میں سے ایک لے لو۔ مستعیر ایک لے کر چلا گیا اگر ہلاک ہوگا ضمان دینا ہوگا اور اگر مالک نے کہا کہ ان میں سے جو تو چاہے ایک لے لے تو ضمان نہیں۔ بغیر مانگے کسی نے کہہ دیا یہ میرا گھوڑا ہے اس پر سواری کرلو یا غلام ہے اس سے خدمت لو یہ عاریت نہیں یعنی خرچہ مالک کو دینا ہوگا اس کے ذمہ نہیں۔

عاریت کے بعض الفاظ یہ ہیں: میں نے یہ چیز عاریت دی۔ میں نے یہ زمین تمہیں کھانے کو دی' یہ کپڑا پہننے کو دیا۔ یہ جانور سواری کو دیا۔ یہ مکان تمہیں رہنے کو دیا۔ یا ایک مہینے کے لیے رہنے کو دیا یا عمر بھر کے لیے دیا۔ یہ جانور تمہیں دیتا ہوں اس سے کام لینا اور کھانے کو دینا۔

مسئلہ ۱: جس طرح برتنے کی اجازت مالک نے دی ہو اسی طرح برتنا جائز ہے اسکے خلاف کہنا درست نہیں اگر خلاف کرے گا تو جاتے رہنے پر تاوان دینا پڑے گا جیسے کسی نے اوڑھنے کو دوپٹہ دیا یہ اس کو بچھا کر لیٹ گئی اس لیے وہ خراب ہوگیا۔ یا چارپائی پر اتنے آدمی لد گئے کہ وہ ٹوٹ گئی یا شیشے کا برتن آگ پر رکھ دیا وہ ٹوٹ گیا یا اور کچھ ایسی خلاف بات کی تو تاوان دینا پڑے گا اسی طرح اگر چیز مانگ کر لائی اور یہ بدنیتی کی کہ اب اس کو لوٹا کر نہ دوں گی بلکہ ہضم کر جاؤں گی تب بھی تاوان دینا پڑے گا۔ (درمختار)

مسئلہ ۲: مستعیر نے عاریت کو کرایہ پر دے دیا یا رہن رکھ دی اور چیز ہلاک ہوگئی۔ مالک مستعیر سے تاوان وصول کرسکتا ہے اور یہ کسی سے رجوع نہیں کرسکتا اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ

مستاجر یا مرتہن سے تاوان وصول کرے پھر یہ مستعیر سے واپس لیں کیونکہ اسی کی وجہ سے یہ تاوان ان پر لازم آیا۔ یہ اس وقت ہے کہ مستاجر کو یہ معلوم نہ تھا کہ پرائی چیز کرایہ پر چلا رہا ہے اور اگر معلوم تھا تو تاوان کی واپسی نہیں ہوسکتی کیونکہ اس کو کسی نے دھوکا نہیں دیا ہے۔ (ہدایہ)

مسئلہ ۳: مستعیر نے عاریت کی چیز کرایہ پر دے دی اور چیز ہلاک ہوگئی اس کو تاوان دینا پڑا تو جو کچھ کرایہ میں وصول ہوا ہے اس کا مالک یہی ہے۔ مگر اسے صدقہ کردے۔ (عالمگیری)

مسئلہ ٤: زمین عاریت لی کہ اس میں مکان بنائے گا یا درخت لگائے گا۔ یہ عاریت صحیح ہے اور مالک زمین کو اختیار ہے کہ جب چاہے اپنی زمین خالی کرالے کیونکہ عاریت میں کوئی پابندی مالک پر لازم نہیں اور اگر مکان یا درخت کھود کر نکالنے میں زمین خراب ہوجانے کا اندیشہ ہو تو اس ملبہ کی جو مکان کھودنے کے بعد قیمت ہوگی یا درخت کے کاٹنے کے بعد قیمت ہوگی۔ مالک زمین سے دلادی جائے اور مالک مکان و درخت اپنے مکان و درخت کو بجنسہٖ چھوڑ دے مالک زمین نے مستعیر کے لیے کوئی مدت مقرر کردی تھی مثلاً دس سال کے لیے یہ زمین مکان بنانے کو یا درخت لگانے کو عاریت دی اور مدت پوری ہونے سے پہلے زمین واپس لینا چاہتا ہے اگرچہ یہ مکروہ اور وعدہ خلافی ہے مگر واپس لے سکتا ہے کیونکہ یہ عقد اس کے ذمہ قضاءً لازم نہیں مگر اس عمارت اور درخت کی وجہ سے مستعیر کا جو کچھ نقصان ہوگا' مالک زمین اس کو ادا کردے یعنی کھڑی عمارت کی قیمت لگائی جائے اور ملبہ جدا کردینے کے بعد جو قیمت ہو اس میں عمارت کی قیمت سے جو کمی ہو' مالک زمین یہ رقم مستعیر کو دے۔ (درمختار)

مسئلہ ٥: عاریت دینے والا جب چاہے اپنی زمین واپس لے سکتا ہے۔ جب یہ واپس مانگے گا عاریت باطل ہوجائے گی۔ عاریت کی ایک مدت مقرر کردی تھی مثلاً ایک ماہ کے لیے یہ چیز دی اور مالک مدت پوری ہونے سے قبل مطالبہ کرلے تو عاریت باطل ہوگئی۔ اگرچہ مالک کو ایسا کرنا مکروہ و ممنوع ہے کہ وعدہ خلافی ہے مگر واپس لینے میں اگر مستعیر کا نقصان ظاہر ہو تو چیز اس کے قبضہ سے نہیں نکال سکتا۔ بلکہ یہ اس وقت تک مستعیر کے پاس بطور اجارہ رہے گی۔ مالک کو اجرت مثل ملے گی۔ مثلاً ایک شخص کی لونڈی کو بچہ کے دودھ پلانے کے لیے عاریت پر لیا۔ اور اندرون مدت رضاعت مالک لونڈی کا مانگتا ہے اور بچہ

دوسری عورت کا دودھ نہیں لیتا جب تک مدت پوری نہ ہو لونڈی نہیں لے سکتا۔ ہاں اس زمانہ کی واجبی اجرت وصول کرسکتا ہے کیونکہ عاریت باطل ہوگئی۔ جہاد کے لیے گھوڑا عاریت لیا تھا اور چار ماہ اس کی مدت تھی' دو مہینے کے بعد مالک اپنے گھوڑے کو واپس لینا چاہتا ہے۔ اگر اسلامی علاقہ میں ہے مالک کو واپس دے دیا جائے گا اور اگر بلادشرک میں مطالبہ کرتا ہے ایسی جگہ کہ نہ وہاں کرایہ پر گھوڑا مل سکتا ہے' نہ خرید سکتا ہے تو مستعیر واپس دینے سے انکار کرسکتا ہے اور ایسی جگہ تک آنے کا کرایہ دے گا جہاں کرایہ پر گھوڑا ملتا ہو یا خریدا جا سکتا ہو۔ (درمختار)

۱۰۔ ہبہ

اپنی کسی چیز کو بلا معاوضہ کسی دوسرے کی ملکیت میں دے دینے کا نام ہبہ ہے۔ ہبہ کرنے والے کو واہب کہا جاتا ہے اور جسے کوئی چیز ہبہ کی جاتی ہے اسے موہوب کہا جاتا ہے۔ اسلام میں ہبہ کی بہت فضیلت ہے۔ حضور ﷺ نے ہبہ کی بہت تاکید فرمائی ہے۔ چند احادیث مندرجہ ذیل ہیں:

حدیث ۱ : حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ دوسروں کو چیزیں دیا کرو کیونکہ اس سے حسد دور ہو جاتا ہے۔ (ترمذی شریف)

حدیث ۲ : حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ہدیہ دیا کرو کیونکہ اس سے سینے کا کھوٹ دور ہو جاتا ہے اور پڑوس میں خواہ کوئی معمولی چیز ہی کیوں نہ ہو ہدیے کے طور پر بھیجا کرو خواہ وہ بکری کا پایہ ہی کیوں نہ ہو۔ (ترمذی)

حدیث ۳ : حضرت میمونہ بنت حارث رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ انھوں نے ایک لونڈی رسول اللہ ﷺ کی حیات میں آزاد کی اور اس کا تذکرہ نبی علیہ السلام سے کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا اگر تم اس کو اپنے ماموں کو دے دیتی تو زیادہ ثواب ملتا۔ (بخاری)

حدیث ٤ : حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا عرض گزار ہوئیں کہ یارسول اللہ ﷺ! میرے دو پڑوسی ہیں ان میں سے کس کو ہدیہ دوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا جس کا دروازہ تم سے زیادہ قریب ہو۔ (بخاری)

حدیث ٥ : حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تم شوربا پکاؤ تو اس میں پانی زیادہ ڈال کر اپنے پڑوسیوں کو ہدیہ کرو۔ (مسلم)

حدیث ٦ : حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں جب کھانے کی کوئی چیز پیش کی جاتی تو آپ لانے والے سے دریافت فرماتے کہ یہ ہدیہ ہے یا صدقہ؟ اگر بتایا جاتا کہ یہ صدقہ ہے تو آپ ﷺ مستحق صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرماتے' تم کھالو اور خود نہ کھاتے اور اگر کہا جاتا کہ ہدیہ ہے تو اپنا ہاتھ کھانے میں ڈالتے اور خود بھی صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ تناول فرماتے۔ (مسلم شریف)

حدیث ٧ : حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ جناب بریرہ رضی اللہ عنہا (حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی آزاد شدہ باندی) کیلئے تین خصوصیات ہیں۔ (1) ان کو آزاد کیا گیا (2) انہیں اپنے خاوند کے پاس رہنے کا اختیار دیا گیا۔ (3) ان کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا حق ولا اس کے لیے ہے جو آزاد کرے۔ ایک مرتبہ سرکار دو عالم ﷺ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے یہاں آئے تو ہانڈی میں گوشت پک رہا تھا۔ آپ کے سامنے روٹی اور گھر کا سالن پیش کیا گیا تو سرکار ﷺ نے فرمایا کیا مجھے ہانڈی نہیں دکھاؤ گی جس میں گوشت پک رہا ہے تو عرض کی گئی کیوں نہیں۔ ہانڈی میں وہ گوشت ہے جو جناب بریرہ رضی اللہ عنہا کو صدقہ کیا گیا تھا اور آپ صدقہ نہیں کھاتے ہیں۔ اس وقت سرکار ﷺ نے فرمایا صدقہ تو بریرہ رضی اللہ عنہا کے لیے ہے اور ہمارے لیے یہ ہدیہ ہے (بریرہ کی طرف سے) (بخاری شریف)

حدیث ٨ : حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہدیہ قبول فرمالیتے تو اس کے بدلہ میں کچھ عنایت فرماتے تھے۔ (بخاری)

حدیث ٩ : حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر مجھے کراع میں بلایا جائے تو میں دعوت قبول کرلوں اور اگر مجھے دستی ہدیہ میں دی جائے تو اس کو شرف بخشوں گا۔ (بخاری)

ہبہ کے متعلق شرعی مسائل مندرجہ ذیل ہیں:

مسئلہ ١ : ہبہ دو قسم ہے ایک تملیک دوسرا اسقاط۔ مثلاً جس پر مطالبہ تھا' مطالبہ اسے ہبہ کرنا' اس کو ساقط کرنا ہے۔ مدیون کے سوا دوسرے کو دین ہبہ کرنا اس وقت صحیح ہے کہ قبضہ کا بھی اس کو حکم دیا ہو اور قبضہ نہ دیا تو صحیح نہیں۔ (بحر الرائق)

مسئلہ ٢ : ہبہ کے بہت سے الفاظ ہیں مثلاً میں نے تجھے ہبہ کیا۔ یہ چیز تمہیں کھانے کو دی۔ یہ چیز میں نے فلاں کے لیے یا تیرے لیے کردی۔ میں نے یہ چیز تیرے نام کردی'

میں نے اس چیز کا تجھے مالک کر دیا اگر قرینہ ہو تو ہبہ ہے ورنہ نہیں کیونکہ مالک کرنا بیع وغیرہ بہت چیزوں کو شامل ہے۔ عمر بھر کے لیے یہ چیز دے دی۔ اس گھوڑے پر سوار کر دیا۔ یہ کپڑا پہننے کو دیا۔ میرا یہ مکان تمہارے لیے عمر بھر رہنے کو ہے۔ یہ درخت میں نے اپنے بیٹے کے نام لگایا ہے۔ (بہار شریعت)

مسئلہ ۳: ہبہ صحیح ہونیکی چند شرطیں ہیں۔ واہب کا عاقل ہونا' بالغ ہونا' مالک ہونا' نابالغ کا ہبہ صحیح نہیں' اسی طرح غلام کا ہبہ کرنا بھی کہ یہ کسی چیز کا مالک ہی نہیں۔ جو چیز ہبہ کی جائے وہ موجود ہو اور قبضہ میں ہو' متمیز ہو۔ مشغول نہ ہو۔ اس کے ارکان ایجاب وقبول ہیں اور اس کا حکم یہ ہے کہ ہبہ کرنے سے چیز موہوب لہٗ کی ملک ہو جاتی ہے اگرچہ یہ ملک لازم نہیں ہے اس میں خیار شرط صحیح نہیں۔ مثلاً ہبہ کیا اور موہوب لہٗ کے لیے تین دن کا اختیار دیا اور وہاں اگر جدائی سے پہلے اس نے ہبہ صحیح ہے اور خیار باطل شروط فاسدہ سے ہبہ باطل نہیں ہوتا بلکہ خود شرطیں ہی باطل ہو جاتی ہیں۔ مثلاً ایک شخص کو اپنا غلام اس شرط پر ہبہ کیا کہ وہ غلام کو آزاد کر دے۔ ہبہ صحیح ہے اور شرط باطل ہے۔ (فتاویٰ عالمگیری)

مسئلہ ۴: ہبہ کے لیے قبول ضروری ہے یعنی موہوب لہٗ جب تک قبول نہ کرے اس کے حق میں ہبہ نہیں ہوگا۔ اگرچہ واہب کے حق میں فقط ایجاب سے ہبہ ہو جائے گا۔ بخلاف بیع کے کہ جب تک اس میں ایجاب وقبول دونوں نہ ہوں بائع ومشتری کسی کے حق میں بیع نہیں۔ اس کا حاصل یہ ہوا کہ مثلاً قسم کھائی تھی کہ یہ چیز فلاں کو ہبہ کروں گا اس نے ایجاب کیا مگر اس نے قبول نہ کیا۔ قسم میں سچا ہو گیا اور اگر قسم کھاتا کہ اسے فلاں کے ہاتھ بیع کروں گا اور ایجاب کیا مگر اس نے قبول نہیں کیا حانث ہو گیا۔ قسم ٹوٹ گئی۔ ہبہ کا قول کرنا کبھی الفاظ سے ہوتا ہے اور کبھی فعل سے۔ مثلاً اس نے ایجاب کیا یعنی کہا میں نے یہ چیز تمہیں ہبہ کر دی۔ اس نے لے لی' ہبہ تمام ہو گیا۔ (بہار شریعت)

مسئلہ ۵: ہبہ تمام ہونے کے لیے قبضہ کی بھی ضرورت ہے بغیر اس کے ہبہ تمام نہیں ہوتا۔ پھر اگر اسی مجلس میں قبضہ کرے تو واہب کی اجازت کی بھی ضرورت نہیں' اور مجلس بدل جانے کے بعد قبضہ کرنا چاہتا ہے تو اجازت درکار ہے۔ ہاں اگر جس مجلس میں ہبہ کیا ہے اس نے کہہ دیا کہ تم قبضہ کر لو تو اب اجازت حاصل کرنے کی ضرورت نہیں۔ وہی پہلی اجازت کافی ہے (درمختار)

مسئلہ ۶ : قبضہ پر قادر ہونا بھی قبضہ ہی کے حکم میں ہے مثلاً صندوق میں کپڑے ہیں اور کپڑے ہبہ کر کے صندوق اسے دے دیا۔ اگر صندوق مقفل ہے قبضہ نہیں ہوا اور قفل کھلا ہوا ہے قبضہ ہو گیا یعنی ہبہ تمام ہو گیا کہ قبضہ پر قادر ہو گیا۔ (بہار شریعت)

مسئلہ ۷ : ایک شخص نے ہنسی مذاق کے طور پر دوسرے سے چیز ہبہ کرنے کو کہا مثلاً یار دوستوں میں کبھی کبھی ایسا ہوتا ہے کہ مذاق میں کہتے ہیں مٹھائی کھلاؤ یا یہ چیز دے دو۔ مگر اس نے سچ مچ کو ہبہ کر دیا یہ ہبہ صحیح ہے۔ کبھی اس طرح بھی ہبہ ہوتا ہے کہ بہت سے لوگوں سے کہا جاتا ہے کہ میں نے یہ چیز تم سے ایک کے لیے ہبہ کر دی جس کا جی چاہے لے لے' ان میں ایک نے لے لی ہبہ درست ہو گیا وہ مالک ہو گیا۔ یا کہہ دیا میں نے اپنے باغ کے پھل کی اجازت دے دی ہے جو چاہے لے لے۔ جو لے گا مالک ہو جائے گا اور اگر ایسے شخص نے لیا جس کو واہب کے اس ہبہ کی خبر نہیں پہنچی ہے اس کو لینا جائز نہیں...... اور علم سے پہلے کھایا تو حرام ہو گیا۔ (فتاویٰ عالمگیری)

مسئلہ ۸ : معدوم شے کا ہبہ باطل ہے۔ قبضہ دینے کے بعد بھی موہوب لہٗ کی ملک نہیں ہو گی۔ مثلاً کہا ان گیہوں کا آٹا ہبہ کر دیا۔ تلوں میں جو تیل ہے ہبہ کیا۔ دودھ میں جو گھی ہے ہبہ کیا' لونڈی کے پیٹ میں جو حمل ہے وہ ہبہ کیا۔ ان صورتوں میں اگر آٹا پسوا کر تلوں کو پلوا کر دودھ میں سے گھی نکال کر موہوب لہٗ کو دے بھی دے جب بھی اس کی ملک نہیں ہو گی' ہاں اب جدید ہبہ کرے تو ہو سکتا ہے۔ (درمختار)

مسئلہ ۹ : ایک شخص کو ایک چیز ہبہ کی۔ موہوب لہٗ نے قبضہ نہیں کیا پھر اس شخص نے دوسرے کو وہی چیز ہبہ کر دی اور دونوں سے قبضہ کرنے کو کہہ دیا۔ دونوں نے قبضہ کر لیا تو چیز دوسرے موہوب لہٗ کی ہو گی پہلے کی نہیں۔ اور اگر واہب نے پہل موہوب لہٗ کو قبضہ کرنے کے لیے کہہ دیا اس نے قبضہ کر لیا تو یہ قبضہ باطل ہے۔ (فتاویٰ عالمگیری)

مسئلہ ۱۰ : جو چیز ہبہ کی ہے وہ پہلے ہی سے موہوب لہٗ کے قبضہ میں ہے تو ایجاب اور قبول کرتے ہی اس کی ملک ہو گئی۔ جدید قبضہ کی ضرورت نہیں۔ موہوب لہٗ کا وہ قبضہ قبضۂ امانت ہو یا قبضۂ ضمان۔ مثلاً اس کے پاس عاریت یا ودیعت کے طور پر ہے یا کرایہ پر ہے یا اس نے غصب کر رکھی ہے۔ اس کا قاعدہ کتاب البیوع میں بیان کیا گیا ہے کہ دو قبضے اگر ایک جنس کے ہوں یعنی دونوں قبضۂ امانت ہوں یا دونوں قبضۂ ضمان ہوں ان میں ایک

دوسرے کے قائم مقام ہو جائے گا اگر دونوں جنس کے ہوں تو قبضۂ ضمان قبضۂ امانت کے قائم مقام ہو جائے گا اور قبضۂ امانت قبضۂ ضمان کے قائم مقام نہیں ہوگا۔ (درمختار)

۱۱۔ شرکت

دو یا دو سے زائد افراد کا مل کر خرید و فروخت کرنا شرکت کہلاتا ہے کاروباری شرکت میں معاہدہ ضروری ہے۔ ایک کہے کہ میں تیرے فلاں کام میں شریک ہوں اور دوسرا کہے کہ مجھے منظور ہے شرکت دو طرح کی ہے ایک جبری اور دوسری اختیاری۔ پہلی قسم کی شرکت میں مال بالکل ایک دوسرے سے ملا ہوتا ہے اور اسے علیحدہ کرنا مشکل ہوتا ہے جیسا کہ وارثت کی شرکت۔ جبکہ دوسری قسم کی شرکت میں مال ایک دوسرے کے ساتھ تو ہوتا ہے لیکن اسے علیحدہ کرنا آسان ہوتا ہے۔ شرکت کے متعلق حضور ﷺ کے ارشادات مندرجہ ذیل ہیں:

حدیث ۱: حضرت عروہ بن ابوالجعد بارقی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے انہیں ایک دینار عطا فرمایا کہ آپ ﷺ کے لیے ایک بکری خرید لائیں۔ انہوں نے آپ ﷺ کے لیے دو بکریاں خرید لیں۔ جن میں سے ایک بکری ایک دینار میں بیچ دی۔ یوں بکری اور ایک دینار لے کر حاضر بارگاہ ہوئے۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے ان کے لیے تجارت میں برکت کی دعا فرمائی لہٰذا وہ مٹی بھی خریدتے تو اس میں بھی نفع ہوتا۔ (بخاری)

حدیث ۲: زہرہ بن معبد سے روایت ہے کہ وہ اپنے جد امجد حضرت عبداللہ بن ہشام رضی اللہ عنہ کے ساتھ بازار کی طرف نکلا کرتے جو غلہ خریدا کرتے تھے انہیں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اور حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہما ملا کرتے تو کہتے کہ ہمیں شریک کر لیجیے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے آپ کے لیے برکت کی دعا فرمائی تھی۔ پس وہ انہیں شریک کر لیتے۔ بعض اوقات وہ منافع میں ایک اونٹ کا بوجھ غلہ گھر بھیجا کرتے کیونکہ حضرت عبداللہ بن ہشام رضی اللہ عنہ کو لے کر ان کی والدہ ماجدہ نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئی تھیں تو آپ ﷺ نے ان کے سر پر دست مبارک پھیرا اور ان کے لیے دعائے برکت فرمائی تھی۔ (بخاری)

حدیث ۳: حضرت صہیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تین چیزوں میں برکت ہے۔ بیع مدت مقرر کر کے، مضاربت اور تجارت کے لیے نہیں بلکہ اپنے کھانے کے لیے گندم اور جو کو ملا لینا۔ (ابن ماجہ)

حدیث ۴: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ انصار نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں عرض

گزار ہوئے کہ کھجور کے درختوں کو ہمارے مہاجرین بھائیوں کے درمیان تقسیم کر دیجئے۔ فرمایا نہیں تمہارے لیے ہماری محنت کافی ہے لہٰذا ہم تمہارے پھلوں میں شریک ہو جاتے ہیں۔ انصار عرض گذار ہوئے کہ ہم نے سن لیا اور مان لیا۔ (بخاری)

حدیث ۵ : حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ دو ساجھوں کے ساتھ تیسرا میں ہوتا ہوں۔ جب تک اپنے ایک ساتھی سے خیانت نہیں کرتا۔ جب کوئی ایک خیانت کرتا ہے تو میں دونوں کے درمیان سے نکل جاتا ہوں۔ (ابوداؤد)

حدیث ٦ : حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ایک دینار دے کر قربانی کا جانور خریدنے کے لیے بھیجا پس انہوں نے ایک دینار کا مینڈھا خرید لیا اور اسے دو دینار میں فروخت کر دیا۔ پس واپس گئے اور ایک دینار سے قربانی خرید لی۔ چنانچہ قربانی کا جانور اور ایک دینار لے کر حاضر بارگاہ ہوئے جو دوسرے دینار سے بچ گیا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ دینار خیرات کر دیا اور ان کے لیے تجارت میں برکت کی دعا فرمائی۔ (ترمذی ٗابوداؤد)

حدیث ۷ : حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ امانت ادا کرو۔ جس نے تمہیں امانتدار سمجھا اور جو تم سے خیانت کرے تو تم اس سے خیانت نہ کرو (ترمذی ٗابوداؤدٗ دارمی)

شرکت کے متعلق شرعی مسائل مندرجہ ذیل ہیں:

مسئلہ ۱ : شرکت ملک میں ہر ایک اپنے حصہ میں تصرف کر سکتا ہے اور دوسرے کے حصہ میں بمنزلہ اجنبی ہے لہٰذا اپنا حصہ بیع کر سکتا ہے اس میں شریک سے اجازت لینے کی ضرورت نہیں ٗ اسے اختیار ہے کہ شریک کے ہاتھ بیع کرے یا دوسرے کے ہاتھ مگر شرکت اگر اس طرح ہوئی کہ اصل میں شرکت نہیں تھی مگر دونوں نے اپنی چیزیں ملا دیں یا دونوں کی چیزیں مل گئی اور غیر شریک کے ہاتھ بیچنا چاہتا ہے تو شریک سے اجازت لینی پڑے گی۔ یا اصل میں شرکت ہے مگر بیع کرنے میں شریک کو ضرر ہوتا ہے تو بغیر اجازت شریک ٗ غیر شریک کے ہاتھ بیع نہیں کر سکتا۔ مثلاً مکان یا درخت یا زراعت مشترک ہے تو بغیر اجازت بیع نہیں کر سکتا کہ مشتری تقسیم کرانا چاہے گا اور تقسیم میں شریک کا نقصان ہے۔ ہاں اگر زراعت تیار ہے یا درخت کاٹنے کے لائق ہو گیا اور پھل دار درخت نہیں ہے تو اب اجازت کی ضرورت نہیں کہ۔

اب کٹوانے میں کسی کا نقصان نہیں۔ مشترک چیز اگر قابل تقسیم نہ ہو جیسے حمام، چکی، غلام، چوپایہ اس کی بیع بغیر اجازت بھی جائز ہے (درمختار)

مسئلہ ۲: شرکت عقد میں ایجاب و قبول ضروری ہے خواہ لفظوں میں ہوں یا قرینہ سے ایسا سمجھا جاتا ہو۔ مثلاً ایک نے ایک ہزار روپے دیے اور کہا تم بھی اتنا نکالو اور کوئی چیز خرید و نفع جو کچھ ہوگا دونوں کا ہوگا۔ دوسرے نے روپے لے لیے تو اگرچہ قبول لفظاً نہیں مگر روپیہ لے لینا قبول کے قائم مقام ہے۔ (درمختار)

مسئلہ ۳: نفع میں کم و بیش کے ساتھ بھی شرکت ہو سکتی ہے مثلاً ایک کی ایک تہائی اور دوسرے کی دو تہائی۔ اور جو کچھ نقصان ہوگا وہ راس المال کے حساب سے ہوگا اس کے خلاف شرط کرنا باطل ہے۔ مثلاً دونوں کے روپے برابر ہیں اور شرط یہ کی کہ جو کچھ نقصان ہوگا اس کی تہائی فلاں کے ذمہ اور دو تہائیاں فلاں کے ذمہ۔ یہ شرط باطل ہے اور اس صورت میں دونوں کے ذمہ نقصان برابر ہوگا (ردالمحتار)

مسئلہ ٤: شرکت عقد کی چند قسمیں ہیں۔ شرکت بالمال، شرکت بالعمل، شرکت وجوہ، پھر ہر ایک دو قسم ہے۔ مفاوضہ اور عنان۔ یہ کل چھ قسمیں ہیں۔ شرکت مفاوضہ یہ ہے کہ ہر ایک دوسرے کا وکیل و کفیل ہو یعنی ہر ایک کا مطالبہ دوسرا وصول کر سکتا ہے اور ہر ایک پر جو مطالبہ ہوگا دوسرا اس کی طرف سے ضامن ہے اور شرکت مفاوضہ میں یہ ضرور ہے کہ دونوں کے مال برابر ہوں اور نفع میں دونوں برابر کے شریک ہوں اور تصرف و دین میں بھی مساوات ہو۔ لہٰذا آزاد و غلام میں اور نابالغ و بالغ میں اور مسلمان و کافر میں اور عاقل و مجنون میں اور دو نابالغوں میں اور دو غلاموں میں شرکت مفاوضہ نہیں ہو سکتی۔

شرکت عنان یہ ہے کہ دو شخص کسی خاص نوع کی تجارت یا ہر قسم کی تجارت میں شرکت کریں۔ مگر ہر ایک دوسرے کا ضامن نہ ہوں۔ صرف دونوں شریک آپس میں ایک دوسرے کے وکیل ہوں گے لہٰذا شرکت عنان میں شرط یہ ہے کہ ہر ایک ایسا ہو جو دوسرے کو وکیل بنا سکے۔

شرکت عنان مرد و عورت کے درمیان، مسلم و کافر کے درمیان، بالغ اور نابالغ عاقل کے درمیان جب کہ نابالغ کو اس کے ولی نے اجازت دے دی ہو اور آزاد و غلام ماذون کے درمیان ہو سکتی ہے۔ (فتاویٰ عالمگیری)

۱۲۔ مضاربت

کسی کے ساتھ کاروبار میں رقم لگا کر نفع حاصل کرنے کو مضاربت کہا جاتا ہے۔

مضاربت ایک طرح کی شرکت ہے جو ایک طرف مال سے ہوتی ہے اور دوسری طرف محنت سے ہوتی ہے یعنی اگر کوئی شخص کسی کو رقم دے اور وہ اس سے تجارت کر کے نفع حاصل کرے تو رقم لگانے والا بھی نفع کا حصہ دار ہوگا۔ اس طرح منافع حاصل کرنے کو مضاربت کہتے ہیں۔

اسلام میں مضاربت کو جائز قرار دیا گیا مگر اس کی چند شرائط ہیں جو حسب ذیل ہیں:

(1) مضاربت میں لگنے والا مال چالو ہونا چاہیے۔ (2) راس المال معلوم ہونا چاہیے۔ (3) راس المال عین ہونا چاہیے قرض وغیرہ نہیں ہونا چاہیے۔ (4) راس المال کو مضاربت کے قبضے میں دینا ضروری ہے۔ (5) نفع صرف مضاربت کرنے والوں میں تقسیم ہونا چاہیے۔ (6) ہر ایک کا حصہ مقرر شدہ ہونا چاہیے۔

مسئلہ ۱ : مضاربت میں ایک جانب سے مال ہو اور ایک جانب سے کام' مال دینے والے کو رب المال اور کام کرنے والے کو مضارب اور مالک نے جو دیا ہے اسے راس المال کہتے ہیں اور اگر تمام نفع رب المال ہی کے لیے دینا قرار پایا تو اس کو ابضاع کہتے ہیں اور اگر کل کام کرنے والے کے لیے طے پایا تو قرض ہے۔ اس عقد کی لوگوں کو حاجت ہے کیونکہ انسان مختلف قسم کے ہیں۔ بعض مالدار ہیں اور بعض تہی دست۔ بعض مال والوں کو کام کرنے کا سلیقہ نہیں ہوتا۔ تجارت کے اصول و فروع سے ناواقف ہوتے ہیں اور بعض غریب کام کرنا جانتے ہیں مگر ان کے پاس روپیہ نہیں لہٰذا تجارت کیونکر کریں۔ اس عقد کی مشروعیت میں یہ مصلحت ہے کہ امیر وغریب دونوں کو فائدہ پہنچے۔ مال والے کو روپیہ دے کر اور غریب آدمی کو اس کے روپے سے کام کر کے۔

مسئلہ ۲ : مضاربت کا حکم یہ ہے کہ جب مضارب کو مال دیا گیا اس وقت وہ امین ہے اور جب اس نے کام شروع کیا اب وہ وکیل ہے اور جب کچھ نفع ہوا تو اب شریک ہے اور رب المال کے حکم کے خلاف کیا تو غاصب ہے اور مضاربت فاسد ہوگئی تو وہ اجیر ہے اور جارہ بھی فاسد۔ (درمختار)

مسئلہ ۳ : مضاربت میں جو کچھ خسارہ ہوتا ہے وہ رب المال کا ہوتا ہے اگر یہ چاہے کہ خسارہ مضارب کو ہو مال والے کو نہ ہو تو اس کی صورت یہ ہے کہ کل روپیہ مضارب کو بطور

قرض دے دے اور ایک روپیہ بطور شرکت عنان دے۔ یعنی اس کی طرف سے وہ کل روپے جو اس نے قرض میں دیے اور اس کا ایک روپیہ اور شرکت اس طرح کی کہ کام دونوں کریں گے اور نفع میں برابر کے شریک رہیں گے اور کام کرنے کے وقت تنہا وہی مستقرض کام کرتا رہا اس نے کچھ نہیں کیا اس میں حرج نہیں کیونکہ اگر رب المال کام نہ کرے تو شرکت باطل نہیں ہوتی۔ اب اگر تجارت میں نقصان ہوا تو ظاہر ہے کہ اس کا ایک ہی روپیہ ہے سارا مال تو مستقرض کا ہے اس کا خسارہ ہوا۔ رب المال کا کیا ایسا خسارہ ہوا۔ کیونکہ جو کچھ مستقرض کو دیا ہے وہ قرض ہے اسے وصول کرے گا۔ (درمختار)

مسئلہ ٤: مضارب و رب المال میں مضاربت کی صحت و فساد میں اختلاف ہے۔ اس کی دو صورتیں ہیں۔ اگر مضارب فساد کا مدعی ہے تو رب المال کا قول معتبر، اور رب المال نے فساد کا دعویٰ کیا تو مضارب کا قول معتبر۔ اس کا قاعدہ یہ ہے کہ عقود میں جو مدعی صحت ہے اس کا قول معتبر ہوتا ہے۔ ہاں اگر رب المال یہ کہتا ہے کہ تمہارے لیے دس کم تہائی نفع شرط تھا۔ مضارب کہتا ہے تہائی نفع میرے لیے تھا۔ یہاں رب المال کا قول معتبر ہے حالانکہ اس کے طور پر مضاربت فاسد ہے اور مضارب کے طور پر صحیح ہے کیونکہ یہاں مضارب زیادت کا مدعی ہے اور رب المال اس سے منکر۔ (درمختار)

۱۳۔ کفالت یعنی ذمہ داری

تجارتی معاملات میں بعض اوقات فروخت کرنے والے کو پوری رقم وصول نہیں ہوتی وہ بقایا رقم کے سلسلے میں خریدنے والے سے کسی چیز یا شخص کی ضمانت طلب کر لیتا ہے ایسی ضمانت کو کفالت کہا جاتا ہے جو شخص ضامن بنتا ہے اسے کفیل کہا جاتا ہے۔ جو شخص ضمانت طلب کرتا ہے اس کو مکفول لہ کہتے ہیں اور جس کے ذمے چیز کی ادائیگی ہوتی ہے اسے رمیل کہا جاتا ہے اور جس چیز کی کفالت یعنی ذمہ داری لی جاتی ہے اسے مکفول بہ کہا جاتا ہے۔ کفالت کے متعلق شرعی مسائل مندرجہ ذیل ہیں:

مسئلہ ١: کفالت کے لیے الفاظ مخصوص ہیں جو بیان کیے جائیں گے اور اس کا رکن ایجاب و قبول ہے یعنی ایک شخص الفاظ کفالت سے ایجاب کرے دوسرا قبول کرے تنہا کفیل کے کہہ دینے سے کفالت نہیں ہو سکتی جب تک مکفول لہ یا اجنبی شخص نے قبول نہ کیا ہو۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ مکفول لہ یا اجنبی نے کسی سے کہا کہ تم فلاں کی کفالت کر لو اس نے کفالت

کر لی یہ کفالت صحیح ہے۔ قبول کی اس صورت میں ضرورت نہیں اور اگر کفیل نے کفالت کی اور مکفول لہ وہاں موجود نہیں ہے کہ قبول یا رد کرتا تو یہ کفالت مکفول لہ کی اجازت پر موقوف ہے جب خبر پہنچی اس نے قبول کر لی' کفالت صحیح ہو گئی اور جب تک مکفول لہ نے جائز نہ کی ہو کفیل کفالت سے دست بردار ہو سکتا ہے۔ (فتاویٰ عالمگیری)

مسئلہ ۲: کفالت ایسے الفاظ سے ہوتی ہے جن سے کفیل کا ذمہ دار ہونا سمجھا جاتا ہو۔ مثلاً خود لفظ کفالت ضمانت۔ یہ مجھ پر ہے' میری طرف سے ہے' میں ذمہ دار ہوں۔ یہ مجھ پر ہے کہ اس کو تمہارے پاس لاؤں' فلاں شخص میری پہچان کا ہے یہ کفالت بالنفس ہے' تمہارا جو کچھ فلاں پر ہے میں دوں گا یہ کفالت نہیں بلکہ وعدہ ہے۔ تمہارا جو دین فلاں پر ہے' میں دوں گا میں ادا کروں گا یہ کفالت نہیں جب تک یہ نہ کہے کہ میں ضامن ہوں یا وہ مجھ پر ہے۔ (فتاویٰ عالمگیری)

مسئلہ ۳: کفالت کا حکم یہ ہے کہ اصیل کی طرف سے اس نے جس چیز کی کفالت کی ہے اس کا مطالبہ اس کے ذمہ لازم ہو گیا یعنی طالب کے لیے حق مطالبہ ثابت ہو گیا وہ جب چاہے اس سے مطالبہ کر سکتا ہے اس کو انکار کی گنجائش نہیں یہ ضرور نہیں کہ اس سے مطالبہ اسی وقت کرے جب اصیل سے مطالبہ نہ کر سکے بلکہ اصیل سے مطالبہ کر سکتا ہو جب بھی کفیل سے مطالبہ کر سکتا ہے اور اصیل سے مطالبہ شروع کر دیا جب بھی کفیل سے مطالبہ کر سکتا ہے ہاں اگر اصیل سے اس نے اپنا حق وصول کر لیا تو کفالت ختم ہو گئی۔ اب کفیل بری ہو گیا۔ مطالبہ نہیں ہو سکتا۔ (درمختار)

مسئلہ ٤: کفالت اس وقت صحیح ہے کہ جب وہ اپنے ذمہ لازم کرے یعنی کوئی ایسا لفظ کہے جس سے التزام سمجھا جاتا ہو مثلاً یہ کہ میرے ذمہ ہے یا مجھ پر ہے' میں ضامن ہوں' میں کفالت کرتا ہوں اور اگر فقط یہ کہا کہ فلاں کے ذمہ جو تمہارا روپیہ ہے اس کو میں تمہیں دوں گا میں تسلیم کروں گا' میں وصول کروں گا اس کہنے سے کفیل نہیں ہوا اور اگر ان الفاظ کو تعلیق کے طور پر کہا کہ وہ نہیں دے گا میں دوں گا میں ادا کروں گا یوں کہنے سے کفیل ہو گیا۔ (ردالمحتار)

مسئلہ ٥: اگر کسی وجہ سے اصیل سے اس وقت مطالبہ نہ ہو سکتا ہو اور اس کی کسی نے کفالت کر لی کفالت صحیح ہے (اور کفیل سے ابھی وقت مطالبہ ہو گا مثلاً غلام مجور (جس کو مالک نے خرید و فروخت کی ممانعت کر دی ہو) اس نے کسی کی چیز ہلاک کر دی یا اس پر قرض ہے اس

سے مطالبہ آزاد ہونے کے بعد ہوگا مگر کسی نے اس کی کفالت کرلی تو کفیل سے ابھی مطالبہ ہوگا۔ یونہی مدیون کے متعلق قاضی نے مفلسی کا حکم دے دیا تو اس سے مطالبہ مؤخر ہوگیا مگر کفیل سے مؤخر نہیں ہوگا۔

مسئلہ ٦: عورت کا نفقہ جو زن و شوہر کی باہمی رضامندی سے مقرر ہوا ہے یا قاضی نے اس کو مقرر کر دیا ہے اس کی کفالت بھی ہوسکتی ہے یا قاضی کے حکم سے نفقہ کے لیے عورت نے قرض لیا ہے عورت اس کا مطالبہ شوہر سے کرے گی۔ شوہر کی طرف سے کسی نے کفالت کی یہ کفالت بھی صحیح ہے۔ آئندہ کے نفقہ کی ضمانت بھی درست ہے۔ ایام گزشتہ کا نفقہ باقی ہے مگر اس کا تقرر نہ تراضی سے ہوا نہ حکیم قاضی سے اس کی ضمانت صحیح نہیں۔ (درمختار)

۱۴۔ حوالہ

قرضہ کو اپنے ذمہ سے دوسرے کے ذمہ منتقل کر دینا حوالہ کہلاتا ہے۔ بعض اوقات مقروض قرض ادا کرنے سے عاجز ہوتا ہے اور وہ کسی اور آدمی کو کہہ دیتا ہے کہ میرا قرض ادا کردو۔ تیسرا آدمی قرض کی ادائیگی کا ذمہ خود لے لیتا ہے اس طرح قرض کی ادائیگی کی منتقلی حوالہ کہلاتی ہے۔ بسا اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ مقروض نے خود بھی کسی سے قرضہ وصول کرنا ہوتا ہے اور جس سے اس نے قرضہ وصول کرنا ہوتا ہے اسے وہ کہہ دیتا ہے کہ میرے قرضے کی رقم فلاں شخص کو دے دو جس کا میں خود مقروض ہوں۔ وہ قرضہ ادا کرنے والا اس ذمہ داری کو قبول کر لیتا ہے جسے شرعی اعتبار سے حوالہ کہا جاتا ہے۔ مقروض کو محیل اور قرض واپس لینے والے کو محال کہا جاتا ہے اور جس پر حوالہ کیا جاتا ہے اس کو محال علیہ کہا جاتا ہے اور قرض کو محال بہ کہا جاتا ہے۔ حوالہ کے ارکان ایجاب وقبول ہیں اور اس کی شرائط مندرجہ ذیل ہیں:

(1) محیل کا عاقل اور بالغ ہونا۔ مجنون یا ناسمجھ بچہ نے حوالہ کیا یہ صحیح نہیں نابالغ عاقل نے جو حوالہ کیا یہ اجازت ولی پر موقوف ہے۔ اس نے جائز کر دیا تو نافذ ہو جائے گا ورنہ نافذ نہ ہو گا۔ محیل کا آزاد ہونا شرط نہیں اگر غلام ماذون لہٗ ہے تو محتال علیہ دین ادا کرنے کے بعد اس سے وصول کرسکتا ہے اور محجور ہے تو جب تک آزاد نہ ہو اس سے وصول نہیں کیا جا سکتا۔ محیل کہ مرض الموت میں مبتلا ہے جب بھی حوالہ درست ہے یعنی صحت شرط نہیں۔ محیل کا راضی ہونا بھی شرط نہیں یعنی اگر مدیون نے خود حوالہ نہ کیا بلکہ محتال علیہ نے دائن سے یہ کہہ دیا کہ فلاں شخص پر جو تمہارا دین ہے اس کو اپنے اوپر حوالہ کرتا ہوں۔ تم اس کو قبول کرو اس نے

منظور کر لیا حوالہ صحیح ہو گیا اس کو دین ادا کرنا ہو گا مگر مدیون سے اس صورت میں وصول نہیں کر سکتا کہ یہ حوالہ اس کے حکم سے نہیں ہوا۔
(2) محتال کا عاقل ہونا۔ مجنون یا ناسمجھ بچہ نے حوالہ قبول کر لیا صحیح نہ ہوا اور نابالغ سمجھدار نے کیا تو اجازت ولی پر موقوف ہے جبکہ محتال علیہ بہ نسبت محیل کے زیادہ مالدار ہوا۔
(3) محتال کا راضی ہونا۔ اگر محتال یعنی دائن کو حوالہ قبول کرنے پر مجبور کیا گیا حوالہ صحیح نہ ہوا۔
(4) محتال کا اسی مجلس میں قبول کرنا یعنی اگر مدیون نے حوالہ کر دیا اور دائن وہاں موجود نہیں ہے جب اس کو خبر پہنچی اس نے منظور کر لیا یہ حوالہ صحیح نہ ہوا۔ ہاں اگر مجلس حوالہ میں کسی نے اس کی طرف سے قبول کر لیا جب خبر پہنچی اس نے منظور کر لیا یہ حوالہ صحیح ہو گیا۔
(5) محتال علیہ کا عاقل بالغ ہونا۔ سمجھ دار بچہ نے حوالہ قبول کر لیا جب بھی صحیح نہیں اگرچہ تجارت کی اجازت ہو۔ اگرچہ اس کے ولی نے بھی منظور کر لیا ہو۔
(6) محتال علیہ کا قبول کرنا یہ ضرور نہیں کہ اسی مجلس حوالہ ہی میں اس نے قبول کیا ہو بلکہ اگر وہاں موجود نہیں ہے مگر جب خبر ملی اس نے منظور کر لیا صحیح ہو گیا یہ ضروری نہیں کہ محیل کا اس کے ذمہ دین ہو یا نہ ہو جب قبول کر لے گا صحیح ہو جائے گا۔
(7) جس چیز کا حوالہ کیا گیا ہو وہ دین لازم ہو۔ عین کا حوالہ یا دین غیر لازم مثلاً بدل کتابت کا حوالہ صحیح نہیں۔ خلاصہ یہ کہ جس دین کی کفالت نہیں ہو سکتی اس کا حوالہ بھی نہیں ہو سکتا۔
حوالہ کے متعلق چند شرعی مسائل مندرجہ ذیل ہیں:
مسئلہ ۱ : جب حوالہ صحیح ہو گیا۔ محیل یعنی مدیون دین سے بری ہو گیا جب تک دین کے ہلاک ہونے کی صورت پیدا نہ ہو محیل کو دین سے کوئی تعلق نہ رہا۔ دائن کو حق نہ رہا کہ اس سے مطالبہ کرے اگر محیل مر جائے محتال اس کے ترکہ سے دین وصول نہیں کر سکتا البتہ ورثاء سے کفیل لے سکتا ہے تاکہ دین ہلاک ہونے کی صورت میں ترکہ سے دین وصول ہو سکے۔ دائن محیل کو معاف کرنا چاہے معاف نہیں کر سکتا نہ دین اسے ہبہ کر سکتا ہے کہ اس کے ذمہ دین ہی نہ رہا۔ مشتری نے بائع کو ثمن کا حوالہ کسی دوسرے پر کر دیا' بائع مبیع کو روک نہیں سکتا۔ راہن نے مرتہن کو دوسرے پر حوالہ کر دیا۔ مرتہن رہن کو روکنے کا حقدار نہ رہا یعنی رہن واپس کرنا ہو گا۔ عورت نے مہر معجل کا مطالبہ کیا تھا شوہر نے حوالہ کر دیا عورت اپنے نفس کو نہیں روک سکتی۔ (درمختار ردالمحتار)

مسئلہ ۲ : محتال علیہ نے محیل سے یہ مطالبہ کیا کہ تمہارے حکم سے میں نے تم پر جو دین تھا ادا کر دیا لہٰذا وہ رقم مجھے دے دو۔ محیل نے جواب میں کہا کہ میں نے تم پر حوالہ اس لیے کیا تھا کہ میرا دین تمہارے ذمہ تھا لہٰذا میرے ذمہ مطالبہ نہیں رہا۔ اس صورت میں محتال علیہ کا قول معتبر ہے کیونکہ محیل نے حوالہ کا اقرار کر لیا۔ اور حوالہ کے لیے یہ ضروری نہیں کہ محیل کا محتال علیہ کے ذمہ باقی ہو۔ (درمختار)

مسئلہ ۳ : محیل پر میعادی دین تھا اس کا حوالہ کر دیا اور محیل مر گیا تو محتال علیہ پر اب بھی میعادی ہے۔ محیل کے مرنے سے میعاد ساقط نہ ہوگی اور محتال علیہ مر گیا تو میعاد جاتی رہی۔ اگرچہ محیل زندہ ہو۔ ہاں اگر محتال علیہ مفلس مرا' کچھ ترکہ اس نے نہیں چھوڑا تو محیل کی طرف دین رجوع کرے گا اور وہ میعاد بھی ہوگی جو پہلے تھی۔ (عالمگیری)

مسئلہ ٤ : زید کے عمرو پر ہزار روپے واجب الادا ہیں اور زید نے اپنے دائن کو عمرو پر حوالہ کر دیا کہ ایک سال میں عمرو اس کو روپے دیدے مگر زید نے خود سال کے اندر دین ادا کر دیا تو عمرو سے اپنے روپے وصول کر سکتا ہے (عالمگیری)

مسئلہ ٥ : نابالغ کا کسی کے ذمہ دین تھا اس نے حوالہ کر دیا اور اس میں کوئی میعاد مقرر ہوئی۔ اس نابالغ کے باپ یا وصی نے حوالہ قبول کر لیا یہ ناجائز ہے یعنی جبکہ نابالغ کو وہ دین میراث میں ملا ہو۔ اور اگر باپ یا وصی نے اس نابالغ کے لیے کوئی عقد کیا ہو اس کا دین ہو تو اس میں میعاد مقرر کرنا جائز ہے۔ (عالمگیری)

مسئلہ ٦ : محتال علیہ نے محتال لہٗ کو ادا کر دیا۔ یا محتال علیہ کو ہبہ کر دیا یا صدقہ کر دیا یا محتال لہٗ مر گیا اور محتال علیہ اس کا وارث ہے تو محیل سے وصول کر سکتا ہے اور اگر محتال لہٗ نے محتال علیہ کو دین سے بری کر دیا تو بری ہو گیا اور محیل سے وصول نہیں کر سکتا۔ او اگر محتال لہٗ نے یہ کہہ دیا کہ میں نے دین تمہارے لیے چھوڑ دیا تو محیل سے وصول کر سکتا ہے (عالمگیری)

مسئلہ ۷ : مدیون نے ایسے شخص پر حوالہ کیا جس پر مدیون کا دین نہیں ہے اور کسی اجنبی شخص نے محتال علیہ کی طرف سے دین ادا کر دیا تو محتال علیہ محیل سے وصول کر سکتا ہے اور اگر محیل کا محتال علیہ پر دین تھا اور حوالہ اور اجنبی نے محیل کی طرف سے دین ادا کر دیا' تو محیل محتال علیہ سے اپنا دین وصول کر سکتا ہے اور اگر محیل یہ کہتا ہے کہ اس نے میری طرف سے دین ادا کیا ہے اور محتال علیہ کہتا ہے میری طرف سے ادا کیا ہے اور فضولی نے ادا کے وقت کچھ ظاہر نہیں

کیا تھا تو اس فضولی سے دریافت کیا جائے کہ کس کی طرف سے ادا کیا تھا جو وہ کہے اس کا اعتبار کیا جائے اور اگر وہ فضولی مر گیا یا اس کا پتہ ہی نہیں ہے کہ اس سے دریافت ہو سکے تو محتال علیہ کی طرف سے دین ادا کرنا قرار دیا جائے۔ (خانیہ)

۱۵۔رہن

قرض لینے کے لیے ضمانت کے طور پر اپنی کوئی چیز قرض دینے والے کے حوالے کر دینے کو رہن کیا جاتا ہے۔ رہن بھی اسلامی شریعت کی رو سے جائز اور درست ہے کیونکہ رہن دوسرے کی چیز کو صرف اپنے قبضے میں اس لیے رکھا جاتا ہے تاکہ اپنا حق وصول کرنے میں آسانی رہے۔ رہن کو گروی بھی کہا جاتا ہے۔ چیز رکھنے والے کو راہن اور جس کے پاس چیز رکھی جاتی ہے اسے مرتہن کہا جاتا ہے۔ رہن کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات مندرجہ ذیل ہیں:

حدیث ۱ : حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ رہن رکھی ہوئی چیز رہن رکھنے والے کا نفع بند نہیں کرتی۔ اس چیز کا نفع اور تاوان اسی کے لیے ہے۔ (مشکوٰۃ)

حدیث ۲ : حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خرچ خوراک کے بدلے سواری کی جا سکتی ہے جبکہ وہ جانور رہن رکھا ہوا ہو اور خرچ کے مویشی کا دودھ پیا جا سکتا ہے جبکہ وہ مرہون ہو۔ خرچ سوار ہونے والے اور دودھ پینے والے پر ہے (بخاری شریف)

حدیث ۳ : حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زرہ ایک یہودی کے پاس تیس صاع جو کے بدلے رہن رکھی ہوئی تھی (بخاری)

رہن کے متعلق شرعی مسائل مندرجہ ذیل ہیں:

مسئلہ ۱ : رہن جس حق کے مقابلہ میں رکھا جاتا ہے وہ دین (یعنی واجب فی الذمہ) ہو عین کے مقابل رہن رکھنا صحیح نہیں۔ ظاہراً و باطناً دونوں طرح واجب ہو جیسے بیع کا ثمن اور قرض یا ظاہراً واجب ہو جیسے غلام کو بیچا اور وہ حقیقت میں آزاد تھا یا سرکہ بیچا اور وہ حقیقت میں شراب تھی اور ان کے ثمن کے مقابل میں کوئی چیز رہن رکھی۔ یہ ثمن بظاہر واجب ہے۔

مگر واقع میں نہ مبیع ہے نہ ثمن۔ اگر حقیقتہً دین نہ ہو حکماً دین ہو تو اس کے مقابل میں بھی رہن صحیح ہے جیسے اعیان مضمونہ بنفسہا یعنی جہاں مثل یا قیمت سے تاوان پڑے جیسے مغصوب شے کو غاصب پر واجب یہ ہے کہ جو چیز غصب کی ہے بعینہ وہی چیز مالک کو دے اور وہ نہ ہو تو مثل یا قیمت تاوان دے۔ جہاں ضمان واجب نہ ہو جیسے ودیعت اور امانت کی دوسری صورتیں۔ ان میں رہن درست نہیں۔ اسی طرح اعیان مضمونہ بغیرھا کے مقابل میں بھی رہن صحیح نہیں جیسے مبیع کہ جب تک یہ بائع کا قبضہ میں ہے اگر ہلاک ہوگئی تو اس کے مقابل میں مشتری سے بائع کا ثمن ساقط ہو جائے گا مشتری کے پاس بائع کوئی چیز رہن رکھے یہ صحیح نہیں۔ (درمختار، ردالمختار)

مسئلہ ۲: عقد رہن ایجاب وقبول سے منعقد ہوتا ہے مثلاً مدیون نے کہا کہ تمہارا جو کچھ میرے ذمہ ہے اس کے مقابلہ میں یہ چیز تمہارے پاس رہن رکھی یا یہ کہے کہ اس چیز کو رہن رکھ لو دوسرا کہے میں نے قبول کیا۔ بغیر ایجاب وقبول کے الفاظ بولنے کے بھی بطور تعاطی رہن ہو سکتا ہے جس طرح بیع تعاطی سے ہو جاتی ہے۔ (ہدایہ، ردالمختار)

مسئلہ ۳: ایجاب وقبول سے عقد رہن ہو جاتا ہے مگر لازم نہیں ہوتا جب تک مرتہن شے مرہون پر قبضہ نہ کر لے لہٰذا قبضہ سے پہلے راہن کو اختیار رہتا ہے کہ چیز دے یا نہ دے اور جب مرتہن نے قبضہ کر لیا تو پکا معاملہ ہو گیا اب راہن کو بغیر اس کا حق ادا کیے چیز واپس لینے کا حق نہیں رہتا۔ (ہدایہ)

مسئلہ ٤: رہن کی شرائط حسب ذیل ہیں۔ (1) راہن ومرتہن عاقل ہوں یعنی ناسمجھ بچہ اور مجنون کا رہن رکھنا صحیح نہیں۔ بلوغ اس کے لیے شرط نہیں۔ نابالغ بچہ جو عاقل ہو اس کا رہن رکھنا صحیح ہے۔ (2) رہن کسی شرط پر معلق نہ ہو نہ اس کی اضافت وقت کی طرف ہو۔ (3) جس چیز کو رہن رکھا وہ قابل بیع ہو یعنی وقت عقد موجود ہو۔ مال مطلق متقوم، مملوک، معلوم مقدور التسلیم ہو لہٰذا جو چیز وقت عقد موجود ہی نہ ہو یا اس کے وجود وعدم دونوں کا احتمال ہو اس کا رہن جائز نہیں مثلاً درخت میں جو پھل اس سال آئیں گے یا بکریوں کے اس سال جو بچے پیدا ہوں گے یا اس کے پیٹ میں جو بچہ ہے ان سب کا رہن نہیں ہو سکتا۔ مردار اور خون کو رہن نہیں رکھ سکتے کہ مال نہیں۔ حرم واحرام کے شکار بھی مردار ہیں مال نہیں۔ آزاد کو رہن نہیں رکھ سکتا کہ مال نہیں۔ مدبر وام ولد کا رہن جائز نہیں۔ دونوں راہن ومرتہن میں اگر

کوئی مسلم ہو تو شراب و خنزیر کو رہن نہیں رکھ سکتے۔ اموال مباحہ مثلاً شکار اور جنگل کی لکڑی اور گھاس چونکہ یہ مملوک نہیں ان کا رہن بھی ناجائز ہے۔ (عالمگیری)

مسئلہ ۵: دو چیزیں رہن رکھی ہیں ان میں سے ایک ہلاک ہوگئی اور ایک باقی ہے۔ اور جو ہلاک ہوگئی اس تنہا کی قیمت دین سے زائد ہے تو یہ نہیں ہوگا کہ دین ساقط ہو جائے بلکہ دین کو ان دونوں کی قیمتوں پر تقسیم کیا جائے جو حصہ اس ہلاک شدہ کے مقابل آئے وہ ساقط اور جو باقی کے مقابل ہے وہ باقی ہے۔ یونہی مکان رہن رکھا اور وہ گر گیا تو دین کو عمارت اور زمین کی قیمت پر تقسیم کیا جائے۔ جو حصہ عمارت کے مقابل ہے ساقط اور جو زمین کے مقابل ہے باقی ہے۔ (فتاویٰ عالمگیر)

مسئلہ ۶: رہن فسخ ہونے کے بعد بھی مرتہن کو یہ اختیار ہے کہ جب تک اپنا مطالبہ وصول نہ کر لے یا معاف نہ کر دے مرہون شے اپنے قبضہ میں رکھے راہن کو واپس نہ دے یعنی محض زبان سے کہہ دینے سے رہن فسخ کیا رہن فسخ نہیں ہوتا بلکہ باقی رہتا ہے جب تک مرہون کو واپس نہ کر دے۔ جب رہن فسخ نہیں ہوا تو اب بھی چیز کو روک سکتا ہے۔ ہاں دین یا قبضہ دونوں میں سے ایک جاتا رہے مثلاً دین وصول پایا یا معاف کر دیا کہ اب دین باقی نہ رہا یا رہن کے قبضہ میں دیدیا تو اب رہن جاتا رہے گا۔ (درمختار، ردالمحتار)

مسئلہ ۷: مرہون شے جب تک مرتہن کے ہاتھ میں ہے راہن اسے بیع نہیں کر سکتا۔ مرتہن جب تک دین وصول نہ کر لے اس کو اختیار ہے کہ بیچنے نہ دے اور اگر مدیون نے کچھ دین ادا کیا ہے کچھ باقی ہے اب بھی راہن مرتہن سے چیز واپس نہیں لے سکتا جب تک کل دین ادا نہ کر دے۔ اور جب دین بیباق کر دیا تو مرتہن سے کہا جائے گا کہ رہن واپس دو کیونکہ اب اسے روکنے کا حق باقی نہ رہا۔ (ہدایہ)

مسئلہ ۸: مرتہن کے لیے اگر راہن نے انتفاع کی اجازت دیدی ہے تو اس کی دو صورتیں ہیں یہ اجازت رہن میں شرط ہے یعنی قرض ہی اس طرح دیا ہے کہ اپنی چیز اس کے پاس رہن رکھے اور یہ اس سے نفع اٹھائے۔ جیسا کہ عموماً اس زمانہ میں مکان یا زمین اسی طور پر رکھتے ہیں یہ ناجائز اور سود ہے دوسری صورت یہ ہے کہ شرط نہ ہو یعنی عقد رہن ہو جانے کے بعد راہن نے اجازت دی ہے کہ مرتہن نفع اٹھائے یہ صورت جائز ہے۔ اصل حکم یہی ہے جس کا ذکر ہوا۔ مگر آج کل عام حالت یہ ہے کہ روپیہ قرض دے کر اپنے پاس چیز اسی مقصد

اسے رہن رکھتے ہیں کہ نفع اٹھائیں اور یہ اس درجہ معروف ومشہور ہے کہ مشروط کی حد میں داخل ہے۔لہٰذا اس سے بچنا ہی چاہیے۔(درمختار، ردالمحتار)

۱۶۔لقطہ(گری ہوئی چیز اٹھانے) کے احکام

ایسی چیز جو کہیں گری ہوئی ہو اسے اٹھانے کو لقطہ کہتے ہیں۔شریعت نے گرے ہوئے مال کو اس نیت سے اٹھالینے کو درست قرار دیا ہے کہ اس کے مالک کو تلاش کر کے اسے پہنچا دیا جائے تا کہ گری ہوئی چیز ضائع نہ ہو۔اگر دل میں مالک کو نہ دینے کی نیت ہو تو گری ہوئی چیز کو اٹھانا درست نہیں۔گری ہوئی چیز کو اٹھانے کے متعلق حضور ﷺ کے ارشادات مندرجہ ذیل ہیں:

حدیث ۱ : حضرت زید بن خالد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر لقطہ کے متعلق پوچھا تو آپ ﷺ نے فرمایا اس کے برتن اور اس کے سربندھن کو پہچان لو۔پھر ایک سال تک اس کی تشہیر کرو۔اگر اس کا مالک آجائے تو خیر ورنہ تمہیں اس کا اختیار ہے۔عرض گزار ہوا کہ گمشدہ بکری؟ فرمایا وہ تمہارے لیے یا تمہارے بھائی کے لیے یا بھیڑیے کے لیے ہے۔عرض کہ گمشدہ اونٹ؟ فرمایا تمہیں اس سے کیا سروکار۔وہ اپنا مشکیزہ اور بچاؤ رکھتا ہے۔پانی پیئے گا اور درختوں کے پتے کھائے گا یہاں تک کہ اس کا مالک اس سے آملے گا۔(بخاری شریف)

حدیث ۲ : حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ایک دینار ملا۔وہ اسے حضرت فاطمہ کے پاس لائے اور رسول اللہ ﷺ سے اس کے متعلق دریافت کیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ وہ اللہ کا رزق ہے۔پس رسول اللہ ﷺ نے اس میں سے کھایا نیز حضرت علی اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اس کے بعد ایک عورت دینار کو تلاش کرتی ہوئی آئی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے علی رضی اللہ عنہ! دینار ادا کرو۔(ابوداؤد)

حدیث ۳ : حضرت جارود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، مسلمان کی گمشدہ چیز آگ کی چنگاری ہے۔(دارمی)

حدیث ٤ : حضرت عیاض بن حمار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو گری ہوئی چیز پائے تو ایک یا دو معتبر آدمیوں کو گواہ بنالے۔نہ اس چیز کو چھپائے اور نہ اسے غائب کرے۔اگر اس کا مالک آجائے تو اس کے سپرد کردے ورنہ وہ خدا کا مال ہے جس کو

چاہے دے۔ (احمد ابوداؤد دارمی)

حدیث ۵: حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمیں لاٹھی، کوڑا، رسی اور ان جیسی چیزوں کی اجازت مرحمت فرمائی کہ آدمی ایسی چیز پڑی ہوئی پائے تو اس سے فائدہ حاصل کرسکتا ہے۔ (ابوداؤد)

حدیث ٦: حضرت عبدالرحمٰن بن عثمان تیمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حاجیوں کی گری ہوئی چیز کو اٹھانے سے منع فرمایا ہے۔ (مسلم شریف)

لقطہ کے متعلق شرعی مسائل مندرجہ ذیل ہیں:

مسئلہ ۱: پڑا ہوا مال کہیں ملا اور یہ خیال ہو کہ اس کے مالک کو تلاش کر کے دے دوں گا تو اٹھا لینا مستحب ہے اور اگر اندیشہ ہو کہ شاید میں خود ہی رکھ لوں گا اور مالک کو نہ تلاش کروں تو چھوڑ دینا بہتر ہے اور اگر ظن غالب ہو کہ مالک کو نہ دوں گا تو اٹھانا ناجائز ہے اور اپنے لئے اٹھانا حرام ہے اور اس صورت میں بمنزلہ غصب کے ہے اور اگر یہ ظن غالب ہو کہ میں نہ اٹھاؤں گا تو یہ چیز ضائع ہو جائے گی تو اٹھا لینا ضروری ہے لیکن اگر نہ اٹھائے اور ضائع ہو جائے تو اس پر تاوان نہیں۔ (درمختار، ردالمحتار)

مسئلہ ۲: لقطہ کو اپنے تصرف میں لانے کے لیے اٹھایا۔ پھر نادم ہوا کہ مجھے ایسا کرنا نہ چاہیے اور جہاں سے لایا وہیں رکھ آیا تو بری الذمہ نہ ہوگا۔ یعنی اگر ضائع ہو گیا تو تاوان دینا پڑے گا بلکہ اب اس پر لازم ہے کہ مالک کو تلاش کرے اور اس کے حوالہ کر دے اور اگر مالک کو دینے کے لیے لایا تھا پھر جہاں سے لایا تھا رکھ آیا تو پھر تاوان نہیں۔ (درمختار)

مسئلہ ۳: لقطہ ملتقط کے ہاتھ میں امانت ہے یعنی تلف ہو جائے تو اس پر تاوان نہیں بشرطیکہ اٹھانے والا اٹھانے کے وقت کسی کو گواہ بنا دے یعنی لوگوں سے کہہ دے کہ اگر کوئی شخص اپنی گمشدہ چیز تلاش کرتا آئے تو میرے پاس بھیج دینا اور گواہ نہ کیا تو تلف ہونے کی صورت میں تاوان دینا پڑے گا مگر جبکہ وہاں کوئی نہ ہو اور گواہ بنانے کا موقع نہ ملا یا اندیشہ ہو کہ گواہ بنائے تو ظالم چھین لے گا تو ضمان نہیں۔ (بہار شریعت)

مسئلہ ٤: پڑا ہوا مال اٹھا لیا اور اس کے پاس سے ضائع ہو گیا اب مالک آیا اور چیز کا مطالبہ کرتا ہے اور تاوان مانگتا ہے۔ کہتا ہے کہ تم نے بدنیتی سے اپنے صرف میں لانے کے لیے اٹھایا تھا لہٰذا تم پر تاوان ہے۔ یہ جواب دیتا ہے کہ میں نے اپنے لیے نہیں اٹھایا تھا بلکہ

اس نیت سے لیا تھا کہ مالک کو دوں گا تو محض اس کے کہنے سے ضمان سے بری نہیں جب تک بصورت امکان گواہ نہ کرے۔ (ہدایہ)
مسئلہ ۵: دو شخصوں نے لقطہ کو اٹھایا تو دونوں پر تشہیر لازم ہے اور لقطہ کے جمیع احکام دونوں پر ہیں اور اگر دونوں جا رہے تھے ایک نے کوئی چیز دیکھی اس نے دوسرے سے کہا اٹھا لاؤ اس نے اپنے لیے اٹھائی تو ذمہ دار ہے اور لقطہ کے احکام اس پر ہیں حکم دینے والے پر نہیں (بہار شریعت)
مسئلہ ٦: ملتقط پر تشہیر لازم ہے یعنی بازاروں اور شارع عام اور مساجد میں اتنے زمانہ تک اعلان کرے کہ ظن غالب ہو جائے کہ مالک اب تلاش نہ کرتا ہوگا۔ یہ مدت پوری ہونے کے بعد اسے اختیار ہے کہ لقطہ کی حفاظت کرے یا کسی مسکین پر تصدق کر دے۔ مسکین کو دینے کے بعد اگر مالک آ گیا تو اسے اختیار ہے کہ صدقہ کو جائز کر دے یا نہ کرے۔ اگر جائز کر دیا تو ثواب پائے گا اور جائز نہ کیا تو اگر وہ چیز موجود ہے تو اپنی چیز لے لے اور ہلاک ہو گئی تو تاوان لے گا۔ یہ اختیار ہے کہ ملتقط سے تاوان لے یا مسکین سے۔ جس سے بھی لے گا وہ دوسرے سے رجوع نہیں کر سکتا۔ (فتاویٰ عالمگیری)
مسئلہ ۷: نکاح کے چھوہارے لٹائے جاتے ہیں ایک کے دامن میں گرے تھے اور دوسرے نے اٹھا لیے اس کی دو صورتیں ہیں جس کے دامن میں گرے تھے اگر اس نے اسی غرض سے دامن پھیلایا تھا تو دوسرے کو لینا جائز نہیں ورنہ جائز ہے۔ (فتاویٰ عالمگیری)
مسئلہ ۸: شادیوں میں روپے پیسے لٹانے کے لیے جس کو دیے وہ خود لٹائے دوسرے کو لٹانے کے لیے نہیں دے سکتا۔ اور کچھ بچا کر اپنے لیے رکھ لے یا گرا ہوا خود اٹھا لے یہ جائز نہیں اور شکر چھوہارے لٹانے کو دیئے تو بچا کر کچھ رکھ سکتا ہے اور دوسرے کو بھی لٹانے کے لیے دے سکتا ہے اور دوسرے نے لٹائے تو اب وہ بھی لوٹ سکتا ہے۔ (خانیہ)
مسئلہ ۹: کھیت کٹ جانے کے بعد کچھ بالیاں گری پڑی رہ جاتی ہیں اگر کاشتکار نے چھوڑ دی ہیں کہ جس کا جی چاہے اٹھا لے جائے تو لے جانے میں حرج نہیں، مگر مالک کی ملک اب بھی باقی ہے اور چاہے تو لے سکتا ہے مگر جمع کرنے کے بعد اس سے لے لینا دیناءت ہے اور اگر کاشتکار نے چند خاص لوگوں سے کہہ دیا ہے کہ جو چاہے لے جائے تو اب جمع کرنے والوں کا ہو گیا۔ (بحر الرائق)

مسئلہ ۱۰: مجمعوں اور مساجد میں اکثر جوتے بدل جاتے ہیں ان کو کام میں لانا جائز نہیں ہاں اگر یہ کسی فقیر کو اگرچہ اپنی اولاد کو تصدق کردے پھر وہ اسے ہبہ کردے تو تصرف میں لا سکتا ہے یا اس کا اچھا جوتا کوئی لے گیا اور اپنا خراب چھوڑ گیا کہ دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس نے قصداً ایسا کیا ہے۔ دھوکے سے نہیں ہوا ہے تو جب یہ شخص خراب جوڑا اٹھا لایا اس کو پہن سکتا ہے کہ یہ اس کا عوض ہے۔ (بحر الرائق)

۱۷۔ وکالت

کام کرنے کے اعتبار سے ہر انسان کی صلاحیت قدرے مختلف ہے بعض لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے بہت زیادہ فہم و فراست عطا کر رکھی ہے وہ کام کو بڑے احسن طریقے سے سرانجام دینے کی اہلیت رکھتے ہیں۔ چنانچہ اپنے کسی کام کو دوسرے کے سپرد کر دینا تاکہ وہ کردے۔ وکالت کہلاتا ہے۔ وکالت کا لغوی مطلب سپرد کر دینا ہے مگر شرعاً اس کا مطلب یہ ہے کہ جس کام کو آدمی خود کر سکتا ہو اسے دوسرے سے کروایا جائے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے جواز میں اصحاب کہف کے واقعہ میں خود فرمایا ہے:

فَابْعَثُوْٓا اَحَدَكُمْ بِوَرِقِكُمْ هٰذِهٖٓ اِلَى الْمَدِيْنَةِ فَلْيَنْظُرْ اَيُّهَآ اَزْكٰى طَعَامًا فَلْيَاْتِكُمْ بِرِزْقٍ مِّنْهُ وَلْيَتَلَطَّفْ وَلَا يُشْعِرَنَّ بِكُمْ اَحَدًا.

اپنے میں سے کسی کو یہ روپیہ دے کر شہر بھیجو وہ دیکھے کہ نفیس کھانا کونسا ہے تو اس میں سے کھانا لے آئے اور آہستہ آہستہ آئے جائے اور تمہارا حال کسی کو نہ بتائے۔ (الکہف:۱۹)

اس آیت میں اصحاب کہف کا ایک آدمی کو مقرر کر کے شہر میں بھیجنا اسے اپنا وکیل بنانے کی دلیل ہے۔ اسی طرح وکالت کے جواز میں حضور ﷺ کی حدیث یہ ہے:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے خیبر کی طرف جانے کا ارادہ کیا تو میں نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا۔ سلام کیا اور عرض گزار ہوا کہ میں خیبر کی طرف جانے کا ارادہ رکھتا ہوں۔ فرمایا کہ جب تم میرے وکیل کے پاس پہنچو تو اس سے پندرہ وسق کھجوریں لے لینا۔ اگر وہ تم سے نشانی طلب کرے تو اس کے حلق پر ہاتھ رکھ دینا۔ (ابوداؤد)

پس معلوم ہوا کہ اسلامی نقطہ نظر سے دوسرے کو اپنا وکیل بنانا جائز اور درست ہے۔ اس لیے خرید و فروخت' معاملات نکاح' معاملات تجارت و کاروبار میں دوسروں کو وکیل بنایا جا سکتا ہے۔ وکیل بنانے والے کو مؤکل کہا جاتا ہے۔ وکیل اور مؤکل کا عاقل بالغ

ہونا ضروری ہے۔ وکالت کے متعلق شرعی مسائل مندرجہ ذیل ہیں:

مسئلہ ۱: یہ کہہ دیا کہ میں نے تجھے فلاں کام کرنے کا وکیل کیا یا میں یہ چاہتا ہوں کہ تم میری یہ چیز بیچ دو یا میری خوشی یہ ہے کہ تم یہ کام کرو۔ یہ سب صورتیں توکیل کی ہیں۔ وکیل کا قبول کرنا صحت وکالت کے لیے ضروری نہیں۔ یعنی اس نے وکیل بنایا اور وکیل نے کچھ نہیں کہا' یہ بھی نہیں کہ میں نے قبول کیا اور اس کام کو کر دیا تو موکل پر لازم ہوگا۔ ہاں اگر وکیل نے رد کر دیا' تو وکالت نہیں ہوئی۔ فرض کرو ایک شخص نے کہا تھا کہ میری یہ چیز بیچ دو۔ اس نے انکار کر دیا اس کے بعد پھر بیع کر دی تو یہ بیع موکل پر لازم نہ ہوئی کہ یہ اس کا وکیل نہیں بلکہ فضولی ہے۔ (عالمگیری)

مسئلہ ۲: وکیل بنانے کے لیے وکیل کو علم ہو جانا اگرچہ شرط نہیں ہے مگر وہ وکیل اس وقت ہوگا جس اسے علم ہو جائے لہٰذا اگر غلام بیچنے یا زوجہ کو طلاق دینے کا وکیل کیا اور وکیل کو ابھی علم نہیں ہوا ہے۔ بطور خود اس وکیل نے غلام کو بیچ دیا یا اس کی بی بی کو طلاق دے دی نہ بیع جائز ہوئی نہ طلاق۔ (عالمگیری)

مسئلہ ۳: ایک شخص نے خریدنے کے لیے دوسرے کو وکیل کیا۔ خریدنے سے پہلے یا بعد میں وکیل کو زرِ ثمن دے دیا کہ اسے ادا کر کے مبیع لاؤ۔ وکیل نے روپیہ ضائع کر دیا اور وکیل خود تنگ دست ہے' اپنے پاس سے اس وقت روپیہ نہیں دے سکتا اس صورت میں بائع کو اختیار ہے کہ مبیع کو روک لے اس پر قبضہ نہ دے جب تک ثمن وصول نہ کرے موکل سے ثمن کا مطالبہ نہیں کر سکتا اور فرض کرو کہ موکل نہ ثمن دیتا ہے نہ مبیع پر قبضہ لیتا ہے تو قاضی ان دونوں کی رضامندی سے چیز کو بیع کر دے گا۔ (بحرالرائق)

مسئلہ ۴: وکیل سے چیز خریدی ہے موکل ثمن کا مطالبہ کرتا ہے۔ مشتری انکار کر سکتا ہے۔ کہہ سکتا ہے کہ میں نے تم سے نہیں خریدی۔ جس سے خ[illegible]ی اس کو دام دوں گا مگر مشتری نے موکل کو دیدیا تو دینا صحیح ہے اگرچہ وکیل نے منع کر دیا ہو۔ [illegible] دیا ہو کہ مجھی کو دینا' موکل کو نہ دینا وکیل کے سامنے موکل کو دے یا اس کی غیبت میں' ثمن ادا ہو جائے گا۔ وکیل دوبارہ مطا[illegible]ہیں کر سکتا۔ (ہدایہ)

مسئلہ ۵: موکل نے یہ کہا کہ جو چیز مناسب سمجھو میرے لیے خرید لو یہ خریداری کی وکالت عامہ ہے جو کچھ بھی خریدے گا موکل انکار نہیں کر سکتا۔ یونہی اگر یہ کہہ دیا کہ میرے لیے جو

کپڑا چاہو خرید لو۔ یہ کپڑے کے متعلق وکالت عامہ ہے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ کسی خاص چیز کی خریداری کے لیے وکیل کیا ہو مثلاً یہ گائے یہ بکری یہ گھوڑا خرید دو۔ اس صورت کا حکم یہ ہے کہ وہی معین چیز جس کی خریداری کا وکیل کیا ہے خرید سکتا ہے اس کے سوا دوسری چیز نہیں خرید سکتا۔ تیسری صورت یہ ہے کہ نہ تعیم ہے نہ تخصیص مثلاً یہ کہہ دیا کہ میرے لیے ایک گائے خرید دو اس کا حکم یہ ہے کہ اگر جہالت تھوڑی سی ہو تو کیل درست ہے اور جہالت فاحشہ ہو تو کیل باطل۔ (درمختار)

مسئلہ ۶: جب خریدنے کا وکیل کیا جائے تو ضرور ہے کہ اس چیز کی جنس وصفت یا جنس و ثمن بیان کر دیا جائے تا کہ جہالت میں کمی پیدا ہو جائے گر ایسا لفظ ذکر کیا جس کے نیچے کئی جنسیں شامل ہیں مثلاً کہہ دیا چوپایہ خرید لاؤ یہ تو کیل صحیح نہیں اگر چہ ثمن بیان کر دیا گیا ہو۔ کیونکہ اس ثمن میں مختلف جنسوں کی اشیاء خرید سکتے ہیں اذا گر وہ لفظ ایسا ہے جس کے نیچے کئی نوعیں ہیں تو نوع بیان کرے یا ثمن بیان کرے اور نوع یا ثمن بیان کرنے کے بعد وصف یعنی اعلیٰ۔ وسط ادنیٰ بیان کرنا ضرور نہیں۔ (ہدایہ)

مسئلہ ۷: وکیل کو یہ اختیار ہے کہ جب تک مؤکل سے ثمن نہ وصول کرلے چیز اپنے قبضہ میں رکھے مؤکل نہ دے خواہ وکیل نے ثمن اپنے پاس سے بائع کو دے دیا ہے۔ یہ اس صورت میں ہے کہ ثمن مؤجل نہ ہو اور اگر ثمن مؤجل ہو یعنی ادا کی کوئی میعاد مقرر ہو تو مؤکل کے حق میں بھی مؤجل ہو گیا یعنی جب تک میعاد پوری نہ ہو مؤکل سے مطالبہ نہیں کر سکتا۔ اگر بیع میں ثمن مؤجل نہ تھا بیع کے بعد بائع نے ثمن کے لیے کوئی میعاد مقرر کر دی تو مؤکل پر مؤجل نہ ہوگا یعنی وکیل اسی وقت اس سے مطالبہ کر سکتا ہے۔ (بحرالرائق)

مسئلہ ۸: خرید وفروخت واجارہ وبیع سلم صرف کا وکیل ان لوگوں کے ساتھ عقد نہیں کر سکتا جن کے حق میں اس کو گواہی مقبول نہیں اگر چہ واجبی قیمت کے ساتھ عقد کیا ہو۔ ہاں اگر مؤکل نے اس کی اجازت دیدی ہو۔ کہہ دیا ہو کہ جس کے ساتھ تم چاہو عقد کرو تو ان لوگوں سے واجبی قیمت پر عقد کر سکتا ہے اور اگر مؤکل نے عام اجازت نہیں دی ہے اور واجبی قیمت سے زیادہ پر ان لوگوں کے ہاتھ چیز بیع کی تو جائز ہے۔ (درمختار)

مسئلہ ۹: بعض باتوں میں وکیل اس کام کے کرنے پر مجبور کیا جائے گا انکار نہیں کر سکتا۔ (1) ایک چیز معین شخص کو دینے کے لیے وکیل کیا تھا کہ یہ چیز فلاں کو دے آؤ اور مؤکل

غائب ہو گیا۔ وکیل کو اسے دینا لازم ہے۔ (2) مدعی کی طلب پر مدعا علیہ نے وکیل کیا اور مدعا علیہ غائب ہو گیا وکیل کو پیروی کرنی لازم ہے۔ (3) ایک چیز رہن رکھی ہے اور عقد رہن کے اندر یا بعد میں راہن نے توکیل بالبیع شرط کر دی۔ اس صورت میں وکیل کو بیع کر کے مرتہن کا دین ادا کرنا ضروری ہے۔ (4) جو وکیل اجرت پر کام کرتے ہوں جیسے دلال' آڑھتی وہ کام کرنے پر مجبور ہیں' انکار نہیں کر سکتے۔ (درمختار)

۱۸۔ شفعہ

شفعہ ایک طرح کا شرعی حق ہے جو خریداری میں فروخت ہونے والی چیز سے قریبی تعلق رکھنے کی بنا پر حاصل ہوتا ہے یعنی دو آدمی ایک زمین میں شریک ہیں ایک شریک اپنے حصے کی جائیداد کو بیچنا چاہتا ہے تو دوسرے شریک کو حق پہنچتا ہے کہ وہ خریدے اس کی اجازت کے بغیر کسی اور کو وہ جائیداد خریدنے کا حق حاصل نہیں جو قیمت اس چیز کی اجنبی لگا رہا ہو اتنی قیمت دے کر وہ خرید سکتا ہے۔ اس کے متعلق حضور ﷺ کے ارشادات مندرجہ ذیل ہیں:

حدیث ۱ : حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے ہر اس چیز میں شفعہ کا فیصلہ فرمایا جو تقسیم نہ کی گئی ہو۔ جب حدود قائم ہو جائیں اور راستے بدل جائیں تو شفعہ نہ رہا۔ (بخاری)

حدیث ۲ : حضرت سعید بن حریث کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا جو تم میں سے گھر یا زمین بیچے وہ اسی لائق ہے کہ اسے برکت نہ دی جائے مگر جبکہ وہ رقم اسی کی مثل میں لگائے۔ (ابن ماجہ' دارمی)

حدیث ۳ : حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ ہمسایہ اپنے شفعہ کا زیادہ اختیار رکھتا ہے اگر وہ غائب ہو تو اس کا انتظار کیا جائے جب کہ دونوں کا راستہ ایک ہو۔ (احمد' ترمذی' ابوداؤد' ابن ماجہ' درامی)

حدیث ٤ : حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ساجھی شفعہ کا مستحق ہے اور شفعہ ہر چیز میں ہے۔ (ترمذی)

حدیث ٥ : حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب زمین میں حدود واقع ہو جائیں تو اس میں شفعہ نہیں۔ نیز کنویں اور کھجور کے درخت میں شفعہ نہیں۔ (مالک)

حدیث ٦ : حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ ہمسایہ نزدیکی کے باعث زیادہ حقدار ہے۔ (بخاری)

حدیث ٧ : حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہمسایہ ہمسائے کو اپنی دیوار میں لکڑی گاڑنے سے منع نہ کرے۔ (بخاری)

حدیث ٨ : حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہر مشترک چیز میں شفعہ کا فیصلہ فرمایا جب تک تقسیم نہ کر لی جائے خواہ مکان ہو یا باغ اس کا بیچنا جائز نہیں جب تک ساجھی اجازت نہ دے اگر وہ چاہے خود لے اور چاہے چھوڑ دے۔ جب فروخت کر دی جائے اور وہ اجازت نہ دے تو وہی زیادہ حقدار ہے۔ (مسلم)

شفعہ کی شرائط حسب ذیل ہیں:

(1) جائیداد کا انتقال عقد معاوضہ کے ذریعہ سے ہو یعنی بیع یا معنی بیع میں ہو۔ معنی بیع مثلاً جائیداد کو بدل صلح قرار دیا یعنی اس کو دے کر صلح کی ہو اور انتقال میں یہ دونوں باتیں نہ ہوں تو شفعہ نہیں ہوسکتا۔ ہبہ بشرط العوض میں اگر دونوں جانب سے تقابض بدلیں ہو گیا تو شفعہ ہو سکتا ہے۔ ہبہ' صدقہ' میراث' وصیت کی رو سے جائیداد حاصل ہوئی تو اس پر شفعہ نہیں ہو سکتا۔ اور اگر ہبہ میں شرط نہ تھی مگر موہوب لہٗ نے عوض دے دیا مثلاً زید نے عمرو کو ایک مکان ہبہ کر دیا اور عمرو نے زید کو اس کے عوض میں مکان ہبہ کر دیا تو دونوں میں سے کسی پر شفعہ نہیں ہوسکتا۔ (عالمگیری)

(2) مبیع عقار یعنی جائیداد غیر منقولہ ہو۔ منقولات میں شفعہ نہیں ہوسکتا۔

(3) بائع کی ملک زائل ہوگئی لہٰذا اگر بائع کو خیار شرط ہو تو شفعہ نہیں ہوسکتا۔ جب وہ اپنا خیار شرط ساقط کر دے گا تب ہو سکے گا اور مشتری کو خیار ہو تو شفعہ ہوسکتا ہے۔

(4) بائع کا حق بھی زائل ہو گیا ہو یعنی مبیع کے واپس لینے کا اسے حق نہ ہو لہٰذا مشتری نے بیع فاسد کے ذریعہ سے جائداد بیچی تو شفعہ نہیں ہوسکتا۔ ہاں اگر مشتری نے اس جائداد کو بیع صحیح کے ذریعہ فروخت کر ڈالا تو اب شفعہ ہوسکتا ہے اور شفعہ کو اگر بیع ثانی پر بنا کرے تو بیع ثانی کا جو کچھ ثمن ہے اس کے ساتھ لے گا۔ اور بیع اول پر بنا کرے تو مشتری کے قبضہ کرنے کے دن جو اس کی قیمت تھی وہ دینی ہوگی۔

(5) جس جائداد کے ذریعہ سے اس جائداد پر شفعہ کرنے کا حق حاصل ہوا ہے وہ اس وقت

شفیع کے ملک میں ہو۔ یعنی جبکہ مشتری نے اس شفعہ والی جائداد کو خرید الہٰذا اگر وہ مکان شفیع کے کرایہ میں ہو یا عاریت کے طور پر اس میں رہتا ہے تو شفعہ نہیں کرسکتا یا اس مکان کو اس نے پہلے ہی بیع کر دیا ہے تو اب شفعہ نہیں کرسکتا۔

(6) شفیع نے اس بیع سے صراحۃً رضامندی ظاہر نہ کی ہو۔

مسئلہ ا: شفعہ کے چند اسباب مجتمع ہو جائیں تو ان میں ترتیب کا لحاظ رکھا جائے گا۔ جو سبب قوی ہو اس کو مقدم کیا جائے۔ شفعہ کے تین اسباب ہیں۔ (1) شفعہ کرنے والا شریک ہے یا (2) خلیط ہے یا (3) جار ملاصق۔ شریک وہ ہے کہ خود مبیع میں اس کی شرکت ہو مثلاً ایک مکان دو شخصوں میں مشترک ہے ایک شریک نے بیع کی تو دوسرے شریک کو شفعہ پہنچتا ہے۔ خلیط کا یہ مطلب ہے کہ خود مبیع میں اس کی شرکت نہیں ہے اس کا حصہ بائع کے حصہ میں ممتاز ہے مگر حق مبیع میں شرکت ہے۔ مثلاً دونوں مکانوں کا ایک ہی راستہ ہے اور راستہ بھی خاص ہے۔ یا دونوں کے کھیت میں ایک نالی سے پانی آتا ہو۔ جار ملاصق یہ ہے کہ اس کے مکان کی پچھیت دوسرے کے مکان میں ہو۔ ان سب میں مقدم شریک ہے پھر خلیط اور جار ملاصق کا مرتبہ سب سے آخر میں ہے۔ (ہدایہ، درمختار)

مسئلہ ۲: مبیع میں شرکت کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ پوری بیع میں شرکت ہے مثلاً پورا مکان دو شخصوں میں مشترک ہو۔ دوم یہ کہ بعض مبیع میں شرکت ہو یعنی مکان کا ایک جز مشترک ہے اور باقی میں شرکت نہیں مثلاً پردہ کی دیوار دونوں کی ہو اور ایک نے اپنا مکان بیع کر دیا تو پردہ کی دیوار مشترک ہے اس کی بیع بھی ہوگئی۔ یہ شخص شریک کی حیثیت سے شفعہ کرے گا لہٰذا دوسرے شفیع ... پر مقدم ہوگا۔ مگر جو شخص پورے مکان میں شریک ہے وہ اس شریک پر بھی مقدم ہوگا (درمختار، عالمگیری)

مسئلہ ۳: باپ کا مکان تھا اس کے مرنے کے بعد بیٹوں کو ملا اور ان میں سے کوئی لڑکا مر گیا اور اس نے اپنے بیٹے وارث چھوڑے ان میں سے کسی نے اپنا حصہ بیع کیا تو اس کے بھائی اور چچا سب شفعہ کرسکتے ہیں۔ بھائیوں کو چچا پر ترجیح نہیں ہے۔ (عالمگیری)

مسئلہ ٤: مکان کے دو پڑوسی ہیں ایک موجود ہے دوسرا غائب ہے۔ موجود نے شفعہ کا دعویٰ کیا مگر قاضی ایسے شفعہ کا قائل نہ تھا اس نے دعویٰ کو خارج کر دیا کہ شفعہ کا تجھے حق نہیں ہے پھر وہ غائب آیا اور اس نے دوسرے قاضی کے پاس دعویٰ کیا جس کے مذہب میں

پڑوسی کے لیے بھی شفعہ ہے یہ قاضی پورا مکان اسی شفعہ کرنے والے کو دلائے گا۔(بدائع)

۱۹۔اجرت

کسی کی محنت مزدوری کر کے اس کا عوضانہ لینے کو اجرت کہا جاتا ہے۔شریعت میں اس کا نام اجارہ ہے۔اجارہ میں کسی شخص سے کوئی کام کروایا جاتا ہے اور اس کے عوض میں اسے مال دے دیا جاتا ہے اللہ تعالیٰ نے اس طرح کرنے کو جائز قرار دیا ہے کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

قَالَتْ اِحْدٰهُمَا يٰۤاَبَتِ اسْتَاْجِرْهُ اِنَّ خَيْرَ مَنِ اسْتَاْجَرْتَ الْقَوِىُّ الْاَمِيْنُ. (القصص:26)

ایک لڑکی بولی کہ ابا ان کو نوکر رکھ لیجئے کیونکہ بہتر نوکر جو آپ رکھیں وہ ہے(جو) توانا اور امانت دار(ہو)

نیز ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

اَمَّا السَّفِيْنَةُ فَكَانَتْ لِمَسٰكِيْنَ يَعْمَلُوْنَ فِى الْبَحْرِ فَاَرَدْتُّ اَنْ اَعِيْبَهَا وَكَانَ وَرَآءَهُمْ مَّلِكٌ يَّاْخُذُ كُلَّ سَفِيْنَةٍ غَصْبًا. (الکہف:79)

(وہ جو) کشتی تھی غریب لوگوں کی تھی جو دریا میں محنت کر کے (یعنی کشتیاں چلا کر گزارہ) کرتے تھے اور ان کے سامنے ایک بادشاہ تھا جو ہر ایک کشتی کو زبردستی چھین لیتا تھا تو میں نے چاہا کہ اسے عیب دار کر دوں(تاکہ وہ اسے غصب نہ کر سکے)

اجرت کے متعلق حضور ﷺ کے ارشادات حسب ذیل ہیں:

حدیث ۱ : حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مزدور کو پسینہ خشک ہونے سے پہلے اس کی مزدوری دے دیا کرو۔(ابن ماجہ)

حدیث ۲ : حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ثابت بن ضحاک رضی اللہ عنہ نے کہا بے شک رسول اللہ ﷺ نے مزارعت سے منع کیا ہے اور اجارے کا حکم دیا ہے اور فرمایا کہ اس میں کچھ مضائقہ نہیں۔(مسلم شریف)

حدیث ۳ : حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہا کہ بیشک نبی ﷺ نے سینگی لگوائی اور سینگی لگانے والے کو اس کی مزدوری دی اور ناک میں دوا ڈالی۔(بخاری شریف)

حدیث ٤ : حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے کوئی نبی نہیں بھیجا مگر اس نے بکریاں چرائی ہیں۔ آپ ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا آپ ﷺ نے بھی چرائی ہیں فرمایا ہاں میں چند قیراط کے عوض مکہ والوں کی بکریاں چرایا کرتا تھا۔ (بخاری)

حدیث ٥ : حضرت ابن عباس کا بیان کہ نبی ﷺ کے چند اصحاب کا گزر ایک بستی کے پاس سے ہوا جن کے کسی آدمی کو بچھو یا سانپ نے ڈس لیا تھا۔ پس بستی والوں میں سے ایک آدمی نے ان سے آ کر کہا کہ کیا آپ میں کوئی دم کرنے والا ہے کیونکہ بستی کے ایک آدمی کو بچھو یا سانپ نے ڈس لیا ہے۔ ان میں سے ایک آدمی چلا گیا اور چند بکریوں کی شرط پر سورۂ فاتحہ پڑھ دی۔ تو وہ تندرست ہو گیا۔ چنانچہ وہ بکریاں لے کر اپنے ساتھیوں میں آ گئے۔ ساتھیوں نے اسے ناپسند کیا اور کہا آپ نے اللہ کی کتاب پر اجرت لی ہے۔ یہاں تک کہ مدینہ منورہ پہنچ گئے۔ عرض گزار ہوئے کہ یا رسول اللہ ﷺ! انہوں نے اللہ کی کتاب پر مزدوری لی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ جن چیزوں پر تم اجرت لیتے ہو ان میں سب سے زیادہ حقدار اللہ کی کتاب ہے۔ (بخاری)

حدیث ٦ : حضرت عتبہ بن نذر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر تھے تو آپ نے سورۂ طٰسم پڑھی۔ جب ذکر موسیٰ تک پہنچے تو فرمایا بے شک موسیٰ علیہ السلام نے آٹھ یا دس برس اپنے آپ کو مزدوری پر لگائے رکھا کہ شرمگاہ کی حفاظت ہو اور پیٹ کے لیے کھانا ملتا رہے۔ (احمد، ابن ماجہ)

اجارہ کے ارکان ایجاب وقبول ہیں خواہ اس میں اجارہ کا لفظ استعمال ہو یا کوئی اور لفظ ہو جس سے اجارہ کا مفہوم ظاہر ہو۔ مثال کے طور پر ایک شخص نے ایک مکان کچھ رقم پر کرائے پر دیا دوسرے نے اسے قبول کر لیا تو یہ اجارہ ہو گا۔ اجارہ کی ضروری شرائط مندرجہ ذیل ہیں:

(1) عاقل ہونا۔ یعنی مجنون اور ناسمجھ بچہ نے اجارہ کیا وہ منعقد ہی نہ ہو گا بلوغ اس کے لیے شرط نہیں یعنی نابالغ عاقل نے اپنے نفس کے متعلق اجارہ کیا یا مال کے متعلق کیا اگر وہ ماذون ہے یعنی اس کے ولی نے اسے اجازت دیدی ہے تو اجارہ منعقد ہے اور اگر ماذون نہیں ہے تو ولی کی اجازت پر موقوف ہے۔ جائز کر دے گا جائز ہو جائے گا اور اگر نابالغ نے بغیر اجازت ولی کام کرنے پر اجارہ کیا اور اس کام کو کر لیا مثلاً کسی کی مزدوری چار آنے

روزانہ پر کی تو اب ولی کی اجازت درکار نہیں بلکہ اجرت کا یہ مستحق ہو گیا۔ (2) ملک و ولایت۔ یعنی اجارہ کرنے والا مالک یا ولی ہو اور اجارہ کرنے کا اسے اختیار حاصل ہو۔ فضولی نے جو اجارہ کیا وہ مالک یا ولی کی اجازت پر موقوف ہوگا اور وکیل نے عقد اجارہ کیا یہ جائز ہے۔ (3) مستاجر کو وہ چیز سپرد کر دینا جبکہ اس چیز کے منافع پر اجارہ ہوا ہو۔ (4) اجرت کا معلوم ہونا۔ (5) منفعت کا معلوم ہونا اور دونوں کو اس طرح بیان کر دیا ہو کہ نزاع کا احتمال نہ رہے اگر یہ کہہ دیا کہ ان دو مکانوں میں سے ایک کو کرایہ پر دیا یا دو غلاموں میں سے ایک کو مزدوری پر دیا یہ اجارہ صحیح نہیں۔ (6) جہاں اجارہ کا تعلق وقت سے ہو وہاں مدت بیان کرنا مثلاً مکان کرایہ پر لیا تو یہ بتانا ضرور ہے کہ اتنے دونوں کے لیے لیا' یہ بیان کرنا ضروری نہیں کہ اس میں کیا کام کرے گا۔ (7) جانور کرایہ پر لیا اس میں وقت بیان کرنا ہوگا یا جگہ مثلاً گھنٹہ بھر سواری لے گا یا فلاں جگہ تک جائے گا اور کام بھی بیان کرنا ہوگا۔ اس سے کونسا کام لیا جائے گا۔ مثلاً بوجھ لادنے کے لیے یا سواری کے لیے۔ (8) وہ کام ایسا ہو کہ اس کا استیفا قدرت میں ہو۔ اگر حقیقۃً مقدور نہ ہو مثلاً غلام کو اجارہ پر دیا اور وہ بھاگا ہوا ہے یا شرعاً غیر مقدور ہو مثلاً گناہ کی باتوں پر اجارہ یہ دونوں اجارے صحیح نہیں۔ (9) وہ عمل جس کے لیے اجارہ ہوا اس شخص پر فرض و واجب نہ ہو۔ (10) منفعت مقصود ہو۔ (11) اسی جنس کی منفعت اجرت نہ ہو۔ (12) اجارہ میں ایسی شرط نہ ہو جو مقتضائے عقد کے خلاف ہو۔

منفعت حاصل کرنے پر قادر ہونے سے اجرت واجب ہو جاتی ہے اگرچہ منفعت حاصل نہ کی ہو اس کا مطلب یہ ہے کہ مثلاً مکان کرایہ دار کو سپرد کر دیا جائے اس طرح کہ مالک مکان کے متاع و سامان سے خالی ہو اور اس میں رہنے سے کوئی مانع نہ ہو اس کی جانب سے نہ اجنبی کی جانب سے۔ اس صورت میں اگر وہ نہ رہے اور بیکار مکان کو خالی چھوڑ دے تو اجرت واجب ہوگی۔ لہٰذا اگر مکان سپرد ہی نہ کیا یا سپرد کیا مگر اس میں خود مالک مکان کا سامان و اسباب ہے یا مدت کے گزر جانے کے بعد سپرد کیا یا مدت ہی میں سپرد کیا مگر اسے کوئی عذر ہے یا اس کو عذر بھی نہیں مگر حکومت کی جانب سے رہنے کی ممانعت ہے یا غاصب نے اسے غصب کر لیا۔ یا وہ اجارہ ہی فاسد ہے ان سب صورتوں میں مالک اجرت کا مستحق نہیں۔ مکان کرایہ پر دیا اور قبضہ بھی دے دیا مگر ایک کوٹھڑی میں مالک نے اپنا سامان رکھوایا ایک کوٹھڑی مالک نے مستاجر سے خالی کرائی تو کرایہ میں سے اس کے کرایہ کی

مقدار کم کر دی جائے۔ مستاجر نے کرایہ دے دیا ہے اور اندرون مدت اجارہ توڑ دیا گیا تو باقی زمانہ کا کرایہ واپس کرنا ہوگا۔ (فتاویٰ عالمگیری)

درزی، دھوبی، سنار وغیرہم جب ان کاریگروں نے کام کرلیا اور مالک کو چیز سپرد کر دی اجرت لینے کے مستحق ہو گئے۔ یہی حکم ہر اس کام کرنے والے کا ہے جس کے کام کا اس شے میں کوئی اثر ہو جیسے رنگریز کہ اس نے کپڑا رنگ کر مالک کو دے دیا اجرت کا مستحق ہو گیا اور اگر ان لوگوں نے کام تو کیا مگر ابھی تک چیز مالک کو سپرد نہیں کی اجرت کے مستحق نہ ہوئے لہٰذا اگر ان کے یہاں چیز ضائع ہو گئی اجرت نہیں پائیں گے اگرچہ چیز کا ان کو تاوان بھی نہیں دینا پڑے گا اور اگر کام کا کوئی اثر اس چیز میں نہیں ہوتا جیسے حمال کہ چیز کو یہاں سے اٹھا کر وہاں لے گیا۔ یہ اجرت کے اس وقت مستحق ہوں گے جب انہوں نے کام کرلیا اس کی ضرورت نہیں کہ مالک کو سپرد کر دیں۔ جب استحقاق ہو لہٰذا پہنچا دینے کے بعد اگر چیز ضائع ہو گئی اجرت واجب ہے۔ (درمختار) بلکہ اگر حمال نے پہنچایا نہ ہو راستہ ہی میں اجرت مانگتا ہے تو یہاں تک کی جتنی اجرت حساب سے ہو لے سکتا ہے مگر جہاں تک ٹھہرا ہے اس پر وہاں تک پہنچانا لازم ہے اور پہنچانے پر باقی اجرت کا مستحق ہے۔ (عالمگیری)



حصہ دہم

آداب

ا۔کھانے کے آداب

کھانا پینا انسان کی بنیادی ضروریات میں سے ہے کیونکہ کھانا کھانے کے بغیر کوئی چارہ نہیں۔ کھانے کو اسلامی آداب کے مطابق کھانے سے ثواب ہوتا ہے۔ حضور ﷺ کی سنت کے مطابق کھانے کے آداب مندرجہ ذیل ہیں:

(1) کھانا کھانے سے پہلے دونوں ہاتھوں کو گٹوں تک دھونا سنت ہے۔ کلی کر لینا بھی بہتر ہے کھانے سے پہلے ہاتھ دھو کر پونچھے نہ جائیں اور کھانے کے بعد دھو کر رومال یا تولیہ سے پونچھ لیں کہ کھانے کا اثر چکنائی وغیرہ لگی نہ رہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ کھانے سے پہلے اور بعد میں وضو کرنا یعنی ہاتھ منہ دھونا محتاجی کو دور کرتا ہے۔ (طبرانی)

(2) کھانا کھانے کا ایک ادب یہ ہے کہ کھانا بیٹھ کر کھایا جائے اور بیٹھنے کا طریقہ یہ ہے کہ کھانے کے وقت الٹا پاؤں بچھا دیں اور سیدھے پاؤں کا گھٹنا کھڑا رکھیں یا سرین پر بیٹھ جائیں اور دونوں گھٹنے کھڑے رہیں یا دوزانو بیٹھیں۔ تینوں طریقوں میں سے جس طرح چاہیں بیٹھ جائیں۔ اور کھانا کھائیں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے حضور ﷺ کو کھجور کھاتے دیکھا تو حضور ﷺ زمین پر اس طرح بیٹھے تھے کہ دونوں گھٹنے کھڑے تھے۔ (مسلم شریف)

(3) کھانا شروع کرتے وقت بسم اللہ شریف پڑھنی چاہیے اور بسم اللہ اونچی آواز سے پڑھی جائے تاکہ دوسروں کو بھی یاد آ جائے۔ حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہم نبی کریم ﷺ کی خدمت میں تھے تو کھانا پیش کیا گیا۔ ہم نے ایسا کھانا نہیں کھایا جو اس سے زیادہ برکت والا ہو۔ شروع میں ہم نے کھایا تو آخر تک اس میں برکت کم نہ ہوئی۔ ہم عرض گزار ہوئے کہ یا رسول اللہ ﷺ! یہ کیوں فرمایا کہ جب ہم کھانے لگے تو اس پر بسم پڑھیں۔ پھر ایسا شخص کھانے آ بیٹھا جس نے بسم اللہ نہ پڑھی تو اس کے ساتھ شیطان نے

کھایا۔ (شرح السنۃ)

(4) اگر شروع میں بسم اللہ پڑھنا بھول جائیں تو کھانے کے دوران جب بسم اللہ یاد آئے اس وقت پڑھ لیں کیونکہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تم میں سے کوئی کھائے اور اپنے کھانے پر اللہ کا ذکر بھول جائے تو کہے بسم اللہ اولہ وآخرہ (ترمذی۔ابوداؤد)

(5) روٹی پر کوئی چیز نہ رکھی جائے کیونکہ بعض لوگ روٹی پر سالن کا برتن یا کوئی اور چیز رکھ لیتے ہیں ایسا کرنا خلاف ادب ہے کیونکہ حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ روٹی کا احترام کرو۔ کیونکہ یہ جب کسی قوم سے بھاگی ہے تو لوٹ کر نہیں آئی یعنی ناشکری کی وجہ سے زرق میں کمی ہو جاتی ہے ایسے ہی ہاتھ کو روٹی سے نہ پونچھیں۔

(6) کھانا دائیں ہاتھ سے کھانا چاہیے۔ تین انگلیوں سے کھانا سنت ہے بلا عذر چار یا پانچ انگلیوں سے نہ کھائیں۔ حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ دائیں ہاتھ سے پیئے' دائیں ہاتھ سے لے دائیں سے دے کیونکہ شیطان بائیں ہاتھ سے کھاتا ہے بائیں سے پیتا ہے بائیں سے لیتا ہے بائیں سے دیتا ہے۔ (ابن ماجہ)

ایک اور حدیث میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم میں سے کوئی اپنے بائیں ہاتھ سے نہ کھائے اور نہ اس کے ساتھ پیئے کیونکہ شیطان بائیں ہاتھ سے کھاتا اور اسی کے ساتھ پیتا ہے۔ (مسلم شریف)

(7) کھاتے وقت ٹیک لگنا خلاف سنت ہے کیونکہ حضور ﷺ نے کھاتے وقت ٹیک لگانے سے منع فرمایا ہے۔ ٹیک لگا کر یا لیٹ کر کھانے سے غذا آسانی معدے میں نہیں پہنچ پاتی اور صحت کے لیے نقصان دہ ثابت ہوتی ہے لہٰذا اسی طبی نقصان کو مدنظر رکھتے ہوئے ٹیک لگا کر یا لیٹ کر کھانا منع ہے۔ حضرت ابو جحیفہ وہب بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ٹیک لگا کر نہ کھائیں۔ (بخاری شریف)

(8) جب کھانے کے لیے بیٹھا جائے تو اس وقت جوتا اتار دینا چاہیے کیونکہ دسترخوان پر جوتے سمیت بیٹھنا خلاف سنت ہے اکثر بزرگان دین کا یہ معمول رہا ہے کہ کھانے سے پہلے زمین پر چٹائی بچھاتے' جوتے اتار کر قبلہ رو ہو کر سنت کے مطابق بیٹھ کر کھانا تناول فرماتے۔ جوتے اتار کر کھانے سے اللہ سے قربت کو ملحوظ خاطر رکھنا مراد ہے اور جوتے اتار کر کھانے

سے سکون میسر آتا ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب کھانا سامنے رکھ دیا جائے تو اپنے جوتے اتار لیا کرو کیونکہ یہ تمہارے پیروں کے لیے راحت بخش ہے۔ (مشکوٰۃ)

(9) کھانا کھانے کے آداب میں سے ہے کہ کھانے کا آغاز (نمکین چیز) سے کیا جائے اور نمک ہی پر کھانا ختم کیا جائے۔ رسول اکرم ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا اے علی رضی اللہ عنہ اپنے کھانے کا آغاز نمک سے کر اور نمک ہی پر اس کو ختم کرو کیونکہ نمک ستر بیماریوں کے لیے شفا ہے ان امراض میں جنون' جذام' برص' درد شکم اور داڑھ کا درد شامل ہے۔

(10) کھانے میں عیب نہیں نکالنا چاہیے کیونکہ حضور ﷺ نے عیب نکالنے سے منع فرمایا ہے ایسا کرنے میں یہ مصلحت پوشیدہ ہے کہ جب کوئی کھانے میں عیب نکالے گا تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ جس نے کھانا تیار کیا ہے اس کا دراصل نقص اور کوتاہی ظاہر ہوگی تو اس طرح پکانے والوں کے دل میں کھانے والوں کے خلاف نفرت اور بغض پیدا ہوگا کہ ایک گھر والوں نے کھانا پکا کر دیا اور دوسرے ان کی عیب جوئی ہوئی۔ اس طرح گھر کا نظام بہتر ہونے کی بجائے بگڑے گا لہٰذا اگر کھانا بدمزہ ہو تو دل چاہے تو کھالیں ورنہ اسے چھوڑ دیں مگر اسے برا نہ کہیں اور نہ ہی پکانے والے کو برا بھلا کہیں۔

(11) دسترخوان پر جب دوسرے لوگ بھی کھا رہے ہوں تو اس وقت چاہیے کہ اپنے سامنے سے کھایا جائے دوسروں کے آگے سے کھانے پینے کا سامان اپنی طرف کھینچ کھینچ کر کھانا خلاف ادب ہے البتہ اگر پھل وغیرہ کسی محفل میں ادھر ادھر پڑے ہوں تو انہیں حاصل کر کے کھانا درست ہے۔ جب کچھ آدمی ایک برتن میں مل کر کھا رہے ہوں تو اس وقت جو سالن آپ کے سامنے ہے اس سے کھائیں۔ ایسے ہی جب بڑے برتن میں کوئی چیز پڑی ہو جو سب کے لیے ہو تو اس کے اوپر سے نہ لیں بلکہ ایک کنارے کی طرف سے ضرورت کے مطابق ڈالیں۔

(12) کھانا برتن کے کناروں سے کھانا چاہیے' درمیان سے نہ کھائیں اس طرح جو سالن بچ جائے گا وہ صفائی کی حالت ہی میں رہے گا اس طرح برتن بھی زیادہ گندا نہیں ہوگا اس کے علاوہ بیچ میں کھانے سے انسانی حرص اور لالچ زیادہ بیدار ہوگا اس لیے حضور نے برتن کے بیچ سے کھانے کو منع فرمایا۔ ایسے ہی روٹی کو بھی کنارے ہی سے شروع کریں۔ بیچ سے نہ

کھائیں روٹی کو چھری سے کاٹنا نہیں چاہیے۔ برتن یا کوئی چیز جو کھانے کی نہ ہو اسے روٹی پر رکھنا نہیں چاہیے ایسے ہی اپنے ہاتھوں کو روٹی سے نہ پونچھیں۔

(13) کھانا ختم کرنے پر برتن کو انگلی سے صاف کر کے انگلی کو چاٹ لینا چاہیے اگر دوسری انگلیوں پر بھی سالن لگا ہو تو انہیں بھی چاٹ لے اگر کھانا ختم کرنے پر بچا ہوا سالن زیادہ ہو تو اسے محفوظ طریقہ سے رکھ لینا چاہیے اور اگر اسے گرانا ہی ہو تو ایسی جگہ پر رکھ دیں جہاں سے پرندے وغیرہ کھا جائیں۔ حضرت نبیشہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو کھانا کھانے کے بعد برتن کو چاٹ لے برتن اس کے حق میں دعا کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ تجھے دوزخ کی آگ سے محفوظ کرے جس طرح تو نے مجھے شیطان سے نجات دی ہے۔

(14) کھانے سے فارغ ہونے پر اپنے دونوں ہاتھوں کو دھونا چاہیے اور دھو کر تولیے سے خشک کر لینا چاہیے۔ ہاتھ دھوتے وقت اپنے دانتوں سے بچی ہوئی غذا کو نکال دیں اگر کوئی ریزہ یا غذا زبان سے لگی ہو تو اسے نگلنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ ہاتھوں کو دھوتے وقت صابن وغیرہ لگائیں تاکہ چکنائی اچھی طرح سے اتر جائے۔ کسی بزرگ آدمی کے ہاتھ دھلانے میں ثواب ہے اس لیے اگر کوئی عالم دین یا شیخ طریقت بوڑھے ہوں تو ان کے ہاتھ دھلائیں۔

(15) جب کسی شخص کے سامنے کھانا پیش کیا جائے تو اسے بھوک ہو تو اسے کھا لینا چاہیے اس وقت یہ جھوٹ نہیں بولنا چاہیے کہ مجھے ضرورت نہیں یا میں کھا کر آیا ہوں۔ حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور کھانا پیش کیا گیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے سامنے کھانا رکھ دیا ہم عرض گزار ہوئے کہ ہمیں تو خواہش نہیں ہے۔ فرمایا بھوک اور جھوٹ کو جمع نہ کرو۔ (مشکوۃ)

(16) جب چند حضرات مل کر اکٹھے کھا رہے ہوں تو اس وقت آہستہ آہستہ ان کا ساتھ دیں تاکہ سارے آدمی کھانے سے فارغ ہو جائیں اس لیے کھانے سے پہلے ہاتھ نہیں کھینچنا چاہیے۔ حضرت جعفر بن محمد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ان کے والد ماجد نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب لوگوں کے ساتھ کھانا کھاتے تو ان سے آخر میں کھانا بند کرتے۔ (بیہقی فی شعب الایمان)

(17) حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب کھانے سے فارغ ہوتے تو یہ دعا فرماتے۔ (ترمذی شریف):

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَطْعَمَنَا وَسَقَانَا وَجَعَلَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ.
(تمام تعریف اس ذات کے لیے جس نے ہمیں کھانا کھلایا' پانی پلایا اور ہمیں مسلمان بنایا)

۲۔ پینے کے آداب

اسلام میں پینے کے آداب بھی مقرر ہیں۔ پانی یا دیگر کسی مشروب کو اسلامی آداب کے مطابق پیا جائے گا تو بے پناہ ثواب ہوگا اس لیے کسی چیز کو پیتے وقت اسلامی آداب کو مدنظر رکھنا چاہیے کیونکہ اس طرح بہت سے فوائد بھی حاصل ہوں گے۔ پینے کے چند آداب مندرجہ ذیل ہیں:

(1) پانی یا کوئی اور چیز پینے کا اسلامی طریقہ یہ ہے کہ سب سے پہلے بیٹھ جائیں پھر پینے والی چیز کے گلاس یا برتن کو دائیں ہاتھ میں پکڑیں۔ پھر اسے منہ کے قریب لا کر بسم اللہ شریف پڑھیں پھر برتن کو منہ لگا کر چسکی سے پینا شروع کر دیں۔ پینے کے دوران تین مرتبہ برتن کو اپنے منہ سے ہٹا کر سانس لیں اور پینے کے اختتام پر اللہ کا شکر ادا کریں اور الحمد للہ کہیں۔ حضور ﷺ کے اسی سنت طریقہ سے پینا چاہیے کیونکہ اس کا بے حد ثواب ہے۔

(2) شریعت نے کھانے پینے کے لیے دایاں ہاتھ مقرر فرمایا ہے اس لیے ہمیشہ دائیں ہاتھ سے برتن کو پکڑ کر پینا چاہیے۔ اگر کوئی مجبوری ہو تو پھر بایاں ہاتھ بھی استعمال کر سکتے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جب کوئی کھانا کھائے تو دائیں ہاتھ سے کھائے اور جب پانی پیے تو دائیں ہاتھ سے پیئے کیونکہ بائیں ہاتھ سے کھانا پینا شیطان کا طریقہ ہے۔ (مسلم شریف)

(3) اسلام نے ہمیں سب سے پہلا درس یہی دیا ہے کہ جو کام بھی کریں اس کے شروع میں اللہ کا نام لیں کیونکہ جو چیز اللہ کے نام سے شروع کی جائے گی اللہ کی رضا اس میں شامل حال ہو جاتی ہے اس لیے جب بھی پانی یا کوئی اور مشروب پئیں تو گھونٹ بھرنے سے پہلے بسم اللہ شریف پڑھیں اور فراغت پر الحمد للہ کہیں۔ حضور ﷺ کا یہی طریقہ تھا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ اونٹ کی طرح ایک سانس میں مت پیو بلکہ دو یا تین مرتبہ کر کے کسی چیز کو پیو اور جب پینے لگو تو بسم اللہ پڑھو اور جب پی لو الحمد للہ کہا کرو۔ (ترمذی)

(4) پیتے وقت تین بار سانس لینا چاہیے یعنی پانی تین سانس میں ٹھہر ٹھہر کر پینا چاہیے اس سے پانی ضرورت کے مطابق پیا جاتا ہے اور پیٹ پر یکدم بوجھ نہیں پڑتا۔ طبی نقطہ نظر سے یکدم پیٹ میں پانی ڈال لینا بسا اوقات نقصان دہ ثابت ہوتا ہے۔ جب سانس لیں تو گلاس یا برتن کو منہ سے باہر ہٹا کر ایک طرف کر لیں تا کہ گندی سانس پانی کو نہ لگے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیتے ہوئے تین مرتبہ سانس لیا کرتے تھے یہ زیادہ سیر کرنے والا اور زیادہ صحت بخش اور زود ہضم ہے۔ (مسلم شریف)

(5) پینے کی چیز میں پھونک نہیں مارنی چاہیے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے برتن میں سانس لینے اور پھونک مارنے سے منع فرمایا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ پھونک مارنے سے اندر کی گندگی سانس کے جراثیم پینے والی چیز میں مل جائیں گے کیونکہ جو سانس اندر سے باہر آتی ہے وہ جسم کی گندی کثافتوں کو لے کر باہر آتی ہے۔ پھونک مارنے سے وہی کثافت پانی یا پینے والی چیز میں شامل ہو کر دوبارہ اندر چلی جائے گی جو صحت کے لیے نقصان دہ ہوگا۔ پھونک مارنے سے منہ کا تھوک بھی مشروب میں گرنے کا اندیشہ ہوتا ہے جو سلیقے کے خلاف ہے اس لیے پینے کی چیز میں پھونک مارنے سے منع کیا گیا ہے۔

(6) پانی پینے کے لیے مشکیزے یا بڑے برتن یعنی گھڑا ڈول یا جگ وغیرہ کو منہ سے لگا لینا خلاف ادب ہے کیونکہ ایسا کرنے سے تمام پانی کو منہ لگ جائے گا۔ اس کے علاوہ ایسا کرنے سے یہ بات معلوم نہیں رہے گی کہ پانی کتنا پیا ہے اور یہ بھی پتہ نہیں چل سکتا کہ مشکیزے یا گھڑے میں کوئی نقصان دہ چیز تو نہیں۔ ان وجوہات کی بنا پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مشکیزہ کو منہ لگا کر پانی پینے سے منع فرمایا ہے۔

(7) پانی ہمیشہ بیٹھ کر پینا چاہیے کیونکہ بیٹھ کر پینے کے بیشمار طبی فوائد ہیں اس کے برعکس کھڑے ہو کر پینے سے بیماری لگتی ہے۔ اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بیٹھ کر پینے کی تاکید کی ہے اور کھڑے ہو کر پینے سے منع فرمایا ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر پینے سے منع فرمایا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کوئی کھڑے ہو کر نہ پیئے اور جو بھول کر پی لے وہ قے کر لے۔ (مسلم شریف)

(8) آب زمزم کھڑے ہو کر پینا چاہیے کیونکہ اس کا کھڑے ہو کر پینا سنت ہے البتہ اگر کہیں

بیٹھ کر پینا پڑ جائے تو اس میں کچھ ہرج نہیں مکہ میں مسجد حرام کے وسیع احاطہ میں آب زمزم کولروں میں پڑا ہوا مل جاتا ہے اور جہاں آدمی بیٹھا ہوتا ہے وہاں کولر سے ڈال کر بیٹھ کر پی لیا جائے تو اس میں کوئی خلاف ادب بات نہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ میں نے حضور نبی کریم ساقی کوثر صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آب زمزم پیش کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے کھڑے ہو کر پیا۔ (بخاری شریف)

(9) پینے کے آداب میں سے ایک ادب یہ بھی ہے کہ پانی پیتے وقت برتن کے اندر سانس نہ لیں کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت شریفہ تھی کہ آپ پانی پیتے وقت سانس برتن کے باہر لیتے بلکہ برتن کو اپنے منہ مبارک کے آگے سے ہٹا کر ذرا ایک طرف کر لیتے کیونکہ جو سانس ہم اندر سے نکالتے ہیں وہ گندہ ہوتا ہے اور اس میں جراثیم ہوتے ہیں اس لیے اگر برتن میں سانس لیں گے تو وہ پینے والی چیز میں شامل ہو جائیں گے۔ اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی پیتے وقت برتن کے اندر سانس لینے سے منع فرمایا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے برتن میں سانس لینے اور اس میں پھونکیں مارنے سے منع فرمایا ہے۔ (ابوداؤد/ابن ماجہ)

(10) حضور صلی اللہ علیہ وسلم پانی پینے کے لیے پیالہ استعمال کیا کرتے تھے اس لیے پیالے میں پانی پینا سنت ہے' آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں کھانے پینے میں پیالے کثرت سے استعمال کیے جاتے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا پیالہ موٹی لکڑی کا بنا ہوا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد یہ پیالہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کے پاس تھا۔

(11) گرمیوں میں ٹھنڈا پانی جو طبیعت کے موافق ہو پی لینا عین سنت ہے کیونکہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور تاجدار مدینہ ساقی کوثر صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام پانیوں میں میٹھا اور ٹھنڈا پانی زیادہ پسند تھا۔ (ترمذی)

۳۔ سونے کے آداب

اسلامی طریقے سے سونے میں بڑی عافیت اور راحت ہے۔ اللہ والوں نے نیند کو موت کی چھوٹی بہن قرار دیا ہے اس لیے جو سوئیں تو اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی معافی مانگ کر سوئیں اور جب اٹھیں تو اس کا شکر ادا کریں کہ اس نے پھر دوبارہ زندگی بخشی۔

اسلامی طریقے سے سونے کا بڑا درجہ ہے۔ سونے کے چند آداب مندرجہ ذیل ہیں:

(1) رات کو سونے کا سب سے بہتر وقت عشاء کی نماز پڑھ کر سونا ہے اس لیے شام کے فوراً بعد نہیں سونا چاہیے کہ کہیں عشاء کی نماز قضا نہ ہو جائے۔ سونے سے پہلے وضو ہو تو بہت بہتر ہے اگر وضو نہ ہو تو پہلے وضو کر لیں کیونکہ حضور ﷺ نے ہمیشہ باوضو سونے کی تاکید فرمائی ہے۔

(2) سونے سے پہلے کھانے پینے کی اشیاء کو ڈھانپ دینا چاہیے تاکہ اشیاء خراب نہ ہونے پائیں۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ رات کو جب تم سونے لگو تو چراغوں کو بجھا دو اور دروازے بند کر لیا کرو اور مشکیزہ کا منہ باندھ دیا کرو اور کھانے پینے کی چیز کو ڈھانپ کر رکھ لیا کرو۔

(3) سونے سے پہلے چراغ کو بجھا دینا چاہیے کیونکہ پرانے وقتوں میں تیل سے چراغ جلائے جاتے تھے جو باہر سے ننگے ہوتے تھے اس لیے حضور ﷺ نے سونے سے قبل چراغوں کو بجھانے کی تاکید فرمائی ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک چوہا بتی کو گھسیٹتا ہوا آیا، اور رسول اللہ ﷺ کے سامنے اسے چٹائی پر ڈال دیا۔ جس پر آپ ﷺ بیٹھے ہوئے تھے اور ایک درہم کے برابر جگہ جلا دی۔ فرمایا کہ جب تم سونے لگو تو اپنے چراغوں کو بجھا دیا کرو کیونکہ شیطان انہیں ایسے ہی کام سمجھاتا ہے تاکہ تمہیں جلا دیں۔ (ابوداؤد)

(4) سوتے وقت جلتی آگ کو بجھا دینا چاہیے کیونکہ ہو سکتا ہے کہ سوتے ہوئے اس سے کسی طریقے سے نقصان پہنچ جائے اس لیے انگیٹھی جلا کر نہیں سونا چاہیے۔ نہ گیس وغیرہ کا ہیٹر جلتا ہوا چھوڑ کر سونا چاہیے کیونکہ جلتی آگ خطرے سے خالی نہیں۔ اس لیے حضور ﷺ نے تاکید فرمائی ہے کہ سوتے وقت جلتی آگ نہ رہنے دیں بلکہ اسے بجھا دیں۔

(5) سونے سے پہلے گھر کا دروازہ بند کر لینا چاہیے۔ اگر باہر سے آنے والے دروازے زیادہ ہوں تو ہر ایک کو اچھی طرح چیک کریں۔ اگر کوئی کھلا ہو تو اسے ضرور بند کر لیں۔ دروازہ کھلا رہنے سے چور اور غیر لوگوں کے آنے کا خطرہ ہوتا ہے اس لیے دروازہ بند کرنا ضروری ہے یہی وجہ ہے کہ حضور ﷺ نے شیطان کے شر سے محفوظ رہنے کے لیے سونے سے پہلے دروازوں کو بند کرنے کی تاکید فرمائی ہے۔

(6) سونے سے پہلے بستر کو اچھی طرح جھاڑنا چاہیے کیونکہ بستر کو جھاڑنا حضور ﷺ کی

سنت ہے۔ حضور ﷺ سونے سے پہلے بستر کو جھاڑا کرتے تھے تاکہ اگر کوئی موذی کیڑا مکوڑا بستر پر ہو تو وہ بستر سے دور ہو جائے۔ اگر سونے سے پہلے خود بستر کو نہ جھاڑا بلکہ کسی اور نے جھاڑ کر بچھا دیا تو وہ بھی درست ہے۔

(7) ایسا مکان جس کی چھت پر پردہ کے لیے چار دیواری نہ ہو اس پر سونے سے گریز کرنا چاہیے کیونکہ چار دیواری نہ ہونے سے ایک تو پردہ نہیں ہوتا اور دوسرے رات کو جب کوئی اچانک اٹھے تو اس کے گرنے کا خطرہ ہوتا ہے اس لیے حضور ﷺ نے کھلی چھتوں پر سونے سے منع فرمایا ہے۔

(8) سوتے وقت پیٹ کے بل یعنی الٹا ہو کر نہیں سونا چاہیے کیونکہ حضور ﷺ نے پیٹ کے بل لیٹنے سے منع فرمایا ہے۔ پیٹ کے بل لیٹنا اخلاق اقدار کے خلاف ہے اور دوسرے یہ کہ شیطانی شر کا خدشہ ہوتا ہے۔ تیسرے یہ کہ طبی نقطۂ نظر سے پیٹ کے بل لیٹنے سے کھانا اچھی طرح ہضم نہیں ہوتا۔ چوتھے یہ کہ پیٹ کے بل لیٹنے والا غیر مہذب معلوم ہوتا ہے۔ پانچویں یہ کہ پیٹ کے بل لیٹنے سے ستر ننگا ہونے کا ڈر ہوتا ہے اس لیے الٹا پیٹ کے بل سونا منع ہے۔

حضرت ابی ذر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ میرے پاس سے گزرے اور میں پیٹ کے بل لیٹا ہوا تھا۔ آپ نے پائے اقدس سے ٹھوکر لگائی اور فرمایا اے جندب! یہ جہنمیوں کا لیٹنا ہے۔ (ابن ماجہ)

(9) دن کے ابتدائی حصہ میں سونا' یا مغرب وعشاء کے درمیان سونا مکروہ ہے اور حدیث شریف میں آیا کہ جو شخص عصر کے بعد سوئے اور اس کی عقل جاتی رہے تو وہ اپنے ہی کو ملامت کرے ایسے ہی قرآن پاک اور دیگر مذہبی کتابوں کی سمت پاؤں کرنا ناجائز ہے۔ ہاں اگر قرآن پاک اور مقدس طغرے وغیرہ اونچی جگہ ہوں تو اس سمت پاؤں کرنے میں مضائقہ نہیں۔

(10) سوتے وقت یاد خدا میں مشغول ہو۔ تہلیل (لا الہ الا اللہ) وتسبیح (سبحان اللہ) وتحمید (الحمد للہ) اور آیۃ الکرسی' چاروں قل ایک ایک بار پڑھ کر سو جائے کہ جس حالت پر انسان ہوتا ہے اسی پر اٹھتا ہے اور جس حالت پر مرتا ہے قیامت کے دن اسی پر اٹھے گا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی کریم رؤف رحیم ﷺ جب بستر پر لیٹتے تو اپنے

ہاتھوں پر پھونک مارتے اور قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ اور قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ (دونوں سورتیں پوری) پڑھتے اور ہاتھوں کو اپنے جسم اطہر پر مل لیتے۔ (ابن ماجہ)

(11) حضور ﷺ کے سونے کے متعلق حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ فرمایا کہ حضور نبی کریم رؤف رحیم ﷺ جب رات کو بستر پر تشریف لے جاتے تو اپنا ہاتھ مبارک رخسار کے نیچے رکھتے اور پڑھتے اَللّٰھُمَّ بِاسْمِكَ اَمُوْتُ وَ اَحْیٰی. (اے اللہ! میں تیرے نام کے ساتھ ہی مرتا اور جیتا ہوں یعنی سوتا اور جاگتا ہوں) اور جب نیند سے بیدار ہوتے تو پڑھتے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَحْیَانَا بَعْدَ مَآ اَمَاتَنَا وَ اِلَیْهِ النُّشُوْرُ. (تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جس نے ہمیں مارنے کے بعد زندہ کیا اور اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے) (بخاری)

۴۔ چلنے پھرنے کے آداب

چلنا پھرنا انسانی معمولات میں سے ہے۔ ہر شخص کو خواہ وہ چھوٹا ہو یا بڑا' جوان ہو یا بوڑھا کسی نہ کسی ضرورت کی خاطر گھر سے باہر جانا پڑتا ہے۔ چلنے پھرنے کو تقاضائے فطرت کے مطابق رکھنے کے لیے حضور ﷺ نے اپنے پیروکاروں کو چند آداب سکھائے ہیں تاکہ چلنے پھرنے میں انسانی وقار اور حسن معاشرت قائم رہے۔ اسلامی تعلیمات کے مطابق چلنے پھرنے کے چند آداب مندرجہ ذیل ہیں:

(1) چلنے کا پہلا ادب یہ ہے کہ ہمیشہ درمیانی چال سے چلنا چاہیے نہ زیادہ سست اور نہ زیادہ تیز رفتار سے چلنا چاہیے اور راستے پر خیال رکھنا چاہیے کہ قدم کہاں رکھا جا رہا ہے کیونکہ بسا اوقات راستہ اونچا نیچا ہوتا ہے اگر اس پر خیال نہ رکھا جائے تو گرنے کا خطرہ لاحق ہو جائے گا۔

(2) چال میں متانت اور سنجیدگی ہونی چاہیے۔ عاجزی اور انکساری کے ساتھ قدم اٹھانے چاہئیں۔ اکڑ کر چلنا غرور اور تکبر کی علامت ہے اس لیے اکڑ کر چلنے سے منع فرمایا گیا ہے کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ لوگوں کی طرف سے اپنا رخ نہ پھیرو اور زمین میں اکڑ کر نہ چلو بے شک اللہ تعالیٰ کو شیخی مارنا اور فخر کرنا پسند نہیں۔ (لقمان: 18) حضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ ایک شخص دھاری دار چادر پہن کر گردن اٹھائے ہوئے چل رہا تھا تو وہ زمین میں دھنسا دیا گیا اور قیامت تک زمین میں دھنستا چلا جائے گا۔ (بخاری شریف)

(3) ہمیشہ جوتے پہن کر چلنا چاہیے کیونکہ ننگے پاؤں چلنے سے کوئی چیز پاؤں میں لگنے کا ڈر ہوتا ہے۔ جوتا پہننے سے انسان کانٹے' کنکر اور دوسری تکلیف دہ چیزوں سے محفوظ رہتا ہے اور موذی جانوروں سے بھی محفوظ رہتا ہے۔ اس لیے حضور ﷺ نے جوتا پہننے کی بہت تاکید فرمائی ہے۔

(4) چلتے وقت راستے کا حق بھی ادا کرنا چاہیے اس لیے راستوں میں آوارہ بیٹھنا مناسب نہیں۔ راستے کے حق کے بارے میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ راستوں میں بیٹھنے سے بچا کرو۔ لوگ عرض گزار ہوئے کہ یارسول اللہ ﷺ! ہمیں ایسی جگہوں پر بیٹھنے کے سوا کوئی چارہ نہیں کیونکہ وہاں ہم گفتگو کرتے ہیں۔ فرمایا کہ جب تم نے ضروری بیٹھنا ہی ہو تو راستے کا حق ادا کیا کرو۔ عرض گزار ہوئے کہ یارسول اللہ ﷺ! راستے کا کیا حق ہے؟ فرمایا کہ نگاہ نیچی رکھنا' ہاتھ روکنا' سلام کا جواب دینا' نیکی کا حکم کرنا اور برائی سے روکنا۔ (مشکوۃ)

(5) چلتے وقت کپڑے کو لٹکانا نہیں چاہیے تاکہ چلنے میں دشواری پیدا نہ ہو اور نہ ہی کوئی تکلیف دہ چیز ہاتھ میں رکھنی چاہیے۔ اس لیے ہاتھ میں کوئی تیز آلہ یا لمبی چھڑی نہیں رکھنی چاہیے اگر بوقت ضرورت اس قسم کی چیز رکھنی پڑے تو اسے بڑی احتیاط سے رکھنا چاہیے۔ ایسے ہی عورت کو ایسا زیور پہن کر نہیں چلنا چاہیے جس سے جھنکار پیدا ہوتی ہو تاکہ راستے میں گزرنے والوں کے خیالات منتشر نہ ہوں۔

(6) بازار گلی کوچے گویا کہ ہر جگہ عورتوں کو مردوں کے ساتھ مل جل کر نہیں چلنا چاہیے بلکہ مردوں کو راستے میں ایک طرف ہو کر چلنا چاہیے اور جن بازاروں میں بھیڑ زیادہ ہو وہاں عورتوں میں گھسنے کی کوشش نہیں کرنی چاہیے۔ حضرت ابوسعید انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا جبکہ آپ مسجد سے باہر تھے اور راستے میں مرد اور عورتیں مل جل گئے تھے آپ ﷺ نے عورتوں سے فرمایا کہ تم پیچھے ہٹ جاؤ کیونکہ تمہارے لیے راستے کے درمیان میں چلنا درست نہیں بلکہ ایک جانب ہو کر چلا کرو۔ پس عورتیں دیواروں کے ساتھ ہو کر چلنے لگیں یہاں تک کہ بعض اوقات ان کا کپڑا دیوار کے ساتھ اٹک جاتا۔ (ابوداؤد)

(7) جب چند افراد مل جل کر چل رہے ہوں تو سب کے ساتھ ہو کر چلنا چاہیے سب سے آگے امتیازی ہو کر چلنے سے پرہیز کریں کیونکہ ایسا کرنے سے دل میں غرور جنم لیتا ہے۔ کیونکہ نبی اکرم ﷺ کا معمول تھا کہ جب بھی آپ ساتھیوں کے ساتھ چلتے تو ان میں امتیازی شان ظاہر نہ ہونے دیتے البتہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ کے احترام کی بنا پر آپ کے پیچھے پیچھے چلتے۔

(8) عورتوں کو ایسا زیور پہن کر نہیں چلنا چاہیے جس سے وہ آنے جانے والوں کی نظروں کا مرکز بنیں اس لیے عورتوں کو بڑے سلیقے سے چلنا چاہیے اس کے علاوہ عورتوں کو اس امر کی بھی احتیاط کرنی چاہیے کہ وہ پھیلنے والی خوشبو لگا کر باہر نہ جائیں۔

(9) بازار میں چلتے ہوئے حضور ﷺ کا یہ طریقہ تھا کہ آپ بازار میں یہ دعا پڑھتے لہٰذا ہمیں بھی بازار میں یہ دعا پڑھنی چاہیے تا کہ اللہ تعالیٰ برائیوں سے محفوظ رکھے۔

بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ خَيْرَ هٰذِهِ السُّوْقِ وَخَيْرَ مَا فِيْهَا وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّهَا وَشَرِّ مَافِيْهَاط اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ اَنْ اُصِيْبَ بِهَا يَمِيْنًا فَاجِرَةً اَوْصَفْقَةً خَاسِرَةً.

(خدا کے نام سے (بازار میں داخل ہوتا ہوں) خدایا! میں تجھ سے اس بازار کی بھلائی اور جو کچھ اس میں ہے اس کی بھلائی چاہتا ہوں اور اس بازار کے شر سے اور جو کچھ اس میں ہے اس کے شر سے پناہ مانگتا ہوں۔ خدایا! تیری پناہ چاہتا ہوں اس بات سے کہ یہاں میں جھوٹی قسم کھا بیٹھوں یا خسارے کا کوئی سودا کر بیٹھوں۔)

(10) حضور ﷺ کی چال مبارک بہت دلکش تھی۔ اس لیے آپ کی اتباع میں اسے اپنانا چاہیے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اکرم ﷺ سے زیادہ کوئی خوبصورت نہیں دیکھا آپ کے چہرۂ مبارک چمکتا ہوا سورج محسوس ہوتا اور میں نے آپ سے زیادہ تیز چلنے والا کوئی نہیں دیکھا گویا کہ آپ کے لیے زمین سمٹتی جاتی۔ ہم اپنے آپ کو مشقت میں ڈالتے تھے مگر حضور ﷺ ہمیشہ بے تکلف چلتے تھے۔ (ترمذی)

(11) دو عورتوں کے درمیان سے گزرنا منع ہے کیونکہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے مرد کو دو عورتوں کے درمیان چلنے سے منع فرمایا (ابوداؤد)

۵۔آداب مجلس

چند آدمیوں کے مل کر بیٹھنے کو مجلس کہا جاتا ہے۔ حضور ﷺ نے ہمیں مل کر بیٹھنے کے آداب بھی سکھائے ہیں جنہیں آداب مجلس کہا جاتا ہے۔ آداب مجلس سے ایک دوسرے کا احترام پیدا ہوتا ہے جس سے معاشرے میں اخوت اور محبت فروغ پاتی ہے۔ مجلس کے چند آداب مندرجہ ذیل ہیں:

(1) مجلس میں جہاں جگہ مل جائے وہیں بیٹھ جائیں۔ پاک اور صاف جگہ پر بیٹھیں اور آسانی سے بیٹھیں۔ کسی ایسی جگہ پر نہ بیٹھیں جہاں پر جسم کو تکلیف پہنچنے یا گرنے کا خطرہ ہو۔ گھر میں یا باہر جہاں پر بیٹھیں کوشش کریں کہ کعبہ کی طرف پیٹھ کر کے نہ بیٹھیں اگر کسی مجلس میں جائیں تو جہاں جگہ مل جائے آرام سے بیٹھیں۔ مجلس میں گھسنے کی کوشش نہ کریں۔ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں جب ہم نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتے تو ہم میں سے ہر ایک جہاں جگہ پاتا وہاں بیٹھ جاتا۔ (ابوداؤد)

(2) عام حالات میں کسی شخص کو مجلس سے اٹھا کر اس کی جگہ پر خود بیٹھ جانا آداب مجلس کے خلاف ہے کیونکہ ایسا کرنے میں فوقیت اور خود پسندی کا اظہار ہوتا ہے اس لیے ایسا نہیں کرنا چاہیے۔ حضور ﷺ نے ایسا کرنے سے منع فرمایا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ تم میں سے کوئی دوسرے کو اٹھا کر اس کی جگہ پر نہ بیٹھے البتہ جگہ بنالو تو اسے دے دو۔ (ابوداؤد)

(3) اگر کوئی شخص مجلس میں بیٹھ کر کسی ضرورت سے خود اٹھ کر چلا جائے تو واپس آنے کے بعد وہی اس جگہ پر بیٹھنے کا حقدار ہے۔ دوسرے کو اس کی جگہ پر نہیں بیٹھنا چاہیے کیونکہ وہ پہلے سے قابض ہو چکا تھا اور اس کا یہ حق عارضی طور پر اٹھنے سے ختم نہیں ہوتا۔ ہاں اگر یہ معلوم ہو جائے کہ وہ شخص اب واپس نہیں آئے گا تو پھر بے تکلف اس کی جگہ پر بیٹھ سکتے ہیں۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب کوئی شخص کسی کام کے لیے اپنی جگہ چھوڑ کر جائے اور پھر وہ واپس آئے تو وہی اس جگہ کا زیادہ مستحق ہے۔ (ترمذی)

(4) اگر مجلس میں دو شخص باہم مل کر بیٹھے ہوں تو ان کی اجازت کے بغیر انہیں الگ نہ کیا جائے اور نہ ان میں تیسرا شخص آ کر گھس کر بیٹھے کہ ان میں جدائی ہو جائے کیونکہ جو شخص بھی

کسی کے قریب بیٹھتا ہے وہ آپس کی بے تکلفی یا محبت کے باعث بیٹھتا ہے اور انہیں الگ کرنے سے ان کو دلی تکلیف ہوگی اس لیے حضور ﷺ نے جدا کرنے سے منع فرمایا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ دو بیٹھے ہوئے آدمیوں کو جدا مت کرو صرف اس صورت میں کہ وہ اجازت دے دیں۔ (ابوداؤد)

(5) مجلس میں بیٹھنے کا ایک ادب یہ بھی ہے کہ جب کوئی بیٹھنے والا آئے اور آپ اسے قریب میں جگہ دینے کے لیے تھوڑا سا سرک جائیں یعنی خود کو اکٹھا کرلیں اور آنے والے کے جگہ بنا دیں۔ ایسا کرنا حضور ﷺ کی سنت بھی ہے کیونکہ حضور ﷺ خود بھی اسی طرح کیا کرتے تھے۔

(6) مجلس میں بیٹھ کر دو آدمی آپس میں چپکے چپکے کانوں میں باتیں نہ کریں کیونکہ سرگوشی سے بدگمانی پیدا ہوتی ہے اس لیے اس سے منع فرمایا گیا ہے۔ سرگوشی سے دوسروں کے دلوں میں یہ بداعتقادی پیدا ہوتی ہے کہ شاید وہ ہمارے خلاف ہی کوئی بات کر رہے ہیں اور یہ احساس بھی اٹھتا ہے کہ سرگوشی کرنے والوں نے ہمیں اپنی راز کی باتوں میں شریک کرنے کے قابل نہ سمجھا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ جب تم تین ہو تو دو تیسرے کو چھوڑ کر کانا پھوسی نہ کریں تاکہ تیسرا رنجیدہ نہ ہو۔ اگر زیادہ ہوں تو ایسا کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ (مسلم شریف)

(7) اگر کچھ لوگ کسی محفل میں حلقہ باندھ کر بیٹھے ہوں تو کسی کو اس کے درمیان میں نہیں بیٹھنا چاہیے کیونکہ درمیان میں بیٹھنے کی وجہ سے کچھ لوگوں کی طرف اس کا منہ ہوگا اور کچھ لوگوں کی طرف اس کی پیٹھ ہو جائے گی جو ایک طرح کی بدتمیزی ہے اور آداب کے خلاف ہے۔ صوفیاء کا اس بارے میں یہی طرز عمل ہے کہ وہ مجلس کے وسط میں کبھی نہ بیٹھتے بلکہ ایک طرف ہو کر بیٹھنے کی کوشش کرتے۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کا قول ہے حضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ جو شخص حلقے کے درمیان بیٹھے وہ ملعون ہے۔ (ترمذی)

(8) مجلس میں پھلانگنے سے گریز کرنا چاہیے کیونکہ پھلانگنے سے پہلے سے بیٹھے ہوئے حضرات کو تکلیف اور دشواری ہوگی۔ مساجد میں عموماً لوگ بعد میں آ کر آگے پہنچنے کی کوشش کرتے ہیں۔ خاص کر عیدین اور جمعہ کی نماز کے وقت پھلانگتے ہوئے آگے چلے جاتے ہیں۔ حضور اکرم ﷺ نے ایسا کرنے سے منع فرمایا ہے۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کہتے کہ نبی ﷺ

نے فرمایا جس نے جمعہ کے دن لوگوں کی گردنوں کو پھلانگا وہ جہنمیوں کے لیے پل بنادیا گیا۔
(9) مجلس میں کسی امتیازی جگہ پر بیٹھنے سے پرہیز کیجئے۔ کسی کے یہاں جائیں تو وہاں بھی اس کی معزز جگہ پر بیٹھنے کی کوشش نہ کیجئے۔ ہاں اگر وہ خود ہی اصرار کرے تو بیٹھنے میں کوئی حرج نہیں اور مجلس میں ہمیشہ ادب سے بیٹھئے۔ پاؤں پھیلا کر یا پنڈلیاں کھول کر نہ بیٹھئے۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ لوگ مجلس میں یہ کوشش کرتے ہیں کہ اس معزز جگہ میں نہیں تو اس سے جس قدر قریب جگہ ہو اسی میں بیٹھیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ صدر نشین کے پاس جگہ بہت تنگ ہو جاتی ہے۔ اور لوگوں کو وہاں سے ذرا سرکنے کے لیے جگہ بنانے کے لیے کہا جائے تو وہ برا مانتے ہیں۔
(10) اچھی مجلس وہی ہوتی ہے جس میں اللہ اور اس کے رسول کا ذکر کیا جائے۔ اچھی باتیں کی جائیں۔ وعظ و تلقین کی جائے۔ اللہ کے اسماء کا ذکر کیا جائے۔ حضور ﷺ پر درود شریف پڑھا جائے اور کسی قسم کی خلاف ادب یا بری بات نہ کی جائے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جب کچھ لوگ مجلس کا انعقاد کرتے ہیں اور پھر اللہ تعالیٰ کے ذکر اور بارگاہ رسالت میں ہدیہ درود بھیجے بغیر اٹھ کھڑے ہوتے ہیں تو وہ ان کے لیے باعث نقصان ہے اگر چاہے تو ان کو عذاب دے اور چاہے تو بخش دے۔ (ترمذی)
(11) انسانی اخلاق و کردار پر دوسروں کی صحبت کا بہت برا اثر پڑتا ہے اس لیے بیٹھتے وقت اچھے لوگوں کو مدنظر رکھیں تا کہ ان کے پاس بیٹھنے سے اچھائی پیدا ہو۔

۲۔ آدابِ لباس

لباس قدرت کا بہترین عطیہ ہے جس سے انسان اپنا جسم ڈھانپتا ہے اور اظہار زینت بھی کرتا ہے۔ جسم کو ڈھانپنا انسانی فطرت میں شامل ہے کیونکہ موسمی اثرات سے جسم کو بچانے کے لیے لباس ہی کام آتا ہے۔ سردی' گرمی اور بارش سے بچنے کے لیے لباس پہنے بغیر گزارہ نہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ لباس ہر لحاظ سے جسم کے لیے ضروری ہے۔ لباس استعمال کرنے کے چند آداب مندرجہ ذیل ہیں:
(1) کپڑا پہننے کا پہلا ادب یہ ہے کہ کپڑے کو دائیں جانب سے پہنا جائے۔ حضور ﷺ جب قمیص یا کرتہ پہنتے تو پہلے دائیں آستین میں بازو ڈالتے پھر بائیں آستین میں بازو ڈالتے پھر قمیض کو گلہ مبارک میں پہن لیتے۔ لہٰذا ہر مسلمان کو چاہیے کہ جب بھی قمیص' کرتہ

شیروانی، کوٹ یا بنیان پہنے تو حضور ﷺ کے اسی طریقہ سے پہنے۔ ایسے ہی جب شلوار یا پاجامہ وغیرہ ڈالیں تو پہلے دائیں پائنچہ میں پیر ڈالیے پھر بائیں پائنچہ میں پیر ڈالیں۔ قمیص یا شلوار اتارتے وقت الٹا یعنی بائیں طرف سے اتارنا شروع کریں پھر دائیں طرف سے اتاریں۔ نبی کریم ﷺ کا یہی طریقہ کار تھا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا لباس پہنتے وقت نیز وضو کرتے دائیں جانب سے ابتداء کرو۔ (ترمذی)

(2) کپڑا پہننے سے پہلے جھاڑنا بھی حضور ﷺ کی سنت ہے۔ آپ ہمیشہ جس کپڑے کو پہنتے تو اسے پہلے جھاڑ لیتے لہٰذا ہمیں کپڑا استعمال کرنے سے پہلے اسے جھاڑ لینا چاہیے۔ جھاڑنے کی مصلحت اور حکمت یہ ہے کہ اگر اس میں کوئی تکلیف دینے والی چیز یا موذی جانور ہوگا تو وہ نکل جائے گا اور کپڑا پہننے والا آنے والی پریشانی سے محفوظ رہے گا۔ حضور ﷺ نے سونے سے پہلے بستر جھاڑنے کی تاکید فرمائی ہے۔ جس سے یہ بات اخذ ہوتی ہے کہ جو کپڑا بھی استعمال میں لایا جائے اسے جھاڑ لینا بہتر ہے۔

شلوار یا تہ بند کو ٹخنوں سے اونچا رکھنا اس لیے ضروری ہے کہ اسلام سے پہلے عربوں میں جو شخص امیر اور مغرور ہوتا وہ اپنے تہ بند کو زمین پر لٹکا کر چلتا تا کہ اس کا غرور اور امارت ظاہر ہو یعنی تہ بند لٹکانا تکبر اور غرور کی علامت تھا حضور ﷺ نے اس غرور و تکبر کو ختم کرنے کے لیے شلوار یا تہ بند کو لٹکانے سے منع کر دیا۔

(4) مردوں کے لیے ریشمی لباس پہننا منع ہے کیونکہ ریشم سے زیب و زینت کا اظہار ہوتا ہے اس لیے حضور ﷺ نے مردوں کے لیے ریشم کا استعمال منع فرمایا ہے اگر کسی نے اپنے بچے کو ریشم کے کپڑے پہنائے تو اس کا گناہ بچے پر نہیں بلکہ پہنانے والے پر ہوگا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا جس نے دنیا میں ریشمی لباس پہنا وہ آخرت میں نہیں پہنے گا۔ (بخاری شریف)

(5) نیا لباس پہنتے وقت اللہ کی تعریف کرنی چاہیے اور اس کا شکر ادا کرنا چاہیے۔ لہٰذا نیا کپڑا پہنتے وقت حضور ﷺ کی دعاؤں میں سے کوئی ایک دعا پڑھیں۔ کپڑا پہنتے وقت کی دعا ایک طرح کی اللہ سے توفیق مانگنے کی التجا ہے کہ اے اللہ! تو مجھے توفیق دے کہ جو لباس تو نے مجھے مہیا کیا ہے میں اسے پہن کر تیری عبادت کروں۔ ایک دعا یہ ہے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ

سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ جب کوئی نیا کپڑا عمامہ قمیص یا چادر پہنتے تو اس طرح دعا پڑھتے:

اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ كَمَا كَسَوْتَنِيْهِ اَسْاَلُكَ خَيْرَهٗ وَمَا صُنِعَ لَهٗ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّهٖ وَ شَرِّ مَا صُنِعَ لَهٗ.

اے اللہ سب تعریفیں تیرے لیے ہیں جیسے تو نے مجھے یہ پہنایا میں تجھ سے اس کی بھلائی مانگتا ہوں اور اس کی بھلائی جس کے لیے بنایا گیا۔ میں اس کی برائی سے تیری پناہ لیتا ہوں اور اس کی برائی سے جس کے لیے بنایا گیا۔ (ترمذی۔ ابوداؤد)

(6) ایسا لباس جس پر جانداروں کی تصاویر بنی ہوں اس کا استعمال منع ہے لہٰذا کپڑا بنانے والوں کو اس امر کا خاص خیال رکھنا چاہیے کہ وہ کپڑے پر جانداروں کی تصاویر کے پرنٹ نہ لگائیں کیونکہ حضور ﷺ نے تصاویر سے منع فرمایا ہے۔ تصاویر اللہ تعالیٰ سے توجہ ہٹانے کا باعث بنتی ہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میرے گھر میں ایک ایسا کپڑا تھا جس پر چڑیوں کی تصاویر بنی ہوئی تھیں۔ جب کوئی شخص اندر آتا تو اس پر نظر پڑتی۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا اے عائشہ رضی اللہ عنہا! اسے الٹا کر دو کیونکہ جب میں داخل ہوتا ہوں تو دنیا یاد آتی ہے اور ہمارے پاس ایک ایسی چادر تھی جس پر (بیل بوٹوں کے) نقش و نگار بنے ہوئے تھے۔ ہم اس کو پہنتے تھے اور ہم نے اسے کاٹا نہیں۔ (نسائی شریف)

(7) کپڑے بنانے اور خریدنے میں اسراف سے بچنا ضروری ہے کیونکہ اسراف اللہ کو پسند نہیں' کپڑوں کے سلسلہ میں اسراف دو طرح کا ہے ایک یہ کہ قیمتی سے قیمتی کپڑا خریدنے کی لگن میں رہنا اور دوسرا یہ کہ ضرورت سے زائد کپڑے بنانا۔ لہٰذا لباس خریدتے وقت میانہ روی اختیار کرنی چاہیے اور نہ ہی ضرورت سے بہت زائد کپڑے بنانے چاہئیں۔ ضرورت کے لیے چند کپڑوں کے جوڑے بنا کر رکھنے میں کوئی حرج نہیں۔ روپیہ پیسہ ہوتے ہوئے کنجوسی کرنا بھی درست نہیں کیونکہ ایسا کرنے سے اللہ کی نعمت کا شکر ادا نہیں ہوگا۔ لہٰذا حیثیت کے مطابق کپڑے بنانا عین شریعت کے مطابق ہے۔

(8) حضور ﷺ نے مردوں کو شوخ اور سرخ رنگ کے کپڑے پہننے سے منع فرمایا ہے کیونکہ رنگ کی تیزی اور شوخی' مزاج میں شوخی اور ضد کے اسباب پیدا کرتی ہے جو مردوں کے لیے عملی زندگی میں بہتر اور اچھی نہیں البتہ ایسا کپڑا جس میں کہیں کہیں سرخ رنگ ملا ہو تو اسے

پہن سکتے ہیں۔ صاحب شرع بزرگوں نے بھی سرخ رنگ کو پسند نہیں کیا۔ میرے بزرگ بھی سرخ رنگ پہننے کو پسند نہیں کرتے لہٰذا مکمل سرخ لباس مرد کو نہیں پہننا چاہیے اگر صرف سرخ رنگ کی دھاریاں بنی ہوئی ہوں تو پہن سکتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ایک آدمی گزرا اور اس کے کپڑے سرخ تھے اس نے سلام کیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے جواب نہ دیا۔ (ابوداؤد' ترمذی)

(9) مسلمانوں کے لیے شکل' لباس اور زندگی کے دوسرے شعبوں میں غیر مسلموں کی مشابہت اختیار کرنا منع ہے کیونکہ مسلمان کی ایک اپنی تہذیب ہے جس میں زندگی کے ہر طرح کے اصول ہیں اور لباس کی خاص وضع قطع ہے۔ جس سے انسانی ستر اچھی طرح چھپ جاتا ہے۔ جو ہر لحاظ سے غیر مسلموں سے بہتر ہے لہٰذا اس بہتر اسلامی لباس کو چھوڑ کر غیر مسلموں کا لباس پہننا درست نہیں بلکہ قابل مذمت ہے۔

(10) لباس پہننے' خریدنے اور بنانے میں ہمیشہ اعتدال اور میانہ روی اختیار کرنی چاہیے۔ یعنی لباس اپنی وسعت اور حیثیت کے مطابق پہنیں۔ ایسا لباس نہ پہنیں جس سے فخر اور نمائش ظاہر ہو۔ اچھا لباس پہن کر دوسروں کو حقیر نہ سمجھیں اور نہ اتراتے پھریں۔ اپنی حیثیت سے زیادہ قیمتی لباس خرید کر پہننا بھی درست نہیں کیونکہ یہ بات اسراف میں آ جاتی ہے یعنی ایسا لباس پہنیں جس سے انسان معقول اور باعزت نظر آئے۔ ضرورت کے مطابق کپڑے کو پیوند لگا لینے میں کوئی حرج نہیں۔ مگر اللہ کا رزق وافر ہوتے ہوئے صاف ستھرا لباس نہ پہننا اور شکستہ حالی ظاہر کرنا اچھا نہیں بلکہ اللہ کی ناشکری ہوگی۔

(11) مردوں کے لیے عورتوں کا سا لباس اور عورتوں کے لیے مردوں جیسا لباس پہننا منع ہے کیونکہ اس سے اخلاقی حدود مجروح ہوتی ہیں اور دونوں کے مقام میں کمی آتی ہے کیونکہ مرد اور عورت کے لباس کی وضع قطع اور ڈیزائن میں بڑا فرق ہوتا ہے اس لیے ایک دوسرے کے لباس پہننے سے مرد عورت معلوم ہونے لگے گا اور عورت مرد معلوم ہونے لگے گی۔ اس طرح جنس کی پہچان میں دھوکے کا احتمال ہونے لگے گا۔ جس سے مرد اور عورت کا تشخص اور وقار خراب ہو جائے گا۔ ان وجوہات کی بنا پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مرد کو عورت سے اور عورت کو مرد سے مشابہت اختیار کرنے سے منع فرمایا ہے۔

۷۔ آدابِ طہارت

پاکیزگی کے لیے طہارت بنیادی چیز ہے۔ طہارت کے بغیر انسان اللہ کی عبادت بھی نہیں کر سکتا کیونکہ اللہ پاکیزہ ہے اس لیے پاکیزگی کو پسند کرتا ہے۔ طہارت کا مطلب اپنے آپ کو نجاست اور کثافت سے پاک صاف رکھنا ہے۔ چنانچہ حضور ﷺ نے طہارت کے چند آداب مقرر فرمائے ہیں۔ جو مندرجہ ذیل ہیں:

(1) طہارت کا پہلا ادب یہ ہے کہ سو کر اٹھنے کے بعد سب سے پہلے اپنے ہاتھ دھونے چاہئیں ہاتھ دھوئے بغیر پانی کے کسی برتن میں ہاتھ نہیں ڈالنا چاہیے۔ کیونکہ کیا معلوم سوتے میں ہاتھ پاک رہا ہے کہ نہیں لہٰذا سوتے جاگتے اپنے جسم کے ہر عضو کی طہارت کا خیال رکھیں کیونکہ حضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ جب کوئی شخص سو کر اٹھے تو جب تک تین بار ہاتھ نہ دھولے اس کو پانی کے کسی برتن میں ہاتھ نہیں ڈالنا چاہیے کیونکہ سونے میں کیا معلوم کہ اکا ہاتھ کہاں کہاں پڑا ہے (مسلم شریف) سونے کے بعد ہاتھ کی طہارت اس لیے ضروری ہے کہ پہلے ہاتھ صاف ہوگا تو اسی سے طہارت ہو سکے گی۔

(2) رفع حاجت یعنی پیشاب پاخانہ سے فارغ ہونے کے لیے باپردہ انتظام کا ہونا ضروری ہے اس لیے رفع حاجت کسی چاردیواری کے اندر کریں تو بہت بہتر ہے۔ گھر' مساجد' دفاتر اور دیگر مقامات پر اس مقصد کے لیے بیت الخلا بنے ہوتے ہیں اس لیے رفع حاجت کے لیے انہیں استعمال میں لانا زیادہ اچھا ہے۔ اگر باہر کسی جگہ پر رفع حاجت کے لیے جائیں تو وہاں بھی آڑ وغیرہ تلاش کر لیں اس مقصد کے لیے کسی فصل یا کسی پودے یا کسی دیوار وغیرہ کی آڑ مل جائے تو زیادہ مناسب ہے۔ کیونکہ حضور ﷺ نے رفع حاجت کے لیے آڑ کی اوٹ میں جانے کی تاکید فرمائی ہے۔ اس لیے باپردہ مقام پر رفع حاجت سے فارغ ہونا سنت ہے۔

(3) قبلہ ہمارے لیے ایک مقدس مقام ہے لہٰذا اس کی تعظیم و احترام کے پیش نظر رفع حاجت کے وقت اس کی طرف منہ نہیں کرنا چاہیے۔ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک رفع حاجت کے وقت قبلہ کی طرف منہ کرنا جنگل میں تو حرام ہے لیکن آبادی میں نہیں کیونکہ بیچ میں دیوار حائل ہو جاتی ہے لیکن حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کا یہ کہنا ہے کہ قبلہ کی طرف منہ اور

پشت کرنے کی ممانعت کا حکم مطلقاً ہے۔ اس میں جنگل اور آبادی کی کوئی تمیز نہیں اس لیے سنت طریقہ یہی ہے کہ رفع حاجت کے وقت قبلہ کی طرف منہ نہ کریں۔

(4) رفع حاجت کے وقت جس طرح قبلہ کی طرف منہ کرنے سے حضور ﷺ نے منع فرمایا ہے ایسے ہی رفع حاجت کے وقت قبلہ کی طرف پشت کرنا بھی منع ہے۔ مدینہ شریف میں قبلہ جنوب کی جانب ہے اس لیے وہاں جنوب کی جانب رفع حاجت کے وقت نہ منہ کریں اور نہ پیٹھ۔ اس لیے اپنے مکانوں میں جب بیت الخلاء بنائیں تو اس امر کا خاص طور پر خیال رکھیں کہ بیت الخلاء کے پاٹ کا منہ قبلہ کی طرف نہ رکھیں اور اس کے ساتھ ہی چھوٹے بچوں کو رفع حاجت کے وقت یہ تلقین فرمائیں کہ وہ قبلہ کی طرف نہ منہ کریں اور نہ پشت۔

(5) حضور ﷺ نے سوراخ میں پیشاب کرنے سے منع فرمایا ہے کیونکہ سوراخ میں کوئی نہ کوئی جانور رہتا ہے جسے پیشاب کی وجہ سے تکلیف ہوگی۔ ہوسکتا ہے کہ وہ سوراخ سے باہر نکل آئے۔ خدانخواستہ اگر وہ موذی جانور ہو اور یکدم ڈس لے تو اس طرح ایسی تکلیف برداشت کرنا پڑے گی جس کا ازالہ بمشکل ہوگا۔ اس طرح انسانی حفاظت اور جانوروں کے حقوق کو مدنظر رکھتے ہوئے حضور ﷺ نے یہ تاکید فرمائی ہے کہ سوراخ میں کبھی بھول کر بھی پیشاب نہ کریں۔

(6) نرم جگہ پر پیشاب کرنا سنت ہے کیونکہ نرم جگہ سے پیشاب کے چھینٹے نہیں اڑتے جس سے کپڑے ناپاک نہیں ہوتے اس لیے حضور ﷺ نے نرم جگہ پر پیشاب کرنے کی تاکید فرمائی ہے۔ ایک زمانہ تھا کہ زمین کچی ہوتی تھی اب جبکہ شہروں میں نرم جگہ نہیں رہی بلکہ اس کی بجائے پختہ بیت الخلاء میں جہاں پیشاب کرنے کی جگہ پختہ ہوتی ہے لہٰذا وہاں پیشاب اس طرح کریں کہ پیشاب کے چھینٹے نہ پڑیں۔

(7) پیشاب اور پاخانے کی طہارت کے لیے لوٹے کا استعمال سنت ہے۔ لوٹا ایک ایسا برتن ہے جس سے طہارت کرنے میں آسانی اور پاکیزگی رہتی ہے۔ اس لیے حضور ﷺ نے تاکید فرمائی ہے کہ لوٹے سے استنجاء کریں۔ لوٹے کو سفر میں اپنے ساتھ لے جانا بھی سنت ہے اور بیشتر صوفیاء کا معمول رہا ہے کہ وہ اپنے ساتھ لوٹا ضرور رکھتے تھے۔ لوٹا استعمال کرتے ہوئے لوٹے کی پاکیزگی کا بھی خیال رکھیں۔ اسے اس طرح استعمال کریں کہ اس پر پیشاب کے چھینٹے نہ لگیں۔

(8) استنجاء کرتے وقت اپنے پوشیدہ مقام کو بائیں ہاتھ سے دھوئیں کیونکہ حضور ﷺ بذات خود کھانا کھانے اور کوئی پاک کام کرنے کے لیے دایاں ہاتھ استعمال فرماتے البتہ طہارت اور گھٹیا کام کے لیے بایاں ہاتھ استعمال فرماتے۔ اگر کوئی معذوری یا مجبوری ہو تو پھر دایاں بھی استعمال کر سکتے ہیں مگر عذر ختم ہونے کے ساتھ ہی اس کا جواز ختم ہو جائے گا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کھانا اور پاک کاموں کو داہنے ہاتھ سے کرتے البتہ طہارت اور گھٹیا کام بائیں ہاتھ سے کرتے تھے۔ (ابوداؤد)

(9) پیشاب یا پاخانہ کرتے ہوئے بات کرنا' کلمہ' کلام پڑھنا' انگوٹھی یا کوئی متبرک چیز اپنے ساتھ رکھنا منع ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ بیت الخلاء تشریف لے جاتے تو اپنی انگوٹھی اتار لیا کرتے تھے۔ (ابوداؤد)

اس حدیث سے واضح ہوتا ہے کہ حضور ﷺ قضائے حاجت کے وقت انگوٹھی اتار دیا کرتے تھے کیونکہ اس پر محمد رسول اللہ ﷺ کندہ تھا اس سے ثابت ہوا کہ بیت الخلاء میں حضور ﷺ کا نام' اللہ کا نام لکھا ہوا یا قرآن لے کر داخل نہیں ہونا چاہیے۔

(10) حضور ﷺ نے راستے میں پاخانہ کرنے سے منع کیا ہے کیونکہ اس سے دوسرے لوگوں کو تکلیف ہوگی اور کپڑے بھی ناپاک ہوں گے۔ نہر' ندی' دریا' گھاٹ اور پارک کے کنارے پر بھی پاخانہ نہ کریں۔ مسجد میں یا مسجد کی چھت پر پاخانہ کرنا حرام ہے بلکہ ایسا کرنے والا بہت ہی گنہگار ہوگا۔ ایسے ہی قبرستان میں پاخانہ کرنا حرام ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا لعنت ونفرت کی دو باتوں سے بچو۔ لوگوں نے سوال کیا' یا رسول اللہ ﷺ! وہ دو باتیں کونسی ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا راستہ اور سایہ دار درخت کے نیچے پیشاب اور پاخانہ کرنا۔ (مسلم)

(11) اللہ سے پناہ حاصل کرنا سنت ہے۔ بیت الخلاء میں شیطان بڑے عجیب قسم کے وسوسے ڈالتا ہے اور طرح طرح کے گندے خیالات پیدا کرتا ہے لہٰذا ان سے بچنے کے لیے بیت الخلاء میں داخل ہو کر اللہ کی پناہ میں آنے کے لیے یہ دعا پڑھنا ضروری ہے۔ اس لیے کہ حضور ﷺ نے اس بات کی تاکید فرمائی ہے کہ بیت الخلاء میں داخل ہوتے وقت یہ دعا پڑھیں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ خود بھی یہی دعا پڑھا کرتے تھے۔ (مسلم)

"اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَآئِثِ."

(اے اللہ! میں خبیث جنیوں اور جنات سے تیری پناہ مانگتا ہوں)

۸۔ آدابِ ملاقات

آپس کی ملاقات انسانی زندگی کا ایک لازمی جزو ہے کیونکہ ہر شخص کو روزانہ اپنوں اور بیگانوں سے ملاقات کا واسطہ پڑتا ہے۔ اگر ملاقات کے وقت اسلامی طرزِ عمل اختیار کیا جائے تو ملاقات ہی قابلِ ثواب عمل بن جائے گا اور نیکیوں میں اضافے کا سبب بنے گا اس لیے ملاقات کے وقت ملاقات کے اسلامی آداب کو اپنانا چاہیے۔ ملاقات کے اسلامی آداب مندرجہ ذیل ہیں:

(1) ملاقات کے وقت سب سے پہلے سلام کرنا چاہیے اور کوشش کرنی چاہیے کہ سلام کرنے میں پہل کریں کیونکہ اس کا ثواب زیادہ ہے البتہ سلام کے لیے اِدھر اُدھر کے الفاظ استعمال نہ کیجئے بلکہ حضور ﷺ کے بتائے ہوئے الفاظ "السلام علیکم" استعمال کیجئے۔ پھر موقع ہو تو مصافحہ کیجئے۔ مزاج پوچھیے اور مناسب ہو تو گھر والوں کی خیریت بھی معلوم کیجئے۔ سلام کرنے کے الفاظ یعنی "السلام علیکم" بہت جامع ہیں۔ اس میں دین و دنیا کی تمام سلامتیاں اور ہر طرح کی خیر و عافیت شامل ہے۔ یہ بھی خیال رکھیے کہ نبی ﷺ مصافحہ کرتے وقت اپنا ہاتھ فوراً چھڑانے کی کوشش نہ کرتے۔ انتظار فرماتے کہ دوسرا شخص خود ہی ہاتھ چھوڑ دے۔

(2) ملاقات کے وقت محبت کا اظہار کرنا چاہیے اس لئے چہرے پر مسکراہٹ ہونی چاہیے۔ کیونکہ چہرے کی مسکراہٹ دلی محبت کی دلیل ہے اور محبت سے تعلقات میں استحکام پیدا ہوگا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے تم اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتے اور نہ ہی جنت میں داخل ہو گے جب تک کہ آپس میں محبت نہ کرو گے۔ اور کیا میں تمہیں ایسی بات نہ بتاؤں کہ جب تم اس کو عمل میں لاؤ تو تم آپس میں محبت کرنے لگو۔ لہٰذا تم آپس میں سلام کو فروغ دو۔ (مسلم شریف)

(3) ملاقات دو طرح کی ہے ایک اتفاقی اور دوسری خصوصی۔ اس لیے جب خاص طور پر کسی سے ملاقات کے لیے جائیں تو صاف ستھرا لباس پہن کر جائیں کیونکہ صفائی اسلامی تہذیب

وتمدن کا لازمی حصہ ہے اس لیے لباس کو ہر ممکن صاف رکھنا چاہیے۔

(4) ملاقات کا ایک ادب یہ بھی ہے کہ جب کسی سے ملاقات کا ارادہ ہو تو پہلے اس سے وقت لے لیجئے۔ یونہی وقت بے وقت کسی کے یہاں جانا مناسب نہیں اس سے دوسروں کا وقت بھی خراب ہوتا ہے اور ملاقات کرنے والا بھی بعض اوقات نظروں سے گر جاتا ہے۔

(5) ملاقات یا کسی اور کام کے لیے کسی کے گھر میں جانے کے لیے صاحب خانہ سے اجازت لینا بھی ضروری ہے اور اس کا اصلی مقصود یہ ہے کہ انسان بعض اوقات ایسی حالت میں ہوتا ہے کہ وہ اس حالت میں دوسروں سے ملنا پسند نہیں کرتا۔

(6) خود اپنے گھر کے اندر بھی سلام کر کے اندر جانا چاہیے اس سے برکت کے علاوہ یہ فائدہ ہوگا کہ اگر گھر میں عورتیں بے تکلفی کی حالت میں ہوں گی یا اور کوئی ایسی ہی بات ہوگی تو گھر والے ہوشیار ہو جائیں۔

(7) ملاقات کے وقت آتے یا جاتے ایسے فقرات نہ کہیں جن میں کوئی طعن چھپا ہو یا کسی کی تحقیر نکلتی ہو۔ بلکہ اچھے الفاظ استعمال کریں۔ طعن وتشنیع سے نفرت پیدا ہوتی ہے۔

(8) کسی کے پاس جائیے تو کام کی باتیں کیجئے۔ بیکار باتیں کر کے اس کا اور اپنا وقت ضائع نہ کیجئے ورنہ آپ کا لوگوں کے یہاں جانا اور بیٹھنا ان کو کھلنے لگے گا۔

(9) جب کوئی ضرورت مند آپ سے ملنے آئے تو جہاں تک امکان میں ہو اس کی ضرورت پوری کیجئے۔ سفارش کی درخواست کرے تو سفارش کر دیجئے اگر اس کی ضرورت پوری نہ کر سکیں تو پیار بھرے انداز میں منع کر دیجئے خواہ مخواہ اس کو امید وار نہ بنائے رکھئے۔

(10) آپ کسی کے یہاں اپنی ضرورت سے جائیں تو مہذب انداز میں اپنی ضرورت بیان کر دیجئے۔ پوری ہو جائے تو شکریہ ادا کیجئے نہ ہو سکے تو سلام کر کے خوش خوش لوٹ آیئے۔

(11) آنے والا اگر محبوب ومحترم اور دینی عظمت وشخصیت والا ہو تو اسے آتے دیکھ کر جوش محبت اور جوش عقیدت میں کھڑا ہو جانا بھی کمال ادب ہے۔ اس قسم کے موقعوں پر خوش آمدید کے الفاظ مثلاً مرحبا کہنے کی مثال بھی شریعت میں موجود ہے پھر اس سے انس بھی بڑھتا ہے۔

۹۔ آدابِ گفتگو

بولنے کا انداز انسانی شخصیت کا آئینہ ہے جتنی گفتگو اچھی ہو اتنا ہی اچھا انسان تصور کیا

جاتا ہے۔ اسلام نے ہمیں گفتگو کرنے کے چند آداب سکھائے ہیں جن سے انسانی سیرت اور کردار میں نکھار پیدا ہوتا ہے۔ آداب گفتگو مندرجہ ذیل ہیں۔

(1) گفتگو کا پہلا ادب یہ ہے کہ جو بات کی جائے وہ سچی ہو۔ کیونکہ اسلام کا سب سے بنیادی اور پہلا درس یہی ہے کہ زبان سے جو کچھ بولا جائے سچ بولا جائے۔ سچی بات ہمیشہ معقول اور بامعنی ہوتی ہے۔ حضور ﷺ بذات خود ہمیشہ سچی بات ہی کہا کرتے تھے اور اسی بات کی تاکید اپنی امت کو بھی فرمائی ہے کہ وہ ہمیشہ سچائی کو اپنائیں۔

(2) گفتگو کا دوسرا ادب یہ ہے کہ گفتگو کرتے ہوئے نرم لہجہ اختیار کریں کیونکہ نرم بات میں ہمدردی کے جذبات ہوتے ہیں جس سے گفتگو مؤثر ہو جاتی ہے۔ بات سننے والا نرم گفتگو کرنے والے کو پسند کرتا ہے اور جو کچھ کہہ رہا ہے اسے غور سے سنتا ہے۔ حضور ﷺ بذات خود انتہائی نرم دل اور ملائم طبیعت تھے اور آپ ہمیشہ نرم لہجے میں گفتگو فرماتے اور یہی ترغیب آپ نے ملت اسلامیہ کو دی کہ جب بھی بات چیت کریں تو نرم لہجہ اختیار کریں۔ چلا چلا کر زور زور سے باتیں کرنا خلاف سنت ہے۔ چھوٹوں کے ساتھ جب بات چیت کریں تو مشفقانہ انداز اختیار کریں اور جب بڑوں کیساتھ گفتگو کریں تو مؤدبانہ لہجہ رکھیں۔ انشاء اللہ دونوں کے نزدیک معزز رہیں گے۔

(3) بات عام فہم کرنی چاہیے تاکہ ہر کوئی سمجھ جائے۔ بعض لوگ عام محفلوں میں یا دوستوں کی مجلس میں اپنی قابلیت اور ذاتی برتری کے اظہار کے لیے ایسے الفاظ میں بات کرتے ہیں جو عام حضرات کی سمجھ سے بالاتر ہوں تاکہ ان کی شخصیت نمایاں ہو۔ اسلام نے ایسے تکلفات میں پڑنے کی بجائے سادگی اختیار کرنے پر زور دیا ہے اس لیے اچھا انسان وہی ہے جو عام فہم بات کرے کیونکہ حضور ﷺ نے ایسے ہی ترغیب دی ہے۔

(4) بات چیت کرتے ہوئے اس بات کا خاص طور پر خیال رکھیں کہ کسی کو دکھ پہنچانے والی بات نہ کہیں کیونکہ کسی کا دل دکھانے سے اللہ ناراض ہوتا ہے اس لیے دکھ دینے والی باتوں سے بچنا چاہیے۔ بعض لوگوں کی عادت ہوتی ہے کہ وہ بات چیت کرتے ہوئے لعن طعن کرتے ہیں جسے سننے والا اپنی بے عزتی خیال کرتا ہے اور اس طرح اس کی دل آزاری ہوتی ہے۔ اس لیے اخلاقی نقطۂ نظر سے لعن طعن کرنے سے حضور ﷺ نے منع فرمایا ہے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مومن طعنہ دینے والا لعنت

کرنے والا، فحش گو اور بے غیرت نہیں ہوتا۔ (ترمذی شریف)

(5) عورتوں کو اگر کبھی بولنے کا اتفاق ہو تو صاف سیدھے اور کھرے لہجے میں بات کرنی چاہیے۔ لہجے میں کوئی نزاکت اور گھلاوٹ نہ پیدا کریں کہ سننے والا کوئی برا خیال دل میں لائے۔

(6) اپنی گفتگو کو جھوٹ سے پاکیزہ رکھنا چاہیے نہ ہی ریا اور نفاق والی بات کرنی چاہیے۔ کیونکہ نفاق عموماً نفرت کا باعث بنتا ہے لہٰذا ایسی گفتگو کا کیا فائدہ جو آپس میں جوڑنے کی بجائے جدا کرنے کا سبب پیدا کرے۔ بہتان اور افترا والی گفتگو سے بھی بچیں۔ ایسے ہی اگر کسی مقام پر نامناسب گفتگو ہو رہی ہو تو اس سے بھی اجتناب کریں۔

(7) گفتگو کا ایک ادب یہ ہے کہ ہمیشہ بات اچھی طرح کریں کیونکہ اچھی بات کرنا چپ رہنے سے افضل ہے اور چپ رہنا بے مقصد بات کرنے سے افضل ہے اس لیے اگر کوئی بری باتیں کرتا ہو تو اسے اچھی باتوں کی ترغیب دینی چاہیے کیونکہ حضور ﷺ نے ہمیں اچھی بات کہنے کا درس دیا ہے۔ چنانچہ اساتذہ اور والدین کو چاہیے کہ بچوں کو اچھی بات کرنے کی ترغیب دیں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ اچھی بات صدقہ ہے۔ (بخاری شریف)

(8) فضول باتیں انتہائی نقصان دہ ہوتی ہیں کیونکہ ان سے گناہوں میں اضافہ ہوتا رہتا ہے مگر انسان کو یہی گمان ہوتا ہے کہ اس نے کوئی گناہ نہیں کیا مگر فضول باتوں کی بنا کر اس کا اعمالنامہ گناہوں سے بھر جاتا ہے۔ فضول بات وہ ہے جس سے دنیا اور آخرت کا کوئی فائدہ نہ ہو بلکہ دنیا اور آخرت کا نقصان ہو۔ فضول اور بیہودہ باتوں سے بچنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ بیشک اہل ایمان کے لیے فلاح ہے جو نماز میں عجز و نیاز کرتے ہیں اور جو بیہودہ باتوں سے منہ موڑ لیتے ہیں۔

(9) اسلام میں لطیفہ بازی کی باتیں کرنا منع ہیں کیونکہ ان میں مبالغہ اور جھوٹ شامل ہوتا ہے بیہقی کی ایک روایت میں کہ حضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ جو بندہ محض اس لیے بات کرتا ہے کہ لوگوں کو ہنسائے تو اس بنا پر دوزخ کی اتنی گہرائی میں گرتا ہے جو آسمان و زمین کے درمیان فاصلے سے زیادہ ہے اور زبان کی وجہ سے جتنی لغزش ہوتی ہے وہ اس سے کہیں زیادہ ہے جتنی قدم سے لغزش ہوتی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ لطیفے بازی مفت کے گناہ ہیں جو انسان اپنے ذمے خواہ مخواہ لے لیتا ہے جن کا کوئی فائدہ نہیں اس لیے حضور ﷺ نے لطیفے

بازی سے منع فرمایا ہے۔ حضرت ابوثعلبہ خشنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے قیامت میں میرا سب سے پیارا اور مجھ سے زیادہ قریب وہ ہوگا جس کا اخلاق اچھا ہو۔ نیز میرا ناپسندیدہ اور مجھ سے بہت دور وہ ہوگا جس کا اخلاق برا ہو یعنی بہت بولنے والے منہ پھٹ اور گپیں ہانکنے والے۔ (بیہقی)

(10) اپنی زبان کو گندی اور فحش باتوں سے بچانا سنت ہے لہٰذا زبان کی حفاظت ہر ایک کے لیے ضروری ہے۔ اس کی حفاظت سے اچھے اثرات نکلتے ہیں۔ اگر اس کی حفاظت نہ کی جائے اور اسے غلط باتوں کے لیے استعمال کیا جائے تو اس سے فتنہ وفساد پیدا ہوتا ہے اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی حفاظت کی بہت تاکید فرمائی ہے۔ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو مجھے اس کی ضمانت دے جو دونوں جبڑوں کے درمیان ہے اور اس کی ضمانت دے جو دونوں ٹانگوں کے درمیان ہے۔ میں اس کو جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔ (بخاری شریف)

(11) بات چیت ضرورت کے مطابق کرنی چاہیے کیونکہ ضرورت کے بغیر ہر جگہ باتیں کرتے رہنے سے ایک تو دماغی قوت کم ہوتی ہے اور دوسرے انسانی وقار مجروح ہوتا ہے اس لیے جن حضرات کو بلاضرورت باتیں کرنے کی عادت ہو انہیں چاہیے کہ اس عادت کو ترک کر دیں کیونکہ باتونی شخص کو اسلامی معاشرے میں حقارت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے لہٰذا جب بھی گفتگو کریں تو کسی کام کی گفتگو کریں۔ ایک عالم دین کا قول ہے کہ بات ہمیشہ سلیقے اور وقار سے کریں جلدی اور تیزی سے نہ کریں۔ اس سے آدمی کی وقعت جاتی رہتی ہے لہٰذا جس سے بھی بات کریں۔ اس کی عمر مرتبے اور اس سے تعلق کا لحاظ رکھتے ہوئے بات کیجئے۔ ماں باپ' استاد اور دوسرے بڑوں سے دوستوں کی طرح گفتگو نہ کیجئے۔ اسی طرح چھوٹوں سے گفتگو کریں تو اپنے مرتبے کا لحاظ رکھتے ہوئے شفقت اور بڑے پن کی گفتگو کیجئے۔

۱۰۔ آداب سفر

سفر انسانی زندگی ایک لازمی جزو ہے۔ ہر شخص کو آئے دن سفر سے واسطہ ضرور پڑتا ہے سفر عموماً حصول علم' حصول رزق' فریضۂ حج کی ادائیگی' سیر وسیاحت اور جہاد' تبلیغ اور تلاش حق کی خاطر کیا جاتا ہے۔ سفر خواہ کسی مقصد کے لیے ہو اس میں نیت کا نیک ہونا اور

اسلامی آداب کو مدنظر رکھنا ضروری ہے۔ سفر کے چند آداب مندرجہ ذیل ہیں:

(1) تنہا سفر کرنا بہتر نہیں اگر کسی خطرناک راستے سے سفر کر رہے ہوں تو پھر تو بالکل اکیلے سفر نہیں کرنا چاہیے کیونکہ اکیلے چلنے میں بہت سے خطرات ہوتے ہیں۔ مل کر دوسروں کے ساتھ سفر کرنے میں بہت سی باتوں کی سہولت اور آسانی رہتی ہے۔ سامان وغیرہ کی حفاظت میں ایک دوسرے کی مدد شامل حال رہتی ہے اس لیے حضور ﷺ نے اکیلے سفر کرنے سے بچنے کی تاکید فرمائی ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ تنہا سفر کرنے کے نقصان کا جیسے مجھے علم ہے اگر لوگوں کو بھی معلوم ہوتا تو کوئی شخص رات کو اکیلا سفر نہ کرتا۔ (بخاری)

(2) سفر شروع کرنے کا بہتر وقت صبح سویرے کا ہے کیونکہ صبح چلنا حضور ﷺ کی سنت ہے کیونکہ صبح چلنے سے مسافر کو خاصا فائدہ ہوتا ہے اگر مسافر پیدل سفر کر رہا ہے یا کسی سواری پر سفر کر رہا تو دھوپ تیز ہونے تک اس کا سفر کافی ختم ہو چکا ہوگا۔ دوپہر کو کسی مقام پر پہنچ کر آرام بھی کر سکتا ہے۔ ریل، بس یا جہاز کا سفر ہو تو بھی سویرے چلنے سے انسان جلدی کسی مقام یا منزل پر پہنچ جائے گا جو اس کے لیے آسانی کا باعث ہوگا۔

(3) اگر تین آدمی مل کر سفر کریں تو انہیں چاہیں کہ اپنے میں سے ایک آدمی کو امیر بنا لیں۔ اس کی سہولت یہ ہوگی کہ سفر جب امیر کی رائے سے کیا جائے گا تو اختلاف پیدا نہیں ہوگا ورنہ ایک کی رائے کچھ ہوگی دوسرے کی کچھ۔ اس طرح سفر میں بدمزگی پیدا ہوگی۔ حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا جب تین آدمی سفر پر روانہ ہوں تو ایک کو امیر بنا لیں۔ (مشکوٰۃ شریف)

(4) ایک وقت تھا کہ بار برداری والے جانور یعنی گھوڑا، اونٹ، خچر، بیل وغیرہ ہی سفر کا ذریعہ تھے۔ بس، گاڑی، جہاز وغیرہ کی ایجاد سے قدیم ذریعہ سفر کم ہو چکا ہے مگر بیشمار ایسے علاقے ہوتے ہیں جہاں سفر کے لیے قدیم ذریعہ جانور ہی استعمال ہوتے ہیں۔ جانور پر سفر کرنے کی صورت میں ان کے آرام و آسائش کا خیال رکھنا چاہیے۔ یعنی سفر کی ایک مقدار طے کرنے کے بعد جانوروں کو پانی اور چارہ ڈالا جائے اور ان کی تھکاوٹ ختم کرنے کے لیے کسی مقام پر ٹھہرا دیا جائے۔ رات کو راستے سے تھوڑا ہٹ کر آرام کرنا چاہیے۔

(5) عورت کے لیے اکیلے سفر کرنا اچھا نہیں بلکہ معاشرتی تقاضوں کے خلاف ہے اس لیے

عورت کو ہمیشہ کسی محرم کے ساتھ سفر کرنا چاہیے۔ البتہ اگر سفر اندرون شہر ہو یا ایک آدھ دن کا سفر ہو تو اس صورت میں بصورت مجبوری اکیلے جانے میں کوئی حرج نہیں۔ البتہ طویل سفر پر عورت کو بالکل اکیلے نہیں جانا چاہیے بلکہ سفر میں خاوند' بھائی' باپ یا بیٹے وغیرہ کا ہونا ضروری ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ اور قیامت پر ایمان رکھنے والی کسی عورت کے لیے جائز نہیں کہ وہ محرم کے بغیر ایک دن رات کی مسافت کا سفر اختیار کرے۔ (بخاری شریف)

(6) سفر میں دوسرے ساتھیوں کی مدد کرنی چاہیے یعنی اگر کسی شخص کے پاس ایک چیز زائد ہو اور دوسرے کو اس کی ضرورت ہو تو اسے دے دینی چاہیے۔ سفر میں ذاتی ضرورت کے لیے پانی کا برتن اور جائے نماز وغیرہ لازماً ساتھ رکھنا چاہیے تاکہ استنجاء' وضو' نماز اور پینے کے پانی میں تکلیف نہ ہو۔ سردیوں کے موسم میں اگر ضرورت کے مطابق ہلکا سا بستر بھی ساتھ رکھ لیا جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔

(7) سفر کی ضرورت اور مقصد پورا ہونے پر گھر کو جلدی آنا مستحب ہے کیونکہ بلاضرورت آوارہ گردی سے کیا حاصل؟ کیونکہ سفر میں بہر حال تکلیف اور بے اطمینانی ہوتی ہے اس لیے اس سے جلد چھٹکارا حاصل کرنا ہی صحت کے لیے بہتر ہے اور واپسی پر گھر والوں کے لیے کچھ نہ کچھ لے کر آنا چاہیے۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جب کوئی سفر سے آئے' تو گھر والوں کے لیے کچھ نہ کچھ چیز ضرور لائے اگر کچھ نہ کر سکے تو جھولی میں پتھر ہی ڈال لے۔

(8) سفر کے دوران جب رات چھا جائے تو یہ دعا پڑھنا سنت ہے۔ کیونکہ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر میں تشریف لے جاتے اور رات چھا جاتی تو یہ پڑھتے۔

یَا اَرْضُ رَبِّیْ وَرَبُّكِ اللّٰهُ. اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شَرِّكِ وَشَرِّ مَا فِيْكِ وَشَرِّ مَا خُلِقَ فِيْكِ وَشَرِّ مَا يَدُبُّ عَلَيْكِ. وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّ اَسَدٍ وَاَسْوَدٍ مِنَ الْحَيَّةِ وَالْعَقْرَبِ وَمِنْ سَاكِنِ الْبَلَدِ وَمِنْ وَّالِدٍ وَّمَا وَلَدَ.

اے زمین! میرا اور تیرا رب اللہ ہے۔ میں تیری شر سے نیز جو کچھ تجھ میں ہے اور جو کچھ تجھ میں پیدا کیا گیا اور جو چیزیں تجھ پر چلتی ہیں سب کی شر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتا ہوں اور تیرے سبب شیر' سانپ' بچھو' شہر میں رہنے والوں' ابلیس اور اس کی اولاد سے پناہ

چاہتا ہوں۔ (ابوداؤد)

(9) سفر کے دوران جب اونچی جگہ آئے تو اللہ اکبر کہنا چاہیے اور جب کوئی پیغام آئے تو سبحان اللہ کہنا چاہیے۔ ایک اور روایت میں ہے کہ حضور ﷺ جب حج یا عمرہ سے لوٹتے وقت بلند جگہ پر چڑھتے تو تین بار اللہ اکبر کہتے اور اس کے بعد یہ دعا پڑھتے۔

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِيْكَ لَهٗ. لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِيْرٌ "ط اٰئِبُوْنَ تَائِبُوْنَ عَابِدُوْنَ سَاجِدُوْنَ لِرَبِّنَا حَامِدُوْنَ.

اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں اسی کی بادشاہی ہے اور وہی لائق ستائش اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ ہم لوٹنے والے ہیں' توبہ کرنے والے' عبادت کرنے والے' سجدہ کرنے والے اور اپنے رب کی تعریف کرنے والے ہیں۔ (بخاری شریف)

(10) سفر سے واپسی کی اطلاع دینا بہتر ہے اور کوشش کریں کہ سفر سے واپسی پر ایسے وقت پر نہ آئیں۔ جس سے گھر والوں کو تکلیف ہو۔ خاص طور پر رات کو دیر سے سفر سے واپس آنا اہل خانہ کے لیے بہت ہی تکلیف دہ ہوتا ہے اس لیے حضور ﷺ نے رات کو سفر سے واپس آنے سے منع فرمایا ہے۔ اگر مجبوری ہو جائے سواری سے دیر ہو جائے تو اس صورت میں بہر حال آنا ہی ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تم میں سے کوئی زیادہ دیر گھر سے باہر رہے تو رات کے وقت گھر واپس نہ لوٹے۔ ایک روایت میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے منع فرمایا کہ کوئی شخص (سفر سے) رات کے وقت گھر واپس آئے۔ (مسلم شریف)

(11) سفر سے واپس وطن پہنچنے پر اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیے کہ جس کی توفیق اور مدد سے مسافر اپنے اہل خانہ میں دوبارہ واپس آئے۔ شکر کی عملی صورت سجدہ ریزی ہے اس لیے سفر سے واپس آنے پر قریبی مسجد میں جانا چاہیے اور وہاں دو رکعت نفل شکرانہ ادا کرنا چاہیے۔ حضور ﷺ بذات خود بھی ایسا ہی کیا کرتے تھے کہ جب سفر سے واپس آتے تو مسجد میں دو رکعت نفل ادا کرتے۔

۱۱۔ آدابِ مسرت

اسلام میں ہر چیز کی حد مقرر کی گئی ہے تاکہ بے اعتدالی پیدا نہ ہو۔ خوشی کم و بیش ہر

انسان کو زندگی میں کبھی نہ کبھی حاصل ہوتی ہے مگر اس خوشی کے اظہار کی ایک حد ہے تا کہ دوسروں کو اس سے تکلیف نہ پہنچے۔ روزمرہ زندگی میں عموماً دیکھنے میں آتا ہے کہ بعض چیزوں کے حاصل ہونے پر انسان کو خواہ مخواہ خوشی حاصل ہوتی ہے۔ مثلاً مال و دولت، علم و فضل، ملازمت، عہدہ، کسی امتحان میں کامیابی وغیرہ۔ ایسے ہی چند تہوار ایسے ہیں کہ جن پر انسان خوشی محسوس کرتا ہے مثلاً شادی، عید اور دیگر اسلامی تہوار وغیرہ۔ اسی طرح طویل سفر کے بعد اپنے وطن واپس آنے اور عزیز و اقارب کو ملنے پر مسرت حاصل ہوتی ہے۔ غرض یہ کہ ہر انسان کی زندگی میں سینکڑوں مواقع ایسے آتے ہیں کہ جن پر از خود مسرت کا اظہار ہوتا ہے۔ لیکن بعض حضرات اس مسرت میں حد سے بڑھ جاتے ہیں جو دوسروں کے لیے باعث تکلیف اور دل آزاری کا سبب بنتا ہے اور جسے مسرت حاصل ہوتی ہے وہ غرور و تکبر میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ انائے نفس بڑھ جاتی ہے۔ ان تمام باتوں کو اعتدال میں رکھنے کے لیے حضور ﷺ نے مسرت کے آداب مقرر فرمائے ہیں جن کے مطابق خوشی کا اظہار عین نیکی اور ثواب ہے۔ شریعت کے مطابق آداب مسرت مندرجہ ذیل ہیں:

(1) اظہار مسرت کا سنت طریقہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا ہے کیونکہ خوشی اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم ہی سے حاصل ہوتی ہے اس لیے ہر مسلمان کو چاہیے کہ جب کوئی خوشی کا مقام آئے تو سب سے پہلے دل میں اللہ کا شکر ادا کرے اور اس کے ساتھ اپنے عمل سے بھی اللہ کا شکر ادا کرے اور خوشی میں عمل کا شکر یہ ہے کہ اظہار مسرت کے لیے اتباع شریعت کی جائے۔ اگر کوئی بڑی خوشی حاصل ہو تو سجدہ شکر بجالانا چاہیے تا کہ مسرت کی انتہا میں دنیوی فخر و غرور کی بجائے نیازمندی کا اظہار ہو۔ حضور ﷺ کا یہی طریقہ کار تھا کہ جب کوئی مسرت آمیز واقعہ پیش آتا تو آپ سجدہ شکر بجالاتے۔

(2) شرعی حدود میں رہتے ہوئے اسلامی تہواروں پر اظہار مسرت جائز ہے۔ عید الفطر اور عید الضحیٰ دو بڑے اہم اسلامی تہوار ہیں۔ انہیں عیدین کہا جاتا ہے یہ دونوں دن مسلمانوں کے لیے خوشی کے ہیں۔ یہ دن ہر سال لوٹ لوٹ کر آتے ہیں اس لیے انہیں عید کہا جاتا ہے۔ ان تہواروں کے موقع پر اہتمام کے ساتھ خوب کھل کر خوشی منائیے اور طبیعت کو ذرا آزاد چھوڑ دیجیے۔ نبی ﷺ جب مدینے تشریف لائے تو فرمایا ”تم سال میں دو دن خوشیاں منایا کرتے تھے اب خدا نے تم کو ان سے بہتر دو دن عطا فرمائے یعنی عید الفطر اور عید الضحیٰ۔

لہٰذا سال کے ان دو اسلامی تہواروں میں خوشی اور مسرت کا پورا پورا مظاہرہ کیجیے اور مل جل کر ذرا کھلی طبیعت سے کچھ تفریحی مشاغل فطری انداز میں اختیار کیجیے مگر شریعت کی حدود سے تجاوز نہیں کرنا چاہیے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ عید کا دن تھا۔ کچھ لونڈیاں بیٹھی وہ اشعار گا رہی تھیں جو جنگ بعاث سے متعلق انصار نے کہے تھے کہ اسی دوران حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تشریف لے آئے۔ بولے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں یہ گانا بجانا؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابوبکر رضی اللہ عنہ رہنے دو۔ ہر قوم کے لیے تہوار کا ایک دن ہوتا ہے اور آج ہماری عید کا دن ہے۔

(3) خوشی منانے میں اسلامی ذوق و مزاج اور اسلامی ہدایات و آداب کا ضرور لحاظ رکھیے۔ جب آپ کو کوئی خوشی حاصل ہو تو خوشی کے ہیجان میں کوئی ایسا عمل یا رویہ اختیار نہ کیجیے جو اسلامی مزاج سے میل نہ کھائے اور اسلامی آداب و ہدایات کے خلاف ہو۔ مسرت کا اظہار ضرور کیجیے لیکن اعتدل کا بہر حال خیال رکھیے مسرت کے اظہار میں اس قدر آگے نہ بڑھیے کہ فخر و غرور کا اظہار ہونے لگے۔

(4) اجتماعی طور پر اظہار مسرت کا عام موقعہ شادی ہے اس موقع پر اپنے رشتہ داروں اور دوستوں کو بلانا سنت ہے اس موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دف بجانے کی بھی اجازت دی ہے اس سے خوشی کے جذبات کی تسکین اور نکاح کا اعلان ہوتا ہے۔ آتش بازی خواہ شب برأت میں ہو یا شادی بیاہ میں ہر جگہ ہر حال میں حرام ہے اور اس میں کئی گناہ ہیں۔ یہ اپنے مال کو فضول برباد کرنا ہے۔ قرآن مجید میں فضول مال خرچ کرنے والے کو شیطان کا بھائی فرمایا گیا ہے' ان لوگوں سے اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم بیزار ہیں' پھر اس میں ہاتھ پاؤں جلنے کا اندیشہ یا مکان میں آگ لگ جانے کا خوف ہے اور بلا وجہ جان یا مال کو ہلاکت کے خطرے میں ڈالنا شریعت میں ممنوع ہے۔

(5) سفر سے واپس آنے کے بعد انسان کو اپنے وطن گھر اور عزیز و اقارب میں بخیریت پہنچنے کی خوشی ہوتی ہے۔ گھر والوں کو بھی مسرت حاصل ہوتی ہے۔ خاص کر جب کوئی طویل سفر یا حج کے سفر کے بعد واپس اپنے اہل و عیال میں آتا ہے تو بیحد خوشی ہوتی ہے۔ ایسے موقع پر خوشی کا اظہار عزیز و اقارب کی دعوت کی صورت میں کیا جا سکتا ہے۔ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سفر سے مدینہ طیبہ واپس آئے تو اونٹ ذبح کر کے لوگوں کی دعوت کا اہتمام کیا۔ سفر سے واپسی پر اظہار مسرت کا ایک طریقہ استقبال ہے یعنی آنے والے کا استقبال کیا

جائے۔اس طرح آنیوالے کی دلجوئی ہوگی اور وہ خوشی محسوس کرے گا۔

(6) کسی شخص کا کوئی ایسا کام جو بڑا اہم ہو۔اس کے ہونے پر انسان کو دلی مسرت ہوتی ہے ایسے موقع پر اسے مبارکباد دینی چاہیے۔مثلاً امتحان میں کامیابی یا عہدے میں ترقی وغیرہ کے موقع پر بھی خوشی کا اظہار کیا جائے۔حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جب خدا تعالیٰ نے میری توبہ قبول فرمائی اور مجھے خوشخبری ملی تو میں فوراً نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچا۔ میں نے جا کر سلام کیا۔اس وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ خوشی سے جگمگا رہا تھا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جب بھی کوئی خوشی حاصل ہوتی تو آپ کا چہرہ اس طرح چمکتا کہ جیسے چاند کا کوئی ٹکڑا ہے اور ہم آپ کے چہرے کی رونق اور چمک سے سمجھ جاتے کہ آپ اس وقت انتہائی مسرور ہیں۔

(7) خوشی و مسرت کے اظہار کا ایک ذریعہ عزیز و اقارب اور دوستوں کو تحائف بھیجنا ہے۔ بچے کی پیدائش پر یا ختنہ کی رسم پر دوسروں کو تحائف بھیجنا جائز ہے اس سے آپس میں ہمدردی اور محبت میں اضافہ ہوتا ہے مگر اسلام نے خوشی کے اظہار میں اس بات کی بہت تاکید فرمائی ہے کہ اس میں اسراف نہ کیا جائے۔



حصہ گیارہ

متفرقات

ا۔ ذکر الٰہی

ذکر سے مراد اللہ تعالیٰ کو ہر دم یاد کرنا ہے۔ ذکر الٰہی دو طرح ہے ایک دل سے اور دوسرا زبان سے' دونوں ہی سے اللہ کو یاد کرنا عین مسلمانی ہے اور ہر عمل میں استقامت کی کنجی بھی ذکر الٰہی ہے۔ ذکر الٰہی سب سے اعلیٰ بندگی ہے۔ ذکر دل کی روشنی اور آنکھوں کا نور ہے۔ ذکر حصول رضائے الٰہی کا ذریعہ ہے۔ ذکر آئینہ مسلمانی ہے۔ ذکر دل کی فرحت اور سرور ہے۔ ذکر عاشقوں کے دل کا سوز ہے۔ ذکر حلاوت ایمان ہے۔ ذکر حب الٰہی کا خزانہ ہے' ذکر اسلام کی روح ہے۔ ذکر مومن کی معراج ہے۔ ذکر اللہ کے قرب کا زینہ ہے۔ ذکر دکھوں کا مداوا ہے' ذکر گناہ اور لغزش کا تریاق ہے' ذکر مردہ دلوں کی زندگی ہے۔ ذکر قبر کی روشنی ہے۔ ذکر دل کی بیماریوں کا علاج ہے' ذکر رہنمائے جنت ہے' ذکر اللہ سے دوستی ہے' ذکر ذریعہ نجات ہے۔ ذکر متاع بے بہا ہے ذکر شان بندگی ہے' ذکر آتش عشق ہے' ذکر کوئے یار کی گدائی ہے' ذکر نوائے شوق کا بیتاب ترانہ ہے۔ ذکر زندگی کی مہک ہے' ذکر قلب ونظر کی آواز ہے۔ ذکر نغمہ بہار ہے' ذکر باغ بہشت کا پروانہ ہے' ذکر طالبوں کی فریاد ہے' ذکر اسرار فقر ہے' ذکر شراب معرفت ہے ذکر لذت آہ سحر گاہی ہے۔ ذکر انسانی ضمیر کی آواز ہے' ذکر سوز ومستی جذب وشوق ہے۔ گویا کہ ذکر ایسی دولت ہے جسے پا کر انسان بے نیاز ہو جاتا ہے۔ ذکر کے بارے میں خود ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا ۙ وَّسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا

(احزاب:۴۱)

اے ایمان والو! تم اللہ تعالیٰ کا خوب کثرت سے ذکر کرو اور صبح وشام اس کی تسبیح کرو۔

ذکر الٰہی کی فضیلت کے متعلق حضور ﷺ کے ارشادات مندرجہ ذیل ہیں:

حدیث ۱ : حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا۔ یارسول اللہ ﷺ! اسلام کے مجھ پر بہت سے احکام ہیں' آپ مجھے

ایسی بات بتادیں جس پر میں تکیہ کروں۔ تب نبی علیہ السلام نے فرمایا تمہاری زبان اللہ تعالیٰ کی یاد میں ہمیشہ تر رہے۔ (ترمذی)

حدیث ۲ : حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنی گفتگو ذکر الٰہی سے خالی نہ رکھو کیونکہ تمہاری زیادہ گفتگو کا ذکر الٰہی سے خالی ہونا شقاوت قلبی کا سبب ہے اور سخت ولی اللہ سے دوری کا سبب ہوتی ہے۔ (ترمذی)

حدیث ۳ : حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تمہارا گزر جنت کے باغوں سے ہو تو اس کے میوے کھاؤ۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا جنت کے باغ کونسے ہیں؟ تو نبی علیہ السلام نے فرمایا ذکر و شغل کے حلقے۔ (ترمذی)

حدیث ٤ : حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا میں تمہیں تمہارے ان اعمال سے خبردار نہ کروں جو تمہارے بہترین اعمال ہیں اور تمہارے مالک کو پسند ہیں اور درجات کے لحاظ سے بہت بلند ہیں اور زر و مال کے خرچ سے بہتر ہیں۔ اور اس جنگ سے بھی صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ ہمیں ضرور بتادیں تو آپ نے فرمایا وہ اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے۔ (ترمذی)

حدیث ٥ : حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ جب آیہ **والذین یکنزون الذهب والفضة** نازل ہوئی تو ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر میں تھے اس موقع پر بعض صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یہ آیت سونے اور چاندی کے بارے میں نازل ہوئی ہے اگر ہمیں یہ پتہ چل جاتا کہ کونسا مال بہتر ہے تو ہم اسی کو لیتے اس وقت نبی علیہ السلام نے فرمایا بہترین دولت یاد الٰہی میں مشغول رہنے والی زبان اور شکر کرنے والا دل ہے اور مسلمان کی بیوی اس کے ایمان پر مدد کرنے والی ہے۔ (احمد، ترمذی، ابن ماجہ)

حدیث ٦ : حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو لوگ ایک مجلس میں اکٹھے ہوئے اور اس مجلس میں نہ تو اللہ کا ذکر کیا اور نبی علیہ السلام پر درود پڑھا تو یہ نشست ان کے بغیر خسارہ کا سبب ہوگی اگر اللہ تعالیٰ چاہے گا تو ان کی مغفرت فرمائے گا اور چاہے گا تو مبتلائے عذاب فرمائے گا۔ (ترمذی)

حدیث ۷ : حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ ہر چیز کے لیے صفائی کی کوئی چیز ہوتی ہے اور دلوں کی صفائی خدا کی یاد ہے اور کوئی

چیز ایسی نہیں جو اللہ کے عذاب سے مکمل نجات دلا دے اور وہ ذکر الٰہی ہے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ جہاد بھی اس کے مقابل نہیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں جہاد۔ حتیٰ کہ لڑتے ہوئے تمہاری تلوار بھی ٹوٹ جائے۔ (بیہقی)

حدیث ۸: حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان اشخاص کی مثال جو اللہ رب العلمین کو یاد کرتے ہیں زندوں کی سی ہے اور جو ذکر الٰہی نہیں کرتے وہ مردوں کی طرح ہیں۔ (بخاری شریف)

حدیث ۹: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شیطان ابن آدم کے دل سے چپکا ہوا ہے لیکن جب وہ اللہ کا ذکر کرتا ہے تو وہ الگ ہو جاتا ہے اور جب ابن آدم غافل ہو جاتا ہے تو شیطان وسوسہ ڈالتا ہے۔ (بخاری شریف)

حدیث ۱۰: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی قوم ایسی نہیں جو ایک جگہ بیٹھیں اور وہاں اللہ کا ذکر نہ کریں تو ان کی حیثیت مردہ گدھے کی سی ہوتی ہے اور ان پر حسرت کی کیفیت ہوتی ہے۔ (احمد' ابوداؤد)

حدیث ۱۱: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ تم میں سے جو شخص رات کو محنت کرنے سے عاجز ہو اور بخل کی وجہ سے مال بھی نہ خرچ کر سکتا ہو اور بزدلی کی وجہ سے جہاد میں بھی شرکت نہ کر سکتا ہو اس کو چاہیے کہ اللہ کا ذکر کثرت سے کرے۔ (بخاری' ترمذی)

حدیث ۱۲: حضرت ابی موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ایک شخص کے پاس بہت سے روپے ہوں اور وہ ان کو تقسیم کر رہا ہو اور دوسرا شخص اللہ کے ذکر میں مشغول ہو تو ذکر کرنے والا افضل ہے۔ (طبرانی)

حدیث ۱۲: حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جنت میں جانے کے بعد اہل جنت کو دنیا کی کسی چیز کا بھی قلق و افسوس نہیں ہوگا۔ بجز اس گھڑی کے جو دنیا میں اللہ کے ذکر کے بغیر گزری ہو۔ (بیہقی)

۲۔ درود شریف

درود شریف ایک ایسا پاکیزہ اور نیک عمل ہے جو انسان کو آسانی سے عظمت اور رفعت

عطا کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہر نبی اور پیغمبر کو اپنی کسی نہ کسی خصوصی شان اور عظمت سے نوازا ہے۔ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو یہ عظمت اور عزت عطا کی کہ فرشتوں کو ان کے سامنے جھکا دیا پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنی دوستی سے نوازا اور ان کی جائے سکونت کو حج کا مرکز بنا دیا۔ پھر ان کے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو ذبیح کے خطاب سے نوازا۔ حضرت ادریس علیہ السلام کے بارے میں اللہ نے فرمایا ہے کہ میرا سچا نبی تھا جن کا میں نے درجہ بلند کیا۔ حضرت اسحاق علیہ السلام کو اصحاب بصیرت میں شمار کیا۔ حضرت یوسف علیہ السلام کو بے مثل حسن سے نوازا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی باکمال معجزات سے تائید کی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ہم کلامی کا شرف بخشا۔ گویا کہ ہر نبی کو اللہ تعالیٰ نے اپنی ایک خاص نعمت سے سرفراز کیا مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے اعلیٰ یہ اعزاز دیا کہ ان کے ذکر کو اپنا ذکر قرار دیا اور ان کے نام کو اپنے نام کے ساتھ شامل اور ان پر خود درود پاک پڑھنا اپنا شعار بنا لیا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ ط یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا.

بیشک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے اپنے نبی مکرم پر درود بھیجتے ہیں اے ایمان والو! تم بھی آپ پر درود بھیجا کرو اور اچھی طرح سلام بھیجو۔ (الاحزاب:56)

یہ آیہ کریمہ مدینہ میں شعبان 2ھ میں نازل ہوئی اور اس آیت پاک میں اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو حکم دیا کہ تم حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام بھیجو جس طرح کہ میں اور میرے فرشتے ان پر درود و سلام بھیجتے ہیں۔ یعنی حضور پر درود بھیجنے والے تین (1) اللہ تعالیٰ (2) فرشتے اور (3) اہل ایمان ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر اللہ تعالیٰ کا درود بھیجنے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کی تعریف کرتا ہے آپ کا نام بلند کرتا ہے آپ پر اپنی رحمتوں کی بارش فرماتا ہے اور آپ کے درجات میں اضافہ کرتا ہے۔ فرشتوں کی طرف سے آپ پر صلوٰۃ کا مطلب یہ ہے کہ فرشتے آپ کے حق میں اللہ سے دعا کرتے ہیں کہ آپ کو اعلیٰ سے اعلیٰ مراتب عطا فرمائے۔ آپ کے دین کو دنیا میں غلبہ عطا فرمائے آپ کی شریعت مطہرہ کو فروغ بخشے یعنی فرشتے ہر لحاظ سے آپ کی تعریف و توصیف بیان کرتے رہتے ہیں۔ اہل ایمان کی طرف سے صلوٰۃ کا مطلب بھی اللہ کی بارگاہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان بلند و بالا کرنے کی التجا ہے

یعنی اہل ایمان پر یہ واضح کیا گیا کہ جب میں اپنے محبوب پر برکات کا نزول کرتا ہوں اور میرے فرشتے ان کی شان میں تعریف کرتے ہیں اور ان کی بلندئ مقام کی دعا کرتے ہیں تو ایمان والو تم بھی میرے محبوب کی تعریف کرو۔

لفظ صلٰوۃ کے تین معنی ہیں پہلا یہ کہ محبت کی بنا پر رحمت کرنا یا مہربان رہنا' دوسرا تعریف وتوصیف کرنا' تیسرا دعا کرنا لہٰذا جب یہ لفظ اللہ تعالیٰ کی طرف صلٰوۃ کے معنوں میں استعمال کیا جائے گا تو اس سے پہلا اور دوسرا مطلب مراد لیے جائیں گے لیکن جب صلٰوۃ کا لفظ فرشتوں اور انسانوں کی طرف سے بولا جائے گا تو اس میں اللہ کے حضور دعا کرنا لیا جائے گا۔

''سلموا تسلیما'' کا مطلب حضور ﷺ کے خدمت اقدس میں سلام پیش کرنا ہے۔ اگرچہ مندرجہ بالا آیت میں ہمیں صلٰوۃ وسلام کا حکم دیا گیا ہے لیکن ہم اعتراف عجز کرتے ہوئے عرض کرتے ہیں کہ ''اللّٰھم صلی ''یعنی اے اللہ! تو ہی اپنے محبوب کی شان اور قدرومنزلت کو صحیح طرح جانتا ہے اس لیے تو ہی ہماری طرف سے اپنے محبوب پر صلٰوۃ بھیج جو ان کی شان شایان ہو۔

اس آیت کریمہ سے یہ حکم اخذ ہوا کہ حضور ﷺ کا نام سن کر یا کہہ کر درود شریف پڑھنا واجب ہے ایسے نماز کے آخری قعدہ میں درود شریف کا پڑھنا واجب ہے اس کے ترک کرنے سے نماز نہ ہوگی۔ اگر کسی مجلس میں حضور ﷺ کا نام نامی بار بار آئے تو ایک مرتبہ درود پڑھنے سے فریضہ ادا ہو جائے گا لیکن ہر بار نام لینے یا سننے پر درود شریف پڑھنا مستحب ہے جس طرح زبان سے ذکر مبارک وقت صلٰوۃ وسلام واجب ہے ایسے ہی قلم سے لکھنے کے وقت بھی صلٰوۃ وسلام کا قلم سے لکھنا ضروری ہے۔

درود پاک ایک انمول نعمت ہے جس کی فضیلت بے پناہ ہے۔ حضور ﷺ کے ارشادات عالیہ حسب ذیل ہیں جن میں درود پاک کے ان گنت فضائل بیان کیے گئے ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا ہے کہ جو شخص مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجے گا اللہ اس پر دس مرتبہ رحمت نازل فرمائے گا۔ (مسلم)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جو شخص نبی اکرم ﷺ پر ایک بار درود پاک پڑھے اس پر اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے ستر رحمتیں نازل فرماتے ہیں۔ (احمد)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ جس نے مجھ پر ایک بار درود پاک پڑھا اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں بھیجتا ہے اور اس کے دس گناہ معاف کر دیتا ہے اور اس کے دس درجات بلند کر دیتا ہے۔ (نسائی شریف)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ قیامت کے روز وہ شخص میرے سب سے قریب ہوگا جس نے مجھ پر اکثر درود پاک پڑھا ہوگا۔ (ترمذی)

حضرت رویفع رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے مجھ پر یعنی رسول اللہ ﷺ پر درود پڑھ کر یہ کہا کہ خداوندا انہیں قیامت میں اپنا قرب خاص عطا فرما' اس درود پڑھنے والے کے لیے میری شفاعت واجب ہو گئی۔ (احمد)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے ایک مرتبہ نماز پڑھی حالانکہ رسول اکرم ﷺ بھی موجود تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ بھی تشریف فرما تھے جب میں نماز پڑھنے کے بعد بیٹھا تو اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کی پھر حضور ﷺ پر درود بھیجا۔ پھر اپنے لیے دعا کی۔ نبی اکرم ﷺ نے یہ دیکھ کر فرمایا جو مانگو گے دیا جائے گا۔ مانگ دیا جائے گا۔ (ترمذی شریف)

حضرت فضالہ بن عبیدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن جبکہ نبی اکرم ﷺ تشریف فرما تھے تو ایک شخص آیا اور اس نے نماز پڑھی پھر اس نے دعا مانگنا شروع کی یا اللہ! مجھے بخش دے اور مجھ پر رحم فرما۔ یہ سن کر حضور ﷺ نے فرمایا کہ اے نمازی! تو نے جلدی کی ہے۔ لہٰذا جب تو نماز پڑھے تو اس کے بعد پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا بیان کیا کر۔ پھر مجھ پر درود پاک پڑھا کر۔ پھر دعا مانگا کر۔ پھر ایک اور نمازی آیا اس نے نماز پڑھ کر اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کی اور پھر حضور ﷺ پر درود پاک پڑھا تو اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ اے نمازی تو جو دعا مانگے گا' وہ قبول ہوگی۔ (مشکوٰۃ شریف)

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں دربار نبوت میں حاضر تھا اور میں نے حضور ﷺ کی خدمت میں عرض کی یا رسول اللہ! میں آپ پر کثرت سے درود پڑھنا چاہتا ہوں تو میں کتنا درود پڑھوں آپ نے فرمایا جتنا چاہے پڑھ لیا کر۔ میں نے عرض کی کہ اپنی فرصت کا چوتھا حصہ پڑھ لیا کروں' تو فرمایا کہ جتنا چاہے پڑھ لیا کر اور اس سے بھی زیادہ پڑھے تو تیرے لیے بہتر ہے۔ میں نے عرض کی کہ اگر زیادہ میں بہتری ہے تو میں وظائف کا

نصف وقت درود پاک میں لگا دیا کروں۔ فرمایا تیری مرضی' اور اگر تو اس سے بھی زیادہ کرے تو تیرے لیے بہتر ہے۔ عرض کی سرکار وظائف کے وقت میں سے دو تہائی میں درود پاک پڑھ لیا کروں؟ فرمایا تیری مرضی اور اس سے بھی اگر تو زیادہ پڑھے تو تیرے لیے بہتر ہے تو عرض کی حضور پھر میں سارے وقت میں درود پاک ہی پڑھ لیا کروں گا تو سرکار ﷺ نے فرمایا کہ اگر تو ایسا کرے تو تیرے سارے کام سنور جائیں گے اور تمہارے سب گناہ معاف کر دیے جائیں گے۔ (ترمذی)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ دعا آسمان و زمین کے درمیان معلق رہتی ہے اس میں سے کچھ بھی اوپر نہیں جاتا۔ یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں ہدیہ درود پیش نہ کیا جائے۔ (ترمذی)

حضرت علی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بخیل وہ ہے جس کے سامنے میرا تذکرہ کیا جائے اور مجھ پر درود شریف نہ پڑھے۔ (ترمذی)

مسئلہ ۱ : عمر میں ایک بار درود شریف پڑھنا فرض ہے اور ہر جلسہ ذکر میں درود شریف پڑھنا واجب' خواہ خود نام اقدس لے یا دوسرے سے سنے اور اگر مجلس میں سو بار ذکر آئے تو ہر بار درود شریف پڑھنا چاہیے۔

مسئلہ ۲ : جہاں تک بھی ممکن ہو درود شریف پڑھنا مستحب ہے اور خصوصیت کے ساتھ ان جگہوں میں' روز جمعہ' شب جمعہ' صبح و شام' جواب اذان کے بعد' دعا کے اول و آخر میں' اجتماع و فراق کے وقت' وضو کرتے وقت' جب کوئی چیز بھول جائے اس وقت۔

مسئلہ ۳: درود پاک پورے ذوق و شوق اور لگن سے پڑھنا چاہیے۔ دل و دماغ کو پوری طرح حاضر رکھنا ضروری ہے اور دل سے ہر طرح کے خیالات نکال کر اپنی پوری توجہ درود شریف پر رکھنی چاہیے اور اپنے ذہن میں یوں خیال کریں کہ نبی اکرم ﷺ کی مجلس میں حاضری ہے اس لیے ان کی عظمت اور رفعت کا نقشہ اپنی آنکھوں کے سامنے قائم رکھیں۔

مسئلہ ٤: درود پاک پڑھتے وقت اپنے چہرے کا رخ اس طرف کرنا چاہیے جس طرف نبی اکرم ﷺ کا روضۂ اقدس ہے پھر آنکھیں بند کر کے مراقبہ کی صورت درود پڑھنا شروع کرے اور کوشش کرے کہ جتنا عرصہ درود پاک پڑھا جائے مراقب رہے۔

مسئلہ ٥: درود پڑھتے ہوئے نبی اکرم ﷺ کا تصور کرنا چاہیے۔ اگر خواب میں نبی

اکرم ﷺ کی زیارت ہوگئی ہے تو وہ صورت دل نشین کر کے اس پر اپنا تصور جمانا چاہیے اگر زیارت نہ ہوئی ہو تو زیارت کا طلب گار رہنا چاہیے۔ جب درود پاک پڑھتے پڑھتے تعداد کی کثرت ہو جائے گی تو پھر درود پڑھنے والے کی روح کا مجلس محمدی ﷺ میں آنا جانا ہو جائے گا۔ وہ روح کی آنکھ سے نبی اکرم ﷺ کی یاد میں گم ہو جائے گا۔ اور جوں جوں ان کی محبت میں زیادہ محو ہوگا اسی نسبت سے اس کی روح پر انوارات الٰہیہ کا نزول ہوگا اور دن بدن اس پر رحمت خداوندی بڑھتی جائے گی۔ حتیٰ کہ ایک ایسا وقت آ جائے گا کہ وہ اپنے گرد نور کا بحر بے کراں محسوس کرے گا۔ اور اس بحر بیکراں میں درود پڑھنے والے کی روح غوطہ زن ہو کر روحانیت سے مالا مال ہو جائے گی۔

مسئلہ ۶: درود شریف کو حکم الٰہی کی اتباع تصور کرنا چاہیے اور درود شریف پڑھنے کا مقصد رضائے الٰہی رکھنا چاہیے بلکہ یہ نیت پیش نظر رہنی چاہیے کہ درود شریف پڑھنا اللہ کا حکم ہے اس لیے اس حکم کی اتباع کر رہا ہوں۔ اگر اس نیت کے علاوہ کوئی اور نیت ذہن میں رکھے گا تو درود شریف کا اجر کم ہو جائے گا۔

مسئلہ ۷: درود شریف پڑھنے والے کا جسم اور لباس پاک صاف ہونا چاہیے۔ کیونکہ ہر عبادت کے لیے پاکیزگی اور طہارت ضروری ہے اس لیے درود پاک کے لیے بھی پاکیزہ ہونا ضروری ہے لہٰذا درود شریف باوضو پڑھے تو زیادہ بہتر ہے۔ مسواک سے اپنے منہ کو صاف رکھنا چاہیے' خوشبو لگانا بھی بہت بہتر ہے۔ پھر ذہن کو بھی ہر طرح کے خیالات سے پاک کر کے درود شریف پڑھنا چاہیے۔

مسئلہ ۸: درود پاک دونوں طرح یعنی بلند آواز یا پست آواز سے پڑھ سکتا ہے۔ اگر اونچی پڑھے تو بھی معتدل آواز سے پڑھنا چاہیے۔ درود پڑھتے وقت آواز کو دلکش آواز میں نکالنا چاہیے درود پست آواز سے پڑھنا زیادہ بہتر ہے کیونکہ اس سے دل جمعی پیدا ہوتی ہے۔

مسئلہ ۹: درود پڑھتے ہوئے شہرت اور ریاکاری سے بچنا چاہیے۔ دنیاوی جاہ و جلال حاصل کرنے کی نیت نہیں رکھنی چاہیے۔ اگر کسی کے مدعو کرنے پر محفل درود میں شرکت کرے تو دعوت دینے والے یا کسی اور پر احسان نہیں رکھنا چاہیے بلکہ درود شریف کے پڑھنے میں رضائے الٰہی کا مقصد ہی پیش نظر رکھنا چاہیے۔

۳۔ قرآن مجید کا تقدس

قرآن مجید مسلمانوں کی مذہبی اور الہامی کتاب ہے اس لیے اس کا ادب واحترام کرنا ضروری ہے اگر کوئی مسلمان قرآن کا ادب نہ کرے گا تو وہ گناہگار ہوگا۔ ایسے ہی دینی کتب جن میں قرآن پاک کی آیات اور احادیث ہوں انہیں بھی ادب سے رکھنا چاہیے۔ قرآن مجید اور دینی کتب رکھنے کے چند مسائل مندرجہ ذیل ہیں:

مسئلہ ۱: قرآن مجید کو ہمیشہ بلند جگہ پر رکھیں اور اس کی طرف پیٹھ کرنے سے گریز کریں جب بھی قرآن پاک تلاوت کے لیے اٹھائیں یا تو اسے ہاتھ میں پکڑ کر پڑھیں یا کسی چیز پر رکھ کر پڑھیں زمین پر کبھی نہ رکھیں۔ بعض عربی بدو قرآن پاک کو پڑھتے ہوئے زمین پر رکھ لیتے ہیں ایسا کرنا بالکل خلاف ادب ہے۔

مسئلہ ۲: قرآن پاک پر جزدان یا غلاف چڑھانا آداب قرآن میں سے ہے۔ سبز رنگ کا غلاف چڑھانا زیادہ مناسب ہے اگر کوئی پلاسٹک کور چڑھائے تو وہ بھی درست ہے۔

مسئلہ ۳: جہاں قرآن مجید چھاپا جائے۔ وہاں بھی قرآن مجید کے احترام کو مدنظر رکھتے ہوئے اس کے کاغذوں کو بڑے ادب سے اٹھانا چاہیے اور جب کاریگر اسے ہاتھ لگائیں تو وضو کرلیں تو زیادہ بہتر ہے۔

مسئلہ ٤: قرآن پاک کی جہاں جلد بندی ہوتی ہے وہاں لوگ احترام نہیں کرتے بلکہ عام کتاب کے اوراق کی طرح اس کی جزبندی کرکے زمین پر رکھ دیتے ہیں اور ساتھ یہ دلیل دیتے ہیں کہ یہ ہماری مجبوری ہے۔ اس کا ادب کرنے میں کوئی مجبوری نہیں۔ قرآن کے اوراق کو زمین پر کسی صورت میں نہ رکھا جائے۔

مسئلہ ٥: قرآن پاک کے اوراق جب بوسیدہ ہو جائیں تو انہیں چلتے پانی میں بہا دیا جائے اگر چلتا پانی میسر نہ ہو تو کسی پاک جگہ یا کسی قبرستان میں گڑھا کھود کر اوراق کو دفن کر دیا جائے۔ دفن کرتے وقت اس پر تختہ لگائیں تاکہ قرآن پاک پر مٹی نہ پڑے۔

مسئلہ ٦: قرآن پاک کو یا کسی بوسیدہ ورق کو جلانا ادب کے خلاف ہے بلکہ علماء نے ایسا کرنے کو بہت برا فعل قرار دیا ہے اور گناہ میں شمار کیا ہے اس لیے قرآن پاک کو جلانے والا سزا کا مستحق ہے۔

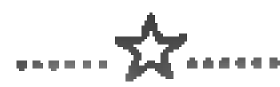
مسئلہ ۷: قرآن مجید بہت چھوٹے ساز کا چھپوانا جیسے کہ لوگ تعویذی قرآن چھپواتے ہیں مکروہ ہے کہ اس سے قرآن مجید کی عظمت عوام کی نظروں میں کم ہوتی ہے۔

مسئلہ ۸: قرآن مجید پر اگر توہین کے ارادہ سے کسی نے پاؤں رکھ دیا تو کافر ہو جائے گا اور اگر بے اختیار غلطی سے پاؤں پڑ گیا تو قرآن مجید کو ادب سے اٹھا کر بوسہ دے اور توبہ کرے۔

مسئلہ ۹: کسی نے محض خیر و برکت کے لیے اپنے مکان میں قرآن مجید رکھا ہے اور اس میں تلاوت نہیں کرتا تو کچھ گناہ نہیں بلکہ اس کی یہ نیت باعث ثواب ہے۔

مسئلہ ۱۰: لغت اور صرف و نحو کی کتابوں کو نیچے رکھے اور ان کے اوپر علم کلام کی کتابیں رکھی جائیں' ان کے اوپر فقہ کی کتابیں اور حدیث کی کتابیں رکھی جائیں اور ان کے اوپر تفسیر کی کتابوں کو رکھیں اور سب کتابوں سے اوپر قرآن مجید کو رکھیں اور قرآن مجید کے اوپر کوئی چیز نہ رکھیں بلکہ قرآن مجید جس بکس یا الماری میں ہو اس بکس اور الماری کے اوپر بھی کوئی چیز نہ رکھیں۔

مسئلہ ۱۱: جس گھر میں قرآن مجید ہو اس میں بیوی سے صحبت کرنے کی اجازت ہے جبکہ قرآن مجید پر پردہ پڑا ہو۔



۴۔ قسم اور کفارہ

اسلام میں قسم کھانا جائز ہے لیکن بلا وجہ بات بات قسمیں کھاتے رہنا اچھا نہیں۔ اسلام نے قسم کھانے کے متعلق چند اصول مقرر فرمائے ہیں جن کے متعلق حضور ﷺ کے ارشادات مندرجہ ذیل ہیں:

حدیث ۱: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ اکثر یوں قسم یاد فرمایا کرتے "دلوں کو پھیرنے والے کی قسم۔" (بخاری)

حدیث ۲: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے تمہیں تمہارے آباؤ اجداد کی قسم کھانے سے منع فرمایا ہے۔ جس نے قسم کھانی ہو تو اللہ کی قسم کھائے یا خاموش رہے۔ (مسلم)

حدیث ۳: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جس نے قسم

کھاتے ہوئی کہا لات وعزیٰ کی قسم تو اسے لا الہ الا اللہ کہہ لینا چاہیے اور جو اپنے ساتھی سے کہے کہ آؤ جوا کھیلیں تو اسے صدقہ دینا چاہیے۔(بخاری)

حدیث ۴: حضرت عبدالرحمٰن بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہ بتوں کی قسم کھاؤ اور نہ اپنے آباؤ اجداد کی قسم کھاؤ۔(مسلم)

حدیث ۵: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب حلف اٹھتے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قسم یہ ہوتی۔ قسم ہے اور میں اللہ سے بخشش چاہتا ہوں۔(ابوداؤد، ابن ماجہ)

حدیث ۶: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب قسم میں مبالغہ منظور ہوتا تو فرماتے اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں ابوالقاسم کی جان ہے۔(ابوداؤد)

حدیث ۷: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اپنے باپوں کی قسم نہ کھایا کرو اور نہ اپنی ماؤں کی اور نہ بتوں کی اور اللہ کی قسم بھی نہ کھایا کرو مگر جبکہ تم سچے ہو۔(نسائی)

حدیث ۸: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا جس نے اللہ کے سوا کسی کی قسم کھائی تو یقیناً اس نے شرک کیا۔(ترمذی)

حدیث ۹: حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے امانت کی قسم کھائی وہ ہم میں سے نہیں ہے۔(ابوداؤد، نسائی)

حدیث ۱۰: حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے کہا میں اسلام سے لاتعلق ہوں۔ اگر قسم میں جھوٹا ہے تو کہنے کے مطابق ہو گیا اور اگر قسم میں سچا ہے تب بھی اسلام کی طرف صحیح سالم نہیں لوٹے گا۔(ابن ماجہ)

حدیث ۱۱: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے کسی بات پر قسم کھائی اور اس سے بہتر دوسری صورت دیکھی تو اپنی قسم کا کفارہ ادا کر کے بہتر کو کرے۔(مسلم)

حدیث ۱۲: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کسی کا اپنے گھر والوں سے متعلق اپنی قسم پر اڑا رہنا اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس سے بڑا گناہ ہے کہ اس کا کفارہ ادا کرے جو اللہ تعالیٰ نے اس پر مقرر فرمایا ہے۔(بخاری)

قسم کی تین قسم ہے۔ (1) غموس، (2) لغو، (3) منعقدہ، اگر کسی ایسی چیز کے متعلق قسم

کھائی جو ہو چکی ہے یا اب ہے یا نہیں ہوئی ہے یا اب نہیں ہے مگر وہ قسم جھوٹی ہے مثلاً قسم کھائی کہ فلاں شخص آیا اور وہ اب نہیں آیا ہے یا قسم کھائی کہ نہیں آیا اور وہ آ گیا ہے یا قسم کھائی کہ فلاں شخص یہ کام کر رہا ہے اور حقیقۃً وہ اس وقت نہیں کر رہا ہے یا قسم کھائی کہ یہ پتھر ہے اور واقع میں وہ پتھر نہیں۔ غرض یہ کہ اس طرح جھوٹی قسم کی دو صورتیں ہیں۔ جان بوجھ کر جھوٹی قسم کھائی یعنی مثلاً جس کے آنے کی نسبت جھوٹی قسم کھائی تھی وہ خود بھی جانتا ہے کہ نہیں آیا تو ایسی قسم کو غموس کہتے ہیں اور اگر اپنے خیال سے تو اس نے سچی قسم کھائی تھی مگر حقیقت میں وہ جھوٹی ہے مثلاً جانتا تھا کہ نہیں آیا اور قسم کھائی کہ نہیں آیا اور حقیقت میں وہ آ گیا تو ایسی قسم کو لغو کہتے ہیں اور آئندہ کے لیے قسم کھائی مثلاً خدا کی قسم! میں یہ کام کروں گا یا نہ کروں گا تو اس کو منعقدہ کہتے ہیں۔

مسئلہ ۱ : قسم کھانا جائز ہے مگر جہاں تک ہو کمی بہتر ہے اور بات بات پر قسم نہیں کھانا چاہیے۔ بعض لوگوں نے قسم کو تکیہ کلام بنا رکھا ہے کہ قصداً و بلا قصد زبان پر جاری رہتی ہے اور اس کا بھی خیال نہیں رکھتے کہ بات سچی ہے یا جھوٹی' یہ سخت معیوب بات ہے اور خدا کے سوا کسی اور کی قسم کھانا مکروہ اور بری بات ہے اور یہ شرعاً قسم بھی نہیں یعنی اس کے توڑنے سے کفارہ لازم نہیں۔ (بہار شریعت)

مسئلہ ۲ : یہ الفاظ نہیں اگرچہ آدمی ان کے بولنے سے گنا ہگار ہوگا جبکہ اپنی بات میں جھوٹا ہو۔ ''اگر ایسا کروں تو مجھ پر خدا کا غضب ہو' اس کی لعنت ہو' اس کا عذاب ہو' خدا کا قہر ٹوٹے' مجھ پر آسمان پھٹ پڑے وغیرہا' یونہی رسول اللہ ﷺ کی شفاعت نہ ملے۔ خدا کا دیدار مجھے نصیب نہ ہو' مرتے وقت کلمہ نصیب نہ ہو'' (بہار شریعت)

مسئلہ ۳ : جو شخص کسی چیز کو اپنے اوپر حرام کرے مثلاً کہے کہ فلاں چیز مجھ پر حرام ہے تو اس کہہ دینے سے وہ چیز حرام نہیں ہوگی کہ اللہ نے جس چیز کو حلال کیا اسے کون حرام کر سکے مگر اس کے برتنے سے کفارہ لازم آئے گا یعنی یہ بھی قسم ہے۔ (بہار شریعت)

مسئلہ ٤ : جان بوجھ کر جھوٹی قسم کھائی جسے غموس کہتے ہیں تو یہ سخت گناہ ہے اس پر توبہ و استغفار فرض ہے مگر کفارہ لازم نہیں اور اگر اپنے خیال میں تو اس نے سچی قسم کھائی تھی مگر حقیقت میں جھوٹی ہے مثلاً جانتا تھا کہ فلاں شخص نہیں آیا ہے اور قسم کھائی نہیں آیا ہے اور حقیقت میں وہ آ گیا تو ایسی قسم کو لغو کہتے ہیں اس میں کفارہ بھی نہیں اور اگر آئندہ کے لیے

قسم کھائی تو اس کو منعقدہ کہتے ہیں۔ ایسی قسم اگر توڑے گا کفارہ دینا پڑے گا اور بعض صورتوں میں گنہگار بھی ہوگا۔ (فتاویٰ عالمگیری)

مسئلہ ۵ : قسم توڑنے کا کفارہ غلام آزاد کرنا' یا دس مسکینوں کو کھانا کھلانا یا ان کو کپڑے پہنانا ہے یعنی یہ اختیار ہے کہ ان تین باتوں میں سے جو چاہے کرے اور جو شخص ان میں سے کسی بات پر قادر نہ ہو تو پے در پے تین روزے رکھے۔ (عامہ کتب)

مسئلہ ٦ : عورت کو ان روزوں کے درمیان اگر حیض آ گیا تو پہلے کے روزہ کا اعتبار نہ ہوگا یعنی اب پاک ہونے کے بعد لگا تار تین روزے رکھے۔ (درمختار)

مسئلہ ۷ : قسم توڑنے سے پہلے کفارہ نہیں' اور دیا تو ادا نہ ہوگا۔ یعنی اگر کفارہ دینے کے بعد قسم توڑی تو اب پھر کفارہ دے کہ جو پہلے دیا وہ کفارہ نہیں مگر فقیر کے دیئے ہوئے کو واپس نہیں لے سکتی۔ (فتاویٰ عالمگیری)

مسئلہ ۸ : کفارہ انہی مساکین کو دے سکتی ہے جن کو زکوٰۃ دے سکتی ہے یعنی اپنے ماں باپ' اولاد وغیرہم کو جن کو زکوٰۃ نہیں دے سکتی' کفارہ بھی نہیں دے سکتی۔ یونہی کفارہ کی قیمت مسجد میں صرف نہیں کر سکتی نہ مردے کے کفن میں لگا سکتی ہے یعنی جہاں جہاں زکوٰۃ نہیں خرچ کر سکتی وہاں کفارہ کی قیمت بھی نہیں دے سکتی۔ (درمختار)

مسئلہ ۹ : قسم میں ایک قاعدہ یہ یاد رکھنا چاہیے جس کا قسم میں ہر جگہ لحاظ ضروری ہے کہ قسم کے تمام الفاظ سے وہ معنیٰ لیے جائیں گے جن میں اہل عرف استعمال کرتے ہوں۔ مثلاً کسی نے قسم کھائی کہ کسی مکان میں نہیں جاؤں گی اور مسجد یا کعبہ میں گئی تو قسم نہیں ٹوٹی۔ اگرچہ یہ بھی مکان ہیں۔ یونہی لفظوں کے بول چال میں جو معنیٰ ہیں وہ مراد لیے جائیں گے۔ قسم کھانے والے کی نیت اور مقصد کا اعتبار نہ ہوگا۔ مثلاً قسم کھائی کہ دروازہ سے باہر نہ جاؤں گی اور دیوار کود کر یا سیڑھی لگا کر باہر چلی گی تو قسم نہیں ٹوٹی۔ اگرچہ اس سے مراد یہ ہے کہ گھر سے باہر نہ جاؤں گی۔ (فتاویٰ عالمگیری)

مسئلہ ۱۰ : قسم کھائی کہ فلاں کے گھر نہ جاؤں گی تو جس گھر میں وہ رہتا ہے اس میں جانے سے قسم ٹوٹ گئی اگرچہ وہ مکان اس کا نہ ہو بلکہ کرایہ پر یا عاریۃً اس میں رہتا ہو۔ یونہی جو مکان اس کی ملک میں ہے اگرچہ اس میں رہتا نہ ہو اس میں جانے سے بھی قسم ٹوٹ جائے گی۔ (فتاویٰ عالمگیری)

مسئلہ ۱۱ : قسم کھائی کہ کھانا نہیں کھاؤں گی اور کوئی ایسی چیز کھالی جسے عرف میں کھانا نہیں کہتے مثلاً دودھ پی لیا یا مٹھائی کھالی تو قسم نہیں ٹوٹی۔ (بہار شریعت)

مسئلہ ۱۲ : کسی سے کلام نہ کرنے کی قسم کھائی تو خط بھیجنے یا کسی کے ہاتھ کچھ کہلا بھیجنے یا اشارہ کرنے سے قسم ٹوٹے گی۔ (فتاویٰ عالمگیری)

مسئلہ ۱۳ : قسم کھائی کہ فلاں کا خط نہ پڑھوں گی اور خط کو دیکھا اور جو کچھ اس میں لکھا ہے اسے سمجھا تو قسم ٹوٹ گئی کہ خط پڑھنے سے یہی مقصود ہوتا ہے۔ زبان سے پڑھنا نہیں جیسا کہ یہاں کا عام محاورہ ہے۔ (ردالمحتار)

مسئلہ ۱۴ : قسم کھائی کہ میں اس کے پاس نہیں پھٹکوں گی اس کا وہی حکم ہے جیسے یہ کہا میں اس سے کلام نہیں کروں گی۔ (فتاویٰ عالمگیری)

مسئلہ ۱۵ : قسم کھائی کہ تیرے مکان کا کھانا پینا مجھ پر حرام ہے یا کہا کہ تیرے مٹکے کا پانی پینا حرام ہے تو یہ قسم ہے۔ اگر اس کے گھر کا کھائے گی پیئے گی یا دوسری صورت میں اس کے مٹکے کا پانی پیئے گی تو قسم کا کفارہ دینا آئے گا۔ (بہار شریعت)

مسئلہ ۱۶ : قسم کھائی کہ فلاں کے گھر نہیں جاؤں گی تو جس گھر میں وہ رہتا ہے اس میں جانے سے قسم ٹوٹ گئی۔ اگرچہ وہ مکان اس کا نہ ہو بلکہ کرایہ پر یا عاریۃً اس میں رہتا ہو۔ یونہی جو مکان اس کی ملک میں ہے اگرچہ اس میں رہتا نہ ہو۔ اس میں جانے سے بھی قسم ٹوٹ جائے گی۔ (فتاویٰ عالمگیری)

مسئلہ ۱۷ : قسم کھائی کہ گوشت نہیں کھائے گی تو مچھلی کھانے سے قسم نہیں ٹوٹے گی۔ یونہی کلیجی، تلی، پھیپھڑا، دل، گردہ، اوجھڑی، دنبہ کی چکی کے کھانے سے بھی نہیں ٹوٹے گی کہ ان چیزوں کو عرف میں گوشت نہیں کہتے اور اگر کسی جگہ ان چیزوں کا بھی گوشت میں شمار ہو تو وہاں ان کے کھانے سے بھی قسم ٹوٹ جائے گی۔ (درمختار)

۵۔ تصویر کشی کی مذمت

اسلامی نقطہ نظر سے جانداروں کی تصاویر بنانا جائز نہیں بلکہ شریعت میں جاندار چیزوں کی تصویر بنانا، بنوانا، اس کا رکھنا اور اس کو بیچنا حرام ہے لہٰذا کپڑے کاغذ، پتھر، دیوار، پردے، درہم، دینار اور کسی تختے پر تصویر بنانا خلاف شرع ہے البتہ کسی غیر جاندار جیسے درخت،

مکان یا کسی مقام کا نظارہ وغیرہ کی تصویر بنانے اور ان کے رکھنے اور خرید و فروخت میں کوئی حرج نہیں۔ حضور ﷺ کی جن احادیث میں تصویر کشی سے منع فرمایا گیا ہے وہ حسب ذیل ہیں:

حدیث ۱: حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔ رحمت کے فرشتے اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں کتا یا تصویر ہو۔ (بخاری)

حدیث ۲: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی ﷺ اپنے کاشانہ اقدس میں کوئی تصویر نہ چھوڑتے مگر اسے توڑ دیتے۔ (بخاری)

حدیث ۳: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے الماری کے اوپر پردہ ڈالا جس میں تصویریں تھیں تو نبی کریم ﷺ نے اسے پھاڑ دیا۔ میں نے اس کے دو تکیے بنا لیے جن پر حضور ﷺ بیٹھا کرتے۔ (بخاری)

حدیث ۴: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا قیامت کے روز سب سے سخت عذاب ان لوگوں کو ہوگا جو اللہ تعالیٰ کی شان تخلیق سے مقابلہ کرتے ہیں۔ (بخاری)

حدیث ۵: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ عذاب تصویر بنانے والوں کو ہوگا۔ (مسلم)

حدیث ۶: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ ایک غزوہ کے لیے نکلے تو میں نے ایک کپڑا لے کر اس کا دروازے پر پردہ لٹکا دیا۔ جب آپ تشریف لائے اور آپ نے وہ کپڑا دیکھا تو اسے کھینچا اور پھاڑ دیا۔ پھر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں حکم نہیں فرمایا کہ ہم پتھروں اور مٹی کو لباس پہنائیں۔ (مسلم)

حدیث ۷: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا۔ اللہ فرماتا ہے کہ اس سے بڑا ظالم کون ہے جو اسی طرح چیز بنانے لگے جیسی میں نے بنائی۔ بھلا ایک ذرہ تو بنائیں ایک دانہ تو بنائیں ایک جو تو بنائیں۔ (بخاری)

حدیث ۸: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا۔ ہر تصویر بنانے والا جہنم میں جائے گا۔ ہر تصویر جو اس نے بنائی ہوگی اس کا جاندار بنایا جائے گا جو جہنم میں اسے عذاب دے گا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ اگر چارہ نہ ہو تو درخت وغیرہ چیزوں کی تصویریں بنالو جن میں روح نہیں ہے۔ (بخاری)

حدیث ۹: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے روز جہنم سے ایک گردن نکلے گی جس کی دو آنکھیں ہوں گی دیکھنے والی' اور دو کان ہوں گے سننے والے' اور ایک بولنے والی زبان ہوگی۔ وہ کہے گی کہ مجھے تین شخصوں پر مقرر فرمایا گیا ہے (1) ہر اس شخص پر جو سرکش اور ظالم ہو۔ (2) ہر اس شخص پر جو خدا کے ساتھ دوسروں کی عبادت کرے (3) اور تصویریں بنانے والے پر۔ (ترمذی)

حدیث ۱۰: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حضرت جبرئیل علیہ السلام میرے پاس آئے اور کہا میں گزشتہ رات حاضر ہوا تھا۔ مجھے اندر داخل ہونے میں کوئی رکاوٹ نہ تھی مگر دروازے پر تصویریں تھیں اور گھر کے اندر باریک پردہ تھا جس میں تصویریں تھیں اور گھر میں ایک کتا تھا۔ دروازے کی تصویروں کا سر کاٹنے کا حکم فرمایئے تاکہ وہ درخت کی طرح رہ جائیں' پردے کو کاٹنے کا حکم فرمایئے کہ اس کے دو سرہانے بنا لیے جائیں جو پھینکتے رہیں اور روندے جائیں اور کتے کو نکال دینے کا حکم فرمایئے۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کیا۔ (ابوداؤد)

حدیث ۱۱: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ جو ایسے خواب کو دیکھنے کا دعویٰ کرے جو اس نے دیکھا نہ ہو تو وہ جو کے دو دانوں میں گرہ لگانے کی تکلیف دیا جائے گا اور وہ نہیں کر سکے گا۔ جو کان لگا کر ایسے لوگوں کی بات سنے جو اسے پسند نہ کرتے ہوں یا اس سے بھاگتے ہوں تو قیامت کے روز اس کے کانوں میں سیسہ ڈالا جائے گا اور جو کوئی تصویر بنائے اسے عذاب دیا جائے گا اور تکلیف دی جائے گی کہ اس میں روح پھونکے اور وہ روح نہیں ڈال سکے گا۔ (بخاری)

حدیث ۱۲: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ ایک روز صبح کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غمگین اٹھے اور فرمایا کہ جبرئیل علیہ السلام نے مجھے اس رات ملنے کا وعدہ کیا تھا لیکن ملنے نہ آئے۔ حالانکہ خدا کی قسم انہوں نے کبھی وعدہ خلافی نہیں کی تھی۔ پھر آپ کے دل میں ایک پلے کا خیال آیا۔ جو آپ کے تخت کے نیچے تھا۔ چنانچہ حکم دیا تو اسے نکال دیا گیا۔ پھر دست مبارک میں پانی لے کر اس جگہ پر چھڑکا۔ جب شام ہوئی تو حضرت جبرئیل علیہ السلام ملاقات کے لیے حاضر ہوئے۔ فرمایا تم نے مجھ سے گذشتہ رات ملنے کا وعدہ کیا تھا۔ عرض گزار ہوئے ہاں! لیکن ہم اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں کتا یا تصویر ہو۔

صبح ہوئی تو اس روز رسول اللہ ﷺ نے کتوں کو مارنے کا حکم فرمایا۔ یہاں تک کہ آپ چھوٹے باغ کے کتے کو بھی مار دینے کا حکم فرماتے اور بڑے باغ کا کتا چھوڑ دیا جاتا۔ (مسلم)

حدیث ۱۳: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے ایک پردہ خریدا جس میں تصویریں تھیں۔ جب رسول اللہ ﷺ نے اسے دیکھا تو دروازے پر کھڑے ہو گئے اور اندر داخل نہ ہوئے۔ پس میں نے چہرۂ انور پر ناراضگی کے اثرات پہچان لیے۔ عرض گزار ہوئے کہ یا رسول اللہ! میں اللہ اور اس کے رسول کی طرف توبہ کرتی ہوں۔ میں نے کیا گناہ کیا ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اس پردے کا کیا حال ہے؟ عرض گزار ہوئیں کہ میں نے یہ اس لیے خریدا کہ آپ اس پر بیٹھیں اور اس کے ساتھ ٹیک لگائیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ان تصویروں والوں کو قیامت کے روز عذاب دیا جائے گا اور ان سے کہا جائے گا کہ جو تم نے بنائی ہیں ان میں جان ڈالو اور فرمایا کہ جس گھر میں تصویر ہو اس میں رحمت کے فرشتے نازل نہیں ہوتے۔ (بخاری)

۶۔ لہو ولعب

بعض کاموں کو اسلام میں لہو ولعب میں شمار کیا گیا ہے اس لیے ان سے بچنا چاہیے اور کاموں کے لیے شریعت نے حدود مقرر فرمائی ہیں اس لیے انہیں شرعی حدود کے مطابق کرنا چاہیے حضور ﷺ کی چند احادیث مندرجہ ذیل ہیں:

حدیث ۱: حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ وہ تمام چیزیں باطل ہیں جن سے آدمی لہو کرتا ہے۔ مگر تیر چلانا' گھوڑے کو ادب سکھانا اور بیوی کے ساتھ رغبت رکھنا لہو میں نہیں۔ (ترمذی)

حدیث ۲: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ دو ۲ آوازیں دنیا اور آخرت میں ملعون ہیں' ایک گانے کی آواز اور دوسری مصیبت کے وقت رونے کی آواز۔ (بزار)

حدیث ۳: حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔ جو شطرنج کھیلا گویا اس نے اپنے ہاتھ خنزیر کے گوشت اور خون میں رنگے۔ (مسلم)

حدیث ۴: حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو

شطرنج کھیلے اس نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی۔ (احمد۔ ابوداؤد)

حدیث ۵: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کو کبوتر کا پیچھا کرتے ہوئے دیکھا تو فرمایا شیطان شیطان کا پیچھا کر رہا ہے۔ (ابوداؤد احمد ابن ماجہ)

حدیث ۶: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص کتا پالے ماسوائے مویشیوں، شکار اور کھیتی باڑی کے، تو اس کے ثواب سے روزانہ دو قیراط گھٹا دیئے جائیں گے۔ (بخاری)

حدیث ۷: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مویشیوں کو آپس میں لڑانے سے منع فرمایا ہے۔ (ترمذی، ابوداؤد)

حدیث ۸: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے شراب، جوا اور کوبہ حرام فرمایا ہے اور فرمایا کہ نشہ لانے والی ہر چیز حرام ہے کہا گیا کہ "الکوبہ" طبلے کو کہتے ہیں۔ (بیہقی)

حدیث ۹: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک انصاری کے گھر تشریف لے جایا کرتے۔ ان کے ساتھ ایک گھر تھا تو ان پر یہ گراں گزرتا۔ وہ عرض گزار ہوئے کہ یا رسول اللہ! آپ فلاں کے گھر تشریف لے جاتے ہیں اور ہمارے غریب خانہ پر جلوہ افروز نہیں ہوتے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارے گھر کتا ہے۔ عرض گزار ہوئے کہ ان کے گھر بلی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بلی تو درندوں سے ہے۔ (دارقطنی)

حدیث ۱۰: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے شراب، جوئے، کوبہ اور غبیرہ سے منع فرمایا ہے۔ غبیرہ ایک شراب ہے جس کو حبشی لوگ چنوں سے بناتے ہیں اور اسے سکر کہا جاتا ہے۔ (ابوداؤد)

حدیث ۱۱: گنجفہ، چوسر، شطرنج، تاش کھیلنا ناجائز ہے، جیسا کہ حدیثوں میں شطرنج کھیلنے کی بہت زیادہ ممانعت آئی ہے۔ ان کھیلوں میں آدمی اس قدر محو اور غافل ہو جاتا ہے اور نماز وغیرہ دین کے بہت سے کاموں میں خلل پڑ جاتا ہے۔ تو جو کام ایسا ہو کہ اس کی وجہ سے دینی کاموں میں خلل پڑتا ہو وہ کیوں نہ برا ہوگا۔ یہی حال پتنگ اڑنے کا بھی ہے کہ یہی سب خرابیاں اس میں بھی ہیں بلکہ بہت سے لڑکے پتنگ کے پیچھے چھتوں سے گر کر مر گئے۔ اس لیے پتنگ اڑانا بھی منع ہے۔ غرض لہو و لعب کی جتنی قسمیں ہیں سب باطل ہیں۔ صرف تین

قسم کے لہو کی حدیث میں اجازت ہے (1) بیوی کے ساتھ کھیلنا (2) گھوڑے کی سواری کرنے میں مقابلہ (3) تیراندازی کا مقابلہ۔ (بہار شریعت)

مسئلہ ۲ : ناچنا' تالی بجانا' سیتار' ہارمونیم' چنگ' طنبورہ بجانا' اسی طرح دوسرے قسم کے تمام باجے سب ناجائز ہیں۔ اسی طرح ہارمونیم ڈھول بجا کر گانا سنانا اور سننا بھی ناجائز ہے۔

مسئلہ ۳ : کبوتر پالنا اگر اڑانے کے لیے ہو تو ناجائز ورنہ جائز ہے اور اگر کبوتروں کو اڑانے کے لیے پالا ہے تو ناجائز ہے کیونکہ کبوتربازی یہ بھی ایک قسم کا لہو ہے اور اگر کبوتروں کو اڑانے کے لیے چھت پر چڑھتا ہو جس سے لوگوں کی بے پردگی ہوتی ہو تو اس کو سختی سے منع کیا جائے گا۔ اور وہ اس پر بھی نہ مانے تو اسلامی حکومت کی طرف سے اس کے کبوتر ذبح کر کے اس کو دے دیئے جائیں گے تا کہ اڑانے کا سلسلہ ہی ختم ہو جائے۔ (درمختار)

مسئلہ ٤ : جانوروں کو لڑانا جیسے لوگ مرغ' بٹیر' تیتر' مینڈھوں کو لڑاتے ہیں یہ حرام ہے اور ان کا تماشا دیکھنا بھی ناجائز ہے۔ (بہار شریعت)

مسئلہ ۵ : رمضان شریف میں سحری کھانے اور افطار کے وقت بعض شہروں میں نقارے یا گھنٹے بجتے ہیں یا سیٹیاں بجائی جاتی ہیں جن سے یہ مقصود ہوتا ہے کہ لوگ بیدار ہو کر سحری کھائیں یا انہیں یہ معلوم ہو جائے کہ ابھی سحری کا وقت باقی ہے اور لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ آفتاب غروب ہو گیا اور افطار کا وقت ہو گیا یہ سب جائز ہیں کیونکہ یہ لہو ولعب کے طور پر نہیں ہیں بلکہ ان سے اعلان کرنا مقصود ہے۔ اسی طرح ملوں اور کارخانوں میں کام شروع ہونے اور کام ختم ہونے کے وقت جو سیٹیاں بجائی جاتی ہیں یہ بھی جائز ہیں کہ ان سے لہو مقصود نہیں بلکہ اطلاع دینے کے لیے یہ سیٹیاں بجائی جاتی ہیں۔ (بہار شریعت)

مسئلہ ٦ : عید کے دن اور شادیوں میں دف بجانے کی اجازت ہے جبکہ ان دفوں میں جھانج نہ لگے ہوں اور موسیقی کے قواعد پر نہ بجائے جائیں بلکہ محض ڈھب ڈھب کی بے سری آواز سے فقط نکاح کا اعلان مقصود ہو۔ (ردالمحتار' عالمگیری)

مسئلہ ۷ : اکھاڑوں میں کشتی لڑنا اگر لہو ولعب کے طور پر نہ ہو بلکہ اس سے مقصود اپنی جسمانی طاقت کو بڑھانا ہو تو یہ جائز ہے مگر شرط یہ ہے کہ ستر پوشی کے ساتھ آج کل لنگوٹ اور جانگیہ پہن کر جو کشتی لڑتے ہیں جس میں ران وغیرہ کھلی رہتی ہیں یہ ناجائز ہے اور ایسی کشتیوں کا تماشا دیکھنا بھی ناجائز ہے کیونکہ کسی کے ستر کو دیکھنا حرام ہے۔ ہمارے حضور

اقدس ﷺ نے رکانہ پہلوان سے کشتی لڑی اور تین مرتبہ اس کو پچھاڑا کیونکہ رکانہ پہلوان نے کہا تھا کہ اگر آپ مجھے پچھاڑ دیں تو میں مسلمان ہو جاؤں گا۔ چنانچہ رکانہ مسلمان ہو گئے۔ (درمختار۔ ردالمختار)

مسئلہ ۸ : اگر لوگ اس طرح آپس میں ہنسی مذاق کریں کہ نہ گالی گلوچ ہو نہ کسی کی ایذا رسانی ہو بلکہ محض پر لطف اور دل خوش کرنے والی باتیں ہوں جن سے اہل محفل کو ہنسی آ جائے اور تفریح ہو جائے اس میں کوئی حرج نہیں بلکہ ایسی تفریح اور مزاح رسول اللہ ﷺ اور صحابہ سے ثابت ہے۔ (بہار شریعت)

۷۔ ختنہ

ختنے کا آغاز ملت ابراہیم علیہ السلام سے ہوا اور اسلام میں اسے ویسے ہی اپنا لیا گیا ختنہ مسلمانی کی علامت بھی ہے کیونکہ غیر مسلم ختنہ نہیں کراتے۔ اس لیے ختنہ سے انسان یکدم پہچانا جاتا ہے کہ یہ مسلمان ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ مسلمانوں اور غیر مسلموں میں امتیاز کرنے کی علامت بھی ہے۔ مرد کے عضو خاص سے زائد کھال ہٹانے کا نام ختنہ ہے' ختنے کا فائدہ یہ ہے کہ عضو کی کھال پر میل کچیل جمع نہیں ہوتا اور طہارت کرنے میں آسانی رہتی ہے۔ ختنہ کے متعلق حضور ﷺ کے ارشادات مندرجہ ذیل ہیں:

حدیث ۱ : حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب اپنا ختنہ کروایا تو اس وقت ان کی عمر 80 سال تھی۔ (بخاری شریف)

حدیث ۲ : حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک اور روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ہماری پانچ سنتیں دائمی ہیں۔ ختنہ کروانا' ناف کے نیچے کے بالوں کی صفائی کرنا' موچھیں پست کروانا' ناخن کاٹنا اور بغلوں کے بال اکھاڑنا۔ (مسلم شریف)

حدیث ۳ : حضرت ام عطیہ انصاری رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک عورت مدینہ میں ختنے کیا کرتی تھی۔ حضور ﷺ نے اسے تاکید فرمائی کہ ختنے کے وقت کھال زیادہ نہ کاٹا کرو۔ کیونکہ یہ حیوانی طاقت کا ذریعہ ہے اور مرد کو پسند ہے۔ (ابوداؤد شریف)

ختنے کا سنت طریقہ یہ ہے کہ بچہ جب قابل برداشت ہو جائے تو ختنہ کرنے والے کو بلائیں جو آسان طریقے سے جس سے بچے کو تکلیف کم ہو۔ عضو کی کھال کا اوپر کا حصہ کاٹ

دے زخم اچھا ہونے پر بچے کو غسل کرائیں اس کے متعلق مکمل مسائل مندرجہ ذیل ہیں:

مسئلہ ۱ : ختنہ ہر صورت میں سات سال تک کروا دینا چاہیے اس سے زائد تاخیر کرنا اچھا نہیں۔ بعض علماء کا کہنا ہے کہ ولادت کے ساتویں دن سے لے کر چالیس یوم تک ختنہ کروا دینا بہت بہتر ہے۔ جوں جوں بچے کی عمر زیادہ ہوگی اس کو زخم اچھا ہونے میں تکلیف ہوگی۔

مسئلہ ۲ : ختنے میں اگر پوری کھال نہ کٹی ہو تو اس صورت میں اگر نصف سے زائد کٹی ہو تو ختنہ درست ہے باقی کو کاٹنا ضروری نہیں اور اگر نصف یا نصف سے زائد باقی رہ گئی ہو تو ختنہ دوبارہ کروانا چاہیے۔

مسئلہ ۳ : پیدائشی طور پر اگر بچہ ختنہ شدہ ہو تو اس کے ختنے کی ضرورت نہیں۔

مسئلہ ٤ : جب کوئی شخص مسلمان ہو جائے اور وہ ختنہ شدہ نہ ہو تو اسے جلد اپنا ختنہ کروانا چاہیے۔ اگر وہ بوڑھا اور کمزور ہو کہ اس میں ختنہ کروانے کی طاقت نہ ہو تو پھر اسے ویسے ہی رہنے دیں۔

مسئلہ ٥ : ختنے کے بعد اگر عضو خاص کی کھال دوبارہ خود بخود بڑھ جائے جس سے پھر ختنہ کی ضرورت محسوس ہونے لگے تو دوبارہ ختنہ کروانا چاہیے۔

مسئلہ ٦ : ختنہ کروانا باپ کا کام ہے اگر وہ نہ ہو تو جس کی کفالت میں بچہ ہے اسکا ذمہ ہے کہ وہ بچے کا ختنہ کروائے۔

مسئلہ ۷ : ختنہ کے موقع پر ناچ گانے وغیرہ کی محفل منعقد کرنا خلاف شرع ہے کیونکہ جو کام عام حالات میں حرام ہے وہ خاص حالات میں بھی منع ہے۔

۸۔ ذبح

اسلام نے حلال جانور کو کھانے کے لیے اس کے جسم سے جان نکالنے کا جو طریقہ مقرر کیا ہے اسے ذبح کہا جاتا ہے اللہ تعالیٰ نے ذبح کے طریقے کو حلال قرار دیا۔ اس کے علاوہ کسی طریقے سے جانور سے گوشت حاصل کرنا درست نہیں۔ ذبح کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيْرِ وَمَا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ وَالْمُنْخَنِقَةُ وَالْمَوْقُوْذَةُ وَالْمُتَرَدِّيَةُ وَالنَّطِيْحَةُ وَمَا أَكَلَ السَّبُعُ إِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ

وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ وَاَنْ تَسْتَقْسِمُوْا بِالْاَزْلَامِ ذٰلِكُمْ فِسْقٌ".

(تم پر مرا ہوا جانور اور (بہتا) لہو اور سور کا گوشت اور جس چیز پر خدا کے سوا کسی اور کا نام پکارا جائے اور جو جانور گلا گھٹ کر مر جائے اور جو چوٹ لگ کر مر جائے اور جو گر کر مر جائے اور جو سینگ لگ کر مر جائے یہ سب حرام ہیں اور وہ جانور بھی جس کو درندے پھاڑ کھائیں مگر جس کو تم (مرنے سے پہلے) ذبح کر لو اور وہ جانور بھی جو تھان پر ذبح کیا جائے اور یہ حرام ہے کہ تم پانسے ڈالو۔ یہ سب کچھ فسق ہے) (مائدہ:3)

ذبح صرف وہ جائز ہے جو اللہ کے نام پر کیا جاتا ہے۔ حلال ذبیحہ کے بارے میں حضور ﷺ کے ارشادات مندرجہ ذیل ہیں:

حدیث ۱: حضرت معاذ بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کی لونڈی سلع پہاڑی پر بکریاں چرا رہی تھی تو ان میں سے ایک بکری بیمار ہو گئی۔ پس وہ اس کے پاس گئی اور پتھر کے ساتھ اسے ذبح کر دیا۔ جب نبی اکرم اللہ ﷺ سے اس کے بارے میں دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ اسے کھالو۔ (بخاری)

حدیث ۲: حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز پر احسان کرنا ضروری قرار دیا ہے لہٰذا جب کسی کو قتل کرو تو اچھی طرح قتل کرو اور جب کسی کو ذبح کرو تو اچھی طرح ذبح کرو اور تم اپنی چھری کو اچھی طرح تیز کر لیا کرو اور ذبیحہ کو آرام دیا کرو۔ (مسلم)

حدیث ۳: حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں عرض گزار ہوا یا رسول اللہ اگر ہم میں سے کوئی شکار پائے اور اس کے پاس چھری نہ ہو تو کیا پتھر اور لاٹھی کی پھانس سے ذبح کرے؟ فرمایا کہ جس چیز سے چاہو خون بہا دیا کرو اور اللہ کا نام لے لیا کرو۔ (ابوداؤد)

حدیث ۴: ابوالعشراء سے روایت ہے کہ ان کے والد ماجد عرض گزار ہوئے۔ یا رسول اللہ! کیا ذبح کرنا صرف حلق اور سینے میں ہی ہوتا ہے۔ فرمایا کہ اگر تم اس کی ران میں نیزہ مارو تب بھی تمہارے لیے کافی ہے۔ (ترمذی)۔

حدیث ۵: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔ پیٹ کے بچے کا ذبح کرنا وہی اس کی ماں کا ذبح کرنا ہے۔ (ابوداؤد، دارمی)

حدیث ۶: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول

اللہ ﷺ نے شریطۂ شیطان سے منع فرمایا ہے۔ ابن عیسیٰ نے یہ بھی کہا کہ یہ وہ ذبیحہ ہے کہ کھال کاٹ دی جائے اور رگیں نہ کاٹی جائیں۔ پھر چھوڑ دیا جائے۔ یہاں تک کہ مر جائے۔ (ابوداؤد)

حدیث ۷: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم عرض گزار ہوئے۔ یارسول اللہ! ہم اونٹنی کو نحر کریں اور گائے بکری کو ذبح کریں تو اس کے پیٹ سے بچہ پائیں کیا اسے پھینک دیں یا کھالیں؟ فرمایا کہ اگر چاہو تو کھالو کیونکہ اس کی ماں کا ذبح کرنا ہی اس کا ذبح کرنا ہے۔ (ابوداؤد، ابن ماجہ)

حدیث ۸: حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے چڑیا یا کسی دوسرے جانور کو ناحق قتل کیا تو اللہ تعالیٰ اس کو قتل کرنے کے متعلق اس سے پوچھے گا۔ عرض کی گئی کہ یارسول اللہ! اس کا حق کیا ہے؟ فرمایا کہ ذبح کر کے اس کو کھالے اور اس کے سر کو کاٹ کر پھینک نہ دے۔ (احمد، نسائی، دارمی)

حدیث ۹: حضرت ابوواقد لیثی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ مدینہ منورہ میں تشریف لائے تو لوگ اونٹ کے کوہان اور دنبوں کی چکیاں کاٹ لینا پسند کرتے تھے۔ فرمایا کہ زندہ جانور سے جو حصہ کاٹ لیا جائے وہ مردار ہے اسے نہ کھایا جائے۔ (ترمذی، ابوداؤد)

حدیث ۱۰: حضرت عطاء بن یسار رضی اللہ عنہ نے بنی حارثہ کے ایک شخص سے روایت کی ہے کہ وہ احد کی ایک گھاٹی میں اونٹنی چرا رہا تھا تو اس پر موت دیکھی لیکن کوئی چیز نہ ملی جس سے نحر کرے۔ پس ایک کیل لی اور اس کے گلے میں چبھو دی یہاں تک کہ اس کا خون بہہ گیا۔ پھر رسول اللہ ﷺ کو یہ بات بتائی تو آپ ﷺ نے اس کو کھالینے کا حکم فرمایا۔ (ابوداؤد)

حدیث ۱۱: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا سمندر میں کوئی جانور نہیں مگر اس کو اللہ تعالیٰ نے بنی آدم کے لیے ذبح فرما دیا ہے۔ (دارقطنی)

جانور کو ذبح کرنے کا عام طریقہ یہ ہے کہ جانور کو زمین پر لٹا کر اس کا رخ قبلہ کی طرف کیا جائے اور تیز دھار والی چھری لے کر تکبیر یعنی ''بسم اللہ اللہ اکبر'' کہہ کر جانور کے گلے پر چھری چلائی جائے جس سے جانور کے گلے کی رگیں کٹ جائیں اور خون بہہ جائے۔ سر کو تن سے اسی وقت جدا نہ کیا جائے اس کا مطلب یہ ہوا کہ اللہ کا نام لے کر چند رگیں کاٹنے کو ذبح کہا جاتا ہے۔ ذبح کے متعلق شرعی مسائل مندرجہ ذیل ہیں:

مسئلہ ۱ : ذبح کرتے وقت جانور کے گلے سے چار رگیں کاٹی جاتی ہیں۔ حلقوم یعنی سانس لینے والی نالی، مری یعنی خوراک والی نالی، ان دونوں کے ساتھ دو خون کی نالیاں بھی ہوتی ہیں۔ جن میں خون گردش کرتا ہے۔ ذبح کے وقت ان چاروں رگوں کو کاٹنا سنت ہے۔ (درمختار)

مسئلہ ۲ : ذبح سے جانور کے حلال ہونے کی چند شرائط ہیں اگر وہ پوری نہ ہوں تو جانور کا گوشت حلال نہ ہوگا۔

شرط اول: ذبح کرنے والا عاقل ہو۔ مجنون یا اتنا بچہ جو بے عقل ہو ان کا ذبیحہ جائز نہیں۔ اور اگر چھوٹا بچہ ذبح کو سمجھتا ہو اور اس پر قدرت رکھتا ہو تو اس کا ذبیحہ حلال ہے۔

شرط دوم: ذبح کرنے والا مسلمان ہونا چاہیے۔ غیر مسلم کا ذبح کیا ہوا جانور حلال نہ ہوگا۔ مسلمان کے علاوہ اہل کتاب کا ذبیحہ بھی حلال ہے۔ مشرک اور مرتد کا ذبیحہ حرام و مردار ہے۔ کتابی اگر غیر کتابی ہو گیا تو اب اس کا ذبیحہ حرام ہے۔ اور غیر کتابی، کتابی ہو گیا تو اس کا ذبیحہ حلال ہے اور معاذ اللہ مسلمان اگر کتابی ہو گیا تو اس کا ذبیحہ حرام ہے کہ یہ مرتد ہے۔ لڑکا نابالغ ایسا ہے کہ اس کے والدین میں ایک کتابی ہے اور ایک غیر کتابی تو اس کو کتابی قرار دیا جائے گا اور اس کا ذبیحہ حلال سمجھا جائے گا۔ کتابی کا ذبیحہ اس وقت حلال سمجھا جائے گا۔ جب مسلمان کے سامنے ذبح کیا ہو اور یہ معلوم ہو کہ اللہ کا نام لے کر ذبح کیا اور اگر ذبح کے وقت اس نے حضرت مسیح علیہ السلام کا نام لیا اور مسلمان کے علم میں یہ بات ہے تو جانور حرام ہے اور اگر مسلمان کے سامنے اس نے ذبح نہیں کیا اور معلوم نہیں کہ کیا پڑھ کر ذبح کیا جب بھی حلال ہے۔

شرط سوم: ذبح کرتے وقت اللہ تعالیٰ کا نام لینا ضروری ہے۔ ذبح کرنے کے وقت اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے کوئی نام ذکر کرے جانور حلال ہو جائے گا۔ یہی ضروری نہیں کہ لفظ اللہ ہی زبان سے کہے۔ تنہا نام ہی ذکر کرے یا نام کے ساتھ صفت بھی ذکر کرے۔ دونوں صورتوں میں جانور حلال ہو جاتا ہے۔ مثلاً اللہ اکبر، اللہ اعظم، اللہ جل، اللہ الرحمٰن، اللہ الرحیم یا صرف اللہ یا الرحمٰن یا الرحیم کہے، اسی طرح سبحان اللہ یا الحمد للہ یا لا الہ الا اللہ پڑھنے سے بھی حلال ہو جائے گا۔ اللہ عزوجل کا نام عربی کے سوا دوسری زبان میں لیا جب بھی

حلال ہو جائے گا۔

شرط چہارم: خود بخود ذبح کرنے والا اللہ عزجل کا نام اپنی زبان سے کہے اور یہ خود خاموش رہا دوسروں نے نام لیا اور اسے یاد بھی تھا' بھولا نہ تھا تو جانور حرام ہے۔

شرط پنجم: اللہ کا نام لینے سے ذبح پر نام لینا مقصود ہو اور اگر کسی دوسرے مقصد کے لیے بسم اللہ پڑھی اور ساتھ لگے ذبح کر دیا اور اس پر بسم اللہ پڑھنا مقصود نہیں تو جانور حلال نہ ہوا۔ مثلاً چھینک آئی اور اس پر الحمد للہ کہا اور جانور ذبح کر دیا اس پر نام الٰہی ذکر کرنا مقصود نہ تھا بلکہ چھینک پر مقصود تھا جانور حلال نہ ہوا۔

شرط ششم: جس جانور کو ذبح کیا جائے وہ وقت ذبح زندہ ہو اگرچہ اس کی حیات کا تھوڑا ہی حصہ باقی رہ گیا ہو۔ ذبح کے بعد خون نکلنا یا جانور میں حرکت پیدا ہونا یوں ضروری ہے کہ اس سے اس کا زندہ ہونا معلوم ہوتا ہے۔ (فتاویٰ عالمگیری)

مسئلہ ۳ : ذبح کے علاوہ نحر کرنا بھی جائز ہے۔ حلق کے آخری حصہ میں نیزہ بھونک کر رگیں کاٹ دینے کو نحر کہا جاتا ہے۔ اونٹ کو نحر کرنا اور گائے بکری کو ذبح کرنا سنت ہے۔ اگر اس کا برعکس کیا تو جانور اس صورت میں بھی حلال ہو جائے گا۔ مگر ایسا کرنا مکروہ ہے اور خلاف سنت ہے۔ (درمختار)

مسئلہ ٤ : بکری ذبح کی اور خون نکلا مگر اس میں حرکت پیدا نہ ہوئی۔ اگر وہ ایسا خون ہے جیسے زندہ جانور میں ہوتا ہے حلال ہے۔ بیمار بکری ذبح کی۔ صرف اس کے منہ کو حرکت ہوئی۔ اگر وہ حرکت یہ ہے کہ منہ کھول دیا تو حرام ہے اور بند کر لیا تو حلال ہے اور آنکھیں کھول دیں تو حرام اور بند کر لیں تو حلال۔ اور پاؤں پھیلا دیئے تو حرام اور سمیٹ لیے تو حلال۔ اور بال کھڑے نہ ہوئے تو حرام اور کھڑے ہو گئے تو حلال۔ یعنی اگر صحیح طور پر اس کے زندہ ہونے کا علم نہ ہو تو ان علامتوں سے کام لیا جائے اور اگر زندہ ہونا یقینی معلوم ہے تو ان چیزوں کا خیال نہیں کیا جائے گا۔ بہر حال جانور حلال سمجھا جائے گا۔ (فتاویٰ عالمگیری)

مسئلہ ٥ : ذبح ہر اس چیز سے کر سکتے ہیں جو رگیں کاٹ دے اور خون بہا دے یہ ضروری نہیں کہ چھری ہی سے ذبح کریں بلکہ کھپچی اور دھار دار پتھر سے بھی ذبح ہو سکتا ہے۔ صرف ناخن اور دانت سے ذبح نہیں کر سکتے جبکہ یہ اپنی جگہ پر قائم ہوں اور اگر ناخن کاٹ کر جدا

کرلیا یا دانت علیحدہ ہو تو اس سے اگرچہ ذبح ہو جائیگا مگر پھر بھی اس کی ممانعت ہے کہ جانور کو اس سے اذیت ہوگی۔ اسی طرح کند چھری سے بھی ذبح کرنا مکروہ ہے۔ (درمختار)

مسئلہ ۶ : اس طرح ذبح کرنا کہ چھری حرام مغز تک پہنچ جائے یا سر کٹ کر جدا ہو جائے مکروہ ہے مگر وہ ذبیحہ کھایا جائے گا یعنی کراہت اس فعل میں ہے نہ کہ ذبیحہ میں (ہدایہ) عام لوگوں میں یہ مشہور ہے کہ ذبح کرنے میں اگر سر جدا ہو جائے تو اس کا سر کھانا مکروہ ہے۔ یہ کتب فقہ میں نظر سے نہیں گزرا۔ بلکہ فقہاء کا یہ ارشاد کہ ذبیحہ کھایا جائے گا اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ سر بھی کھایا جائے گا۔

مستحب یہ ہے کہ جانور کو لٹانے سے پہلے چھری تیز کرلیں اور لٹانے کے بعد چھری تیز کرنا مکروہ ہے۔ یونہی جانور کو پاؤں سے پکڑ کر گھسیٹتے ہوئے مذبح کو لے جانا بھی مکروہ ہے۔ (درمختار)

مسئلہ ۷ : ہر وہ فعل جس سے جانور کو بلا فائدہ تکلیف پہنچے مکروہ ہے مثلاً جانور میں ابھی حیات باقی ہے۔ ٹھنڈا ہونے سے پہلے اس کی کھال اتارنا' اس کے اعضاء کاٹنا' یا ذبح سے پہلے اس کے سر کو کھینچنا کہ رگیں ظاہر ہو جائیں یا گردن کو توڑنا' یونہی جانور کو گردن کی طرف سے ذبح کرنا مکروہ ہے بلکہ اس کی بعض صورتوں میں جانور حرام ہو جائے گا۔ سنت یہ ہے کہ ذبح کرتے وقت جانور کا منہ قبلہ کو کیا جائے۔ اور ایسا نہ کرنا مکروہ ہے۔ (درمختار)

مسئلہ ۸ : اگر جانور شکار ہو تو ضروری ہے کہ ذبح کرنے والا حلال ہو۔ یعنی احرام نہ باندھے ہوئے ہو اور ذبح کرنا بیرون حرم ہو۔ لہٰذا محرم کا ذبح کیا ہوا جانور حرام ہے اور حرم میں شکار کو ذبح کیا تو ذبح کرنے والا محرم ہو یا حلال' دونوں صورتوں میں جانور حرام ہے۔ اور اگر وہ جانور شکار نہ ہو بلکہ پالتو ہو جیسے مرغی' بکری وغیرہ اس کو محرم بھی ذبح کر سکتا ہے اور حرم میں بھی ذبح کر سکتے ہیں۔ نصرانی نے حرم میں جنگلی جانور کو ذبح کیا تو حرام ہے یعنی مسلم ذبح کرے یا کتابی' دونوں صورتوں میں حرام ہے۔ (درمختار)

مسئلہ ۹ : مستحب یہ ہے کہ ذبح کے وقت بسم اللہ اللہ اکبر کہے یعنی بسم اللہ اور اللہ اکبر کے درمیان واؤ نہ کرے اور اگر بسم اللہ واللہ اکبر واؤ کے ساتھ کہا تو جانور اس صورت میں بھی حلال ہوگا مگر بعض علماء اس طرح کہنے کو مکروہ بتاتے ہیں۔ (درمختار وغیرہ)

مسئلہ ۱۰ : بسم اللہ کسی دوسرے مقصد سے پڑھی اور جانور کو ذبح کر دیا تو جانور حلال نہیں

اور اگر زبان سے بسم اللہ کہی اور دل میں یہ نیت حاضر نہیں کہ جانور ذبح کرنے کے لیے بسم اللہ کہتا ہوں تو جانور حلال ہے۔ (درمختار)

مسئلہ ۱۱ : خود ذبح کرنے والے کو بسم اللہ کہنا ضروری ہے دوسرے کا کہنا اس کے کہنے کے قائم مقام نہیں یعنی دوسرے کے بسم اللہ پڑھنے سے جانور حلال نہ ہوگا۔ جبکہ ذابح نے قصداً ترک کیا ہو اور دو شخصوں نے ذبح کیا تو دونوں کا پڑھنا ضروری ہے۔ ایک نے قصداً ترک کیا تو جانور حرام ہے۔ (ردالمختار) معین ذابح سے یہی مراد ہے کہ ذبح کرنے میں اس کا معین ہو یعنی دونوں نے مل کر ذبح کیا دونوں نے چھری پھیری ہو مثلاً ذابح کمزور ہے کہ اس کی تنہا قوت کام نہیں دے گی دوسرے نے بھی شرکت کی۔ دونوں نے ملکر چھری چلائی۔ اگر دوسرا شخص جانور کو فقط پکڑے ہوئے ہے تو یہ معین ذابح نہیں اس کے پڑھنے نہ پڑھنے کو کچھ دخل نہیں۔ یہ اگر پڑھتا ہے تو اس کا مقصد یہ ہوسکتا ہے کہ ذابح کو بسم اللہ یاد آ جائے اور پڑھ لے۔ (فتاویٰ عالمگیری)

مسئلہ ۱۲ : ہرن کو پال لیا وہ اتفاق سے جنگل میں چلا گیا۔ کسی نے بسم اللہ کہہ کر اسے تیر مارا اگر تیر ذبح کی جگہ پر لگا ہے حلال ہے ورنہ نہیں۔ ہاں اگر وحشی ہوگیا اور اب بغیر شکار کیے ہاتھ نہ آئے گا تو جہاں بھی لگے حلال ہے۔ (خانیہ)

مسئلہ ۱۳ : گائے یا بکری ذبح کی اور اس کے پیٹ سے بچہ نکلا اگر وہ زندہ ہے ذبح کر دیا جائے حلال ہو جائے گا اور مرا ہوا ہے تو حرام ہے۔ اس کی ماں کا ذبح کرنا اس کے حلال ہونے کے لیے کافی نہیں۔ (درمختار)

۹۔ حلال و حرام جانور

شریعت کی رو سے بعض جانوروں کا گوشت حلال ہے اور بعض کا حرام کیونکہ جو جانور اخلاقی نقطہ نظر سے فائدہ مند ہیں اسلام نے انہیں کھانا جائز قرار دیا ہے اور جن جانوروں کا گوشت کھا کر انسان میں مذموم صفات پیدا ہوتی ہیں اسلام نے انہیں حرام قرار دیا ہے کیونکہ خوراک کا انسانی عادات کے ساتھ گہرا تعلق ہے اس لیے شریعت مطہرہ نے حلال و حرام کا ضابطہ مرتب کر کے انسانی پاکیزگی قائم کی ہے۔ شریعت کی رو سے حلال و حرام جانوروں کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے:

مسئلہ ۱ : جو جانور شکار کرتے ہیں انہیں عموماً کیلے والے جانور کہا جاتا ہے حرام ہیں یا وہ جانور جو صرف گندگی کھا کر گزارہ کرتے ہیں وہ بھی حرام ہیں۔ اس لیے شیر' گیدڑ' بھیڑیا' کتا' بلی' لومڑی کا گوشت کھانا حرام ہے۔

پنجے والا پرندہ جو پنجہ سے شکار کرتا ہے حرام ہے۔ جیسے شکرا' باز' بہری' چیل' حشرات الارض حرام ہیں جیسے چوہا' چھپکلی' گرگٹ' گھونس' سانپ' بچھو' بر' مچھر' پسو' کھٹمل' مکھی' کلی' مینڈک وغیرہ۔ (درمختار)

مسئلہ ۲ : کچھوا خشکی کا ہو یا پانی کا حرام ہے۔ غراب البقع یعنی کوا جو مردار کھاتا ہے حرام ہے اور مہوکا کہ یہ بھی کوے سے ملتا جلتا ایک جانور ہے' حلال ہے۔ (درمختار)

مسئلہ ۳ : گھریلو گدھا اور خچر حرام ہے اور جنگلی گدھا جسے گورخر کہتے ہیں حلال ہے۔ گھوڑے کے متعلق روایتیں مختلف ہیں یہ آلہ جہاد ہے اس کے کھانے میں تقلیل آلہ جہاد ہوتی ہے لہٰذا نہ کھایا جائے۔ (درمختار)

مسئلہ ۴ : پانی کے جانوروں میں صرف مچھلی حلال ہے جو مچھلی پانی میں مر کر تیر گئی' یعنی جو بغیر مارے اپنے آپ مر کر پانی کی سطح پر الٹ گئی وہ حرام ہے۔ مچھلی کو مارا اور وہ مر کر الٹی تیرنے لگی یہ حرام نہیں (درمختار) ٹڈی بھی حلال ہے۔ مچھلی اور ٹڈی دونوں بغیر ذبح حلال ہیں جیسا کہ حدیث میں فرمایا کہ دو مردے حلال ہیں' مچھلی اور ٹڈی۔

مسئلہ ۵ : پانی کی گرمی یا سردی سے مچھلی مر گئی یا مچھلی کو ڈورے میں باندھ کر پانی میں ڈال دیا اور مر گئی یا جال میں پھنس کر مر گئی یا پانی میں کوئی ایسی چیز ڈال دی جس سے مچھلیاں مر گئیں اور یہ معلوم ہے کہ اس چیز کے ڈالنے سے مریں یا گھڑے یا گڑھے میں مچھلی پکڑ کر ڈال دی اور اس میں پانی تھوڑا تھا۔ اس وجہ سے یا جگہ کی تنگی کی وجہ سے مر گئی۔ ان سب صورتوں میں وہ مری ہوئی مچھلی حلال ہے۔ (درمختار) چھوٹی مچھلیاں بغیر شکم چاک کیے بھون لی گئیں ان کا کھانا حلال ہے۔ (ردالمحتار)

مسئلہ ۶ : جھینگے کے متعلق اختلاف ہے کہ یہ مچھلی ہے یا نہیں اسی بنا پر اس کی حلت و حرمت میں بھی اختلاف ہے۔ بظاہر اس کی صورت مچھلی کی سی نہیں معلوم ہوتی بلکہ ایک قسم کا کیڑا معلوم ہوتا ہے لہٰذا اس سے بچنا ہی چاہیے۔ (ردالمحتار)

مسئلہ ۷ : بکرا جو خصی نہیں ہوتا وہ اکثر پیشاب پینے کا عادی ہوتا ہے اور اس میں ایسی سخت

بدبو پیدا ہو جاتی ہے کہ جس راستہ سے گزرتا ہے وہ راستہ کچھ دیر کے لیے بدبودار ہو جاتا ہے اس کا حکم بھی وہی ہے جو جلالہ کا ہے۔ اگر اس کے گوشت سے بدبو دفع ہو گئی تو کھا سکتے ہیں ورنہ مکروہ وممنوع ہے۔

مسئلہ ۸ : مچھلی کا پیٹ چاک کیا اس میں موتی نکلا اگر یہ سیپ کے اندر ہے تو مچھلی والا اس کا مالک ہے۔ شکاری نے مچھلی بیچ ڈالی ہے تو وہ موتی مشتری کا ہے اور اگر موتی سیپ میں نہیں تو مشتری شکاری کو دے دے اور یہ لقطہ ہے۔ اور مچھلی کے شکم میں انگوٹھی یا روپیہ یا اشرفی یا کوئی زیور ملا تو لقطہ ہے اگر یہ شخص خود محتاج وفقیر ہے تو اپنے صرف میں لا سکتا ہے ورنہ تصدق کر دے۔ (درمختار، ردالمختار) بعض گائیں بکریاں غلاظت کھانے لگتی ہیں ان کو جلالہ کہتے ہیں۔ اس کے بدن اور گوشت وغیرہ میں بدبو پیدا ہو جاتی ہے اس کو کئی دن تک باندھ رکھیں کہ نجاست نہ کھانے پائے۔ جب بدبو جاتی رہے تو ذبح کر کے کھائیں۔ اسی طرح جو مرغی غلاظت کھانے کی عادی ہو اسے چند روز بند رکھیں۔ جب اثر جاتا رہے ذبح کر کے کھائیں۔ جو مرغیاں چھوٹی پھرتی ہیں ان کو بند کرنا ضروری نہیں جبکہ غلاظت کھانے کی عادی نہ ہوں۔ اور ان میں بدبو نہ ہو۔ ہاں بہتر یہ ہے کہ ان کو بند رکھ کر ذبح کریں۔ (فتاوٰی عالمگیری، ردالمختار)

مسئلہ ۹ : جانور کو ذبح کیا وہ اٹھ کر بھاگا اور پانی میں گر کر مر گیا یا اونچی جگہ سے گر کر مر گیا اس کے کھانے میں حرج نہیں کہ اس کی موت ذبح ہی سے ہوئی۔ پانی میں گرنے یا لڑھکنے کا اعتبار نہیں۔ (فتاوٰی عالمگیری)

مسئلہ ۱۰ : زندہ جانور سے اگر کوئی ٹکڑا جدا کر لیا۔ مثلاً دنبہ کی چکی کاٹ لی یا اونٹ کا کوہان کاٹ لیا یا کسی جانور کا پیٹ پھاڑ کر اس کی کلیجی نکال لی یہ ٹکڑا حرام ہے۔ جدا کرنے کا یہ مطلب ہے کہ وہ گوشت سے جدا ہو گیا اگرچہ ابھی چمڑا لگا ہوا ہو اور اگر گوشت سے اس کا تعلق باقی ہے تو مردار نہیں یعنی اس کے بعد اگر جانور کو ذبح کر لیا تو یہ ٹکڑا بھی کھایا جا سکتا ہے۔ (درمختار)

۱۰۔ قربانی

قربانی کا لفظ اصطلاحی معنوں کے لحاظ سے صرف اس ذبیحہ کے لیے مخصوص ہے۔ جو

سنت ابراہیمی کے پیش نظر عیدالضحیٰ کے موقع پر قربان کیا جاتا ہے اور اس لحاظ سے اسلام میں یہ لفظ صرف جانور کے ذبیحہ کے لیے ہے۔ قرآن پاک میں اکثر مقامات پر قربانی کا ذکر ہے اور قربانی کے لیے مختلف الفاظ استعمال ہوئے ہیں لیکن ان تمام الفاظ سے مراد قربانی ہی ہے۔ قربانی کے بارے میں ارشاد ہوا ہے کہ:

(1) قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَ مَحْیَایَ وَ مَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ. لَا شَرِیْکَ لَهٗ وَ بِذٰلِکَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ. (انعام:162-163)

آپ کہہ دیجئے کہ میری نماز اور میری قربانی اور میری زندگی اور میرا مرنا سب اللہ ہی کے لیے ہے جو سارے جہان کا رب ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور مجھے اسی کا حکم ملا ہے اور میں سب سے پہلا مسلمان ہوں۔

(2) فَصَلِّ لِرَبِّکَ وَانْحَرْ ط (الکوثر)

پس نماز پڑھئے۔ اپنے رب کے لیے اور قربانی کیجئے۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے نبی اکرم ﷺ کی طرف یہ خطاب ہوا کہ آپ نے جس دین کی دعوت اہل دنیا کو دی ہے اس کے بارے میں برملا وضاحت فرما دیجئے کہ یہی دین صراط مستقیم ہے اور یہ وہ راستہ ہے جس پر حضرت ابراہیم علیہ السلام تھے اور اس دین پر قائم رہتے ہوئے میری ہر قسم کی عبادت یعنی نماز اور اللہ کی راہ میں ہر طرح کی قربانیاں' موت اور حیات اللہ ہی کے لیے ہے۔ دراصل اس زمانے میں مشرکین اللہ کے علاوہ بتوں کی عبادت کرتے تھے اور ان کے لیے قربانی کرتے تھے۔ اس کی تردید کی گئی کہ رسول اکرم ﷺ کی ہر طرح کی عبادت اور قربانی صرف ذات الٰہی کے لیے ہے۔ یہاں قربانی کے لیے نسک کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ اس سے مراد قربانی ہے۔ بعض فتنہ پرور اور کجرو لوگ اس لفظ سے مراد قربانی نہ لیتے ہوئے صریحاً قربانی سے انکار کر دیتے ہیں' ایسا کرنا صالحیت' تقویٰ اور پرہیزگاری کے خلاف ہے اور دین میں سوائے رخنہ اندازی کے اور کچھ حاصل نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا امت مسلمہ کے کسی بھی فرد کو قربانی سے انکار کا کوئی جواز نہیں۔

پھر بعد والی آیت میں بیان ہوا ہے کہ نماز پڑھنے کے بعد قربانی کرو۔ اس کے بارے میں رسول اکرم ﷺ کا یہی طریقہ کار تھا کہ آپ نماز عید سے فارغ ہونے کے بعد اپنی قربانی ذبح کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ جو شخص ہماری طرح نماز پڑھے اور ہم جیسی

قربانی کرے اس نے شرعی قربانی کی اور جس نے نماز سے پہلے ذبح کرلیا اس کی قربانی نہ ہوئی۔

مسائل قربانی

رسول اکرم ﷺ کی متابعت میں ہر محبت اور اہل دل عاقل اور بالغ صاحب نصاب مسلمان پر قربانی واجب ہے یعنی جس شخص پر زکوٰۃ عائد ہوتی ہے اس کے لیے قربانی دینا ضروری ہے لیکن صوفیا کا اس کے بارے میں مسلک یہ ہے کہ جو طالب اتنی رقم رکھتا ہو جس سے قربانی کا جانور خریدا جاسکے اس صوفی کے لیے قربانی کرنا لازم ہے اللہ کی راہ میں قربانی کا فعل رسول اکرم ﷺ سے محبت کی دلیل ہے کیونکہ جن لوگوں کو رسول اکرم ﷺ سے حقیقی معنوں میں محبت ہوتی ہے ان کی ازحد کوشش ہوتی ہے کہ وہ اپنی حیات میں ہر اس فعل کو کر گزریں جو رسول اکرم ﷺ نے کیا ہے کیونکہ محبوب کے ہر فعل کو اپنائے بغیر محبت خام رہتی ہے اس لیے اللہ والوں کی یہ کوشش ہوتی ہے کہ وہ ہر حال میں قربانی کریں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ انہیں توفیق بھی دیتا ہے اور وہ ہر سال قربانی کرتے جاتے ہیں۔

قربانی کے دن

قربانی کے لیے اسلام میں تین دن مقرر ہیں ان دنوں کے علاوہ قربانی نہیں دی جا سکتی۔ قربانی کے دن ذی الحجہ کی دسویں' گیارہویں اور بارہویں تاریخیں ہیں' اس کے بارے میں حضرت علی اور حضرت نافع رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ عیدالاضحیٰ کے بعد دو دن تک قربانی کرنا جائز ہے۔ (مؤطا امام مالک) لیکن نیکی میں جلدی کرنا تاخیر سے بہت ہی افضل ہے اس لیے عیدالاضحیٰ کے پہلے دن قربانی کرنا بہت ہی بہتر ہے۔ اور رسول اکرم ﷺ سے محبت کا تقاضا بھی یہی ہے کہ عید کے روز ہی قربانی کی جائے۔

نماز عید سے قبل قربانی کرنا درست نہیں اگر کوئی نماز عید سے پہلے ہی قربانی کرلے تو اس کی قربانی نہ ہوگی اور اس کے لیے دوبارہ قربانی کرنا ضروری ہے لیکن جہاں نماز عید نہ ہو وہاں نماز عید کا وقت گزر جانے کے بعد قربانی کرنا جائز ہے۔

قربانی کا مسنون طریقہ

قربانی کرنے والے کے بارے میں رسول اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ جس شخص نے

قربانی کرنا ہو وہ ذوالحجہ کا چاند دیکھنے کے بعد نہ اپنے بال بنوائے اور نہ ناخن کٹوائے۔ یہاں تک کہ وہ قربانی کرے۔ (مسلم) اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ قربانی کرنے والے کے لیے عیدالاضحیٰ کا چاند دیکھنے سے عید کے روز قربانی کرنے تک حجامت نہیں بنوانی چاہیے کیونکہ ایسا کرنا مسنون ہے۔

اپنے ہاتھ سے ذبح کرنا

قربانی کا جانور اپنے ہاتھ سے ذبح کرنا بہت ہی افضل ہے لیکن کچھ رواج ایسا ہو گیا ہے کہ لوگ پیشہ ور لوگوں اور مساجد کے مولویوں ہی سے ذبح کرانے کو افضل تصور کرتے ہیں اور خود ذبح کرنے سے مطمئن نہیں ہوتے لیکن اہل علم کا شیوہ ہے کہ اپنے ہاتھ ہی سے ذبح کرتے ہیں لہٰذا قربانی کرنے والے مسلمان بھائیوں کے لیے یہ انتہائی سعادت مندی ہے کہ وہ قربانی کا جانور خود ذبح کریں۔ قربانی کا طریقہ یہ ہے کہ قربانی کی نیت کی جائے اور پھر قربانی کے جانور کو قبلہ رو لٹا کر اس کے گلے پر تیز دھار والی چھری چلانی چاہیے اگر کسی دوسرے کی طرف سے قربانی ہے اور وہ اپنے ہاتھ سے ذبح نہ کر رہا ہو تو اسکا ذبح کرتے وقت جانور کے پاس کھڑا ہونا اچھا ہے۔ ایسے ہی اگر عورت کی طرف سے قربانی ہے تو اسے ذبح کے وقت جانور کے پاس کھڑا ہونا چاہیے۔

قربانی کی دعا

ذبح کرنے سے پہلے یہ دعا پڑھنی چاہیے۔ اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ عَلٰی مِلَّةِ اِبْرَاهِیْمَ حَنِیْفًا وَّمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ. اِنَّ صَلٰوتِیْ وَنُسُكِیْ وَ مَحْیَایَ وَ مَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ. لَاشَرِیْكَ لَهٗ وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ اَللّٰهُمَّ لَكَ وَمِنْكَ (مشکوٰۃ شریف) پھر بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُ اَكْبَرُ کہہ کر ذبح کرنا چاہیے اور ذبح کرنے کے بعد یہ دعا پڑھنی چاہیے۔ اَللّٰهُمَّ تَقَبَّلْهُ مِنِّیْ كَمَا تَقَبَّلْتَ مِنْ حَبِیْبِكَ مُحَمَّدٍ وَ خَلِیْلِكَ اِبْرَاهِیْمَ عَلَیْهِمَا السَّلَامُ.

قربانی کے گوشت کا استعمال

گوشت کو استعمال میں لانے کی دو صورتیں ہیں۔ ایک صوت تو یہ ہے کہ قربانی کا

گوشت جس علاقہ میں زیادہ ہو اور وہاں کھانے والے کم ہوں تو وہاں جتنا گوشت استعمال میں لانا ہو لائیں۔ باقی گوشت کو کسی طریقے سے محفوظ کر کے بعد میں استعمال میں لایا جائے جیسا کہ حج کے موقع پر ہوتا ہے۔

گوشت کو استعمال میں لانے کی دوسری صورت یہ ہے کہ زیادہ تر علاقے ایسے ہیں جہاں قربانی کرنے والے کم ہوتے ہیں اور گوشت استعمال کرنے والوں کی تعداد زیادہ ہوتی ہے۔ وہاں قربانی کے گوشت کے تین حصے کیے جائیں ان سے ایک حصہ اپنے لیے ایک حصہ عزیز و اقارب کیلئے اور بقایا تیسرا حصہ حقداروں میں تقسیم کیا جائے لیکن قربانی کے گوشت کو ہرگز فروخت نہیں کیا جاسکتا۔ بلکہ فروخت کرنا حرام ہے اور ذبح کرنے والے کو اجرت میں گوشت یا کھال دینا جائز نہیں۔ اگر گھر کے افراد بہت زیادہ ہوں تو قربانی کے گوشت کے ایک تہائی سے زیادہ بھی اپنے استعمال میں لایا جاسکتا ہے۔

قربانی کے چرم کا مصرف

قربانی کی کھال کسی محتاج، مسکین، یتیم یا فقیر کو دینی چاہیے لیکن اس چمڑے کا مصلیٰ بنا لینا یا کسی اور ذاتی استعمال میں لانا بھی درست ہے البتہ فروخت کر کے اس کی رقم اپنے خرچہ میں لانا جائز نہیں اور نہ ہی کسی امام مسجد کو جو کھاتا پیتا ہو دینا جائز ہے البتہ قربانی کی کھال کسی اسلامی مدرسے کے کسی نادار طالب علم کو دینا بہت ہی بہتر ہے لیکن اس سے ملازمین کی تنخواہیں دینا جائز نہیں اور نہ ہی کسی سیاسی جماعت کو سیاست کے لیے کھال دینا درست ہے۔ چرم کا بہترین مصرف تو کسی اللہ والے کے ذریعہ کسی نیک کام میں استعمال کرا دینا ہے لیکن کسی اسلامی فلاحی ادارہ کو بھی قربانی کا چرم دینا نہایت ہی اچھا مصرف ہے۔

کسی کی طرف سے قربانی کرنا

دنیا سے گزرے ہوئے بزرگوں کی طرف سے بھی قربانی دی جاسکتی ہے یعنی اگر ماں باپ یا کوئی اور رشتہ دار دنیا سے چلے گئے ہوں تو صاحب ثروت کو اس کی طرف سے بھی قربانی کرنی چاہیے لیکن اہل دل کا شیوہ ہے کہ وہ رسول اکرم ﷺ کی طرف سے قربانی کرنے کو زیادہ پسند فرماتے ہیں کیونکہ ایسی نیاز مندی انتہائی خوش نصیبی کی بات ہے۔

قربانی کے جانوروں کے مسائل

قربانی کے جانوروں کے بارے میں رسول اکرم ﷺ کی بیشمار احادیث ہیں۔ جن کے مطابق اونٹ' اونٹنی' گائے' بیل' بھینس' بھینسا' بھیڑ' بکرا' بکری' دنبہ قربانی کے جانور ہیں۔ ان کے علاوہ کسی جانور کی قربانی جائز نہیں۔ یہ جانور جن علاقوں میں زیادہ پائے جاتے ہیں ان کے ہاں اس جانور کی قربانی دینا سہولت کے قریب تر ہے مثلاً ہندو پاک میں بکرا اور دنبہ عموماً گائے یا اونٹ سے سستا اور آسانی سے مل جاتا ہے لہٰذا یہاں ایسے جانوروں کی قربانی آسانی سے دی جاسکتی ہے۔ اور جن علاقوں میں اونٹ زیادہ ہوں وہاں اونٹ کی قربانی دینا بہتر ہے۔ بہر کیف مقصد یہ ہے کہ جو جانور میسر آئے اس کی قربانی کی جائے کیونکہ احادیث سے یہ ثبوت ملتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مختلف اوقات میں عید قربان کے موقع پر اونٹ' گائے اور بکروں کی قربانی کی۔ قربانی کے جانوروں کے مسائل مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ بکرے اور دُنبے کی قربانی

دنبہ' بکرا' بکری یا بھیڑ وغیرہ کی قربانی صرف ایک ہی آدمی کی طرف سے ہوگی ایک سے زائد حصہ دار اس میں شامل نہیں ہوسکتے۔

۲۔ گائے اور اونٹ کی قربانی

گائے یا اونٹ کی قربانی میں سات آدمی حصہ لے سکتے ہیں۔ جس کا ثبوت رسول اکرم ﷺ کی اس حدیث سے ملتا ہے جو حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ حدیبیہ کے سال ہم نے رسول کرم ﷺ کے ساتھ اونٹ سات آدمیوں کی طرف سے اور گائے بھی سات آدمیوں کی طرف سے قربان کیے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر کسی کا حصہ بھی ساتویں حصہ سے کم ہوگا تو کسی کی قربانی درست نہ ہوگی۔ البتہ ایسے ہوسکتا ہے کہ کوئی دو یا تین یا چار یا کم وبیش حصے لے مگر اس میں بھی شرط ضروری ہے کہ کسی کا حصہ بھی ساتویں حصہ سے کم نہ ہو ورنہ قربانی نہ ہوگی۔

۳۔ جانوروں کی عمریں

قربانی کے جانوروں کی عمریں جو فقہی لحاظ سے ہونی چاہئیں وہ یہ ہیں کہ بکرا' بکری'

دنبہ، بھیڑ سال بھر کی ہونی چاہیے۔ گائے، بھینس کی عمر دو سال ہونی چاہیے۔ اونٹ کی عمر پانچ ہونی چاہیے۔ اس سے کم عمر کے جانوروں کی قربانی درست نہیں۔

۴۔ سینگوں کا مسئلہ

جس جانور کے سینگ آدھے سے زیادہ ٹوٹ جائیں۔ اس کی قربانی جائز نہیں البتہ جس جانور کے سینگ پیدائشی طور پر نہ ہوں یا تھوڑا سا ٹوٹ جائے تو اس کی قربانی جائز ہے۔

۵۔ جانوروں کا جسمانی نقص

سنن ابن ماجہ میں ہے کہ چار قسم کے جانوروں کی قربانی جائز نہیں۔ ایک کانا، جس کا کانا پن ظاہر ہو۔ دوسرا بیمار جس کی بیماری ظاہر ہو۔ تیسرا لنگڑا، جس کا لنگڑا پن ظاہر ہو۔ چوتھا وہ جو اتنا کمزور ہو کہ اس کی ہڈیوں پر گوشت نظر نہ آئے یعنی لاغر ہو۔

۶۔ کان یا دم کا کٹا ہونا

وہ جانور جس کا کان آگے یا پیچھے سے کٹا یا پھٹا ہو یا اس کا کوئی عضو کٹا ہو یا سب اعضاء کٹے ہوں یا دم ایک تہائی سے زیادہ کٹی ہو تو ایسے جانور کی قربانی جائز نہیں۔

۷۔ خصی بکرے یا دنبے کی قربانی

خصی بکرے یا دنبے کی قربانی جائز ہے کیونکہ خصی ہونا عیب نہیں بلکہ جانور کو فربہ کرنے کا ایک سبب ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے خصی دنبے کی قربانی کی۔

۱۱۔ وراثت

وراثت سے مراد وہ جائیداد ہے جو مرنے والا چھوڑ جاتا ہے اسے ترکہ بھی کہا جاتا ہے۔ ترکہ دراصل وہ مال ہوتا ہے جو مرنے والا زندگی میں کما کر چھوڑ جاتا ہے یا جو مال اسے آباؤ اجداد سے ملا ہو وہ بھی وراثت میں شامل ہو جاتا ہے۔ وارث سے مراد ہر وہ شخص ہے جو میت کی موت سے پہلے زندہ ہو یا حمل میں ہو۔ اسلام میں ترکہ کو صحیح ورثاء میں تقسیم کرنے پر بہت زور دیا گیا ہے۔

علم الفرائض

شریعت میں وارثت تقسیم کرنے کے علم کو علم الفرائض کہا جاتا ہے یعنی علم فرائض یا علم

میراث وہ علم ہے جس کے ذریعے کسی میت کی متروکہ جائیداد اس کے ورثاء میں صحیح طور پر تقسیم کی جاتی ہے اس کے تین ارکان ہیں۔ وارث' مورث' موروث۔ اس علم کو علم فرائض اس لیے کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے میراث کے حصے کو بذات خود مقرر فرمایا ہے اس لیے وراثت کو فرائض اور اس کے علم کو علم الفرائض کہا گیا ہے۔ وہ ورثاء جن کے حصے قرآن پاک میں ہیں ان کو اصحاب فروض کہتے ہیں۔ چونکہ اس کا تعلق حقوق العباد سے ہے اس لیے نبی کریم رؤف رحیم ﷺ نے اس علم کی فضیلت بیان فرمائی۔ اس سلسلے میں حسب ذیل ارشادات نبویہ ﷺ ملاحظہ ہوں۔

حدیث ۱: ابن ماجہ' دار قطنی اور حاکم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ **تَعَلَّمُوا الْفَرَائِضَ وَالْقُرْاٰنَ وَعَلِّمُوا النَّاسَ**. یعنی فرائض اور قرآن کا علم سیکھو اور لوگوں کو سکھاؤ۔

حدیث ۲: ابن ماجہ و دار قطنی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ علم فرائض سیکھو اور لوگوں کو سکھاؤ کیونکہ علم فرائض نصف علم ہے۔

چنانچہ فضیلت مذکورہ سے واضح ہے کہ علم دین کے مختلف شعبوں میں علم فرائض ایک امتیازی شان رکھتا ہے اسی لیے شریعت مطہرہ نے اس کا بڑا اہتمام فرمایا۔ رب کائنات نے قرآن کریم میں اس کے اصولی احکام بالصراحت بیان فرمائے۔ نبی اکرم ﷺ نے وراثت سے متعلقہ قرآنی اصولوں کی وضاحت فرمائی۔ نیز امت کو اس علم کے سیکھنے اور سکھانے کا حکم فرمایا۔ چنانچہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس علم کو سیکھا اور دوسروں کو بھی سکھایا۔ ائمہ مجتہدین رحمہم اللہ نے اس علم کے قواعد و ضوابط' اصول و فروع اجمالاً و تفصیلاً قرآن و حدیث کے مطابق بیان فرمائے۔

اصول وراثت

جب کوئی مر جائے تو اس کے مرنے کے بعد میت کے مال میں سے چار حقوق کو ترتیب سے ادا کیا جائے سب سے پہلے اس کے مال میں سے اس کے کفن دفن میں اس کی حیثیت کے مطابق خرچ کیا جائے۔ کفن میں نہ فضول خرچی کی جائے نہ کنجوسی سے کام لیا جائے بلکہ خرچ درمیانہ درجہ کا ہو۔ اس کے بعد اگر وہ قرضدار ہے تو اس کا سارا قرض ادا کیا

جائے گا۔ اس کے بعد اگر اس نے وصیت کی ہے تو اس کا تہائی مال اس کی وصیت کے مطابق وصیت والوں کو دلایا جائے گا۔ تجہیز وتکفین، قرض اور وصیت میں مال خرچ کر دینے کے بعد جو مال باقی بچے گا ان وارثوں کو دلایا جائے گا جن کا حق کتاب وسنت اور اجماع سے ثابت ہے۔ وارثت کو تقسیم کرنے کے لیے مندرجہ ذیل اصولوں کو مدنظر رکھنا ضروری ہے۔

ا۔ قبل ازموت جائیداد میں تصرف کا حق

ہر شخص مرنے سے پہلے تندرستی کی حالت میں اپنی جائیداد میں اس حد تک تصرف کر سکتا ہے جس سے ورثا کی ناجائز طور پر حق تلفی نہ ہو۔ اس میں اسے عدل وانصاف کے شرعی تقاضوں کو پیش نظر رکھنا ہوگا۔

مثلاً ایک شخص کے چند بیٹے ہیں۔ ان میں سے ایک کے سوا سب خوشحال اور مالدار ہیں تو اگر وہ اپنے مفلس بیٹے کو جائیداد کا کچھ حصہ زندگی ہی میں ہبہ کر دے تو یہ ناپسندیدہ امر نہیں۔ یا ایک شخص کی نرینہ اولاد میں بعض لڑکے فاسق وفاجر، بدکردار اور والدین کے سخت بے ادب وگستاخ ہیں اور ان کے کہے میں نہیں۔ جبکہ ایک فرزند نہایت مؤدب، مطیع وفرمانبردار اور نیک چلن ہے تو شرعی طور پر اس میں کوئی کراہت نہیں کہ مذکور شخص اپنے فرمانبردار بیٹے کو اپنی جائیداد کا کچھ حصہ دیدے۔ یا ایک شخص کو خدشہ ہے کہ اس کے ورثا اکثر ظالم طبع کے لوگ ہیں اور اس کے مرنے کے بعد ورثا اس کی بیوی کو اس کا حصہ نہیں دیں گے تو وہ زندگی ہی میں بیوی کے نام کچھ جائیداد منتقل کر سکتا ہے اس کے لیے ایسا کرنا ناجائز نہیں۔

۲۔ لاپتہ کی وارثت

مذہب حنفی کے مطابق جو شخص مفقود الخبر (لاپتہ) ہو جائے اور اس کی زندگی موت کا صحیح پتہ نہ چل سکے تو اس کی جائیداد کو تخمینا اس کی تاریخ پیدائش سے 90 سال کی عمر تک رکھا جائے گا۔ اگر اس عرصے میں اس کی خبر نہ ملے تو اسے مردہ تصور کر لیا جائے اور ورثا میں اس کی جائیداد کو تقسیم کر دیا جائے۔ اسی طرح اور کسی مورث کی وراثت میں مفقود الخبر کا حصہ ہو تو اس حصے کو مذکورہ بالا مدت تک امانتا رکھ لیا جائے۔ اگر وہ نہ آئے تو اسے مردہ تصور کر کے اس کے حصے کو اس کے ترکہ میں شامل کر کے ورثا میں تقسیم کر دیا جائے۔

۳۔ حمل شدہ بچے کی وراثت

ورثا میں سے اگر کوئی بچہ بچی حمل میں ہو تو بہتر یہ ہے کہ اس کے پیدا ہونے تک ترکہ تقسیم نہ کیا جائے۔ اگر پہلے کرنا بھی ہو تو جنین کو بچہ فرض کرتے ہوئے اس کا ترکے میں حصہ بطور امانت رکھ دیا جائے۔ اگر بچہ کی بجائے بچی ہو تو اس کا حصہ اسے دے کر باقی حصہ وارثوں میں تقسیم کر دیا جائے گا۔

۴۔ قضا نماز روزہ کا فدیہ

اگر مورث نے وصیت کی ہو کہ اس کے ترکہ میں سے اس کی قضا شدہ نمازوں اور روزوں کا فدیہ ادا کیا جائے تو وارثوں پر اس کی وصیت کا نفاذ واجب ہو گا بشرطیکہ ترکہ کے ایک تہائی سے زیادہ حصہ اس کی زد میں نہ آ جائے۔

۵۔ مخنث یا ہیجڑے کی وارثت

اگر وارثوں میں کوئی ہیجڑہ ہو تو وارثت میں اس کا حصہ اس اصول کے تحت مقرر کیا جائے گا کہ اگر اس میں مردانہ صفات پائی جاتی ہیں تو اسے مرد تصور کیا جائے گا اور اگر زنانہ صفات پائی جاتی ہوں تو عورت تصور کیا جائے گا۔ اگر دونوں صفات برابر ہوں جسے خنثیٰ مشکل کہتے ہیں تو جس صورت میں اسے خسارہ رہے۔ تقسیم وارثت میں وہی صورت اختیار کی جائے گی۔

۶۔ تقسیم وراثت میں وارثوں کے درمیان معاہدہ

تقسیم وارثت کے سلسلے میں وارث ایک دوسرے کے ساتھ باہمی رضامندی سے معاہدہ کر سکتے ہیں مثلاً ایک وارث نے اس شرط پر اپنا حق چھوڑ دیا کہ اسے وارثت میں سے کوئی چیز دے دی جائے ایسا کرنا شرعاً جائز ہے۔

۷۔ موت کی پینشن یا وظیفہ

پنشن یا وظیفہ کی وہ رقم جو متوفی کی موت کے بعد وصول ہوئی اور سرکاری کاغذات میں متوفی کے علاوہ اور کسی کا نام نہ ہو تو اس رقم کو بھی ترکہ ہی میں شامل کر کے تقسیم کر دیا جائے گا اور اگر کاغذات میں متوفی کی بیوی یا اس کے بچوں یا اور کسی کا نام ہے تو اس رقم کے وہی حقدار ہوں گے ترکہ میں شامل نہیں کی جائے گی۔

۸۔قاتل‘ مقتول کا وارث نہیں ہوسکتا

قتل کرنا جس سے قصاص یا کفارہ واجب ہو یعنی اگر کسی نے کسی کو قتل کر دیا ہو تو اگر چہ وہ رشتہ کی وجہ سے وارثت کا حقدار ہو لیکن اس قتل کی وجہ سے وراثت سے محروم ہو جائے گا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ قاتل میراث نہیں پاتا۔ (ابن ماجہ)

۹۔کافر‘ مسلمان کا وارث نہیں ہوسکتا

کافر مسلمان کا وارث نہیں ہوسکتا اور ایسے ہی مسلمان کافر کا وارث نہیں ہوسکتا اور نہ ہی کوئی مرتد یا مرتدہ‘ مسلمان مرد یا عورت کے وارث بن سکتے ہیں۔ البتہ کافر دوسرے کافر کا (اگر چہ دوسرے مذہب کا ہو) کا وارث ہوسکتا ہے۔ چنانچہ عیسائی‘ یہودی‘ مجوسی ایک دوسرے کے وارث ہوسکتے ہیں۔

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مسلمان کافر کا وارث نہیں ہوتا اور نہ کافر مسلمان کا۔ (بخاری)

۱۰۔حرامی بچہ محروم وارثت ہے

حرامی بچہ کسی کی جائیداد کا وارث نہیں ہوتا۔ حضرت عمرو بن شعیب رضی اللہ عنہ کے والد ماجد نے ان کے جد امجد سے روایت کی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔ جس نے کسی آزاد عورت یا لونڈی سے بدکاری کی تو وہ بچہ حرامی ہے لہٰذا نہ یہ بچہ اس کا وارث اور نہ یہ اس بچے کا وارث۔ (ترمذی شریف)

۱۱۔قرابت وراثت کا موجب ہے

کسی کا وارث بننے کے لیے قرابت کے درجے کو مدنظر رکھا جائے گا۔

حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ مشرکوں میں سے اس شخص کے بارے میں کیا سنت ہے جس نے کسی مسلمان کے ہاتھوں پر اسلام قبول کیا ہو؟ فرمایا کہ اس کی زندگی اور موت میں وہ لوگوں کی نسبت زیادہ قریب ہے۔ (ترمذی‘ ابن ماجہ‘ دارمی)

احادیث وراثت

جن احادیث میں حضور ﷺ نے تقسیم کے احکام فرمائے ہیں وہ حسب ذیل ہیں:

حدیث ۱: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ وہ دادی جس کو اس کے بیٹے کے ساتھ پہلے پہل رسول اللہ ﷺ نے چھٹا حصہ دلوایا اس کے بیٹے کے ساتھ جبکہ اس کا بیٹا زندہ تھا۔ (ترمذی' دارمی)

حدیث ۲: حضرت ضحاک بن سفیان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کی طرف لکھا کہ اشیم ضبابی کی بیوی کو اس کے خاوند کی میراث دلائی جائے۔ (ترمذی)

حدیث ۳: حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا دو مختلف دین رکھنے والے ایک دوسرے کے وارث نہیں ہوتے۔ (ابوداؤد' ابن ماجہ)

حدیث ۴: حضرت عمرو بن شعیب رضی اللہ عنہ کے والد ماجد نے ان کے جدامجد سے روایت کی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔ ولاء کا وارث وہی ہے جو مال کا وارث ہے (ترمذی)

حدیث ۵: حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے دادی اور نانی کا چھٹا حصہ مقرر فرمایا جبکہ میت کی ماں زندہ نہ ہو۔ (ابوداؤد)

حدیث ۶: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مقررہ میراث اس کے حصہ داروں کو دو اور جو باقی بچے وہ اس سے زیادہ قریب مرد کے لیے ہے۔ (بخاری)

حدیث ۷: حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ خزاعہ سے ایک آدمی فوت ہوگیا تو اس کی میراث نبی کریم ﷺ کے پاس لائی گئی۔ فرمایا کہ اس کا کوئی وارث یا ذی رحم تلاش کرو۔ چنانچہ اس کا وارث اور ذی رحم کوئی نہ ملا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ خزاعہ کے سردار کو دے دو۔ (ابوداؤد)

حدیث ۸: حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک آدمی رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض گزار ہوا کہ میرا بیٹا فوت ہوگیا ہے اس کی میراث سے میرا کتنا حصہ ہے؟ فرمایا کہ تمہارا چھٹا حصہ ہے۔ جب واپس لوٹنے لگا تو اسے بلا کر فرمایا۔ تمہارے لیے چھٹا حصہ اور ہے جب پیٹھ پھیری تو بلا کر فرمایا دوسرا چھٹا حصہ عصبہ کے طور پر ہے۔ (احمد' ترمذی'

ابوداؤد)

حدیث ۹: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک شخص فوت ہوگیا اور وارث کوئی نہ چھوڑا سوائے ایک غلام کے جس کو اس نے آزاد کردیا تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا اس کا کوئی ہے؟ لوگ عرض گزار ہوئے کہ نہیں سوائے ایک غلام کے جس کو اس نے آزاد کر دیا تھا۔ پس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی میراث اسی غلام کو دے دی۔ (ابوداؤد' ترمذی' ابن ماجہ)

حدیث ۱۰: حضرت مقدام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں ہر مسلمان سے اس کی جان کی نسبت زیادہ قریب ہوں۔ پس جو قرض یا بال بچے چھوڑے وہ ہماری ذمہ داری ہے اور جو مال چھوڑے وہ اس کے وارثوں کا ہے اور میں اس کا والی ہوں جس کا کوئی والی نہ ہو۔ اس کے مال کا وارث نہ ہو۔ اس کے مال کا وارث ہوگا اور اس کے قیدی چھڑائے گا۔ ایک روایت میں ہے کہ میں اس کا وارث ہوں جس کا کوئی وارث نہ ہو۔ اس کی طرف سے دیت ادا کروں گا اور اس کی میراث لوں گا۔ ماموں اس کا وارث ہے جس کا کوئی وارث نہ ہو۔ اس کی طرف سے دیت دیگا اور میراث لے گا۔ (ابوداؤد)

حدیث ۱۱: حضرت ہزیل بن شرجیل کا بیان ہے کہ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے بیٹی' پوتی اور بہن کے متعلق پوچھا گیا تو فرمایا کہ نصف بیٹی کے لیے اور نصف بہن کے لیے ہے۔ تم حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس جاؤ' وہ میری مطابقت ہی کریں گے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے پوچھا اور حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کا جواب بتایا گیا تو کہا تب تو میں بھٹک جاؤں گا اور راستہ پانے والوں سے نہ رہوں گا۔ میں اس کا وہی فیصلہ کروں گا جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا۔ بیٹی کا آدھا حصہ اور پوتی کا چھٹا حصہ ہے دو تہائی پورا کرنے کو اور جو باقی بچے وہ بہن کا ہے۔ پس میں حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور انہیں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا فیصلہ بتایا۔ فرمایا کہ جب تک یہ جید عالم تم میں موجود ہیں مجھ سے نہ پوچھا کرو۔ (بخاری)

حدیث ۱۲: حضرت قبیصہ بن ذویب کا بیان ہے کہ ایک دادی یا نانی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور اپنی میراث کا سوال کیا۔ آپ نے فرمایا کہ تمہارے لیے اللہ کی کتاب میں کچھ نہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت میں بھی تمہارے لیے کچھ نہیں ہے۔ تم جاؤ تاکہ میں لوگوں سے مزید دریافت کروں۔ پس آپ نے پوچھا تو حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میری موجودگی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے چھٹا حصہ دیا۔ حضرت

ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ کیا آپ کے ساتھ دوسرا تھا؟ حضرت محمد بن مسلمہ نے بھی اسی طرح کہا جو حضرت مغیرہ نے کہا تھا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس کے لیے حکم صادر فرمایا' پھر دوسری دادی یا نانی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور اپنی میراث کا سوال کیا۔ فرمایا کہ وہی چھٹا حصہ ہے اور اگر تم دونوں (دادی اور نانی) جمع ہو جاؤ تو وہ تم دونوں کا ہے اور ان میں سے جو اکیلی ہو تو وہ اسی کا ہے۔ (مالک' احمد' ترمذی' دارمی' ابوداؤد' ابن ماجہ)

حدیث ۱۳: حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضرت سعد بن ربیع کی اہلیہ محترمہ حضرت سعد والی اپنی دونوں بیٹیوں کو لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئیں اور عرض کی۔ یارسول اللہ! یہ دونوں حضرت سعد بن ربیع کی بیٹیاں ہیں۔ ان کے والد ماجد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ دیتے ہوئے غزوہ احد میں شریک ہو کر شہید ہو گئے تھے۔ ان کے چچا نے ان کا مال لے لیا اور ان کے لیے ذرا مال نہیں چھوڑا۔ اور ان کا نکاح نہیں ہو سکتا۔ جب تک ان کے پاس مال نہ ہو۔ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس کا فیصلہ فرمائے گا۔ چنانچہ آیت میراث نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے چچا کو بلوا کر فرمایا کہ سعد کی دونوں بیٹیوں کو دو تہائی مال دو اور آٹھواں حصہ ان کی والدہ کو۔ جو باقی بچے وہ تمہارا ہے۔ (احمد' ترمذی' ابوداؤد' ابن ماجہ)

حدیث ۱۴: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک آزاد کردہ غلام فوت ہو گیا۔ جس نے کچھ مال چھوڑا لیکن اس کا قرابت دار کوئی نہ تھا اور نہ اولاد تھی۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کی میراث اس کے گاؤں والوں میں سے کسی شخص کو دے دو۔ (ترمذی' ابوداؤد)

حدیث ۱۵: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں مسلمانوں سے ان کی جانوں کی نسبت زیادہ قریب ہوں۔ پس جو فوت ہو جائے اور اس پر قرض ہو جس کے برابر وہ مال نہ چھوڑے تو اس کا ادا کرنا میری ذمہ داری ہے اور جو اس نے مال چھوڑا وہ اس کے وارثوں کے لیے ہے۔

دوسری روایت میں ہے کہ جس نے قرض چھوڑا یا بال بچے تو وہ میرے پاس آئیں کیونکہ ان کا سرپرست میں ہوں۔ ایک اور روایت میں ہے کہ جس نے مال چھوڑا وہ اس کے وارثوں کا ہے اور جس نے بوجھ چھوڑا وہ ہم پر ہے۔ (متفق علیہ)

وراثت کے شرعی حصے

وراثت میں حصہ پانے کے لحاظ سے ورثا تین قسم کے ہیں۔ (1) اصحاب فروض۔ (2) عصبات۔ (3) ذوی الارحام۔ اصحاب فروض وہ ہیں جن کے حصے شریعت مطہرہ نے مقرر کر دیے ہیں۔ عصبات وہ قریبی لوگ ہوتے ہیں جو نسبی قرابت کی وجہ سے میراث سے حصہ پاتے ہیں۔ ذوی الارحام وہ قرابت دار ہیں جن کا نہ کوئی حصہ مقرر ہے اور نہ وہ قرابت نسبیہ کی بنا پر عصبات میں داخل ہیں خواہ یہ خود عورت یا کسی عورت کے ذریعے سے میت سے تعلق ہو۔

قرآن مجید میں چھ حصے مقرر ہیں جن کو ذوی الفروض ہیں۔ ان کی دو قسمیں ہیں' ایک میں نصف (آدھا) ربع (چوتھائی) ثمن (آٹھواں) ہے۔ دوسرے میں ثلثان (دو تہائی) ثلث (ایک تہائی) سدس (چھٹا) ہے۔

ا۔ اصحاب فروض کے حصے

اصحاب فروض بارہ ہیں جن میں چار مرد ہیں: (1) باپ' (2) دادا' (3) اخیافی بھائی' (4) خاوند۔ اور آٹھ عورتیں ہیں۔

(1) بیٹی' (2) پوتی' (3) سگی بہن' (4) سوتیلی بہن' (5) اخیافی بہن' (6) ماں' (7) دادی' (8) بیوی۔ ان ورثاء کے حصول کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے:

ا۔ باپ کا حصہ

اگر میت نے سوائے باپ کے اور کوئی وارث نہ چھوڑا ہو تو باپ کو کل جائیداد ملے گی اور اگر اولاد چھوڑی ہو مثلاً بیٹے' بیٹیاں اور پوتے' پوتیاں تو باپ کو چھٹا حصہ ملے گا۔ اگر باپ کے ساتھ دیگر فروض بھی شامل ہوں تو ان کا حصہ نکال کر باقی باپ کو ملے گا۔ اس لحاظ سے باپ کے حصے کی تین صورتیں ہو گئیں۔

پہلی صورت میں تو باپ کو فرض مطلق ہی ملے گا یعنی میت کے ترکہ کا چھٹا حصہ ہی ملے گا۔ جبکہ اس کے ساتھ میت کا بیٹا یا پوتا یا پڑپوتا ہو اور اولاد کا اطلاق بیٹے' پوتے اور اس سلسلے کی نیچے کڑی پر ہوتا ہے یعنی اگر میت کا بیٹا نہیں ہے تو بیٹے کی جگہ پوتا ہو گا اور اگر پوتا نہیں ہے تو پڑپوتا ہو گا اسی طرح آخر تک۔

دوسری صورت میں چھٹا حصہ بھی ملتا ہے اور ذوی الفروض کو دینے کے بعد جو کچھ بچ جائے وہ بھی اسے مل جاتا ہے جبکہ میت نے نرینہ اولاد نہ چھوڑی یعنی کسی درجہ میں بھی۔ بلکہ بیٹی یا پوتی یا پڑپوتی چھوڑ کر مرا ہو۔ایسی حالت میں وہ ذوی الفروض میں بھی ہے اور عصبات میں بھی۔ لہٰذا اپنا مقررہ چھٹا حصہ بھی پائے گا اور باقی ماندہ مال بھی۔

تیسری صورت میں ذوی الفروض کو دینے کے بعد جو کچھ مال باقی بچے وہ سب باپ کو مل جائے گا اگر مرنے والے نے نہ کوئی بیٹی چھوڑی نہ بیٹا نہ پوتا نہ پڑپوتا۔ اس صورت میں باپ کا کوئی حصہ مقرر نہیں۔ یہ صرف عصبہ ہی عصبہ ہے اور تمام مال کا مستحق۔

۲۔ دادا کا حصہ

میت کے باپ کی موجودگی میں دادا کا کوئی حصہ اپنے پوتے کے مال متروکہ میں نہیں۔ وہ بالکل محروم رہتا ہے کیونکہ باپ اپنے بیٹے سے بمقابلہ دادا زیادہ قریب ہے اور جب باپ موجود نہ ہو تو دادا کے بعینہ وہی احوال ہیں جو باپ کے ہیں۔ کبھی وہ باپ کا قائم مقام ہو کر چھٹا حصہ پائے گا۔ کبھی وہ ذوی الفروض اور عصبہ دونوں صورتوں میں سامنے آئے گا اور اپنا حق وصول کرے گا اور کبھی صرف عصبہ بن کر مال پر قبضہ کرے گا۔

۳۔ ماں کی طرف سے بھائی کا حصہ

بھائی بہن تین طرح کے ہوتے ہیں۔(1) عینی یعنی حقیقی۔ یعنی ماں باپ دونوں میں شریک ہیں اور سگے کہلاتے ہیں۔(2) علاتی کہ باپ میں شریک ہیں مائیں جدا۔(3) اور اخیافی کہ صرف ماں میں شریک ہیں باپ دونوں کے جدا۔ اوران دونوں کو عرف عوام میں سوتیلے کہا جاتا ہے۔ حقیقی اور علاتی بھائیوں کا شمار عصبات میں ہے۔ البتہ اخیافی بھائی اور بہن ذوی الفروض میں داخل ہیں۔ عصبات میں اس کا شمار نہیں کیونکہ عصبہ نسبی وہی ہے جو باپ کی طرف سے میت سے علاقہ رکھتا ہو۔

(1) اگر ایک بھائی یا ایک بہن ہو تو چھٹا حصہ ملے گا۔

(2) اور اگر اخیافی بھائی بہن ہوں یا زیادہ تو ان کا ایک تہائی ہے۔ اس ثلث مال کو یہ لوگ آپس میں برابر برابر تقسیم کرلیں گے اور یہ خصوصیت صرف اخیافی بہن بھائی کی ہے کہ مرد عورت کا حصہ برابر ہے ورنہ دوسرے مقامات پر وہی قانون نافذ ہے۔ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ

الْاُنْثَیَیْنِ. کہ لڑکے کا دوہرا لڑکی کا اکہرا۔

(3) میت کا باپ یا دادا اور بیٹا' پوتا یا بیٹی پوتی موجود ہو تو اخیافی بھائی محروم ہوں گے اس لیے کہ ان کا شمار کلالہ میں ہے اور کلالہ کی میراث والد اور والد کا نہ ہونا شرط ہے۔ لہٰذا اس صورت میں اخیافی بھائی بہن وارث نہیں ہوں گے۔

۴۔ شوہر کا حصہ

میت اگر شادی شدہ عورت ہو اور اس کا شوہر بھی زندہ موجود ہو جس کے نکاح میں یہ بوقت مرگ تھی تو اپنی زوجہ کی میراث میں شوہر کی دو حالتیں ہیں:

پہلی یہ کہ اگر بیوی کا انتقال ہو گیا ہے اور اس نے کوئی بیٹا' بیٹی' پوتا' پوتی نہیں چھوڑا ہے تو خاوند کو بیوی کے ترکہ کا آدھا حصہ ملے گا۔

دوسری یہ کہ اگر زوجہ کے کوئی اولاد بیٹا' بیٹی یا پوتا پوتی ہو تو شوہر کو کل مال میں سے چوتھائی حصہ ملے گا۔ اور یہ ضروری نہیں کہ مرنے والی کی اولاد اسی شوہر سے ہو۔ اگر اس عورت کی پہلے شوہر سے بھی اولاد موجود ہے یا دونوں کی اولاد موجود ہے تو شوہر کا نصف سے کم ہو کر وہی ربع رہ جائے گا۔ یہ بات خوب ذہن نشین رکھیں اور دھوکہ نہ کھائیں۔ لوگ غلط فہمی میں مبتلا ہو کر خواہ مخواہ مغالطہ میں ڈال دیتے ہیں۔

۵۔ بیوی کا حصہ

جس طرح شوہر کبھی میراث سے محروم نہیں ہوتا یونہی زوجہ بھی محروم نہیں رہ سکتی۔ البتہ سہام میں کمی بیشی کا یہاں ضرور فرق ہے اور اس کی بھی دو حالتیں ہیں:

(1) کل ترکہ کا ایک ربع (ایک چوتھائی) ملے گا اگر شوہر نے اپنی اولاد بیٹا بیٹی یا اپنی نرینہ اولاد کی اولاد مثلاً پوتا پوتی وغیرہ نہ چھوڑے ہوں۔

(2) کل متروکہ کا ثمن یعنی آٹھواں حصہ زوجہ کو ملے گا اگر شوہر نے اولاد مذکورہ بالا چھوڑی ہو یعنی اپنا بیٹا بیٹی یا پسری اولاد کی بیٹا بیٹی وغیرہ اور نواسا نواسی وغیرہ کی موجودگی میں اس کا حصہ کم نہیں ہوتا۔

۶۔ بیٹی کا حصہ

بیٹی بھی کبھی محروم نہیں ہوتی اس کی میراث کے بھی تین احوال ہیں:

(1) میت کے ترکہ سے اسے نصف حصہ ملتا ہے اگر صرف ایک بیٹی ہو۔

(2) مال متروکہ میں سے دوثلث (2/3) دیا جائے گا۔ اگر بیٹیاں دو ہوں یا دو سے زیادہ دوثلث مال ان میں برابر برابر تقسیم کر دیا جائے گا۔

(3) کوئی حصہ بیٹی کا مقرر نہیں بلکہ جس قدر بیٹے کو ملے گا اس کا نصف بیٹی کو ملے گا جبکہ وہ کے ساتھ میت کا بیٹا بھی موجود ہو۔ خواہ یہ یا وہ ایک ہوں یا دو چار۔ خواہ میت (جبکہ عورت ہو تو اس) کے یہ بیٹے بیٹیاں اول شوہر سے ہوں یا دوسرے تیسرے سے یا دونوں تینوں سے۔ اور میت جبکہ مرد ہو تو یہ اولاد ایک بیوی سے ہو یا دو سے زائد سے۔ قانون یہی ملحوظ رہے گا کہ مرد کو دوہرا اور عورت کو اکہرا دیا جائے گا۔

۷۔ پوتی کا حصہ

بیٹے کی بیٹی کو پوتی کہا جاتا ہے لیکن قانون میراث میں پوتے اور پڑپوتے کی بیٹی بھی پوتی ہی شمار کی جائے گی۔ اگر بیٹے کی بیٹی موجود نہیں تو پوتے کی بیٹی اور پوتے کی بیٹی بھی زندہ نہ ہو تو پڑپوتے کی بیٹی یا بیٹیاں اپنے دادا پڑدادا کی میراث کی مستحق ہیں۔ اس کی چھ صورتیں ہیں۔

(1) اگر میت کے بیٹا بیٹی موجود نہ ہو صرف ایک پوتی ہو تو اس کو ترکہ میں نصف ملے گا جیسے بیٹی کو ملتا تھا گویا اس صورت میں پوتی بیٹی کے قائم مقام ہوگی۔ اگر پوتی نہ ہو تو پڑپوتی کا بھی یہی حال ہوگا۔

(2) اگر میت کے بیٹا بیٹی موجود نہ ہو دو پوتیاں یا دو سے زیادہ موجود ہوں تو ان کو کل مال میں سے دو تہائی دیا جائے گا اس صورت میں بھی یہ پوتیاں بیٹیوں کے قائم مقام ہیں اور جس طرح بیٹیاں دوثلث کو باہم تقسیم کر لیتی ہیں۔ اسی طرح یہ بھی کر لیں گی خواہ دو پوتیاں ہوں یا زیادہ ہوں۔ اگر پوتی کوئی نہ ہو تو پڑپوتیوں کا بھی یہی حال ہوگا۔

(3) اگر میت کے بیٹا بیٹی نہ ہو ایک پوتی یا کئی پوتیاں ہوں اور ان کے ساتھ کوئی پوتا ہو تو جو کچھ ذوی الفروض کے بعد باقی رہے اس کو یہ پوتیاں اور پڑپوتیاں تقسیم کر لیں۔ اسی قانون کے ماتحت کہ لڑکے کو دوہرا لڑکی کو اکہرا۔ پوتی پڑپوتی کی یہ تین حالتیں بعینہ وہی ہیں جو بیٹی کی تھی۔ یعنی پوتیاں بیٹیوں کے قائم مقام ہو جاتی ہیں۔

(4) اگر میت کے بیٹا' پوتا' پڑپوتا' سکڑ پوتا موجود نہ ہو اور پوتی بھی موجود نہ ہو بلکہ صرف ایک بیٹی اور پڑپوتی ہو تو پڑپوتی کو چھٹا حصہ ملے گا ایک ہو یا چند ہوں۔

(5) اگر میت کے بیٹا' پوتا پڑپوتا نہ ہو' دو بیٹیاں یا دو سے زیادہ موجود ہوں تو پڑپوتی بالکل محروم رہے گی۔ اس لیے قرآن کریم نے دوسرے ورثا کے ہوتے بیٹیوں کا زیادہ سے زیادہ دوثلث مقرر کیا ہے اور یہ حصہ بیٹیاں وصول کرلیں گی تو اب ان کے لیے کچھ باقی نہ رہے گا۔ لہٰذا یہ محروم رہیں گی جبکہ بیٹی ایک ہو تو اسے نصف ترکہ دے کر سدس پوتی پڑپوتی کو دے دیں گے تا کہ دوثلث حصہ پورا ہو جائے۔

(6) اگر میت کے بیٹا موجود ہے تو پوتیاں پڑپوتیاں سب محروم رہیں گی۔ خواہ یہ ان پوتیوں پڑپوتیوں کا باپ ہو یا میت کا دوسرا بیٹا۔ بہرحال پوتی پڑپوتی ساقط یعنی محروم وارثت رہیں گی۔ برخلاف میت کی بیٹی کے کہ وہ ذوی الفروض میں ہے اس کا مقررہ حصہ کوئی نہیں چھین سکتا۔

۸۔ حقیقی بہن کا حصہ

حقیقی یعنی سگی بہن کی میراث میں پانچ حالتیں ہیں:

(1) اگر میت کے کوئی بیٹا' بیٹی' پوتا' پوتی' پڑپوتا' پڑپوتی نہ ہو اور ایک ہمشیرہ ہو تو اس کو میت کے کل ترکہ میں سے نصف ملے گا۔

(2) اگر میت کے کوئی بیٹا بیٹی' پوتا پوتی' پڑپوتا پڑپوتی نہ ہو اور دو یا دو سے زیادہ ہمشیرہ چھوڑی ہوں تو ان سب کو ترکہ میں سے دوثلث (2/3) ملے گا۔ اس کو باہم تقسیم کرلیں۔

(3) اگر میت کے حقیقی بھائی (خواہ ایک یا زیادہ) موجود ہوں تو حقیقی بہن ان کے ساتھ مل کر عصبہ ہو جائے گی کیونکہ دونوں میت کے ساتھ برابری کا علاقہ رکھتے ہیں اس لیے ذوی الفروض کو دینے کے بعد جو کچھ باقی رہے اسے یہ بہن بھائی باہم تقسیم کرلیں اور قاعدہ یہاں بھی وہی جاری ہے کہ مرد کو دوہرا اور عورت کو اکہرا۔

(4) اگر میت کے بیٹی' پوتی' پڑپوتی موجود ہو (خواہ ایک یا زیادہ) تو اس صورت میں وہ عصبہ قرار پائے گی اور ذوی الفروض کو دینے کے بعد جو کچھ باقی رہے گا اور اس کی ملکیت میں آئے گا بشرطیکہ میت نے اپنا بیٹا' پوتا' پڑپوتا یا باپ دادا پڑدادا نہ چھوڑا ہو۔

(5) اگر میت نے باپ دادا پڑدادا یا بیٹا پوتا پڑپوتا وغیرہ چھوڑا تو اس صورت میں حقیقی بہن کا وارثت میں کوئی حق نہیں وہ محروم رہے گی۔

۹۔ علاتی بہن یعنی سوتیلی بہن کا حصہ

میت کی سوتیلی بہنیں بھی حقیقی بہنوں کی طرح ہیں اوراس کی سات صورتیں ہیں:

(1) اگر میت کے کوئی بیٹی پوتی پڑپوتی نہ ہواور ایک علاتی ہمشیرہ ہوتو اس کو میت کے ترکہ کا نصف ملے گا۔

(2) اگر میت کے لئے کوئی بیٹی پوتی پڑپوتی موجود نہ ہواور دو یا دو سے زیادہ علاتی ہمشیرہ ہوں تو ان کوترکہ سے دوثلث یعنی (2/3) ملے گا اس کو باہم تقسیم کرلیں۔

(3) اگر میت نے بیٹی پوتی پڑپوتی چھوڑی (خواہ ایک یا زیادہ) تو اس صورت میں یہ بہن عصبہ قرار پائے گی اور ذوی الفروض کو دینے کے بعد جو کچھ مال متروکہ میت سے باقی رہے گا وہ اس ہمشیرہ کو مل جائے گا۔

ہمشیرہ علاتی کے یہ تین احوال اس وقت ہیں کہ حقیقی ہمشیرہ موجود نہ ہو کہ اب وہ میت کی حقیقی ہمشیرہ کے قائم مقام ہے ورنہ:

(4) اگر میت کی بیٹی پوتی پڑپوتی موجود نہ ہو بلکہ حقیقی ہمشیرہ موجود ہے تو علاتی بہن کو صرف ایک سدس (1/6) ملتا ہے۔ تاکہ ثلث کی تکمیل ہو جائے۔ اگر ایک ہوگی تو تنہا اس سدس کی مالک ہوگی۔ دو یا زیادہ ہوں گی تو سب اس میں شریک ہوں گی۔ علاتی بہن کی یہ چار حالتیں اس وقت ہیں کہ علاتی بہن کے ساتھ کوئی علاتی بھائی موجود نہ ہو ورنہ:

(5) اگر میت کی علاتی بہنوں کے ساتھ بھائی بھی موجود ہوں (خواہ ایک یا زیادہ) تو یہ اپنے علاتی بھائی کے ساتھ مل کر عصبہ ہو جائیں گی اور ذوی الفروض کا حصہ نکالنے کے بعد جو کچھ باقی رہے گا اسے یہ بہن بھائی باہم تقسیم کرلیں گے مرد کو دوہرا عورت کو اکہرا۔

لیکن یہاں شرط یہ ہے کہ اس علاتی بہن کا بھائی بھی اس کی مانند ہو یعنی میت کے ساتھ باپ میں شریک۔ اور اگر میت کا حقیقی بھائی ہوگا تو علاتی بہنیں بالکل محروم رہ جائیں گی اور اخیافی بھائی کی موجودگی میں علاتی بھائی نہ خود عصبہ ہوگا نہ کسی کو اپنے ساتھ عصبہ بنائے گا بلکہ میت کی اولاد کے سامنے تو بالکل محروم رہ جائے گا یہ عصبات میں ہے اور عصبات ذوی الفروض کے سامنے محروم رہتے ہیں۔

(6) (1) میت کے حقیقی بھائی بہن کی موجودگی میں (2) یا صرف حقیقی دو یا زیادہ ہمشیرہ

موجود ہوں اس صورت میں؛ (3) یا ایک حقیقی ہمشیرہ کے ساتھ میت کی بیٹی پوتی وغیرہ کی موجودگی میں علاتی بہنیں محروم رہتی ہیں۔

(7) اگر میت کے بیٹا پوتا پڑپوتا۔ یا باپ دادا پڑدادا وغیرہ موجود ہوں تو علاتی بہن بالکل محروم رہتی ہے بلکہ حقیقی بہن بھائی وغیرہ بھی۔

۱۰۔ اخیافی بہن کا حصہ

اخیافی بہن بھائی جو صرف ماں میں شریک ہوں اور باپ دونوں کے جدا ہوں' وہ آپس میں اخیافی کہلاتے ہیں اور یہ دونوں ذوی الفروض میں شمار ہوتے ہیں اخیافی بہن کے حصے کی تین صورتیں ہیں:

(1) اگر صرف ایک اخیافی بہن ہو بھائی کوئی نہ ہو تو اسے ترکہ چھٹا حصہ ملے گا۔

(2) اگر اس قسم کی دو بہنیں ہوں یا ایک بہن ایک بھائی یا اس سے زیادہ تو ان سب کو میت کے مال متروکہ سے ایک ثلث (1/3) ملے گا اور اس میں ایک ثلث میں سب اخیافی بھائی بہن باہم شریک رہیں گے اور سب کو مساوی حصہ سے تقسیم کر لیں گے۔ اخیافی بھائی بہنوں میں مرد اور عورت کے حصہ میں کم و بیش کا لحاظ نہیں ہوتا بلکہ سب کو برابر حصہ ملتا ہے۔

(3) اگر میت کے بیٹا بیٹی' پوتا پوتی وغیرہم میں سے ایک بھی موجود ہو تو اخیافی بہن کو کچھ نہیں ملتا بالکل محروم رہتی ہے۔ یونہی باپ دادا وغیرہ کی موجودگی میں بھی اس کا کوئی حصہ نہیں۔ وارثت سے ساقط ہے یعنی محروم وارثت۔

۱۱۔ ماں کا حصہ

والدہ کو سدس یعنی چھٹے حصے سے کبھی کم نہیں ملتا اور نہ کسی دوسرے وارث کی وجہ سے کبھی محروم ہوتی ہے۔ وراثت میں اس کے بھی تین احوال ہیں:

(1) ماں کا ایک سدس (1/6) ہے اگر میت کی اولاد یعنی بیٹا بیٹی یا بیٹے کی اولاد یعنی پوتا پوتی یا پوتے کی اولاد یعنی پڑپوتا پڑپوتی وغیرہ موجود ہوں۔ یا میت کے دو بھائی بہن موجود ہوں۔ خواہ یہ بہن حقیقی ہوں یا علاتی یا اخیافی یا مخلوط کہ کوئی حقیقی ہے اور کوئی علاتی یا اخیافی تو بھی ماں کا چھٹا حصہ ہے۔

(2) شوہر یا زوجہ کا حصہ نکالنے کے بعد جو مال باقی بچے اس میں سے ایک ثلث (1/3) ماں

کا حصہ ہے۔ اگر مرد کا انتقال ہوا اور اس کی زوجہ اور باپ دونوں موجود ہوں یا عورت کا انتقال ہوا اور اس کا شوہر اور باپ دونوں موجود ہوں۔

(3) کل مال متروکہ کا ایک ثلث (1/3) ماں کا حق ہے جبکہ:

(1) میت کا پوتا' پوتی' بیٹا' بیٹی' پڑپوتا' پڑپوتی کوئی موجود نہ ہو۔

(2) میت کے دو یا دو سے زیاد بھائی بہن کسی قسم کے موجود نہ ہوں۔

(3) میت کا شوہر اور باپ دونوں ہی موجود نہ ہوں اگر میت زوجہ ہے اور میت کی زوجہ اور باپ دونوں اکٹھے موجود نہ ہوں اگر میت شوہر ہے۔

یعنی والدہ کو کل ترکہ میں سے (1/3) مال ملنے کی یہ تین شرطیں ہیں۔

۱۲۔ دادی اور نانی کا حصہ

جدہ کا اطلاق دادی اور نانی دونوں پر ہوتا ہے۔ عربی میں دادی کو بھی جدہ کہتے ہیں اور نانی کو بھی۔ اسی شریعت مطہرہ میں ان دونوں کی میراث کے احوال بھی یکساں ہیں اور دونوں کا حصہ بھی ایک ہی ہے یعنی سدس (1/6)۔

پھر دادی سے مراد یہاں صرف باپ کی ماں نہیں بلکہ دادا کی ماں اور دادی کی ماں یعنی باپ کی نانی وغیرہ کو بھی شرعاً دادی اور جدہ کہا اور مانا جاتا ہے اور جدات خواہ پدری ہوں یعنی باپ کی جانب سے یا مادری یعنی ماں کی جانب سے۔ یہ سب ذوی الفروض میں داخل ہیں۔

البتہ جدات کی میراث میں دو شرطیں ہیں۔

(1) وہ جدات ثابتات ہوں یعنی جدات صحیحہ۔ اور جدہ صحیحہ وہ دادی نانی ہے جس سے علاقہ جد فاسد (نانا) کے ذریعہ سے نہ ہو۔ اسی لیے باپ کی ماں یعنی دادی پردادی وغیرہ اور ماں کی ماں یعنی نانی پرنانی وغیرہ سب جدات صحیحہ میں داخل ہیں اور علمائے کرام نے فرمایا کہ جدات صحیحہ تین قسم پر ہیں۔

(I) جو صرف عورت کے ذریعہ سے علاقہ رکھیں جیسے ماں کی ماں یا ماں کی ماں کی ماں یا پرنانی کی ماں۔ جو صرف ماؤں کی سلسلہ والیاں ہیں۔

(2) جو صرف مردوں کے ذریعہ سے علاقہ رکھیں جیسے باپ کی ماں' دادا کی ماں' پردادا کی ماں' کہ یہ صرف مردوں کے ذریعہ علاقہ رکھتی ہیں۔

(3) جو عورتوں کے ذریعے مردوں کی طرف منسوب ہوتی ہیں جیسے باپ کی ماں کی ماں یا دادا کی ماں کی ماں۔ یا پردادا کی ماں کی ماں۔

جو عورتیں ان ذریعوں سے علاقہ رکھتی ہیں وہ سب جدات صحیحہ ہیں اور ذوی الفروض میں داخل۔ سب کا حصہ متعین ومقرر ہے اور جو عورتیں تیسری قسم کے برخلاف ہیں یعنی جن کے ساتھ رشتہ میں مرد کا واسطہ اور علاقہ آ جاتا ہے۔ مثلاً ماں کے باپ کی ماں' یا ماں کے دادا کی ماں' تو یہ جدات صحیحہ نہیں۔ بلکہ جدات فاسدہ کہلاتی ہیں اور ان کی میراث میں حصہ ذوی الارحام میں ہونے کی وجہ سے ملتا ہے یعنی جدات فاسدہ کو جو کچھ ملتا ہے وہ میت کے ساتھ قرابت کی وجہ سے ملتا ہے نہ یہ ذوی الفروض میں داخل ہیں نہ عصبات میں شامل۔

(2) اور دوسری شرط یہ ہے کہ تمام جدات صحیحہ درجہ میں متساوی اور برابر ہوں۔ ولہٰذا قریب درجہ والی کے سامنے بعید درجہ والی محروم الارث رہتی ہے۔ الغرض جدات صحیحہ کی میراث کی دو حالتیں ہیں:

(1) میت کے ترکہ کا صرف چھٹا حصہ ملتا ہے خواہ ایک دادی ہو یا دو تین۔ خواہ باپ کی طرف سے ہوں یا ماں کی جانب سے۔ جب ایک ہی درجہ کی ہوں گی تو اس چھٹے حصہ میں شریک رہیں گی اور یہ حصہ ان میں باہم برابر برابر تقسیم کر دیا جائے گا۔

(2) اگر میت کی ماں یا میت کا باپ زندہ موجود ہو تو تمام نانیاں دادیاں محروم رہتی ہیں اور اگر میت کا دادا موجود ہو تو دادیاں محروم رہتی ہیں لیکن باپ کی ماں اور باپ کی نانی اور باپ کی ماں کی نانی اور باپ کی نانی کی نانی۔ یہ چاروں بھی دادیاں ہیں مگر دادا کے سامنے محروم نہیں رہتیں۔ جبکہ ان چاروں کے سوا باقی تمام دادیاں ساقط الارث یعنی میراث سے محروم رہتی ہیں۔

۲۔ عصبات کے حصے

عصبات' عصبہ کی جمع ہے۔ عصبہ میت کے اس وارث کو کہتے ہیں جسے اصحاب فروض کا حصہ نکال کر جو باقی بچے مل جائے اور اگر اصحاب فروض میں کوئی بھی نہ ہو تو سب کا سب ترکہ عصبہ ہی کو مل جائے گا۔ اصل میں عصبہ مرد ہی ہوتا ہے۔ عورت بالتبع ہی عصبہ ہو سکتی ہے۔
عصبہ کی دو بڑی بڑی اقسام ہیں۔ (1) عصبہ نسبی۔ (2) عصبہ سببی۔

عصبہ نسبی وہ ہے کہ اس میں اور میت میں قرابت اور نسب کا تعلق ہو۔ جیسے بیٹا' بیٹی۔
اور عصبہ سببی وہ ہے جس میں یہ تعلق نہ ہو جیسے غلام اور آقا۔

عصبات نسبیہ تین ہیں۔ (1) عصبہ بنفسہ۔ (2) عصبہ بغیرہ۔ (3) عصبہ مع غیرہ

(1) عصبہ بنفسہ: وہ مذکر ہے جس کو میت کی طرف منسوب کرنے میں عورت بیچ میں نہ آئے یعنی جب مرد کو میت کی طرف نسبت کریں تو بیچ میں مونث داخل نہ ہو جیسے میت کا بیٹا پوتا۔ اگر درمیان میں عورت داخل ہو تو وہ عصبہ نہیں ہے جیسے اخیافی بھائی بہن کہ وہ ذوالفروض میں داخل ہیں اور عصبہ بنفسہ میں چار آدمی شامل ہیں۔ (1) میت کے جز جیسے بیٹا پوتا۔ (2) میت کے اصل جیسے باپ دادا۔ (3) میت کے باپ کے جز جیسے بھائی بھتیجا۔ (4) میت کے دادا کے جز جیسے چچا اور اس کی اولاد۔ پس میراث تقسیم کرتے وقت ان چاروں میں سے پہلے ان کا حصہ دیا جائے جو میت سے زیادہ قریب کا رشتہ رکھتے ہوں تو پہلے جز میت یعنی اس کے بیٹے پوتے پر پوتے مقدم ہوں گے' پھر میت کی اصل یعنی اس کا باپ دادا پر دادا۔ پھر میت کے باپ کا جز یعنی بھائی بھتیجے پھر میت کے دادا کی اولاد یعنی سگے چچا' پھر ان کے بیٹے۔

(2) عصبہ بغیرہ: وہ عصبہ جو غیر کی وجہ سے عصبہ بن جائے اور ہر وہ عورت ہے جو اپنے مقابل مذکر کی وجہ سے عصبہ ہو جائے۔ اس عصبہ کو بالغیر کہتے ہیں اور یہ چار عورتیں ہیں۔ (1) دختر جو پسر کی وجہ سے عصبہ ہو۔ (2) پسری دختر جو پسر کی وجہ سے عصبہ بن جائے۔ (3) عینی بہن جو عینی بھائی کی وجہ سے عصبہ ہو۔ (4) علاتی بہن جو علاتی بھائی کی وجہ سے عصبہ ہو۔ باقی عصبات خود میراث لے لیتے ہیں اور بہنوں کو شریک نہیں کرتے اور یہ چار ہیں۔

(1) چچا۔ (2) چچا کا بیٹا۔ (3) بھائی کا بیٹا۔ (4) آزاد کرنے والے کا بیٹا۔

(3) عصبہ مع غیرہ: وہ عورت جو دوسری عورت کے ساتھ جمع ہو کر عصبہ بن جاتی ہے مثلاً میت کی بیٹی یا پوتی ہے اور میت کی حقیقی بہن یا سوتیلی بہن بھی ہے تو یہ بہن بیٹی یا پوتی کے ساتھ عصبہ ہو جائے گی خواہ بیٹی پوتی ایک ہوں یا زیادہ ہوں۔

ترکہ کی تقسیم میں عصبات کا تقدم و تاخر

جب میت کے کئی قسم کے عصبات جمع ہو جائیں مثلاً ذاتی عصبہ بالغیر' عصبہ مع الغیر تو ان میں تقدم اس عصبہ کو حاصل ہو گا جو میت سے زیادہ قریب ہو گا اور صرف ذاتی عصبہ

ہونے کی وجہ سے ترجیح ہوگی۔حتیٰ کہ اگر عصبہ مع الغیر 'عصبہ ذاتی کی نسبت میت سے زیادہ قریب ہو تو اسے عصبہ ذاتی پر مقدم کیا جائے گا۔ مثلاً ایک شخص مرا۔اس نے ایک دختر ایک عینی بہن اور ایک پدری بھائی کا لڑکا چھوڑا' تو دختر کو نصف ملے گا۔ باقی حصہ بہن کو اور پدری بھائی کا لڑکا اگرچہ عصبہ ذاتی ہے مگر محروم رہے گا۔اس لیے کہ بہن اس کی نسبت میت سے زیادہ قریب ہے۔

عصبہ اقرب کی موجودگی میں عصبہ ابعد کی محرومی

عصبات میں وارثت کی تقسیم کا یہ اصول اس حدیث سے ماخوذ ہے جسے سیدنا امام اعظم رحمۃ اللہ نے اپنی مسند میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ''الحقوا الفرائض باھلھا فمابقی فلاولیٰ رجل ذکر'' یعنی جن ورثا کے حصے شرعاً مقرر و متعین ہیں ان کو ان کے حصے دو اور پھر جو باقی بچے وہ میت کے زیادہ قریبی مرد کے لیے ہے

حدیث میں مذکور زیادہ قریبی مرد اصطلاح فقہ عصبہ کہلاتا ہے تو اس حدیث سے صراحۃً ثابت ہوتا ہے کہ ذوی الفروض کے بعد عصبہ اقرب سب سے زیادہ مستحق ہوتا ہے۔اور اس کی موجودگی میں باقی محروم رہتے ہیں۔اس اصول کی مزید وضاحت کے لیے مندرجہ ذیل مثالیں پیش کی جاتی ہیں۔

(1) میت کے بیٹے کی موجودگی میں میت کا پوتا پوتی محروم رہیں گے اور پوتے پوتی کی موجودگی میں پڑپوتا اور پڑپوتی محروم رہیں گے۔

(2) میت کے باپ کی موجودگی میں میت کا دادا محروم رہے گا اور دادا اگر موجود ہو تو پردادے کو کچھ نہیں ملے گا۔

(3) میت کے بھائی کی موجودگی میں میت کا بھتیجا محروم رہے گا اور بھتیجے کی موجودگی میں میت کے بھائی کا پوتا یا پوتی محروم رہیں گے۔

(4) میت کے چچا کی موجودگی میں میت کے چچا کے لڑکے کو کچھ نہیں ملے گا اور چچا کے لڑکے کی موجودگی میں چچا کا پوتا محروم رہے گا۔

(5) میت کا لڑکا یا پوتا موجود ہے تو میت کا بھائی اور بھائی کی اولاد محروم رہے گی۔

(6) میت کا بھائی یا بھائی کا یا پوتا اگر موجود ہے تو میت کا چچا اور چچا کی اولاد محروم رہے گی۔
(7) اگر میت کا چچا موجود ہو تو میت کی پھوپھی محروم۔ حالانکہ پھوپھی چچا کی بہن ہے مگر چچا بہن کی نسبت عصبہ اقرب ہے۔
(8) میت کا چچا یا چچا کا لڑکا یا پوتا موجود ہے تو میت کے باپ کا چچا یا اس کا لڑکا یا پوتا محروم رہیں گے۔
(9) میت کا بھتیجا موجود ہے تو میت کی بھتیجی محروم رہے گی۔
(10) چچا کے لڑکے کی موجودگی میں چچا کی لڑکی محروم رہے گی۔ حالانکہ وہ بہن بھائی ہیں۔

عصبات میں پوتے پوتی کی وارثت کی شرعی تشکیل

اس سلسلہ میں مندرجہ ذیل اصول ذہن میں رکھیے:

(1) اگر میت کا بیٹا نہ ہو اور پوتا پوتی موجود نہیں تو میت کے ورثاء میں سے اصحاب فرائض کو ان کے شرعی حصے دے کر جو باقی بچے گا وہ پوتا پوتی کو ملے گا۔ اگر میت کے اصحاب فرائض میں کوئی بھی موجود نہیں تو میت کا کل ترکہ پوتے پوتی کو مل جائے گا۔
(2) میت کا پوتا موجود ہے اور بھائی یا بھتیجا یا چچا یا چچا کا لڑکا بھی ہے تو اس صورت میں تمام ترکہ صرف پوتے کو ملے گا اور بھائی' بھتیجا' چچا اور اس کا لڑکا سب محروم رہیں گے۔
(3) اگر میت کے ورثاء میں سے لڑکا لڑکی نہیں ہے بلکہ پوتی ہے تو پوتی کے لیے شرعاً کل ترکہ کا نصف حصہ مقرر ہے۔
(4) اگر میت کی دو یا دو سے زیادہ پوتیاں ہیں اور میت نے لڑکا لڑکی نہیں چھوڑا تو پوتیوں کو کل ترکہ کا دو تہائی حصہ ملے گا۔
(5) اگر میت کے ورثاء میں سے ایک لڑکی ہے اور پوتی بھی ہے تو لڑکی کو ترکہ کا نصف اور پوتی کو ترکہ کا چھٹا حصہ ملے گا۔
(6) اگر میت کی دو لڑکیاں اور ایک پوتی ہے' تو لڑکیوں کو ترکہ کا دو تہائی ملے گا پوتی محروم رہے گی البتہ اگر پوتا بھی ہو تو یہ دونوں مل کر عصبہ بن جائیں گے اور اصحاب فرائض کے حصے دے کر جو باقی بچے گا وہ یہ لے لیں گے۔
(7) اگر میت کا لڑکا موجود ہو تو میت کے پوتے پوتیاں سب محروم رہیں گے۔

۳۔ذوی الارحام کے حصے

ذورحم کے معنی رشتہ دار اور قرابت والے کے ہیں مگر اصطلاح شریعت میں ذورحم اس شخص کو کہتے ہیں جو قرابت دار ہو مگر صاحب فرض اور عصبہ نہ ہو یعنی وہ رشتہ دار جس کا حصہ نہ تو کتاب اللہ میں مقرر ہو اور نہ سنت میں اور نہ اجماع امت سے اس کا ثبوت ہو اور نہ وہ عصبہ ہو ایسے شخص کو ذورحم کہتے ہیں اس کی جمع ذوی الارحام ہے۔

ذوی الارحام عصبات کی مانند ہیں۔اس میں اقرب فالاقرب کا اعتبار ہے اور قرب کبھی تو درجہ کے اعتبار سے ہوتا ہے اور کبھی قرابت کی وجہ سے۔پس جس طرح تعصب میں بیٹا باپ پر مقدم ہے۔اسی طرح ذوی الارحام میں میت کا جز مقدم ہوگا اس کی اصل پر' اور ذوی الارحام میں سے جو قریب تر ہو وہ بعید تر کا حاجب ہو جاتا ہے' یعنی بعید کو وارث نہیں ہونے دیتا جیسا کہ عصبات میں اقرب ابعد کا حاجب ہو جاتا ہے اسی طرح نزدیک رشتہ والا دور کے رشتہ دار کو وارث نہیں ہونے دیتا۔ذوی الارحام کی چار قسمیں ہیں:

پہلی قسم: جو میت کی جانب منتسب ہوں۔مثلاً میت کی دختر کی اولاد یعنی نواسے نواسیاں اوپر تک اور دختر پسر یعنی پوتی۔

دوسری قسم: جن کی طرف میت خود منتسب ہو اور وہ اجداد وجدات فاسدہ ہیں۔

تیسری قسم: جو میت کے والدین کی جانب منسوب ہوں جیسے عینی بھائی کی لڑکیاں یا علاتی بھائی کی لڑکیاں یا اخیافی بھائی کی اولاد خواہ لڑکے ہوں یا لڑکیاں۔سب بہنوں کی اولاد' بہن خواہ علاتی ہو یا اخیافی اور اولاد خواہ لڑکے ہوں یا لڑکیاں۔

چوتھی قسم: وہ قرابت دار جو میت کے دادی دادا کی جانب منتسب ہوں جیسے مادری چچا اور ان کی اولاد اور پھوپھیاں اور ان کی اولاد' ماموں وخالائیں اور ان کی اولاد عینی چچاؤں یا علاتی چچاؤں کی لڑکیاں۔

جب میت کے وارثوں میں ذوی الفروض اور عصبات نہ ہوں تو ترکہ ذوی الارحام میں تقسیم کیا جائے گا۔اس طرح کہ قسم اول کو مقدم رکھا جائے گا' پھر قسم دوم' پھر قسم سوم' پھر چہارم۔اس اصول کے تحت دختر اگرچہ بہت نچلی پشت تک ہو۔ماں کے باپ یعنی نانا پر مقدم رکھی جائے گی۔

اگر دو ذوی الارحام میں قرب اور درجہ کی مساوات ہو تو وارث کی اولاد اولیٰ ہوگی۔ خواہ وارث عصبہ کی اولاد ہو یا وارث فرض کی اولاد۔ مثلاً پسر کی دختر کی دختر، دختر کی دختر کے پسر پر مقدم ہوگی۔

۱۲۔ روحانی عملیات

قرآن پاک کی ہر آیت باللہ ہے اس لیے انہیں پڑھ کر جو جائز چیز اللہ سے مانگی جائے وہ قبول ہو جاتی ہے۔ اس لیے اسلام میں اللہ تعالیٰ کے کسی نام کا وظیفہ کرنا یا کسی دعا کا پڑھنا جائز اور درست ہے۔ کسی قرآنی آیت یا اللہ تعالیٰ کے نام کو اعداد کی صورت میں لکھ دیا جائے تو وہ تعویذ بن جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ناموں کو یا قرآن مجید کی مقدس آیتوں کو مقررہ تعداد میں پڑھ کر دم کیا جائے یا ان کا تعویذ بنا کر استعمال کیا جائے تو مشکل حل ہو جاتی ہے۔ امراض سے شفایابی ہوتی ہے۔ دشمنوں سے پناہ ملتی ہے۔ غرضیکہ جس مقصد کے لیے ذکر الٰہی کے ذریعے اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کی جائے اللہ تعالیٰ اپنی رحمت اور مہربانی فرماتا ہے۔

روحانی عملیات کرتے ہوئے رزق حلال کھانا ضروری ہے۔ اس کے ساتھ سچائی، اخلاص اور تقویٰ سے عمل کرنا بھی لازم ہے ورنہ عمل کا نتیجہ پُر اثر نہیں نکلتا۔ جو عمل بھی کیا جائے اس کے اول و آخر میں درود شریف ضرور پڑھنا چاہیے۔

عملیات دو طرح کے ہیں یعنی رحمانی اور سفلی۔ رحمانی عمل وہ ہے جو کتاب وسنت کے مطابق انسانی بھلائی اور بہتری کے لیے کیا جائے اور اس میں رضائے الٰہی مدنظر ہو۔ رحمانی عمل قرآنی آیتوں اور دعاؤں سے کیے جاتے ہیں۔ رحمانی عمل کے برعکس سفلی عمل کرنا ناجائز اور حرام ہے۔ کیونکہ سفلی اعمال میں شیطانی طاقت کارگر ہوتی ہے اس لیے اسلام نے اسے ناجائز قرار دیا ہے لہٰذا جادو ٹونے، کالے علم کے تعویذات کی اسلام میں کوئی گنجائش نہیں ہے۔ اس لیے بحیثیت مسلمان سفلی عملیات کرنے بالکل ناجائز ہیں کیونکہ ان سے ایمان تباہ ہو جاتا ہے۔

رحمانی عملیات بھی دو طرح کے ہیں ایک مؤکلاتی اور دوسرا غیر مؤکلاتی۔ کیونکہ ہر قرآنی عمل کے پیچھے ایک مخلوق پابند ہے جسے مؤکل کہا جاتا ہے جب کسی عمل کو مؤکل کی نیت سے کیا جاتا ہے تو اس عمل کے مؤکل حاضر ہو کر قید ہو جاتے ہیں اور غیر مؤکلاتی عمل میں

مؤکل کو قید کرنے کی نیت نہیں ہوتی۔ مؤکلاتی عمل میں خطرات لاحق ہوتے ہیں کیونکہ جس مؤکل کو قید کرنا مقصود ہوتا ہے وہ پورا زور لگاتا ہے کہ اسے قید نہ کیا جائے اس لیے وہ عمل کے دوران ہر طرح سے ڈراتا اور نقصان پہنچانے کی کوشش کرتا ہے اس لیے مؤکلاتی عمل سے ہر ممکن بچنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

ہر عمل کرتے وقت اللہ تعالیٰ سے توفیق اور مدد مانگنی چاہیے اور دوران عمل عاجزی اور نیازمندی کا اظہار کرنا چاہیے۔ بعض بزرگوں کا قول ہے کہ عمل کے شروع میں اور اس کی مدت کے اختتام پر صدقہ خیرات کرنا چاہیے۔ جو عمل بھی کریں اس کی زکوٰۃ مقررہ مدت میں ادا کریں۔ اور وقت مقرر کر کے اسی وقت پر روزانہ عمل کریں کیونکہ اس طرح اثرات جلدی مرتب ہوتے ہیں۔ عمل کے لیے خلوت بھی ضروری ہے کیونکہ خلوت میں یکسوئی جلدی پیدا ہوتی ہے۔ ہمیشہ یاد رکھنا چاہیے کہ کسی کو نقصان پہنچانے کے لیے عمل نہ کیا جائے کیونکہ دوسرے کو نقصان پہنچنے کے بعد خود کو بھی نقصان برداشت کرنا پڑتا ہے۔

یہاں انسانی بھلائی کے لیے چند عملیات درج کیے جاتے ہیں جنہیں ہر مسلمان بغیر کسی خطرے کے پڑھ سکتا ہے بشرطیکہ وہ ان باتوں کو ذہن میں رکھے جو اوپر درج کی گئی ہیں۔ چند مجرب رحمانی عملیات مندرجہ ذیل ہیں:

ہر سختی سے بچنے کے لیے دعائے انس رضی اللہ عنہ

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اے حجاج! قسم بخدا تو میرے ساتھ کوئی بدعنوانی نہیں کر سکتا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے چند کلمات سنے ہیں جن کی برکت سے میں ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی پناہ میں رہتا ہوں اور ان کلمات کی بدولت کسی ظالم کی سختی اور کسی شیطان کے شر سے ڈرتا ہی نہیں۔ حجاج اس کلام کی ہیبت سے دم بخود ہو گیا اور سر جھکا لیا۔ تھوڑی دیر کے بعد سر اٹھا کر بولا کہ ابوحمزہ (یہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی کنیت ہے) یہ کلمات مجھے بتا دیجیے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں ہرگز تجھے نہ بتاؤں گا اس لیے کہ تو اس کا اہل نہیں ہے۔ راوی کا بیان ہے کہ جب حضرت انس رضی اللہ عنہ کا آخری وقت آ گیا تو ان کے خادم ابان رضی اللہ عنہ ان کے سرہانے آ کر رونے لگے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیا چاہتا ہے؟ حضرت ابان رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ وہ کلمات ہمیں تعلیم فرمائیے جن کے بتانے کی حجاج نے درخواست کی تھی اور آپ نے انکار فرما

دیا تھا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا لو سیکھ لو ان کو صبح شام پڑھنا۔ وہ کلمات یہ ہیں:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ. بِسْمِ اللّٰهِ عَلٰى نَفْسِىْ وَدِيْنِىْ. بِسْمِ اللّٰهِ عَلٰى اَهْلِىْ وَمَالِىْ وَوَلَدِىْ. بِسْمِ اللّٰهِ عَلٰى مَا اَعْطَانِىَ اللّٰهُ. اَللّٰهُ رَبِّىْ لَآ اُشْرِكُ بِهٖ شَيْئًا. اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَاَعَزُّ وَاَجَلُّ وَاَعْظَمُ مِمَّا اَخَافُ وَاَحْذَرُ عَزَّ جَارُكَ وَجَلَّ ثَنَاءُكَ وَلَآ اِلٰهَ غَيْرُكَ اَللّٰهُمَّ اِنِّىْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّ نَفْسِىْ وَمِنْ شَرِّ كُلِّ شَيْطَانٍ مُّرِيْدٍ. وَمِنْ شَرِّ كُلِّ جَبَّارٍ عَنِيْدٍ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِىَ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ o اِنَّ وَلِيِّ يَ اللّٰهُ الَّذِىْ نَزَّلَ الْكِتٰبَ وَهُوَ يَتَوَلَّى الصّٰلِحِيْنَ o

اس دعا کو تین مرتبہ صبح کو اور تین مرتبہ شام کو پڑھنا بزرگوں کا معمول ہے۔

شادی کروانے کا عمل

شادی کے لیے رات کو سونے سے پہلے اول آخر گیارہ گیارہ مرتبہ درود شریف پڑھنے کے بعد سورۂ اخلاص اکتالیس بار پڑھیں صرف شادی کے لیے دعا کریں۔ عمل کی مدت نوے دن ہے اس عرصہ میں منگنی یا شادی ہو جائے تو بھی نوے دن پورے کرنا ضروری ہے۔ عورتیں ناغہ کے دن شمار کر کے بعد میں پورے کر لیں۔

میاں بیوی میں محبت کا عمل

میاں بیوی میں محبت پیدا ہونے کے لیے اس آیت شریفہ کو سات سو سات دفعہ سات دن تک پڑھنا پھر جس کو اپنا کرنا مقصود ہو اسے پانی یا کسی اور چیز پر دم کر کے کھلانا یا پلانا نہایت مجرب اور مفید ہے۔ آیت شریفہ یہ ہے۔

وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْٓا اِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّ رَحْمَةً ط

حالات درست کرنے کا عمل

جس شخص کے مالی حالات خراب ہو گئے ہوں اسے چاہیے کہ تہجد کے وقت اٹھے اور باوضو ہو کر تین سو مرتبہ یہ وظیفہ اکیس یوم تک پڑھے انشاء اللہ حالات درست ہو جائیں گے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ط

يَااِيْل يَااِيْلِيَاه يَااللّٰه

يَافَتَّاحُ يَافَتَّاحُ يَافَتَّاحُ

يَاجِبْرَائِيْل يَامِيْكَائِيْل يَاتَمْنَائِيْل يَامَهْلَائِيْل

غائب کو واپس بلانا

اگر کسی کا لڑکا یا کوئی بھی کہیں چلا گیا اور لاپتہ ہو گیا تو اس کو واپس بلانے کے لیے نیچے کی آیتوں کو لکھ کر اس تعویذ کو کالے یا نیلے کپڑے میں لپیٹ کر گھر کے اندر اندھیری کوٹھری میں دو پتھروں کے درمیان اس طرح رکھ دیا جائے کہ اس پر کسی کا پاؤں نہ پڑے۔ پتھر نہ ہوں تو چکی کے دو پاٹوں کے درمیان اس کی دبا دینا چاہیے اور لفظ فلاں کی جگہ اس لاپتہ کا نام لکھیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ. اَوْ كَظُلُمٰتٍ فِيْ بَحْرٍ لُّجِّيٍّ يَّغْشٰهُ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ سَحَابٌ ط ظُلُمٰتٌ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ اِذَآ اَخْرَجَ يَدَهٗ لَمْ يَكَدْ يَرٰهَا وَمَنْ لَّمْ يَجْعَلِ اللّٰهُ لَهٗ نُوْرًا فَمَا لَهٗ مِنْ نُّوْرٍ۝ اِنَّا رَآدُّوْهُ اِلَيْكِ فَرَدَدْنٰهُ اِلٰٓى اُمِّهٖ كَيْ تَقَرَّ عَيْنُهَا وَلَا تَحْزَنَ وَلِتَعْلَمَ اَنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ۝ يٰبُنَيَّ اِنَّهَآ اِنْ تَكُ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ فَتَكُنْ فِيْ صَخْرَةٍ اَوْ فِي السَّمٰوٰتِ اَوْ فِي الْاَرْضِ يَاْتِ بِهَا اللّٰهُ اِنَّ اللّٰهَ لَطِيْفٌ خَبِيْرٌ۝ حَتّٰٓى اِذَا ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ وَضَاقَتْ عَلَيْهِمْ اَنْفُسُهُمْ وَظَنُّوْٓا اَنْ لَّا مَلْجَاَ مِنَ اللّٰهِ اِلَّآ اِلَيْهِ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ لِيَتُوْبُوْا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ۝ اَللّٰهُمَّ يَاهَادِيَ الضَّآلِّ يَارَآدَّ الضَّآلَّةِ اُرْدُدْ عَلَيَّ ضَآلَّتِيْ فُلَان.

تسخیر خلائق کا وظیفہ

دوسرے لوگوں کو اپنی طرف مائل کرنے کے لیے مندرجہ ذیل وظیفہ کو روزانہ گیارہ مرتبہ بعد نماز فجر اور گیارہ مرتبہ بعد نماز مغرب پڑھیں انشاء اللہ تسخیر کے بے پناہ اثرات ظاہر ہوں گے۔

يُحِبُّوْنَهُمْ كَحُبِّ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ وَالْكَاظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ۝ اَوَمَنْ كَانَ مَيْتًا فَاَحْيَيْنٰهُ وَجَعَلْنَا لَهٗ نُوْرًا يَّمْشِيْ بِهٖ فِي النَّاسِ كَمَنْ مَّثَلُهٗ فِي الظُّلُمٰتِ لَيْسَ بِخَارِجٍ مِّنْهَا كَذٰلِكَ زُيِّنَ لِلْكَافِرِيْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ فَلَمَّا رَاَيْنَهٗ اَكْبَرْنَهٗ وَقَطَّعْنَ اَيْدِيَهُنَّ وَقُلْنَ حَاشَ لِلّٰهِ مَاهٰذَا بَشَرًا ط اِنْ هٰذَا اِلَّا مَلَكٌ كَرِيْمٌ ۝ وَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ لَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَمْ يَكُنْ لَّهٗ شَرِيْكٌ فِي الْمُلْكِ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ وَلِيٌّ مِّنَ الذُّلِّ وَكَبِّرْهُ تَكْبِيْرًا ۝ يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَاتَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ اٰذَوْا مُوْسٰى فَبَرَّاَهُ اللّٰهُ مِمَّا قَالُوْا وَكَانَ عِنْدَ اللّٰهِ وَجِيْهًا ط

باؤلے کتے کا کاٹ لینا

اگلی سرخی کی لکھی ہوئی آیت کو روٹی یا بسکٹ کے چالیس ٹکڑوں پر لکھ کر ایک ٹکڑا روزانہ اس شخص کو کھلا دیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ اس شخص کو باؤلا پن اور بڑک نہ ہوگی۔

گھر میں سے سانپ بھگانا

لوہے کی چار کیلیں لے کر ایک ایک کیل پر پچیس پچیس مرتبہ یہ آیت دم کر کے مکان کے چاروں کونوں پر زمین میں گاڑ دیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ سانپ اس گھر میں نہ رہے گا اور آسیب بھی چلا جائے گا۔ آیت یہ ہے:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ اِنَّهُمْ يَكِيْدُوْنَ كَيْدًا وَّاَكِيْدُ كَيْدًا فَمَهِّلِ الْكَافِرِيْنَ اَمْهِلْهُمْ رُوَيْدًا ط

بچھو اور سانپ کے کاٹے کا علاج

اگر کسی کو بچھو کاٹ جائے یا سانپ نے ڈس لیا ہو تو فوری طور پر یہ تعویذ چینی کی پلیٹ میں زردہ رنگ سے لکھ کر بار بار پلائیں۔ حتیٰ کہ زہر ختم ہو جائے۔

یَارَحِیْمُ	یَا اَللّٰهُ	یَا مُرِیْدُ
یَارَحِیْمُ	یَا اَللّٰهُ	یَا مُرِیْدُ

یَا رَحِیْمُ یَا اَللّٰہُ یَا مُرِیْدُ
یَا بَدِیْعُ الْعَجَائِبِ بِالْخَیْرِ یَا بَدِیْعُ

جادو کا اثر ختم کرنا

جادو کا اثر ختم کرنے کے لیے یہ آیت لکھ کر مریض کے گلے میں پہنائیں اور پانی پر پڑھکر پانی پلائیں اور اسی پڑھے ہوئے پانی سے مریض کو کسی بڑے لگن یا ٹب میں بٹھا کر نہلائیں اور پانی کسی جگہ ڈال دیں۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ فَلَمَّآ اَلْقَوْا قَالَ مُوْسٰی مَا جِئْتُمْ بِہِ السِّحْرُ اِنَّ اللّٰہَ سَیُبْطِلُہٗط اِنَّ اللّٰہَ لَایُصْلِحُ عَمَلَ الْمُفْسِدِیْنَ. وَیُحِقُّ اللّٰہُ الْحَقَّ بِکَلِمٰتِہٖ وَلَوْ کَرِہَ الْمُجْرِمُوْنَ. اور قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ الخ اور قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ پوری پوری سورت ایک مرتبہ۔

آسیب کا علاج

آسیب زدہ بچے کے گلے میں یہ تعویذ لکھ کر ڈال دیں۔ انشاء اللہ آسیب کا مرض ختم ہو جائے گا۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ٥
یَا حَفِیْظُ یَا حَفِیْظُ یَا حَفِیْظُ
یَا بَدِیْعُ یَا بَدِیْعُ یَا بَدِیْعُ
یَا بَدِیْعُ الْعَجَائِبِ بِالْخَیْرِ یَا بَدِیْعُ
۹۹۹ ۹۹۹ ۹۹۹ ۹۹۹
یَا حَفِیْظُ یَا حَفِیْظُ یَا حَفِیْظُ

کمزوری نظر کا علاج

جو شخص پانچوں نمازوں کے بعد گیارہ مرتبہ اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ الْحَقُّ النُّوْرِط پڑھنے کا معمول بنالے انشاء اللہ اس کی نظر کمزور نہ ہوگی اور نہ اس کی آنکھوں میں موتیا اترے گا۔ اگر پڑھنے کے بعد دونوں ہاتھوں کے پوروں پر دم کر کے آنکھوں پر پھیر لیں تو بھی درست ہے۔

آنتوں کے زخم کا علاج

آنتوں میں السر سے شدید درد ہوتا ہے۔ ڈاکٹری علاج کروانے کے ساتھ مندرجہ ذیل وظیفہ کو تین پلیٹوں پر لکھ کر روزانہ صبح شام اور رات کو پانی سے دھو کر چالیس روز پئیں۔ انشاءاللہ فائدہ ہوگا۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ٥
اَلسَّلَاسِلُ فِیْ مَرَجَعِ الْبَحْرَیْنِ یَا اَللّٰہُ

آنتوں کی ٹی بی کا علاج

آنتوں کی ٹی بی کے لیے یہ وظیفہ بہت اکسیر ہے لہٰذا سورج نکلنے سے پہلے گیارہ مرتبہ پڑھ کر ایک پیالی پانی پر دم کر کے نہار منہ نوے دن تک پئیں۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ٥
الٓرٰ تِلْکَ اٰیٰتُ الْکِتٰبِ الْمُبِیْنِ. اَلرَّحِیْمُ الرَّحِیْمُ الرَّحِیْمُ.

باری کے بخار کا دم

باری کا بخار جو عموماً دوائیوں سے کم نہیں ہوتا اس کے لیے بیری کی لکڑی یا کسی مومی کاغذ پر لکھ کر سفید دھجی میں باندھ کر گلے میں ڈال دیں۔ باری چاہے ایک دن کی ہو دو دن کی ہو یا تین دن کی۔ جب اس سے نجات مل جائے گلے سے نکال کر جلا دیں:

"قُلْنَا یٰنَارُ کُوْنِیْ بَرْدًا وَّ سَلٰمًا عَلٰی اِبْرٰھِیْمَ."

موسمی بخار کا تعویذ

ملیریا بخار کے لیے اس عمل کو کاغذ پر لکھ کر بغیر موم جامہ کے سفید کپڑے کی دھجی میں باندھ کر گلے میں ڈال دیں۔ بخار اترنے پر تعویذ اور کپڑا دونوں کو پانی میں بہا دیں۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ٥ ھُوَ اللّٰہُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ لَہُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰی ط

بیماری کی کمزوری

تین پلیٹوں پر زعفران اور عرق گلاب سے ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سَافِلِيْنَ لکھ کر ایک پلیٹ صبح' ایک تیسرے پہر اور ایک رات کو سوتے وقت پانی سے دھو کر چند روز پلائیں۔ انشاء اللہ کمزوری رفع ہو جائے گی۔

بار بار پیشاب آنے کا علاج

رات کے وقت خلوت میں بیٹھ کر سو مرتبہ یَا اِيْلُ يَا اِيْلِيَاهُ يَا اَللّٰهُ پڑھیں اور پیٹ پر پھونک ماردیں تین ماہ تک یہ عمل برقرار رکھیں۔

علاج نمونیہ

نمونہ اور پسلی چلنے کے لیے یہ عمل بہت مجرب ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ٥
يَا حَفِيْظُ يَا حَفِيْظُ يَا حَفِيْظُ
يَا فَتَّاحُ اَلْمُهَيْمِنُ الْعَزِيْزُ
يَا شَافِىْ يَا شَافِىْ يَا شَافِىْ
اَلْحَىُّ اَلْقَيُّوْمُ

چینی کی طشتری پر زعفران اور پانی سے لکھ کر ایک یا دو گھونٹ دودھ سے دھو کر تین وقت پلائیں۔ احتیاطاً دو تین روز تک پلاتے رہنا چاہیے تاکہ نمونیہ کا اثر پوری طرح زائل ہو جائے۔

بچوں کے دانت نکلنا

بچوں کے دانت آسانی سے نکلنے کے لیے اس وظیفہ کو ایک کاغذ پر لکھ کر تعویذ بنا کر گلے میں ڈال دیں۔ انشاء اللہ بچوں کو جو تکالیف دانت نکلنے کے دوران ہوتی ہیں ان سے بچہ محفوظ رہے گا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ٥

الٓرٰ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ۝

علاج بدنظری

جو بچے ماشاء اللہ تندرست' ہنس مکھ یا ذہین ہوتے ہیں ان کو اکثر بڑوں کی نظر لگ جاتی ہے۔ گو یہ بات تعجب خیز ہے لیکن مشاہدہ میں آئی ہے کہ ماں باپ اور بہن بھائی کی بھی نظر لگ جاتی ہے۔

نظر لگنے سے بچہ بے چین ہو جاتا ہے۔ دودھ پینا چھوڑ دیتا ہے۔ روتا ہے' بخار بھی ہو جاتا ہے۔ روز بروز چڑچڑا اور کمزور ہوتا چلا جاتا ہے۔

نظر اتارنے کیلئے بسم اللہ شریف کے بعد انا اعطینٰك الكوثر الخ (پوری سورۃ) پڑھ کر بچے کے منہ پر پھونک ماریں۔ نظر کا اثر زائل ہو جائے گا۔

علاج بدخوابی

بدخوابی سے کپڑے ناپاک ہو جاتے ہیں اس سے بچنے کے لیے سونے سے پہلے بستر میں چت لیٹ کر گیارہ مرتبہ پڑھیں اور سینے پر پھونک مار دیں۔ یہ عمل اکیس روز تک جاری رکھیں۔ گرم اور کھٹی چیزوں سے پرہیز کریں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

يَا حَفِيْظُ يَا حَفِيْظُ يَا حَفِيْظُ

يَا وَدُوْدُ يَا وَدُوْدُ يَا وَدُوْدُ

يَابَدِيْعُ يَابَدِيْعُ يَابَدِيْعُ يَابَدِيْعُ

الْعَجَائِبِ بِالْخَيْرِ يَابَدِيْعُ

ص ص ص ص ص

ق ق ق ق ق

يَا رَحِيْمُ يَا رَحِيْمُ يَا رَحِيْمُ

نشہ چھڑانے کا عمل

نشہ کرنے والا شخص جب رات کو گہری نیند سو جائے تو اسکے سرہانے کے قریب کھڑے

ہوکر سورۃ المائدہ کی آیت یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَ الْمَیْسِرُ وَ الْاَنْصَابُ وَ الْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّیْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ. ایک مرتبہ اتنی آواز سے پڑھ کرسنائیں کہ سونے والے کی نیند خراب نہ ہو۔ چالیس روز کے اس عمل سے نشہ کی عادت ختم ہوجائے گی۔

نیند کم یا نہ آنے کا علاج

نیند نہ آنے کی وجوہات میں بڑی وجہ دماغ میں خشکی' اعصابی کشمکش' دماغی کشاکش یا بالفاظ دیگر دماغی خلفشار' ذہنی دباؤ' فکرو آلام اور خوف ورنج ہوتے ہیں۔ پہلے ان باتوں سے جہاں تک ممکن ہو دماغ کو خالی کرنا ضروری ہے۔ ایسا کرنا ارتکاز توجہ کے عمل سے بہت آسان ہوجاتا ہے۔

سب کاموں سے فارغ ہونے کے بعد آرام دہ بستر پر لیٹ جائیں۔ جسم کو ڈھیلا چھوڑ دیں' آنکھیں بند کرلیں اور یہ تصور کریں کہ گردن سے ناف تک جسم پر شیشے کا ایک بڑا جار رکھا ہوا ہے اور اس میں ہلکی' ٹھنڈی اور فرحت آمیز روشنیاں بھری ہوئی ہیں۔ جب یہ تصور قائم ہوجائے تو سورۂ بقرہ کی پہلی آیت الٓمّٓ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَیْبَ فِیْهِ. سے یُوْقِنُوْنَ تک پڑھنا شروع کردیں۔ چند بار پڑھنے سے نیند کی میٹھی آغوش نصیب ہوجائے گی۔

ہیضہ اور وبائی امراض میں

ان دنوں میں ہر کھانے پینے کی چیز پر سورہ اِنَّاۤ اَنْزَلْنٰهُ پڑھ کر دم کرلیا کریں۔ انشاء اللہ تعالیٰ حفاظت رہے گی۔ اور جس شخص کو مرض ہوجائے اس کو بھی کسی چیز پر دم کرکے کھلائیں پلائیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ شفا حاصل ہوگی۔

ناف ٹل جانا

اس آیت کو لکھ کر ناف کی جگہ پر باندھیں۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝ اِنَّ اللّٰهَ یُمْسِكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ اَنْ تَزُوْلَا وَ لَىٕنْ زَالَتَاۤ اِنْ اَمْسَكَهُمَا مِنْ اَحَدٍ مِّنْ

م بَعْدِہٖ اِنَّہٗ کَانَ حَلِیْمًا غَفُوْرًا.

تلی بڑھ جانا

اس آیت کولکھ کرتلی کی جگہ باندھیں۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝ ذٰلِكَ تَخْفِیْفٌ مِّنْ رَّبِّکُمْ وَرَحْمَةٌ.

پھوڑا پھنسی

پاک صاف ڈھیلا پیس کراس پر یہ دعا تین مرتبہ پڑھ کرتھوک دے اوراس مٹی پرتھوڑا پانی چھڑک کروہ مٹی تکلیف کی جگہ پر دن میں دوچار بارمل لیا کرے۔ چاہے پھوڑے پر یہ مٹی لگا کر پٹی باندھ دے۔

بِسْمِ اللّٰہِ مَجْرٖھَا مُرْسٰھَا اِنَّ رَبِّیْ لَغَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ط.

چیچک کا گنڈہ

نیلا سات تار کا گنڈھ لے کراس پر سورہ الرحمٰن پڑھیں اور ہر فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ پر پھونک مار کرایک گرہ لگا دیں۔ پھر یہ گنڈہ بچے کے گلے میں ڈال دیں۔ چیچک سے حفاظت رہے گی اوراگر چیچک نکلنے کے بعد ڈالیں توانشاءاللہ تعالیٰ چیچک کی زیادہ تکلیف نہ رہے گی۔

پیدائش کا درد

یہ آیت ایک پرچے پرلکھ کرکپڑے میں لپیٹ کرعورت کی بائیں ران میں باندھیں۔ یا سات مرتبہ گڑ پانی پر پڑھ کر کھلائیں۔ بچہ آسانی کے ساتھ پیدا ہوگا۔ وہ آیت یہ ہے۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝ اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ وَ اَذِنَتْ لِرَبِّھَا وَحُقَّتْ وَاِذَا الْاَرْضُ مُدَّتْ وَاَلْقَتْ مَا فِیْھَا وَ تَخَلَّتْ.

دودھ کم ہونا

یہ دونوں آیتیں نمک پرسات بار پڑھ کر ارد کی دال میں کھلائیں اور بسم اللہ سمیت

دونوں آیتوں کو پڑھیں۔ پہلی آیت وَالْوَالِدَاتُ يُرْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ اَرَادَ اَنْ يُّتِمَّ الرَّضَاعَةَ اور دوسری آیت وَاِنَّ لَكُمْ فِي الْاَنْعَامِ لَعِبْرَةً ط نُسْقِيْكُمْ مِمَّا فِيْ بُطُوْنِهٖ مِنْ بَيْنِ فَرْثٍ وَّدَمٍ لَّبَنًا خَالِصًا سَآئِغًا لِّلشّٰرِبِيْنَ ط

بچہ زندہ رہنا

اجوائن اور کالی مرچ آدھ آدھ پاؤ لے کر پیر کے دن سورج ڈھلنے کے بعد چالیس بار سورۂ الشمس اس طرح پڑھے کہ ہر دفعہ کے ساتھ درود شریف بھی پڑھے اور ہر مرتبہ اجوائن اور کالی مرچ پر دم کرے اور شروع حمل سے دودھ چھڑانے تک روزانہ تھوڑی اجوائن اور کالی مرچ کھالیا کرے۔ انشاء اللہ تعالیٰ اولاد زندہ رہے گی۔

بچوں کو نظر لگنا یا رونا یا سوتے میں ڈر کر چونکنا

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ اور قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ بسم اللہ سمیت تین تین بار پڑھ کر بچے پر دم کرے اور یہ تعویذ لکھ کر بچے کے گلے میں پہنائے۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○ اَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّآمَّاتِ كُلِّهَا مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ اَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّآمَّةِ مِنْ شَرِّ كُلِّ شَيْطَانٍ وَّهَآمَّةٍ وَمِنْ شَرِّ كُلِّ عَيْنٍ لَّآمَّةٍ اَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّآمَّةِ مِنْ غَضَبِهٖ وَعِقَابِهٖ وَمِنْ شَرِّ عِبَادِهٖ مِنْ هَمَزَاتِ الشَّيَاطِيْنِ وَاَنْ يَّحْضُرُوْنِ وَ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَ صَحْبِهٖ اَجْمَعِيْنَ ط

بستر پر پیشاب کرنے کا علاج

بعض حالات میں بچے کافی عمر تک بستر پر پیشاب کرتے رہتے ہیں۔ اس کا علاج یہ ہے کہ جب بچہ رات کو گہری نیند سو جائے تو اس کے قریب سرہانے کی طرف بیٹھ کر اتنی آواز سے کہ بچے کی نیند خراب نہ ہو۔ ایک بار سورۂ بقرہ کی پہلی آیت الٓمّٓ سے یومنون بالغیب تک اکیس روز پڑھیں۔

بچوں کی کالی کھانسی

بچوں کی کالی کھانسی کے لیے یہ وظیفہ چینی کی طشتری پر زردہ رنگ سے لکھ کر صبح وشام

گیارہ روز پانی سے دھو کر پلائیں۔ انشاء اللہ فائدہ ہوگا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

يَا حَفِيْظُ يَا حَفِيْظُ يَا حَفِيْظُ

قَصْ قَصْ قَصْ

مَانِعَاتُ الْمَآءِ

ماہواری میں زیادہ دن ہونا

اگر کسی عورت کو ایام ماہواری زیادہ آتے ہوں اور اس سے تکلیف ہو تو ان آیتوں کو لکھ کر گلے میں ڈالیں اور ڈورا اتنا بڑا ہو کہ تعویذ ناف کے نیچے پڑا رہے۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○ وَقِيْلَ يٰاَرْضُ ابْلَعِيْ مَآءَكِ وَيٰسَمَآءُ اَقْلِعِيْ وَغِيْضَ الْمَآءُ وَقُضِيَ الْاَمْرُ وَاسْتَوَتْ عَلَى الْجُوْدِيِّ وَقِيْلَ بُعْدًا لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ.

ایام ماہواری کی کمی

اگر ایام ماہواری میں کمی ہو اور اس سے تکلیف ہو تو ان آیات کو لکھ کر گلے میں ڈالیں اور ڈورا اتنا بڑا ہو کہ تعویذ ناف کے نیچے پڑا رہے۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○ وَجَعَلْنَا فِيْهَا مِنْ نَّخِيْلٍ وَّ اَعْنَابٍ وَّ فَجَّرْنَا فِيْهَا مِنَ الْعُيُوْنِ لِيَاْكُلُوْا مِنْ ثَمَرِهٖ وَمَا عَمِلَتْهُ اَيْدِيْهِمْ اَفَلَا يَشْكُرُوْنَ. اَوَلَمْ يَرَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا اَنَّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ كَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنٰهُمَا وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ اَفَلَا يُؤْمِنُوْنَ.

اولاد نہ ہونے کا علاج

چالیس لونگیں لے کر ہر ایک پر سات سات بار اس آیت کو پڑھے اور جس دن عورت حیض سے پاک ہو کر غسل کرے۔ اس دن سے ایک لونگ روزمرہ سوتے وقت کھانا شروع کرے اور اس پر پانی نہ پیوے۔ آیت یہ ہے۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○ اَوْ كَظُلُمٰتٍ فِيْ بَحْرٍ لُّجِّيٍّ يَّغْشٰهُ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ سَحَابٌ ظُلُمٰتٌ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ اِذَا اَخْرَجَ يَدَهٗ لَمْ يَكَدْ يَرٰهَا وَمَنْ لَّمْ يَجْعَلِ اللّٰهُ لَهٗ نُوْرًا فَمَا لَهٗ مِنْ نُّوْرٍ. انشاء اللہ تعالیٰ ضرور اولاد ہوگی۔

بانجھ پن کا خاتمہ

بانجھ پن کا ایک اور عمل یہ ہے کہ عورت عشاء کی نماز کے بعد روزانہ 100 مرتبہ یہ وظیفہ پڑھے اور نوے دن تک پانی دم کر کے خود بھی پیئے اور شوہر کو بھی پلائے اگر کوئی ناغہ ہو جائے تو بعد میں پڑھ کر مکمل کر لے۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○ اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ. خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ. حٰمٓ. الٓرٰ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ.

حمل گر جانے کا علاج

اس آیت کا تعویذ بنا کر کمر میں باندھے اور تعویذ ناف کے نیچے پیڑو پر رہے۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ○ وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ اِلَّا بِاللّٰهِ وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَلَا تَكُ فِيْ ضَيْقٍ مِّمَّا يَمْكُرُوْنَ. اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَّالَّذِيْنَ هُمْ مُّحْسِنُوْنَ. انشاء اللہ تعالیٰ حمل گرنے سے محفوظ رہے گا۔

رحم کے ہر مرض کا علاج

رحم کے امراض (جن میں رسولی بھی شامل ہے) کے لیے مندرجہ ذیل تعویذ گلے میں پہنائیں۔ شدت کی صورت میں ایک تعویذ روزانہ صبح نہار منہ چالیس روز تک پانی میں دھو کر پئیں یا پلائیں۔

هُوَ الْاَمْرُ هِيَ عَمَا نَوِيْلِ بِحَقِّ يَا حَيُّ يَا قَيُّوْمُ يَا بَارِئُ الْمُصَوِّرُ الْاَرْحَام.

ہر کام کی کنجی سورۂ فاتحہ

امام دارمی، امام بیہقی وغیرہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ سورۂ فاتحہ ہر مرض کی دوا ہے۔ اس سورۂ کا ایک نام "شافیہ" اور ایک نام "سورۃ الشفاء" ہے۔ اس لیے یہ ہر مرض کے لیے شفا ہے۔ (بیضاوی)

روزی کی فراوانی وغیرہ

مسند دارمی میں ہے کہ سو مرتبہ سورہ فاتحہ پڑھ کر جو دعا مانگی جائے اس کو اللہ تعالیٰ قبول

فرماتا ہے۔

مکان سے جن بھاگ جائے

اگر کسی گھر میں جن ہو اور پریشان کرتا ہو تو سورۂ فاتحہ اور آیت الکرسی اور سورۂ جن کی ابتدائی پانچ آیتیں پڑھ کر اور پانی پر دم کر کے مکان کے اطراف و جوانب میں چھڑک دینے کے بعد جن مکان میں سے چلا جائے گا۔ اور انشاء اللہ تعالیٰ پھر نہ آئے گا۔ (فیوض قرآنی)

شفاء امراض

بزرگوں نے فرمایا ہے کہ فجر کی سنت اور فرض کے درمیان میں 41 بار سورۂ فاتحہ پڑھ کر مریض پر دم کرنے سے آرام ہو جاتا ہے اور آنکھ کا درد بہت جلد اچھا ہو جاتا ہے اور اگر اتنا پڑھ کر اپنا تھوک آنکھوں میں لگا دیا جائے تو بہت مفید ہے۔ (فیوض قرآنی)

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی مشکل پیش آجائے تو سورۂ فاتحہ اس طرح چالیس مرتبہ پڑھو کہ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ کی میم کو الحمد کے لام میں ملاؤ اور الرحمٰن الرحیم کو تین بار پڑھو اور ہر مرتبہ آخر میں تین مرتبہ آمین کہو۔ انشاء اللہ تعالیٰ مقصد حاصل ہوگا۔ (فوائد الفوائد۔ ص 74)

بیماری اور آفتوں کو دفع کرنے کے لیے

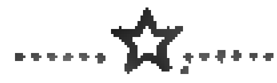
سات دن تک روزانہ گیارہ ہزار مرتبہ صرف اتنا پڑھے۔ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ اول و آخر تین تین بار درود شریف بھی پڑھے۔ بیماریوں اور بلاؤں کو دور کرنے کے لیے بہت ہی مجرب عمل ہے۔ (فیوض قرآنی)

سورۂ اخلاص کا فائدہ

یہ سورۂ پاک تہائی قرآن کے برابر ہے جو بیمار اپنی بیماری کے زمانے میں اس کو پڑھتا رہے اگر وہ اسی بیماری میں مر گیا تو حدیث کا بیان ہے کہ وہ قبر کے دبوچنے اور قبر کی تنگی کے عذاب سے محفوظ رہے گا۔ اور قیامت کے دن فرشتے اس کو چاروں طرف سے گھیرے میں لے کر اور اپنے بازوؤں پر بٹھا کر پل صراط پار کرا دیں گے اور جنت میں پہنچا دیں گے۔

جو شخص اس سورت کو صبح وشام تین تین مرتبہ نیچے لکھی ہوئی دعا کی صورت میں پڑھے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ اس کی ہر مراد پوری ہوگی۔ پڑھنے کی ترکیب یہ ہے:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ o اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ. وَالصَّلٰوةُ وَ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَ صَحْبِهٖ وَسَلَّمَ. قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ. لَيْسَ كَمِثْلِهٖ اَحَدٌ. وَلَا تُسَلِّطْ عَلَيَّ اَحَدًا. وَلَا تُحْوِجْنِيْ اِلٰى اَحَدٍ. وَ اَغْنِنِيْ يَا رَبِّ عَنْ كُلِّ اَحَدٍ. بِفَضْلِ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ. اَللّٰهُ الصَّمَدُ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ وَ لَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ. اِلٰهِيْ يَامَنْ هُوَ قَدِيْمٌ دَآئِمٌ يَا حَيُّ يَا قَيُّوْمُ يَا اَوَّلُ يَا اٰخِرُ اِقْضِ حَاجَتِيْ يَا فَرْدُ يَا صَمَدُ. وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَ صَحْبِهٖ وَسَلَّمَ ط.



التجائے اخلاص

نَحْمَدُهٗ وَ نُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْكَرِیْمِ ط

اے میرے پروردگار تو نے حضور ﷺ کے صدقے جو مجھے یہ کتاب لکھنے کی توفیق دی ہے اسے اپنی بارگاہ میں قبول فرما اور پڑھنے والوں کو عمل کی توفیق عطا فرما کیونکہ تیری توفیق کے بغیر کوئی کچھ بھی نہیں کر سکتا۔ عمل اس وقت بارگاہ رب العزت میں قبول ہوتا ہے جب اسے حضور ﷺ کے طریقہ پر کیا جائے اس ضرورت کے پیش نظر روزمرہ زندگی کے تمام مسائل کو آسان زبان میں مستند کتابوں سے اخذ کر کے اس کتاب میں نہایت ہی خوبصورت انداز میں آراستہ کر دیا گیا ہے تا کہ ہر پڑا لکھا شخص مسائل سے مستفید ہو کر حضور ﷺ کے سنت طریقہ پر عمل پیرا ہو سکے۔ کتاب کی تحریر کو صحیح چھاپنے کی از حد کوشش کی گئی ہے اس کے باوجود اگر قاری کو کوئی کمی نظر آئے تو ہمیں مطلع فرمائے یا کوئی کتابت کی غلطی ہو تو ہمیں آگاہ کرے تا کہ آئندہ طباعت میں اس کا ازالہ کر دیا جائے۔ بندہ ناچیز نے آج تک جتنا بھی علمی کام کیا ہے اے میرے اللہ وہ تیری خوشنودی طلب کرنے کے پیش کیا ہے اس لیے اس کی طباعت کے حقوق تیرے نام پر آزاد ہیں تا کہ ہر خاص و عام فائدہ اٹھا سکے اے میرے پروردگار حضور ﷺ کے صدقے میرے اس عمل کو قبول فرما اور مجھے اپنا بندہ بنا لے۔ آمین۔

مورخہ 8 ستمبر 1990ء

عالم فقری



اَللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ

اللہ
حاجت رَوا

نظر ثانی

ابو الحسن قادری

ترتیب جدید و اضافہ

قاری گلزار احمد مدنی

مصنف کتب کثیرہ عملیات تعویذات طلسمات امداد و روحانیات

اسلام بک ڈپو

۱۲ گنج بخش روڈ لاہور

فون: 042-37112841

جس کا آنچل نہ دیکھا مہ و مہر نے — اس ردائے نزاہت پہ لاکھوں سلام
سیدہ زاہرہ طیبہ طاہرہ — جان احمد کی راحت پہ لاکھوں سلام

سیدۃ

فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا

مرتب

سید ذیشان نظامی عفی عنہ

اسلام بک ڈپو

۱۲ گنج بخش روڈ لاہور
فون: 042-37112941

شادی کے موقعہ پر دُولہا اور دُلہن کو
دینے کیلئے بہترین کتاب

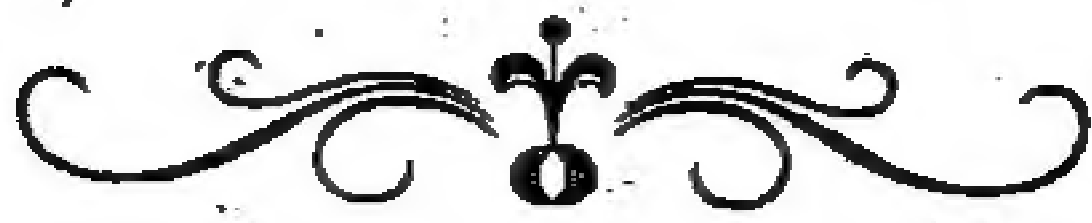
تُحفۂ شادیِ مُبارک

مع

علاج و امراض

سہیل قیصر قریشی

اسلام بک ڈپو
۱۲ گنج بخش روڈ لاہور
فون :042-37112941



دنیا اور آخرت کی بھلائی کی

انمول دُعائیں

سید ذیشان نظامی رحمہ اللہ



اسلام بک ڈپو
۱۲۔ گنج بخش روڈ لاہور
فون 042-37112941



اقوالِ سیّدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انسائیکلوپیڈیا

سہیل قیصر ھاشمی

اسلام بک ڈپو

12۔ گنج بخش روڈ لاہور

